صحیفہ کاملہ

ترجمہ و افادات

حضرت علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

امامیہ پبلیکیشنز پاکستان

یا علیؑ مدد

صحیفۂ کاملہ

ادعیہ حضرت امام علی زین العابدین بن سیّد الشہداء امام حسین علیہ السلام

ترجمہ و حواشی از

قائدِ ملّتِ جعفریہ حضرت علاّمہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

★ کتاب نگر ★
حسن آرکیڈ ۔ ملتان کینٹ

امامیہ پبلیکیشنز ۱۷۔ نور چیمبرز گنپت روڈ لاہور ۲ پاکستان

نام کتاب ـــــــــــــ صحیفہ کاملہ
مترجم ـــــــــــــ علامہ مفتی جعفر حسین علی اللہ مقامہ
ناشر ـــــــــــــ امامیہ پبلیکیشنز
مطبع ـــــــــــــ چاند کمپنی پرنٹرز
کتابت ـــــــــــــ مولوی محمد یوسف
ہدیہ ـــــــــــــ ۵۰ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللهم صل علی محمد و آل محمد

ترتیب

عرض ناشر		۱۱
پیش کش		۱۳
پیش لفظ		۱۵
مقدمہ صحیفہ کاملہ		۲۱
دعائے مکارم الاخلاق کی جامعیت		۵۵
صحیفہ سجادیہ کی بے مثال عظمت		۵۹
مسئلہ دعا		۷۵
(۱) التحمید للّٰہ عزّوجل	۱۔ خداوند عالم کی حمد وستائش	۱۰۳
(۲) الصّلوٰۃ علےٰ محمّدٍ وآلہٖ	۲۔ رسولِ اکرمؐ پر درود وسلام	۱۱۲
(۳) الصّلوٰۃ علےٰ حملۃ العرش	۳۔ حاملانِ عرش اور مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ	۱۱۵
(۴) الصّلوٰۃ علےٰ مصدقی الرّسل	۴۔ انبیاء پر ایمان لانے والوں کے حق میں دعا	۱۲۱
(۵) دُعاؤہ لنفسہٖ وخاصّتہٖ	۵۔ اپنے اور اپنے خاص دوستوں کے لئے دُعا	۱۲۷
(۶) دعاؤہ عند الصّباح والمساءِ	۶۔ دعائے صبح وشام	۱۳۰
(۷) دعاؤہٗ فی المھمّات	۷۔ مشکلات کے وقت پڑھنے کی دُعا	۱۳۸
(۸) دعاؤہ فی الاستعاذہ	۸۔ خواستگاری پناہ کے سلسلہ کی دُعا	۱۴۰
(۹) دعاؤہ فی الاشتیاق	۹۔ طلب مغفرت کے سلسلہ میں دُعا	۱۴۹
(۱۰) دعاؤہ فی اللّجاءِ الی اللہ تعالیٰ	۱۰۔ طلب پناہ کے سلسلہ میں دُعا	۱۵۲
(۱۱) دعاؤہ بخواتم الخیر	۱۱۔ انجام بخیر ہونے کی دُعا	۱۵۶
(۱۲) دعاؤہ فی الاعتراف	۱۲۔ اعترافِ گناہ وطلبِ توبہ کے سلسلہ میں دُعا	۱۵۹
(۱۳) دعاؤہ فی طلب الحوائج	۱۳۔ طلبِ حاجات کے سلسلہ میں دُعا	۱۶۵
(۱۴) دعاؤہ فی الظّلامات	۱۴۔ دادخواہی کی بابت دُعا	۱۷۰

عربی	اردو	صفحہ
(۱۵) دعاؤہ عند المرض	۱۵۔ مرض کے دفعیہ کی دُعا	۱۷۵
(۱۶) دعاؤہ فی الاستقالة	۱۶۔ عذر و عفوِ تقصیر کے سلسلہ میں دُعا	۱۷۸
(۱۷) دعاؤہ علی الشّیطان	۱۷۔ شرِ شیطان کے دفعیہ کی دُعا	۱۸۶
(۱۸) دعاؤہ فی المحذورات	۱۸۔ دفع بلیات کے سلسلہ میں دُعا	۱۹۲
(۱۹) دعاؤہ فی الاستسقاء	۱۹۔ طلب باراں کی دُعا	۱۹۳
(۲۰) دعاؤہ فی مکارم الأخلاق	۲۰۔ پاکیزہ اخلاق سے آراستگی کی دُعا	۱۹۶
(۲۱) دعاؤہ اذ احزنہ امر	۲۱۔ رنج و اندوہ کے موقع کی دُعا	۲۲۰
(۲۲) دعاؤہ عند الشدّة	۲۲۔ شدّت و سختی کے وقت کی دُعا	۲۲۵
(۲۳) دعاؤہ بالعافية	۲۳۔ طلبِ عافیت کی دُعا	۲۳۰
(۲۴) دعاؤہ لابویه	۲۴۔ والدین کے حق میں دُعا	۲۳۳
(۲۵) دعاؤہ لولدہ	۲۵۔ اولاد کے حق میں دُعا	۲۳۸
(۲۶) دعاؤہ لجیرانه	۲۶۔ دوستوں اور ہمسائیوں کے حق میں دُعا	۲۴۲
(۲۷) دعاؤہ لاھل الثّغور	۲۷۔ حدودِ مملکت کی حفاظت کرنے والوں کے لئے دُعا	۲۴۷
(۲۸) دعاؤہ فی التّفزّع	۲۸۔ اللہ تعالیٰ سے تضرّع و زاری کے سلسلہ میں دُعا	۲۵۴
(۲۹) دعاؤہ اذا قُتّر علیه	۲۹۔ تنگئ رزق کے موقع پر پڑھنے کی دُعا	۲۵۶
(۳۰) دعاؤہ فی المعونة علی قضاء الدّین	۳۰۔ ادائے قرض کی دُعا	۲۵۹
(۳۱) دعاؤہ بالتّوبة	۳۱۔ دُعائے توبہ	۲۶۱
(۳۲) دعاؤہ فی صلوٰة اللّیل	۳۲۔ نمازِ شب کے بعد کی دُعا	۲۶۹
(۳۳) دعاؤہ فی الاستخارة	۳۳۔ دُعائے استخارہ	۲۷۷
(۳۴) دعاؤہ اذا ابتلی ورای مبتلی بفضیحة بذنب	۳۴۔ گناہوں کی رسوائی سے بچنے کی دُعا	۲۸۰
(۳۵) دعاؤہ فی الرّضاء بالقضاء	۳۵۔ رضائے الٰہی پر خوش رہنے کی دُعا	۲۸۳
(۳۶) دعاؤہ عند سماع الرّعد	۳۶۔ بجلی کے کوندنے اور رعد کے گرجنے کی دُعا	۲۸۶
(۳۷) دعاؤہ فی الشّکر	۳۷۔ شکر کے سلسلہ میں دُعا	۲۸۸
(۳۸) دعاؤہ فی الاعتذار	۳۸۔ عذر و طلبِ مغفرت کے سلسلہ میں دُعا	۲۹۳
(۳۹) دعاؤہ فی طلب العفو	۳۹۔ طلب عفو و رحمت کی دُعا	۲۹۷
(۴۰) دعاؤہ عند ذکر الموت	۴۰۔ موت کو یاد کرنے کے وقت کی دُعا	۳۰۲
(۴۱) دعاؤہ فی طلب السّتر والوقاية	۴۱۔ پردہ پوشی و نگہداشت کی دُعا	۳۰۴
(۴۲) دعاؤہ عند ختم القرآن	۴۲۔ دُعائے ختم القرآن	۳۰۶

(۴۳) دعاؤہ اذا نظر الی الهلال	۴۳- دعائے رویتِ ہلال	۳۱۶
(۴۴) دعاؤہ لدخول شهر رمضان	۴۴- استقبال ماہِ رمضان کی دُعا	۳۲۴
(۴۵) دعاؤہ لوداع شهر رمضان	۴۵- وداعِ ماہِ رمضان کی دعا	۳۳۲
(۴۶) دعاؤہ للعیدین والجمعة	۴۶- عیدین اور جُمعہ کی دُعا	۳۴۴
(۴۷) دعاؤہ لعرفة	۴۷- روزِ عرفہ کی دُعا	۳۴۹
(۴۸) دعاؤہ للاضحیٰ والجمعة	۴۸- عیدِ قربان اور جُمعہ کی دُعا	۳۷۳
(۴۹) دعاؤہ فی دفع کید الاعداء	۴۹- دشمن کے مکر و فریب سے بچنے کی دُعا	۳۸۳
(۵۰) دعاؤہ فی الرهبة	۵۰- خوفِ الٰہی کے سلسلہ میں دُعا	۳۸۹
(۵۱) دعاؤہ فی التضرع والاستکانة	۵۱- عجز و زاری کے سلسلہ میں دُعا	۳۹۳
(۵۲) دعاؤہ فی الالحاح	۵۲- تضرع و الحاح کے سلسلہ میں دعا	۳۹۷
(۵۳) دعاؤہ فی التذلل	۵۳- عجز و فروتنی کے سلسلہ میں دُعا	۴۰۱
(۵۴) دعاؤہ فی استکشاف الهموم	۵۴- رنج و اندوہ کے دور ہونے کی دعا	۴۰۳
(۵۵) تسبیح و تقدیس کے سلسلہ میں		۴۰۷
(۵۶) بزرگی و عظمتِ الٰہی کے بیان میں		۴۱۴
(۵۷) تذلل و عاجزی کے سلسلہ میں		۴۱۹
(۵۸) حضرت کی دُعا جو ذکرِ آلِ محمدؐ پر مشتمل ہے		۴۲۲
(۵۹) حضرت آدمؑ پر درود و صلوٰۃ کے سلسلہ میں		۴۲۵
(۶۰) کرب و مصیبت سے تحفظ اور لغزش و خطا سے معافی		۴۳۱
(۶۱) خوف و خطر کے موقع پر		۴۳۵
(۶۲) دعائے روز یکشنبہ		۴۴۰
(۶۳) دوشنبہ		۴۴۲
(۶۴) سہ شنبہ		۴۴۸
(۶۵) چہارشنبہ		۴۵۱
(۶۶) پنج شنبہ		۴۵۶
(۶۷) جمعہ		۴۵۸
(۶۸) شنبہ		۴۶۱

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عرضِ ناشر

دُعا ۔۔۔ انسان کا سرمایۂ فخر ۔۔۔ عبادت کا جوہر ۔۔۔ اپنے ربّ سے بندے کا راز و نیاز ۔۔۔ مومن کا اسلحہ ۔۔۔ اور اس وسیع کائنات میں جہاں انسان کسی بھی چیز کا مالک نہیں، اس کے دامنِ ملکیت میں وہ دُرّ یکتا جو قدرت نے اسے عنایت کیا۔

دُعا ۔۔۔ کتنی عظیم ضرورت ہے مومن کی: کتنا محتاج ہے انسان اپنے ربّ سے ہمکلامی کا! کتنی بڑی خواہش ہے مومن کی اس کی بارگاہِ نیاز میں اپنی گزارشات پہنچانے کی: کتنا بڑا سرمایۂ سکون ہے یہ مضطرب انسان کے لیے ۔۔۔ کتنا بڑا اسلحہ ہے یہ انسان کے نفسانی و شیطانی دشمنوں سے دفاع کے لیے:

کتنا بدبخت ہے وہ انسان جس کے پاس یہ ملکیت، یہ سرمایہ بھی نہ ہو:

ہمارا درود و سلام ہو علیؑ کے پوتے علی زین العابدین ابن حسینؑ پر!

ہمارا درود و سلام ہو اسیرِ کربلا و شام پر!

جس نے اپنی دُعاؤں سے ہمیں نہ صرف طرزِ بندگی، حُسنِ طلب، آداب راز و نیاز سکھائے۔ بلکہ ان کے ذریعے نظریۂ حق عقائدِ اسلام، قوانین کائنات، اُصولِ معاشرت اور لوازمِ اخلاق و کردار کی تعلیم بھی دی۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم مثیلِ عیسیٰ سید الساجدین امام زین العابدینؑ کی دُعاؤں کا مجموعہ ملّتِ ایمانیہ کو دے رہے ہیں۔ یہی وہ اسلحہ ہے جو انبیاء کی میراث ہے اور جن کے ذریعے امام نے بے سروسامانی کے عالم میں طاغوتی قوتوں کا کامیاب مقابلہ کیا اور اپنے منصبِ الٰہی، تحفظِ دین کا فریضہ سرانجام دیا۔

آیئے! ان دُعاؤں کا ورد کر کے اس اسلحے سے خود کو لیس کریں۔ ترجمے کے ذریعے ان دعاؤں کی گہرائی میں اُتر کر تعلیماتِ امامؑ کو خود میں جذب کریں تاکہ ہمارا ذوقِ ایمانی دُنیا کی کسی قوت کے آگے سرنگوں نہ ہو سکے

یہ ترجمہ اس ہستی کا ہے جس کے ادبی مقام کو نہج البلاغہ کا ترجمہ تسلیم کروا چکا ہے اور اُردو میں اس سے زیادہ خوبصورت ترجمہ شاید ہی ممکن ہو۔ غالباً قائد ملت جعفریہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہٗ ہی اس کے اہل تھے اور خدا نے یہ سعادت اُنہی

کے لیے رکھی تھی کہ وہ ان دو عظیم اور بنیادی کتب کو اردو کا لباس پہنائیں جو بعد از قرآن دنیائے اسلام میں سب سے مستند ہیں۔ اور علمی تحقیقات نے ان کے متن کی صداقت اور وثاقت پر مہر ثبت کر دی ہے۔

اہلِ ایمان سے گذارش ہے کہ وہ ان دعاؤں کو حرزِ جاں قرار دیں اور اپنی عبادتوں کو ان کے ذکر سے زینت دیں عربی متن کی صحت کے لیے مولانا سید افسر عباس زیدی نے نظر ثانی فرمائی ہے۔ ادارہ ان کا بھی شکر گزار ہے اور ان قارئین کا بھی جو اپنی سیرت کی تعمیر مُحَمَّدؐ وَ آلِ مُحَمَّدؐ علیہم السلام کی تعلیمات کی بنیادوں پر کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

امامیہ پبلیکیشنز

❁

پیش کش

مَیں معدنِ امامت کے لآلی آبدار اور زبانِ عصمت کے الہامی کلمات کو اُردو
کا لباس پہنا کر حضرت زین العابدین سیّد الساجدین ابن الخیرتین علی ابن الحسین
صلوٰت اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الاطہار وابنائہ الاخیار کی بارگاہِ عالی میں پیش کرتا ہوں۔
اگرچہ ترجمہ سے روحِ معنی مضمحل اور صہبائے تند بے کیف ہو گئی اور لالہ زارِ بلاغت
سبدِ گل فروش میں سمانہ سکا اور سیلِ معانی تنگنائے الفاظ میں سمٹ نہ سکا مگر
کیا بعید ہے کہ جن کی دست بوسی سے آبِ رواں کی آبرو اتنی بڑھ جائے کہ
لعل و یاقوت و زمرّد بھی اس کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو جائیں ان کی
نظرِ کیمیا اثر ان رشتہ عقیدت میں پروئے ہوئے خزف ریزوں کو جلا بخش کر حُسنِ قبول
کے تاج کا آویزہ بنا دے اور پھر یہ انہی کے بارانِ فیض کے قطرے اور انہی کے خوانِ
کرم کے ریزے ہیں اور میری حیثیت تو بس یہ ہے اور یہی بہت ہے کہ :۔

"اُن کی زباں کے کلمے میری زبان پر ہیں"

باسمہٖ سبحانہٗ

پیش لفظ!

ترجمہ نہج البلاغہ کی تکمیل کے بعد کسی اور کتاب کے ترجمہ کا تصور تو ذہن میں تھا ہی کہ جناب سید العلماءؒ مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہٗ کے لاہور تشریف فرما ہونے پر مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو انہوں نے فرمایا کہ اب صحیفۂ کاملہ کا بھی ترجمہ کر ڈالیئے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی۔ تو حسب ارشاد اس کام کو بھی انجام دوں گا۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد صحیفہ کے ترجمہ کی ابتداء کر دی۔ مگر اس خیال سے کہ یہ ایک مختصر سی کتاب ہے اور وہ بھی دعاؤں کی جس میں نہ پیچیدہ مباحث ہیں نہ اُلجھے ہوئے مطالب بلکہ صاف سادہ تحریر اور نکھری ستھری ہوئی عبارت جس کا ترجمہ زیادہ سے زیادہ دو چار مہینوں میں ختم ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ اصولِ کافی کا ترجمہ بھی شروع کر دیا اور یہ چاہا کہ ان دونوں کتابوں کا سلسلہ ایک ساتھ جاری رہے۔ مگر میری بے بضاعتی و کوتاہ قلمی نے چند گام سے زیادہ نہ چلنے دیا اور آخر اصولِ کافی کے کچھ اجزاء کا ترجمہ کرنے کے بعد اُسے دوسرے موقع کے لئے چھوڑ دیا اور ہمہ تن صحیفہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس وقت یہ حقیقت بھی منکشف ہو کر سامنے آ گئی کہ جسے دو چار مہینوں کا کام سمجھا تھا وہ دو چار مہینوں کا کام نہ تھا کیونکہ ایک دن میں دو چار صفحوں سے زیادہ نہ لکھ پاتا تھا۔ لیکن اس سست رفتاری سے میں شکستہ خاطر و دل برداشتہ نہ ہوا اور بایں خیال کہ "قطرہ قطرہ بہم شود دریا" اس کام کا سلسلہ اپنے دوسرے مشاغل کے ساتھ جاری رکھا اور کم و بیش ایک سال کے عرصہ میں اس سے فراغت ہو گئی اور اب اسے "ادارۂ علمیہ پاکستان" کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ ایک عام تاثر اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ کسی بلند پایہ علمی و ادبی کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ ادبی شہ پاروں کے اسلوب بیان کی لطافت ترجمہ کے بار کی متحمل ہو سکتی ہے کیونکہ ہر زبان کے کچھ اصطلاحات، محاورات اور خصوصیات ہوتے ہیں جو اسی زبان میں صحیح معنی و مفہوم کی نقاب کشائی کر سکتے ہیں۔ اور دوسری زبان میں منتقل ہونے سے ان کی صوری و معنوی خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ نہ ان میں وہ کیف انگیزی و اثر آفرینی باقی رہتی ہے اور نہ وہ حسن و شکوہ برقرار رہتا ہے اور بہت کم ایسے موارد ہو سکتے ہیں جہاں ایک زبان کا ذوق و اسلوبِ تعبیر دوسری زبان کے ذوق و اسلوبِ تعبیر سے ہم آہنگ ہو اس لئے مترجم کے دسترس سے یہ باہر ہے کہ وہ ترجمہ میں اصل کلام کی تڑپ پیدا کر دے سکے اور اس کے خصوصیات

کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے آب و رنگ کو بگڑنے نہ دے۔ اگر کوئی مترجم اپنی منتہائے اہلیت وصلاحیت سے کام لے کر ظاہر الفاظ کی عکاسی کر بھی لے تو وُہ رُوح جو لفظوں کی ترکیب و ترتیب اور پیرایہ بیان میں مضمر ہوتی ہے اس کی تصویر کشی کیسے کر پائے گا ؎

گر مصوّر صورتِ آں دل ستاں خواہد کشید   حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

اور اگر کہیں ترجمہ میں کچھ کیف و سرمستی باقی رہ جائے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ متکلم کے نفس کی پاکیزگی اور اس کی قوتِ رُوحانی کے تصرف کا کرشمہ ہے جو بادۂ تند و تیز کو تلچھٹ کی آمیزش کے باوجود خمار انگیزی و سرشاری سے بالکل بیگانہ نہ بنا دے سکی اور تابش جمال کی چھُوٹ کو پردے کی دبیز تہوں کے باوجود جلوہ افگنی سے مانع نہ ہو سکی اسے مترجم کی ہنرمندانہ کاوش کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ اس کے اختیار میں یہ ہے کہ وُہ اصل کلام کی رُوحانی فضا ترجمہ کے گرد و پیش پیدا کر دے سکے۔ اس کا کام تو بس اتنا ہے کہ وُہ ترجمہ کے لئے ایسے الفاظ کا انتخاب کرے جو اصل کلام کے مفہوم سے قریب تر ہوں اور اس سے کچھ آگے قدم بڑھائے تو ترجمہ کی پابندی کے ساتھ عبارت میں سلاست و روانی پیدا کر لے جائے اور بس۔ اس دوسری خوبی کو ایک اضافی خوبی سمجھنا چاہیئے۔ اصل خوبی یہی ہے کہ اصل کلام کا مفہوم بدلنے نہ پائے اور ہر مقام پر اس سے مطابقت برقرار رہے اور اس صورت میں تو اصل کلام کی مطابقت اور بھی ضروری ہو جاتی ہے جب وہ کسی ایسی ہستی کا کلام ہو جس کی زبان پروردۂ الہام اور شرعی احکام کی ترجمان ہو۔ ایسے موقع پر ظاہری خوبیوں کو ملحوظ رکھنے کے بجائے اس کی صحت پر نظر رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ اس کے تعلیمات دوسروں تک صحیح شکل و صورت میں پہنچیں اور معنوی لحاظ سے اس میں تغیر و تبدل نہ ہونے پائے۔ کیونکہ دیکھنے والے اسے ایک ہادی و رہبر کے کلام کی حیثیت سے دیکھیں گے اور اسے اپنے عمل کی سند قرار دیں گے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ کسی عبارت میں متعدد معانی کا احتمال ہو اور ایک، ایک معنی کو ترجیح دے اور دوسرا دوسرے معنی کو یا کسی پیچیدہ عبارت کا مطلب ایک کچھ سمجھے اور دوسرا کچھ سمجھے۔ تو ایک معنی کو اختیار کرنے کی صورت میں دوسرے معنی کو غلط نہیں قرار دیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ظاہر و واضح معنی کو چھوڑ کر بعید معنی کو اختیار کرے تو اُسے بدذوقی کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے اور اگر اصل آسمان ہو اور ترجمہ ریسمان تو اُسے غلط کہا جائے گا اور اس صورت میں طرزِ تحریر میں کوئی خوبی ہو بھی تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو گی۔ ہاں اگر صحت کے ساتھ اسلوب بیان کی شائستگی، طرزِ تحریر کی شگفتگی اور زبان کی بلند معیاری ہو تو ترجمہ کا حُسن بڑھ جائے گا اور اسے ایک معیاری حیثیت حاصل ہو سکے گی، بیشک صحت کے التزام کے ساتھ زبان کے معیار کو باقی رکھنا ایک مشکل کام ہے اور یہ الفاظ کے استحضار اور عصرِ حاضر کے معیارِ زبان پر نگاہ رکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ زبان اور طرزِ تحریر کا معیار ہر دَور میں بدلتا رہتا ہے۔ ایک دور وُہ تھا کہ مقفّٰی و مسجع عبارتوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مگر اب وہی تحریریں متروک اور غیر معیاری سمجھی جاتی ہیں۔ اسی طرح دوسری زبانوں کا اسلوب نگارش بھی ہمیشہ بدلتا اور بلند سے بلند تر ہوتا

رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے چند سالوں میں آغا سیّد صدر الدین بلاغی، آغا سیّد علی نقی اصفہانی اور آغا جواد فاضل کے قلم سے جو صحیفۂ کاملہ کے تراجم ایران سے شائع ہوئے ہیں سابقہ تراجم کے مقابلہ میں انہیں پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اپنے اسلوبِ نگارش و اندازِ تحریر کی وجہ سے خاصی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اُردو زبان میں بھی صحیفہ کے متعدّد ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تحت اللفظی ترجمہ ہے جو اُسی پُرانی ڈگر پر ہے جو اب متروک اور موجودہ ذوق پر ایک بار ہے۔ اور ایک نظامی پریس لکھنؤ کا شائع کردہ ہے۔ جس میں عبارت آرائی کے لئے کہیں اصل الفاظ کا ترجمہ غائب اور کہیں ایسا اضافہ نظر آتا ہے جو اصل الفاظ میں نہیں ہے۔ اور ایک ترجمہ لاہور سے شائع ہوا ہے جو بیس دعاؤں پر مشتمل اور نا تمام ہے۔ یہ تراجم اغلاط سے بھی پاک نہیں ہیں اور بعض مواقع پر تو اصل کلام کے خدوخال ہی مسخ ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان تمام مقامات کی طرف مُلتفت کرنا ایک طولِ امل ہے اور نہ محل کی تنگنائی اس کی اجازت دیتی ہے کہ ان تمام مقامات کا استقصا کیا جائے۔ صرف نمونہ کے طور پر دو ایک مقام دیکھ لیجئے۔

دُعائے مکارم الاخلاق میں حضرتؑ کا ارشاد ہے والافضال علیٰ غیر المستحق۔ اس کا ایک ترجمہ تو یہ ہے "اور بے استحقاق والے کو زیادہ دیتے ہیں"۔ دُوسرا ترجمہ یہ ہے "اور غیر مستحق پر (بھی) احسان کرنا"۔ اور تیسرا ترجمہ یہ ہے: "غیر مستحق پر احسان کرنے"۔ قبل اس کے کہ یہ دیکھا جائے کہ الفاظِ عبارت کا مطلب کیا ہے اسے دیکھئے کہ غیر مستحق کو اپنی عنایات کا مورد قرار دینا کہاں تک درست ہے۔ عقل و نقل ہمنوا ہیں کہ غیر مستحق حُسنِ سلوک کا مستحق نہیں ہے اس لئے کہ یہ مستحق کی حق تلفی اور صرفِ بیجا ہے جسے قرآن مجید میں تبذیر سے تعبیر کیا گیا ہے اور احادیث و آثارِ معصومین میں بڑی کثرت سے اس کی مذمّت وارد ہوئی ہے۔ تو کیا امام علیہ السّلام کی اس پر نظر نہ تھی یا یہ کہ وُہ قرآن و حدیث کے ایک واضح حکم کے خلاف تعلیم دینا چاہتے ہیں ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے تو پھر اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اس کے لئے کم از کم شرح سیّد علی خاں ہی کو دیکھ لینا چاہیئے تھا۔ جب کہ ایک صاحب نے دیباچہ میں یہ لکھا بھی ہے کہ شرحوں میں صرف شرح علامہ سید علی خاں پیشِ نظر رہی اور بس"۔ علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔ والافضال علیٰ غیر المستحق عطف علی التعییر ای و ترك الافضال علیٰ غیر المستحق (والافضال علیٰ غیر المستحق کا عطف التعییر پر ہے جو ترک کے تحت میں واقع ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ غیر مستحق پر احسان نہ کرنا"۔ مگر ان ترجموں میں اصل مفہوم کو بالکل الٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور میر باقر داماد اور ملا محسن فیض نے بھی حواشی صحیفہ میں یہی تحریر کیا ہے۔ دُعائے عرفہ میں حضرت کا ارشاد ہے۔ ولم تلد فتکون مولودًا۔ ایک ترجمہ یہ ہے "اور نہ پیٹے سے ہرگز پیدا ہوا ہے کہ کسی کا بیٹا بنے"۔ دُوسرا ترجمہ یہ ہے: "اور نہ یہ ہے (جیسا کہ ہُوا کرتا ہے) کہ تُو کسی سے پیدا ہوتا کہ کسی کا بیٹا بنے"۔ تیسرے ترجمہ میں دُعائے عرفہ ہے ہی نہیں۔ اس جملہ میں لفظ "لم تلد" کا یہ ترجمہ کہ تو کسی سے پیدا نہیں ہُوا۔ غلط ہے۔ اس مفہوم کے لئے لفظ لم تتولّد یا لم تولد ہے اور

ولد یلد فعل متعدی ہے جس کے معنی پیدا کرنے کے ہوتے ہیں نہ پیدا ہونے کے۔ چنانچہ علامہ سید علی خاں تحریر فرماتے ہیں ولد یلد من باب وعد اذا حصل منه ولد (ولد یلد باب وعد یعد سے ہے اور یہ اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کسی کے ہاں اولاد ہو) اور اسی معنی میں لم یلد قرآن میں آیا ہے۔ اور صحیفہ کی عبارت کے معنی یہ ہیں کہ تیرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ کہ تیرے متعلق بھی کسی کی اولاد ہونے کا سوال پیدا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اس کے ہاں اولاد ہوگی تو اس کا اجزاء سے مرکب ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ اولاد ایک جزو ہوتی ہے جو باپ سے الگ ہو کر نشو و نما کی منزلیں طے کرتی ہے۔ اور جب وہ مرکب ہوگا تو اجزاء کی احتیاج اس کے حدوث کی دلیل ہوگی۔ اور جو حادث ہوگا اس کا متولّد ہونا بھی ضروری ہوگا۔ مگران دونوں ترجموں میں اصل مطلب ہی کو خبط کر دیا گیا ہے۔ دعائے تمجید میں حضرت کا ارشاد ہے کہ الٰهی لك یرهب المترهبون۔ اس کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ "اے معبود! تجھ ہی سے ڈرنے والے ڈرتے ہیں" اور دوسرا ترجمہ یہ ہے :۔ "اے میرے اللہ! تجھ سے ڈرنے والے ڈرتے ہیں"۔ اس مقام پر مترهبون کے معنی "ڈرنے والے" غلط ہیں۔ کیونکہ ترہب کے معنی بندگی و عبادت کے ہیں۔ مگر اسے رہب یرهب کے معنی میں سمجھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ الترهب، التعبد اور سید نعمۃ اللہ الجزائری تحریر فرماتے ہیں کہ یرهب ای یخاف والترهب التعبد ای یخافك العابدون (یرھب کے معنی یہ ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں اور ترهب کے معنی عبادت و پرستش کرنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ عبادت گزار تجھ سے ڈرتے ہیں)

اور لاہور سے جو بیس دعاؤں کا مجموعہ شائع ہوا ہے اس کے اغلاط کی نوعیت کا بھی نمونہ دیکھ لیجئے۔ اس میں کی مندرجہ دعاؤں کی پانچویں دعا کا ایک جملہ ہے کہ أجرهر بی یہ لفظ اجر اجارہ سے امر کا صیغہ ہے مگر اسے اجزاء سے امر کا صیغہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جو اَجْزِ ہے۔ چنانچہ اسی دعا میں دوسری جگہ پر اَجْزِ ہے۔ تو اسے بھی اَجْزِ ہی لکھا گیا ہے اور اس جملہ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ "میری دوڑ کو جاری رکھ"۔ دعائے استقبال ماہِ رمضان میں ہے وان ننتصف من ظَلَمَنا یہ ظَلَمَنا فعل ماضی کا صیغہ ہے جس کے آخر میں ضمیر منصوب متصل ہے اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ "جس نے ہم پر ظلم کیا ہو اس سے بھی انصاف کریں۔ مگر ظَلَمَنا تحریر کرنے کے باوجود ترجمہ لفظ ظَلَمْنَا کا کیا جاتا ہے جو جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ "ہم نے اگر کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے انصاف کریں"۔ دعائے وداع ماہِ رمضان میں ہے :۔ وتصدقوا لك طلبا لمزيدك۔ یہ لفظ تصدقوا، تصدق سے فعل ماضی کا صیغہ ہے اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے تیری نعمتوں میں اضافہ چاہنے کے لئے صدقہ و خیرات دی۔ چنانچہ علامہ سید علی خاں نے تحریر کیا ہے کہ تصدق اعطی صدقة وهی ما یخرجه الانسان من ماله علی وجه المقربة (تصدق کے معنی یہ ہیں کہ اس نے صدقہ دیا اور صدقہ اس مال کو کہتے ہیں جسے انسان بہ نیت تقرب دیتا ہے) مگر اس

کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے :۔" اور تیری تصدیق کرتے۔ اس سے مقصد تیرے احسانات ہیں۔" غرض اس قسم کے واضح اغلاط اس مجموعہ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں جس کے بعد ایک مزید ترجمہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس میں صحت و مطابقت اصل کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ زیرِ نظر ترجمہ کے متعلق بھی یہ دعوےٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وُہ خطا و لغزش اور کوتاہی تعبیر سے بَری ہو گا۔ لیکن جہاں تک امکان تھا اسے اغلاط سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور ہر مورد پر علامہ سید علی خاں قدس سرہٗ کی شرح صحیفہ "ریاض السالکین" پیشِ نظر رہی ہے۔ اور بعض پیچیدہ اور مشکل عبارات کے سلسلہ میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شروح و حواشی میں سے شرح نعمت اللہ الجزائری رحمہ اللہ، تعلیقات میر باقر داماد رحمہ اللہ، حواشی محسن فیض رحمہ اللہ اور حدیقہ ہلالیہ جناب شیخ بہار الدین رحمہ اللہ بھی محل استفادہ رہے ہیں اور حواشی کے سلسلہ میں احیاء العلوم غزالی اور جامع السعادات شیخ محمد مہدی نراقی رحمہ اللہ سے استفادہ کے علاوہ ریاض السالکین کی شاداب روشوں سے بھی گلچینی کی گئی ہے اور اب ان پھولوں کو بے سلیقہ ہاتھوں سے سجا کر اس توقع کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ وُہ ان دعاؤں کی تلاوت کے وقت مترجم کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔
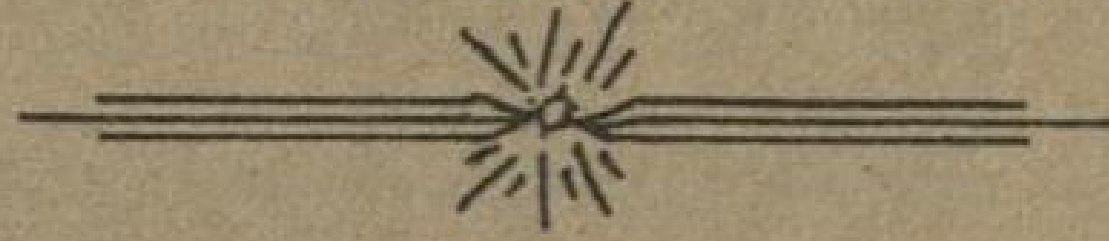
مقدمہ صحیفہ کاملہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ مجیب الدعوات وفاعل الخیرات والصلوٰۃ علی محمد و آلہٖ صلوٰۃ عالیۃ علی الصلوات ومشرفۃ فوق التحیات "صحیفۂ کاملہ" اسلام کے ابتدائی دورِ تدوین و تالیف کی ایک الہامی تصنیف ہے۔ جو حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور مناجاتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی عظمت و اہمیت اور اعتماد و وثوق کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرتؑ نے خود اس کی ترتیب و تدوین کا اہتمام فرمایا اور اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب زید شہید رحمہ اللہ سے جب کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی اس موقع پر موجود تھے اُسے قلمبند کروایا۔ تاکہ اس کے ضبط و حفظ کا سامان مکمل ہو جائے اور اس کے ذریعہ تعلیم و ہدایت کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنا تحریر کردہ صحیفہ امام جعفر صادقؑ کے سپرد فرمایا، اور آپ نے وہ دعائیں متوکل ابن ہارون کو لکھوا دیں۔ اور جناب زید کا نسخہ اُن کے فرزند یحییٰ کی طرف منتقل ہُوا۔ اور اُن سے محمد ابن عبداللہ ابن حسن مثنیٰ اور اُن کے بھائی ابراہیم کے ہاتھوں میں پہنچا اور اس طرح حفظ و سماعت اور نقل و کتابت کے ذریعہ منتقل ہوتا ہُوا دنیائے اسلام میں پھیل گیا، اور ہر دَور میں قبولیت عامہ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پرستارِ حقیقت و حلقہ بگوشانِ امامت نے اسے آویزۂ گوشِ عقیدت بنایا اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کا ورد بھی اپنے معمول میں سے قرار دے لیا اور چھٹی صدی ہجری کے نصفِ اوّل میں اسے زبور آلِ محمدؐ و انجیل اہل بیتؑ کے ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ نام اس لحاظ سے تجویز کئے گئے کہ اس کے حکیمانہ ارشادات و بصائر مؤثر ادعیہ و اوراد اور دل نشین حکم و نصائح آسمانی صحیفوں کے اسلوب کے آئینہ دار اور اُن کی تعلیمی رُوح کے حامل ہیں۔ چنانچہ صاحب ریاض السالکین نے بعض اہلِ عرفان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :۔

انہا تجری مجری التنزیلات السماویۃ وتسیر مسیر الصحف اللوحیۃ والعرشیۃ	"صحیفہ کاملہ آسمانی کتابوں کے اسلوب اور عرش و لوح کے صحیفوں کی روش کا مکمل نمونہ ہے۔"

اور دوسرے یہ کہ جس صحیفہ کی نسبت امام زین العابدینؑ کی طرف اسی طرح شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جس طرح زبور کی نسبت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اور انجیل کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہر قسم کے شبہ سے بلند تر ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر بعد میں جتنی کتابیں تالیف ہوئیں ان کے مؤلفین اپنے مجموعوں میں دُعاء علی ابن الحسین کے عنوان سے اس مجموعہ کی دعاؤں کو نقل کرتے رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کی صحت کے متعلق کسی خدشہ کا اظہار نہیں کیا اور بغیر کسی پس و پیش کے اسے کلام امام تسلیم کیا ہے۔ اگر انہیں اس کے کسی پہلو

میں کمزوری و خامی کا شائبہ نظر آتا تو وہ خاموشی کو اصولِ دیانت کے خلاف سمجھتے ہوئے اس کے خلاف آواز بلند کرتے اور اپنے شبہات کا اظہار کرتے مگر کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان سب کے نزدیک یہ کلامِ امام ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہر کلام کے کچھ خصوصیات ہوتے ہیں جن سے انتساب کے سلسلہ میں بڑی حد تک مدد لی جاسکتی ہے۔ اور لب و لہجہ و اسلوب بیان کو دیکھ کر متکلم کو پہچانا جاسکتا ہے۔ جب کلام، متکلم کا آئینہ بردار ہوتا ہے تو صحیفہ کے الفاظ کا حسن، معنی کی کشش اور کلام کی دلآویزی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے غیر کی طرف اس کی نسبت دی ہی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ اس کے ایک ایک جملہ کی ساحرانہ بلاغت اور ایک ایک فقرہ کی معجزانہ فصاحت اس کی شاہد ہے کہ اس کا سرچشمہ وُہی دودمانِ رسالت ہے جس کا کلام فوق کلام البشر تسلیم کیا جاچکا ہے۔ صحیفہ کاملہ اگر ایک طرف آلِ محمدؐ علیہم السلام کی فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف ان کے خصوصیات و ذاتی کمالات کا بھی ترجمان ہے چنانچہ اس کے صفحات پر ان کی حیاتِ طیبہ کے نقوش کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اگرچہ سیاسی مصالح نے دُنیا کو ان سے پوری طرح روشناس نہ ہونے دیا۔ اور ان کی علمی و عملی رفعت پر تعصب و تنگ نظری نے پردے ڈال دیئے مگر ان کے اقوال و ارشادات وُہ ہیں جو ان کی عملی زندگی کی پاکیزگی اور ان کی علمی وسعت و بلند پائیگی کی روشن دلیل ہیں۔ چنانچہ اس صحیفہ میں دعاؤں کے ضمن میں علم الٰہیات، فلکیات اور عصری اکتشافات کی طرف جو اشارے کئے گئے ہیں وُہ ان کی وسیع النظری اور علمی ہمہ گیری کی وہ واضح برہان ہیں جسے عصبیت کا غبار چھپا نہیں سکتا۔

صحیفہ اور طرزِ نگارش

دورِ جاہلیت اور اوائل اسلام کے طرزِ تحریر و اندازِ نگارش کا جائزہ لیا جائے، تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس دور کا ادب دقیق اور بھاری بھرکم الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا اور تشبیہ و استعارہ اور ترصیع و تجنیس وغیرہ سے کلام میں حسن و دل آویزی پیدا کی جاتی تھی۔ مگر آلِ محمدؐ نے جس کی امتیازی مثال صحیفۂ کاملہ میں نظر آتی ہے، کلام میں سلاست و روانی سے کام لے کر سلیس و سادہ انشا پردازی کی بنیاد رکھی اور طرزِ نگارش کو ایک نیا اسلوب بخش کر اہلِ قلم کو اس کے تتبع کی دعوت دی اور سجع و ترصیع کی بندشوں کو توڑ کر تادیہ و تعبیر کی وسعتیں بڑھا دیں اور ہلکے پھلکے الفاظ کی وہ بستیاں آباد کیں، جن کے سامنے مقفّی و مسجع عبارتوں کے مزیّن کاشانے ویران ہو گئے اور سیدھی سادی لفظوں اور سادہ و دل نشین ترکیبوں میں وہ کیف بھر دیا کہ تجنیس و ترصیع کا مصنوعی حسن اس کی قدرتی و فطرتی سادگی کے آگے ماند پڑ گیا۔ اور اصل جوہر فصاحت یہی ہے کہ موضوعِ کلام کچھ بھی ہو، زبان کی روانی اور کلام کی سلاست میں لوچ نہ آئے اور الفاظ اپنی جزالت اور سحر آفرینی سے دل کی گہرائیوں میں اُترتے چلے جائیں۔ اس سہل و دل نشین طرزِ تحریر کا اصل محرک دعا و مناجات کے کلمات تلفظ و ادائیگی اور صوتی کیفیت میں رقّت و نرمی اور سوز و گداز کی مقتضی ہوتے ہیں اور ان میں ربط و ترتیب اور حسن آفرینی مقصود نہیں ہوتی کہ کلام کے خد و خال کو نکھارا اور اس کے نوک پلک کو سنوارا جائے اور اندوہ و غم کے تاثرات اور رنج و الم کے جذبات میں اس کا موقع ہی کہاں ہوتا ہے کہ جملوں کی ساخت اور لفظوں کی تراش خراش کی طرف

توجہ کی جا سکے۔ چنانچہ یہ صحیفۂ اوّل سے لے کر آخر تک درد و غم کی آہوں اور کرب و اضطراب کی صداؤں پر مشتمل ہے جس میں کچھ دعائیں ہیں اور کچھ مناجاتیں۔ جن میں نہ تصنّع کا شائبہ ہے نہ آورد کی جھلک، نہ فلسفیانہ الجھاؤ ہیں نہ منطقیانہ پیچ وخم بلکہ ہر مقام پر وہی سیدھا سادا انداز بیان ہے جو ایک دعا کا ہونا چاہیئے۔ مثال کے طور پر حضرت کی دُعا کے اس جز کو دیکھیئے کہ اس میں تضرع و الحاح کے ساتھ کتنی آمد، بے تکلفی اور سلاست کارفرما ہے :۔

سبحانك نحن المضطرون الذين اوجبت اجابتهم واهل السوء الذين وعدت الكشف عنهم و اشبه الاشياء بمشيتك واولى الامور بك فى عظمتك رحمة من استرحمك وغوث من استغاث بك فارحم تضرعنا واغننا اذ طرحنا انفسنا بين يديك۔

پاک ہے تو ہم وہ پریشان و لاچار ہیں جن کی دُعا کو قبول کرنا تُو نے ضروری قرار دیا ہے اور وہ گرفتارانِ بلا ہیں جن کی مصیبتوں کو دُور کرنے کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ تیری مشیئت کے نہایت مناسب اور تیری عظمت کے بہت شایان یہ ہے کہ جو تجھ سے رحم کی التجا کرے اس پر تو رحم کرے اور جو تجھ سے فریاد کرے اس کی فریاد کو پہنچے۔ تو اب ہماری عجز و زاری پر رحم فرما اور جب کہ ہم نے اپنے کو تیرے سامنے پیش کر دیا ہے تو ہمیں (ہر فکر و غم سے) بے نیاز کر دے"

صحیفہ اور اسلوبِ خطاب اللہ کو پکارنے اور خطاب کرنے کے لئے الفاظ کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں ہے۔ کیونکہ اسے گنے چنے ناموں اور مخصوص صفتوں ہی سے یاد کیا جا سکتا ہے۔ اور ہر وہ لفظ جو کسی بلند صفت کا پتہ دیتی ہو ضروری نہیں کہ اس کا اطلاق اللہ کی ذات پر درست ہی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی شانِ علو و عظمت کے منافی ہو۔ جیسے عارف، عاقل، ذکی وغیرہ۔ اسی طرح عربوں کے بعض دعائیہ کلمات میں جو اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں انہیں اللہ کی رفعت و عظمت کے لحاظ سے مناسب و موزوں نہیں سمجھا جا سکتا ہے جیسے یا ابا المکارم "اے بزرگیوں کے باپ"۔ اب کے لغوی معنی باپ کے ہیں اور یہ اس کے ساحت قدس کے لئے زیبا نہیں ہے۔ اگرچہ یہاں پر اس کے معنی 'والے' کے ہیں۔ اسی طرح یا ابیض الوجہ "اے روشن چہرے والے"۔ اگرچہ وجہ انتساب کسی معنی سے اس کی طرف ہوا ہے جیسے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ "تم جدھر بھی رخ کرو گے ادھر اللہ ہی اللہ ہے"۔ مگر اسے اور اس جیسے دوسرے الفاظ کو جن کا اطلاق مجازاً اس کی ذات پر ہوا ہے۔ ایسے اضافہ کے ساتھ استعمال کرنا جو دوسروں ہی کے لئے بولے جاتے ہیں۔ قدرت کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ اگرچہ کہنے والے کی اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی ذات ہر نقص و عیب سے بری ہے۔ اسی طرح یا عریض الجفنۃ "اے بڑے پیالے والے"۔ اس سے استعارۃً کریم و سخی مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ بڑے پیالے اسی کے ہاں ہوں گے جس کے ہاں مہمانوں کا ہجوم رہتا ہو۔ مگر اللہ کے جود و کرم کی وسعتوں اور خوانِ کرم کی پہنائیوں کا اندازہ پیالوں اور پیمانوں سے نہیں لگایا جا سکتا کہ اس قسم کے استعارہ کو اس کے لئے مناسب و موزوں سمجھا جائے۔ اس کے مقابلہ میں صحیفہ کی دعاؤں کے الفاظ ندا اللہ کی عظمت و تقدیس کے آئینہ دار ہیں کہ نہ کوئی کلمہ اس کے ساحتِ جلال کے منافی اور نہ کوئی

جملہ اس کی شانِ رفعت کے خلاف نظر آتا ہے۔ بلکہ ہر کلمہ اس کے اوصاف حسن و کمال کا ترجمان اور ہر جملہ اس کی شانِ تنزیہ و تقدیس کا حامل ہے۔ چنانچہ دعا و طلب گاری کے سلسلہ میں چند متفرق الفاظِ ندا کو دیکھیئے کہ امام علیہ السلام کس اسلوب اور کس لب و لہجہ میں اسے والہانہ انداز سے پکارتے ہیں کہ معانی کا حسن قلب و روح کو جذب کرتا اور الفاظ کا ترنم نغمۂ شیریں کی طرح کانوں میں گونجتا معلوم ہوتا ہے:۔

انت الکریم المتکرم انت الکریم الاکرم انت الجواد الکریم یا ولی الاحسان یا رحمٰن الدنیا والاٰخرۃ یا منتھی مطلب الحاجات و یا من عندہ نیل الطلبات انك ذو الفضل العظیم والمن القدیم انك المتفضل بالاحسان المتطول بالامتنان انك ذو الجلال والاکرام۔

تُو کرم و بخشش کرنے والا اور ہر عیب سے پاک ہے تُو جُود و سخا کرنے والا اور بزرگ و برتر ہے۔ تو سخی و کریم ہے اے احسان کرنے والے اے دُنیا و آخرت میں رحم کرنے والے۔ اے وہ ذات جو حاجت طلبی کی آخری منزل ہے اور اے وہ ذات جس سے مرادیں پُوری ہوتی ہیں۔ بے شک تُو بڑے فضل والا اور قدیم احسان والا ہے۔ اور تُو بہت زیادہ احسان کرنے والا اور اپنے لطف و کرم سے بہت بخشنے والا ہے۔ بے شک تو بزرگی اور اعزاز والا ہے؎

صحیفہ اور دُعا کی تعلیم

صحیفہ کی دعاؤں نے جہاں دعا کی عظمت و اہمیت سے دُنیا کو آشنا کیا ہے وہاں دُعا طریقہ بھی تلقین کیا ہے کہ طلب و سوال کے موقع پر کیا انداز اختیار کرنا چاہیئے اور کس نہج اور کس اسلوب سے دعا مانگنا چاہیئے۔ مثلاً بیمار ہو تو طلبِ شفا کے لئے کس طرح دُعا مانگے، قرض سے سبکدوشی کے لئے کس طرح التجا کرے، مقصد و حاجت کے سلسلہ میں کیا اسلوب اختیار کرے، توبہ و استغفار کے لئے کس طرح اُس کے سامنے گڑگڑائے، مصائب و آلام سے رہائی کے لئے کس طرح اسے پکارے۔ چنانچہ ابنِ جوزی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ

ان علی ابن الحسین زین العابدین لہ حق التعلیم فی الاملاء و الانشاء وکیفیۃ المکالمۃ و المخاطبۃ وعرض الحوائج الی اللہ تعالیٰ فانہ لولاہ لم یعلم المسلمون کیف یتکلمون ویتفوھون سبحانہ فی حوائجھم

حضرت زین العابدین علی ابن الحسینؑ انشاء و تحریر اور اللہ سبحانہٗ سے تکلم و خطاب اور اس کے حضور عرض حاجات کے سلسلہ میں مسلمانوں پر حق تعلیم و استادی رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر حضرت نہ ہوتے تو مسلمان یہ نہ جان سکتے کہ وہ اللہ سبحانہٗ سے کس طرح خطاب کریں اور کس طرح اس سے اپنی حاجتیں طلب کریں

فان ھٰذا الامام علمھم بانہ متی ما استغفرت فقل کذا ومتی استسقیت فقل کذا و متی ماخفت من عدو قل کذا

اور یہ حضرت ہی نے مسلمانوں کو سکھایا ہے کہ اگر توبہ کرو تو یہ کہو اور طلب باراں کرو تو یہ کہو اور دشمن کا خطرہ ہو تو یہ کہو۔"

(مقدمہ صحیفہ آغا سید شہاب الدین مرعشی)

اس کے علاوہ یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ کن کن اوقات میں دعا مانگے کہ قبولیت اس کے خیر مقدم کے لئے بڑھے۔ چنانچہ صحیفہ کی وہ دعائیں جو مخصوص اوقات و ایام سے وابستہ ہیں وہ اُن کے اوقاتِ قبولیت و استجابت ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ جیسے دعائے روزِ عرفہ، دعائے نمازِ شب، دعائے روزِ جمعہ وغیرہ۔ ان دعاؤں میں جہاں قبولیت کے اوقات کا لحاظ رکھا گیا ہے وہاں انسان کے عمومی اوقاتِ فراغت کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جیسے صبح و شام، دوپہر اور شب کے اوقات کہ جن میں بندہ یکسوئی سے اپنے معبود سے راز و نیاز اور عرض و التجا کر سکتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ ان معینہ اوقات میں طبیعت دُعا کی طرف مائل نہ ہو یا دل و دماغ میں یکسوئی پیدا نہ ہو سکے۔ تو صحیفہ میں ایسی دعائیں بھی ہیں جو کسی وقت اور زمانہ سے مقید نہیں ہیں تاکہ انسان اوقات و ساعات سے بے نیاز ہو کر جب بھی اُس سے لَو لگانا چاہے اس کے پاس لَو لگانے کا سرو سامان موجود ہو اور جس مقصد کے لئے اُسے پکارنا چاہے پکار سکے۔ چنانچہ ان دعاؤں میں ہر مقصد و حاجت کی دعا موجود ہے اور ہر درد کا درمان۔ ہر دُکھ کا علاج، ہر اضطراب کی تسلّی اور ہر مصیبت و اندوہ کا مداوا پایا جاتا ہے۔ وہ کون سی مشکل ہے جس کے لئے یہ سپر نہ ہوں اور وہ کون سی مصیبت ہے۔ جس کے دور کرنے کا سامان ان میں موجود نہ ہو۔ وہ دشمن کا خطرہ ہو یا غنیم کا کھٹکا، قرض کی گرانباری ہو یا رزق کی تنگی، غموں کی فراوانی ہو یا بلاؤں کا ہجوم، درد و الم کی طوفان انگیزی ہو یا شدتِ مرض کی جانکاہی افکارِ دنیا کی کشمکش ہو یا روزِ آخرت کا دھڑکا، سب کی چارہ سازیوں کا سرو سامان ان میں موجود ہے۔ اب اس دولتِ فراوان کے ہوتے ہوئے کوئی اپنی بے چارگی و بے نوائی کا علاج نہ کرے تو وہ خود اپنی محرومی و ناکامی کا باعث ہو رہا ہے اور کوئی اپنے فقر و احتیاج کو دُور کرنے کے لئے کریم کے در پر دستک نہ دے تو وہ خود اپنے لئے افلاس و نکبت کو دعوت دے رہا ہے۔ یہ دستِ کریم کی بخیلی نہیں بلکہ طلب کرنے والے کی کوتاہی و سہل انگاری ہے ع

گر گدا کاہل بود تقصیرِ صاحب خانہ چیست

خوف و رجار کی تلقین

عبودیت کی تکمیل کے لئے خوف و رجار کے ملے جُلے جذبات کا ہونا ضروری ہے کیونکہ خوف و رجار سے فکر و اعتقاد میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور یہی پختگی عمل کی تحریک کرتی ہے اور نتیجہ میں انسان اپنی اعتقادی و عملی زندگی کو سنوارے جاتا ہے۔ چنانچہ اُمید و رجار سے وابستگی ہو گی تو طلب و سعی میں سرگرمی پیدا ہو جائے گی اور وہ کسی حالت میں بھی عمل و اطاعت سے جی نہیں چرائے گا۔ اور اُمید کے سہارے پر قدم آگے بڑھاتا چلا جائے گا۔ اور یہ اُمید و رجار ہی کا کرشمہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جو کلفتیں اور اذیتیں اسے پیش آتی ہیں انہیں خندہ پیشانی

سے جھیل لے جاتا ہے۔ اور کسی موقع پر زبان کو شکوہ وشکایت سے آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ اور دل میں خوف بسا ہوا ہوگا تو وہ انجام کار کی کامیابی سے مطمئن ہو کر غفلت میں نہیں پڑے گا اور محاسبہ کے ڈر سے گناہوں کے خار زار میں پھاندنے سے جھجکے اور برائیوں کے بھنور میں اترنے سے ڈرے گا کیونکہ خوف طبعاً محرمات سے عناں گیر، اور نشۂ باطل کی فریب خوردگی سے مانع ہوتا ہے اور اسے اپنے کسی عمل پر نازاں و مغرور نہیں ہونے دیتا، چاہے وہ عمل کتنا بلند، پاکیزہ اور خلوص کا حامل ہو۔ چہ جائیکہ پُرفریب طفل تسلیوں سے نفس کو دھوکا دے اور اپنے کو عقبیٰ کی باز پرس سے بالاتر سمجھ لے۔ مگر یہ نتائج و اثرات اس صورت میں مرتب ہو سکتے ہیں۔ جب ان دونوں حالتوں میں توازن و اعتدال کارفرما ہو اور امید و رحمت کے احساس کے ساتھ قہر و غضب کا تصور اور قہر و غضب کے احساس کے ساتھ لطف و رافت کا تصور بھی قائم ہو۔ اور اگر صرف امید ہی لگائے رہے تو وہ خوشیوں کے ایسے خواب دیکھنا سیکھ جاتا ہے جو کبھی پورے نہیں ہوتے اور آخر اسے نقصان و ہلاکتِ ابدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون ۵	اللہ کے عذاب سے صرف گھاٹا اٹھانے والے ہی مطمئن ہوتے ہیں۔

اور اگر دل و دماغ پر خوف ہی خوف چھایا رہے تو وہ اپنے لیے خوشگوار مستقبل کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور یاس و نامرادی کی ایسی گہرائیوں میں جا پڑتا ہے جہاں سے کوئی ہاتھ اسے سہارا دے کر ابھار نہیں سکتا۔ اور نتیجہ میں یقین کی روح پژمردہ اور ایمان کا سوتا خشک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:۔

ولا ییٔاس من روح اللہ الا القوم الکفرون ۵	اللہ کی رحمت و بخشش سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔

اور اگر ان دونوں متضاد سمتوں میں درمیانی راہ پیدا کرے اس طرح کہ کسی سمت سے بے تعلق نہ ہونے پائے، تو نہ امید کی فتح مندیاں اسے مغرور بنا سکیں گی اور نہ یاس کی نا امیدیاں اسے بھیانک اندھیروں میں بھٹکنے دیں گی بلکہ زندگی کے تمام گوشے تقویٰ و عبودیت کی تابندگیوں سے روشن و منور ہو جائیں گے اور امید و بیم کے سایہ میں حسنِ عمل کا کارواں کامیابی کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

انھم کانو ایسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لنا خاشعین ۵	وہ لوگ نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے تھے اور ہمارے فضل و کرم سے امید لگائے اور ہمارے عذاب سے ڈرتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے سامنے سرِ نیاز جھکائے ہوئے تھے۔

امید و بیم کے سلسلہ میں یہودی و مسیحی نظریات اسلام کے نظریۂ اعتدال کے خلاف ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے خدا کو قہر و غضب کا ایک مرقع بنا کر پیش کیا جس کے ہاں رحمت و رافت اور عفو و درگذر کی اگر گنجائش ہے تو بہت ہی کم۔ اور عیسائیوں نے قہر و غضب کے مقابلہ میں لطف و رحمت کے عناصر اتنے بڑھا دیئے کہ مکافاتِ عمل سے مطمئن ہو گئے۔ مگر اسلام نے ان دونوں کے درمیان ایک متوازن سطح قائم کی اور رحمت کے ساتھ عدالت اور عدالت کے ساتھ لطف و مرحمت کا تصور بھی برقرار رکھا

تاکہ رحمت کا تصور انجام کار کی کامیابی سے مایوس نہ ہونے دے۔ اور عدالت کا عقیدہ اس کے احکام کی بجا آوری سے غفلت میں نہ ڈال دے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

انہ لیس من عبد مومن الا و فی قلبہ نوران نور خیفۃ ونور رجاء لو وزن ھذا لم یزد علی ھذا۔	ہر مومن کے دل میں دو نور ہوتے ہیں۔ ایک نور خوف اور ایک نور رجاء۔ اس طرح کہ اگر ان دونوں کو وزن کیا جائے تو دونوں ترازو کے تول برابر اُتریں گے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خوف و رجاء کو کس طرح نقطۂ اعتدال پر لایا جا سکتا ہے اور کیونکر ان کی شدت کو کم کر کے ان میں ایک متوازن حالت پیدا کی جا سکتی ہے۔ تو یہ خوف و رجاء کے محرکات اور عوامل سے وابستہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں صحیفہ کاملہ کی دعائیں اپنی اثر اندازی کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کی حامل ہیں۔ چنانچہ صحیفہ کی جس دُعا پر نظر کی جائے، ہر دعا میں خوف و رجاء کے دواعی و اسباب دوش بدوش نظر آئیں گے۔ جن سے خوف کی پژمردگی کے ساتھ اُمید کی تر و تازگی اور عفو و رحمت کی توقع کے ساتھ خوف و ہراس کی دھڑکن بھی برقرار رہتی ہے۔ وہ خوف و رجاء کے محرکات کیا ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور صحیفہ میں سے ایک آدھ دعا کا جز بھی بطور نمونہ و استشہاد درج کیا جاتا ہے تاکہ یہ امر واضح ہو سکے کہ یہ دعائیں اُن صفات کے پیدا کرنے میں کس حد تک کامیاب ہیں اور کس موثر پیرایہ سے ہیبت و جبروت الٰہی اور رحمت و رافت خداوندی کو نگاہوں کے سامنے پیش کرتی اور رُوح کو خوف و رجاء کے جذبات سے متاثر کرتی ہیں۔

دواعی خوف

پہلا داعی یہ ہے کہ انسان ان گناہوں کو یاد کرے جن کا مرتکب ہوتا رہا ہے، اور ان حقوق کا خیال کرے جن سے عہدہ برآ ہونے کی اب کوئی صورت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ افراد دنیا میں موجود ہی نہیں ہیں جن کے حقوق اس کے ذمہ تھے کہ وہ ان کا تدارک کر سکے یا اُن سے عفو و درگزر کی درخواست کرے۔ تو اب اللہ کے گناہوں سے اگر توبہ کر بھی لے، تو لوگوں کے حقوق و مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کیا سبیل کر سکتا ہے۔ امام علیہ السلام اس داعیٔ خوف کی طرف توجہ دلاتے ہُوئے فرماتے ہیں :۔

اللّٰھم وعلیّ تبعات قد حفظتھن وتبعات قد نسیتھن وکلھن بعینک التی لا تنام وعلمک الذی لا ینسی فعوض عنھا اھلھا واحطط عنی وزرھا وخفف عنی ثقلھا واعصمنی من ان اقارف مثلھا۔	اے اللہ میرے ذمہ کتنے ایسے حقوق ہیں جو مجھے یاد ہیں، اور کتنے ایسے مظلمے ہیں جو مجھے بھول چکے ہیں۔ لیکن وہ سب کے سب تیری ان آنکھوں کے سامنے ہیں جو خواب آلودہ نہیں ہوتیں اور تیرے اس علم میں ہیں جس میں فروگذاشت نہیں ہوتی لہٰذا جن لوگوں کا مجھ پر کوئی حق ہے اس کا انہیں عوض دے کر اس کا بوجھ مجھ سے برطرف اور اس کا بار ہلکا کرے اور مجھے پھر ویسے گناہوں کے ارتکاب سے بچائے رکھ۔

دوسرا داعی یہ ہے کہ اللہ نے اپنے قہر و غضب سے گنہگاروں اور مجرموں کے لئے جو سزا و عقوبت تجویز کی ہے اس کی شدت و سختی کا تصور کرے اور جہنم کے ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے جمائے کہ جن میں وہ ایندھن کی طرح

جلتا ہو گا اور ہر طرف سے سانپ بچھو منہ کھولے ہوئے اس پر حملہ آور ہوں گے۔ اور وہاں نہ کوئی فریاد سننے والا ہو گا اور نہ کوئی اس عذاب سے بچانے والا ہو گا۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

اعوذ بك من عقاربها الفاغرة افواهها وحياتها الصالقة بانيابها وشرابها يقطع امعاء وافئدة سكانها وينزع قلوبهم۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم کے ان بچھوؤں سے جن کے منہ کھلے ہوں گے اور ان سانپوں سے جو دانتوں کو پیس پیس کر پھنکار رہے ہوں گے اور اس کے کھولتے ہوئے پانی سے جو انتڑیوں اور دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور (سینوں کو چیر کر) دلوں کو نکال لے گا۔"

تیسرا داعی یہ ہے کہ اس امر پر غور کرے کہ جب وہ گرم ہوا کے جھونکوں سے پریشان ہو جاتا ہے، اور مچھر ایسے معمولی جانوروں کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے تو جب جہنم کے شعلے اس کی طرف لپکیں گے اور سانپ اور بچھو اسے لپٹیں گے تو کیا وہ قہر الہٰی کی بھڑکائی ہوئی آگ کی تپش اور زہریلے جانوروں کے حملہ کو سہ لے گا، اور وہاں کے قسم قسم کے عذابوں کو برداشت کرے گا۔ بھلا یہ کہاں ممکن ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام جہنم کے عذاب کے مقابلہ اپنی بے بسی و لاچاری کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:۔

هذه النفس الجزوعة وهذه الرمة المهلوعة التي لا تستطيع حر شمسك فكيف تستطيع حر نارك التي لا تستطيع صوت رعدك كيف تستطيع صوت غضبك۔

یہ میرا بیتاب نفس اور بے قرار ہڈیوں کا ڈھانچہ جو سورج کی تپش کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تیرے جہنم کی تیزی کو کیسے برداشت کرے گا اور جو تیرے بادل کی گرج سے کانپ اٹھتا ہے وہ تیرے غضب کی آواز کو کیسے سن سکتا ہے۔"

چوتھا داعی یہ ہے کہ خدا کی لامحدود قوت و طاقت کے مقابلہ میں اپنی کمزوری و لاچاری کا تصور کرے اور یہ سوچے کہ وہ اس پر ہر طرح سے قدرت و اختیار رکھتا ہے اور جب چاہے اور جس طرح چاہے اسے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اور یہ اس کے ادنیٰ اشارے کے سامنے اتنا بھی نہیں ٹھہر سکتا جتنا ایک تنکا طوفانی لہروں کے سامنے، اور ایک پرِ کاہ تند آندھیوں کے آگے۔ اور زمین و آسمان، سمندر، پہاڑ غرض کائنات کے کسی گوشہ میں پناہ نہیں لے سکتا۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

اللهم انك طالبي ان انا هربت ومدركي ان انا فررت فها انا بين يديك خاضع ذليل راغم۔

اے اللہ اگر میں بھاگنا چاہوں تو تو مجھے ڈھونڈھ لے گا اور اگر راہ گریز اختیار کروں تو تو مجھے پا لے گا۔ پھر دیکھ میں عاجز ذلیل اور شکستہ حال تیرے سامنے کھڑا ہوں۔"

محرکاتِ رجاء

پہلا محرک یہ ہے کہ اللہ کی ان نعمتوں پر نظر کرے کہ جن کے لئے نہ کچھ کہنے سننے کی ضرورت پڑی اور نہ کسی سفارش کرنے والے کی احتیاج ہوئی بلکہ اس نے از خود پرورش و تربیت کے تمام سر و سامان مہیا کر دیئے کہ جو شکم مادر سے لے کر زندگی کی آخری سانسوں تک ہر ضرورت اور ہر حالت کے مطابق ملتے رہتے ہیں۔ یہ انداز

پرورش و نگہداشت اور بخشش و رحمت انسان کو آخرت کی کامرانی سے پُر امید کہہ سکتی ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام اللہ کی ربوبیت و شفقت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

حتیٰ انتھیت بی الی تمام الصورۃ واثبت فی الجوارح کما نعت فی کتابك نطفۃ ثم مضغۃ ثم عظما فکسوت العظام لحما ثم انشاتنی خلقا اخر کما شئت حتیٰ اذا احتجت الی رزقك ولم استغن عن غیاث فضلك جعلت لی قوتا من فضل طعام وشراب اجریتہ لامتك التی اسکنتنی جوفھا واودعتنی قرار رحمھا۔

یہاں تک کہ تونے مجھے اس حد تک پہنچا دیا۔ جہاں میری صورت کی تکمیل ہو گئی۔ پھر میرے اندر اعضاء و جوارح ودیعت کئے جیسا کہ تونے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ (میں) پہلے نطفہ تھا، پھر منجمد خون ہوا، پھر گوشت کا ایک لوتھڑا، پھر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ، پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی تہیں چڑھا دیں۔ پھر جیسا تونے چاہا ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا۔ اور جب میں تیری روزی کا محتاج ہوا اور تیرے لطف و احسان کی دستگیری سے بے نیاز نہ رہ سکا تو تُونے اس بچے ہوئے کھانے پانی میں سے جسے تونے اس کنیز کے لئے جاری کیا تھا جس کے شکم میں تونے مجھے ٹھہرایا اور جس کے شکم میں مجھے ودیعت کیا تھا میری روزی کا سروسامان کر دیا"۔

دوسرا محرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم و فیضان کی ہمہ گیری پر نظر کرے کہ اس نے اپنی نعمتوں اور بخشائشوں سے نہ صرف زندگی کی راحت و آسائش اور جسم کی نشوونما کا سامان کیا بلکہ روح کی تطہیر نفس کی اصلاح اور اخلاق کی تربیت کا بھی لحاظ رکھا اور جسم و روح کی ہر ضرورت کو پورا کر کے اپنی نعمتوں کو تکمیل کی حد تک پہنچا دیا تو جب دنیا میں اس کا لطف و احسان اتنا مکمل اور ہمہ گیر ہے تو آخرت میں اس کی رحمت و رافت اور شفقت و مرحمت کتنی کامل، وسیع اور ہمہ گیر ہو گی۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس کی نعمت و بخشائش کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

الٰھی احمدك وانت للحمد اھل علےٰ حسن صنیعك الی وسبوغ نعمائك علے وجزیل عطائك عندای وعلے ما فضلتنی من رحمتك واسبغت علی من نعمتك فقد اصطنعت عندی ما یعجز عنہ شکری ولولا احسانك الی و سبوغ نعمائك علی ما بلغت احراز

اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تو ہی میرے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کرنے اور مجھ پر اپنی نعمتوں کے کامل کرنے اور بڑے عطیوں کے مرحمت فرمانے اور اس بنا پر کہ تُونے اپنی رحمت سے مجھے زیادہ سے زیادہ دیا اور اپنی نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا، سزاوار حمد و ثنا رہے تونے مجھ پر وہ احسانات کئے ہیں جن کے شکر سے میں عاجز ہوں اور اگر تیرے احسانات نہ ہوتے اور مجھ پر تیری نعتیں تمام نہ ہوتیں تو میں نہ اپنا حظ و نصیب حاصل

حظی و اصلاح نفسی والکنك ابتدأتنی بالاحسان ورزقتنی فی اموری کلها الکفایۃ۔

کر سکتا تھا اور نہ اپنے نفس کی اصلاح کر سکتا تھا۔ تُو نے میرے ساتھ احسانات میں ابتدا کی اور تمام امور میں مجھے بے نیازی عطا فرمائی۔"

تیسرا محرک یہ ہے کہ اللہ کی رحمت و رافتِ بے پایاں پر نظر کرے کہ اس نے ورحمتی وسعت کل شیئٍ (میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے) کہہ کر سب کو اپنے فضل و عاطفت کے سایہ میں پناہ دی ہے اور گنہگاروں اور خطا کاروں کو اپنی آمرزش و رحمت کی اُمید دلائی ہے۔ تو اس کی وسعت رحمت و وعدۂ مغفرت کے بعد مایوسی کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور امید کی کرنیں جگمگانے لگتی ہیں۔ چنانچہ امام علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

وانت الذی تسعیٰ رحمتہ امام غضبہ وانت الذی عطاؤہ اکثر من منعہ وانت الذی اتسع الخلائق کلھم فی وسعہ۔

تُو وہ ہے جس کی رحمت اُس کے غضب سے آگے چلتی ہے۔ اور تُو وہ ہے جس کی عطائیں فیض و عطا کے روک لینے سے زیادہ ہیں اور تُو وہ ہے جس کے دامنِ وسعت میں تمام کائنات ہستی کی سمائی ہے۔

چوتھا محرک یہ ہے کہ اس کے اجر و ثواب کی وسعت کو دیکھے کہ جسے کبھی دس گنا، کبھی سات سو گنا، کبھی اس کا بھی دگنا اور کبھی بے حد و حساب سے تعبیر کیا ہے۔ تو کیا یہ اجرِ عظیم عمل کا نتیجہ اور استحقاق کا ثمرہ ہے؟ ایسا نہیں بلکہ یہ اس کی بخشش و انعام ہے اور اُس کے جود و کرم کا تقاضا ہے کہ وُہ عمل و استحقاق سے کہیں بڑھ چڑھ کر اجر و جزا دیتا ہے۔ تو جب اجر کے سلسلہ میں اس کا فضل و احسان اتنا بڑھا ہوا ہے تو وہ گناہوں اور خطاؤں سے درگزر کرنے میں کیونکر اپنے تقاضائے کرم سے کام نہ لے گا۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس کی بخشش و ثواب کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

وانت الذی زدت فی السوم علیٰ نفسك لعبادك ترید ربحھم فی متاجرتھم لك و فوزھم بالوفادۃ علیك و الزیادۃ منك فقلت تبارك اسمك و تعالیت من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔

تُو وہ ہے جس نے اپنے بندوں کے لئے لین دین میں اُونچے نرخوں کا ذمّہ لیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ وُہ جو سودا تجھ سے کریں اس میں انہیں نفع ہو اور تیری طرف بڑھنے اور زیادہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ تُو نے کہ جو مبارک نام والا اور بلند مقام والا ہے، فرمایا ہے کہ جو نیکی لے کر آئے گا اُسے اس کا دس گنا اجر ملے گا۔"

صحیفہ کی جامعیت

صحیفہ کاملہ دعاؤں اور مناجاتوں ہی کا ایک مجموعہ نہیں ہے بلکہ الوہیت کے رموز و اسرار، عبودیت کے دُر ہائے شہوار کا ایک خزینۂ عامرہ ہے جو دل و دماغ کو عظمتِ الٰہی کے تصور سے معمور اور کاشانۂ عبودیت کو جمالِ حقیقت کے پرتو سے روشن و پُر نور کر دیتا ہے۔ اس سے خوف و رجا، محو و فنا، عشق و جذب، تسلیم و رضا اور بصیرت آگہی و عرفانِ حقیقت کے سوتے اُبل کر تشنگانِ علم و عرفان کو سیراب کرتے اور یقین و طمانینت کے

آبِ حیات سے قلب و روح کی پیاس بجھاتے ہیں۔ اس کے صفحات پر وہ حقائق و معارف پھیلے ہوئے ہیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ کچھ وہی افراد کر سکتے ہیں جنہوں نے فلسفۂ الٰہیات کی پُر پیچ وادیوں کے چکر کاٹے ہوں اور حکمت و اخلاق کی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی کی ہو۔ اس میں مبدأ و معاد اور دوسرے اصولِ مذہب کو دعائیہ پیرایہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر اصل روحِ عقیدہ بن کر دل و دماغ میں اُتر جاتی اور قلب و روح میں سرایت کر جاتی ہے۔ اس کی دعائیں اور مناجاتیں کائناتِ قدرت و مظاہرِ فطرت میں غور و خوض کی دعوت دے کر بصیرت پر جلا کرتی، شکوک و شبہات کے دُھندلکوں کو چھانٹ کر حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی اور مایوسی، پست ہمتی اور دل شکستگی کے تصوّرات سے علیحدہ کر کے امید و رجا اور بلند ہمتی و اولوالعزمی کے جذبات سے آشنا کرتی ہیں۔ ان دعاؤں میں الٰہیاتی و نفسیاتی حقائق کے ساتھ اصلاحِ معاشرہ کے اصول، دین داری و خدا پرستی کے ہدایات، طہارتِ نفس و پاکیزگیٔ قلب کے پیغامات اور فکری و اخلاقی ارتقار کے وہ تعلیمات بھی پائے جاتے ہیں جو انسان کو اس بلندی پر پہنچا دیتے ہیں جہاں حکمت و اخلاق کی اُونچی سے اُونچی چوٹیاں اس کے قدموں کے لئے گزرگاہ بن جاتی ہیں اور زندگی کا ہر شعبہ اور فکر و عمل کا ہر گوشہ دینی و اخلاقی تنویروں سے جگمگا اٹھتا ہے۔

صحیفہ کی غرض و غایت

صحیفہ کا نصب العین اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان میں خوف و رجا کے جذبات پیدا کر کے اُسے روحِ عبادت سے آشنا کرے اور دعائے سحرگاہی و نالۂ نیم شبی کی لذت سے ذوقِ نیاز مندی کو تسکین بخشے اور طلب و دعا اور عجز و نیاز کا سلیقہ سکھائے اور تہذیبِ نفس، پاکیزگیٔ کردار، تعمیرِ اخلاق، تشکیلِ سیرت اور تطہیرِ قلب و روح سے انسانیت کے جوہر نکھارے اور اسلامی حقیقتوں کو ان کے صحیح خد و خال کے ساتھ ظاہر و آشکارا کرے۔ لیکن یہ مقاصد صرف دعاؤں کے الفاظ دہرانے سے حاصل نہیں ہو سکتے جب تک ان کے معنی و مطالب پر نظر نہ ہو۔ اور اس کے ساتھ طلب و دعا میں جوش و ولولہ اور دل میں قصد و ارادہ بھی ضروری ہے۔ اور اگر صرف الفاظ کی ترکیب و ترتیب پر اکتفا کر لی جائے اور معنی و مفہوم کے سمجھنے کی ضرورت نہ سمجھی جائے تو پھر نیت و ارادہ کے بغیر بھی دعائیں قبول ہو جایا کرتیں اور قصد و خواہش کے بغیر بھی سیرت و کردار میں حسن پیدا ہو جایا کرتا۔ اور ایسا ہوتا تو یہ شعبدہ گری کا ایک کرشمہ ہوتا کسی طلب و تاثر کا نتیجہ نہ ہوتا۔ ہاں اگر قصد و طلب کے ساتھ الفاظ بھی موقع و محل کے مناسب اور رفعتِ الوہیت کے شایانِ شان ہوں تو قبولیت میں معین اور استجابت پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور علی الخصوص وہ الفاظ جو ان خاصانِ خدا کی زبان سے نکلے ہوں جو عبودیت کے رمز آشنا، الوہیت کے ادا شناس اور بارگاہِ ربوبیت میں آدابِ کلام سے واقف ہوں اور معنی و مفہوم کے سمجھنے کے ساتھ اگر طلب و دعا کے آداب و شرائط اور ورود و مناجات کے اوقات و لمحات بھی ملحوظ رکھے جائیں تو دعا کی اثر انگیزی اور بڑھ جائے گی اور استجابت و قبولیت سے جلد ہمکنار ہو گی۔ لہٰذا اس مقصد و مفاد اور موضوعِ صحیفہ کو دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت اور آئمہ معصومین کے ارشادات کی روشنی میں دعا کے آداب و شرائط بیان کئے جائیں۔ اور اس کی ضرورت و اہمیت کو بھی واضح کیا جائے اور سلسلہ میں جو ایرادات وارد کئے جاتے ہیں ان کا بھی ایک حد تک ازالہ کر دیا جائے۔

وما توفیقی اِلّا باللہ وبہ استعین

دُعاء کا مفہوم دُعا کے لغوی معنی بُلانے اور پکارنے کے ہیں اور عرف میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز اور بارگاہ الوہیت میں مقصد و حاجت کے پیش کرنے کو کہتے ہیں اور کبھی ان کلمات پر بھی دعا کا اطلاق ہوتا ہے جو صرف حمد و ثنائے الٰہی پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان میں طلب و سوال اور عرض حال کی صورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

خیر الدعاء دُعائی و دعاء الانبیاء من قبلی وھو لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علٰی کلّ شیئٍ قدیر۔

بہترین دعا میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی دُعا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو یکتا و لاشریک ہے۔ اسی کے لئے شاہی و جہان داری ہے اور اسی کے لئے حمد و ستائش ہے۔ وہ زندگی و موت دینے والا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس کے لئے موت نہیں۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور ہر چیز پر اُسے قدرت حاصل ہے۔

ان تحمیدی کلمات کو دُعا سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ تعریف و ستائش کے اندر طلب و سوال کا پہلو بھی پنہاں ہوتا ہے اگرچہ اس کی نوعیت سوال کی نہیں ہوتی۔ مگر طلب و سوال سے خالی بھی نہیں ہوتی۔ اور یہ طلب و غرض حاجت کا ایک لطیف انداز ہے جس کے بعد کھلے الفاظ میں عرض و سوال کی احتیاج نہیں رہتی اور سننے والا مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی دولت مند کے جود و سخا کی تعریف کرتے ہوئے اپنی محتاجی و بے مائگی کا ذکر کرے تو اس کے بعد یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اس کی لب تشنگی اس کے سرچشمۂ جود و سخا سے سیرابی کی طلب گار ہے جب کہ اس مدح و توصیف اور اپنی بے نوائی کے ذکر کے بعد سوال مخفی نہیں رہا۔ اس مطلب کی طرف امیہ ابن ابی الصلت نے اپنے اس شعر میں جو ابن جذعان کی مدح میں کہا ہے اشارہ کیا ہے:۔

اذا اثنی علیک المرء یوماً   کفاہ من تعرضہ الثناء

"جب کوئی شخص تمہاری مدح و ثنا کرتا ہے تو یہ مدح و ثنا اسے دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔"

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں اپنی احتیاج و بے نوائی اور اس کے فیضانِ کرم اور شانِ استغنا و بے نیازی کا تذکرہ کرے تو اس کے بعد کون سی بات رہ جاتی ہے جو طلب کے سلسلہ میں نہ کہی گئی ہو کہ اب کہنے کی ضرورت محسوس ہو بلکہ یہی مدح و توصیف عین طلب و سوال ہے۔

دُعا کا حکم اللہ سبحانہ نے اپنی بہت سی بخششوں اور نعمتوں کو دعا سے وابستہ کیا ہے اور یہ اس کا لطف و احسان ہے کہ اس نے نہ صرف دُعا کی طرف رہنمائی کی بلکہ حکماً دُعا کا فریضہ عائد کر دیا تاکہ اس کے بندے اس کے فیضان کرم سے بہرہ مند اور اس کے انعام و بخشش سے دامن مراد بھرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن و حدیث و آثار آئمہ طاہرین میں دُعا کے متعلق بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔ اور ہر طرح سے اس پر ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

(۱) واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی۔

جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں تو کہہ دو کہ میں اُن کے پاس ہی تو ہوں اور جب کوئی مجھ سے دُعا مانگتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا اور (مناسب ہوتا ہے تو) قبول کرتا ہوں۔"

(۲) امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔

وہ کون ہے کہ جب مضطر و لاچار اُسے پکارے تو وہ سُنتا ہے اور ہر دُکھ درد کو دُور کرتا ہے۔"

(۳) وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔

تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ مجھ سے دُعا مانگو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔"

(۴) ادعوا ربکم تضرعا و خفیة

تم اپنے پروردگار کو تضرع و عاجزی کے ساتھ اور چھپکے چھپکے پکارو۔"

(۵) ھوالحیّ لا الٰه الا ھو فادعوہ مخلصین له الدین۔

وُہی تو ہمیشہ رہنے والا ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ لہٰذا تم صدق نیت سے عبادت کرکے اس سے دُعا مانگو۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

الدعاء سلاح المومن وعمود الدین

دُعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے۔"

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

الدعاء ترس المومن ومتیٰ تکثر قرع الباب یفتح لك۔

دُعا مومن کی سپر ہے۔ جب تم بار بار دروازہ کھٹکھٹاؤ گے تو وہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا۔"

امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

انّ الدعاء لیرد البلاء

دعا بلا و مصیبت کو ٹال دیتی ہے۔"

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

افضل العبادة الدعاء

بہترین عبادت دُعا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

الدعاء انفذ من السنان الحدید

دعا تیز دھار والی انی سے بھی زیادہ مؤثر و کارگر ہوتی ہے۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

علیکم بالدعاء فان الدعاء و

تمہیں لازماً دُعا مانگنا چاہیئے کیونکہ اللہ سے طلب و دُعا

الطلب الی اللہ یرد البلاء۔ بلا ؤمعیبت کو برطرف کر دیتی ہے۔"

امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

علیکم بسلاح الانبیاء فقیل وما سلاح الانبیاء؟ قال الدعاء۔

تمہیں انبیاء کے ہتھیار سے آراستہ ہونا چاہیئے۔ پوچھا گیا کہ وہ ہتھیار کیا ہے؟ فرمایا، دُعا!

امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

بالدعاء تدفع البلاء۔ دُعا ردِ بلا کا ذریعہ ہے۔"

دُعا کی ہمہ گیری و فطری اہمیت

ہر شخص دعا کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتا ہے اور جس چیز کی ضرورت کا احساس شدید ہو وہ اپنے مقام پر ایک مسلّمہ حقیقت کی حامل اور انسان کی فطری طلب اور قدرتی خواہش ہوتی ہے اور اگر اس کی ضرورت و اہمیت پر کوئی دلیل قائم نہ بھی کی جا سکے جب بھی اس کی واقعیت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے بارے میں اطمینان و ایقان میں کوئی فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ فطرت کی ہم آہنگی خود سب سے بڑی دلیل ہے چہ جائیکہ اس کی اہمیت پر فطرت و وجدان کی شہادت کے علاوہ بے شمار دلائل بھی قائم ہو چکے ہیں چنانچہ اس کی اہمیت کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے کہ عبادات میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے اور وہ بھی طلبِ دُعا پر مشتمل ہے۔ جسے ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ بجا لانا ضروری ہے۔ اور اذکارِ نماز میں سب سے اہم سُورۃ فاتحہ ہے۔ اور وہ سراپا دُعا ہے اور قرآن مجید میں آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، ایوبؑ، شعیبؑ، یونسؑ، زکریاؑ، سلیمانؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا تذکرہ ہے۔ اور ان کے علاوہ آسیہ زنِ فرعون، سحرۂ مصر، لشکرِ طالوت، اصحابِ کہف اور دیگر اہلِ ایمان کی دعاؤں کا ذکر ہے۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دعا انبیاء کی سیرت، اولیاء کا شیوہ اور خاصانِ خدا کا دستور ہے۔ علاوہ ازیں یہ صرف ملتِ اسلامیہ ہی کا شعار نہیں ہے بلکہ تمام ملل و ادیان اسے رُوحِ نیاز مندی و حسنِ عبودیت سمجھتے ہیں۔ اور فکر و عمل کے اختلاف کے باوجود اس نظریہ پر یک جہتی سے متفق ہیں کہ کوئی پکار سننے والا ہے اسے پکارنا چاہیئے اور کوئی دُکھ درد کا مداوا کرنے والا ہے اس سے چارہ سازی کی التجا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ زبور کے ترانے، توراۃ کے نغمے، انجیل کے زمزمے، شام وید اور شرید بھگت کی پرکار تھنائیں، گرنتھ سیرا اور گیتا کی اپاسنائیں اور ژند اوستا میں زردشت کی گاتھائیں اور دوسرے ادیانِ عالم کے مقدس صحیفوں کی دعائیں اس کی شاہد ہیں۔ اور اسلام میں تو فریضۂ دُعا کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے ترک پر جہنم کی وعید تک وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون من عبادتی سیدخلون جھنم داخرین ٥

مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا، وہ لوگ جو غرور و تکبر کی وجہ سے میری عبادت سے منہ موڑ لیتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم واصل ہوں گے۔"

مفسرین نے اس آیت میں عبادت سے دُعا کو مراد لیا ہے۔ کیونکہ دُعا عبادت ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اور امام

زین العابدین علیہ السلام بھی اس کی تائید میں فرماتے ہیں :-

فسمیت دعائک عبادۃ وترکہ استکبارا وتوعدت علی ترکہ دخول جھنّم داخرین ۰	تو نے دُعا کا نام عبادت رکھا ہے اور اس کے ترک کو غرور سے تعبیر کیا ہے اور اس کے ترک پر جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہونے سے ڈرایا ہے "

دُعا کے نفسیاتی فوائد

یہ حقیقت ہے کہ انسان جس قدر اپنے نفسیات پر قابو رکھتا ہے اسی قدر اجتماعِ خیالات پر قادر ہوتا ہے - اور یہ دل و دماغ کی یک سوئی اور خیالات کی ہم آہنگی قوتِ ارادی کی بنیاد ہے - اس قوت کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور تجربہ شاہد ہے کہ اپنے مقصد میں عموماً وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اس طاقت کے حامل ہوتے ہیں - اس کے خلاف پراگندہ خیال لوگ خیالات کے ادھیڑ بن میں اپنی زندگی ختم کر دیتے ہیں اور منزلِ مقصود تک رسائی انہیں نصیب نہیں ہوتی - اس قوتِ ارادی کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے یقین کی ضرورت ہے - کیونکہ ارادہ کی پختگی یقین کی مضبوطی سے وابستہ ہے اس لیے کہ مشکوک و غیر یقینی چیزوں سے ارادہ کا حتمی تعلق نہیں ہوتا - لہذا جب تک یقین کامل نہ ہوگا ارادہ بھی کامل نہیں ہو سکتا - اور مقصد کے حصول کے لیے جو اسباب درکار ہیں ان کے عناصر صرف دو ہیں - ایک ارادہ اور دوسرے یقین - لیکن ہر شخص میں یہ قوت و طاقت نہیں ہوتی کہ وہ انہیں براہِ راست حاصل کر لے جائے اس لئے ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو دل و دماغ کو عزم و یقین کے کیفیات قبول کرنے کے قابل بنا سکے اور وہ دعا ہے جو ان دونوں کے مجموعے کی منزل تک پہنچانے میں معین ثابت ہوتی ہے - وہ اس طرح کہ دُعا کی اصل حقیقت مبداء کائنات سے رابطہ پیدا کرنا اور اس کی قوت و طاقت کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ہر حاجت کے پورا کرنے اور ہر مشکل کے حل کرنے پر قادر ہے - اس سے اپنی حاجتوں اور آرزوؤں کو وابستہ کر دیتا ہے اور جوں جوں یہ رابطہ اور حل مشکلات پر اس کی قدرت کا تصور مضبوط ہوتا ہے شکوک کے دھندلکے چھٹنے اور یقین کی شعاعیں چمکنے لگتی ہیں اور خیالات ادھر اُدھر بھٹکنے اور مختلف آستانوں کی طرف مڑنے کے بجائے ایک مرکز پر جمع ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک متذبذب و غیر مستقل مزاج شخص جو ہر چیز میں شکوک پیدا کرنے کا عادی اور فکری استقامت سے محروم ہو چکا ہوتا ہے یقینیات کے لئے اپنے دل و دماغ میں جگہ پیدا کر لیتا ہے - اسی طرح تمام ذرائع سے منہ موڑنے اور صرف ایک مرکز امید سے وابستہ ہونے سے جو ذہن میں یک جہتی و ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اس سے خیالات کے مجتمع کرنے کی قوتیں اُبھر آتی ہیں - جس کا نتیجہ قوتِ ارادی کے استحکام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے - غرض دُعا، عزم و یقین کا سرچشمہ اور عزم و یقین کامیابی کا سنگِ بنیاد ہیں -

دُعا کا دوسرا افادی پہلو یہ ہے کہ انسان کو لازماً اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں ایسے لمحات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جن میں تمنائیں اور آرزوئیں یاس کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں اور اضطراب کو تسلی دینے کے تمام سہارے اور امیدوں کے سارے بندھن ایک ایک کر کے ٹوٹ جاتے ہیں - اس نامرادی و پریشانی کے عالم میں انسان فطرۃً کوئی سہارا ڈھونڈتا ہے جو اس کے قلق و اضطراب کے لئے تسلی و تسکین کا سامان فراہم کرے - اور اگر وہ یہ فیصلہ کر لے کہ

اب کوئی چیز اسے بچا نہیں سکتی تو پھر اس کے پاس کون سا سہارا رہ جاتا ہے جو اس کا ہاتھ تھام کر اسے زندگی کی شاہراہ پر کھڑا کرے اور یاس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اُسے اُمید کا چراغ دکھائے۔ اور اگر اس لاچاری و درماندگی کی حالت میں یہ یقین ہو کہ ایک بالادست طاقت اس الجھن اور پریشانی سے نکال لے جا سکتی ہے تو اس کی طرف رجوع ہونے سے مضبوط تر سہارا کون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ یقین ہی وہ چیز ہے جو پریشانیوں کے بادلوں کو چھانٹ دیتا ہے اور دنیا کی پیہم ناکامیوں کے بعد بھی مایوس نہیں ہونے دیتا اور وہ ناکامیوں اور نامرادیوں کے ہجوم میں انجام کار کی کامیابی کا یقین لئے ہوئے اللہ کی چارہ سازیوں کا امیدوار رہتا ہے۔ چنانچہ جب صبر انسانی کی بساط الٹ جاتی ہے اور متاع سکون لٹ چکتا ہے اور کامیابی و کامرانی کے تمام ذرائع مسدود اور وسائل ناپید ہو جاتے ہیں تو اس وقت کرب و اضطراب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا عجز و الحاح کا ہاتھ اٹھانا اور درد و غم کی روداد اور رنج و الم کی داستان اسے سنانا دل کے لئے سرمایۂ تسکین ثابت ہوتا ہے اور یاس و قنوطیت کو امید و رجا سے بدل دیتا ہے۔ جس سے انسان اپنی پاشان و پریشان قوتوں کو یکجا کر کے نئے عزم و ارادہ کے ساتھ حوادث سے ٹکرانے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور ہمت شکنی کے ہولناک غار میں گرنے سے اپنے کو بچا لے جاتا ہے۔

دعا کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عبد و معبود کا رشتہ استوار اور عبودیت والوہیت کا رابطہ مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب سارے سہارے ختم ہو جاتے ہیں اور ہر طرف اُمید کے دیئے بجھے بجھے نظر آتے ہیں اور ذاتِ معبود کے علاوہ اور کوئی مرکزِ اُمید دکھائی نہیں دیتا تو احتیاج و بے مائیگی کا احساس اور عجز و بے کسی کا جذبہ دل و دماغ کو اس کے جلال و جبروت سے متاثر کر کے اس کے دروازہ پر جھکا دیتا ہے اور انسان کے سوئے ہوئے وجدان کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ تمام علائق و اسباب سے بے نیاز ہو کر اُسے ہی پکارے گا اور اُسی سے اپنے درد کا درمان چاہے گا اور اس طلب و دُعا کے ذریعہ اس سے لو لگائے رہے گا اور یہ ربط اور لگاؤ اسے تقربِ معبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دے گا۔

دعا کا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی قوت و طاقت پر اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے اور خود اپنی قوت و توانائی پر سے بھروسا ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب انسان دُعا کے نتیجہ میں کسی مصیبت سے چھٹکارا یا کسی مقصد میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ قدرت کی کارفرمائی و کارسازی کا نتیجہ ہے جس میں خود اس کی قوت و طاقت اور کارکردگی کا ذرا دخل نہیں ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ ہر موقع پر قدرت کی قوت و طاقت اور کارسازی پر بھروسہ کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنی کمزوری و لاچاری کو دیکھتے ہوئے کسی مرحلہ پر اپنی قوت و طاقت پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور اصل جوہر عبودیت یہی ہے کہ انسان کلیتہً اللہ تعالیٰ کی بالادستی پر یقین رکھے اور اپنی طاقت و توانائی پر سے اعتماد ختم کر دے اور یہ دُعا کا ایک لازمی اثر ہے۔

دعا کا پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے کبر و انانیت کی طوفان انگیزیاں اور تمرّد و سرکشی کی طغیانیاں دب کر رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ طلب و سوال کے موقع پر ایسے حرکات و اعمال کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جو سراسر عجز و نیاز اور تذلل و انکسار

کے حامل ہوتے ہیں۔ جیسے ہاتھوں کو اوپر اٹھانا، گڑگڑا کر مانگنا، اپنے عجز و قصور کا اعتراف اور بے بضاعتی و لاچاری کا اظہار کرنا۔ یہ تمام چیزیں متمردانہ خیالات کو فنا کر دیتی ہیں اور نتیجہ میں تمام اعمال و افکار عجز و نیاز کے سانچہ میں ڈھل جاتے ہیں۔

ایک شبہ اور اُس کا حل

دعا کے سلسلہ میں یہ شبہ عام طور سے وارد کیا جاتا ہے کہ جب خداوند عالم نے قرآن مجید میں قبولیتِ دعاء کا وعدہ کیا ہے تو پھر ہر دُعا کو قبول ہونا چاہیئے۔ حالانکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ بہت سے دُعا مانگنے والے مدتوں طلب و الحاح کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے اور ان کی تمام دعائیں صدا بصحرا ثابت ہوتی ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لا یخلف اللہ وعدہ (خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا) کے منافی نہیں ہے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ قرآنی آیات دو قسم کے ہیں:۔ ایک مطلق اور دوسرے مقید۔ مطلق وہ ہیں جن میں کوئی تقیید و پابندی نہ ہو جیسے ادعونی استجب لکم (مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا) اس میں قبولیت کے لئے قید و پابندی نہیں ہے۔ اور مقید وہ ہیں جن میں کوئی تقیید و پابندی ہو جیسے بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون الیہ ان شاء (بلکہ تم اسی سے دعا مانگتے ہو، اگر وہ چاہے تو تمہاری دعاء کو قبول کرے) اس میں قبولیتِ دعاء کو مشیتِ الٰہی کی قید سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اور جب ایک ہی چیز کے لئے مطلق اور مقید دونوں قسم کی آیتیں ہوں تو تقیید کو ایک توضیحی بیان تصور کرتے ہوئے مطلق آیتوں کے اندر بھی تقیید کا ہونا اس کا ثبوت ہے کہ مطلق آیتوں کے اندر بھی تقیید کا وجود مانا جایا کرتا ہے۔ لہذا ان آیات میں قبولیت دعاء کا وعدہ قید مشیت کا پابند نہیں ہے۔ ان میں بھی مشیت کی پابندی لازماً متصور ہوگی اگرچہ خود ان میں یہ تقیید نہیں ہے مگر ایک آیت میں تقیید کا ہونا اس کا ثبوت ہے کہ مطلق آیتیں بھی اس تقیید کے حدود میں ہیں تو جب قبولیت دعاء مشیت الٰہی کی پابند ہے تو پیش کردہ شبہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جہاں مشیت الٰہی دُعاء کی قبولیت سے متعلق ہوگی وہاں دُعا قبول ہو جائے گی اور جہاں مشیت مقتضی نہ ہوگی وہاں رد ہو جائے گی اور اللہ سبحانہ، پر یہ پابندی عائد نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہر دُعا کو ضرور قبول کرے۔ اگر ایسا ہو تو پھر جہاں دو دعائیں باہم متصادم ہوں گی اس طرح کہ ایک شخص ایک چیز کا "ہونا" چاہے، اور دوسرا اس کا "نہ ہونا" چاہے تو وہاں ان دو متضاد چیزوں کو کیونکر جمع کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ یہ امر واضح ہے کہ ہست اور نیست کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ خداوند عالم تو ہر چیز اس کے احاطۂ قدرت سے باہر نہیں ہے تو کیا وہ ایسا نہیں کر سکتا کہ ہست و نیست کو جمع کر دے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ قدرت کا تعلق صرف انہی چیزوں سے ہوتا ہے جن کا وقوع ممکن ہو۔ اور جس چیز کا وقوع عقلاً محال ہو اس سے قدرت کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ لہذا ایسی چیز کا اُسے پابند نہیں قرار دیا جا سکتا جس کی عقل میں کوئی گنجائش نہ ہو۔

عدم قبولیتِ دُعا کے وجوہ و اسباب

جب دُعا کی مقبولیت مصلحتِ الٰہی سے وابستہ ہے، تو پھر جہاں مصلحت قبولیت کی مقتضی ہوگی وہاں دعا قبول ہوگی اور جہاں مصلحت اس کے خلاف کی مقتضی ہوگی وہاں دُعا رد کر دی جائے گی۔ یہ مصلحت الٰہی مختلف اعتبارات سے قبولیت میں

مانع ہوتی ہے کبھی اس لئے کہ دعا مانگنے والا اپنے نفع و نقصان سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جس میں بظاہر کوئی فائدہ یا خوبی دیکھتا ہے اُسے اللہ سے طلب کرتا ہے۔ لیکن واقع میں وہ چیز اس کے لئے مضر و نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔

ویدع الانسان بالشر دعائہ بالخیر وکان الانسان عجولا۔

بسا اوقات انسان بُرائی کی دُعا اس طرح مانگتا ہے جس طرح اپنے لئے بھلائی کی دُعا کرتا ہے (حالانکہ وُہ یہ نہیں جانتا کہ یہ برائی ہے) اور انسان تو بڑا ہی جلد باز ہے۔"

ایسی صورت میں اس کے سوال کو رد کرنے ہی میں اس کی بھلائی مضمر ہوگی اور اس سے وعدۂ الٰہی پر آنچ نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ اس نے سائل کی مصلحت کو نظر انداز کر کے قبولیت دُعا کا وعدہ نہیں کیا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں کسی سائل کو ناکام نہیں پھیروں گا اور اس کے سامنے ایک ایسا سائل آجاتا ہے جو اپنی کم عقلی اور نافہمی کی وجہ سے ایسی چیز کا سوال کرتا ہے جو واقع میں اس کے لئے مہلک و تباہ کُن ہوتی ہے تو اگر وہ شخص اس کے سوال کو پورا نہ کرے اور اس کی خواہش کو ٹھکرا دے، تو یہ وعدہ کی خلاف ورزی متصور نہ ہوگی کیونکہ وعدہ کرتے وقت اس کے پیش نظر سائل کی بہبودی تھی نہ کہ اس کی ہلاکت و تباہی۔ بلکہ ایسی صورت میں سائل کے سوال کو پُورا کرنا عقلاء کے نزدیک ایک قابلِ مذمت فعل ہوگا اور اس سے یہی کہا جائے گا کہ تم نے کیوں اپنے وعدہ کے خلاف کیا۔ اور کبھی مصلحت اس لئے قبولیت میں مانع ہوتی ہے کہ اگر دُعا مانگنے والے کی دُعا کو قبول کر لیا جائے تو وہ اس کے کسی اور اہم مقصد میں رکاوٹ پیدا کر دے گا یا اس کے کسی مفاد کے لئے ضرر رساں ہوگا، یا خود اس کے مفاد کے لئے تو ضرر رساں نہیں مگر مفادِ عمومی کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ تو اس صورت میں مفادِ نوعی کو مفادِ شخصی پر ترجیح دے کر اس کی دُعا کو رد کر دیا جائے گا اور کبھی افعالِ ناشائستہ جیسے جھوٹ، ظلم، غصب حقوق، اکلِ حرام، ترکِ واجبات وغیرہ قبولیت میں سدِ راہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں خلوص نیت، حسنِ کردار اور صدقِ عمل کے منافی ہیں؛ اور قبولیت و استجابت دُعا کے لئے اعمال کی پاکیزگی از بس ضروری ہے، چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

الداعی بلا عمل کالرامی بلا وتر۔

جو عمل نہیں کرتا اور دُعا مانگتا ہے وہ ایسا ہے جیسے بغیر چلّہ کمان کے تیر چلانے والا۔"

بلاشبہ عمل کے بغیر دُعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مرض کے لئے دوا تو استعمال کرے مگر اس کے ساتھ ایسی چیزیں بھی کھاتا پیتا رہے جو اس دوا کے اثر کو زائل کر دیں یا ایک طرف زمین میں کھیتی بوئے اور دوسری طرف اس میں مویشی چھوڑ دے جو اُسے روندیں اور پامال کریں اور کبھی حکمت و مصلحت دوا کے طبعی اثرات کی طرح دُعا کے نتائج کو ختم کر دیتی ہے اور جس طرح نزع کے وقت عموماً دوا کارگر نہیں ہوتی اسی طرح دُعا بھی بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور کبھی مصلحت کچھ عرصہ کے لئے قبولیت کو تاخیر میں ڈال دیتی ہے تاکہ جب مناسب موقع و محل آئے اس کی حاجت کو پُورا کیا جائے۔ مگر انسان

اپنی طبیعت کے لحاظ سے چونکہ جلد باز واقع ہوا ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر خواہش جلد ہی پوری ہو جائے۔ اس لئے وہ اس تاخیر سے گھبرا کر چیخ اٹھتا ہے حالانکہ جب بعد میں قبولیت کے موقع و محل کو دیکھتا ہے، تو یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر اس موقع پر اس کی دُعا قبول ہو جاتی تو وہ فوائد و نتائج جواب مرتب ہو رہے ہیں اس وقت مرتب نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس تعویق کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دعا مانگنے والوں کی لگن بھا جاتی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اسی طرح سے دُعا مانگتا اور دامن پھیلاتا رہے۔ اور کبھی اس تاخیر سے اس کے صبر اور اللہ تعالیٰ سے اس کی وابستگی کی آزمائش مقصود ہوتی ہے کہ وہ قبولیت دعا سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ تو نہیں توڑتا، اور اس سے رُخ موڑ کر غیر کے در پر جبہ سائی تو نہیں کرتا۔ لہٰذا قبولیت میں اگر تاخیر ہو تو اس کی رحمت و رأفت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ کریم کے در پر پکارنے والا کبھی ناکام نہیں رہتا۔ ایک نہ ایک دن اُس کی سُنی جائے گی اور منہ مانگی مُراد اسے ملے گی۔ لہٰذا قبولیت وعدم قبولیت کو اللہ پر چھوڑ کر اس سے اپنی حاجت مانگتا رہے اور اپنا دکھ درد اُسے سناتا رہے اور عبودیت و نیازمندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم اُسے پکاریں، اُس کے در پر صدا دیں، اس کے آگے جھولی پھیلائیں۔ قطع نظر اس کے کہ ہماری جھولی میں کچھ پڑتا ہے یا نہیں، ہماری پکار کی شنوائی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تو ایسا نہیں ہے کہ اُس کے کرم وجُود کا تقاضا بدل گیا ہے، بلکہ یہ محرومی ہماری کوتاہی و تنگ دامانی کا نتیجہ ہے۔

اگر بزلفِ درازِ تو دستِ ما نرسد گناہِ بختِ پریشان و دستِ کوتہ ماست

منکرینِ دُعا کے شبہات اور اُن کا ردّ

بعض حکماء و متفلسفین دُعا کی افادیت کے منکر اور اسے بے ضرورت سمجھتے ہیں، اور اثباتِ مدعا کے لئے چند دلیل نما شبہات پیش کرتے ہیں جن کا تجزیہ کیا جائے تو ان کا کوئی وزن باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اُن کی پہلی اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کے وقوع و عدم وقوع کا علم پہلے ہی سے اللہ کو ہوتا ہے اور وہ تمام واقعات و حوادث کو قبل وقوع جانتا ہے۔ اور جس چیز کے وقوع و عدم وقوع پر اُس کا علم حاوی ہو اس کے لئے دُعا مانگنا ایک بے نتیجہ کوشش ہے۔ کیونکہ دُعا علمِ الٰہی پر اثر انداز ہو کر ہونے والی چیز کو روک نہیں سکتی اور نہ ہونے والی چیز کو وجود میں نہیں لا سکتی۔ اور اگر ایسا ہو تو قدرت کے لئے جہالت لازم آئے گی۔ کیونکہ اس کے علم میں یا تو یہ تھا کہ یہ چیز واقع نہیں ہو گی مگر دُعا کی وجہ سے وہ واقع ہو گئی یا یہ کہ اس کے علم میں یہ تھا کہ یہ چیز واقع ہو گی مگر دُعا اس کے لئے مانع ہو گئی۔ لہٰذا یا تو دُعا کی افادیت سے انکار کیجئے یا اللہ کے لئے جہالت کو تجویز کیجئے۔

یہ شبہ ایک غلط نظریہ پر قائم کیا گیا ہے اور وُہ یہ کہ اس کے علم کو معلوم کا سبب قرار دے لیا گیا ہے۔ حالانکہ معلوم کا وقوع اس لحاظ سے اس کے علم سے وابستہ نہیں کہ وہ اس کا سبب ہو کیونکہ علم صرف معلوم کے ظہور و انکشاف کا نام ہے اور اسے معلوم کے وقوع و عدم وقوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمیں اگر یہ علم ہو کہ فلاں زمین زرخیز ہے اور فلاں بنجر یا فلاں کنوئیں کا پانی میٹھا ہے اور فلاں کنوئیں کا پانی شور، تو ہمارا علم زرخیز کو زرخیز اور بنجر کو بنجر اور میٹھے کو میٹھا اور شور کو شور نہیں بناتا۔ اسی طرح ایک منجم اگر یہ خبر دیتا ہے کہ کل بارش ہو گی اور اس کے علم کے مطابق بارش ہو بھی جائے

تو اس علم کو بارش کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یہ بارش تو اس وقت بھی ہوتی جب اسے بارش کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہوتا۔ اور اگر اس کا علم ہی سبب ہوتا تو پھر عدم علم کی صورت میں بارش بھی نہ ہونا چاہیئے تھی۔ حالانکہ اس کے نہ جاننے کی صورت میں بھی بارش ہوتی۔ لہٰذا علم کو معلومات کے وقوع کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ علم معلوم کے تابع کی حیثیت رکھتا ہے اور جو چیز تابع کی حیثیت رکھتی ہو وہ سبب نہیں قرار پا سکتی۔ کیونکہ سبب مسبّب سے مقدم ہوتا ہے۔ خداوند عالم کا علم اگرچہ وہ معلومات کے تابع بایں معنی نہیں ہے کہ معلومات کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ پھر بھی چونکہ علم نام اسی کا ہے جو مطابق واقعہ ہو لہٰذا واقعہ پر ایک طرح کا ترتب اُسے ضرور ہے۔ لہٰذا وہ بھی واقعہ کا سبب نہیں ہو سکتا۔ اسی سے اس استدلال کی رد ہوتی ہے۔ جو جبر پر کیا جاتا ہے کہ جو کچھ انسان کے افعال ہوں وہ اللہ کے علم میں ازل سے ہیں۔ لہٰذا اب ان افعال کا ہونا ضروری ہے۔ اور انسان کی حیثیت ایک مجبور محض قرار پائے گی۔ کہ جو نہ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ کر سکتا ہے اور نہ جس راستے پر وہ چلایا گیا ہے اس سے انحراف کر سکتا ہے۔ اس صورت میں بعثت انبیاء، جزا و سزا وعدہ و وعید سب چیزیں بے معنی ہو جائیں گی اور بندوں کے تمام گناہوں کی ذمہ داری اگر اس صورت میں انہیں گناہ کہا جا سکے تو اسی کے سر ہوگی اس لئے کہ اس کے علم کے مطابق ان گناہوں کا وقوع ضروری تھا۔ چنانچہ اسی نظریئے کی ترجمانی کرتے ہوئے عمر خیام کہتا ہے :۔

من مے خورم و ہر کہ چوں من اہل بود   مے خوردن من بنزد او سہل بود
مے خوردنِ من حق ز ازل مے دانست   گر مے نہ خورم علم خدا جہل بود

اس قسم کا نظریہ رکھنے والوں کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ بھوک میں کھانے کی اور مرض میں علاج کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ اگر نہ کھائیں تو بھوکے رہیں اور علاج نہ کریں تو شفا حاصل نہ ہو حالانکہ اس نظریہ کی رُو سے انہیں نہ کھانے کی ضرورت ہے نہ دوا کی حاجت۔ اس لئے کہ اللہ کے علم میں اگر اُن کا بھوکا یا بیمار ہونا ہے تو وہ بہر حال بھوکے اور بیمار ہی ہوں گے اور اگر سیر ہونا ہے تو وہ بہر حال سیر ہی ہوں گے چاہے کچھ کھائیں یا نہ کھائیں۔ اور تندرست ہونا ہے تو بہر حال تندرست ہی ہوں گے چاہے علاج کریں یا نہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود بھوک میں وہ کھاتے بھی ہیں اور مرض میں دوا بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بھوک کھانے سے اور بیماری دوا سے زائل ہوتی ہے اور اللہ کو ان کی سیری و تندرستی کا علم ہے تو اس لئے کہ وُہ کھائیں گے اور دوا کریں گے اور خود یہ علم اُن کی سیری و شفایابی کا سبب نہیں ہے۔ تو جس طرح اُس نے سیری کا سبب کھانے کو اور شفا کا سبب دوا کو قرار دیا ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اُس نے حصولِ مقصد کو دُعا سے وابستہ کر دیا ہو اس طرح کہ اگر اس سے دُعا کی جائے تو حاجت برآئے گی اور دُعا نہ کی جائے تو حاجت پوری نہ ہوگی۔ لہٰذا علم بالسبب کو سبب سمجھ کر اس شبہ کے لئے ذہن میں گنجائش پیدا نہ کرنا چاہیئے۔

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اگر مقدراتِ الٰہیہ میں کسی امر کا واقع ہونا قرار پا چکا ہے تو وہ واقع ہو کر رہے گا۔ اور اگر اس کے خلاف طے پا چکا ہے تو وہ کسی طرح واقع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دُعا اگر نوشتۂ تقدیر کے مطابق ہے تو دُعا کا فائدہ و نتیجہ ہی کیا۔ اور اگر نوشتۂ تقدیر اس کے خلاف ہے تو دُعا سے مقدرات کو بدلنے کی کوشش کرنا سعی لاحاصل اور تقدیر کے خلاف چاہنا دریا کے رُخ کے خلاف پیرنا ہے۔

یہ دلیل پہلی ہی دلیل کی ایک بدلی ہوئی صورت ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلی دلیل قضائے علمی پر مبنی ہے یعنی یہ کہ اُس کا علم ہمہ گیر اور روزِ ازل سے تمام چیزوں پر محیط ہے اور دوسری قضائے عینی پر مبنی ہے یعنی یہ کہ تمام چیزیں اس کے حکم سے لوحِ سماوی میں ثبت و مندرج ہیں۔ احادیث میں اس قضا کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک اجلِ محتوم جو لوحِ محفوظ میں ثبت اور حتمی و لازمی اور ناقابلِ ترمیم ہوتی ہے۔ اس لوح کو اُم الکتاب اور کتاب مبین سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے؛ اور ایک اجلِ موقوف جو لوحِ محو و ثبات میں درج اور قابلِ ترمیم و تنسیخ ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب۔[۸]	وہ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثبت کر دیتا ہے اور اس کے پاس لوحِ محفوظ ہے۔"

چنانچہ خداوندِ عالم جس طرح احوال و ظروف کے بدلنے سے یا احکام کی معینہ مدت کے ختم ہونے سے احکام میں ترمیم کر دیتا ہے جسے نسخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حالات و مقتضیات کے بدلنے سے تکوینیات میں بھی ردّ و بدل کرتا رہتا ہے اور جہاں محو کرنے میں مصلحت ہوتی ہے وہاں محو کر دیتا ہے اور جہاں ثبت کرنے میں مصلحت ہوتی ہے وہاں ثبت کر دیتا ہے اور دعا کا تعلق اسی لوحِ محو و اثبات سے ہے جس میں تقدیر کے سانچے بنتے بگڑتے رہتے ہیں اور جو مختتم اور حتمی صورت ہوتی ہے وہ لوحِ محفوظ میں درج ہوتی ہے۔ اب اگر لوحِ محو و اثبات میں محرومی و نامرادی کسی کے پائے نام ہو چکی ہے تو قدرت نے اس کے بدلنے کی بھی گنجائش رکھی ہے اس طرح کہ انسان دعا، صدقہ، برِ والدین یا کسی اور عملِ خیر کے ذریعہ اس محرومی کو کامرانی سے بدل دے سکتا ہے۔ چنانچہ جب وہ ان مذکورہ اعمال میں سے کوئی عمل بجا لاتا ہے تو قدرت اس کی حرماں نصیبی کو محو کر کے کامیابی و کامرانی ثبت کر دیتی ہے۔ اور یہ تمام تغیّر و تبدل کی صورتیں روزِ ازل ہی سے اس کے سامنے آئینہ ہوتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اسے اپنے پہلے فیصلہ میں غلطی کا احساس ہوا ہو اور اب اس میں تبدیلی و ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ما بدا اللہ فی شئ الا کان فی علمہ قبل ان یبدا لہ۔	خداوندِ عالم کو جس چیز میں بدا واقع ہوتا ہے وہ اُس کے واقع ہونے سے قبل اس سے آگاہ ہوتا ہے۔"

اور جب انسان کے کسی اختیاری عمل سے لوحِ محو و اثبات کا نوشتہ بدل جاتا ہے تو پھر جو ثبت ہوتا ہے وہی اس کے حالات کے اعتبار سے اس کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اب چاہے انسان حسنِ عمل سے اپنی تقدیر کو بنائے اور چاہے شومی و بدبختی کو دعوت دے۔ چنانچہ وہ صدقہ، صلہ رحمی، برِ والدین سے آنے والی مصیبت کو ٹال سکتا ہے۔ عمر میں اضافہ کر لے جا سکتا ہے؛ فقر و احتیاج کو دُور کر دے سکتا ہے۔ اسی طرح دُعا سے بھی قضا کا دھارا موڑ سکتا ہے۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ دُعا سے قضا کا رُخ پلٹ جائے۔ اس لئے کہ جس نے قضا کو نافذ کیا ہے اُسی نے دُعا میں یہ اثرات ودیعت کئے ہیں کہ وہ قضا کے نقوش کو بدل دے اور تقدیر کے نئے سانچے کو تیار کرے۔ اور قدرت جب چاہے مقدرات کو بدل دے سکتی ہے۔ نہ اُسے کوئی مجبوری لاحق ہو سکتی ہے اور نہ کوئی چیز اس کے ارادہ میں حائل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:۔

روی میسر ابن عبدالعزیز عن ابی عبداللہ قال قال لی یا میسر ادع ولا تقل ان الامر قد فرغ منہ ان عند اللہ منزلۃ لا تنال الا بمسئلتہ ولو ان عبداً اسد فاہ ولم یسئل لم یعط شیئاً فاسئل تعط یا میسر انہ لیس من باب یقرع الا یوشک ان یفتح لصاحبہ۔

میسر ابن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میسر دُعا مانگا کرو اور یہ نہ کہا کرو کہ جو ہونا ہے وہ پہلے سے طے ہو چکا ہے۔ اللہ کے یہاں ایسے درجے ہیں جنہیں سوال ہی سے حاصل کر سکتے ہو، اگر کوئی بندہ اپنی زبان بند رکھے اور سوال نہ کرے تو اسے دیا بھی نہیں جاتا۔ لہٰذا تم مانگو تاکہ تمہیں دیا جائے۔ دیکھو کوئی دروازہ ایسا نہیں ہے کہ اسے کھٹکھٹایا جائے اور وہ دستک دینے والے کے لئے کھول نہ دیا جائے۔"

اب اگر کوئی شخص تقدیر پر قناعت کرکے اس کے دروازے کو نہ کھٹکھٹائے اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے دریغ کرے، تو وُہ خود اپنی نامرادی و حرماں نصیبی کا سامان کر رہا ہے۔ ورنہ اُس کا فیضان کہیں رُکتا نہیں اور نہ اس کا درِ فیض کبھی بند ہوتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا کہ جو قضا و قدر میں لکھا جا چکا ہے وَیسا ہو کر رہے گا اور اس میں ردّ و بدل کی گنجائش نہیں ہے تعطّل و مایوسی کو دعوت دینا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ توڑ لے گا اور اس سے التجا کا سلسلہ قطع کرلے گا۔ اور اگر یہ اس کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے کہ اللہ کے آگے طلب و الحاح کا ہاتھ اٹھا کر شقاوت و بدبختی کو خوشحالی و خوش نصیبی سے تبدیل کیا جا سکتا ہے تو اُس کی مایوسی کو اُمید سے اور جمود و سکون کو حرکت و عمل سے بدلا جا سکتا ہے۔ اور تقدیر پر تکیہ کرکے بیٹھ جانے کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ جو جس حد میں ہے اس سے آگے بڑھنے کی سعی و کوشش ترک کر دے۔ اگر کوئی محتاج ہے تو فقر و احتیاج کو دُور کرنے کی فکر سے بے نیاز ہو جائے۔ کوئی مریض ہے تو صحت کے لئے علاج معالجہ کی ضرورت محسوس نہ کرے اور کوئی رنج و مصیبت میں گھرا ہوا ہے تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر نہ کرے اور اس کسل و واماندگی کے جو نتائج سامنے آئیں گے وُہ وہی ہوں گے جو پورے معاشرے کے مفلوج و از کار رفتہ ہونے کے ہو سکتے ہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ دُعا، آئین تسلیم و رضا کے منافی ہے کیونکہ دعا اللہ کی تجویز کردہ چیز کے مقابلہ میں اپنی خواہش کو پیش کرنا اور اُسے منوانا ہے۔ حالانکہ بندگی و رضا کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی خواہشوں کے مقابلہ میں منشائے الٰہی پر خوش رہا جائے اور ہر آرزوُ و طلب کو مرضئ مولا کے تابع قرار دے لیا جائے اور کسی مصیبت پر پیشانی پر شکن اور دل میں میل نہ آئے۔ کیونکہ جو مصیبت بھی وارد ہوتی ہے وہ قضاو قدر کے تابع ہوتی ہے اور قضائے الٰہی پر رضامندی ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:۔

من لم یرض بقضائی ولم یصبر علیٰ بلائی ولم یشکر

جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری آزمائش پر صبر نہ کرے اور میری نعمتوں پر شکر ادا نہ کرے اُسے میری زمین

لنعمائی فلیخرج من ارضی و سمائی ولیطلب ربا سوائی

اور میرے آسمان سے باہر نکل جانا چاہیئے اور میرے علاوہ کوئی اور پروردگار ڈھونڈ لینا چاہیئے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر دعا شیوۂ تسلیم و آئینِ رضا کے خلاف ہوتی تو انبیاء و آئمہ جو رضا کے مرتبۂ اعلیٰ پر فائز تھے دعا کو اپنی زندگی کا جزو نہ بناتے اور نہ اللہ سبحانہ دعا کا حکم دیتے۔ حالانکہ اس نے نہ صرف دعا کی ہدایت کی بلکہ اس کے ترک کو غرور و انانیت سے تعبیر کیا ہے۔ تو جو چیز حکم الٰہی کی بناء پر بجا لائی جائے وہ اس کی رضا کے خلاف کیسے متصوّر ہو سکتی ہے اور درصورتیکہ اس نے صدقہ و خیرات اور طلب و دعا وغیرہ کو مقصد کی کامیابی کا سبب و واسطہ قرار دے دیا ہو جس طرح اُس نے دنیا میں اپنی قضا کے ظہور کو اسباب سے وابستہ کیا ہے تو رضائے الٰہی سے منافات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں جس مقصد کے لئے دعا مانگی جا رہی ہے وہ وہی فیصلۂ قضا و قدر ہے جس کو دعا پر موقوف رکھا ہے۔ اور اگر قضا و قدر پر رضامندی کا مظاہرہ کرنا ہی ہے، تو پھر بچھو کاٹ رہا ہو تو اُسے الگ نہ کیجیے، سانپ ڈس رہا ہو تو اُسے ڈسنے دیجیے، پیاس ہو تو پانی نہ پیجیے، بھوک ہو تو کھانا نہ کھائیے کیونکہ یہ تمام چیزیں بھی تو قضا و قدر کے تابع ہیں۔ اگر یہ قضا و قدر کے تابع ہیں تو پھر بچھو کو چھڑانا، سانپ سے بچنا، مرض کا علاج کرنا اور بھوک پیاس کے وقت کھانا کھانا قضا و قدر کے حدود سے باہر کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایک دیوار کی طرف گزرے جو گرا چاہتی تھی۔ تو آپ نے خطرہ کے پیش نظر راستہ بدل دیا جس پر ایک شخص نے کہا:۔ اتفرمن قضاء اللہ "کیا آپ اللہ کی قضا سے بھاگنا چاہتے ہیں۔" فرمایا افر من قضائہ الیٰ قدرہ "میں قضاء سے بھاگ کر قدر کے دامن میں پناہ لے رہا ہوں۔" مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ نے میری زندگی کا فیصلہ کیا ہے تو اس کا ظہور اس کے سبب سے وابستہ ہے اس طرح کہ میں گرتی ہوئی دیوار سے بچ کر چلوں۔ بہرحال جب قضائے الٰہی کا ظہور اسباب سے وابستہ ہے اور یہ اسباب اسی کے پیدا کردہ ہیں اور اُسی نے دعا کو مقصد برآری کا سبب قرار دیا ہے تو یہ اس کی رضا سے متصادم نہیں ہو سکتی جب کہ دعا و رضا دونوں کا سرچشمہ ایک ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے تمام حوادث و وقائع کی انتہا ایک ذات ازلی پر ہوتی ہے اور اس کی حکمت و مصلحت ازلی جس چیز کے وقوع کی مقتضی ہوگی وہ واقع ہو کر رہے گی اور جس کے وقوع کی مقتضی نہیں ہوگی وہ واقع نہیں ہو سکتی۔ تو جب اقتضائے ازلی کے بغیر کوئی امر واقع نہیں ہو سکتا تو دعا کا فائدہ ہی کیا جب کہ وہ اُس کی مصلحت کے مقتضیات کو بدل نہیں دے سکتی اور بہرحال وہی ہونا ہے جو اس کے اقتضائے ازلی نے روزِ ازل سے فیصلہ کر دیا ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم نے ہر چیز کا ایک نظام اور ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے اور تمام چیزوں کو ایک ہمہ گیر سلسلہ میں اس طرح باندھ دیا ہے جس طرح ایک سلسلہ کی کڑیاں ایک دوسرے سے وابستہ اور مرتبط ہوتی ہیں جس سے عالم کا نظم و نسق اور دنیا کا کارخانہ ایک ڈھرے پر چل رہا ہے۔ اس لئے حکمتِ ازلی جہاں کسی چیز کے وقوع کی مقتضی ہوتی ہے وہاں اس کے سبب اور واسطہ کے وجود کی بھی مقتضی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی حکمت کا اگر تقاضا یہ ہے کہ زمین سیر و سیراب ہو تو وہ یہ بھی چاہتی ہے کہ سمندر سے بخارات اٹھیں اور فضا میں پھیل کر ہواؤں سے ٹکرائیں اور پیاسی زمین کی سیرابی

کا سامان کریں تو جس طرح زمین کی سیرابی، سیرابی کے سروسامان سے وابستہ ہے اسی طرح مصلحت ازلی نے حاجت برآری اور مقصد کی کامیابی کو بھی مختلف اسباب سے وابستہ کر رکھا ہے۔ اور منجملہ ان اسباب کے ایک سبب دعا بھی ہے کہ اُس کی حکمتِ ازلی کسی کی حاجت برآری کی اس صورت میں مقتضی ہو جب اُس کے سامنے گڑگڑایا جائے اور اُس سے دُعا کی جائے اور در صورتیکہ دُعا نہ کی جائے حکمت کا تقاضا یہ ہو کہ اسے مقصد میں ناکام رکھا جائے۔ اس کے علاوہ بندوں کی حاجتوں اور مقصدوں کو دُعا سے وابستہ کرنا بھی تقاضائے حکمت ہے تاکہ وہ اپنی احتیاج و بے مائگی کے پیشِ نظر اس سے رابطہ برقرار رکھیں اور دُعا کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اس سے لَو لگائے رہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ جب خداوند عالم کو عالم الغیوب مانا جا چکا ہے اور یہ کہ کوئی چیز اس سے ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ دلوں کے بھیدوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے تو پھر اپنی رُوداد اُسے سنانا اور اپنے مقصد کو زبان پر لانا کیا ضروری ہے، جب کہ ہمارے بغیر اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اور وہ ہماری ہر خواہش اور ہر آرزو سے آگاہ ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہے چنانچہ اسی بنا پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانے لگا اور جبرئیلؑ امین نے مدد کی پیش کش کی، اور آپ کے انکار پر جبرئیلؑ نے کہا کہ اگر مجھ سے کوئی حاجت و خواہش نہیں ہے تو جس سے ہے اُسی سے طلب کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا:۔ علمہ بحالی حسبی من سوالی ”اس کا میری حاجت سے آگاہ ہونا مجھے سوال سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ دُعا سے یہ مقصد ہی کب ہوتا ہے کہ اُسے بے خبر تصور کرتے ہوئے اپنی حاجتوں اور خواہشوں کو اس کے علم میں لایا جائے۔ کیونکہ وہ کسی مرحلہ پر ہمارے بتلانے اور زبان سے کچھ کہنے کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے دل کے ایک ایک ریشے کی پکار سے آگاہ اور ہمارے قلب کی تہوں میں لپٹی ہوئی آرزوؤں سے واقف ہے۔ یہ طلب و دُعا تذلل و انکسار اور رجوع الی اللہ تو صرف عبودیت کا ایک مظاہرہ ہے تاکہ مانگنے کی خاطر اس سے رابطہ قائم رہے اور طلب و سوال کے پردہ میں اس سے لَو لگی رہے۔ اور اس خیال سے زبان کو بند رکھنا کہ وہ تو سب کچھ جانتا ہے ایک طرح سے انانیت و غرور کا مظاہرہ ہے جو بندوں کے سامنے تو قابلِ ستائش ہو سکتا ہے مگر اللہ کے سامنے اپنی رودادِ باطن پیش نہ کیجئے اور اسے اپنا دردِ دل نہ سنائے تو یہ شیوہ عبودیت کے خلاف اور عجز و نیاز مندی کے منافی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

قل لا یعبؤا بکم ربی لو لا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکون لزاما	اے رسولؐ! کہہ دو کہ اگر تم دُعا نہیں کرتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کوئی پروا نہیں کرتا۔ تم نے جھٹلایا جس کا وبال عنقریب تمہارے سر پڑے گا“

بلاشبہ دُعا، عبودیت کا ایک مظاہرہ اور فطرتِ انسانی کی ایک آواز ہے۔ چنانچہ جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا ضرورت و احتیاج پریشان کرتی ہے تو بے ساختہ حرفِ مدعا زبان پر آ ہی جاتا ہے۔ اس کو بے ضرورت سمجھنا انسانی تقاضوں پر پہرا بٹھانا اور فطرت و وجدان کے خلاف صف آرا ہونا ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ دُعا بس اس لئے کی جاتی ہے کہ اپنی آواز اُسے سنائی جائے اور اپنی حاجت و آرزو اس کے علم میں لائی جائے بلاغت کی راہوں سے بے خبری کی دلیل ہے۔ چنانچہ کلام و

گفتگو میں ایسے بے شمار مواقع ہیں جہاں زبان سے کچھ کہنا مخاطب کو صرف بتانے ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ مثلاً دن کی روشنی میں ٹھوکر کھا کر گرنے والے کو یہ کہنا کہ "سورج نکلا ہوا ہے"۔ کیا یہ بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ یہ دن ہے رات نہیں ہے یا کچھ اور مقصد ہوتا ہے یا خداوند عالم کا موسیٰ سے خطاب ما تلك بيمينك يموسىٰ۔ "موسیٰ! یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے"۔ لاعلمی کی بنا پر تھا یا حضرت موسیٰ سے سلسلۂ کلام جاری کرنے کے لئے تھا۔ اور موسیٰ کا طویل جواب اللہ کو عصا کے فوائد سے آگاہ کرنے کے لئے تھا یا "لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم" کے پیشِ نظر تھا۔ اسی طرح شاعر کی اپنے ساقی سے یہ فرمائش کہ:

الا فاسقنی خمرا وقل لی هی الخمر ولا تسقنی سرا اذا امكن الجهر

"مجھے شراب پلا اور یہ کہہ کے پلا کہ یہ شراب ہے اور خفیہ طور پر نہ پلا جب کہ کھلے بندوں پلانا ممکن ہے"

کیا یہ جاننے کے لئے ہے کہ یہ شراب ہے۔ ایسا نہیں کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ سامنے شراب رکھی ہے اور شراب ہی اُسے پلائی جائے گی بلکہ اس کا مقصد حصولِ لذت سماعت ہے اور وہ دوسرے حواس کی طرح کانوں کو بھی لذت اندوز کرنا چاہتا ہے کیونکہ آنکھیں اُسے دیکھ کر سرور و کیف حاصل کر رہی ہیں، قوتِ شامہ اس کی خوشبو سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے۔ لب اس کے لمس سے اور زبان اس کے ذائقہ سے آشنا ہوا چاہتی ہے۔ بس ایک قوتِ سامعہ محروم رہی جاتی تھی اس کی لذت اندوزی کا سامان اس طرح کیا کہ ساقی سے کہا کہ تو شراب کہہ کے مجھے شراب پلا تاکہ اس لفظ کی گونج سے حظ و نشاط کی تکمیل ہو جائے اور کوئی حاسہ لذت اندوزی سے محروم نہ رہ جائے۔ یونہی کریم کے کانوں میں سائل کی آواز نغمۂ شیریں بن کر گونجا کرتی ہے اور اس کا ذوقِ سماعت اور جذبۂ کرم چاہتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور مانگنے والوں کی آوازیں اس کے کانوں میں پیہم گونجتی رہیں چنانچہ عرب کے مشہور شاعر متنبی نے اپنے ممدوح کے متعلق کہا ہے:۔

فاذا سئلت فلا لانك محوج واذا كتمت وشت بك الآلاء

"جب تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ تو مانگنے والوں کو سوال کی زحمت دینا چاہتا ہے بلکہ اس سے کہ تجھے سائلوں کی آواز اچھی معلوم ہوتی ہے اور جب تجھے پردوں میں چھپایا جائے تو تیری نعمتیں تیری غمازی کرتی ہیں"

اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

ان المومن ليدعوا الله عزوجل في حاجته فيقول الله اخروا اجابته شوقا الى صوته ودعائه۔

مومن خدائے بزرگ و برتر سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے اور قدرت اس کی دعا اور آواز کے اشتیاق میں یہ کہتی ہے کہ ابھی اس کی حاجت کو تاخیر میں ڈال دیو۔

اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے اس طرح کہ اگر کسی کی آواز اُسے ناگوار معلوم ہوتی ہے تو اس کی حاجت جلد روا ہو جاتی ہے تاکہ وہ پھر اس کے در پر دستک دے اور نہ اُسے پکارے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ان العبد ليدعوا الله فيقول الله تبارك وتعالىٰ عجّلوا له حاجته فانّی ابغض صوته۔

کوئی بندہ اس سے دعا مانگتا ہے تو اللہ سبحانہ کہتا ہے کہ اس کی حاجت کو جلد پورا کر دیا جائے کیونکہ مجھے اس کا پکارنا بُرا معلوم ہوتا ہے"

چنانچہ اسی لیے بعض ناہنجار و بدکردار اشخاص کو اُس نے گوناگوں نعمتوں سے نوازا تاکہ مہلت دینے کے بعد انہیں جکڑا جائے اور نعمت کی سرشاریوں میں انہیں اللہ کی طرف رجوع ہونے کی توفیق ہی حاصل نہ ہو۔

داد او فرعون را صد ملک و مال تا ننالد سوئے حق آں بد سگال

در ہمہ عمرش نہ دید او دردِ سر تا نگرید سوئے حق آں بد گہر

اب رہا حضرت ابراہیمؑ کا بارگاہ ایزدی میں دستِ طلب نہ بڑھانا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بلاؤ مصیبت کی نوعیت خصوصی آزمائش کی ہو تو اس سے بچاؤ کا سوال کرنا شیوۂ تسلیم و رضا کے خلاف ہے۔ چنانچہ جس طرح وہ اپنے فرزند کے ذبح کے موقع پر خدا سے یہ خواہش نہیں کرتے کہ اس انوکھی اور نرالی قسم کی آزمائش کو اٹھا لیا جائے بلکہ دل و جان سے اس کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں، اسی طرح آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھ کر سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ نہ دعا کے لئے ہاتھ اوپر اٹھتے ہیں اور نہ زبانوں سے کوئی ایسا جملہ نکلتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ آگ کی لپٹوں کو دیکھ کر ہراساں و پریشان ہو گئے ہیں، کہ ایک طرف کافروں کو طعنہ زنی کا موقع ملے اور دوسری طرف خلّت و شیوۂ تسلیم و رضا پر حرف آئے بلکہ بڑے صبر و استقلال سے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑتے ہیں۔ اس تسلیم و رضا کی آزمائش اور صبر و استقلال کے امتحان کو دعا سے بے نیازی کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ منزلِ راز و نیاز اور ہے اور منزلِ صبر و امتحان اور ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ جو چیز انسان کے مصالح میں داخل اور اُس کی سود و بہبود اس سے وابستہ ہو گی تو وہ مبدأ فیض و سرچشمہ عطا کبھی اس میں فروگذاشت نہیں کرے گا اور نہ اس کے عطا کرنے میں بخل سے کام لے گا اور جو چیز اس کے مصالح میں داخل نہیں ہے اسے طلب کرنا بھی مناسب و قرینِ صواب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ وہ اپنے مصالح کو اللہ سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس لئے اس سے کوئی خواہش کرنا یا کوئی چیز طلب کرنا اس کی مصلحت بینی و کارسازی پر حرف رکھنا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی مصلحت عطا کرنے اور بخشنے ہی میں ہوتی ہے چاہے انسان طلب کرے یا طلب نہ کرے، جیسے وسائل جن سے زندگی کی بقا روابستہ ہے۔ اور کبھی مصلحت رد کرنے اور ناکام پھیرنے ہی میں ہوتی ہے جیسے وہ چیزیں جو ہلاکت و تباہی کا سبب اور شیرازۂ حیات کے بکھرنے کا باعث ہوتی ہیں۔ اور کبھی مصلحت دعا و طلب سے وابستہ ہوتی ہے اس طرح کہ طلب و دعا کی صورت میں اس میں مصلحت کارفرما نہیں ہوتی۔ لہذا طلب و دعا سے پیدا ہونے والے مصالح اور ان کے ثمرات سے اپنے کو محروم رکھنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ دعا شانِ ادب شناسی کے خلاف ہے کیونکہ دعا میں ایک طرح سے امر و نہی کی جھلک ہوتی ہے اور بندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ پر حکم چلائے اور یہ کہے کہ یہ کر اور یہ نہ کر۔ لہذا اسے ترک کرنا چاہیئے تاکہ اس کی بارگاہ میں سوء ادبی سے بچا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کو از قبیل امر و نہی سمجھنا اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ ان دونوں میں طلب کا مفہوم ہوتا ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ امر و نہی میں تفوق و برتری کا پہلو ہوتا ہے اور دعا میں انتہائی عجز و انکسار اور پستی و تذلل کا اظہار

ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا غلط اور سوءِ فہمی کا نتیجہ ہے اور اگر مطلق طلب میں سوءِ ادبی کو تجویز کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ماں باپ سے کوئی چیز مانگنا، اُستاد سے کچھ دریافت کرنا اور جاننے والے سے کچھ پوچھنا بھی سوءِ ادبی میں داخل سمجھا جائے۔ اور اگر یہ چیزیں سوءِ ادبی میں داخل نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ہی سے طلب و سوال میں سوءِ ادبی کیوں ہو، جبکہ طلب و سوال اپنے فقر و احتیاج اور اس کی عظمت و بالادستی کا ایک واضح اعتراف ہے۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ حمد و ثنا اور ذکرِ الٰہی حاجت روائی کا زیادہ کامیاب و مؤثر ذریعہ ہے۔ لہٰذا بہتر ذریعہ کو چھوڑ کر طلب و سوال کا ہاتھ کیوں پھیلایا جائے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:۔

من شغله ذكرى عن مسئلتى اعطيته افضل ما اعطى السآئلين۔

جو شخص میرے ذکر میں اس طرح کھو جائے کہ اُسے دعا کا خیال نہ رہے تو میں جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں اُس سے زیادہ اُسے دوں گا۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ مقصدِ الٰہی اس سے یہ نہیں ہے کہ اس سے سوال نہ کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی حمد و ثنا میں اس طرح ڈوب جائے کہ اُسے یہ خیال نہ رہے کہ وہ اسے حاجت برآری و مقصد طلبی کا ذریعہ قرار دینا چاہتا تھا اور اس محویت میں اپنی حاجت ہی کو بھول جائے تو خدا اُسے طلب و سوال کی فراموشی کی وجہ سے اس کے مقصد سے محروم نہیں کرتا۔ بلکہ دوسرے مانگنے والوں سے بڑھ چڑھ کر اُسے دیتا ہے تو خداوندِ عالم کی اس بخشش و افزائش کا سبب ترکِ سوال کو نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اُسے ترکِ دُعا کے ثبوت میں پیش کیا جائے بلکہ یہ دُعا کی فراموشی، حمد و ثنا میں محویت اور اللہ کی یاد میں استغراق کی وجہ سے ہے اور اس طرح دُعا کو فراموش کر جانا اور چیز ہے اور سرے سے دُعا ہی نہ کرنا اور چیز ہے۔ چنانچہ اسی مطلب کی وضاحت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد ہوتی ہے:۔

ان العبد ليكون له الحاجة الى الله فيبدأ بالثناء على الله والصلوٰة على محمدٍ وآل محمدٍ حتى ينسى حاجته فيقضيها الله له من غير ان يسئاله اياها۔

بندے کو اپنے اللہ سے کوئی حاجت ہوتی ہے اور وہ پہلے حمد و ثنا کرتا ہے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجتا ہے اس طرح کہ اس حمد و ثنا میں کھو کر اپنی حاجت کو فراموش کر جاتا ہے تو اللہ اس کی حاجت روائی کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنی حاجت طلب کرے۔

دُعا قبل اِبتلا

جس طرح علاج کی دو قسمیں ہیں ایک علاج قبل از مرض یعنی حفظ ماتقدم کے طور پر ایسی تدابیر اختیار کرنا جس سے انسان مرض کے حملہ سے محفوظ رہ سکے اور طبیعت مرض کی پذیرائی سے انکار کر دے، یہ معالجہ احتیاطی ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ مرض میں مبتلا ہونے کے بعد علاج کیا جائے۔ اطبا کے نزدیک معالجہ احتیاطی زیادہ کارگر اور مفید ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ طبیعت صحیح حالت میں ہوتی ہے اس لئے معالجہ احتیاطی کے اثرات کو جلد قبول کر لیتی ہے اسی طرح دُعا کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک دُعا مصیبت نازل ہونے سے پہلے اور ایک دُعا مصیبت کے وارد ہونے کے بعد۔ اور وہ

دُعا جو قبلِ مصیبت ہو معالجہ احتیاطی کی طرح زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ لہٰذا امن و عافیت کے دنوں میں ابتلا و مصیبت سے بچاؤ کے لئے اور فراخ روزی و خوش حالی کے زمانہ میں تنگ دستی سے محفوظ رہنے کے لئے دُعا کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ اس طرح کی دُعا آفت و ابتلا سے سپر بن جایا کرتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

من تقدم فی الدعاء استجیب له اذا نزل به البلاء۔ — جو شخص مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے دُعا کرتا ہے۔ مصیبت پڑنے پر اس کی دُعا مستجاب ہوتی ہے۔"

الفاظِ دُعا

دُعا ہمیشہ سیدھی سادی عبارت اور ہلکے پھلکے الفاظ میں مانگنا چاہیئے۔ کیونکہ دُعا قلب و ضمیر کی آواز ہوتی ہے جو بے ساختہ زبان سے اُبل پڑتی ہے اور مقصد کی ترجمانی کے لئے لفظوں کی ترکیب و ترتیب کا سہارا اور لفظی و عبارت آرائی سے کام نہ لینا چاہیئے اس لئے کہ بناوٹ اور تکلّف کی جھلک آتے ہی عجز و نیاز کا جذبہ مضمحل اور بندگی و نیاز مندی کی روح ختم ہو جاتی ہے اور ہمیشہ ایک سے الفاظ بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ وہ زبان پر چڑھ جانے کی وجہ سے قصد و ارادہ کے بغیر بھی نکل جایا کرتے ہیں۔ اس طرح کہ دُعا دل کی آواز نہیں ہوتی بلکہ الفاظ ہی الفاظ ہوتے ہیں جن میں اخلاص کا جذبہ، دل کی حضوری اور طلب گاری کا ولولہ نہیں ہوتا۔ اور جب تک طلب میں جوش، سوال میں تڑپ، اور دُعا میں ولولہ نہیں ہو گا وہ دُعا قابلِ پذیرائی نہ ہو گی۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

ان اللہ لا یستجیب الدعا من قلب لاہ۔ — جب دل دوسری طرف مشغول اور غافل ہو تو اللہ تعالےٰ دعا کو قبول نہیں کرتا۔"

دُعا میں ایسے الفاظ زیادہ مؤثر ہوتے ہیں جن میں عظمتِ الٰہی کے اعتراف کے ساتھ عجز و قصور کا اقرار اور عبودیت و نیاز مندی کا اظہار ہو اس لئے اپنی دُعاؤں میں معصومین کی دُعاؤں کے کلمات دُہراتے رہنا چاہیئے کہ ان میں جلالِ الوہیت کا پرتو اور جمالِ عبودیت کا انعکاس پوری طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔

دُعا میں اسماءِ الٰہی کا انتخاب

طلب و دُعا کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکارنا چاہیئے جو سائل کے مقصد و مراد سے مناسبت رکھتا ہو۔ یہ طریقِ خطاب صرف خطاب ہی نہیں ہو گا بلکہ خطاب و دلیل دونوں ہوں گے۔ اس طرح کہ جو فقر و احتیاج میں اُسے 'یا غنی'، اور بیماری میں 'یا شافی' کہے گا تو ان الفاظ سے ذہن اس طرف قہراً ملتفت ہو گا کہ جب وہ غنی ہے تو غنی کے سوا اور کون ہو سکتا ہے جو فقر و احتیاج کو دُور کرے۔ اور جب وہ شافی ہے تو شافی کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جس سے شفا کی آس رکھی جائے۔ اور اُسے غنی ہونے کے لحاظ سے اپنے بندوں کی احتیاج کو دُور کرنا چاہیئے اور شافی ہونے کے اعتبار سے بیماروں کو صحت بخشنا چاہیئے۔ اور اس کے ساتھ طلب و سوال کا استحقاق بھی واضح ہو جائے گا۔ یوں کہ اگر فقیر و نادار غنی سے نہ مانگے تو کیا اپنے ایسے ناداروں سے مانگے۔ اور بیمار شافیٔ مطلق سے شفا کا طلب گار نہ ہو تو کس کے دار الشفاء سے صحت کی بھیک مانگے۔ لہٰذا جب بھی اس ذاتِ بے نیاز کی بارگاہ میں دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں تو جس نوعیت کا سوال ہو اسی نوعیت کے مطابق اللہ کے ناموں میں سے مناسب نام کا انتخاب کرے۔ مثلاً فقیر و نادار مالی وسعت کا سوال کرے تو وہ اللہ تعالےٰ کو الغنی، المغنی، یا رازق و معطی کے نام سے پکارے۔ مریض

صحت کے لئے دُعا کرے تو یاشافی کہے۔ مظلوم اُسے پکارے تو یامنتقم کہے اور گنہگار آمرزشِ گناہ کے لئے التجا کرے تو اُسے یاعفوّ، یاغفور کے نام سے یاد کرے اور حاجت مند کسی حاجت کے سلسلہ میں اُسے پکارے تو یامجیب کہے۔ اسی طرح دوسرے مطالب و حاجات میں حاجت و مقصد کی نوعیت کے مطابق جو نام مناسب ہو اس نام سے پکارے۔

دُعائے مغفرت میں ترتیب کا لحاظ

جب ماں باپ، عزیز و اقارب اور صلحاء مؤمنین کے لئے دُعائے مغفرت کی جائے تو انبیاء اور خاصانِ خدا کی تاسی میں پہلے اپنے لئے دُعائے بخشش و آمرزش کرے اور پھر دُوسروں کے لئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں قدرت کا پیغمبر اکرمؐ سے خطاب ہے واستغفر لذنبك و للمؤمنين والمؤمنات۔ "اپنے لئے اور مومنین و مومنات کے لئے طلبِ مغفرت کرو۔" حضرت نوحؑ کی دُعا ہے رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمؤمنین والمومنات۔ "پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔" حضرت ابراہیمؑ کی دُعا ہے: ربنا اغفرلی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ "اے ہمارے پالنے والے! جس دن اعمال کا حساب ہوگا، مجھے اور میرے ماں باپ اور تمام ایمان والوں کو بخش دے۔" حضرت موسیٰؑ کی دُعا ہے:۔ رب اغفر لی ولاخی وادخلنا فی رحمتك۔ "اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کرلے۔" اہلِ ایمان کی دعا ہے:۔ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ "اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سابق تھے، بخش دے۔"

دُعائے مغفرت میں اپنے کو مقدم کرنے میں شاید یہ رمز ہو کہ انسان خود اپنے لئے دعائے مغفرت کرلے تو پھر اسے دوسروں کے لئے دعائے مغفرت کرنا زیب دیتا ہے۔ اور جب خود دُعائے مغفرت سے اللہ کے عفو و درگزر کا مستحق ہو جائے تو پھر اوروں کے لئے دعا کرے گا تو زیادہ مؤثر و مستجاب ہوگی۔ یُوں سمجھیئے کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے سامنے عفو کی درخواست پیش کرے تو اُس وقت تک دوسروں کے حق میں اس کی سفارش مناسب نہ ہوگی جب تک وُہ خود اپنے لئے معافی نہ مانگ لے اور جب اپنے لئے معافی مانگ لے گا تو پھر دوسروں کے لئے اس کی درخواستِ عفو مناسب و برمحل ثابت ہوگی۔

ہیئتِ دُعا

دُعا باوضو تشہد کی حالت میں بیٹھ کر اور رُو بہ قبلہ ہو کر مانگے اس طرح کہ آواز نہ زیادہ بلند ہو اور نہ زیادہ آہستہ۔ البتہ اگر ریا و نمود کا اندیشہ ہو تو پھر بہتر ہے کہ چپکے چپکے سے دُعا کرے۔ دُعا میں اگر شرِّ نفس، وسوسۂ شیطان اور حملۂ دشمن سے پناہ مانگنا چاہے تو اپنے ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں قبلہ کی طرف اس طرح پھیلائے جس طرح تلوار، لاٹھی، پتھر وغیرہ کے وار کو روکا جاتا ہے اور طلبِ رزق و حاجت کے لئے دونوں ہتھیلیوں کو چہرے کے بالمقابل پھیلائے جس طرح ہاتھ پھیلا کر کوئی چیز طلب کی جاتی ہے اور تضرع و الحاح کے سلسلہ میں دُعا کرے تو اپنے ہاتھوں کو سر سے اُونچا لے جاکر پھیلائے۔ اور مصیبت و ابتلاء اور خوف و خطر کے موقع پر ہاتھ کی ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کرلے۔ یہ ایک طرح سے اس امر کا اظہار ہے کہ وُہ اپنے اعمال کے پیشِ نظر کسی چیز کے حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہے۔ اور جب دُعا ختم کرے، تو منہ، سینہ یا سر پر ہاتھ پھیرے کہ یہ اشرف اعضاء ہیں۔

شرائطِ قبولیتِ دُعار

شرائطِ قبولیتِ دُعا میں سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ لباس، غذا، جائے رہائش، ذریعہ معاش طیب و حلال ہو اور دل میں اطمینان و رجار کی کیفیت پیدا کرے۔ کیونکہ رجار دُعار کی محرک ہوتی ہے اور جب رجار کا پہلو کمزور ہوگا تو دُعا میں اعتماد، خلوص اور ولولہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ جو قبولیتِ دعار کا ضامن ہوتا ہے۔ اس لئے قبولیتِ دُعار پر وثوق رکھتے ہوئے خلوصِ نیت رقّتِ قلب اور تضرع و الحاح کے ساتھ بار بار دعار و التجا کرے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

واللہ لایلح عبد مومن علی اللہ تعالیٰ فی حاجۃ الّا قضاھا لہٗ

خدا کی قسم! جب بھی بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں الحاح و زاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو برلاتا ہے۔

دوسروں کے ساتھ مِل کر دُعا مانگنا بھی استجابت پر اثر انداز ہوتا ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی ایسا مرد صالح بھی ہو جس کی خاطر سب کی دعائیں قبول ہو جائیں۔ اور دوسروں کو اپنی دُعا میں شریک کرنا بھی استجابت دُعار کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے:۔

اذا دعا احدکم فلیعم فی الدعاء فانہ اوجب للدعاء۔

جب تم میں سے کوئی ایک دُعا کرے تو دوسروں کو بھی دعار میں شریک کرے تا کہ وُہ قبولیتِ دعار کا مستحق قرار پائے۔"

شروع اور ختمِ دُعار کے آداب

جب دعار کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کی ابتدار حمد و تقدیسِ الٰہی سے کرے۔ کیونکہ اس سے طلب کرنا ایک طرح سے اُس کے کرم و فیضان کا اعتراف کرنا ہے۔ اور کرم و بخشش کا اعتراف یہ چاہتا ہے کہ طلب و سوال سے پہلے زبان اس کی مدحت و ستائش میں کھلے اور تحمید و ثنار میں نغمہ ریز ہو۔ یہ تحمید و ستائش ایسے الفاظ میں ہونا چاہیئے جو اس کی پیش گاہ عظمت و جلال کے شایانِ شان ہو۔ اس لئے بہتر ہے کہ انہی الفاظ میں حمد و ستائش کرے جو معصومین سے مروی ہوں۔ چنانچہ کتاب علی سے یہ کلماتِ حمد منقول ہیں جنہیں دعا سے قبل پڑھنا چاہیئے:۔

یامن ھو اقرب الیّ من حبل الورید یافعالا لما یرید، یا من یحول بین المرء و قلبہ یا من ھو بالمنظر الاعلیٰ یامن لیس کمثلہ شیئ۔

اے وہ ذات جو شہ رگ سے بھی زیادہ مجھ سے نزدیک ہے؛ اے وُہ کہ جو وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اے کہ وُہ کہ جو آدمی اور اُس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔ اے وہ کہ جو بلند و بالا شان والا ہے، اے وُہ کہ جس کی کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔"

حمد کے بعد اس کی نعمتوں اور احسانوں کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرے تاکہ لئن شکرتم لازیدنکم۔ "اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں یقیناً تمہیں زیادہ دوں گا" کی بنار پر اسے زیادہ سے زیادہ نعمتیں حاصل ہوں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اُن کی آلِ اطہار پر درود بھیجے تا کہ اس درود کی قبولیت کے ضمن میں دُعا بھی قبول ہو جائے پھر اپنے گناہوں

کا اعتراف کرے تا کہ احتساب نفس کا جذبہ پیدا ہو۔ پھر توبہ و استغفار کرے تا کہ گناہوں کی کثافت مانع قبولیت نہ ہونے پائے۔ پھر واضح الفاظ میں اپنی حاجت طلب کرے اور آخر میں درود پڑھے بلکہ وسط میں بھی درود پڑھے۔

ذریعہ و توسل

تمام امیدوں کا مرکز اور تمام آرزوؤں کا منتہیٰ اللہ سبحانہٗ کی ذات ہے اور اسی سے تمام حاجتیں اور ضرورتیں وابستہ کی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ کسی کو مستقل طور پر حاجت روا سمجھ کر پکارنا صحیح نہیں ہے اور نہ آئین اسلام میں اس کی گنجائش ہے کہ دعا میں کسی دوسری ہستی کو پکار کر اسے اللہ تعالیٰ کے صفات میں شریک ٹھہرایا جائے مگر ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عمل دخل کا عقیدہ رکھتے ہوئے کسی کو پکارنا اور مدد چاہنا شرک نہیں ہے اور نہ ان ہستیوں کو کہ جنہیں مشیت کا ہاتھ سفارش کے لئے چن چکا ہے۔ وسیلہ قرار دینا شرک سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ شرک تو اس صورت میں ہوتا ہے جب انہی کو حاجت روائی کے لئے کافی سمجھ لیا جاتا اور مشیتِ باری کی ضرورت نہ سمجھی جاتی۔ اور پھر انہیں وسیلہ قرار دینا، تو ایک طرح سے اللہ کی عظمت کا اعتراف اور اپنی کوتاہ دستی کا اقرار ہے اس طرح کہ اپنے کو براہ راست پیش گاہ سلطانی میں عرض معروض کرنے کا اہل نہ سمجھتے ہوئے اُن ہستیوں کو وسیلہ قرار دے رہا ہے جو وسیلہ بن سکتے ہیں اور جن کے نفوس قویہ ظاہری رابطۂ حیات کے قطع ہونے کے بعد بھی عالمِ اسباب سے بے تعلق نہیں ہوتے۔ چنانچہ اسی بقائے ربط و تعلق کی وجہ سے ان کی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے اور ان کے عتبات و مشاہد میں استجابتِ دعا کے اثرات ظہور میں آتے ہیں۔ تو جو شخص عمل و اعتقاد کے ذریعہ اُن سے علاقہ روحانی پیدا کر لیتا ہے وہ اس کے لئے استجابتِ دعا کا وسیلہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے سماعہ سے فرمایا کہ حاجت طلب کرنے سے پہلے یہ کلماتِ توسل پڑھو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو جلد قبول کرے۔

اللّٰھم انّی اسئلک بحق محمّدؐ وعلیؑ فان لھما عندک شاناً من الشان وقدراً من القدر فبحق ذلک الشان و بحق ذٰلک القدر ان تصلّی علی محمّدؐ واٰلِ محمّدؐ	اے اللہ میں تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور علی صلوات اللہ علیہ کا واسطہ دیتا ہوں کیونکہ ان کی تیرے نزدیک بڑی قدر و منزلت ہے۔ لہذا اسی قدر و منزلت کے پیش نظر تو محمدؐ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما۔"

اور حضرت سید الساجدین علیہ السلام ایک دعا میں اس طرح توسل فرماتے ہیں:۔

اللّٰھم فانّی اتقرب الیک بالمحمّدیۃ الرفیعۃ والعلویۃ البیضاء و اتوجہ الیک بھما ان تعیذنی من شرّ کذا وکذا۔	اے میرے معبود! محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی منزلت بلند پایہ اور علی علیہ السلام کے مرتبۂ روشن و درخشاں کے واسطہ سے تجھ سے تقرب کا خواستگار ہوں اور ان دونوں کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوں تا کہ مجھے تو اُن چیزوں کی برائی سے پناہ دے جن سے پناہ مانگی جاتی ہے"

ادعیہ واذکار میں عدد کی رعایت

بعض اوراد و اذکار کے اوائل یا اواخر میں یہ وارد ہوتا ہے کہ اتنی مرتبہ درود پڑھو یا اتنی دفعہ فلاں سورۃ پڑھو تو اس موقع پر عدد کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور اسے گھٹانا بڑھانا نہ چاہیئے۔ کیونکہ اس مقام پر اس کے نتائج واثرات کو اس کے عدد سے وابستہ کیا گیا ہے جو کم وبیش کرنے کی صورت میں مرتب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ صاحب ریاض السالکین نے سید ابن طاؤس الحسینی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ادعیہ واذکار میں عدد کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے ورنہ مطلوبہ فوائد اس سے حاصل نہ ہو سکیں گے۔ اسے یوں سمجھنا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص کہ جس کی راست بیانی پر مکمل اعتماد و وثوق ہو اور وہ یہ کہے کہ فلاں مقام سے دس گز کے فاصلہ پر ایک خزانہ مدفون ہے اگر اُسے کھودو گے تو وہ خزانہ تمہیں دست یاب ہوگا، تو اب کوئی شخص دس گز کے فاصلہ سے آگے یا اس فاصلہ سے پیچھے کھودے گا تو وُہ خزانہ اس کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ بعینہ یہی صورت اذکار و ادعیہ کی ہے کہ ان سے مطلوبہ فوائد اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں جب ان میں عدد کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ لہٰذا گفتگو یا دوسرے کاموں میں مشغول ہوئے بغیر اس عدد کو تمام کرنا چاہیئے اور اگر دورانِ ذکر میں کلام کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو پھر اسے از سرِ نو شمار کرے۔

اوقاتِ دُعا

صحیفہ کاملہ یا دوسری کتب ادعیہ میں جو دعائیں اوقات و ایام سے وابستہ ہیں جیسے روزِ عرفہ، عید فطر، عید الاضحیٰ اور نمازِ شب کے بعد کی دعائیں، انہیں ان کے معینہ اوقات میں پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہی لمحات ان کے لئے مناسب اور قبولیت سے قریب تر ہوتے ہیں۔ اور جو دعائیں دن اور وقت کی پابند نہیں ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور دُعا مانگنا چاہے تو حسبِ ذیل اوقات استجابت کے لحاظ سے بہتر ہیں:۔ سحر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک، زوالِ آفتاب کے وقت، صبح، ظہر اور مغرب کی نماز کے بعد، نمازِ وتر میں، شب ہائے قدر میں، جمعہ کے دن خطبہ اور نماز کے درمیانی وقفہ میں، جمعہ کے دن جب کہ سورج آدھا ڈوب چکا ہو، اذان اور اقامت کے درمیانی وقفہ میں، تلاوتِ قرآن کے موقع پر، بارش کے برسنے اور ہواؤں کے چلنے کے وقت اور علی الخصوص نصف شب کے بعد کہ وُہ دُعا کا بہترین وقت ہے ؎

دلا بسوز کہ سوزِ تو کارہا بکند   دُعائے نیم شبی دفع صد بلا بکند

چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام رات کے ایک حصہ میں اٹھے اور ستاروں پر نظر کرنے کے بعد نوف ابن فضالہ بکالی سے فرمایا:۔

یا نوف ان داؤد علیہ السلام قام فی مثل ھذہ الساعۃ من اللیل فقال انھا ساعۃ لا یدعو فیھا عبد الا استجیب لہ الا ان یکون عشارا او عریفا او شرطیا او صاحب عرطبۃ او صاحب کوبۃ۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اُٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دُعا مانگے مستجاب ہوگی سوائے اس کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا یا کسی ظالم حکومت کی پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔"

مقامات قبولیتِ دُعا

جس طرح اوقات وساعات اور ازمنہ وایّام کو قبولیتِ دُعا میں دخل ہے۔ اس طرح محل و مقام بھی قبولیتِ دعا پر اثرانداز ہوتے ہیں اور وہاں پر دُعا جلد مستجاب ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل کے مقامات استجابتِ دُعا کے لئے مخصوص ہیں۔ مسجد الحرام، عرفات، مشعر الحرام مکہ، مسجد نبویؐ، مسجد کوفہ، مزاراتِ ائمۂ اہل بیت علیہم السلام اور علی الخصوص روضہ سیدالشہداء حسین ابن علی علیہ السّلام کہ اس کے متعلق وارد ہُوا ہے کہ الاجابۃ تحت قبتہٖ: ان کے گنبد مزار کے نیچے دعائیں قبول ہوتی ہیں:۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

دُعائے مکارم الاخلاق کی جامعیت

حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الخالق العباد الباسط الرزق والصلوٰۃ علیٰ رسولہ المبعوث لیتمم مکارم الاخلاق وآلہ الشموس الطالعۃ علی الآفاق مادامت الجیاد تجری علی الاعراق۔

انسانی زندگی کو انسانیت کے بلند ترین اوصاف سے معمور بنانا خالق انسان کا اہم مقصد ہے۔ جس کے لئے انبیاء مبعوث ہوئے، کتابیں نازل ہوئیں اور شریعتیں مقرر ہوئیں۔ انہی بلند انسانی اوصاف کا نام "مکارم الاخلاق" ہے اور مکارم الاخلاق کی تکمیل کرنا ہی سلسلۂ انبیاء اور نظام ہدایت و تشریع کا ماحصل ہے، اسی لئے اس سلسلہ کی فرد اکمل و رسولِ خاتمؐ نے اعلان فرمایا:۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ بلند ترین اخلاق انسانی کی عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔ اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک آپ خود اس کا مکمل ترین نمونہ نہ ہوتے۔ اس لئے آپ خود اس کمال بشری کے درجہ پر فائز بنا کر بھیجے گئے جس کو حضرت احدیت کی جانب سے سند عطا ہوئی کہ انک لعلیٰ خلق عظیم اور انہیں اخلاق کا بہترین نمونہ آنحضرتؐ نے اپنے بعد اپنے اہل بیت طاہرین علیہم السلام کو چھوڑا۔ ان کی سیرت زندگی کا ہر گوشہ اخلاقی کمالات کے جواہر سے آراستہ تھا۔ لیکن اس کے دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے کے لئے بڑی چشم بینا کی ضرورت ہے اور اگر ہم سمجھ بھی لیتے تو ہمیں ان کے اظہار کے لئے مناسب لفظیں ملنا دشوار تھیں۔ مگر ان میں کی ایک فردِ کامل، شہیدؑ کربلا کے فرزند حضرت امام زین العابدین، سید الساجدین علی بن الحسین علیہ وعلیٰ آبائہ وابنائہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اخلاقی کمالات کے تصور کو الفاظ کے قالب میں ڈھال کر دعاؤں کی شکل میں خلقِ خدا کی تعلیم کے لئے محفوظ کر دیا۔ ان دعاؤں کا مجموعہ: "زبورِ آلِ محمدؐ" معروف بہ "صحیفۂ کاملہ یا صحیفۂ سجادیہ" شائع اور متداول ہے۔ ان دعاؤں میں سے ایک خاص دُعا۔ الدعاء فی مکارم الاخلاق و مرضی الافعال ہے۔ جس میں آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض و معروض کے سلسلہ میں اپنے خالق سے اعمال خیر سے اتصاف اور بُرے اعمال سے بچنے کی توفیق مانگتے ہوئے تفصیل کے ساتھ تمام اُن باتوں کا ذکر فرما دیا ہے جن سے ایک انسان کو متصف ہونا چاہیئے اور تمام ان اوصاف کو بھی بیان فرما دیا ہے جن سے ایک انسان کو خالی ہونا چاہیئے جہاں تک غور کیا جاتا ہے انسانی کمالات تین شعبوں میں منقسم ہیں۔ اعتقادؔ، قولؔ اور عملؔ۔ پہلے کا تعلق دل سے، دُوسرے کا زبان سے، تیسرے کا اعضاء و جوارح سے ہے۔ اسی

وجہ سے ایمان بھی تین ہی اجزا سے مرکب ہے۔ تصدیق بالجنان واقرار باللسان وعمل بالارکان۔ اس لئے انسانی فضائل جن سے متصف ہونا چاہیئے اور انسانی رذائل جن سے خالی ہونا چاہیئے۔ وہ بھی تین ہی قسمیں رکھتے ہیں۔ فضائل متعلقہ بقلب، رذائل متعلقہ بقلب، فضائل متعلقہ بلسان، رذائل متعلقہ بلسان، فضائل متعلقہ بجوارح، رذائل متعلقہ بجوارح۔

اس دعا میں امام علیہ السلام نے ان میں سے ہر قسم کے فضائل ورذائل کو انتہائی اختصار کے باوجود اتنی تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جس کی توقع ایک مبسوط کتاب ہی سے کی جاسکتی تھی۔

ذیل میں ایک خاکہ ان تمام فضائل ورذائل کا جو اس دعا میں مذکور ہیں درج کیا جاتا ہے:۔

(۱) **فضائل متعلقہ بقلب**:۔ ایمان، یقین، حسن نیت، احساس عبودیت، احساس تواضع، محبت خلق، اہل صلاح پر اعتماد، اطمینان، خیر خواہی، قدر شناسی، نرمی، اکتساب فضائل میں رغبت، اپنی نیکیوں کو کم سمجھنا، برائیوں کو زیادہ سمجھنا، ذکر، تفکر، پرہیزگاری، علم باعمل، محبت خدا۔

(۲) **رذائل متعلقہ بقلب**:۔ غرور، خود بینی، ناز بے جا، شک، بغض، حسد، بدگمانی، خوشامدانہ محبت، خوف خلق، عیب جوئی، گمراہی، آرزوئے بے محل، فریفتگی، غفلت۔

(۳) **فضائل متعلقہ بلسان**:۔ حسن ذکر، شکر نعمت، اشاعت احسان، عیب پوشی، حق گوئی، بارگاہ الٰہی میں دعا، تضرع وزاری، حمد پروردگار، شکر الٰہی، نطق ہدایت۔

(۴) **رذائل متعلقہ بلسان**:۔ احسان جتانا، غیبت کرنا، عیب لگانا، غیر خدا سے مدد مانگنا، غیر کے سامنے گڑگڑانا، فحش، بیہودہ لفظ، سب وشتم، جھوٹی گواہی، غیر خدا کو اس کا شریک سمجھ کر پکارنا، جو کچھ دے اس کی تعریف جو نہ دے اس کی مذمت۔

(۵) **فضائل متعلقہ بجوارح**:۔ حسن عمل، فردا کی جواب دہی کا سامان، غرض خلقت میں صرف اوقات، لوگوں کے ساتھ بھلائی، اطاعت خدا، رشتہ داروں سے نیکی، ان کی امداد، حسن معاشرت، ظالموں پر غلبہ، اصلاح کرنے والے کی فرمانبرداری اور ہدایت کرنے والے کی پیروی، محروم کرنے والوں پر بخشش، قطع رحم کرنے والوں کے ساتھ صلۂ رحم، انصاف، الگ رہنے والوں کو ملانا، باہمی عداوتوں کو دفع کرنا، جھک کر ملنا، نیک عادتیں اختیار کرنا، فضیلت کی طرف بڑھنے میں سبقت، داد دہش، برمحل صرف، اتفاق واتحاد کو قائم رکھنا، بدعت والوں کو چھوڑنا، سیدھے راستے پر چلنا، میانہ روی، حق کی طرف رہنمائی، مال کے صرف کرنے میں نیکی کرنا، عبادت، زہد، علم کے مطابق عمل، روزی کی طلب میں اعتدال۔

(۶) **رذائل متعلقہ بجوارح**:۔ کجروی، شیطان کی اطاعت، معیوب عادتیں، رشتہ داروں کے حقوق میں کوتاہی ساتھ رہنے والوں کو دھکیلنا، برادران ایمانی سے قطع تعلقات، قطع رحم، بے جا غصہ سے کام لینا، عبادت میں کسل، جو لوگ خدا سے الگ ہوگئے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا، اللہ والے لوگوں سے جدا ہونا، غیر خدا کے سامنے جھکنا، ظلم، سرکشی، مال دنیا کی ہوس، فضول خرچی، کسب مال میں مصروف ہوکر عبادت سے غفلت۔

اس فہرست کو اگر دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضخیم کتاب الاخلاق کی فہرست، مگر ان تمام ابواب کو امام علیہ السلام

نے چند صفحوں کی دعاؤں میں اتنی بے نظیر متانت، جامعیت اور بلاغت کے ساتھ ادا فرمایا ہے جس کی نظیر ملنا غیر ممکن ہے۔

پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ ان تمام اچھے اخلاق سے اتصاف اور اُن برے اوصاف سے علیحدگی کو بطور دعا اللہ سُبحانہٗ سے طلب کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر تائید الٰہی شامل حال نہ ہو تو تنہا انسان اس مرحلے کو آخر تک طے کرنے سے عاجز ہے۔

بے شک ابتدائی منزلِ ذوق وشوق میں قدم زنی کرنا انسان کا خود اختیاری فرض ہے۔ لیکن جب وہ کو لگاتا ہے تو پھر خود لطفِ الٰہی اس کی اصلاحِ حال اور تائید و تسدید کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے (والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا) اسی حقیقت کو اس مناجات میں دُعا کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ مادیت کا دور دورہ ہے خلقِ خدا کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹانے کے لئے آلِ محمدؐ کے بصیرت افروز کلمات بہترین نسخہ کیمیا ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو باتیں دل سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں وہ دلوں پر اثر کرکے رہتی ہیں۔ ہم اگر اپنے لفظوں سے ان باتوں کو ظاہر کرنا بھی چاہیں تو ان کا قارئین کے دلوں تک پہنچنا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے کہ نہ دل میں درد ہو اور نہ سوز جگر اور نہ ذوقِ طلب اور نہ شوقِ قبول تو پھر تاثیر کیسے ہو۔

یہ خوش قسمتی ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک بہترین ذریعہ موجود ہے اور وہ آلِ رسولؐ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ اگر پڑھنے والے اور سننے والے میں کچھ بھی صلاحیتِ قبول ہے تو ممکن نہیں کہ یہ درد و سوز اور ذوق وشوق سے بھرے ہوئے کلمات اثر ڈال کر نہ رہیں۔

مُبارک ہوں گے وُہ جو معصومؑ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو اپنے اوراد و وظائف میں داخل کریں ان کے معانی پر غور کریں اور اُن سے صحیح فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ والسّلام!

صحیفۂ سجّادیہؑ کی بے مثال عظمت

پر

علمائے مصر کے محققانہ تبصرے

از جناب سید العلما مدّظلہ

تعصب اور تنگ نظری کو جانے دیا جائے اور خوش اعتقادی سے بھی کوئی واسطہ نہ رکھا جائے، صرف تاریخ اور درایت کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ امر بالکل حقیقت ثابتہ معلوم ہوگا کہ رسولُ اللہؐ کی روایات اور آپؐ کی سیرت کے بہت سے خصوصیات اور آپؐ کے ذاتی کمالات کے بہت سے نقوش آپ کی تربیت کردہ اولاد اور ذریت طاہرہ کے ساتھ وابستہ تھے۔

اور ضرورت تھی کہ رسولؐ اللہ کے بعد کسی رسمی عہدہ اور منصب کی حیثیت سے نہ سہی لیکن شریعتِ اسلام اور احکام دین نیز اسرارِ وحدانیت و رسالت کی تعلیمی حیثیت کا جہاں تک تعلق ہے ان حضرات کے اقوال و افعال کو پوری اہمیت دی جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ عام مسلمان فرقہ وارانہ تنگ نظری کا اس طرح شکار ہوئے کہ انہوں نے اہلِ بیتِ رسولؐ سے اجنبیت اختیار کرلی۔ اور چاہے برائے نام اُن سے عقیدت کا اظہار بھی قائم رکھا ہو لیکن عملی طور پر ان کے افادات و اقوال سے بالکل کنارہ کشی کرلی اور آلِ محمدؐ گویا صرف شیعوں کے رسولؐ کے اہل بیت بن گئے۔

عام اسلام کی بہبودی کے لحاظ سے یہ صورتِ حال نہایت افسوس ناک تھی۔ لیکن شکر ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکزِ علم و شریعت، مصر آج اپنی علمی ترقیوں کے ساتھ اس جاہلانہ تنگ نظری سے آزاد ہو رہا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے علاّمہ شیخ محمد عبدہٗ نے جو "مفتی دیارِ مصریہ" کا درجہ رکھتے تھے۔ نہج البلاغہ کو جو امیرالمؤمنینؑ کے کلام کا مجموعہ ہے اپنے عالمانہ حواشی اور پُر زور مقدمہ کے ساتھ اپنے اہتمام سے مصر میں شائع کرایا جس کے بعد متعدد بار اس کی اشاعت ہو چکی اور مصر کے علمی و ادبی حلقہ میں اس کی اہمیت مسلم ہو گئی ہے۔

اب اس طرف دو برس سے مصر کے بلند پایہ علمی حلقوں میں "صحیفۂ سجّادیہ" کو ایک عجیب حیرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ چنانچہ آپ کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ یہ جلیل المرتبت کتاب جو کچھ کم تیرہ سو برس سے دنیائے اسلام میں موجود ہے اور سینکڑوں کتب خانوں میں محفوظ ہے اور متعدد بار چھپ بھی گئی ہے، مصر میں ایک بالکل نئی چیز سمجھی گئی۔ وہاں کے بڑے بڑے علماء اور پروفیسروں نے اس پر بسوط مقالے لکھے اور وہ مصر کے رسالوں میں شائع ہوئے نیز آپ کے ہندوستان کے واحد عربی رسالہ "الرضوان" میں بھی درج ہوئے۔

(۱)

پہلا مضمون استاد فیلسوف طنطاوی جوہری کا ہے جس کا عنوان ہے " ادعیة علی زین العابدین وماذا یستفید منها المسلمون "۔ حضرت زین العابدین علی بن الحسینؑ کی دعائیں اور ان سے مسلمانوں کو کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ؟ یہ مسلسل چند مقالات کا مجموعہ ہے جو رسالہ " ہدی الاسلام " مصر کی متعدد اشاعتوں میں شائع ہوئے ہیں اور مکمل صورت سے " الرضوان " میں درج ہوئے ہیں۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں ۔

جامع ازہر کے نوجوان ہندوستانی طالب علم سید مجتبیٰ حسن نے مجھے ایک کتاب سے مطلع کیا۔ جس میں کچھ دعائیں، کچھ مناجاتیں، حضرت زین العابدین کی طرف منسوب موجود ہیں ۔ میں نے اس کتاب کو غور سے دیکھا، اور ان کے مندرجات پر گہری نظر ڈالی تو مجھ پر ایک ہیبت طاری ہو گئی اور ان دعاؤں کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی ۔ اور میں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے ! کیونکہ مسلمان اب تک اس ذخیرہ سے ناواقف رہے ۔ اور کس طرح وہ صدیوں تک خواب غفلت میں مبتلا رہے اور انہیں احساس نہ ہوا کہ اتنا بڑا علمی ذخیرہ خدا نے اُن کے لئے مہیا کر رکھا ہے اگر وہ ان خزانوں کو کھول کر دیکھیں اور ان اسرار و رموز پر مطلع ہوں تو سمجھیں کہ سنّی اور شیعہ فرقے دونوں خواہ مخواہ کے لئے افتراق باہمی میں مبتلا ہیں اور باہمی عداوت کے نشہ میں سرشار ہیں۔

اس کتاب میں دو قسم کی دعائیں ہیں ۔ ایک سلبی (یعنی بری باتوں سے دُور ہونے کی تعلیم) دوسرے اثباتی (یعنی اچھی باتوں سے متصف ہونے کی تلقین، دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیئے کہ یہ دعائیں ایک عجیب رمز و اشارہ کی صورت سے قرار دی گئی ہیں۔ جن دعاؤں میں ندامت اور پشیمانی اور تضرع و زاری اور مصائب کا دفیعہ اور مظالم سے نجات اور بیماریوں سے شفا کا ذکر ہے ۔ وہ زیادہ تر کتاب کے ابتدائی حصّہ میں ہیں اور جن دعاؤں میں خدا کے عظمت و جلال کا اظہار ہے اور اس کی صنعت اور عجائب قدرت کا تذکرہ ہے وہ زیادہ تر کتاب کے آخر میں ہیں۔

کیا ایک عجیب بات نہیں ہے ؟ کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ حضرات بہت سے اسرار و رموز اور علوم و معارف کی طرف اشارہ کر رہے تھے جن سے مسلمان بالکل غافل اور بے خبر ہو گئے ہیں ۔

حقیقتہً انسانی افراد کے حالات بھی دو ہی صورتوں پر منقسم ہیں ایک تخلی عن الرذائل (بُری باتوں سے علیحدگی)، دوسرے تحلّی بالفضائل (اچھے اوصاف سے آراستگی) اور اس کے ساتھ بلند مرتبہ علوم و معارف کی تحصیل جس سے نفس ناطقہ انسانی کی تکمیل ہو۔

ہم ان دونوں قسموں کی تشریح کریں گے ۔ پھر اسلامی اقوام کے لئے اس کے علمی نتائج جو برآمد ہوتے ہیں پیش کریں گے ۔

(پہلی قسم) اس میں یہ دُعا ہے جو امام زین العابدینؑ مناجات میں پڑھتے تھے ۔ اس کو امین الاسلام فضل بن حسنؒ طبرسی نے اپنی کتاب " عدة السفر و عمدة الحضر " میں بھی درج کیا ہے ۔

" خداوندا اکثر میری آنکھیں خواب آلودہ ہو گئیں اُس وقت جب تیری نمازوں کا وقت تھا، تو میری حالت سے

واقف ہے اور ایک محدود زمانہ تک چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ افسوس ہے ان آنکھوں کے حال پر، یہ کیونکر صبر کریں گی اس وقت جب ان پر عذاب کیا جائے گا۔ خداوندا اکثر میرے پاؤں تیری اطاعت کے راستوں سے الگ گامزن ہوئے۔ تو اس پر مطلع ہے اور محدود زمانہ تک چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ افسوس ہے ان پیروں کے حال پر یہ کیونکر صبر کریں گے جب ان پر عذاب ہوگا۔ خداوندا! بہت ایسا ہُوا کہ میں نے ایسی باتوں کا ارتکاب کیا جن میں میرے نفسانی اغراض شریک تھے تو اس پر مطلع ہُوا۔ افسوس! یہ میرا جسم کیونکر صبر کرے گا جب اس پر عذاب ہوگا۔ خداوندا! کاش میں اپنی ماں کے بطن سے پیدا نہ ہُوا ہوتا۔ خداوندا کاش! درندے پہاڑوں پر میرے ٹکڑے کر ڈالتے اور مجھے بحیثیت مجرم تیرے سامنے کھڑا نہ ہونا ہوتا۔ خداوندا! کاش میرے پر پرواز ہوتے کہ تیرے خوف و ہیبت سے فضا میں پرواز کرتا۔ خداوندا افسوس میرے حال پر، اگر آتش جہنم میں میری منزل ہو۔ خداوندا! افسوس در افسوس مجھ پر، اگر جہنم کے زہریلے پھلوں سے مجھے کھانا نصیب ہو۔ خداوندا افسوس میرے حال پر، اگر قطران (تارکول) کا میرا لباس ہو۔ خداوندا! افسوس در افسوس میرے حال پر، اگر آب گرم میرے پینے کے لئے ملے۔ خداوندا! افسوس در افسوس میرے حال پر اگر میں تیرے سامنے آؤں اس حال میں کہ تُو مجھ سے ناراض ہو۔ اس صورت میں کون ہے جو تجھ کو مجھ سے رضامند بنائے یا کون سے وہ اچھے اعمال میرے ہوں گے جن کے سبب سے میں تیرے سامنے سر اٹھاؤں اور جن کا تذکرہ اپنی زبان پر لاؤں۔ کچھ نہیں سوائے اس اُمید کے جو تیرے کرم سے ہے کیونکہ تیری رحمت تیرے غضب سے آگے ہے اور تُو نے کہا ہے کہ میرے بندوں کو بتلا دیں کہ میں بڑا بخشنے والا اور ترس کھانے والا ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بہت سخت عذاب ہوگا۔ بالکل سچ کہا تُو نے اے میرے مالک۔ تیرے غضب کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی سوائے تیرے ہی حلم کے اور تیرے عذاب سے کوئی چیز پناہ نہیں دے سکتی سوائے تیری رحمت کے اور تجھ سے کوئی چیز بھی نہیں مل سکتی سوائے تیری ہی بارگاہ میں گڑگڑاہٹ کے۔ اچھا پھر میں تیرے سامنے کھڑا ہوں بالکل ذلیل، بے قدر، شکستہ حال اور بے سر و سامان۔ اگر تو مجھے معاف کر دے تو کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ ہمیشہ ہی سے تیری رحمت میرے شاملِ حال رہی اور تُو نے صحت و سلامتی کا لباس مجھ کو پہنائے رکھا۔ اور اگر تو مجھے سزا دے تو اس کا مستحق ہوں اور وہ تیری عدالت کا نتیجہ ہوگا۔ خداوندا! مگر میں تیرے ہی پوشیدہ اوصاف اور تیرے ہی اس کمال ذات کا جو حجاب راز میں مضمر ہے، واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے اس بیتاب نفس اور اس مضطرب جسم اور اس نازک جلد اور ان کمزور ہڈیوں پر رحم کرنا۔ یہ میرا جسم جو اس تیرے آفتاب کی حرارت کو برداشت نہیں کر سکتا، تیری آگ کو کیسے برداشت کرے گا۔ اور جو تیرے بادل کی گرج کی آواز سے تھرا اٹھتا ہے تیرے غضب کی آواز کو کیسے سن سکتا ہے۔ معافی، معافی، معافی؛ بے شک گناہوں نے مجھے دھوکا دیا،

تیری نعمتوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیرے رکھا مگر میں نے تیرا شکریہ بہت کم ادا کیا۔ میرے اعمال انتہائی کمزور ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جس پر میں بھروسہ کروں سوائے تیری رحمت کے اے سب رحیموں سے زیادہ رحیم۔

اس دعا میں جن قرآنی آیات کی طرف اشارہ ہے

دیکھو امام علیہ السلام اس دعا میں آنکھوں کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کے گناہوں کا، پیروں کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان کے جرائم کا، جسم کا اور اس کے عذاب کا جو روزِ قیامت ہوگا، اور اس جسم کی کمزوری کا اس عذاب کے تحمل سے، پھر اپنی خجالت کا اظہار خدا کی بارگاہ میں اور اس سلسلہ میں جہنم اور وہاں کا زہریلا کھانا اور وہاں کا مخصوص لباس، اور اس سب سے بڑھ کر خدا کی ناراضگی اور بندہ کی بے بسی اور سب سے آخر میں یہ کہ صرف خدا کی رحمت پر تکیہ ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

اس دعا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہترین مواعظ مضمر ہیں جن سے شیعہ سنی سب ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طرح کی دعاؤں کو حقیقۃً تعلیمی سبق سمجھنا چاہیئے جو موعظہ و ہدایت کی خاطر مسلمانوں کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ ورنہ درحقیقت یہ مقدس ذاتیں ہرگز گناہوں سے اس طرح آلودہ نہ تھیں۔ لیکن چونکہ بارگاہِ الٰہی میں ان کا تقرب زیادہ تھا۔ اس لئے انہیں خدا کا خوف بھی سخت تھا۔ (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء) خدا سے ڈرتے وہی زیادہ ہیں جنہیں خدا کی معرفت زیادہ ہوتی ہے۔" اور چونکہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے لئے مثال پیش کی اور یہی وہ طریقہ ہے جو دنیا کی ہدایت کے لئے بہترین صورت پر کامیاب ہو سکتا ہے۔

(دوسری قسم) یعنی فضائل کے ساتھ آراستگی اور علوم و کمال کی تحصیل کی "اہمیت"۔ اس میں آپ کی یہ دُعا ہے جو ۲۴ ماہِ رمضان کو آپ پڑھتے تھے۔

"اے سفیدۂ سحری کو ظاہر کرنے والے اور رات کو آرام و سکون کا ذریعہ بنانے والے اور آفتاب و ماہتاب کو مقررحساب کے ساتھ چلانے والے۔ اے عزت کے مالک! اے بخشش و کرم اور قوت و طاقت اور فضل و احسان اور جلال و بزرگی کے سرمایہ دار! اے اللہ! اے رحم والے خدا! اے ایک اکیلے یگانہ! اے امن و اطمینان کے دینے والے! اے نگرانی و نگہداشت کرنے والے! اے اللہ، اے ظاہر! اے اللہ، اے باطن! اے اللہ، اے زندہ رہنے والے! سوائے تیرے کوئی معبود برحق نہیں۔ اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ! تیرے لئے ہیں بہترین نام۔ اور بلند ترین مثالیں اور بزرگی اور تمام نعمتیں، رحمت نازل کر محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور مجھے نہ قرار دے ان لوگوں میں سے کہ جب وہ صحیح و سالم ہوں تو غافل ہو جائیں اور جب بیمار ہوں تو تجھ سے خوف کریں۔ جب مالدار ہوں تو فریبِ دنیا کا شکار ہیں اور جب فقیر ہوں تو تجھ سے لَو لگائیں۔ جب بیمار ہوں تو گناہوں سے توبہ کریں اور جب اچھے ہوں تو پھر گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ نہ اُن لوگوں میں سے قرار دے کہ جو اچھے آدمیوں کی محبت کا دعویٰ تو رکھتے ہوں مگر اُن کے سے اعمال نہ کرتے ہوں اور بُرے آدمیوں سے نفرت کا اظہار تو کرتے ہوں مگر خود اپنے افعال کے لحاظ سے اُن ہی بُرے آدمیوں میں داخل ہوں جو اپنے دوسرے بھائیوں کی بُرائی تو ظاہر کرتے ہوں اور خود اپنی برائیوں پر پردہ ڈالتے ہوں۔ خداوندا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت اور پرہیزگاری اور عفت اور بے نیازی کا ان چیزوں سے جنہیں تو نے حرام قرار دیا ہے اور عمل کا تیری اطاعت کے ساتھ ان باتوں میں

جو تیری پسندیدہ ہیں۔ پروردگار! میرے چہرے کو آتشِ جہنم سے موڑ دے۔ خداوندا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! اے ایک، اے اکیلے، اے مالک، اے وہ کہ جس کے اولاد نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اس کا کوئی مدمقابل ہے۔ اے جلالت و بزرگی کے مالک! اے حاجتوں کے پورا کرنے والے، اے تکلیفوں کے دور کرنے والے۔ اے خواہشوں کے عطا کرنے والے۔ اے اہم مصیبتوں میں مدد کرنے والے، میری مدد کر اُس مہم میں جو مجھے درپیش ہے، میرے قرضوں کو ادا کرا دے۔ اور میرے دل میں پاکیزگی پیدا کر دے اور میرے اعمال میں اضافہ کر دے اور میرے لئے آتشِ جہنم سے آزادی کی دستاویز لکھ دے اور عذاب سے امان کی سند اور صراط پر سے گزرنے کا پروانہ اور جنت میں حصہ پانے کا فرمان لکھ کر دے دے اور مجھ کو حق و صداقت کے احاطہ میں داخل کر اور محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی رفاقت نصیب کر جنت کے باغوں میں اور ہمیشہ رہنے والی مسرت میں۔ اے جلالت و بزرگی کے مالک خداوندا! درود بھیج محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور میری دُعا کو قبول کر اور میری تضرع و زاری پر رحم اور اپنی بارگاہ سے میری اُمید کو قطع نہ کر۔ اے فریادرسِ بے کساں میری فریاد کو پہنچ۔ اے ایمان لانے والے کے پناہ دہندہ! مجھے پناہ دے۔ اے نیکوکار اشخاص کے مددگار! میری امداد کر، اے توبہ کرنے والوں کے دوست، میری توبہ قبول کر۔ اے تہی دستوں کو رزق دینے والے! مجھے رزق عطا کر۔ اے دردمندوں کی تکلیف کو دُور کرنے والے! میری تکلیف کو دُور کر۔ اے مضبوط طاقت و قوت کے مالک! محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت نازل کر اور میرے دل کو اپنے دین اور اپنی اطاعت پر مضبوطی سے قائم رکھ۔ یہاں تک کہ میں تیرے سامنے آؤں تو مجھ سے راضی ہو غضبناک نہ ہو، تو ہی احسان اور بخشش کا مالک ہے۔ پروردگار! ہم کو دنیا میں نعمت عطا کر، اور ہم کو اپنی رحمت کے ساتھ آتشِ جہنم سے بچا دے اے سب رحیموں سے زیادہ رحیم۔!

جو شخص اس دُعا میں غور کرے اس کو حسب ذیل باتیں نظر آئینگی

(۱) شروع میں سفیدۂ سحری کی نمود اور رات کے آرام و سکون اور آفتاب و ماہتاب کے حساب کے ساتھ چلنے کا تذکرہ ہے۔ یہ تمام آیاتِ قرآنی کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) اس کے بعد اوصافِ الٰہی کا ذکر ہے۔ عزت، بخشش، فضل، نعمت، رحمت اس کے ساتھ وحدانیت، فردانیت وغیرہ مخصوص اوصاف کا ذکر ہے۔ یہ کہہ کر اس میں تعمیم پیدا کر دی گئی ہے کہ تمام بہترین نام اسی کے لئے ہیں۔ (۳) آخر میں ہدایت اور تقویٰ اور دل کی پاکیزگی کا تذکرہ ہے۔ امامؑ نے اس دعا میں ایک راستہ دکھلایا ہے جو توضیح کا مستحق ہے اور ہم تمام مسلمانوں کو اس کی جانب توجہ دلاتے ہیں۔

اس دُعا سے جو سبق حاصل ہوتا ہے

تمام مسلمانوں کو بلاتفریق میں مخاطب کرتا ہوں۔ دیکھو یہ بلند مرتبہ بزرگوار نبوت کے خاندان کے محترم فرد زین العابدینؑ تم سے کیا کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے دلوں کو پاک کرو اور گناہوں سے ان کی حفاظت کرو۔ یہی نہیں بلکہ اس عالم کی مخلوقات اور اس وسیع دنیائے کائنات کو غور سے دیکھو۔ وُہ آفتاب ہے جو حساب کے ساتھ چل رہا ہے اور ماہتاب ہے جو اپنی

منزلوں میں سیر کرتا ہے۔ اس سے آپ سورۃ انعام کی ان آیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ مذکور ہے کہ انہوں نے آسمان اور زمین کی نشانیوں کا مشاہدہ کیا تاکہ یقین کے درجہ پر فائز ہوں۔ پھر اسی سورۃ میں یہ ہے کہ خدا نے دانہ کو شگافتہ کیا اور گٹھلی سے درخت کو نمایاں کیا۔ وہ ذی حیات کو غیر ذی حیات سے اور غیر ذی حیات کو ذی حیات سے ظاہر کرتا ہے۔ یہ ہے اللہ کی قدرت تم کہاں اِدھر اُدھر پھر رہے ہو۔ وہ سفیدیٔ سحری کو ظاہر کرنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون و اطمینان کا وقت قرار دیا ہے۔ اور آفتاب و ماہتاب کو حساب کے ساتھ چلایا ہے۔ یہ اقتدار و حکمت رکھنے والے خدا کی قرارداد ہے۔ اسی نے تمہارے لئے ستاروں کو مقرر کیا ہے کہ تم ان کے ذریعہ سے راستہ حاصل کرو خشکی اور تری میں۔ یہ تمام نشانیاں تفصیل سے پیش کی ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم سے کام لیں۔

اس دعا کے متکلم امام علیہ السلام نے سورۃ انعام کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ بھی اسی کتاب (صحیفۂ کاملہ) کی بعض دعاؤں میں کیا ہے۔ جہاں آپ نے خدا کے اوصاف میں یہ بتلایا ہے کہ وہ نور اور ظلمت کا خالق ہے اور آفتاب و ماہتاب بھی اسی نے پیدا کئے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ اجرامِ سماویہ خدا نہیں ہیں جیسا کہ جناب ابراہیمؑ کے زمانہ میں صابئیہ کا خیال تھا۔ اور یہ کہ خود نُور و ظلمت بھی خدا نہیں۔ جیسا کہ ایران کے ملک میں مانوی جماعت کا عقیدہ ہے۔

اللہ اکبر! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بیتؑ رسولؐ کس منزل پہ تھے، اور تمام مسلمان کس منزل پر ہیں۔ ان دعاؤں میں علمِ افلاک، حسابِ آفتاب و ماہتاب، جہازرانی وغیرہ کے طریقہ کی طرف اشارہ ہے جو بغیر کواکب کی حرکتوں کے دریافت کئے ہوئے نہیں حاصل ہو سکتا۔ آج یورپ کی ہر سلطنت میں اس کے لئے خاص درسگاہیں قائم ہیں مگر مسلمانانِ عالم اب تک ان علوم سے بالکل بے خبر رہے ہیں جن کی طرف اہل بیتؑ نے برابر اشارہ کیا ہے۔

چونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے متبعین اور اُن کے متبعین کے مخالف برابر اہل بیتؑ کے بارے میں جنگ و جدل کرتے رہیں گے۔ مگر خود ان حضرات کے دل میں یہ تھا کہ ہم مشترک اسلامی رُوح کے شائع کرنے کے لئے اور بندوں کو خدا کی معرفت سے قریب کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اس لئے انہوں نے اس طرح کے اشارات اپنے کلام میں ودیعت کر دیئے ہیں جن سے تمام صاحبانِ علم فائدہ اٹھائیں اور حکمار و مصلحین اِن کے ذریعہ سے ترقی کریں۔ وہ باتیں ایسی ہیں جو تمام خلق سے متعلق ہیں، اور ان میں کسی فرقہ سے خصوصیت نہیں ہے۔ اُنہوں نے پہلی قسم میں گناہوں کا ذکر کیا ہے اور قرآن میں جو عذاب مذکور ہوئے ہیں جیسے زقوم، قطران وغیرہ، ان کا ذکر کیا ہے اور دوسری قسم میں اُن عجائباتِ قدرت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن کا سورۃ انعام میں بھی تذکرہ ہے اور جن کی حقیقت بغیر علمِ فلکیات کے معلوم نہیں ہو سکتی اور علم فلکیات کے لئے حساب اور ہندسہ اور جبر و مقابلہ کی ضرورت ہے اسی طرح ان آیات میں جن کی طرف اُس دُعا میں اشارہ ہے نباتات کا ذکر کیا ہے۔ جس کے لئے علم النباتات اور علم زراعت کی ضرورت ہے، اور جنین کا بطنِ مادر میں تذکرہ ہے جس کے لئے علمِ تشریح اور علم الحیات (بیالوجی) ناگزیر ہے۔

گویا امامؑ کے پیش نظر تھا یہ عالم کہ دنیا میں دوسری قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ مگر سنی شیعہ آپس کے جھگڑوں ہی میں مصروف ہیں اور کس بارے میں؟ خود اہلِ بیتؑ کے بارے میں۔ حالانکہ اہل بیتؑ ان جھگڑوں سے الگ ہیں۔ کیا

آسمان اور اُس کے ستارے، کیا زمین اور اُس کی زراعتیں خدا کے مخلوقات میں داخل نہیں ہیں۔ کیا ان چیزوں میں غور و خوض کرنا خدا کی معرفت سے قریب نہیں کرے گا۔

مگر افسوس مسلمان غفلت میں ہیں۔ انہوں نے اسلامی ممالک میں ان علوم کو چھوڑ رکھا ہے اور صرف آپس کے جھگڑوں بکھیڑوں سے مطلب رکھا ہے۔ وہ بھی ایسے معاملات میں جن کا وقت گزر چکا ہے اور وہ نسلیں گزر چکی ہیں۔ یہ زمانہ وہ ہے جب مسلمانوں کے عقول میں ترقی ہو گئی ہے اور علم کی محبت ان کے دل میں پیدا ہو چکی ہے۔

(۲)

موازنہ حضرت نوحؑ کی آوازیں اور امام زین العابدین علیہ السّلام کی دعائیں

یہ شیخ طنطاوی جوہری کا دوسرا مضمون ہے :-

اے برادرانِ اسلام! میرا سلام قبول کرو۔ میں نے اپنے گزشتہ مقالہ میں امام زین العابدینؑ کی بعض دعاؤں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں نے بتلایا ہے کہ کس طرح آپ نے علم اور عمل دونوں پہلوؤں پر زور دیا ہے اور عالمِ کائنات کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اب ایک دعا اور پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے جو آپ تاریک راتوں میں پڑھتے تھے :-

" اے پروردگار! مجھے بخش دے۔ اے پروردگار! مجھ پر رحم کر۔ اے میرے مالک! میرے دل میں پاکیزگی پیدا کر۔ اے میرے مالک! مجھے ریاکاری سے علیحدہ رکھ۔ پروردگارا! تو نے رات کو ہماری راحت کا ذریعہ بنایا ہے اور دن کو ہمارے کسبِ معاش کا موقع قرار دیا ہے۔ تُو نے آفتاب و ماہتاب کو حساب کے ساتھ جاری کیا ہے۔ تُو عالموں کا انتظام کرنے والا ہے۔ تو نے آفتاب، ماہتاب اور ستاروں میں اپنے حسن صنعت کا مظاہرہ کیا ہے۔ تو نے ان تمام سیاروں کو اپنی مخلوق کے فائدہ کے لئے اپنے حکم کا پابند بنایا ہے۔ مجھ پر ایک نظر اپنی ڈال دے۔ ایسی نظر جو میرے دل کو ریاکاری، خود بینی، کینہ وری اور حسد کے جذبات سے خالی کر دے۔ اور جس سے مجھے تیرے عذاب کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔

اس دعا میں امامؑ نے ایک طرف تو تہذیب اخلاق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس سے نفس میں پاکیزگی پیدا ہو، دوسری طرف اس پاکیزگی نفس کی تکمیل پر زور دیا ہے۔ علم اور حکمت اور کائنات قدرت میں غور و خوض کے ساتھ حضرتؑ نے اپنی دعاؤں میں علم النفس اور علم الآفاق دونوں کو جمع کیا ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں وارد ہوا ہے، کہ ہم انسانوں کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں، آفاق آسمان و زمین اور خود اُن کے نفوس میں تاکہ ان کو حق کی معرفت ہو۔ " النفس " کے لفظ میں بہت سے علوم کی طرف اشارہ ہے جن میں سے ایک علم الاخلاق ہے۔ اور " آفاق " کے لفظ میں " علم الارض " نباتات، جبال، بحار اور فلکیات وغیرہ سب داخل ہیں۔

نوحؑ کی آواز اپنی قوم کے لئے

ہم دیکھتے ہیں نوحؑ کی آواز کو جو قرآن میں درج ہوئی ہے، نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! میں تمہیں خوف دلاتا ہوں خدا کی عبادت کرو اور تقوےٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔ خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے، اور تمہیں معینہ مدت تک زندہ رکھے۔ وہ خدا کی مقرر کردہ مدت جب پوری ہو جاتی ہے تو اس میں دیر نہیں ہوتی۔" پھر نوحؑ نے خدا سے اپنی قوم کی شکایت کی۔ کہا "میں نے اس قوم کو شب و روز دعوت دی۔ مگر میری دعوت پر وہ بھاگتے ہی رہے۔ میں نے جب ان کو دعوت دی تاکہ وہ اپنی مغفرت کا سامان کریں، تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور چادریں سروں پر ڈال لیں اور اپنے جرائم پر اصرار کیا اور پورے تکبر سے کام لیا۔ پھر میں نے اُن کو کھلم کھلا آواز دی اور بلند آواز سے اعلان کیا اور آہستہ سے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا کہ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ ابر کو تم پر پانی برسانے کے لئے بھیجتا ہے اور تم کو اموال اور اولاد کے ساتھ مدد پہنچاتا ہے۔ تمہارے لئے باغ قرار دیتا ہے اور نہریں جاری کرتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا کی عزت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اُسی نے تم کو مختلف صورتوں پر پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کیونکر خدا نے ساتوں آسمانوں کو طبق در طبق پیدا کیا ہے اور ماہتاب کو ان میں روشنی کے لئے قرار دیا ہے، اور آفتاب کو چراغ بنایا ہے اور خدا نے زمین سے تمہیں مثل نباتات کے باہر نکالا ہے، پھر تم کو اسی زمین میں واپس لے جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر باہر نکالے گا۔ اور خدا نے تمہارے لئے زمین کو فرش قرار دیا ہے تاکہ اس میں مختلف راہوں میں تم راستہ چلو۔" نوحؑ نے کہا کہ "پروردگارا! ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور اس شخص کا طرزِ عمل اختیار کیا جس کو اس کے مال و اولاد سے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور یہ لوگ بڑے مکر و فریب سے کام لیتے رہے۔"

اللہ اکبر! یہ حضرت نوحؑ کی دُعا قابلِ لحاظ ہے۔ کس قدر انفس و آفاق کے علوم اس میں مجتمع ہیں۔ بالکل اسی طرح امام زین العابدینؑ نے اپنی دُعا میں دونوں باتوں کو جمع کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ میرے نفس میں پاکیزگی عطا کر تاکہ اس میں بلندی پیدا ہو سکے۔ دوسری طرف آسمان و زمین کی خلقت اور خدا کی قدرت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ص۱۰۸، کتاب صحیفہ کاملہ میں ایک دُعا کے ذیل میں آپ کہتے ہیں:۔

"خداوندا! میرے لئے ایسا دل قرار دے جو تجھ سے ڈرتا رہے اس طرح گویا اس نے تجھے دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ تجھ سے ملاقات کرے۔ اے مالک آسمانوں کے اور تمام اُن چیزوں کے جو آسمان کے اندر ہیں۔ روشن ہوں خواہ تاریک۔ اے مالک کشادہ زمینوں کے اور تمام اُس مخلوق کے جو اُن زمینوں کے اندر ہے۔" اے مالک مضبوط بنیاد والے پہاڑوں کے؛ اے مالک چلنے والی ہواؤں کے۔ اے مالک اُن بادلوں کے جو زمین اور آسمان کے درمیان پیدا ہوتے ہیں۔ اے مالک ان ستاروں کے جو آسمان میں تیرے تابع فرمان ہیں خواہ پوشیدہ ہوں اور خواہ ظاہر۔ اے مخفی باتوں سے باخبر اور اے آوازوں کے سننے والے۔"

ص۱۱۳ میں ہے:۔

"خداوندا! میں تجھ سے مانگتا ہوں صاحبانِ علم کا خوف، اور عبادت کرنے والوں کا خشوع و خضوع اور خلوص رکھنے والوں کی عبادت اور خشوع رکھنے والوں کا اخلاصِ قلب، اور توکل رکھنے والوں کا یقین اور بزرگ مرتبہ لوگوں کی کامیابی اور ذکرِ الٰہی کرنے والوں کا غور و خوض۔"

یہ بالکل مطابق ہے اس آیت کے ساتھ کہ آسمان و زمین کی خلقت اور شب و روز کی آمد و رفت میں نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل کے لئے وُہ جو خدا کی یاد کرتے رہتے ہیں۔ اٹھتے اور بیٹھتے اور کروٹ کی حالت میں اور غور و خوض کرتے ہیں۔ آسمان و زمین کی خلقت میں۔ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار تُونے ان کو غلط طور پر نہیں پیدا کیا ہے۔ تیری ہستی پاک ہے ہم کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

حضرت کا یہ فقرہ کہ "ذکرِ الٰہی کرنے والوں کا غور و خوض۔" اسی آیت کا پتہ دیتا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدا کو یاد کرنے والا اگر اس کی مخلوقات میں غور و خوض نہ کرے تو وُہ جاہل رہے گا اور اُسے کوئی بصیرت حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہی بتلایا گیا ہے اس آیت میں کہ:-
"یہ لوگ قرآن میں غور و خوض کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟"

اور اس آیت میں کہ:-
"وہ لوگ جنہیں توریت کا حامل بنایا گیا پھر انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا۔ مثل گدھے کے ہیں جس کی پُشت پر کتابوں کا بار لدا ہُوا ہو۔ کیا بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جو خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور خدا جبری طور پر ظالمین کو راہِ راست پر نہیں لاتا ہے۔

طنطاوی کا شکوہ خدا کی بارگاہ میں

خداوندا! یہ تیری کتاب موجود ہے قرآن، اور یہ اہلِ بیت میں سے ایک بزرگ ہستی کے ارشادات ہیں۔ یہ دونوں کلام، وُہ آسمان سے نازل شدہ کلام، اور یہ اہلِ بیتؑ کے صدیقین میں سے ایک صدیق کی زبان سے نکلا ہوا کلام دونوں بالکل متفق ہیں۔ اب میں بلند آواز سے پکارتا ہوں ہندوستان میں اور تمام اسلامی ممالک میں اے فرزندانِ اسلام، اے اہلِ سنّت، اے اہلِ تشیع۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ تم قرآن اور اہلِ بیتؑ کے مواعظ سے سبق حاصل کرو۔ یہ دونوں تم کو بلا رہے ہیں اُن علوم کے حاصل کرنے کی طرف جن سے عجائبِ قدرت منکشف ہوتے ہیں اور خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پہلے ان علوم کو حاصل کرو۔ انہی کے حاصل کرنے کا تمہیں قرآن اور پیشوایانِ مذہب کے ارشادات میں حکم ملا ہے۔ جب تم ان میں کامل ہو جانا تو پھر دوسرے امور کی طرف متوجّہ ہونا۔
تفرقہ انگیز مباحث سے باز آؤ اور ان ہدایات پر عمل کرو۔ ان علوم سے استفادہ کرو اور سُورج کے نیچے زمین کے اُوپر اپنے زندہ رہنے کا سامان کرو۔

(طنطاوی جوہری مصری)

(۳)

امام زین العابدینؑ کی دعاؤں سے میرے تاثرات

یہ استاد محمد کامل حسین کا مضمون ہے جو "جامعہ مصریہ" میں پروفیسر ہیں اور کتاب "الادب فی مصر الاسلامیہ" اور "مؤید بن ابی حفصہ" کے مصنف ہیں۔ یہ مضمون آپ کا گذشتہ سال "الرضوان" کے جمادی الثانیہ ورجب کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔

تمہارا کیا خیال ہے کہ فرزدق نے امام زین العابدینؑ کی تعریف کا حق ادا کر دیا اپنے ان شعروں میں جن کا مضمون یہ ہے کہ:۔

"یہ وہ ہیں جن کے پیروں کی چاپ کو سرزمین مکہ پہچانے ہوئے ہے اور خانۂ کعبہ اور اس کے حل وحرم سب ان سے واقف ہیں۔ یہ اس ہستی کے فرزند ہیں جو خلق خدا میں سب سے بہتر تھی۔ یہ متقی، پاکیزہ، پاک اور مشہور روزگار ہیں۔"

ہرگز نہیں۔ بخدا فرزدق اپنے ان شعروں میں ایک شمہ بھی نظم نہیں کر سکا ہے۔ بلکہ مجھے تو ملتے ہی نہیں وہ الفاظ جو میرے دلی خیالات کا اظہار کر سکیں اور بتلا سکیں میرے تاثرات کو اس امامؑ کی عظمت کے بارے میں جس نے ایک طرف عرب قوم کے محاسن اخلاق اور اُن کے مذہبی کمالات کو حاصل کیا اور دوسری طرف ملکِ عجم کی سلطنت اور اس کی عزّت کے جوہر کا حامل ہُوا۔

اس صورت میں کوئی بے جا نہیں کہ ان کو "ابن الخیرتین" (دو منتخب قوموں کا فرزند) کہا جائے۔ کیونکہ آپ کے جدِ بزرگوار حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے بندوں میں سے دو ہی قوموں کو منتخب کیا ہے۔ عرب میں سے قبیلہ قریش اور غیر عرب میں سے فارس۔ اور بہت سے ایرانیوں نے اس حدیث کو اپنے لئے محل نازش میں پیش کیا ہے۔ مہیار دیلمی شاعر سیّد رضی (جامع نہج البلاغہ) کا شاگرد تھا۔ وہ اسی حدیث کو لیتا ہے اور پھر اپنی تعریف خود کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

(شعر جس کا مضمون یہ ہے)

"میں نے عزت و بزرگی بہترین باپ دادا سے حاصل کی اور دین کی عزّت بہترین نبیؐ سے حاصل کی۔ پس مجھے ہر حیثیت سے فخر کا موقع حاصل ہو گیا۔ عزّت خاندانی فارس کی اور دینی عزّت عرب کی۔"

یہ انتہائی فخر کی حد ہے جو ایک شاعر پیش کر رہا ہے۔ کون؟ مہیار دیلمی۔ جس کی دُنیاوی عزّت صرف اتنی ہے کہ وہ ملکِ فارس کا ایک مجوسی شخص تھا اور کسی شاہی خاندان سے بھی نہ تھا۔ پھر اپنے اُستاد سیّد رضی کے ہاتھ پر اسلام لایا تو دوسرے اسلام لانے والے غلاموں کا سا اُسے بھی درجہ حاصل ہو گیا۔ نہ اُس کا خاندانی کوئی امتیاز ہے نہ اسلام میں کوئی خاص درجہ۔ لیکن باوجود اس کے اپنی دو خصوصیتوں کے اجتماع پر فخر کرتا ہے کہ میں خاندانی حیثیت سے فارسی النسل ہوں

اور دینی حیثیت سے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دین کا پیرو۔ پھر اب میں کیا کہوں اُس ہستی کے بارے میں جس کا دادا خود مسلمانوں کا رسولؐ ہو اور نانا خود ملک فارس کا بادشاہ کسریٰ ہو۔ وہ کون زبان ہو سکتی ہے جو اس بزرگوار کی عزت و بزرگی کی حد بیان کر سکے۔ یہ ہستی امام زین العابدینؑ علی بن الحسینؑ کی ہے جن کے بارے میں فرزوق نے کہا ہے:۔
جب قبیلہ قریش کے لوگ ان کو دیکھ لیتے ہیں تو کہنے والے کہہ اٹھتے ہیں کہ بس اس شخص کی عزتوں پر عزت کی انتہا ہو جاتی ہے۔

بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ میں کہوں۔" ان کے عظیم اخلاق پر خُلق کی انتہا ہے۔ اُن کی خاندانی شرافت پر شرافت کی انتہا ہے۔ اور اگر زبان یارا دے اور مجھے الفاظ ملیں جن سے میں مطلب ادا کر سکوں تو پھر بھی میں یہ کہوں گا کہ یہ کم تر تعریف ہے جو امام سجادؑ اور اہلِ بیتؑ رسولؐ کے بارے میں کی جا سکتی ہے۔

ممکن ہے لوگوں کو تعجب ہو یہ دیکھ کر کہ ایک سُنّی مضمون نگار ائمہ شیعہ میں سے ایک امام کے بارے میں اس طرح کے خیالات ظاہر کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اگرچہ ایک ایسے شہر میں پیدا ہوا ہوں جسے سُنّی مذہب سمجھا جاتا ہے اور ایک ایسی جماعت میں جو امام شافعی وغیرہ کے مذہب کی پیرو ہے۔ لیکن میں نے اپنے سُنّی شہر کو اور اس کے تمام لوگوں میں ہر طبقہ اور جماعت کو یہ دیکھا ہے کہ وہ اہلِ بیت رسولؐ کی عزت کرتے ہیں۔ آئمہ شیعہ کی عظمت کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح شیعہ ہیں۔ (یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے) اور محمد بن ادریس شافعی خود ہی فرما گئے ہیں:۔

اے جانے والے ناقہ پر سوار! ذرا سرزمین مکہ پر منیٰ کے قریب ٹھہر اور جو جو اِدھر اُدھر لوگ ہیں سب سے پکار کر کہہ دے صبح کے وقت۔ اس وقت جب حاجیانِ کعبہ منیٰ کی سرزمین پر جمع ہوتے ہیں اتنی کثرت سے کہ جیسے بہتا ہوا موج زن دریا۔ ان سب سے کہہ دے کہ اگر آلِ رسولؐ کی دوستی کا نام رافضی ہو جانا ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔"

اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے کوئی فتنہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ خطرناک نہیں معلوم ہوتا، کہ شیعہ سنّی میں افتراق پیدا ہو جائے۔

ہم سب ایک دین کو مانتے ہیں جس کا نام ہے اسلام۔ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ سرورِ انبیاء اور خاتم المرسلینؐ ہیں۔ اور آپؐ کے اہلِ بیت طاہرین کو واجب الاحترام سمجھتے ہیں جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:۔ (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) جب تک ہم سب اس نقطہ پر قائم ہیں تو یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم سب کو ہم دست ہونا چاہیئے اور اس راستہ میں جہاد کرنا چاہیئے۔ اپنے دین کی حفاظت میں اور اس کو ترقی دینے میں اور اس مشترک نقطہ کی طرف سب کو دعوت دینا چاہیئے اور اس راستے میں جہاد کرنا چاہیئے۔ نہ یہ کہ اب ایسی اختلافی باتوں میں پڑیں جو تفرقہ انگیزی کا باعث ہیں۔ صرف ذاتی اغراض اور شخصی مفاد کی خاطر۔ اگر ہم حضرت علیؑ کے پیرو ہوتے کہ آپ نے دنیا کو طلاق دے دی اور اس کی آرائشوں پر کوئی توجہ نہ کی۔ اور اگر آپ کی طرح یہ کہتے ہوتے کہ

"اے دنیا! جا کسی اور کو فریب دینا" تو آج اسلام کی شان ہی دوسری ہوتی، اور مسلمانوں کو آج وہ عزّت حاصل ہوتی جس کے مثل کوئی عزّت ہو نہیں سکتی۔

لیکن دنیاوی خواہش اور ہوا و ہوس نے مسلمانوں کو اسلام کے بلند مقصد سے ہٹا دیا اور انہیں توحید و ایمان کی حقیقت سے دُور کر دیا جس کی وجہ سے اُن میں فرقہ بندیاں ہو گئیں اور مختلف جماعتیں قائم ہو گئیں جو آپس میں تصادم کرتی رہتی ہیں جس سے مسلمانوں کی عزّت ذلّت کے ساتھ بدل گئی۔ اور قوت حاصل ہونے کے بعد ان میں کمزوری پیدا ہو گئی۔

یہ سب میں نے لکھ ڈالا اس حالت میں کہ میرے سامنے ایک کتاب ہے جو حجم کے لحاظ سے تو چھوٹی ہے مگر قدر و قیمت میں بہت بڑی ہے۔ یہ سیدنا امام زین العابدینؑ کی بعض دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اور مجھے آرزو تھی کہ میں ان دعاؤں کی نسبت لکھتا اور بتلاتا کہ ان میں کتنی روشن دلیلیں موجود ہیں اس بات کی کہ زین العابدینؑ مثل دوسرے اہلِ بیت طاہرین کے بالکل رسول اللہؐ کی تعلیمی رُوح کے حامل اور عبادت و پرہیزگاری میں آپ کے تابع تھے۔ لیکن مجھے وہ الفاظ کہاں مل سکتے ہیں جو میرے تاثرات کو ظاہر کریں۔ اس وقت جب میں ان معجز نما کلمات کو پڑھتا جن کی تشریح میں زبان عاجز ہو کر ٹھہرتی اور عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اور قلم لرزہ بر اندام ہو کر رُک جاتا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر میں صرف اپنے عجز اور کوتاہ بیانی کا اعتراف ہی کر لینا اچھا سمجھتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ میں قلم اٹھاؤں اور پھر موضوع کے حق کو ادا نہ کر سکوں۔ کیونکہ میرا تاثر اور قلبی احساس حضرت سجادؑ کی دعاؤں کے پڑھنے کے موقع پر میری طاقتِ اظہار سے بالاتر ہے۔

لیکن مجھے ایک اور امر کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ وہ یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے انشا پرداز اور ادبا اور ادبی، مؤرخین قدیم شعراء اور نثر نگاروں کے آثار کے مطالعہ اور درس و تدریس کی طرف متوجہ ہیں اور انہوں نے نثر میں اس ہنرمندانہ طرزِ تحریر کو اختیار کیا ہے جسے انشا پردازوں نے مقرر کیا ہے اور اسے اس طرح آراستہ کیا ہے کہ وہ بالکل قدرتی اور فطری حسنِ ادا سے علیحدہ ہو گیا ہے اور انہوں نے اس میں رنگ برنگ علم بدیع و بیان کی زینتیں اور سجاوٹیں بھی بھر دی ہیں جو کسی طرح تکلف اور تصنّع سے خالی نہیں ہیں اور طبعی حُسن کے کسی طرح مطابق نہیں ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے ان دعاؤں کے ایسے ادبی آثار کو چھوڑ رکھا ہے جو عربی ادب کے معجزات میں شمار کرنے کے قابل ہیں۔ اس لئے کہ وہ دعائیں ایک پاکیزہ اور صاف نفس سے برآمد ہوئی ہیں اور وہ امامؑ کا نفس ہے۔ اور مخاطب بھی ایک پاک اور صاف نفس ہے، اور وہ خدائے بزرگ کی ذات ہے۔ اس لئے وہ حقیقۃً ایک قلبی احساس ہے جو خدا کی طرف سے اس کے بندہ کو عطا ہوا ہے اور جس کے ساتھ بندہ اپنے خدا کی جانب متوجہ ہوا۔ اس لئے ان مذہبی دعاؤں میں ایک بلند مثال ہے جذبۂ دینی کی وحی اور تقویٰ کی الہام اور زہد و تقویٰ کی آواز کی۔ ان میں ایک شیریں موسیقیت بھی ہے جو رُوح کو جذب کرتی ہے۔ کانوں کو اس سے لذّت حاصل ہوتی ہے اور دل اس کے جذّاب معانی اور وقیع الفاظ کے سننے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو رعب و جلال سے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ دیکھو امامؑ اپنے پروردگار کی تعریف کر رہے ہیں:۔

"ستائش ہے اس خدا کے لئے جو اپنی عظمت کے ساتھ دلوں پر جلوہ افگن ہے اور اپنی عزّت کے ساتھ آنکھوں

سے پوشیدہ ہے اور تمام چیزوں پر اپنی قدرت کے ساتھ قابو رکھتا ہے۔ پس نہ آنکھیں اس کے مشاہدہ کی تاب رکھتی ہیں اور نہ توہمات اس کی عظمت کی حقیقی حد تک پہنچ سکتے ہیں وہ عظمت اور بزرگی کے ساتھ جبروت کا مالک ہے اور عزت اور احسان اور جلالت کے ساتھ خلق پر مہربان ہے۔ حسن و جمال کے ساتھ نقائص سے مبرّا و منزہ ہے اور فخر و بلندی کے ساتھ بزرگی کی صفت کا مالک ہے۔

تم نے عربی کلام میں کبھی جادوانہ کیف اس کلام سے زیادہ بھی دیکھا ہے۔ اور کوئی کلام جو اپنے خوش نما الفاظ اور بڑے معانی کے ساتھ دل میں بیٹھ جائے اور نفسِ انسانی کو ان بلند مرتبوں تک پہنچائے جن میں صرف پاک و پاکیزہ اور ہوسِ دُنیا سے خالی اور صاف دل ہی پہنچ سکتے ہیں، اس کلام سے زیادہ سنا ہے ؟ یہ ہے دینی ادب جس سے دل چاشنی گیر اور لذّت اندوز ہوتے ہیں اور اس کی بلندی کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں کان اُن کو سنتے ہیں تو اس کے نغموں کے ساتھ مترنم ہو جاتے ہیں۔ اور عقل ان کے معانی پر غور کرتی ہے تو ایک دوسری فضا میں جو اس فضا کے علاوہ ہے، پرواز کرنے لگتی ہے۔

اس کے باوجود دُنیا بدیع الزمان اور حریری اور ابو نواس اور متنبی کی گرویدہ ہو رہی ہے۔ کہاں دینی ادب اور کہاں ان لوگوں کا ادب۔ لفظ و معنی دونوں حیثیتوں سے ان دونوں میں بڑا فرق ہے ، اور خود ادبی رنگ کے لحاظ سے بہت بڑا تفرقہ ہے۔ ادبا کو چاہیئے کہ وہ اس جلیل المرتبت ادبی سرمایہ کی طرف متوجہ ہوں۔ یقیناً ان کو اس میں بہت بڑا خزانہ دستیاب ہوگا جو اب تک زمین کے نیچے دفن ہے۔

(۴)

امام زین العابدین اور ان کا فلسفہ

(یہ احمد محمد جمعہ ابیوقی کا مضمون ہے جو کلیۂ شریعتِ اسلامیہ مصر کے افاضل میں سے ہیں :)

کیا کہنا اس ربانی امام اور روحانی پیشوا اور اخلاقی معلم کا جو افرادِ بشر کے نفوس اور اقوام و ملل کے دلوں کا حکمران ہے۔ اور انسانی نسلوں کی دست گیری و رہنمائی کرنے والا ہے تیرہ صدی اس طرف سے لے کر اس وقت تک کہ جب یہ دنیا فنا ہو۔

وہ ان کا ہاتھ تھامتا ہے اور انہیں حقیقی زندگی کے راستوں پر لے جاتا ہے اور زندگی کی تنگی اور اس کی کاوش بیجا سے ہٹاتا ہُوا انہیں اصلی زندگی کے معنی اور عمر کی قیمت اور زمانہ کی واقعی عزت کا سبق سمجھاتا ہے۔ وُہ جد و جہد اور انتھک کوشش اور عمل کے اصول کو قائم کرتا اور بے کاری اور کاہلی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ دیکھو وُہ خدا سے دعا ریں کہہ رہے ہیں :۔

"ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے اور ہمارے جسم کی بیکاری کے موقع کو بھی اپنی نعمتوں کے

شکریہ میں صرف کردے اور ہماری زبانوں کی گویائی کو اپنے احسان کی توصیف سے مخصوص بنا دے "۔

کتنا بلند ہے آپ کا درجہ اے امام! اور کتنا صاف ہے آپ کا دل، اور کتنا روشن ہے آپ کا ضمیر اور کتنی پاکیزہ ہے آپ کی نیت، اور کتنا بزرگ ہے آپ کا نظریہ، اور کتنا مبارک ہے آپ کا نقطۂ نگاہ۔

آپ نے سنا حیؐ و قائم خدا کی آواز اور خالق قدیم کے خطاب کو جو اُس نے اپنے حبیبؐ اور مقدس رسولؐ کے ساتھ کیا تھا۔

لیکن درحقیقت وُہ رسولؐ کے لباس میں تمام اقوام اور نسلوں کو مخاطب کر رہا تھا۔ آپ نے اس پر لبیک کہی اور اطاعت کی اور نزدیک پہنچ گئے۔ اور خدا کے قانون کے سامنے سرخم کر دیا۔ وُہ خدا کی آواز یہ ہے کہ :۔ " اے رسولؐ! کہہ دو کہ غور کرو کہ آسمان و زمین میں کیا کیا عجائب مضمر ہیں " یہ لوگ کیوں نہیں سیر کرتے اور نظر ڈالتے؟ یہ لوگ کیوں نہیں غور کرتے؟ آسمان و زمین کی خلقت اور شب و روز کی آمد و رفت میں اہلِ عقل کے لئے نشانیاں مضمر ہیں۔" کیوں نہیں یہ لوگ زمین میں سیر و سیاحت کرتے اور دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو اُن کے پہلے تھے۔ وُہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے اور انہوں نے زمین میں ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اور عمارتیں قائم کی تھیں اس سے زیادہ کہ جتنی انہوں نے عمارتیں بنائی ہیں اور پیغمبران کے پاس کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ آئے۔ خدا ہرگز ان پر ظلم نہیں کرتا لیکن وُہ لوگ تو خود اپنے اُوپر ظلم کرتے تھے "۔

اور رسولؐ کا قول کہ ایک ساعت فکر و غور کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے "۔ "خدا کے مخلوقات میں غور کرو اور خود خدا کی ذات میں فکر نہ کرو کیونکہ تم اس کے درجہ کی حد مقرر نہیں کر سکتے "۔

یہی تو آپ بھی کہہ رہے ہیں کہ " ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے "۔

آپ دُنیا کو آباد کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وُہ اپنی بے کاری کے اوقات کو بھی ایسی باتوں میں صرف کریں جن سے حقیقی کامیابی کی بنیاد قائم ہوتی اور واقعی عزت حاصل ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لئے نام باقی رہتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے کاری ہو ہی نہ اور تعطل پیدا ہی نہ ہو۔ اس وقت میں نہ خرابیاں ہوں گی نہ جرائم، کیونکہ عرب شاعر کا شعر ہے کہ :۔

" جوانی اور بے کاری اور دولت مندی یہی انسان کے خراب کرنے کے بڑے اسباب ہیں "۔

امامؑ اعلان کر رہے ہیں کہ جتنی خدا کی نعمتیں ہیں اور اس کی دی ہوئی طاقتیں ہیں اور اعضاء و جوارح ہیں سب کو ان ہی مقاصد میں صرف کیا جائے جن کے لئے وُہ خلق ہوئے ہیں تاکہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا ہو۔

یہی مطلب ہے آپ کے اس فقرہ کا کہ :۔

ہماری بے کاری کو بھی اپنی نعمت کے شکریہ میں صرف کر دے "۔

اس کے بعد آپ چاہتے ہیں کہ آپ خداوند عالم کے اس قول میں داخل ہوں کہ " کون اپنی بات کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہو سکتا ہے اس شخص سے جو خدا کی طرف دعوت دے اور اچھے اعمال کرے اور کہتا رہے کہ میں مسلمان ہوں "۔

آپ کہتے ہیں :۔

"خداوندا! ہم کو قرار دے اُن لوگوں میں سے جو تیری طرف دعوت دینے والے ہیں اور تیری طرف کا راستہ بتانے والے ہیں۔"

یہ پُرمغز جملے اور بیش بہا فقرے ہیں جن میں حسن و عظمت اور بلاغت و ایجاز کے تمام اوصاف مجتمع ہیں۔

"ستائش اللہ تعالیٰ کے لئے جو دلوں پر اپنی عظمت کے ساتھ جلوہ افگن ہے اور آنکھوں سے اپنی عزت کے ساتھ پنہاں ہے۔ نہ آنکھیں اس کے دیدار کی تاب رکھتی ہیں اور نہ انسانی عقلیں اس کی عظمت کی حد تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ عظمت و کبریائی کے ساتھ شان و جبروت کا مالک اور عزت و احسان و بزرگی کے ساتھ خلق پر مہربان اور حسن و جمال کے ساتھ نقائص سے منزہ و مبرّا اور فخر و کمال کے ساتھ شرف اور بزرگی کا سرمایہ دار اور بخشش و نعمت کے ساتھ تمام خلق کی اُمید گاہ ہے۔"

تصوف کے ساتھ بلاغت، تضرع و مناجات میں ادبیت، عبودیت کے مظاہرہ میں سحر آفرینی، بیان کے جوہر کے ساتھ عقلی مغز اور اس پر بدیع کی آرائشیں۔

شرک کے خلاف جنگ

آپ اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ اور مطمئن نفس کے بالکل مستحکم عقیدہ کے ساتھ شرک سے اور اس کے مواد سے اس کا دعویٰ کرنے والوں اور اس کی حمایت کرنے والوں سے سخت نفرت کرتے ہیں اور ازلی و ابدی وحدانیت کو خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں اپنے ان الفاظ میں :۔

"وہ خالق جس کا کوئی نظیر نہیں۔ وہ یکتا جس کا کوئی مثل نہیں۔ وہ بزرگی کا مالک جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ سردار و حاکم جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ خدا جس کا کوئی دوسرا نہیں۔ اور وہ پیدا کرنے والا جس کا کوئی شریک نہیں اور وہ رزق عطا کرنے والا جس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ سب سے پہلے اور لازوال ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے والا غیر فانی ہے وہ دائم و قائم ہے بغیر کسی زحمت اور مشقت کے۔ وہ باقی ہے بغیر کسی آخری حد کے۔ وہ صنعت آفرین ہے بغیر کسی پُشت پناہ کے۔ وہ پروردگار ہے بغیر کسی شریک کے۔ وہ خلق کرنے والا ہے بغیر کسی تکلیف کے۔ وہ کام کرنے والا ہے بغیر کسی عاجزی کے۔ اس کی کوئی حد نہیں مکان میں اور نہ کوئی انتہا ہے زمانہ میں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یوُنہی ہمیشہ ہمیشہ وہ خدا ہے زندہ، قائم، دائم، قدیم، قادر، علم و حکمت کا مالک، زبردست اور حلیم، جس چیز کو چاہے روکنے والا اور جس کام کو چاہے کرنے والا ہے۔ اس کے لئے ہے خلق اور اس کے لئے ہے حکم۔ تمام زمین اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور آسمان بھی اس کے دستِ تصرف میں لپٹے ہوئے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا اور بلند ہے ان خیالات سے جو مشرکین نے قائم کئے ہیں۔ (صحیفۂ خامسہ صفحہ ۲۱، ۲۲، مطبوعہ مطبع فیحاد مشق)

آپ دنیا کو وحدانیت کے معنی تبلا رہے ہیں اور اپنے نفس پر اعتماد اور اپنے ضمیر کی نگرانی کا درس دے رہے ہیں اور انسانی عقلوں کو ان کی گہری نیند سے بیدار کر رہے ہیں اور انہیں فلاح حقیقی کے ایک بڑے اصول پر متنبہ کر رہے ہیں۔ وہ بڑا ارکن جس پر اس زندگی کی عمارت قائم ہے اور اس کے لئے آپ بلند ترین مثال اپنے خالق کو پیش کر رہے

ہیں۔ کیونکہ وہ خلقت اور ایجادِ کائنات میں تنہا اور مستقل ہے۔

امام زین العابدینؑ جو پہلی صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں حریت اور عزت و استقلال کی آواز بلند کرتے ہیں۔ تاکہ اسے چودھویں صدی اور اس کے بعد کے تمام لوگ سنیں اور مادیت اور طبیعیت کی زنجیروں کو اتار کر پھینک دیں۔

ایک عام مذہب کی رَدّ

بہت سی جماعتیں مسلمانوں میں سے ایک شرمناک خیال اور کمزور مسلک پر متفق ہو گئی ہیں اور وُہ یہ ہے کہ انسان اپنے اقوال و افعال میں مجبور ہے اور خیر و شر اور تمام جرائم اس کے ہاتھوں زبردستی خدا کی جانب سے کرائے جاتے ہیں۔ وُہ اس کے لئے بہت کمزور دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان پر بدبختی اس طرح غالب ہوئی ہے کہ خدا کی ذات کی طرف جبر و قہر کی نسبت کو گوارا کر لیا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس تعلیم کے سایہ میں جرائم کا ارتکاب کریں اور اس کی ذمہ داری خدا پر عائد کریں۔

یہ ایسا مذہب ہے جو زمین کو فساد سے لبریز کرنے کا سبب ہے اور جو انتظام عالم کو برباد کر دینے کا ذریعہ ہے۔

امام زین العابدینؑ نے اپنے ان الفاظ میں اسی ملحدانہ خیال کی بنیادوں کو ملیامیٹ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"تمام کائنات اس بات کی معترف ہے کہ تو جس کو سزا دے اس پر ظلم نہیں کرتا اور گواہ ہے اس بات کی کہ جس کو تُو معاف کر دے وہ تیرا احسان ہے اور ہر شخص اقرار کرے گا اپنی نفس کی کوتاہی کا ان فرائض کے ادا کرنے میں جو تُو نے عائد کئے ہیں۔ اگر شیطان انہیں فریب نہ دیتا تیری اطاعت سے، تو کوئی تیری نافرمانی نہ کرتا۔ اور اگر باطل کو اُن کے سامنے حق کے لباس میں پیش نہ کرتا تو تیرے راستے سے کوئی گمراہ نہ ہوتا"

"تو مبارک ہے اس بات میں کہ تیری توصیف احسان ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے؛ اور بزرگ ہے تُو اس امر سے کہ تجھ سے اندیشہ ہو عدالت کے خلاف طریقہ کا۔ تجھ سے ظلم و جور کا اندیشہ نہیں ہو سکتا اس شخص پر جو تیری نافرمانی کرے، اور تجھ سے حق تلفی کا خوف نہیں ہو سکتا اس شخص کے بارے میں جو تیری اطاعت کرے۔"

"تُو بڑا احسان کرنے والا صاحب کرم ہے۔ اے وُہ جس کی عظمت کے عجائب ختم ہونے والے نہیں۔ ہم کو ملحدانہ خیالات سے اپنی عظمت کے پردوں میں چھپا کر بچا لے۔ اے وُہ جس کی سلطنت کی مدت ختم ہونے والی نہیں۔ اپنے غضب اور ناراضی سے ہمیں آزاد رکھ۔ اے وُہ جس کی رحمت کے خزانے ختم ہونے والے نہیں، اپنی رحمت میں ہمارا بھی حصّہ قرار دے۔ اے وُہ جس کے نظارہ کی آنکھوں کو تاب نہیں، اپنی بارگاہ سے ہم کو قریب کر لے۔ اے وہ جس کی عظمت کے سامنے تمام عظمتیں پست ہیں، ہمیں عزت عطا کر۔ اے وُہ جس کے سامنے باطنی راز کی خبریں بھی ظاہر ہیں اپنے سامنے ہم کو رُسوا نہ کرنا۔"
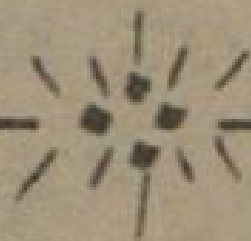
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلۂ دُعا

از حضرت سید العلماء مدظلہ

حقیقت یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں بندہ کا کسی سوال کو پیش کرنا ایک جرأت و جسارت کی حیثیت رکھتا ہے۔ دو وجہوں سے۔ ایک تو عرضِ حال اس سے کیا جاتا ہے جو حالات سے ناواقف ہو، اور خداوندِ عالم بندہ کے تمام حالات اور مقاصد سے واقف ہے۔ دُوسرے کسی بات کی خواہش اس سے کی جاتی ہے جو طرزِ عمل کے اختیار کرنے میں مشورہ اور رہنمائی کا محتاج ہو۔ لیکن جو خود ہی ہر امرِ خیر اور مصلحت کے انجام دینے کا ضامن ہو اور ہم پر مہربان بھی انتہا سے زیادہ ہو اُس کو کچھ کہنا کہ تو ہمارے لئے یہ کام انجام دے دے۔ ایک ناروا جسارت ہے —— مگر اس کو کیا کیا جائے کہ خود جناب باری عز اسمہٗ نے دُعا کرنے کا حکم دیا اور اُسے ایک عبادت قرار دیا اور ارشاد کیا کہ ادعونی استجب لکم (تم دُعا کرو تو میں قبول کروں گا۔) اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو افضلِ عبادات بنا یا۔ کہا گیا ہے "الدعاء مخ العبادۃ" یعنی دُعا مغزِ عبادت ہے۔

آخر اس کا راز کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ تمام نظامِ تشریع کا ماحصل خالق و مخلوق کے علاقہ کو پہچنوانا ہے۔ یعنی اُس کی بے نیازی اور اپنی نیازمندی —— اسی کا مقتضا ہے کہ بندہ ہر موقع پر اس سے طلبگارِ امداد و اعانت رہے۔ تمام عبادات کا ماحصل یہی ہے کہ بندہ کو احساسِ عبودیت پیدا ہو اور وہ خالق بے نیاز کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی کا اقرار کرے۔ اور دُعا اسی جذبۂ نیازمندی کا بہترین مظاہرہ ہے۔ بلکہ دُعا کے ذریعہ سے اسلام نے مادّی اغراض و مقاصد میں رُوحانیت کی جلا کا سامان کیا ہے۔ ظاہر میں کھانا پینا، لباس اور نکاح وغیرہ اس قسم کی مادّی خواہشیں خدا کی یاد کو دل سے دُور کرنے والی ہیں۔ مگر دُعا کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان ان خالص مادی خواہشوں کے لئے بھی خالق کو یاد کرتا ہے اور ممکن ہے کہ پہلے تو ازروئے مطلب برآری اس کو یاد کرے اور پھر یہ یاد ایک مستقل حیثیت اختیار کر لے۔ اور واقعی اس میں عبادت و اطاعت کا جذبہ پیدا کر دے۔ اسی لئے دُعا پر کوئی قید نہیں عائد کی گئی یہاں تک کہ نماز کی حالت میں بھی ایک مطلب کے لئے اگرچہ وہ خالص دنیوی ہو، شرط یہ ہے کہ امرِ نامشروع نہ ہو دُعا کی جاسکتی ہے اور وہ نماز میں مخل نہ ہوگی بلکہ اس کا

ایک جزو قرار پا جائے گی۔ رہ گیا یہ کہ دُعا کا فائدہ کیا جب کہ قضاؤ قدر نے ہر امر کو پہلے ہی سے طے کر دیا ہے اور اب کسی بات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی مگر یہ اعتراض اُن لوگوں پر ہو سکتا ہے جو "بدا" کے منکر ہیں اور خدا کو اپنے ازلی فیصلوں کی بنا پر مجبور خیال کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان ہی لوگوں کے خیال کو یہود کی زبانی نقل کر کے بڑی سختی سے اس کی رد کی ہے "قالت الیهود ید الله مغلولة غلت ایدیهم ولعنوا بما قالوا بل یداه مبسوطتان" یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں وہ اب کچھ نہیں کر سکتا۔ خود انہی کے ہاتھ بندھے ہیں اور یہ اپنے اس قول کی وجہ سے مستحق لعنت ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ ہر وقت کھلے ہوئے ہیں"

ازلی فیصلوں کی مجبوری تو جب عائد ہوتی کہ جب وہ فیصلے مطلق طور پر ہوتے۔ لیکن اگر اُن میں سے کچھ فیصلے مشروط طور پر ہوں کہ اگر انسان دُعا کرے گا تو ایسا ہو گا اور دُعا نہ کرے گا تو وَیسا ہو گا تو پھر دُعا کرنا بے کار نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور جب کہ اُس نے خود وعدہ کیا ہے کہ ادعونی استجب لکم دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ میں پکارنے والے کی آواز کو سنتا ہُوں جب وہ پکارے" تو اسی سے ہم سمجھتے ہیں کہ بہت سے فیصلوں میں ہماری دُعا کا لحاظ کیا گیا ہے اور اسی لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر ضرورت پر اُسے آواز دیں اور اس سے مدد طلب کریں۔ جہاں حکم حتمی ہمارے مطلب کے خلاف ہو گا وہاں ہماری دعا قبول ہو گی۔ لیکن جہاں ایسا نہ ہو گا اور ہماری دُعا کے لئے گنجائش رکھی ہو گی وہاں وُہ قبول ہو گی اور اس کا اثر ظاہر ہو گا۔ کوئی شک نہیں کہ جناب باری نے حکم دعا دینے کے ساتھ قبولیّت کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات ہم دُعا کرتے ہیں اور وُہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے بعض اشخاص شکایت کرنے لگتے ہیں اور اُن کے دل میں مختلف شکوک گزرتے ہیں حالانکہ دُعا جب نہیں قبول ہوتی تو اس کے کچھ خاص اسباب ہوتے ہیں۔ مجملاً یہاں اُن میں سے بعض امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے :۔

(۱) دُعا کی قبولیت کا وعدہ بطور کلیہ نہیں ہُوا ہے بلکہ اطلاق ہے جس کے ساتھ تقیید کی گنجائش ہے۔ تقیید خواہ لفظی ہو یا عقلی۔ ہم جہاں تک غور کرتے ہیں اس میں عقلی طور پر عمومیت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر ہر شخص کی دُعا ہر حال پوری ہُوا کرے تو کبھی اس میں تناقض یا تضاد بھی پیدا ہو جائے۔ مثلاً ایک ہی شے ایک کے لئے مطلوب ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے ناگوار۔ اب اگر دونوں دعا کریں، ایک اس امر کے ہونے کی اور ایک نہ ہونے کی، تو دونوں کی دعا کا پورا ہونا محال ہے کیونکہ دونوں کی خواہش کا حاصل ہونا تناقض کا باعث ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ایک کی دُعا قبول ہو اور دوسرے کی مسترد ہو جائے۔ ایک یہ بھی صورت ہوتی ہے کہ ایک ہی شخص دو وقتوں میں دو دعائیں مانگتا ہے جن میں ایک باعتبار اسباب واقعیہ کے دوسرے کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی اور حقیقتہً ان دونوں میں تنافی ہوتی ہے مگر یہ اس تنافی کو نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت میں یہ بات ممکن ہی نہیں ہو سکتی کہ ہر ایک کی دُعا ضرور قبول ہو۔ اس لئے عقلی طور پر استجابت دُعا میں یہ شرط قرار پاتی ہے کہ وہ دُعا قبول ہونے کے قابل ہو۔

(۲) دُعا صرف رسمی طور سے زبان پر کچھ الفاظ جاری ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے اپنے مطلب کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنا اس احساس کے ساتھ کہ ہم اس کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ احساس اگر بندہ کو پیدا ہو جائے تو پھر اس کے

خضوع وخشوع اور تضرع وزاری کا عالم ہی دوسرا ہوگا۔ زیادہ تر جو دعائیں ہوتی ہیں وہ اس جوہر سے خالی ہوتی ہیں وہ صرف بطور عادت رسمی حیثیت سے ہوتی ہیں ان میں حقیقتِ دُعا ہی کا وجود نہیں ہوتا، قبولیت کی منزل تو اس کے بعد ہے۔

(۳) دُعا کی قبولیت ایک خاص توجہ باری کا نتیجہ ہے۔ لیکن قرآن مجید میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اگر تم ہمیں یاد رکھو تو ہم تمہیں یاد رکھیں گے "فاذکرونی اذکرکم" بندہ کا خدا کو یاد رکھنا فرائض کو ادا کرنا ہے اور خدا کا بندہ کو یاد رکھنا رحمت کو متوجہ کرنا ہے۔ اکثر دُعا کرنے والے انسان دُعائیں مانگنے میں تو بڑے خدا پرست معلوم ہوتے ہیں مگر فرائض الٰہیہ کے احساس سے بالکل بیگانہ ہیں۔ اس صورت میں انہیں یہ استحقاق بھی نہیں کہ یہ خدا سے اپنی قبولیتِ دُعا کے طالب ہوں۔

(۴) حقوق اللہ سے زیادہ اللہ کی نظر میں حقوق الناس قابلِ لحاظ ہیں اور قدرت اکثر اپنے کمزور اور مایوس بندوں کا انتقام لیتی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ کب کسی بے کس نے ہمیں آواز دی اور ہم نے اس کی آواز کا جواب نہیں دیا۔ کب کسی نے فریاد کی اور ہم نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قدرت ہماری فریاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور ہماری دُعا قبول نہیں کرتی۔

(۵) اس نے ہمیں ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے قوائے عمل مرحمت فرمائے ہیں۔ اگر وہ ہر موقع پر دُعا کو قبول ہی کر لیا کرے تو قوائے عمل معطل ہو جائیں اور انسان ذرائع و اسباب سے کام لینے کے بجائے صرف بابِ استجابت کے کھٹکھٹانے پر اکتفا کرے۔ اسی لئے ایسا ہوا ہے کہ کسی نے معصومؑ سے خواہش کی کہ آپ میرے لئے دُعا کر دیجئے۔ اور حضرتؑ نے فرمایا میں دُعا نہیں کروں گا۔ جاؤ محنت مشقت کرو اور سعی و کوشش کو کام میں لاؤ۔ خدا برکت عطا فرمائے گا۔

(۶) وہ ہمارے مصالح کا نگران ہے۔ ہم نادانی سے اگر کوئی ایسا سوال کریں جسے ہم تو اپنے نزدیک بہتر اور مفید سمجھتے ہوں لیکن حقیقۃً وہ ہمارے لئے مضر اور تباہ کن ہو تو اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ ہماری دُعا کو مسترد کرے اور ہمارے لئے وہی کرے جو اس کے علم میں ہمارے لئے بہتر ہے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئًا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون "بہت ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ اصل یہ ہے کہ خدا تو ہر بات کا علم رکھتا ہے اور تم ہو ناسمجھ، نادان، کچھ نہیں جانتے" یہی وہ سبب ہے جسے دعائے افتتاح ماہِ رمضان میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب تُو دُعا کے قبول کرنے میں دیر کرتا ہے تو میں اپنی ناواقفیت سے تیرا شکوہ کرتا ہوں۔ حالانکہ بہت ممکن ہے کہ یہ دیر ہی میرے لئے بہتر ہو اس لئے کہ تُو ہر بات کے انجام سے واقف ہے۔"

انسان ہر چیز کے وقتی نتیجہ پر نظر ڈالتا ہے لیکن وہ جو انجام کار سے واقف ہے وہ اس کے مستقل اور دیرپا نتیجہ کا لحاظ کرتا ہے۔ اس لئے جو چیز وقتی طور پر مفید ہے لیکن مستقبل میں اس سے نقصان پہنچنے والا ہے اُسے انسان کے

لئے اختیار نہیں کیا جاتا۔ یہ عین اُس کا لطف و مہربانی ہے۔ جب کہ بندہ اس پر اظہار ناراضگی کرتا ہے، یہ اس کی نادانی ہے۔

(۷) کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ صلاح شخصی نظامِ عالم کے لئے نقصان رساں ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر چہ وُہ اس بندے کے لئے انفرادی طور پر بہتر بھی ہو لیکن خالق کی طرف سے اس دُعا کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ بحیثیت حکیم مطلق کے نظامِ عام کی تکمیل کا ذمہ دار ہے اور اس کا ارادہ اس شے سے متعلق ہی نہیں ہو سکتا کہ جو نظامِ عالم کے لئے مضر ہو بلکہ اکثر محققین کے نزدیک تو ارادۂ الٰہیہ نام ہی ہے علم بالنظام کا۔ اور اس لئے اس کا ارادہ وہی ہو گا جو نظامِ عالم کے لئے بہتر سے بہتر صورت ممکن ہو۔ اور اسی بنار پر کہا گیا ہے کہ لیس فی الامکان اصلح ممّا کان۔ یہ شبہ کہ "اگر ایسا ہوتا تو وہ چیزیں یا وُہ اشخاص پیدا نہ ہوتے جو شرِ محض ہیں جیسے ابلیس، نمرود، فرعون وغیرہ"، درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وجود ذاتاً خیر ہے وہ شر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب وجود شر نہیں تو ایجادِ شر کہاں ہو سکتا ہے۔ بے شک وجود کے بعد یہ ذاتی اختیار کی خرابی ہے کہ اُسے بُرے کاموں میں صرف کیا جائے۔ اس سے خالق پر کوئی الزام نہیں عائد ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص خود اپنے لحاظ سے شر ہو مگر نظامِ عالم کے لحاظ سے وُہ شر نہ قرار پا سکے، مثلاً ابلیس، اس نے لاکھوں برس تک اطاعتِ پروردگار کی۔ اتنی طولانی اطاعت کہ جن ہوتے ہُوئے صفِ ملائکہ میں جگہ پائی۔ اس کے بعد وہ سجدہ نہ کرنے سے مردودِ بارگاہ ہو گیا اور اس کے بعد سے وہ برابر معاصی کا ارتکاب کر رہا ہے اور دوسروں سے ارتکاب کراتا ہے۔ یقینی بحالت موجودہ وہ ایک شر ہستی ہے کیونکہ اس نے اپنی پچھلی طاعتوں کو بعد کے کفر و معصیت سے مٹا دیا اور وہ طاعتیں اس کے لئے مراد مند نہ رہیں مگر نظامِ عالم میں تو اس کی وہ اطاعتیں بھی داخل ہیں جو اس کے پہلے ہو چکی ہیں اور طولِ زمانہ کے لحاظ سے جہاں تک اندازہ کیا جاتا ہے اُس کے مقابلہ میں یہ بعد کی مدت بہت کم ہے۔ نظامِ عالم میں جب اس کے وجود کا درجہ دیکھا جائے گا تو ان تمام اچھے کاموں کو بھی پیشِ نظر رکھنا پڑے گا جو اس کے ہاتھوں ہو چکے ہیں، اور اس لحاظ سے ایجاد اس کا شر نہ قرار پا سکے گا۔ اسی طرح بہت سے ایسے آدمی جنہوں نے عمر بھر اچھے کام کئے اور بعد کو گمراہ اور مردودِ بارگاہ ہو گئے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص شر ہو باعتبار اپنی ذات کے لیکن سلسلۂ نظام میں وُہ جزو ہو بہت سی خیر ہستیوں کا۔ اس کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں ایسے کافر، مشرک یا منافق جن کی اولاد میں بہت سے مومنین اور صلحار پیدا ہُوئے۔ کوئی شک نہیں کہ وُہ اشخاص خود اپنی جگہ بہت بُرے تھے۔ مگر نظامِ عالم کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے اُس پورے سلسلہ کو دیکھنا پڑے گا۔ جس کے اجزاءِ وجود میں وہ قرار پاتے ہیں۔ اور اس کو دیکھتے ہوئے یہ شر قرار نہ پا سکیں گے۔

تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص اپنے لحاظ سے شر ہو لیکن شر ہوتے ہوئے بھی وُہ نظامِ عالم کی تکمیل کا جزو بنے، مثلاً شیطان! کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی ذات اور اپنے افعال کے لحاظ سے خراب ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ نظامِ عالم کا اصل ماحصل خلائق کا اپنے امکانی حدود میں انتہائی ترقّی کے نقطہ تک پہنچنا ہے۔ اور سلسلۂ ارتقاء میں انسان آخری کڑی ہے اور اس کا نقطۂ ارتقاء تک پہنچنا اپنی قوتِ اختیار کے بہترین استعمال پر ہے،

اور قوت اختیار کی آزمائش اور اس کی جلا ہمیشہ تصادم اور تضاد پر موقوف ہے۔ اگر متصادم طاقتیں نہیں ہوتیں تو طائتعب میں جمود اور تعطل پیدا ہو جاتا ہے اور کم از کم اس کے جوہر کھلتے نہیں۔
اور اس بنار پر انسانیت کے تصادم کے لئے شیطنت کی ضرورت ہے۔ اسی شیطانیت سے مقابلہ کر کے انسانیت معراجِ کمال پر پہنچتی ہے، اور اس لئے شیطان اپنی جگہ پر بہت بُرا ہے۔ مگر نظامِ عالم میں اس کے وجود کی ضرورت تھی۔ تاکہ انسانیت معراجِ کمال پر پہنچ سکے۔ اور اسی طرح سمجھ لیجئے اس کو کہ فرعون بہت بُرا تھا۔ مگر موسویت کی تجلی کے لئے فرعون کی ضرورت۔ اور نمرود بہت بُرا مگر ابراہیمیتؑ کی شعلہ افروزی کے لئے نمرود کی ضرورت۔ اور یزید بہت بُرا مگر حسینیت کے اظہار کے لئے یزید کی ضرورت تھی۔ ان میں سے ہر ایک ہستی اپنے مقام اور اپنے کردار کے لحاظ سے بہت بری۔ لیکن قدرت کو اس کے پیدا کرنے کی ضرورت تھی تاکہ وُہ اپنے اختیار سے بُرے افعال کا ارتکاب کر کے انسانیت کی خود اختیاری ترقی اور اس کے معراجِ کامیابی پر پہنچنے کے نظام کی تکمیل کرے۔ مگر انسان ضعیف البنیان نظام کی ان گہری مصلحتوں کو کیا سمجھے —— !
اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ہر اپنی خواہش کو اور جسے وُہ بہتر سمجھتا ہے اُس کی خدا سے تکمیل کرائے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ اور ایسا ہو تو پھر خالق و مخلوق کے علم و حکمت میں فرق ہی کیا رہے؟ یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ دعائیں مسترد ہو جاتی ہیں، اور نہیں قبول ہوتیں۔

پڑھ کر کھلا صحیفۂ سجادیہ یہ راز
ممکن نہیں خُدائی میں تمثیلِ اہلبیت
قرآں کی طرح یہ بھی قمر بیمثال ہے.
اللہ رے فصاحتِ انجیلِ اہلبیت
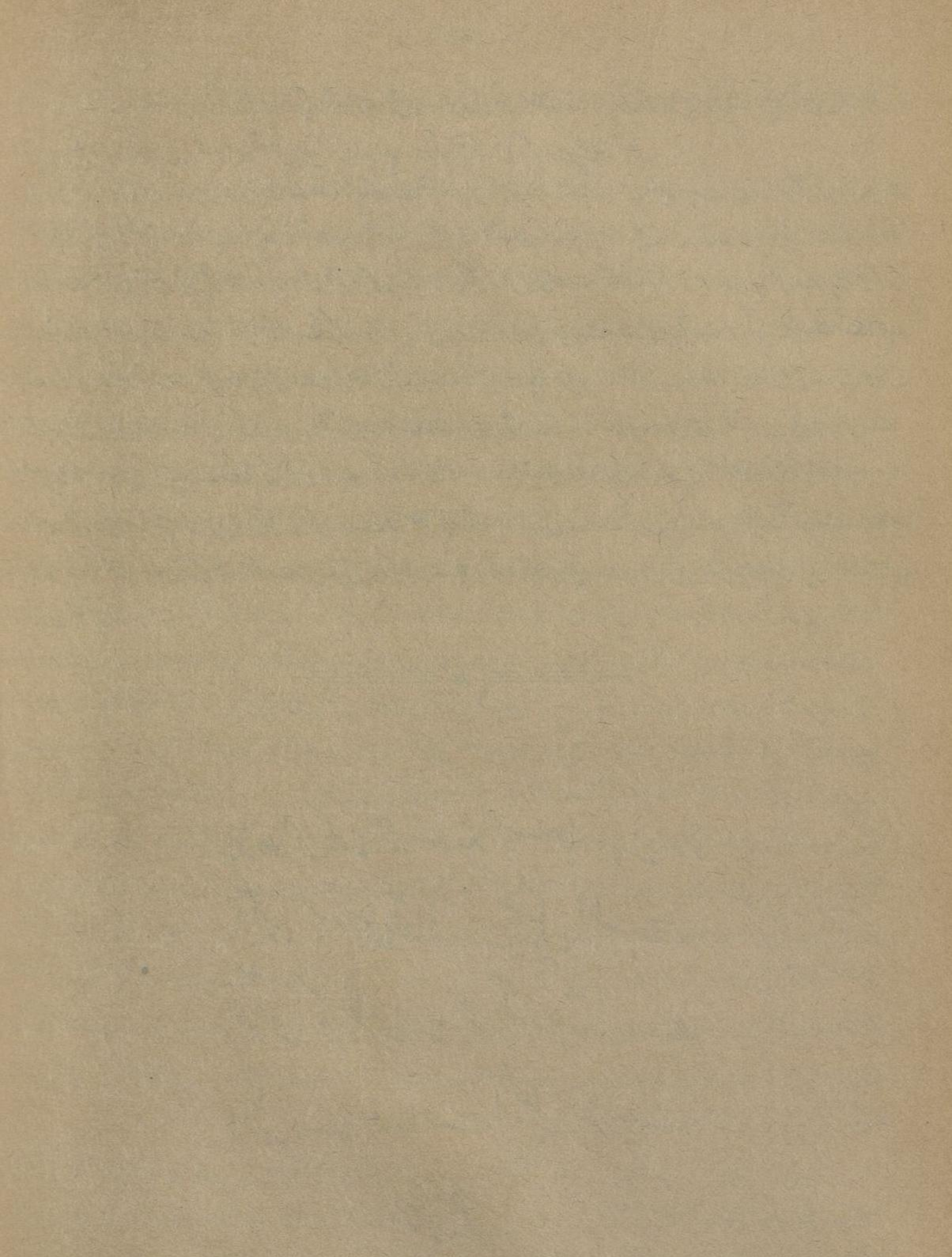
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدثنا السید الاجل نجم الدین بهاء الشرف ابوالحسن محمد بن الحسن بن احمد بن علی بن محمد بن عمر بن یحیی العلوی الحسینی رحمه الله قال اخبرنا الشیخ السعید ابو عبدالله محمد بن احمد ابن شهریار الخازن لخزانة مولینا امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیه السلام فی شهر ربیع الاول من سنة ست عشرة وخمسمائة قرائة علیه وانا اسمع قال سمعتها علی الشیخ الصدوق ابی منصور محمد بن محمد بن احمد بن عبد العزیز العکبری المعدل رحمه الله عن ابی المفضل محمد بن عبدالله بن المطلب الشیبانی قال حدثنا الشریف ابو عبدالله جعفر بن محمد بن جعفر بن الحسن بن جعفر بن الحسن بن الحسن بن امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیهم السلام - قال حدثنا عبد الله بن عمر ابن خطاب الزیات سنة خمس وستین ومأتین قال حدثنی خالی علی بن النعمان

ہم سے سید اجل نجم الدین بہا الشرف ابو الحسن محمد ابن حسن ابن احمد ابن علی ابن محمد ابن عمر ابن یحییٰ علوی حسینی رحمہ اللہ نے اس صحیفہ کی روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ ۵۱۶ھ میں شیخ سعید ابو عبداللہ محمد ابن احمد ابن شہریار خزینہ دار آستانۂ مولانا امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سامنے صحیفہ پڑھا جاتا تھا اور میں سنتا تھا اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس صحیفہ کو شیخ صدوق ابی منصور محمد ابن محمد ابن احمد ابن عبد العزیز العکبری المدل رحمہ اللہ سے سنا ہے جب کہ وہ ان کے سامنے پڑھا جا رہا تھا اور شیخ ابی منصور نے اس کی روایت ابوالمفضل محمد ابن عبداللہ ابن مطلب شیبانی سے کی ہے اور انہوں نے شریف ابو عبداللہ جعفر ابن محمد ابن جعفر ابن حسن ابن جعفر ابن حسن ابن حسن ابن امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے اور انہوں نے ۲۶۵ھ میں عبداللہ ابن عمر ابن خطاب زیات سے اور انہوں نے اپنے ماموں علی ابن نعمان اعلم سے اور انہوں نے

الا علم قال حدثنی عمیر بن متوکل الثقفی البلخی عن ابیه متوکل بن هارون قال لقیت یحییٰ بن زید بن علی علیه السلام بعد قتل ابیه وھو متوجه الی خراسان فسلمت علیه فقال لی من این اقبلت قلت من الحج فسألنی عن اهله وبنی عمه بالمدینة واحفی السؤال عن جعفر بن محمد علیه السلام فاخبرته بخبره وخبرهم وحزنهم علی ابیه زید بن علی علیه السلام فقال لی قد کان عمی محمد بن علیؑ اشار علی ابی بترك الخروج وعرفه ان هو خرج وفارق المدینة ما یکون الیه مصیر امره فهل لقیت ابن عمی جعفر ابن محمد علیه السلام قلت نعم قال فهل سمعته یذکر شیئاً من امری قلت نعم۔

قال بم ذکرنی خبرنی قلت جعلت فداك ما احب ان استقبلك بما سمعته منه فقال ابا الموت تخوفنی هات ما سمعته فقلت سمعته یقول انك تقتل و تصلب کما قتل ابوك و صلب فتغیر وجهه و قال یمحوا الله ما یشآء و یثبت و عنده ام الکتاب یا متوکل ان الله عز وجل اید هذا الامر بنا وجعل لنا العلم والسیف فجمعنا لنا وخص بنو

عمیر ابن متوکل ثقفی بلخی سے اور انہوں نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے متوکل کا بیان ہے کہ جب یحییٰ ابن زید ابن علی اپنے باپ کے شہید ہو جانے کے بعد خراسان جا رہے تھے تو میں نے اُن سے ملاقات کی اور سلام عرض کیا۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا حج سے واپس آرہا ہوں۔ یحییٰ نے اپنے عزیزوں اور چچازاد بھائیوں کے حالات دریافت کئے جو مدینہ میں تھے، اور جعفر ابن محمد علیہما السلام کے متعلق بہت دیر تک پُوچھتے رہے۔ مَیں نے اُن سب کا حال بیان کیا اور اُن کے والد زید بن علی کی شہادت پر ان سب کے حزن و تاثر کا ذکر کیا۔ یہ سُن کر انہوں نے کہا کہ میرے چچا محمد ابن الباقر علیہ السلام نے میرے والد کو ترک خروج کا مشورہ دیا تھا، اور انہیں بتلایا تھا کہ اگر انہوں نے خروج کیا اور مدینہ کو چھوڑا تو انجام کار کیا ہو گا۔ پھر فرمایا کہ تم نے میرے ابنِ عم جعفر ابن محمد علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کیا تم نے میرے بارے میں اُن سے کچھ سُنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا جو کچھ میرے متعلق فرمایا ہو بتاؤ۔ میں نے کہا میری جان آپ پر نثار ہو مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ جو میں نے سُنا ہے آپ کے سامنے عرض کروں۔ فرمایا مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ جو سُنا ہے بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مَیں نے حضرت کو فرماتے سُنا کہ آپ بھی قتل ہوں گے اور سُولی پر لٹکائے جائیں گے جس طرح آپ کے والد قتل کئے گئے اور سُولی پر لٹکائے گئے۔ یہ سُن کر اُن کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی: "وہ جس بات کو

عمّنا بالعلم وحده فقلت
جعلت فداءك انّی رایت الناس
الی ابن عمّك جعفر علیه السّلام
امیل منهم الیك والی ابیك
فقال انّ عمّی محمّد بن علیّ
وابنه جعفراً علیهما السّلام
دعوا النّاس الی الحیوة ونحن
دعوناهم الی الموت فقلت یابن
رسول اللهؐ اهم اعلم ام انتم
فاطرق الی الارض ملیّاً ثمّ رفع
راسه وقال کلّنا له علم غیر
انّهم یعلمون کلّما نعلم ولا نعلم
کلّ ما یعلمون ثمّ قال لی اکتبت
من ابن عمّی شیئا قلت نعم
قال ارنیه فاخرجت الیه وجوهًا
من العلم واخرجت له دعاءً املاه
علیّ ابو عبد الله علیه السّلام
وحدّثنی انّ اباه محمّد
بن علی علیهما السّلام املاه علیه
واخبره انّه من دعاءِ ابیه
علیّ بن الحسین علیهم السّلام
من دعاءِ الصحیفة الکاملة
فنظر فیه یحیٰی حتّی اتیٰ علیٰ
اٰخره وقال لی اتاذن فی
نسخه فقلت یابن رسول الله
اتستاذن فیما هو عنکم فقال
اما لاُخرجنّ الیك صحیفة من

چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے نقش
کر دیتا ہے اور اُس کے پاس لوح محفوظ ہے۔" اور فرمایا
اے متوکّل اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ اس
دین کو تقویت پہنچائی۔ اور ہمارے حصّہ میں علم اور
تلوار آئی ہے اور یہ دونوں چیزیں ہمارے لئے فراہم
ہیں۔ اور ہمارے چچا زاد بھائی صرف علم سے
مخصوص ہیں۔ میں نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں
میں نے بہ نسبت آپ کے اور آپ کے والد کے لوگوں
کو آپ کے ابن عم جعفر صادق علیہ السلام کی طرف زیادہ
مائل پایا ہے۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے چچا
محمدّ ابن علی الباقرؑ اور اُن کے فرزند جعفر صادقؑ نے
لوگوں کو زندگی و بقار کی دعوت دی ہے اور ہم نے
انہیں موت کی جانب بُلایا ہے۔ میں نے کہا اے
فرزندِ رسولؐ وہ حضرات زیادہ علم رکھتے ہیں یا آپ۔
یہ سُن کر کچھ عرصہ کے لئے زمین میں آنکھیں گاڑ دیں۔
پھر سر اٹھایا اور فرمایا کہ علم سے تو ہم سب ہی بہرہ مند ہیں
مگر ہاں وہ ان تمام چیزوں کا علم رکھتے ہیں جن کا ہم علم
رکھتے ہیں۔ اور جو وُہ جانتے ہیں وہ سب کا سب ہم
نہیں جانتے۔ پھر مجھ سے فرمایا کیا تم نے میرے ابنِ عم
کے افادات بھی کچھ لکھے ہیں؟ میں نے عرض کیا" جی
ہاں" فرمایا جو کچھ لکھا ہے مجھے دکھاؤ۔ میں نے مختلف
علوم کے سلسلہ میں حضرتؑ کے ارشادات دکھائے اور ایک
دُعا بھی دکھائی جو حضرتؑ نے مجھے لکھوائی تھی۔ اور
فرمایا کہ میرے والدِ بزرگوار محمدّ ابن علی علیہما السلام
نے مجھے لکھوائی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ دُعا میرے والد
علی ابن الحسین علیہ السلام کی ادعیہ صحیفۂ کاملہ میں سے
ہے۔ یحییٰ نے اُسے آخر تک دیکھا اور فرمایا مجھے اس کے

الدّعَآءِ الکامل ممّا حفظه
ابی عن ابیه وانّ ابی اوصانی
بصونها ومنعها غیر اهلها قال
عمیر قال ابی فقمت الیه فقبّلت
رأسه وقلت لهٗ واللّٰه یا بن رسولؐ
اللّٰه انّی لادین اللّٰه بحبّکم وطاعتکم
وانّی لارجوان یسعدنی فی حیٰوتی
ومماتی بولایتکم فرمٰی صحیفتی
التی دفعتها الیه الٰی غلام کان
معه وقال اکتب هٰذا الدّعاء
بخطّ بیّن حسن واعرضه علیّ لعلّی
احفظه فانّی کنت اطلبه من
جعفر حفظه اللّٰه فیمنعنیه قال
المتوکّل فندمت علٰی ما فعلت
ولم ادرِ ما اصنع ولم یکن ابو
عبداللّٰه علیه السّلام تقدّم الیّ
الّا ادفعه الٰی احد ثمّ دعا بعیبة
فاستخرج منها صحیفة مقفلة
مختومة فنظر الی الخاتم وقبّله
وبکٰی ثمّ فضّه وفتح القفل ثمّ
نشر الصّحیفة ووضعها علٰی عینه
وامرّها علٰی وجهه وقال واللّٰه
یا متوکّل لولا ما ذکرت من قول
ابن عمّی انّنی اقتل واصلب
لما دفعتها الیک ولکنت بها
ضنینا ولکنّی اعلم انّ قولهٗ حقّ
اخذهٗ عن اٰبآئه وانّه سیصحّ

لکھنے کی اجازت دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ اے
فرزندِ رسولؐ آپ مجھ سے ایسی چیز کی اجازت طلب
فرماتے ہیں جو خود آپ ہی کے گھر کی ہے۔ یہ سُنکر انہوں
نے فرمایا میں بھی مکمّل دعاؤں کا ایک صحیفہ تمہیں دکھاؤں
گا جو میرے پدرِ گرامی نے اپنے والد بزرگوار سے یاد کی
تھیں اور مجھے میرے والد نے ان کے محفوظ
رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اور فرمایا کہ نااہل لوگوں سے
انہیں پوشیدہ رکھوں۔ عمیر کہتے ہیں کہ میرے والد
(متوکّل) نے بیان کیا کہ میں نے اُٹھ کر ان کے سر کو
بوسہ دیا۔ اور عرض کیا خدا کی قسم! اے فرزند رسولؐ
میں تمہاری دوستی و اطاعت کے ساتھ اللہ کی پرستش
کرتا ہوں اور اُمید وار ہوں کہ وہ میری زندگی اور میرے
مرنے کے بعد تمہاری محبت و دوستی کی وجہ سے سعادت
و نیک بختی بخشے۔ پھر آپ نے وہ صحیفہ جو میں نے انہیں
دیا تھا ایک صاحبزادے کو دیا جو ان کے ہمراہ تھا اور
اس سے فرمایا کہ اس دُعا کو واضح و خوشخط لکھ لو اور
مجھے دکھاؤ تاکہ میں اسے زبانی یاد کر لوں۔ کیونکہ میں نے
حضرت جعفر صادق حفظ اللہ سے اس دُعا کو طلب کیا تھا
مگر انہوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ متوکّل کہتے ہیں
کہ میں نے یہ سُنا تو اپنے کئے پر پشیمان ہُوا۔
اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کروں (پھر خیال آیا کہ)
حضرت جعفر صادق علیہ السّلام نے پہلے سے منع بھی تو
نہیں فرمایا تھا کہ یہ دُعا کسی کو نہ دینا۔ اس کے بعد یحییٰ
نے ایک صندوقچہ طلب کیا اور اس میں سے ایک مقفل و
سربمہر صحیفہ نکالا۔ اُس مہر کو دیکھا تو اُسے چوما اور گریہ فرمایا
پھر اس کی مہر توڑی قفل کھولا اور صحیفہ کو پھیلا کر اپنی
آنکھوں سے لگایا اور چہرے پر ملا اور فرمایا اے متوکّل خدا کی

عليه السّلام فخفت ان يقع مثل
هٰذا العلم الىٰ بنى امية فيكتموه
ويدّخروه فى خزائنهم لانفسهم
فاقبضها واكفنيها وتربّص بها
فاذا قضى الله من امرى وامر هٰؤلاءِ
القوم ما هو قاض فهى امانة لى
عندك حتّٰى توصلها الى ابن عمّى
محمّد وابراهيم ابنى عبدالله
بن الحسن بن الحسن بن على عليهما
السّلام فانّهما القائمان فى هٰذا
الامر بعدى قال المتوكّل فقبضت
الصّحيفة فلمّا قتل يحيى بن
زيد صرت الى المدينة فلقيت
ابا عبدالله عليه السّلام فحدّثته
الحديث عن يحيىٰ فبكىٰ واشتدّ
وجده به وقال رحم الله
ابن عمّى والحقه باٰبائه واجداده
والله يا متوكّل ما منعنى من
دفع الدّعآء اليه الّا الّذى خافه
علےٰ صحيفة ابيه واين الصّحيفة
نقلت ها هى ففتحها وقال هٰذا
والله خط عمّى زيد ودعاء جدّى
على بن الحسين عليهما السّلام ثمّ
قال لابنه قم يا اسمٰعيل فأتنى
بالدّعآء الّذى امرتك بحفظه و
صونه فقام اسمٰعيل فاخرج صحيفة
كأنّها الصّحيفة الّتى دفعها الىّ يحيىٰ بن

قسم اگر تم میرے ابن عم کے اس قول کو نقل نہ کرتے کہ
مَیں قتل کر دیا جاؤں گا اور سُولی پر لٹکایا جاؤں گا تو میں
ہرگز یہ صحیفہ تمہارے حوالے نہ کرتا۔ اور اس کے دینے میں
بخل سے کام لیتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ انہوں نے
فرمایا ہے سچ ہے۔ اور یہ بات انہوں نے اپنے آباؤ
اجداد سے سُنی ہے اور بہت جلد ہو کر رہے گی۔ اس
لئے میں ڈرتا ہوں کہ یہ علمی ذخیرہ بنی اُمیہ کے ہاتھ لگ
جائے اور وُہ اسے چھُپا ڈالیں۔ اور اپنے خزانوں میں
صرف اپنے لئے ذخیرہ کر لیں۔ لہٰذا تُم اسے اپنے پاس
رکھو اور میری جگہ اس کی حفاظت کرو، اور منتظر
رہنا۔ اور اس صحیفہ کو اپنے پاس امانت رکھنا۔ اور
جب اللہ میرا اور اس قوم کا جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے
کردے تو اسے میرے چچا زاد بھائیوں محمّد و
ابراہیم کے پاس پہنچا دینا کیونکہ وہی میرے بعد اس
سلسلہ میں میرے قائم مقام ہیں۔ متوکل کا بیان
ہے کہ میں نے وہ صحیفہ لے لیا اور جب یحییٰ ابن
زید شہید کر دیئے گئے تو میں مدینہ گیا اور امام جعفر
صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہُوا اور یحییٰ
کا تمام واقعہ اُن سے نقل کیا۔ حضرت رونے
لگے اور یحییٰ کے واقعات سُن کر بہت غمگین ہُوئے
اور فرمایا کہ خدا رحمت نازل کرے میرے ابن عم
پر اور انہیں اُن کے آباؤ اجداد کے ساتھ رکھے۔
اے متوکل خدا کی قسم مجھے اس دُعا کے دینے میں وُہی
خوف مانع تھا جو انہیں خود اپنے باپ کے صحیفہ کے
بارے میں تھا۔ اچھا تو وُہ صحیفہ کہاں ہے؟ میں نے
کہا کہ یہ ہے۔ آپ نے اُسے کھولا اور فرمایا خدا کی
قسم یہ میرے چچا زید کی تحریر ہے اور میرے

زید فقبّلها ابو عبد اللّٰه ووضعها
علیٰ عینه وقال هذا خط ابی
واملاء جدی علیهما السّلام
بمشهد منّی فقلت یا ابن رسول اللّٰه
ان رایت ان اعرضها مع صحیفة
زید ویحییٰ فاذن لی فی ذالک و
قال قد رأیتك لذالك اهلاً فنظرت
واذا هما امر واحد ولم اجد حرفاً
منها یخالف ما فی الصحیفة الاخریٰ
ثم استأذنت ابا عبد اللّٰه فی دفع
الصّحیفة الی ابنی عبد اللّٰه ابن الحسن
فقال انّ اللّٰه یأمرکم ان تؤدّوا
الامانات الیٰ اهلها نعم فادفعها
الیهما فلمّا نهضت للقائهما قال
لی مکانك ثم وجّه الیٰ محمّد و
ابراهیم فجاءا فقال هٰذا میراث
ابن عمّکما یحییٰ من ابیه قد
خصّکما به دون اخوته ونحن
مشترطون علیکما فیه شرطاً فقالا
رحمك اللّٰه قل فقولك المقبول فقال
لا تخرجا بهٰذه الصّحیفة من المدینة
قالا ولم ذاك قال انّ ابن عمّکما خاف
علیها امراً اخافه انا علیکما قال انما خاف
علیها حین علم انه یقتل فقال ابو عبد اللّٰه و
انتما فلا تأمنا فواللّٰه انّی لاعلم انّکما
ستخرجان کما خرج وستقتلان
کما قتل فقاما وهما یقولان لا

دادا علی ابن الحسین علیہما السلام کی دعائیں ہیں پھر آپ
نے اپنے فرزند اسمٰعیل سے فرمایا کہ جا کر وُہ دعائیں لے
آؤ۔ جن کی حفاظت و نگہداشت کی مَیں نے تمہیں ہدایت
کی تھی۔ اسمٰعیل گئے اور ایک صحیفہ لائے جو بالکل ویسا
ہی تھا جیسا یحییٰ ابن زید نے مجھے دیا تھا۔ امام جعفر
صادقؑ نے اس صحیفہ کو بوسہ دیا۔ اپنی آنکھوں سے
لگایا۔ کہ یہ میرے والدِ بزرگوار کا خط ہے جسے میرے
سامنے میرے دادا (علی ابن الحسینؑ) نے لکھوایا تھا۔
میں نے عرض کیا اے فرزندِ رسولؐ اگر آپ کی اجازت
ہو تو مَیں اس صحیفہ کا زید و یحییٰ کے صحیفہ سے مقابلہ
کرلوں۔ حضرت نے اجازت دی اور فرمایا کہ میں تم کو
اس کا اہل پاتا ہوں۔ دیکھا تو معلوم ہُوا کہ دونوں صحیفے
ایک ہی ہیں۔ اور ایک حرف بھی دونوں کا ایک دوسرے
سے مختلف نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرت سے
اجازت مانگی کہ اسے عبد اللہ ابن حسن کے دونوں
بیٹوں کے حوالے کر دوں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ
تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک
پہنچا دو۔" میں اُن دونوں کی ملاقات کے لئے اُٹھا
تو حضرت نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ایک شخص
کے ذریعہ محمّد و ابراہیم کو بلوایا۔ جب وُہ آئے تو
اُن سے فرمایا کہ یہ تمہارے ابنِ عم یحییٰؑ کی میراث
ہے جو انہیں اپنے باپ سے ملی تھی۔ اور انہوں نے
اپنے بھائیوں کی بجائے تم دونوں کو اس کے لئے
مخصوص کیا ہے۔ مگر مَیں اس صحیفہ کے بارے میں تم
دونوں سے ایک شرط کرتا ہوں۔ انہوں نے
کہا خدا آپ پر رحمت نازل کرے، فرمائیے۔ آپ کا
جو ارشاد ہو گا ہمارے لئے قابلِ قبول ہو گا۔ فرمایا

حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
فلما خرجا قال لی ابو عبد اللہ
علیہ السلام یا متوکل کیف قال
لک یحیٰی ان عمی محمد بن علی
وابنہ جعفراً دعوا الناس الی الحیٰوۃ
ونحن دعوناھم الی الموت قلت نعم
اصلحک اللہ قد قال لی ابن عمک
یحیٰی ذالک فقال یرحم اللہ یحیٰی
ان ابی حدثنی عن ابیہ عن
جدہ عن علیؑ ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذتہ نعسۃ
وھو علی منبرہ فرایٰ فی منامہ
رجالاً ینزون علی منبرہ نزو القردۃ
ویردون الناس علی اعقابھم القھقری
فاستویٰ رسول اللہ ص جالساً والحزن
یعرف فی وجھہ فاتاہ جبریل علیہ
السلام بھذہ الآیۃ وما جعلنا الرؤیا
التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ
الملعونۃ فی القرآن و نخوفھم فما
یزیدھم الا طغیاناً کبیراً یعنی بنی امیۃ
قال یا جبرئیلؑ اعلیٰ عھدی یکونون
وفی زمنی قال لا ولکن تدور رحی
الاسلام من مھاجرک فتلبث بذالک
عشراً ثم تدور رحی الاسلام علی راس
خمسۃ وثلثین من مھاجرک فتلبث
بذالک خمساً ثم لابد من رحی ضلالۃ ھی قائمۃ
علی قطبھا ثم ملک الفراعنۃ قال وانزل اللہ

کہ تم اس صحیفہ کو مدینہ سے باہر نہ لے جانا - انہوں
نے کہا یہ کس لئے؟ فرمایا کہ تمہارے ابن عم کو اس کے
متعلق جو خطرہ تھا وہی خطرہ مجھے اس کے بارے میں
تم دونوں سے ہے کہا کہ انہیں خطرہ تو اس وقت
لاحق ہوا جب انہیں اپنے مارے جانے کا علم ہوا۔
حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں بھی اس خطرہ سے مطمئن
نہ رہو۔ خدا کی قسم میں بخوبی جانتا ہوں کہ تم دونوں بھی
ایسا اقدام کروگے جیسا انہوں نے کیا تھا، اور تم بھی
قتل کئے جاؤگے۔ جس طرح وہ قتل کئے گئے - وہ
دونوں یہ سن کر لا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم - کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔
جب وہ دونوں چلے گئے تو حضرت نے مجھ سے
فرمایا اے متوکل! یحیٰی نے یہی تو کہا تھا کہ میرے
چچا محمد ابن علی الباقرؑ اور اُن کے فرزند جعفر صادقؑ
لوگوں کو زندگی وحیات کی طرف دعوت دیتے ہیں اور
ہم انہیں موت کی جانب بلاتے ہیں - میں نے عرض
کیا جی ہاں خدا آپ کے حالات سازگار رکھے - آپ
کے ابن عم یحیٰی نے یہی کہا تھا - فرمایا خدا یحیٰی پر رحم کرے
میرے پدر گرامی نے اپنے والد بزرگوار جدّ امجد اور
علی علیہ السلام کے سلسلہ سے روایت کی ہے - کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تھے کہ اُن پر
غنودگی طاری ہو گئی - اور خواب میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ
وہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں - اور
لوگوں کو اُلٹے پیر واپس پلٹا رہے ہیں - یہ دیکھ کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور
سیدھے ہو کر بیٹھ گئے - اس عالم میں کہ حزن واندوہ کے
آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے - اتنے میں جبرئیل امین

تعالیٰ فی ذٰلک انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما
ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیرٌ
من الف شھرٍ یملکھا بنو امیّہ لیس فیھا
لیلۃ القدر، قال فاطلع اللہ نبیّہ
علیہ السّلام ان بنی امیّۃ تملک
سلطان ھٰذہ الامّۃ وملکھا طول
ھٰذہ المدّۃ فلو طاولتھم الجبال
لطالوا علیھا حتّٰی یأذن اللہ تعالیٰ
بزوال ملکھم وھم فی ذٰلک یستعشرون
عداوتنا اھل البیت و بغضنا
اخبر اللہ نبیّہ بما یلقی اھل
بیت محمّدؐ واھل مودّتھم
و شیعتہم منھم فی ایامھم و
ملکھم قال و انزل اللہ تعالیٰ
فیھم الم تر الی الّذین بدّلوا نعمت
اللہ کفرًا و احلّوا قومھم دار البوار
جھنّم یصلونھا وبئس القرار و
ونعمت اللہ محمّدؐ و اھلبیتہ حبّہم
ایمان یدخل الجنّۃ وبغضھم
کفر و نفاق یدخل النّار فاسرّ
رسُول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلّم
ذٰلک الٰی علیّ واھل بیتہ قال ثمّ
قال ابو عبد اللہ ما خرج ولا یخرج منّا
اھل البیت الٰی قیام قائمنا
احد لیدفع ظلمًا او ینعش حقًّا
الّا اصطلمتہ البلیّۃ وکان قیامہ
زیادۃ فی مکروھنا و شیعتنا قال

یہ آیت لے کر نازل ہوئے:۔ وہ خواب جو ہم نے تم کو
دکھایا اس لئے دکھایا کہ وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش
ہو اور اسی طرح وہ شجرہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے
ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر وُہ اس ڈرانے کے باوجود سرکشی
میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔" (شجرۂ ملعونہ سے
مراد بنی اُمیہ ہیں) پیغمبر اکرم نے جبرئیلؑ سے
دریافت کیا کہ یہ لوگ میرے وقت اور زمانہ میں ہوں
گے؟ کہا نہیں بلکہ آپ کی ہجرت کے بعد اسلام کا
دور دورہ ہو گا۔ جو دس برس تک برقرار رہے گا۔
پھر اسلام کا دَور دورہ ہجرت کے پینتیسویں سال کے
آغاز میں شروع ہو گا اور پانچ برس تک برقرار رہے گا۔
اور پھر ایسی گمراہی کا چکّر چل نکلے گا جو اپنے مرکز پر
جم کر کھڑی ہو جائے گی۔ اور پھر فرعونوں کی حکومت
شروع ہو جائے گی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خداوندِ
عالم نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ہے:۔
"ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اتارا اور تم کیا
جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں
سے بہتر ہے"۔ بنی اُمیہ ان ہزار مہینوں تک قابض
رہیں گے مگر ان مہینوں میں شب قدر نہ ہو گی۔ پھر
فرمایا کہ خداوندِ عالم نے اپنے نبیؐ کو آگاہ کر دیا تھا کہ
بنی اُمیہ ان ہزار مہینوں کی مدت تک مسلمانوں کے
حل وعقد کے مالک اور برسرِ اقتدار رہیں گے۔ اس
طرح کہ پہاڑ بھی ان کی سربلندی سے مقابلہ کرنے چاہیں
گے تو وُہ اُن سے بھی اُونچے دکھائی دیں گے یہاں
تک کہ خداوندِ عالم اُن کے ملک و سلطنت کو زوال کا
حکم دے گا اور وُہ اس تمام عرصہ میں ہم اہلبیتؑ کے بغض
و عداوت کو اپنا شعار بنائے رکھیں گے اور اُن کے زمانہ

المتوکل ابن هٰرون ثمّ املی علیّ ابو عبد اللہ علیہ السلام الأدعیة وھی خمسة وسبعون باباً سقط عنّی منها احد عشر باباً وحفظت منها نیفاً وستّین باباً وحدّثنا ابو المفضّل قال وحدّثنی محمّد ابن الحسن ابن روزبہ ابو بکر المدائنی الکاتب نزیل الرّحبة فی داره قال حدّثنی محمّد بن احمد بن مسلم المطهری قال حدّثنی ابی عن عمیر بن متوکّل البلخی عن ابیہ المتوکّل ابن هٰرون قال لقیت یحیی بن زید بن علی علیهما السّلام، فذکر الحدیث بتمامہ الی رؤیا النّبی صلّی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم الّتی ذکرها جعفر بن محمّد عن اٰبائہ صلوات اللہ علیهم وفی روایة المطهری ذکر الابواب وھی۔

حکومت میں اہلبیتِ محمدؐ اور ان کے دوستوں اور پیروی کرنے والوں پر جو مصیبتیں نازل ہوں گی اُن سب پر اپنے نبیؐ کو مطلع کر دیا تھا۔ اور اُنہی بنی امیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے: "کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کے بدلے ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اُتارا کہ سب واصل جہنم ہوں گے اور وہ کیا بُرا ٹھکانا ہے۔" (اس آیت میں) نعمتِ الٰہی سے مراد محمدؐ اور اُن کے اہلبیتؑ ہیں جن کی محبت عین ایمان ہے۔ جو جنت میں لے جائے گی اور اُن سے دشمنی سراسر کفر و نفاق ہے جو دوزخ میں لا پھینکے گی۔ اور پیغمبرؐ نے علیؑ اور اہلبیت علیہم السلام کو اس امر سے آگاہ کر دیا تھا۔ متوکل کہتے ہیں کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ ظہور حضرت قائمؑ سے پہلے ہم اہلبیت میں سے ظلم کو دُور کرنے یا حق کو سربلند کرنے کے لئے کسی نے خروج نہیں کیا اور نہ کرے گا، مگر یہ کہ آفات و بلیات اس کی بیخ کنی کریں گے۔

اور اس کا یہ اقدام ہمارے اور ہمارے دوستوں کے رنج و آلام میں اضافہ کر دے گا۔ متوکل ابن ہارون کا بیان ہے کہ پھر حضرت نے وہ دعائیں مجھے لکھوا دیں اور وہ پچھتر دعائیں تھیں۔ گیارہ دعاؤں کے ضبط و حفظ سے قاصر رہا اور ساٹھ سے کچھ اُوپر دعائیں میں نے زبانی یاد کر لیں۔

(شیخ عکبری جن کا ذکر پہلے آچکا ہے دوسری سند سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ) ہم سے ابو المفضل نے بیان کیا اور اُن سے محمد ابن حسن ابن روزبہ ابو بکر مدائنی کاتب ساکن رحبہ نے گھر کے اندر بیان کیا، اور انہوں نے محمد ابن احمد ابن مسلم مطہری سے روایت کی، اور انہوں نے اپنے باپ (احمد ابن مسلم) سے اور انہوں نے عمیر ابن متوکل بلخی سے اور انہوں نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے یحییٰ ابن زید ابن علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور پھر پیغمبرؐ کے خواب تک کا پورا واقعہ بیان کیا، جسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین صلوات اللہ علیہم سے روایت کیا ہے۔ اور مطہری کی روایت میں دعاؤں کی فہرست کا بھی اس طرح ذکر ہے:-

وباقی الابواب بلفظ ابی عبد اللہ الحسنی رحمہ اللہ حدثنا ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الحسنی قال حدثنا عبد اللہ بن عمر بن خطاب الزیات قال حدثنی خالی علی ابن النعمان الاعلم قال حدثنی عمیر ابن متوکل الثقفی البلخی عن ابیہ متوکل ابن ھارون قال املی علیّ سیدی الصادق ابو جعفر بن محمد قال املی جدی علی ابن الحسین علی ابن محمد بن علی علیھم اجمعین السلام بمشہد منی۔

اور دعاؤں کے اُوپر کے عنوانات، ابو عبداللہ حسنی کے الفاظ اور روایت کے مطابق ہیں۔ (ابو المفضل کی پہلی سند میں ان کا ذکر اس طرح ہو چکا ہے کہ):۔
ہم سے ابو عبداللہ جعفر ابن محمد حسنی نے کہا مجھ سے ابو عبداللہ ابن عمر ابن خطاب زیات نے نقل کیا اور انہوں نے اپنے ماموں علی ابن نعمان اعلم سے اور انہوں نے عمیر ابن متوکل ثقفی بلخی سے، اور انہوں نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے سید و سردار ابو عبداللہ جعفر ابن محمد علیہ السلام نے یہ دعائیں لکھوائیں اور فرمایا کہ میرے دادا علی ابن حسین علیہ السلام نے میرے والد محمد ابن علی علیہ السلام کو میرے سامنے یہ دعائیں لکھوائی تھیں۔

---

[۱] اسنادِ صحیفہ کے سلسلہ میں سید نجم الدین بہاء الشرف، محمد ابن حسن سے جن بزرگوار نے "حدثنا" کہہ کر اسے روایت کیا ہے وہ اکثر علماء و محدثین کے نزدیک عمید الرؤساء ہبۃ اللہ ابن حامد متوفی ۶۱۰ھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے علی ابن السکون متوفی حدود ۶۰۶ھ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے صحیفہ پر جو اجازۂ روایت ابو جعفر ابن معیہ کے لئے تحریر فرمایا اس میں لکھتے ہیں کہ "رویتھا له علی السید بہاؤ الدین الشرف ابی الحسن محمد ابن الحسن ابن احمد۔ میں نے ان کے لئے سید بہاؤ الدین شرف ابو الحسن محمد ابن حسن ابن احمد سے صحیفہ کی روایت کی"۔ اس اجازہ کی تاریخ تحریر ماہ ربیع الاول ۶۰۳ھ ہے اور اسی ابن السکون کے نسخہ پر سے یہ اجازہ ۳۳۲ھ کے لکھے ہوئے ایک قدیمی نسخے پر نقل ہوا جس سے علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے نقل کیا اور شہید اوّل متوفی ۷۸۶ھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی اسی ابن السکون کے نسخہ پر سے نقل ہوا۔ سید نجم الدین بہاء الشرف کا سلسلۂ روایت ابو المفضل شیبانی پر منتہی ہوتا ہے۔ اور ابو المفضل اسے دو طریق سے روایت کرتے ہیں۔ ایک ابو عبداللہ جعفر ابن محمد کے سلسلہ سے اور دوسرے محمد ابنِ حسن ابنِ روزبہ کے طریق سے اور یہ دونوں اسناد متوکل ابن ہارون تک پہنچتے ہیں۔ اور متوکل ابن ہارون کو صادقِ آلِ محمد نے یہ دعائیں امام محمد باقر علیہ السلام کے تحریر کردہ نسخہ سے لکھوائی تھیں۔ اور جناب زید[۲] کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی جناب یحییٰ ابن زید کے ذریعہ ان کی نظر سے گزرا، اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے مطابق کر کے دیکھ بھی لیا تھا۔

[۲] جناب زید ابن علی رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امامت کی درخشاں فضاؤں میں آنکھ کھولی اور عصمت کے سایوں میں پرورش پائی، علم و عمل، جود و سخا اور ہمت و شجاعت کے اعتبار سے بڑی اہم اور پُر عظمت شخصیت کے مالک تھے۔ ہمہ وقت تلاوتِ قرآن

، وکثرتِ عبادت کی وجہ سے حلیف القرآن اور اسطوانۃ المسجد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ان کے متعلق ارشاد میں تحریر فرمایا ہے:۔

کان عابدا ورعا فقیھا سخیا شجاعا وظھر بالسیف یامر بالمعروف وینھی عن المنکر ویطلب بثارات الحسین علیہ السلام۔

وہ عابد متورع فقیہ سخی اور بڑے شجاع تھے۔ بھلائیوں کے ارتقاء اور برائیوں کے استیصال اور خون سید الشہداؑ کے قصاص کے لئے سربکف کھڑے ہوئے۔

اس خروج کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ آپ ایک مرتبہ حاکم مدینہ خالد ابن عبدالملک کے ذلّت آمیز برتاؤ کی شکایت ہشام ابن عبدالملک کے کانوں تک پہنچانے کے لئے رصافہ تشریف لے گئے۔ اور جب ہشام کے ہاں جاتے تو وہ ملنے سے انکار کر دیتا، اور کوئی تحریر بھیجتے تو وہ اس کے نیچے لکھ دیتا کہ تم واپس مدینے چلے جاؤ۔ اور جو کہنا سننا ہو وہ خالد ابن عبدالملک سے کہو۔ اس طرح ایک مدت گذر گئی اور اس نے ملاقات کا موقع نہ دیا۔ اور جب ادھر سے اصرار زیادہ ہوا تو اس نے بالآخر ملاقات کی اجازت دی مگر اس طرح کہ انہیں مجلس کے آخری کونے میں جگہ دی گئی۔ اور گفتگو میں تہذیب و شرافت کے معیار کو پس پشت ڈال دیا۔ ابھی آپ بیٹھے ہی تھے کہ اس نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم حکومت و اقتدار کے خواب دیکھ رہے ہو حالانکہ تمہاری حیثیت یہ ہے کہ تم ایک کنیز زادے ہو۔ آپ نے فرمایا تمہارا یہ کہنا کہ میں حکومت و خلافت کا خواہشمند ہوں، تو غیب کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں رہا میری ماں کا کنیزی کا سوال تو ان الامھات لا یقعدن بالرجال عن الغایات۔ ماؤں کی پستی مردوں کو بلندیوں کی انتہا تک پہنچنے سے بٹھا نہیں دیتی، اور تم کنیز زادہ کہہ کر مجھے نظروں سے گرانا اور لوگوں کی نگاہوں میں سبک کرنا چاہتے ہو حالانکہ جناب اسمٰعیلؑ بھی کنیز کے بطن سے تھے مگر خدا نے انہیں منتخب قرار دیا اور ان ہی کے صلب سے پیغمبرِ خدا پیدا ہوئے، اور اُن ہی کی نسل سے عرب پھلے پھولے اور اطرافِ عالم میں پھیلے تم مجھے میری ماں کی کنیزی پر کیا طعنہ دے سکتے ہو۔ جب کہ میں علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد میں ہوں۔ ہشام یہ سن کر تلملایا تو، مگر کچھ جواب نہ دے سکا۔ غصہ میں آ کر حکم دیا کہ اس سر پھرے کو یہاں سے باہر نکال دو۔ چنانچہ چند آدمیوں کی حراست میں انہیں شام کے حدود سے خارج کر دیا گیا۔ جب وہ آدمی واپس چلے گئے تو آپ نے مدینہ کے بجائے عراق کا رُخ کر لیا اور کوفہ میں قیام کے ارادہ سے ٹھہر گئے۔ یہاں کے حالات یہ تھے کہ لوگ حکومت سے بددل اور ہشام کے ظلم و جور سے تنگ آئے ہوئے تھے انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دی۔ ان بیعت کرنے والوں میں اعیان و اشرافِ کوفہ کی بھی ایک کثیر جماعت تھی۔ جب حاکمِ عراق یوسف ابن عمر ثقفی نے یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ اس تحریک کو کچلنے کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر سے بھی جنگ کی تیاری شروع ہو گئی اور آخرکار دونوں طرف سے تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں اور حرب و پیکار کے شعلے بھڑکنے لگے۔ جب اہلِ کوفہ نے جنگ کا رُخ کچھ بدلا ہوا پایا تو وہ اپنی روایتی غداری کا ثبوت دیتے ہوئے چھٹنے لگے، اور صرف دو سو بیس آدمی ان کے ہمراہ رہ گئے۔ آپ انہی گنے چنے آدمیوں کو ساتھ لے کر بڑی جرأت و پامردی سے یوسف ثقفی کی کئی ہزار فوج کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے اندھیرا چھا گیا اور جنگ روک دینا پڑی۔ جناب زید زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے، اور کنپٹی پر ایک ایسا تیر لگا تھا جو سر کی ہڈی کو توڑ کر دماغ میں پیوست ہو گیا تھا۔ جب اس تیر کو نکالا گیا تو اس کے نکلتے ہی رُوح بھی جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

موقع کی نزاکت کے پیش نظر انہیں اسی وقت دفن کرنا ضروری تھا اور وہ بھی اسی طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ چنانچہ پوری احتیاط کے ساتھ پانی کی ایک گزرگاہ میں گڑھا کھود کر انہیں دفن کر دیا گیا اور اس کے اوپر سے پانی بہا کر نشانِ قبر مٹا دیا گیا۔ مگر یوسف ثقفی نے ایک مخبر کی اطلاع پر قبر کا سراغ نکال لیا اور اس کو کھدوا کر لاش نکلوائی اور سر کو قطع کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا جو دمشق کے دروازے پر نصب کیا گیا اور لاش کناسہ کوفہ میں سولی پر لٹکا دی گئی جو چار برس تک اپنی مظلومیت، خودداری اور آزادیٔ ضمیر کی داستان دُہراتی رہی۔ ہشام کے بعد جب ولید ابن یزید برسرِ اقتدار آیا تو اس کے حکم سے یوسف ثقفی نے پہلے اس لاش کو جلایا اور پھر اس کی خاک کو ہوا میں اڑا دیا۔ جناب زید کی شہادت کا واقعہ روز دوشنبہ ۲ صفر ۱۲۱ھ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف بیالیس برس کی تھی۔ آپ نے اپنے بعد چار فرزند چھوڑے۔ یحییٰ، ابو عبداللہ حسین ذوالدمعہ، ابو یحییٰ عیسےٰ، اور ابو جعفر محمدؑ۔ جناب یحییٰ اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے موقع پر کوفہ میں موجود تھے مگر ان کے بعد وہ جنگ کا سلسلہ برقرار نہ رکھ سکے کیونکہ اس سانحہ کے بعد تمام اتباع و انصار متفرق ہو چکے تھے اور صرف دس آدمی آپ کے ہمراہ رہ گئے تھے۔ اس وقت بنی اسد کے ایک شخص نے آپ کو مشورہ دیا کہ وہ خراسان چلے جائیں۔ کیونکہ وہاں کے باشندے اہلبیتِ نبوت سے خاص عقیدت و ارادت رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر راتوں رات خراسان کے ارادہ سے مدائن کی طرف چل دیئے کیونکہ اس زمانہ میں خراسان مدائن ہی کے راستہ سے جانا ہوتا تھا۔ اسی سفر میں متوکل ابن ہارون آپ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور آپ نے جناب زیدؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا صحیفہ کاملہ ان کے سپرد فرمایا تاکہ وہ اسے محمد اور ابراہیم فرزندانِ عبداللہ المحض تک پہنچا دیں۔ اس موقع پر متوکل نے جناب زیدؒ کے دعوائے امامت کے متعلق بھی استفسار کیا۔ اس کا جو جواب جناب یحییٰ نے دیا۔ اس سے جناب زیدؒ کے دعوائِ امامت اور خروج کی نوعیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ متوکل کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا:۔

یابن رسول اللہ اما ان اباك قد ادعی الامامة وقد جاء عن رسول اللہ فیمن ادعی الامامة کاذبًا فقال مه مه یا عبد اللہ ان ابی کان اعقل من ان یدعی مالیس له بحق انما قال ادعوکم الی الرضا من آل محمدؐ عنی بذالك ابن عمی جعفر قلت فهم الیوم صاحب الامر قال نعم هو افقه بنی هاشم۔ (کفایۃ الاثر قمی)

اے فرزندِ رسولؐ کیا آپ کے والد بزرگوار نے امامت کا دعویٰ نہیں کیا تھا؟ حالانکہ پیغمبرؐ نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کے لئے جو فرمایا ہے وہ فرمایا ہے۔ فرمایا خاموش اے بندۂ خدا! میرے والد اس سے کہیں زیادہ بافہم تھے کہ وہ کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرتے جس کا انہیں حق نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے خود فرمایا تھا کہ میں لوگوں کو رضائے آلِ محمدؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں، اور اس سے میرے ابنِ عم جعفر صادقؑ مراد تھے۔ میں نے کہا کیا وہ اس زمانہ میں صاحب الامر تھے؟ فرمایا ہاں۔ اور وہی تو تمام بنی ہاشم میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ (کفایۃ الاثر قمی)

بہرحال جب یحییٰ نکل گئے اور یوسف ثقفی کو علم ہوا تو اس نے حریث کلبی کو ان کی گرفتاری کے لئے مدائن بھیجا۔ جب آپ کو اس کے تعاقب

کا علم ہُوا تو مدائن سے رے اور رے سے سرخس کی طرف چل دیئے، اور سرخس میں زید ابن عمرو تمیمی کے ہاں چھ مہینے قیام کرنے کے بعد بلخ روانہ ہو گئے اور وہاں حریش ابن عبدالرحمٰن شیبانی کے ہاں اتنا عرصہ مقیم رہے کہ ہشام دُنیا سے چل بسا، اور ولید ابن یزید برسر اقتدار آ گیا۔ اب یوسف ثقفی نے نصر ابن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ حریش کو پیغام بھیجو کہ وُہ یحییٰ کو اپنی نگاہوں میں رکھے اور کہیں آنے جانے نہ دے۔ نصر ابن سیار نے عقیل ابن معقل عامل بلخ کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کر لو۔ اور جب تک وُہ یحییٰ کو تمہارے حوالے نہ کرے اسے نہ چھوڑو۔ عقیل نے حریش کو گرفتار کر لیا اور اُن سے سختی کے ساتھ یحییٰ کا مطالبہ کیا۔ اور اُن کے انکار پر چھ سو کوڑوں کی انہیں سزا دی گئی۔ مگر انہوں نے مہمان نوازی کے اقدار کا تحفظ کرتے ہوئے کسی طرح یحییٰ کا پتہ دینا گوارا نہ کیا۔ بالآخر اُن سے کہا گیا کہ اگر تم یحییٰ کو ہمارے حوالے نہ کرو گے تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ حریش کے فرزند قریش نے جب یہ سنا تو عقیل سے کہا کہ تم میرے باپ سے کوئی تعرض نہ کرو۔ میں اس امر کا ذمّہ لیتا ہوں کہ بہت جلد انہیں ڈھونڈھ کر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ یہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ تلاش کے لئے نکلا اور یحییٰ اور ان کے ایک ساتھی یزید ابن عمر کو گرفتار کر لیا اور نصر ابن سیار کے پاس روانہ کر دیا۔ نصر نے انہیں طوق و زنجیر میں جکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا اور تمام واقعہ یوسف ثقفی کو لکھا۔ ولید نے حکم دیا کہ یحییٰ اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا جائے۔ جب یحییٰ قید سے رہا ہوئے تو پھر سرخس کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں سے عمرو ابنِ زرارہ والیٔ ابر شہر کے ہاں گئے۔ اُس نے آپ کو کچھ زادِ سفر دے کر خراسان کی آخری سرحد بیہق کی طرف روانہ کر دیا۔ بیہق سے ستر آدمیوں کی ایک فوج ترتیب دے کر عمرو ابن زرارہ سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ عمرو کو جب آپ کی نقل و حرکت کا علم ہُوا تو اس نے نصر ابنِ سیار کو لکھا۔ نصر نے والیٔ سرخس اور حاکم طوس کو پیغام بھیجا کہ وُہ فوراً عمرو کی مدد کے لئے فوجیں روانہ کریں۔ چنانچہ دس ہزار جنگ جُو سپاہی عمرو کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے۔ یحییٰ اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ میدان میں اتر آئے اور پوری ہمت و جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نتیجہ میں عمرو ابنِ زرارہ مارا گیا اور اس کی تمام فوجیں تتر بتر ہو گئیں۔ یہاں سے دشمن کو شکست دے کر ہرات کی طرف روانہ ہو گئے اور ہرات سے جوزجان پہنچے جو مرو اور بلخ کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ جب نصر ابن سیار کو اس شکست کا علم ہُوا تو اس نے مسلم ابنِ احوز کو آٹھ ہزار کی فوج دے کر اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور جوزجان کے قریب مقامِ ارغوا میں لڑائی چھڑ گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے اور تلواریں تلواروں سے ٹکرا کر چنگاریاں برسانے لگیں۔ یحییٰ تین شبانہ روز تک اپنی مختصر فوج کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی فوج کا ایک ایک آدمی مارا گیا۔ اور عیسٰے عنزی نے ایک تیر آپ کی پیشانی پر ایسا مارا جو سر کی ہڈی کو توڑ کر نکل گیا اور آپ نے وہیں دم توڑ دیا۔ سورہ ابن حر نے آپ کے سر کو قطع کیا اور نصر کے پاس بھجوا دیا۔ نصر نے ولید کے پاس بھیجا اور ولید نے مدینہ روانہ کر دیا جو ان کی والدہ گرامی ریطہ بنت ابی ہاشم عبداللہ ابن محمد حنفیہ کی گود میں لا کر ڈال دیا گیا۔ اور جسم نازنین کو جوزجان کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ جب اموی اقتدار متزلزل ہُوا تو ابو مسلم خراسانی نے اُن کی لاش کو اُتروا کر غسل و کفن دیا اور جوزجان میں ہمیشہ کے لئے سپردِ خاک کر دیا۔ لیکن ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ولید ابن یزید نے یوسف ثقفی کو لکھا کہ وُہ ان کی لاش کو جلا دے اور خاکستر کو دریا میں بہا دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بہر حال اتنا ضرور ہُوا کہ ابو مسلم خراسانی نے جناب یحییٰ کے قاتلوں

کو چُن چُن کر قتل کیا بلکہ جس جس نے اس جنگ میں شرکت کی تھی اُسے بھی تہِ تیغ کر دیا۔ اب چونکہ وقتی طور پر فضا کا رنگ کچھ بدل گیا تھا اس لئے خراسان اور اُس کے مضافات میں جناب یحییٰ کا ایک ہفتہ تک سوگ منایا گیا۔ اور اس سال خراسان میں جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ جناب یحییٰ کی شہادت کا واقعہ بوقت عصر روز جمعہ ۱۲۵ھ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔

جناب یحییٰ نے اپنے سلسلہ کا قائمقام محمد اور ابراہیم فرزندانِ عبداللہ المحض ابن حسن مثنیٰ کو قرار دیا۔ اور حالات اس کی غمازی کرتے تھے کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھائیں گے۔ چنانچہ انہی حالات کے پیشِ نظر جناب امام جعفر صادقؑ نے ان دونوں کو متوکل ابن ہارون کی موجودگی میں طلب کیا اور یحییٰ کی وصیت کے مطابق صحیفہ کاملہ اُن کے حوالے کیا، تو اُن سے فرمایا کہ تم اس صحیفہ کو مدینہ سے باہر نہ لے جانا۔ کیونکہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ تم خروج کرو گے اور قتل کئے جاؤ گے۔ حضرت ایسی ہی پیشین گوئی زید اور یحییٰ ابنِ زید کے بارے میں کر چکے تھے جو حرف بحرف پوری ہو چکی تھی۔ اور یہ چیز آپ کے علم مخفی کے حامل اور مرکز القاء و الہام ہونے کی دلیل اور منجملہ آپ کے کرامات کے ہے۔ چنانچہ ابنِ خلدون نے تحریر کیا ہے کہ:۔

کان جعفر الصادق اخبرهم بذالك كله وهي معدودة في كراماته۔ (مقدمه)	حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے ان سب کو ان واقعات سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اور یہ چیز آپ کے کرامات میں محسوب ہوتی ہے۔

جناب یحییٰ کی شہادت ایک ایسا واقعہ تھا جس نے اموی حکومت کے خلاف ایک عام نفرت و بیزاری کی لہر دوڑا دی تھی جس کا حکومت پر اثر انداز ہونا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ ان کا نیّرِ اقبال گہنانے لگا اور ولید ابن یزید کے مارے جانے کے بعد تو ان کا زوال یقینی ہو گیا۔ اس موقع پر بنی عباس اور بنی ہاشم کے نمائندوں کا ماہ ذی الحجہ ۱۳۱ھ میں مدینہ کے اندر ایک اجتماع ہوا اور اس بزم مشاورت میں یہ طے کیا گیا کہ اموی اقتدار کے دم توڑتے ہی محمد ابن عبداللہ المحض کی خلافت کا اعلان کر دیا جائے، اور اسی وقت اُن کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس معاہدہ کی تکمیل بھی کر لی گئی۔ ان بیعت کرنے والوں میں سفاح اور منصور دوانیقی بھی تھے۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو امام جعفر صادقؑ کو بھی وہاں طلب کر لیا گیا۔ حضرت جب تشریف لائے اور صورتِ حال پر مطلع ہوئے تو آپ نے اُن کی رائے کے خلاف رائے دی۔ اور جب آپ کی بات نہ سنی گئی تو آپ محمد ابن عبداللہ کے قتل اور آئندہ ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر وہ وقت آیا کہ اموی حکومت کا تختہ اُلٹ گیا اور جن کے نام کی آڑ لے کر انقلابی ہنگامے کھڑے کئے تھے وہ محروم کر دیئے گئے اور خلافت بنی عباس کے پائے نام ہو گئی۔ اور محمد جن کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی اور ان کے بھائی ابراہیم جنگلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے یہاں تک کہ سفاح کا دور اپنے اقتدار کے استحکام اور بنی اُمیہ کے استیصال میں گذر گیا۔ اس کے بعد منصور دوانیقی تختِ خلافت پر متمکن ہوا اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی محمد و ابراہیم کی تلاش شروع کر دی۔ اور وہ دونوں بھائی اس کی گرفت سے بچنے کے لئے حجاز کے قبائل اور غیر معروف مقامات میں سر چھپائے پڑے رہے۔ سنہ ۱۴۰ھ میں منصور حج سے فارغ ہو کر مدینہ آیا اور عبداللہ المحض کو طلب کیا۔ اور جب وہ آئے

تو ان سے محمد و ابراہیم کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں روپوش ہیں۔ جناب عبداللہ نے کہا مجھے ان دونوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ منصور یہ سن کر جھلا اٹھا اور بدزبانی پر اتر آیا۔ اور حکم دیا کہ انہیں لے جا کر بند کر دو۔ چنانچہ مروان کے گھر کو زندان قرار دے کر انہیں بند کر دیا گیا۔ اور ان کے علاوہ سادات حسنیؑ کے دوسرے نمایاں افراد کو بھی گرفتار کر کے اسی قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جب ان اسیرانِ محن کو تین سال قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے گذر گئے تو ۱۴۴ھ میں منصور دوبارہ حج کے لئے مکہ آیا اور واپسی میں مدینہ جانے کے بجائے ربذہ میں اتر پڑا اور وہیں پر داروغۂ جیل کے ذریعے تمام اسیروں کو طلب کر لیا۔ ان گرفتارانِ بلا میں جناب محمد دیباج ابراہیم کے خسر بھی تھے۔ منصور نے ان سب کو اپنے سامنے کھڑا کر کے تہدید و سرزنش کی اور محمد دیباج سے محمد و ابراہیم کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جس پر انہیں چار سو تازیانوں کی سزا دی گئی۔ اور بعض دوسرے سادات کو بھی مختلف سزائیں دی گئیں۔ پھر ان سب قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر اور بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ کر دیا جہاں انہیں مجلسِ ہاشمیہ میں بند کر دیا گیا۔ یہ مجلس ایک تہ خانہ تھا جہاں شب و روز کی تمیز نہ ہو سکتی تھی۔ ان اسیروں میں سے کچھ قتل کر دیئے گئے اور کچھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت نہ کر سکے اور ختم ہو گئے، اور کچھ ان مصائب و آلام کے باوجود سخت جان ثابت ہوئے اور انتہائی سختیوں میں سسکتے تڑپتے زندگی کی سانسیں لیتے رہے۔ جب مظالم کی انتہا ہو گئی اور امام حسنؑ کی اولاد میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جو قتل یا قید نہ کیا گیا ہو تو ماہِ رجب ۱۴۵ھ میں محمد ابن عبداللہ حکومت کے مظالم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ڈھائی سو آدمیوں کی ایک مختصر جمعیت کے ساتھ خروج کر دیا۔ اور مدینہ میں وارد ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ شاہی قید خانہ کے تمام دروازے توڑ ڈالے اور جتنے قیدی بند پڑے تھے سب کو رہا کر دیا اور قید خانہ کے محافظ رباح ابن عثمان کو جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اہلِ مدینہ کے ایک عمومی اجتماع میں خطبہ دیا اور منصور کے گھناؤنے کردار پر سے پردہ اٹھایا۔ اس کے ظلم و ستم کے لرزہ براندام کر دینے والے واقعات دہرائے جس سے حکومت کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پوری شدت سے ابھر آئے۔ عباسی اقتدار کی بنیادیں متزلزل ہوتی نظر آنے لگیں۔ اور طبیعتیں ایک نئے انقلاب کی پذیرائی کے لئے آمادہ ہو گئیں۔ اگر کوئی مانع تھا تو یہ کہ منصور کے ہاتھ پر بیعت کی جا چکی ہے۔ مگر مالک بن انس نے فتویٰ دے دیا کہ وہ بیعت جبر و اکراہ کے نتیجہ میں ہوئی تھی۔ اس لئے اسے توڑا جا سکتا ہے۔ ان کی تائید میں امام ابوحنیفہ، ابن عجلان اور عبدالحمید ابن جعفر نے بھی فتوے دیئے۔ جب یہ مانع برطرف ہو گیا۔ تو اہلِ مدینہ محمد کے ہاتھوں پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے حجاز دمین پر ان کا پرچم لہرانے لگا جب منصور کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت پریشان ہوا اور فوراً کوفہ آیا۔ اور ایک خط بطور امان نامہ محمد کے پاس بھیجا اور سیاسی داؤں پیچ کھیلتے ہوئے صلح کی پیش کش کی۔ اور امان کا وعدہ کیا۔ محمد نے خط پڑھا اور اس کا ایک مفصل جواب لکھا۔ اور امان کے سلسلہ میں تحریر کیا کہ تم امان دینے والے ہوتے کون ہو، اور پھر تمہارے قول کا اعتبار ہی کیا ہے۔ تم نے ابن ہبیرہ اور اپنے چچا عبداللہ ابن علی اور ابومسلم خراسانی سے بھی امان کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اس کا حشر کیا ہوا۔ یہی ناکہ سب کو موت کے گھاٹ اتر دا دیا۔ اور اب مجھ سے امان کا وعدہ کرتے ہو۔ مجھ سے مخفی نہیں ہے کہ اس امان کے پردے میں تمہارا مقصد کیا ہے۔ جب منصور کا یہ حربہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ تو اس نے عیسیٰ ابن موسیٰ کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کا

ایک لشکر دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر نے مدینہ پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف سے رسد رسانی کے راستے بند کر دیئے۔ مدینہ کے سُورماؤں نے جب چمکتی ہوئی تلواریں دیکھیں تو سخت ہراساں ہُوئے، اور انقلاب آفرین جذبات جس تیزی سے اُبھرے تھے اُسی تیزی سے دب گئے۔ بیعت کا رشتہ پھر سے جوڑ لیا اور حکومت کے سامنے سر جھکا دیئے۔ ہزاروں میں سے صرف تین سو سولہ آدمی محمد کے ہمراہ رہ گئے جنہوں نے غسل کیا۔ جسموں پر حنوط ملا، سروں پر کفن باندھے اور جان دینے پر آمادہ ہوگئے۔ اس مختصر فوج نے ابھی قدم اٹھایا ہی تھا کہ عیسیٰ نے کوہ سلع پر سے للکار کر محمد کو کہا اے محمد! تم ہتھیار رکھ دو تمہارے لئے امان ہے۔ محمد نے کہا کہ نہ تمہارے وعدہ کا کوئی اعتبار ہے اور نہ اس کے وعدہ کا جو تختِ امارت پر متمکن ہے۔ اور ہو بھی تو ہم ہمیشہ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ اب اس عار کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں۔ ہم ایک ایک کرکے مر جائیں گے۔ مگر اپنے خاندانی دستور کے خلاف نہیں کریں گے۔ اور یہ کہہ کر تلوار نیام سے باہر نکال لی۔ اور مٹھی بھر فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور اس طرح جی توڑ کر لڑے کہ تین مرتبہ دشمن کو اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ دشمن کے ایک سپہ سالار حمید ابن قحطبہ نے دیکھا کہ اس طرح جیتنا مشکل ہے، اس نے خندق کی طرف سے بڑھنا چاہا۔ محمد کے ہمراہیوں نے تیر کمانوں میں جوڑ لئے اور دشمن کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور وہ خندق کو عبور کرکے آگے بڑھ آیا۔ اور دست بدست جنگ شروع ہوگئی۔ عیسیٰ نے اپنی پوری فوج کو ایک دم حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ محمد کی فوج نے تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ عیسیٰ کی فوج شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن یہ پیچھے ہٹنا ایک دوسرے حملہ کا پیش خیمہ تھا، چنانچہ اس نے دوسری طرف سے پھر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ یہ مختصر سی فوج بے دست و پا ہو کر رہ گئی۔ اور ایک ایک کرکے موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ حمید ابن قحطبہ نے محمد کے سینہ پر نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا اور سر کو قطع کرکے منصور کے پاس روانہ کر دیا جو کوفہ میں نصب کیا گیا، اور مختلف شہروں میں پھرایا گیا۔ اور لاش کو ان کی ہمشیرہ زینب اور دختر فاطمہ نے مل کر اٹھایا اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵ ماہِ رمضان روز دوشنبہ ۱۴۵ھ میں پیش آیا۔ اُس وقت محمد کی عمر صرف ۴۵ برس کی تھی۔

اِدھر محمد کا تو یہ انجام ہُوا اس طرف انہوں نے اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ روانہ کر دیا تھا تاکہ وہاں کی فضا ہموار کریں اور جب حالات سازگار ہوں تو خروج کر دیں۔ ابھی انہوں نے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا کہ محمد اور اُن کے تمام ہمراہیوں کے قتل کی خبر آگئی۔ آپ نے بغیر کسی تاخیر کے کچھ فوج فراہم کی اور یکم شوال ۱۴۵ھ کو خروج کر دیا۔ منصور کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت سٹ پٹایا اور یہ عہد کیا کہ جب تک ابراہیم کو ٹھکانے نہیں لگائے گا بستر پر آرام نہیں کرے گا اور نہ عیش و تنعم سے کوئی سروکار نہیں رکھے گا۔ اگرچہ اس کی فوجیں مختلف محاذوں پر لڑ رہی تھیں اور شام، افریقہ اور خراسان ایسے دُور و دراز مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں، پھر بھی اُس نے ایک فوج ترتیب دی اور عیسیٰ ابنِ موسیٰ کی زیرِ قیادت اُسے ابراہیم کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ ابراہیم نے ابھی محاذِ جنگ کے لئے کچھ طے نہ کیا تھا کہ اہلِ کوفہ کی ایک جماعت ان کے پاس آئی اور اُن سے عرض کیا کہ آپ یہاں سے کوفہ تشریف لے چلیئے وہاں ایک لاکھ جانباز آپ کے پرچم کے نیچے جمع ہیں۔ ابراہیم اہلِ بصرہ کے روکنے کے باوجود آمادہ ہوگئے اور اپنی فوج کو یکجا کرکے کوفہ کی طرف چل پڑے۔ ابھی کوفہ تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر ہوگا، کہ مقام

باخمری میں عیسٰی کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اب نہ آگے بڑھنے کی کوئی صورت رہی اور نہ پیچھے پلٹنے کی وہیں پر ٹکراؤ شروع ہوگیا۔ تلواریں بے نیام ہوکر نکل آئیں۔ تیر اندازوں نے کمانیں سیدھی کیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ ابراہیم کی فوج نے اس طرح بڑھ بڑھ کے حملے کئے کہ فوجِ مخالف کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر کوفہ کی حدوں کو چھُونے لگے۔ عیسٰی کے ہمراہ صرف سو آدمی رہ گئے۔ اور قریب تھا کہ فوج کا ایک ریلا انہیں بھی بہالے جائے کہ ابراہیم نے میدان جنگ کی گھٹن اور گرمی و تپش سے گھبرا کر بندِ قبا کھول دئے اور سینہ کے اُوپر سے پیراہن اٹھا لیا۔ ایک تیر انداز نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے حلق پر ایک ایسا کاری تیر لگایا کہ آپ نے بے دم ہوکر گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ اور جب سنبھلا نہ جاسکا تو زمین پر گر پڑے اور دم توڑ دیا۔ اُن کے دم توڑتے ہی جنگ کا پُورا نقشہ بدل گیا۔ ہاری ہوئی فوج فاتح بن گئی، مُرجھائے ہوئے چہرے شاداب ہوگئے۔ اور شاداب چہرے مُرجھا گئے۔ عیسٰی نے اُن کے سر کو قطع کرکے منصور کے پاس روانہ کر دیا۔ اس نے پہلے تو اُسے کوفہ میں آویزاں کیا اور پھر ربیع کے ہاتھ اُن کے والد عبداللہ المحض کے پاس بھیجدیا۔ جب ربیع اُن کا سر لے کر زنداں میں داخل ہُوا تو دیکھا کہ عبداللہ مصلّائے عبادت پر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہُوئے تو وہ سر اُن کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنے فرزند کے سر بریدہ کو سینے سے لگایا اور فرمایا رحمك الله یا ابا القاسم داهلا بك دسهلا لقد دفیت بعهد الله ومیثاقه (اے ابراہیم اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک مرحبا بے شک تو نے اللہ تعالٰی کے عہد و پیمان کو پورا کیا) اس کے بعد ربیع سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ منصور سے بس اتنا کہنا کہ ہماری مصیبتوں کے دن ختم ہوگئے۔ تم تھوڑے دن اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرلو۔ اور یاد رکھو کہ تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے۔ اب ہماری اور تمہاری ملاقات اللہ تعالٰی کی معدلت گاہ میں ہوگی اور وہی ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے گا۔

ابراہیم کی شہادت کا واقعہ روز دوشنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر اڑتالیس برس کی تھی۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اقدامات دفاعی حیثیت رکھتے تھے کہ ان کے بغیر جان و مال و ناموس کا تحفظ ممکن ہی نہ تھا، یا جارحانہ حیثیت رکھتے تھے اور مقصد امن عالم کو خاک میں ملا کر ذاتی نفوذ و اقتدار حاصل کرنا تھا یا صحیح اسلامی حکومت کے قیام، حدودِ الٰہیہ کے اجراء اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سلسلہ میں تھے۔ اور اس صورت میں وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی اجازت سے تھے یا از خود۔ اگر از خود تھے تو امام علیہ السلام ان اقدامات پر خوش تھے یا ناراض کہ اُن کی اجازت و رضامندی کی صورت میں مذہبی حیثیت سے یہ اقدامات صحیح سمجھے جائیں ورنہ غلط۔ ضرورت ہے کہ واقعات کو عقیدت کے دھندلکوں سے بچا کر ان تمام گوشوں کا ایک اجمالی جائزہ لیا جائے تاکہ ان شخصیتوں کا صحیح موقف معلوم ہوسکے۔ جناب زید کے بارے میں لکھا جاچکا ہے کہ وہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ایک جلیل القدر فرزند تھے اور اس نسبی رفعت کے ساتھ علم و عمل کی بلندیوں پر بھی فائز تھے۔ لیکن ایک وقت وہ آتا ہے کہ حالات انہیں مجبور کر دیتے ہیں کہ ہشام ابن عبدالملک کے سامنے اس کے عامل خالد ابن عبدالملک کی شکایت پیش کریں۔ مگر نخوت شاہی انہیں دربار میں حضوری کی اجازت نہیں دیتی۔ اور پیہم اصرار کے بعد موقع دیا جاتا ہے تو اس وقت جب دربار حاشیہ نشینوں اور اموی کارندوں سے کھچا کھچ بھرا ہُوا تھا تاکہ نہ انہیں بیٹھنے کو جگہ ملے اور نہ کھڑے ہونے کو۔ اور لونڈی بچہ اور اس قسم کے دوسرے ناشائستہ الفاظ سے ان کی توہین و تذلیل کی جاتی

ہے۔ اور پھر شکایت کا ازالہ تو در کنار اس کا سننا بھی گوارا نہیں کیا جاتا اور ذلت کے ساتھ باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اس طرز عمل نے انہیں مجبور کیا کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑ کر اس توہین اور اموی اقتدار کے ان مظالم کا بدلہ لیں جو ان کے دادا امام حسین علیہ السلام اور اُن کے خاندان کے دوسرے افراد پر کئے گئے تھے۔ اور ہرقلی و قیصری نظام کو ختم کرکے اقتدار کو اس کے صحیح مرکز پر قائم کریں۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے بظاہر اسباب بھی مہیا ہوگئے تھے اس طرح کہ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، جرجان اور جزیرہ کے باشندوں کے علاوہ صرف کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے اپنی مدد کا یقین دلا دیا۔ اب صرف امام علیہ السلام کی اجازت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ نے امام علیہ السلام سے خروج کے متعلق استفسار کیا تو حضرتؑ نے فرمایا:۔

یاعم ان رضیت ان تکون المقتول المصلوب بالکناسة فشانك "

اے چچا اگر آپ اس پر راضی ہیں کہ کناسہ کوفہ میں قتل کئے جائیں اور سولی دیئے جائیں تو پھر جیسے آپ کی مرضی "

اس سے اگرچہ واضح طور پر اجازت ظاہر نہیں ہوتی مگر رضامندی کا پتہ ضرور چلتا ہے اور اس کے ساتھ انہیں انجام سے بھی مطلع کر دیا ہے اور یہ رضامندی کے منافی نہیں ہے۔ اس رضائے امام کے سلسلہ میں علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں تحریر کیا ہے:۔

هٰذا فی زید حق دل علیه الاجماع من اصحابنا والاخبار المستفیضة الّتی کادت تبلغ حدّ التواتر۔

یہ رضامندی زید کے بارے میں تو صحیح ہے۔ اور اس کی دلیل ہمارے اصحاب کا اجماع اور وہ احادیث ہیں جو حد استفاضہ بلکہ قریب قریب حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں "

اور شہید علیہ الرحمہ نے قواعد میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تحت اس کی تصریح کی ہے کہ جناب زید کا خروج امام علیہ السلام کے اذن سے تھا" اور جناب زید کی مصلحت اندیشی تھی کہ انہوں نے اس اذن کو مخفی رکھنے کی کوشش کی تاکہ اس زمانہ انقلاب و دورِ پُر فتن میں امام علیہ السلام کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ تو اب کوئی وجہ نہیں کہ جناب زید کے اقدام کو غلط اور جہاد اسلامی کے حدود سے خارج تصور کیا جائے۔ اب رہے جناب یحییٰ، تو وہ اگرچہ فرقہ زیدیہ کے نزدیک زیدی المسلک اور بسلسلہ امامت اپنے پدر گرامی کے جانشین تصور کئے جاتے ہیں اس لئے کہ زیدیہ کے نزدیک امام کے لئے صرف دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ فاطمیؑ ہو خواہ امام حسنؑ کی اولاد میں سے ہو یا امام حسینؑ کی اولاد میں سے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ خروج و معرکہ آرائی کرے۔ اور یہ دونوں باتیں جناب یحییٰ میں جمع تھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں فرقہ زیدیہ سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ وہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے قائل تھے۔ چنانچہ کتاب مقتضب الاثر سے صاحب تنقیح المقال نے یہ روایت نقل کی ہے:۔

عن یحییٰ ابن زید قال سئلت ابی عن الائمة فقال الائمة اثنا عشر، اربعة من الماضین و ثمانیة من الباقین قلت نسمهم یا ابه قال اما الماضین

یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (زید بن علی) سے ائمہؑ کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا ائمہ بارہ۱۲ ہیں چار گزر چکے اور آٹھ باقی ہیں۔ میں نے پوچھا اُن کے نام کیا کیا ہیں؟ فرمایا جو گزر گئے وہ علیؑ ابن ابی طالب، حسنؑ، حسینؑ اور علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ اور جو باقی ہیں اُن میں سے ایک میرے بھائی محمد باقر

فعلیؑ ابن ابیطالب والحسنؑ والحسینؑ وعلی ابن الحسینؑ ومن الباقین اخی الباقرؑ وبعدہٗ جعفر الصادق ابنہ و بعدہٗ موسیٰ ابنہ وبعدہٗ علی ابنہ وبعدہٗ محمد ابنہ وبعدہٗ علی ابنہ وبعدہٗ الحسنؑ ابنہ وبعدہٗ المھدی ابنہ فقلت یاابہ الست منہم قال لا ولکنی من العترۃ قلت فمن این عرفت اسمائہم قال عھد معھود عھدہ الینا رسول اللہؐ۔

ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے فرزند جعفر صادقؑ۔ اور ان کے بعد موسیٰ ابن جعفرؑ اور اُن کے بعد علی ابن موسیٰ اور ان کے بعد محمد ابن علی اور اُن کے بعد حسن ابن محمد اور اُن کے بعد اُن کے فرزند حضرت مہدی ہیں۔ میں نے کہا بابا کیا آپ ان میں سے نہیں ہیں؟ فرمایا میں نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ نام آپ کو کس ذریعہ سے معلوم ہوئے؟ فرمایا یہ ایک سلسلہ بسلسلہ عہد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہم تک پہنچے ہیں"

اس روایت سے جہاں جناب زید کے عقائد پر روشنی پڑتی ہے وہاں جناب یحییٰ کے متعلق بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ امامت کے سلسلہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے کہ یہ امر نہایت مستبعد ہے کہ وہ ایک روایت اپنے پدر گرامی سے نقل کریں اور بغیر کسی ردّ و قدح کے اسے بیان فرمائیں اور خود اس کے معتقد نہ ہوں۔ یا جناب زید کے اس اقرار کے باوجود کہ وہ امام نہیں ہیں ان کی امامت کے قائل ہو کر فرقۂ زیدیہ کے ہمنوا ہو جائیں اور اُن کے جہاد بالسیف سے ان کے زیدی المسلک ہونے پر استشہاد بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے پدر گرامی کے انتقام یا حفظِ جان کے لئے جنگ کی ہو یا علانیہ فسق و فجور کو پروان چڑھتے اور ظلم و استبداد کو فروغ پاتے دیکھ کر یہ نظریہ قائم کیا ہو کہ یہ تلوار کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مورد ہے اور اس میں فرقہ زیدیہ کے معتقدات دخیل نہ ہوں۔ بہرحال ان کے جہاد بالسیف کی نوعیت کے متعلق ایک رائے نہیں قائم کی جا سکتی اور ان کا یہ اقدام کتنے بھی حق بجانب شکایات کا نتیجہ ہو کوئی استناد خاص نہیں رکھتا۔ البتہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا اُن کے حق میں دعائے خیر کرنا، اور یہ فرمانا رحم اللہ ابن عمی والحقہ بآبائہ واجدادہ "خدا رحمت کرے میرے ابن عم پر اور انہیں اُن کے آباؤ اجداد کے ساتھ ساتھ رکھے" اُن کے حسنِ انجام کا کاشف ہے۔

محمد و ابراہیم کے خروج کا پس منظر یہ ہے کہ جب اموی اقتدار اپنے جبر و تشدد اور ظلم و استبداد کے نتیجہ میں چراغِ سحری کی طرح ٹمٹمانے لگا اور ملک میں بغاوت کے آثار نمودار ہوئے تو محمد ابن عبداللہ المحض کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی اور یہ امر یقینی تصور کیا جانے لگا کہ بنی اُمیّہ کا تختہ الٹتے ہی اقتدار کی باگ ڈور اولادِ علیؑ کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ مگر سیاست نے اپنا کام کیا اور اقتدار اولادِ علیؑ کے بجائے بنی عباس کی طرف منتقل ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں میں ٹھن گئی۔ سفاح نے اپنی حکمتِ عملی سے کام لے کر عبداللہ المحض کا منہ اپنی داد و دہش سے بند کر دیا۔ اور شروع شروع میں محمد و ابراہیم کے متعلق کچھ پوچھ گچھ کی۔ مگر بعد میں بالکل سکوت اختیار کر لیا۔ سفاح کے بعد جب منصور تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس کے دل میں وہ بیعت کھٹکنے لگی جو اس نے محمد کے ہاتھ پر کی تھی۔ اس نے چاہا کہ جس طرح ہو سکے محمد اور ابراہیم کا خاتمہ کر دے تاکہ یہ خلش مٹ جائے۔ ورنہ منصور کو محمد و ابراہیم کی تلاش و جستجو کی اتنی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس کے علاوہ اُسے اس خطرہ کا

بھی پوری طرح احساس تھا کہ وہ کسی نہ کسی وقت شعلہ جوالہ بن کر بھڑک سکتے ہیں اور پورے ملک میں آگ لگا دے سکتے ہیں۔ اس خدشہ کے پیشِ نظر اس نے تمام بنی حسنؑ کو گرفتار کر لیا تاکہ ان کے ذریعہ محمد و ابراہیم کا کچھ کھوج نکل سکے۔ مگر وہ دونوں اس طرح روپوش رہے کہ حکومت اُن تک دسترس حاصل نہ کر سکی۔ لیکن وہ کب تک حکومت کے پنجۂ استبداد سے محفوظ اور نظروں سے اوجھل رہ سکتے تھے۔ آخر انہوں نے خروج کا تہیہ کر لیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام جو روحانی سلطنت کے تاجدار اور علمِ نبوت کے عزینہ دار تھے انہوں نے محمد کے والد عبداللہ المحض کو سمجھایا بجھایا اور محمد کو خروج سے منع کیا اور اس کے انجام سے ڈرایا۔ مگر ان کی منچلی طبیعت نہ مانی اور گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ حکومت سے ٹکر لینے پر آمادہ ہو گئے۔ اور نتیجہ وُہی ہوا جس کا ذکر حضرت زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے :۔

واللہ ما یخرج منا واحد قبل خروج	خدا کی قسم ظہور حضرت قائم سے پہلے ہم میں سے جو خروج کریگا
القائم الا کان مثلہ مثل فرخ طائر	اس کی مثال اس پرندے کی سی ہے جس کے بال و پر پوری
طار من وکرہ قبل ان یستوی جناحاہ	طرح مستحکم نہ ہوئے ہوں اور وہ گھونسلے سے اڑ کھڑا ہو اور
فاخذہ الصبیان فعبثوا بہ۔	بچے اُسے پکڑ لیں اور جس طرح چاہیں اُسے نوچیں گھسیٹیں۔

اس سلسلہ میں جو چیز کھٹکتی ہے وُہ یہ کہ یہ اقدام بلاشبہ امام علیہ السلام کی رضامندی کے خلاف تھا۔ اور مختلف موارد پر اُن کے حکم سے سرتابی کی گئی جس کے بعد اس جنگ کی دینی و مذہبی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ مگر با ایں ہمہ بعید نہیں کہ امام علیہ السلام چشم پوشی فرمائیں اور خداوندِ عالم ان کی مظلومیت و بے چارگی کے پیشِ نظر ان سے درگزر فرمائے۔ ان شہداء پر مختلف شعراء نے مرثیے کہے اور دعبل خزاعی نے اپنے مشہور قصیدۂ تائیہ میں ان کا بھی ذکر کیا ہے ان میں سے چند شعر یہ ہیں ؎

افاطم قومی یا ابنۃ الخیر فاندبی — نجوم سماوات بارض فلات

اے فاطمہؑ اے پیغمبرؐ کی برگزیدہ بیٹی اٹھیے اور بیابان میں بکھرے ہوئے آسمان کے تاروں کی صفِ ماتم بچھائیے۔

قبور بکوفان و اخری بطیبۃ — واخری بفخ نالھا صلواتی

کچھ قبریں کوفہ میں ہیں کچھ مدینہ میں اور کچھ مکہ کے نزدیک مقام فخ میں ان قبروں پر میرا سلام ہو۔

واخری بارض الجوزجان محلھا — وقبر بباخمری لدی الغربات

اور کچھ سرزمین جوزجان میں واقع ہیں اور کچھ غربات کے پاس مقام باخمری میں۔

سابکیھم ماحج للہ راکب — وما ناح قمری علی الشجرات

میرے آنسوؤں کا سلسلہ اس وقت جاری رہے گا جب تک حاجی حج کے لئے سفر کرتے رہیں گے اور قمریاں درختوں پر نوحہ خوانی کرتی رہیں گی۔

۳ے آیہ قرآنی میں شجرۂ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔ صادقِ آلِ محمدؐ کی روایت کے علاوہ متعدد مفسرین نے اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ امام فخرالدین رازی نے تحریر کیا ہے :۔

عن ابن عباس ان الشجرۃ الملعونۃ فی	حضرت ابن عباس سے وارد ہوا ہے کہ قرآن مجید میں شجرۂ

القرآن هي بنو امية (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۰۹) ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

اور اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے مروان سے خطاب کر کے فرمایا لعن اللہ اباك وانت فی صلبه فانت من لعنه اللہ (خدا نے تیرے باپ حکم پر لعنت کی جب کہ تو بھی اس کے صلب میں تھا۔ لہذا تو بھی وہ ہے جس پر اللہ نے لعنت کی ہے" اسی طرح تفسیر ابن جریر، تفسیر در منثور، شرح ابن ابی الحدید، تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ میں ذکر ہے۔ اور یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس شجر کے زیر سایہ نفسانیت وخواہش پرستی نے منزل کی، اس کی شاخوں میں فسق و بدکاری نے اپنا آشیانہ بنایا۔ اور اس کے مسموم پھلوں نے اسلام کے کام ودہن کو تلخ کر دیا۔ اس دور نے اخلاقی اقدار یکسر ختم کر دیئے۔ حق طلبی کو جرم قرار دے کر آزادئ رائے کو سلب کر لیا۔ اور اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے اہلبیتِ رسولؐ اور اُن کے دوستوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور امت کے لئے بلائے جان بن گئے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے لکل امة آفة وآفة هٰذه الامة بنو امية (کنز العمال) "ہر امت کے لئے ایک آفت ہوتی ہے اور اس امت کے لئے بنو امیہ آفت ہیں۔" چنانچہ سینکڑوں نہیں ہزاروں اسلام کی قیمتی شخصیتیں ان کی تیغ ظلم کی نذر ہوئیں، بے شمار شہیدوں کی مقدس لاشیں آگ میں جلائی اور دورِ جاہلیت کی رسمیں پھر سے زندہ کر دی گئیں۔ آخر اس ظلم وسفاکی کے نتیجہ میں اس مشئوم دور پر زوال آیا، اور تراسی سال چار مہینے جو ہزار مہینوں کے برابر ہوتے ہیں حکومت کرنے کے بعد صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

اَلصَّحِيْفَةُ الْكَامِلَةُ السَّجَّادِيَّةِ

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اِذَا ابْتَدَأَ بِالدُّعَاءِ بَدَءَ بِالتَّحْمِيْدِ
لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ فَقَالَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ بِلَا اَوَّلٍ كَانَ قَبْلَهٗ وَالْاٰخِرِ بِلَا اٰخِرٍ يَكُوْنُ بَعْدَهٗ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اِبْتَدَعَ بِقُدْرَتِهِ الْخَلْقَ اِبْتِدَاعًا وَاخْتَرَعَهُمْ عَلٰى مَشِيَّتِهٖ اخْتِرَاعًا ثُمَّ سَلَكَ بِهِمْ طَرِيْقَ اِرَادَتِهٖ وَبَعَثَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ مَحَبَّتِهٖ لَا يَمْلِكُوْنَ تَاْخِيْرًا عَمَّا قَدَّمَهُمْ اِلَيْهِ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَقَدُّمًا اِلٰى مَا اَخَّرَهُمْ عَنْهُ وَجَعَلَ لِكُلِّ رُوْحٍ مِّنْهُمْ قُوْتًا مَعْلُوْمًا مَقْسُوْمًا مِنْ رِزْقِهٖ لَا يَنْقُصُ مَنْ زَادَهٗ نَاقِصٌ وَلَا يَزِيْدُ مَنْ نَقَصَ مِنْهُمْ زَائِدٌ ثُمَّ ضَرَبَ لَهٗ فِي الْحَيٰوةِ اَجَلًا مَّوْقُوْتًا وَنَصَبَ لَهٗ اَمَدًا مَّحْدُوْدًا يَتَخَطَّأُ اِلَيْهِ بِاَيَّامِ عُمُرِهٖ وَيَرْهَقُهٗ بِاَعْوَامِ دَهْرِهٖ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَقْصٰى اَثَرِهٖ وَاسْتَوْعَبَ حِسَابَ

جب آپ دعا مانگتے تو اس کی ابتدا خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ستائش سے فرماتے چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا :۔

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو ایسا اول ہے جس کے پہلے کوئی اوّل نہ تھا اور ایسا آخر ہے جس کے بعد کوئی آخر نہ ہوگا۔ وہ خدا جس کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کی آنکھیں عاجز اور جس کی توصیف و ثنا سے وصف بیان کرنے والوں کی عقلیں قاصر ہیں۔ اس نے کائنات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اور اپنے منشائے ازلی سے جیسا چاہا انہیں ایجاد کیا۔ پھر انہیں اپنے ارادہ کے راستہ پر چلایا اور اپنی محبت کی راہ پر ابھارا۔ جن حدود کی طرف انہیں آگے بڑھایا ہے اُن سے پیچھے رہنا اور جن سے پیچھے رکھا ہے اُن سے آگے بڑھنا ان کے قبضہ و اختیار سے باہر ہے۔ اسی نے ہر (ذی) روح کے لئے اپنے (پیدا کردہ) رزق سے معیّن و معلوم روزی مقرر کر دی ہے جسے زیادہ دیا ہے اُسے کوئی گھٹانے والا گھٹا نہیں سکتا اور جسے کم دیا ہے اُسے کوئی بڑھانے والا بڑھا نہیں سکتا۔ پھر یہ کہ اسی نے اُس کی زندگی کا ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک معینہ مدّت اس کے لئے ٹھہرا دی جس مدّت کی طرف وہ اپنی زندگی کے دنوں سے بڑھتا اور اپنے زمانۂ زیست کے سالوں سے اس کے نزدیک ہوتا ہے یہاں تک کہ جب زندگی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور

عُمُرِهِ قَبَضَهُ إِلَى مَا نَدَبَهُ إِلَيْهِ مِنْ
مَوْفُورِ ثَوَابِهِ أَوْ مَحْذُورِ عِقَابِهِ
لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَ
يَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى عَدْلًا
مِنْهُ تَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُهُ وَتَظَاهَرَتْ
آلَاؤُهُ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ
يُسْأَلُونَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَوْ
حَبَسَ عَنْ عِبَادِهِ مَعْرِفَةَ حَمْدِهِ عَلَى
مَا أَبْلَاهُمْ مِنْ مِنَنِهِ الْمُتَتَابِعَةِ وَ
أَسْبَغَ عَلَيْهِمْ مِنْ نِعَمِهِ الْمُتَظَاهِرَةِ
لَتَصَرَّفُوا فِي مِنَنِهِ فَلَمْ يَحْمَدُوهُ
وَتَوَسَّعُوا فِي رِزْقِهِ فَلَمْ يَشْكُرُوهُ
وَلَوْ كَانُوا كَذَلِكَ لَخَرَجُوا مِنْ
حُدُودِ الْإِنْسَانِيَّةِ إِلَى حَدِّ الْبَهِيمِيَّةِ
فَكَانُوا كَمَا وَصَفَ فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ
إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ
سَبِيلًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا عَرَّفَنَا
مِنْ نَفْسِهِ وَأَلْهَمَنَا مِنْ شُكْرِهِ وَ
فَتَحَ لَنَا مِنْ أَبْوَابِ الْعِلْمِ بِرُبُوبِيَّتِهِ
وَدَلَّنَا عَلَيْهِ مِنَ الْإِخْلَاصِ لَهُ فِي
تَوْحِيدِهِ وَجَنَّبَنَا مِنَ الْإِلْحَادِ
وَالشَّكِّ فِي أَمْرِهِ حَمْدًا نُعَمَّرُ بِهِ
فِيمَنْ حَمِدَهُ مِنْ خَلْقِهِ وَنَسْبِقُ
بِهِ مَنْ سَبَقَ إِلَى رِضَاهُ وَعَفْوِهِ
حَمْدًا يُضِيءُ لَنَا بِهِ ظُلُمَاتِ الْبَرْزَخِ
وَيُسَهِّلُ عَلَيْنَا بِهِ سَبِيلَ الْمَبْعَثِ
وَيُشَرِّفُ بِهِ مَنَازِلَنَا عِنْدَ مَوَاقِفِ

اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو اللہ اُسے اپنے ثواب
بے پایاں تک جس کی طرف اُسے بلایا تھا یا خوفناک عذاب کی
جانب جسے بیان کر دیا تھا قبض روح کے بعد پہنچا دیتا ہے تاکہ
اپنے عدل کی بناء پر بروں کی اُن کی بداعمالیوں کی سزا اور
نیکو کاروں کو اچھا بدلہ دے۔ اس کے نام پاکیزہ اور اس کی نعمتوں
کا سلسلہ لگاتار ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس کی پوچھ گچھ اس سے
نہیں ہو سکتی اور لوگوں سے بہرحال باز پرس ہو گی۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو
حمد و شکر کی معرفت سے محروم رکھتا اُن پیہم عطیتوں پر جو اس
نے دیئے ہیں اور اُن پے در پے نعمتوں پر جو اُس نے فراوانی
سے بخشی ہیں تو وُہ اس کی نعمتوں میں تصرف تو کرتے مگر اُس
کی حمد نہ کرتے۔ اور اس کے رزق میں فارغ البالی سے بسر تو
کرتے مگر اس کا شکر بجا نہ لاتے اور ایسے ہوتے تو انسانیت
کی حدوں سے نکل کر چوپایوں کی حد میں آجاتے، اور اس
توصیف کے مصداق ہوتے جو اس نے اپنی محکم کتاب میں کی
ہے کہ وہ تو بس چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ
راہ راست سے بھٹکے ہوئے۔"

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اُس نے اپنی ذات کو ہمیں
پہنچوایا اور حمد و شکر کا طریقہ سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر
علم و اطلاع کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے اور توحید
میں تنزیہ و اخلاص کی طرف رہنمائی کی اور اپنے معاملہ میں
شرک و کجروی سے ہمیں بچایا۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اُس
کی مخلوقات میں سے حمد گزاروں میں زندگی بسر کریں اور اس
کی خوشنودی و بخشش کی طرف بڑھنے والوں سے سبقت لیجائیں
ایسی حمد جس کی بدولت ہمارے لئے برزخ کی تاریکیاں چھٹ
جائیں اور جو ہمارے لئے قیامت کی راہوں کو آسان کر
دے اور حشر کے مجمع عام میں ہماری قدر و منزلت کو بلند

الْاَشْهَادِ يَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ يَوْمَ لَا
يُغْنِىْ مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَّلَا
هُمْ يُنْصَرُوْنَ حَمْدًا يَرْتَفِعُ مِنَّا
اِلٰى اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ فِىْ كِتَابٍ مَّرْقُوْمٍ
يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ حَمْدًا تَقَرُّ بِهٖ
عُيُوْنُنَا اِذَا بَرِقَتِ الْاَبْصَارُ وَتَبْيَضُّ
بِهٖ وُجُوْهُنَا اِذَا اسْوَدَّتِ الْاَبْشَارُ
حَمْدًا نُعْتَقُ بِهٖ مِنْ اَلِيْمِ نَارِ اللّٰهِ اِلٰى
كَرِيْمِ جِوَارِ اللّٰهِ حَمْدًا نُزَاحِمُ بِهٖ مَلٰٓئِكَتَهُ
الْمُقَرَّبِيْنَ وَنُضَامُّ بِهٖ اَنْبِيَآئَهُ
الْمُرْسَلِيْنَ فِىْ دَارِ الْمُقَامَةِ الَّتِىْ لَا
تَزُوْلُ وَمَحَلِّ كَرَامَتِهِ الَّتِىْ لَا تَحُوْلُ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اخْتَارَ لَنَا مَحَاسِنَ
الْخَلْقِ وَاَجْرٰى عَلَيْنَا طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ
وَجَعَلَ لَنَا الْفَضِيْلَةَ بِالْمَلَكَةِ عَلٰى
جَمِيْعِ الْخَلْقِ فَكُلُّ خَلِيْقَتِهٖ مُنْقَادَةٌ
لَنَا بِقُدْرَتِهٖ وَصَآئِرَةٌ اِلٰى طَاعَتِنَا
بِعِزَّتِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَغْلَقَ عَنَّا
بَابَ الْحَاجَةِ اِلَّا اِلَيْهِ فَكَيْفَ نُطِيْقُ
حَمْدَهُ اَمْ مَتٰى نُؤَدِّىْ شُكْرَهُ لَا مَتٰى
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ رَكَّبَ فِيْنَا اٰلَاتِ
الْبَسْطِ وَجَعَلَ لَنَا اَدَوَاتِ الْقَبْضِ وَ
مَتَّعَنَا بِاَرْوَاحِ الْحَيٰوةِ وَاَثْبَتَ فِيْنَا
جَوَارِحَ الْاَعْمَالِ وَغَذَّانَا بِطَيِّبَاتِ الرِّزْقِ
وَاَغْنَانَا بِفَضْلِهٖ وَاَقْنَانَا بِمَنِّهٖ ثُمَّ
اَمَرَنَا لِيَخْتَبِرَ طَاعَتَنَا وَنَهَانَا لِيَبْتَلِىَ

کر دے جس دن ہر ایک کو اُس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا
اور اُن پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا۔ جس دن کوئی دوست کسی
دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔
ایسی حمد جو ایک لکھی ہوئی کتاب میں ہے جس کی مقرب فرشتے
نگہداشت کرتے ہیں ہماری طرف سے بہشت بریں کے بلند
ترین درجات تک بلند ہو، ایسی حمد جس سے ہماری
آنکھوں میں ٹھنڈک آئے جبکہ تمام آنکھیں حیرت و دہشت
سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اور ہمارے چہرے روشن و
درخشاں ہوں جبکہ تمام چہرے سیاہ ہوں گے۔ ایسی حمد جس
کے ذریعہ ہم اللہ تعٰ کی بھڑکائی ہوئی اذیت دہ آگ سے آزادی
پاکر اس کے جوارِ رحمت میں آجائیں۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ
ہم اس کے مقرب فرشتوں کے ساتھ شانہ بشانہ بڑھتے ہوئے
ٹکرائیں اور اس منزلِ جاوید و مقام عزت و رفعت میں جسے تغیر و
زوال نہیں اس کے فرستادہ پیغمبروں کے ساتھ یکجا ہوں۔
تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے خلقت و آفرینش کی
تمام خوبیاں ہمارے لئے منتخب کیں اور پاک و پاکیزہ رزق کا سلسلہ
ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں غلبہ و تسلط دے کر تمام مخلوقات پر
برتری عطا کی۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت سے ہمارے زیرِ فرمان
اور اس کی قوت و سربلندی کی بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے
تمام تعریف اس اللہ تعٰ کے لئے ہے جس نے اپنے سوا طلب و
حاجت کا ہر دروازہ ہمارے لئے بند کر دیا تو ہم (اس حاجت و
احتیاج کے ہوتے ہوئے) کیسے اُس کی حمد سے عہدہ برآ ہو سکتے
ہیں اور کب اس کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ نہیں! کسی وقت بھی اس کا
شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے
ہمارے (جسموں میں) پھیلنے والے اعصاب اور سمٹنے والے عضلات ترتیب
دیئے اور زندگی کی آسائشوں سے بہرہ مند کیا اور کار و کسب کے
اعضاء ہمارے اندر ودیعت فرمائے اور پاک و پاکیزہ روزی سے

شُكْرَنَا فَخَالَفْنَا عَنْ طَرِيقِ أَمْرِهِ وَ
رَكِبْنَا مُتُونَ زَجْرِهِ فَلَمْ يَبْتَدِرْنَا
بِعُقُوبَتِهِ وَلَمْ يُعَاجِلْنَا بِنِقْمَتِهِ بَلْ
تَأَنَّانَا بِرَحْمَتِهِ تَكَرُّماً وَانْتَظَرَ
مُرَاجَعَتَنَا بِرَأْفَتِهِ حِلْماً وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ الَّذِي دَلَّنَا عَلَى التَّوْبَةِ الَّتِي
لَمْ نُفِدْهَا إِلَّا مِنْ فَضْلِهِ فَلَوْ لَمْ
نَعْتَدِدْ مِنْ فَضْلِهِ إِلَّا بِهَا لَقَدْ حَسُنَ
بَلَاؤُهُ عِنْدَنَا وَجَلَّ إِحْسَانُهُ
إِلَيْنَا وَجَسُمَ فَضْلُهُ عَلَيْنَا فَمَا هٰكَذَا
كَانَتْ سُنَّتُهُ فِي التَّوْبَةِ لِمَنْ كَانَ
قَبْلَنَا لَقَدْ وَضَعَ عَنَّا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا
بِهِ وَلَمْ يُكَلِّفْنَا إِلَّا وُسْعاً وَلَمْ
يُجَشِّمْنَا إِلَّا يُسْراً وَلَمْ يَدَعْ لِأَحَدٍ
مِنَّا حُجَّةً وَلَا عُذْراً فَالْهَالِكُ مِنَّا
مَنْ هَلَكَ عَلَيْهِ وَالسَّعِيدُ مِنَّا مَنْ
رَغِبَ إِلَيْهِ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ بِكُلِّ مَا
حَمِدَهُ بِهِ أَدْنَى مَلَائِكَتِهِ إِلَيْهِ وَ
أَكْرَمُ خَلِيقَتِهِ عَلَيْهِ وَأَرْضَى حَامِدِيهِ
لَدَيْهِ حَمْداً يَفْضُلُ سَائِرَ الْحَمْدِ
كَفَضْلِ رَبِّنَا عَلَى جَمِيعِ خَلْقِهِ ثُمَّ
لَهُ الْحَمْدُ مَكَانَ كُلِّ نِعْمَةٍ لَهُ
عَلَيْنَا وَعَلَى جَمِيعِ عِبَادِهِ الْمَاضِينَ
وَالْبَاقِينَ عَدَدَ مَا أَحَاطَ بِهِ عِلْمُهُ
مِنْ جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ وَمَكَانَ كُلِّ
وَاحِدَةٍ مِنْهَا عَدَدُهَا أَضْعَافاً
مُضَاعَفَةً أَبَداً سَرْمَداً إِلَى يَوْمِ

ہماری پرورش کی اور اپنے فضل و کرم کے ذریعہ ہمیں بے نیاز کر دیا اور اپنے لطف و احسان سے ہمیں نعمتوں کا سرمایہ بخشا۔ پھر اس نے اپنے اوامر کی پیروی کا حکم دیا تاکہ فرمانبرداری میں ہم کو آزمائے اور نواہی کے ارتکاب سے منع کیا تاکہ ہمارے شکر کو جانچے مگر ہم نے اس کے حکم کی راہ سے انحراف کیا اور نواہی کے مرکب پر سوار ہو لئے۔ پھر بھی اس نے عذاب میں جلدی نہیں کی، اور سزا دینے میں تعجیل سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے کرم و رحمت سے ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور حلم و رافت سے ہمارے باز آجانے کا منتظر رہا۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں توبہ کی راہ بتائی کہ جسے ہم نے صرف اس کے فضل و کرم کی بدولت حاصل کیا ہے۔ تو اگر ہم اس کی بخششوں میں سے اس توبہ کے سوا اور کوئی نعمت شمار میں نہ لائیں تو یہی توبہ ہمارے حق میں اس کا عمدہ انعام، بڑا احسان اور عظیم فضل ہے اس لئے کہ ہم سے پہلے لوگوں کے لئے توبہ کے بارے میں اس کا یہ رویہ نہ تھا۔ اس نے تو جس چیز کے برداشت کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ وہ ہم سے ہٹالی اور ہماری طاقت سے بڑھ کر ہم پر ذمہ داری عائد نہیں کی اور صرف سہل و آسان چیزوں کی ہمیں تکلیف دی ہے اور ہم میں سے کسی ایک کے لئے حیل و حجت کی گنجائش نہیں رہنے دی۔ لہٰذا وہی تباہ ہونے والا ہے، جو اس کی منشاء کے خلاف اپنی تباہی کا سامان کرے، اور وہی خوش نصیب ہے جو اس کی طرف توجہ و رغبت کرے۔

اللہ کے لئے حمد و ستائش ہے ہر وہ حمد جو اس کے مقرب فرشتے، بزرگ ترین مخلوقات اور پسندیدہ حمد کرنے والے بجا لاتے ہیں۔ ایسی ستائش جو دوسری ستائشوں سے بڑھی چڑھی ہوئی ہو جس طرح ہمارا پروردگار تمام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر اسی کے لئے حمد و ثنا ہے اس کی ہر ہر نعمت کے

اَلْقِيٰمَةِ حَمْدًا لَا مُنْتَهٰى لِحَدِّهٖ وَلَا حِسَابَ لِعَدَدِهٖ وَلَا مَبْلَغَ لِغَايَتِهٖ وَلَا انْقِطَاعَ لِاَمَدِهٖ حَمْدًا يَكُوْنُ وُصْلَةً اِلٰى طَاعَتِهٖ وَ عَفْوِهٖ وَسَبَبًا اِلٰى رِضْوَانِهٖ وَ ذَرِيْعَةً اِلٰى مَغْفِرَتِهٖ وَطَرِيْقًا اِلٰى جَنَّتِهٖ وَخَفِيْرًا مِنْ نَقِمَتِهٖ وَاَمْنًا مِنْ غَضَبِهٖ وَ ظَهِيْرًا عَلٰى طَاعَتِهٖ وَحَاجِزًا عَنْ مَعْصِيَتِهٖ وَعَوْنًا عَلٰى تَاْدِيَةِ حَقِّهٖ وَوَظَآئِفِهٖ حَمْدًا نَسْعَدُ بِهٖ فِي السُّعَدَآءِ مِنْ اَوْلِيَآئِهٖ وَنَصِيْرُ بِهٖ فِيْ نَظْمِ الشُّهَدَآءِ بِسُيُوْفِ اَعْدَآئِهٖ اِنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْدٌ ٥

بدلے میں جو اس نے ہمیں اور تمام گزشتہ و باقی ماندہ بندوں کو بخشی ہے ان تمام چیزوں کے شمار کے برابر جن پر اُس کا علم حاوی ہے اور ہر نعمت کے مقابلہ میں دوگنی چوگنی جو قیامت کے دن تک دائمی و ابدی ہو۔ ایسی حمد جس کا کوئی آخری کنار اور جس کی گنتی کا کوئی شمار نہ ہو۔ جس کی حد و نہایت دسترس سے باہر اور جس کی مدت غیر مختتم ہو۔ ایسی حمد جو اس کی اطاعت و بخشش کا وسیلہ، اس کی رضامندی کا سبب، اس کی مغفرت کا ذریعہ، جنت کا راستہ، اس کے عذاب سے پناہ، اس کے غضب سے امان، اس کی اطاعت میں معین، اس کی معصیت سے مانع اور اُس کے حقوق و واجبات کی ادائیگی میں مددگار ہو۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ اس کے خوش نصیب دوستوں میں شامل ہو کر خوش نصیب قرار پائیں اور شہیدوں کے زمرہ میں شمار ہوں جو اس کے دشمنوں کی تلواروں سے شہید ہوئے۔ بے شک وہی مالک مختار اور قابلِ ستائش ہے۔

یہ کلمات دُعاء کا افتتاحیہ ہیں جو ستائشِ الٰہی پر مشتمل ہیں۔ حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے کرم و فیضان اور بخشش و احسان کے اعتراف کا ایک مظاہرہ ہے اور دعاء سے قبل اس کے جود و کرم کی فراوانیوں اور احسان فرمائیوں سے جو تاثر دل و دماغ پر طاری ہوتا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ زبان سے اس کی حمد و ستائش کے نغمے اُبل پڑیں جس نے ایک طرف وَ اسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو) کہہ کر طلب و سوال کا دروازہ کھول دیا اور دوسری طرف اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا) فرما کر استجابتِ دُعا کا ذمہ لیا۔

اس تحمید میں خداوند عالم کی وحدت و یکتائی، جلال و عظمت، عدل و رأفت اور دُوسرے صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ سرنامۂ دعا میں خلاقِ عالم کی تین اہم صفتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں تنزیہ و تقدیس کے تمام جوہر سمٹ کر جمع ہو گئے ہیں۔ پہلی صفت یہ کہ وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی۔ لیکن ایسا اوّل و آخر کہ نہ اس سے پہلے کوئی تھا اور نہ اس کے بعد کوئی ہو گا۔ اسے اوّل و آخر کہنے کے ساتھ دوسروں سے اوّلیت و آخریت کے سلب کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اوّلیت و آخریت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ یعنی وہ ازلی و ابدی ہے جس کا نہ کوئی نقطۂ آغاز ہے اور نہ نقطۂ اختتام۔ نہ اس کی ابتداء کا تصور ہو سکتا ہے اور نہ اس کی انتہا کا۔ نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کب سے ہے، اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کب تک ہے۔

اور جو "کب سے" اور "کب تک" کے حدود سے بالاتر ہو اس کے لئے ایک لمحہ بھی ایسا فرض نہیں کیا جا سکتا جس میں وہ نیستی سے ہمکنار رہا ہو اور جس کے لئے عدم و نیستی کو تجویز کیا جا سکے وہ ہے "واجب الوجود" جو مبداء اوّل ہونے کے لحاظ سے اوّل، اور غایت آخر ہونے کے لحاظ سے آخر ہو گا۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی طرف میں واقع ہو۔ اور جب اللہ کسی طرف میں واقع ہو گا تو دوسری طرفیں اس سے خالی ماننا پڑیں گی۔ اور ایسا عقیدہ کیونکر درست تسلیم کیا جا سکتا ہے جس کے نتیجہ میں بعض جہات کو اس سے خالی ماننا پڑے۔ اور دوسرے یہ کہ اگر وہ کسی طرف میں واقع ہو گا تو اس طرف کا محتاج ہو گا۔ اور چونکہ وہ خالق اطراف ہے اس لئے کسی طرف کا محتاج نہیں ہو سکتا ورنہ اس کا خالق نہ رہے گا اور تیسرے یہ کہ جہت میں وہی چیز واقع ہو سکتی ہے جس پر حرکت و سکون طاری ہو سکتا ہے اور حرکت و سکون چونکہ ممکن کی صفات ہیں اس لئے اللہ کے لئے انہیں تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب وہ حرکت و سکون سے بری اور عرض و جوہر جسمانی کی سطح سے برتر ہے تو اس کے دکھائی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود ایک جماعت اس کی رویت کی قائل ہے۔ یہ جماعت تین مختلف قسم کے عقائد کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے کچھ کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کی رویت صرف آخرت میں ہو گی، دُنیا میں رہتے ہوئے اُسے دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور کچھ افراد کا نظریہ یہ ہے کہ وہ آخرت کی طرح دنیا میں بھی نظر آ سکتا ہے اگرچہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اور کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جس طرح آخرت میں اس کی رویت ہو گی اسی طرح دُنیا میں بھی دیکھا جا چکا ہے۔ پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ رویت کا قرآن و حدیث میں صراحتہً ذکر ہے جس کے بعد انکار کا کوئی محل باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ وجوہ یومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة (اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ و شاداب اور اپنے پروردگار کی طرف نگراں ہوں گے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قیامت میں نظر آئے گا۔ اور دُنیا میں اس لئے نظر نہیں آ سکتا کہ یہاں ہمارے ادراکات و قویٰ کمزور ہیں جو تجلّیٔ الٰہی کی تاب نہیں رکھتے۔ اور آخرت میں ہمارے حس و شعور کی قوتیں تیز ہو جائیں گی جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد" (ہم نے تمہارے سامنے سے پردے ہٹا دیئے اب تمہاری آنکھیں تیز ہو گئیں)۔ لہٰذا وہاں پر رویت سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر دنیا میں اس کی رویت ممکن نہ ہوتی تو حضرت موسیٰؑ رب ارنی انظر اليك۔ (اے پروردگار! مجھے اپنی جھلک دکھا تا کہ میں تجھے دیکھوں) کہہ کر انہونی اور ناممکن بات کی خواہش نہ کرتے، اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُسے استقرارِ جبل پر موقوف کر کے امکان رویت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس طرح اگر رویت ممکن نہ ہوتی، تو اُسے پہاڑ کے ٹھہراؤ پر کہ جو ایک امر ممکن ہے موقوف نہ کرتا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔ ولكن انظر الى الجبل فان استقر مكانه فسوف تراني (اس پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تو پھر مجھے بھی دیکھ لوگے۔) اور اگر اس سلسلہ میں لن ترانی (تم مجھے قطعاً نہیں دیکھ سکتے) فرمایا تو اس سے صرف دُنیا میں وقوع رویت کی نفی مراد ہے، نہ امکان رویت کی اور نہ اس سے رویت آخرت کی نفی مقصود ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ ایسا کبھی نہیں ہو گا، تو

عرف میں اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ دُنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوگا، یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آخرت میں بھی ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہود کے متعلق ارشاد ہے کہ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ (وہ موت کی کبھی تمنا نہیں کریں گے) تو یہ تمنا کی نفی دُنیا کے لئے ہے کہ وُہ دنیا میں رہتے ہوئے موت کے خواہشمند کبھی نہیں ہوں گے اور آخرت میں تو وہ عذاب جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے بہرحال موت کی تمنا و آرزو کریں گے۔ تو جس طرح یہاں پر نفی کا تعلق صرف دُنیا سے ہے اسی طرح وہاں بھی نفی کا تعلق صرف دنیا سے ہے نہ آخرت سے۔

تیسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ جب بیان سابق سے دنیا میں اس کی رویت کا امکان ثابت ہو گیا تو اس کے وقوع کے لئے حسن بصری اور احمد بن حنبل وغیرہ کا یہ قول کافی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ الاسرا میں اسے دیکھا۔

جب ان دلائل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ انتہائی کمزور اور اثباتِ مدعا سے قاصر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پہلے گروہ کا یہ دعویٰ کہ قرآن و حدیث میں رویت کے شواہد بکثرت ہیں ایک غلط اور بے بنیاد دعویٰ ہے اور قرآن و حدیث سے قطعاً اس کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ قرآن کے واضح تصریحات اس کے خلاف ہیں اور قرآنی تصریحات کے خلاف اگر کوئی حدیث ہو گی بھی تو وہ موضوع و مطروح قرار پائے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں نفی رویت کے سلسلہ میں ارشادِ الٰہی ہے کہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ (آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ رہا ہے، اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے) اور جس آیت کو اثباتِ رویت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اس میں لفظ ناظرۃ سے رویت پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اہلِ لغت نے نظر کے معنی انتظار، غور و فکر، مہلت، شفقت اور عبرت اندوزی کے بھی کئے ہیں اور جب ایک لفظ میں اور معنی کا بھی احتمال ہو تو اُسے دلیل بنا کر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ کچھ مفسرین نے اس مقام پر نظر کے معنی انتظار کے لئے ہیں اور اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ وُہ اس دن اللہ کی نعمتوں کے منتظر ہوں گے اور اس معنی کی شاہد یہ آیت ہے فناظرۃ بم یرجع المرسلون (وہ منتظر تھی کہ قاصد کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں)، اور کچھ مفسرین نے نظر کے معنی دیکھنے کے کئے ہیں اور اس صورت میں لفظ ثواب کو یہاں محذوف مانا ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ثواب کی جانب نگراں ہوں گے۔ جس طرح ارشادِ الٰہی وجاء ربک (تمہارا پروردگار آیا) میں لفظ امر محذوف مانا گیا ہے اور معنی یہ کئے گئے ہیں کہ تمہارے پروردگار کا حکم آیا۔ اور پھر یہ کہاں ضروری ہے کہ جہاں نظر صادق آئے وہاں رویت بھی صادق آئے۔ چنانچہ عرب کا مقولہ ہے کہ نظرت الی الھلال فلم ارہ (میں نے چاند کی طرف نظر کی مگر دیکھ نہ سکا) یہاں نظر ثابت ہے مگر رویت ثابت نہیں ہے۔ اب رہا یہ کہ وُہ دنیا میں اس لئے نظر نہیں آسکتا کہ یہاں انسانی ادراکات و قویٰ ضعیف ہیں اور آخرت میں یہ ادراکات قوی ہو جائیں گے، تو یہ دنیا و آخرت کی تفریق اس بناء پر تو صحیح ہو سکتی ہے اگر اس کی ذات دکھائی دینے جانے کے قابل ہو اور ہماری نگاہیں اپنے عجز و قصور کی بناء پر قاصر رہیں۔ لیکن جب اس کی ذات کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وُہ دکھائی نہ دے تو محل و مقام کے بدلنے سے ناقابلِ رویت ذات قابلِ رویت نہیں قرار پا سکتی۔ اور اس سلسلہ میں جو آیت پیش کی گئی ہے اس میں تو یہ نہیں ہے کہ ادراکات و حواس کے تیز ہو جانے سے خدا کو بھی دیکھا جا سکے گا بلکہ آیت کے

معنی تو یہ نہیں کہ اس دن پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور آنکھیں تیز ہو جائیں گی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہاں پر تمام شبہات مٹ جائیں گے اور آنکھوں پر پڑے ہوئے غفلت کے پردے اٹھ جائیں گے، یہ معنی نہیں کہ وہ اللہ کو بھی دیکھنے لگیں گے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ غفلت کے پردے تو کافروں کی آنکھوں سے اٹھیں گے لہذا انہی کو نظر آنا چاہیئے۔

دوسرے گروہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے رویت باری کی خواہش اس لئے نہیں کی تھی کہ وہ اس کی رویت کو ممکن سمجھتے تھے اور انہیں اس کے ناقابلِ رویت ہونے کا علم نہ تھا۔ یقیناً وہ جانتے تھے کہ وہ ادراکِ حواس و مشاہدۂ بصری سے بلند تر ہے تو اس سوال کی نوبت اس لئے آئی کہ بنی اسرائیل نے کہا کہ یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃً (اے موسیٰؑ! ہم اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں گے) تو موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ ان پر ان کی بے راہروی ثابت کر دیں اور یہ واضح کر دیں کہ وہ کوئی دکھائی دینے والی چیز نہیں ہے اس لئے اللہ کے سامنے ان کا سوال پیش کیا تاکہ وہ اپنے سوال کا نتیجہ دیکھ لیں۔ اور اس غلط خیال سے باز آ جائیں۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ فقد سالوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جھرۃً (یہ لوگ تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں اور وہ یہ کہ موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمیں خدا کو ظاہر بظاہر دکھا دیجئے)، جب موسیٰؑ نے اُن کے کہنے پر سوال کیا تو اس موقع پر قدرت کا یہ ارشاد کہ "تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہے تو مجھے دیکھ لو گے۔" امکانِ رویت کا پتہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ موقوف علیہ صرف پہاڑ کا ٹھہراؤ نہیں تھا کیونکہ وہ تو اس وقت بھی ٹھہرا ہوا تھا جب رویت کو اس پر معلق کیا جا رہا تھا بلکہ تجلی کے وقت اس کا ٹھہراؤ مقصود تھا۔ اور جب تک اس موقع کے لئے اس کے ٹھہراؤ کا امکان ثابت نہ ہو اس ٹھہراؤ کو امکان رویت کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ حالانکہ اس موقع پر تو یہ ہوا کہ جعلہ دکاً وخر موسیٰ صعقاً (تجلی نے اس پہاڑ کو چکنا چور کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) اور بنی اسرائیل پر ان کے بے محل سوال کی وجہ سے بجلی گری۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ فاخذتھم الصاعقۃ بظلمھم (ان کی شر پسندی کی وجہ سے بجلی نے انہیں جکڑ لیا) اگر خداوندِ عالم کی رویت ممکن ہوتی تو ایک ممکن الوقوع چیز سے ایمان کو وابستہ کرنا ایسا جرم نہ تھا کہ انہیں صاعقہ کے عذاب میں جکڑ لیا جائے اور ان کی خواہش کو ظلم سے تعبیر کیا جائے۔ آخر حضرت ابراہیمؑ نے بھی تو اپنے اطمینان کو مردوں کو زندہ کرنے سے وابستہ کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ (اے میرے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو کیونکر مُردوں کو زندہ کرتا ہے) اس کے جواب میں قدرت نے فرمایا:۔ اولم تومن (کیا تم ایمان نہیں لائے) ابراہیمؑ نے عرض کیا بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی (ہاں ایمان تو لایا! لیکن چاہتا ہوں کہ دل مطمئن ہو جائے) اگر حضرت ابراہیم اپنے اطمینان کو مردوں کے زندہ ہونے سے وابستہ کر سکتے ہیں تو ان لوگوں نے اگر اپنے ایمان کو رویت باری پر معلق کیا تو جرم ہی کون سا کیا جس پر انہیں لرزہ براندام کر دینے والی سزا دی جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ سزا اس بنا پر نہ تھی کہ انہوں نے رویت باری کا مطالبہ کیا تھا، ان کی سابقہ ضد، ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کے پیش نظر تھی، مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ مطالبہ تو وہ کریں جو کیا جا سکتا ہے اور ممکن الوقوع ہے اور اس ذریعہ سے اپنے ایمان کی تکمیل چاہیں مگر ان کی کسی سابقہ ضد اور سرکشی کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ایسی سزا دی

جائے جو انہیں نیست و نابود کر دے۔ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ رویت کے سلسلہ میں ان کی ضد پر انہیں سزا دی گئی تھی تو اس میں ضد کی کیا بات تھی اگر انہوں نے موسیٰؑ کے قول کو مشاہدہ کے مطابق کر کے دیکھنا چاہا، اور اگر رویت مُردوں کو زندہ کرنے کی طرح ممکن تھی تو اس میں مضائقہ ہی کیا تھا کہ اُن کی خواہش کو پُورا کر دیا جاتا۔ اور جس طرح ابراہیمؑ کے ہاتھوں پر مُردوں کو زندہ کر کے اُن کی خلش کو ہٹا دیا تھا، اسی طرح یہاں بھی رویت سے ان کے ایمان کی صورت پیدا کر دی ہوتی۔ اور اگر مصلحت اس کی مقتضی نہ تھی تو حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ انہیں سمجھا دیا جاتا کہ دنیا میں نہ ہی آخرت میں اُسے دیکھ لینا۔ مگر اُن کا مطالبہ پُورا کرنے کے بجائے انہیں مورد عتاب ٹھہرایا جاتا ہے اور اُن کی خواہش کو ظلم و حد شکنی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آخر انہیں خرمن ہستی کو جلانے والی بجلیوں میں جکڑ لیا جاتا ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ انہوں نے ایک ایسی خواہش کا اظہار کیا جس سے خدا کے دامن تنزیہ پر دھبہ آتا تھا۔ اور یہ ایک ایسی انہونی چیز کا مطالبہ تھا جس پر انہیں سزا دینا ضروری سمجھا گیا تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو، اور بنی اسرائیل کے انجام کو دیکھ کر رویت باری کا تصوّر نہ کریں۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ نے اپنی رویت کو پہاڑ پر معلق کرنے سے پہلے واضح الفاظ میں فرمایا کہ لَن تَرَانِی۔ (اے موسیٰؑ! تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔) نہ دُنیا میں اور نہ آخرت میں۔ کیونکہ لفظ لَنْ نفی تابید کے لئے آتا ہے اور اس نفی تابید کو دوام عرفی پر محمول کرنا غلط ہے۔ یہ دوام عُرفی وہاں پر تو صحیح ہو سکتا ہے جہاں متکلّم و مخاطب دونوں فانی اور معرض زوال میں ہوں اور جہاں متکلّم ابدی سرمدی اور دائمی ہو وہاں نفی کے حدود بھی وہاں تک پھیلے ہوئے ہوں گے۔ جہاں تک اس ذات سرمدی کا دامن بقا پھیلا ہوا ہے۔ اور چونکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس لئے اس کی طرف سے جو نفی تابید وارد ہو گی وہ دنیا کی مدّت بقا میں محدود نہیں کی جا سکتی اور جس آیت کی نفی کو دوام عرفی کے معنی میں پیش کیا گیا ہے اس سے استشہاد اس بناء پر صحیح نہیں کہ وہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو فانی و محدود ہیں۔ لہذا اس مقام کی نفی کا اس مقام کی نفی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر آیہ لَنْ یَّتَمَنَّوْہُ (وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے) میں بھی تابید حقیقی کے معنی مراد لئے جائیں تو لئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ آخرت میں وُہ موت کی تمنا کریں گے تو وُہ درحقیقت مَوت کی تمنا نہ ہو گی بلکہ اصل تمنا عذاب سے نجات حاصل کرنے کی ہو گی جسے طلب مَوت کے پردے میں طلب کریں گے۔ اور یہ موت کی طلب نہ ہو گی بلکہ راحت و آسائش اور عذاب سے چھٹکارے کی طلب ہو گی۔ اور جب کہ عذاب کے بجائے انہیں راحت و سکون نصیب ہو تو وہ یقیناً زندگی کے خواہاں ہوں گے۔ اور پھر جب اصل معنی تابید حقیقی کے ہیں تو اس سے تابید عرفی مراد لینے کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے اور یہاں کوئی قرینہ و دلیل موجود نہیں ہے کہ حقیقی معنی سے عدول کرنا صحیح ہو سکے۔

تیسرے گروہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر کچھ صحابہ و تابعین کا قول یہ ہے کہ پیغمبرؐ اکرم نے لیلۃ الاسرا میں اپنے رب کو دیکھا تو صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی بھی تو قائل ہے کہ ایسا نہیں ہُوا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا یہی مسلک ہے۔ لہذا چند افراد کی ذاتی رائے کو کیسے سند سمجھا جا سکتا ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں ویسے ہی افراد اس کے خلاف نظریہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جناب عائشہؓ کا قول ہے:-

من حدثك ان محمدا رای ربه فقد كذب وهو يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير۔ (صحیح بخاری ج۔ ص۱۶۸)

جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اسنے جھوٹ کہا۔ اور اللہ کا ارشاد تو یہ ہے کہ اُسے نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ و خبردار ہے۔

تیسری صفت یہ ہے کہ عقول انسانی اس کے اوصاف کی نقاب کشائی سے قاصر ہیں کیونکہ زبان انہی معانی و مفاہیم کی ترجمانی کر سکتی ہے جو عقل و فہم میں سما سکتے ہیں اور جن کے سمجھنے سے عقلیں عاجز ہوں وہ الفاظ کی صورت میں زبان سے ادا بھی نہیں ہو سکتے اور خدا کے اوصاف کا ادراک اس لئے ناممکن ہے کہ اس کی ذات کا ادراک ناممکن ہے اور جب تک اس کی ذات کا ادراک نہ ہو اس کے نفس الامری اوصاف کو بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور ذات کا ادراک اس لئے نہیں ہو سکتا کہ انسانی ادراکات محدود ہونے کی وجہ سے غیر محدود ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اس سلسلہ میں جتنا بھی غور و خوض کیا جائے اس کی ذات اور اس کے نفس الامری اوصاف عقل و فہم کے ادراک سے بالاتر ہی رہیں گے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ هٰذَا التَّحْمِيدِ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

تحمید و ستائش کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے سلسلہ میں آپؑ کی دعا:۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دُوْنَ الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالْقُرُوْنِ السَّالِفَةِ بِقُدْرَتِهِ الَّتِیْ لَا تَعْجِزُ عَنْ شَیْءٍ وَ اِنْ عَظُمَ وَلَا يَفُوْتُهَا شَیْءٌ وَاِنْ لَطُفَ فَخَتَمَ بِنَا عَلٰى جَمِيْعِ مَنْ ذَرَاَ وَجَعَلَنَا شُهَدَآءَ عَلٰى مَنْ جَحَدَ وَ كَثَّرَنَا بِمَنِّهٖ عَلٰى مَنْ قَلَّ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَمِيْنِكَ عَلٰى وَحْيِكَ وَ نَجِيْبِكَ مِنْ خَلْقِكَ وَصَفِيِّكَ مِنْ عِبَادِكَ اِمَامِ الرَّحْمَةِ وَ قَآئِدِ الْخَيْرِ وَمِفْتَاحِ الْبَرَكَةِ

تمام تعریف اس تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ہم پر وہ احسان فرمایا جو نہ گزشتہ اُمتوں پر کیا اور نہ پہلے لوگوں پر اپنی اس قدرت کی کارفرمائی سے جو کسی شے سے عاجز و درماندہ نہیں ہوتی اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی ہو، اور کوئی چیز اس کے قبضہ سے نکلنے نہیں پاتی اگرچہ وہ کتنی ہی لطیف و نازک ہو۔ اُس نے اپنے مخلوقات میں ہمیں آخری اُمت قرار دیا، اور انکار کرنے والوں پر گواہ بنایا، اور اپنے لطف و کرم سے کم تعداد والوں کے مقابلہ میں ہمیں کثرت دی۔ اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر جو تیری وحی کے امانت دار تمام مخلوقات میں تیرے برگزیدہ، تیرے بندوں میں پسندیدہ رحمت

كَمَا نَصَبَ لِأَمْرِكَ نَفْسَهُ وَعَرَّضَ
فِيكَ لِلْمَكْرُوهِ بَدَنَهُ وَكَاشَفَ
فِي الدُّعَاءِ إِلَيْكَ حَامَّتَهُ وَحَارَبَ
فِي رِضَاكَ أُسْرَتَهُ وَقَطَعَ
فِي إِحْيَاءِ دِينِكَ رَحِمَهُ وَأَقْصَى
الْأَدْنَيْنَ عَلَى جُحُودِهِمْ وَ
قَرَّبَ الْأَقْصَيْنَ عَلَى اسْتِجَابَتِهِمْ
لَكَ وَوَالَى فِيكَ الْأَبْعَدِينَ
وَعَادَى فِيكَ الْأَقْرَبِينَ وَأَدْأَبَ
نَفْسَهُ فِي تَبْلِيغِ رِسَالَتِكَ
وَأَتْعَبَهَا بِالدُّعَاءِ إِلَى مِلَّتِكَ
وَشَغَلَهَا بِالنُّصْحِ لِأَهْلِ دَعْوَتِكَ
وَهَاجَرَ إِلَى بِلَادِ الْغُرْبَةِ وَ
مَحَلِّ النَّأْيِ عَنْ مَوْطِنِ رَحْلِهِ وَ
مَوْضِعِ رِجْلِهِ وَمَسْقَطِ رَأْسِهِ
وَمَأْنَسِ نَفْسِهِ إِرَادَةً مِنْهُ
لِإِعْزَازِ دِينِكَ وَاسْتِنْصَاراً
عَلَى أَهْلِ الْكُفْرِ بِكَ حَتَّى
اسْتَتَبَّ لَهُ مَا حَاوَلَ فِي أَعْدَائِكَ
وَاسْتَتَمَّ لَهُ مَا دَبَّرَ فِي
أَوْلِيَائِكَ فَنَهَدَ إِلَيْهِمْ
مُسْتَفْتِحاً بِعَوْنِكَ وَمُتَقَوِّياً
عَلَى ضَعْفِهِ بِنَصْرِكَ فَغَزَاهُمْ
فِي عُقْرِ دِيَارِهِمْ وَهَجَمَ عَلَيْهِمْ
فِي بُحْبُوحَةِ قَرَارِهِمْ حَتَّى
ظَهَرَ أَمْرُكَ وَعَلَتْ كَلِمَتُكَ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ اللَّهُمَّ

کے پیشوا، خیر و سعادت کے پیشرو اور برکت کا سرچشمہ
تھے جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر اپنے کو
مضبوطی سے جمایا اور تیری راہ میں اپنے جسم کو ہر طرح
کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے
سلسلہ میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا،
اور تیری رضا مندی کے لئے اپنے قوم قبیلے سے جنگ
کی اور تیرے دین کو زندہ کرنے کے لئے سب رشتے ناطے
قطع کر لئے۔ نزدیک کے رشتہ داروں کو انکار کی وجہ
سے دُور کر دیا اور دُور والوں کو اقرار کی وجہ سے
قریب کیا۔ اور تیری وجہ سے دور والوں سے دوستی اور
نزدیک والوں سے دشمنی رکھی اور تیرا پیغام پہنچانے کے
لئے تکلیفیں اٹھائیں اور دین کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ
میں زحمتیں برداشت کیں اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے
پند و نصیحت کرنے میں مصروف رکھا جنہوں نے تیری دعوت
کو قبول کیا، اور اپنے محل سکونت و مقام رہائش اور
جائے ولادت و وطن مالوف سے پردیس کی سرزمین اور
دور دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے ہجرت کی کہ
تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر اختیار کرنے والوں
پر غلبہ پائیں یہاں تک کہ تیرے دشمنوں کے بارے میں
جو انہوں نے چاہا تھا وہ مکمل ہو گیا اور تیرے دوستوں
(کو جنگ و جہاد پر آمادہ کرنے) کی تدبیریں کامل ہو گئیں
تو وہ تیری نصرت سے فتح و کامرانی چاہتے ہوئے اور اپنی
کمزوری کے باوجود تیری مدد کی پشت پناہی پر دشمنوں کے
مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کے گھروں کے حدود
میں اُن سے لڑے اور اُن کی قیام گاہوں کے وسط میں
اُن پر ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ تیرا دین غالب اور
تیرا کلمہ بلند ہو کر رہا۔ اگرچہ مشرک اُسے ناپسند کرتے

فَارْفَعْهُ بِمَا كَدَحَ فِيْكَ إِلَى الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنْ جَنَّتِكَ حَتّٰى لَا يُسَاوٰى فِيْ مَنْزِلَةٍ وَلَا يُكَافَأُ فِيْ مَرْتَبَةٍ وَلَا يُوَازِيْهُ لَدَيْكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَعَرِّفْهُ فِيْ اَهْلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَاُمَّتِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ حُسْنِ الشَّفَاعَةِ اَجَلَّ مَا وَعَدْتَهُ يَا نَافِذَ الْعِدَةِ يَا وَافِيَ الْقَوْلِ يَا مُبَدِّلَ السَّيِّئَاتِ بِاَضْعَافِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ اِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

رہے۔ اے اللہ! انہوں نے تیری خاطر جو کوشش کی ہیں ان کے عوض انہیں جنت میں ایسا بلند درجہ عطا کر کہ کوئی مرتبہ میں اُن کے برابر نہ ہو سکے اور نہ منزلت میں اُن کا ہم پایہ قرار پا سکے، اور نہ کوئی مقرب بارگاہ فرشتہ اور نہ کوئی فرستادہ پیغمبر تیرے نزدیک اُن کا ہمسر ہو سکے اور اُن کے اہلبیت اطہار اور مومنین کی جماعت کے بارے میں جس قابلِ قبول شفاعت کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ سے بڑھ کر انہیں عطا فرما اے وعدہ کے نافذ کرنے والے قول کے پورا کرنے اور برائیوں کو کئی گنا زائد اچھائیوں سے بدل دینے والے بے شک تو فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

یہ دُعا کا دوسرا افتتاحیہ ہے جو پہلے افتتاحیہ کے لئے ایک تکملہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے واؤ عطف کے ذریعہ اس کا سلسلہ پہلے افتتاحیہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ پہلا افتتاحیہ حمد و ثنائے الٰہی پر مشتمل تھا اور یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے سلسلہ میں ہے۔ حمد و ستائش اور درود و سلام ایک دوسرے سے مرتبط اور ایک قدرتی ترتیب کے زیر اثر ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ جب خداوندِ عالم کے اس احسان و انعام پر نظر جاتی ہے کہ اس نے نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے پیغمبروں اور دین کے رہنماؤں کا سلسلہ جاری کیا تاکہ وحی و تنزیل کے ذریعہ ہدایت کی تعلیم ہوتی رہے تو بے ساختہ زبان اس کی تمجید و ستائش کے استحقاق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ جس نے مادی تربیت کے سرو سامان کے ساتھ روحانی تربیت کے سامان کی بھی تکمیل کی۔ تو جب خدا کے انعامات اس کی حمد و ستائش کے محرک ہوتے ہیں تو جو عرفانِ الٰہی کا ذریعہ ہوں اور انسانی صلاحیتوں کو اس قابل بنائیں کہ ان میں ہدایت کے عناصر نشوونما پا سکیں۔ تو تحمیدِ الٰہی کے بعد احسان شناسی کا تقاضا یہ ہوگا کہ ان ہستیوں سے بھی درود و سلام کے ذریعہ اظہارِ عقیدت و ارادت کیا جائے۔ اور ان ذواتِ مقدسہ میں سب سے اکمل و افضل ہستی رسول اکرمؐ کی تھی جنہوں نے تہذیبِ نفس و ترقی روحانی کی راہیں بتائیں اور صداقت و روحانیت کی تعلیم سے مردہ انسانیت کو نشاۃ ثانیہ عطا کیا۔ لہٰذا حمد کے بعد درود و سلام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ دُعا کے ساتھ جس طرح حمد کو منضم کیا گیا ہے اسی طرح درود و صلوٰۃ کو بھی استجابتِ دُعا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

اذا كانت لك الى الله سبحانه حاجة فابدأ بمسئلة الصلوٰة على رسوله

جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو پھر اپنی حاجت مانگو۔ کیونکہ خدا اس

صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم توسل حاجتك فان اللہ اکرم من ان یسئل حاجتین فیقضی احدٰھما ویمنع الاخریٰ۔

سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

امام علیہ السلام نے درود و سلام کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کی شخصیت پر اس طرح جچے تلے الفاظ میں روشنی ڈالی ہے کہ ان کی زندگی کے تمام گوشوں کی مکمل تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ ان کلمات سے آپ کی ہستی کے حسب ذیل اوصاف و کمالات واضح ہوتے ہیں۔ آپ وحیِ الٰہی کے حامل، پاکیزہ نسب اور برگزیدہ خلائق تھے۔ خداوندِ عالم نے آپ کو تمام انبیاء کے آخر میں بھیجا جس کے بعد سلسلۂ نبوت ختم کر دیا۔ لہٰذا آپ آخری پیغمبرؐ اور آپ کی اُمت آخری اُمت ہے اور اُن کے اہل بیت لوگوں کے اعمال کے نگران اور اُن کے گواہ ہیں۔ آپ رحمت و رأفت کا مجسمہ اور خیر و برکت کا سرچشمہ تھے۔ ان کی دوستی و دشمنی کا معیار صرف ایمان و عمل صالح ہے اور اس سلسلہ میں اپنے اور بیگانے میں کوئی امتیاز و تفرقہ روا نہیں رکھا۔ انہوں نے تبلیغِ احکام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ دین کی خاطر دُکھ سہے۔ مصیبتیں جھیلیں گھر بار چھوڑا اور ہجرت اختیار کی اور اپنی صلاحیت نظم و نسق سے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اور ان کی فلاح و نجاح کا سامان کیا اور ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے دشمنوں سے صف آرا ہوئے اور کسی موقع پر اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ خدا کی نصرت و تائید کے خواہاں اور اس کی مدد کے طالب رہے اور آخر حسنِ نیت و حسنِ عمل کی بدولت انجام کار کی کامیابی انہیں نصیب ہوئی اور قبولیتِ شفاعت کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى حَمَلَةِ الْعَرْشِ وَكُلِّ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ

اَللّٰهُمَّ وَحَمَلَةُ عَرْشِكَ الَّذِيْنَ لَا يَفْتُرُوْنَ مِنْ تَسْبِيْحِكَ وَلَا يَسْاَمُوْنَ مِنْ تَقْدِيْسِكَ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ وَلَا يُؤْثِرُوْنَ التَّقْصِيْرَ عَلَى الْجِدِّ فِيْ اَمْرِكَ وَلَا يَغْفُلُوْنَ عَنِ الْوَلَهِ اِلَيْكَ وَاِسْرَافِيْلُ صَاحِبُ الصُّوْرِ الشَّاخِصُ الَّذِيْ يَنْتَظِرُ مِنْكَ الْاِذْنَ وَحُلُوْلَ الْاَمْرِ فَيُنَبِّهُ بِالنَّفْخَةِ صَرْعٰى رَهَائِنَ

حاملانِ عرش اور دوسرے مقرب فرشتوں پر درود و صلوٰۃ کے سلسلہ میں آپ کی دعا:

اے اللہ! تیرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے جو تیری تسبیح سے اُکتاتے نہیں اور تیری پاکیزگی کے بیان سے تھکتے نہیں اور نہ تیری عبادت سے خستہ و ملول ہوتے ہیں اور نہ تیرے تعمیل امر میں سعی و کوشش کے بجائے کوتاہی برتتے ہیں اور نہ تجھ سے لو لگانے سے غافل ہوتے ہیں اور اسرافیلؑ صاحب صور جو نظر اٹھائے ہوئے تیری اجازت اور نفاذِ حکم کے منتظر ہیں تاکہ صور پھونک کر قبروں میں پڑے ہوئے مُردوں کو ہوشیار کریں اور میکائیلؑ جو تیرے یہاں مرتبہ والے اور تیری اطاعت

الْقُبُوْرِ، وَمِيْكَائِيْلُ ذُوالْجَاهِ عِنْدَكَ وَالْمَكَانِ
الرَّفِيْعِ مِنْ طَاعَتِكَ وَجِبْرِيْلُ الْاَمِيْنُ عَلٰى
وَحْيِكَ الْمُطَاعُ فِيْ اَهْلِ سَمٰوَاتِكَ الْمَكِيْنُ
لَدَيْكَ الْمُقَرَّبُ عِنْدَكَ وَالرُّوْحُ الَّذِيْ
هُوَ عَلٰى مَلٰٓئِكَةِ الْحُجُبِ وَالرُّوْحُ الَّذِيْ
هُوَ مِنْ اَمْرِكَ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ وَعَلَى
الْمَلَائِكَةِ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ مِنْ سُكَّانِ
سَمٰوَاتِكَ وَاَهْلِ الْاَمَانَةِ عَلٰى رِسَالَاتِكَ
وَالَّذِيْنَ لَا تَدْخُلُهُمْ سَاٰمَةٌ مِنْ دُءُوْبٍ
وَلَا اِعْيَاءٌ مِنْ لُغُوْبٍ وَلَا فُتُوْرٌ وَلَا
تَشْغَلُهُمْ عَنْ تَسْبِيْحِكَ الشَّهَوَاتُ وَلَا
يَقْطَعُهُمْ عَنْ تَعْظِيْمِكَ سَهْوُ الْغَفَلَاتِ
الْخُشَّعُ الْاَبْصَارِ فَلَا يَرُوْمُوْنَ النَّظَرَ
اِلَيْكَ النَّوَاكِسُ الْاَذْقَانِ الَّذِيْنَ قَدْ
طَالَتْ رَغْبَتُهُمْ فِيْمَا لَدَيْكَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ
بِذِكْرِ اٰلَائِكَ وَالْمُتَوَاضِعُوْنَ دُوْنَ
عَظَمَتِكَ وَجَلَالِ كِبْرِيَائِكَ الَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ اِذَا نَظَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ تَزْفِرُ
عَلٰى اَهْلِ مَعْصِيَتِكَ سُبْحَانَكَ مَا
عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ
وَعَلَى الرَّوْحَانِيِّيْنَ مِنْ مَلَائِكَتِكَ
وَاَهْلِ الزُّلْفَةِ عِنْدَكَ وَحُمَّالِ
الْغَيْبِ اِلٰى رُسُلِكَ وَالْمُؤْتَمَنِيْنَ عَلٰى
وَحْيِكَ وَقَبَائِلِ الْمَلَائِكَةِ الَّذِيْنَ
اخْتَصَصْتَهُمْ لِنَفْسِكَ وَاَغْنَيْتَهُمْ عَنِ
الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ بِتَقْدِيْسِكَ وَ
اَسْكَنْتَهُمْ بُطُوْنَ اَطْبَاقِ سَمٰوَاتِكَ

کی وجہ سے بلند منزلت ہیں اور جبرئیلؑ جو تیری وحی کے
امانتدار اور اہلِ آسمان جن کے مطیع و فرماں بردار ہیں اور
تیری بارگاہ میں مقام بلند اور تقرب خاص رکھتے ہیں اور وہ
روح جو فرشتگانِ حجاب پر موکل ہے اور وہ روح جس کی خلقت
تیرے عالمِ امر سے ہے ان سب پر اپنی رحمت نازل فرما اور اسی
طرح اُن فرشتوں پر جو اُن سے کم درجہ اور آسمانوں میں ساکن
اور تیرے پیغاموں کے امین ہیں اور اُن فرشتوں پر جن میں
کسی سعی و کوشش سے بددلی اور کسی مشقت سے خستگی و
درماندگی پیدا نہیں ہوتی اور نہ تیری تسبیح سے نفسانی خواہشیں
انہیں روکتی ہیں اور نہ اُن میں غفلت کی رُو سے ایسی بھول
چوک پیدا ہوتی ہے جو انہیں تیری تعظیم سے باز رکھے،
وہ آنکھیں جھکائے ہوئے ہیں کہ (تیرے نورِ عظمت کی
طرف نگاہ اٹھانے کا بھی ارادہ نہیں کرتے اور ٹھوڑیوں
کے بل گرے ہوئے ہیں اور تیرے یہاں کے درجات کی طرف
ان کا اشتیاق بے حد و بے نہایت ہے اور تیری نعمتوں کی
یاد میں کھوئے ہوئے ہیں اور تیری عظمت و جلالِ کبریائی
کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ اور اُن فرشتوں پر جو جہنم کو
گنہگاروں پر شعلہ ور دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں:۔
پاک ہے تیری ذات! ہم نے تیری عبادت جیسا حق تھا
ویسی نہیں کی۔ (اے اللہ!) تو ان پر اور فرشتگانِ رحمت پر
اور ان پر جنہیں تیری بارگاہ میں تقرب حاصل ہے اور
تیرے پیغمبروں کی طرف چھپی ہوئی خبریں لے جانے والے
اور تیری وحی کے امانت دار ہیں اور ان قسم قسم کے فرشتوں
پر جنہیں تو نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور جنہیں
تسبیح و تقدیس کے ذریعہ کھانے پینے سے بے نیاز کر
دیا ہے اور جنہیں آسمانی طبقات کے اندرونی حصوں
میں بسایا ہے اور اُن فرشتوں پر جو آسمانوں کے کناروں میں

وَالَّذِيْنَ عَلٰى اَرْجَآئِهَاۤ اِذَاۤ اَنْزَلَ الْاَمْرُ
بِتَمَامِ وَعْدِكَ وَخُزَّانِ الْمَطَرِ وَزَوَاجِرِ
السَّحَابِ وَالَّذِيْ بِصَوْتِ زَجْرِهٖ
يُسْمَعُ زَجَلُ الرُّعُوْدِ وَاِذَا سَبَحَتْ بِهٖ
حَفِيْفَةُ السَّحَابِ الْتَمَعَتْ صَوَاعِقُ
الْبُرُوْقِ وَمُشَيِّعِي الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَ
الْهَابِطِيْنَ مَعَ قَطْرِ الْمَطَرِ اِذَا نَزَلَ
وَالْقُوَّامِ عَلٰى خَزَآئِنِ الرِّيَاحِ وَ
الْمُوَكَّلِيْنَ بِالْجِبَالِ فَلَا تَزُوْلُ وَالَّذِيْنَ
عَرَّفْتَهُمْ مَثَاقِيْلَ الْمِيَاهِ وَكَيْلَ مَا
تَحْوِيْهِ لَوَاعِجُ الْاَمْطَارِ وَعَوَالِجُهَا وَ
رُسُلِكَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلٰۤى اَهْلِ الْاَرْضِ
بِمَكْرُوْهِ مَا يَنْزِلُ مِنَ الْبَلَآءِ وَمَحْبُوْبِ
الرَّخَآءِ وَالسَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَ
الْحَفَظَةِ الْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ وَمَلَكِ
الْمَوْتِ وَاَعْوَانِهٖ وَمُنْكَرٍ وَّنَكِيْرٍ وَّرُوْمَانَ
فَتَّانِ الْقُبُوْرِ وَالطَّآئِفِيْنَ بِالْبَيْتِ
الْمَعْمُوْرِ وَمَالِكٍ وَّالْخَزَنَةِ وَرِضْوَانَ
وَسَدَنَةِ الْجِنَانِ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْصُوْنَ
اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَالزَّبَانِيَةِ
الَّذِيْنَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ
ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ابْتَدَرُوْهُ سِرَاعًا
وَلَمْ يُنْظِرُوْهُ وَمَنْ اَوْهَمْنَا ذِكْرَهٗ وَ
لَمْ نَعْلَمْ مَكَانَهٗ مِنْكَ وَبِاَيِّ اَمْرٍ
وَكَّلْتَهٗ وَسُكَّانِ الْهَوَآءِ وَالْاَرْضِ

توقف کریں گے جب کہ تیرا حکم وعدے کے پورا کرنے کے
سلسلہ میں صادر ہوگا، اور بارش کے خزینہ داروں اور
بادلوں کے ہنکانے والوں پر اور اس پر جس کے جھڑکنے
سے رعد کی کڑک سنائی دیتی ہے اور جب اس ڈانٹ ڈپٹ
پر گرجنے والے بادل رواں ہوتے ہیں تو بجلی کے کوندے تڑپنے
لگتے ہیں۔ اور اُن فرشتوں پر جو برف اور اولوں کے
ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور جب بارش ہوتی ہے تو اس کے
قطروں کے ساتھ اُترتے ہیں اور ہوا کے ذخیروں کی دیکھ
بھال کرتے ہیں اور اُن فرشتوں پر جو پہاڑوں پر مؤکل
ہیں تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائیں اور اُن فرشتوں
پر جنہیں تو نے پانی کے وزن اور موسلا دھار اور تلاطم افزا
بارشوں کی مقدار پر مطلع کیا ہے اور اُن فرشتوں پر جو ناگوار
ابتلاؤں اور خوش آیند آسائشوں کو لے کر اہلِ زمین کی جانب
تیرے فرستادہ ہیں اور اُن پر جو اعمال کا احاطہ کرنے والے
گرامی منزلت اور نیکوکار ہیں اور اُن پر جو نگہبانی کرنیوالے
کراماً کاتبین ہیں اور ملک الموت اور اس کے اعوان و انصار
اور منکر نکیر اور اہلِ قبور کی آزمائش کرنے والے رومان
پر اور بیت المعمور کا طواف کرنے والوں پر اور مالک اور جہنم
کے دربانوں پر اور رضوان اور جنت کے دوسرے پاسبانوں
پر اور اُن فرشتوں پر جو خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے
اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔ اور اُن
فرشتوں پر جو (آخرت میں) سلام علیکم کے بعد کہیں گے کہ
دنیا میں تم نے صبر کیا (یہ اُسی کا بدلہ ہے) دیکھو تو آخرت
کا گھر کیسا اچھا ہے اور دوزخ کے اُن پاسبانوں پر کہ
جب اُن سے کہا جائے گا کہ اُسے گرفتار کر کے طوق و زنجیر
پہنا دو پھر اُسے جہنم میں جھونک دو تو وہ اس کی
طرف تیزی سے بڑھیں گے اور اُسے ذرا مہلت نہ دیں گے۔

وَ الْمَآءِ وَ مَنْ مِنْهُمْ عَلَى الْخَلْقِ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ يَوْمَ يَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَآئِقٌ وَ شَهِيْدٌ وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ صَلٰوةً تَزِيْدُهُمْ كَرَامَةً عَلٰى كَرَامَتِهِمْ وَ طَهَارَةً عَلٰى طَهَارَتِهِمْ۔ اَللّٰهُمَّ وَ اِذَا صَلَّيْتَ عَلٰى مَلٰٓئِكَتِكَ وَ رُسُلِكَ وَ بَلَّغْتَهُمْ صَلٰوتَنَا عَلَيْهِمْ فَصَلِّ عَلَيْنَا بِمَا فَتَحْتَ لَنَا مِنْ حُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِمْ اِنَّكَ جَوَادٌ كَرِيْمٌ۔

اور ہر اس فرشتے پر جس کا نام ہم نے نہیں لیا اور نہ ہمیں معلوم ہے کہ اُس کا تیرے ہاں کیا مرتبہ ہے اور یہ کہ تونے کس کام پر اسے معین کیا ہے اور ہوا، زمین اور پانی میں رہنے والے فرشتوں پر اور اُن پر جو مخلوقات پر معین ہیں ان سب پر رحمت نازل کر اس دن کہ جب ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہو گا اور ایک گواہی دینے والا اور ان سب پر ایسی رحمت نازل فرما جو ان کے لئے عزت بالائے عزت اور طہارت بالائے طہارت کا باعث ہو۔ اے اللہ! جب تو اپنے فرشتوں اور رسُولوں پر رحمت نازل کرے اور ہمارے صلوٰۃ و سلام کو اُن تک پہنچائے تو ہم پر بھی اپنی رحمت نازل کرنا اس لئے کہ تونے ہمیں ان کے ذکرِ خیر کی توفیق بخشی۔ بیشک تو بخشنے والا اور کریم ہے۔

❖ ❖ ❖

اس دُعا میں امام علیہ السلام نے فرشتوں اور ملاءِ اعلیٰ کے رہنے والوں پر درود و صلوٰۃ کے سلسلہ میں ان کے اوصاف و اقسام اور مدارج و طبقات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ملائکہ کے بارے میں وہی کچھ کہہ سکتا ہے جس کی نگاہیں عالمِ ملکوت کی منزلوں سے آشنا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جس نے تفصیل سے روشنی ڈالی وُہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس کے لئے آپ کے خطبات شاہد ہیں جن میں ملائکہ کے صور و اشکال صفات و خصوصیات اور اللہ سے اُن کی والہانہ محبت و شیفتگی اور ان کی عبادت و وارفتگی کی مکمل تصویر کشی کی ہے۔ جس کی نظیر نہ اگلوں کے کلام میں ملتی ہے نہ پچھلوں کے اِسلام سے قبل اگرچہ کچھ افراد ایسے موجود تھے جو حقائق و معارف سے وابستگی رکھتے تھے۔ جیسے عبداللہ بن سلام، اُمیہ ابن ابی الصلت، ورقہ ابن نوفل، قلس ابن ساعدہ، اکثم ابن صیفی وغیرہ۔ مگر اس سلسلہ میں وُہ زبان و قلم کو حرکت نہ دے سکے۔ اور اگر کچھ کہتے بھی تو وُہ طرزِ بیان اور کلام پر اقتدار انہیں کہاں نصیب تھا جو پروردۂ آغوشِ نبوت امیرالمومنینؑ کو حاصل تھا۔ اور دوسرے ادبا و شعرائے عرب تھے تو ان کا موضوعِ کلام عموماً گھوڑا، نیل گائے، اُونٹ وغیرہ ہوتا تھا یا حرب و پیکار کے خونی ہنگاموں اور خودستائی و تفاخر کے تذکروں پر مشتمل ہوتا تھا یا اس میں بادو باراں کے مناظرِ عشق و محبت کے واردات اور کھنڈروں اور ویرانوں کے نشانات کا ذکر تھا اور مادیات سے بلند تر چیزوں تک ان کے ذہنوں کی رسائی ہی نہ تھی کہ ان کے متعلق وُہ کچھ کہہ سکتے۔ اگرچہ وہ فرشتوں کے وجود کے قائل تھے مگر انہیں خدا کی چہیتی اور لاڈلی بیٹیاں تصور کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اُن کے غلط عقیدہ کا تذکرہ اس طرح ہے:۔

فاستفتھم الربک البنات ولھم البنون۔ ام خلقنا الملٰئکۃ اناثاً و ھم شاھدون۔

اے رسولؐ! ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پروردگار کی بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے ہیں۔ کیا ہم نے فرشتوں کو طبقۂ اناث سے پیدا کیا تو وہ دیکھ رہے تھے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کے بعد حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے ملائکہ کے اصناف، ان کے درجات ومراتب کے تفاوت اور ان کے فرائض ومظاہرہ عبودیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

مذاہب عالم میں فرشتوں کے متعلق مختلف نظریے پائے جاتے ہیں۔ کچھ تو انہیں نور کا مظہر قرار دیتے ہیں اور کچھ سعد ستاروں کو ملائکہ رحمت اور نحس ستاروں کو ملائکہ عذاب تصور کرتے ہیں۔ اور کچھ کا خیال ہے کہ وہ عقول مجردہ ونفوس فلکیہ ہیں اور کچھ کا مزعومہ یہ ہے کہ وہ طبائع وقویٰ ہیں یا دفع وجذب کی قوتیں ہیں۔ اور پھر جو انہیں کسی مستقل حیثیت سے مانتے ہیں ان میں بھی اختلافات ہیں کہ آیا وہ روحانی محض ہیں یا جسمانی محض یا جسم وروح سے مرکب ہیں۔ اور اگر جسمانی ہیں تو جسم لطیف رکھتے ہیں یا جسم غیر لطیف۔ اور لطیف ہیں تو از قبیل نور ہیں یا از قبیل ہوا۔ یا ان میں سے بعض از قبیل نور ہیں اور بعض از قبیل ہوا۔ بہرحال ان کی حقیقت کچھ بھی ہو ہمیں یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ وہ اللہ کی ایک ذی عقل مخلوق ہیں جو گناہوں سے بری اور انبیاء ورسل کی جانب الٰہی احکام کے پہنچانے پر مامور ہیں۔ چنانچہ ان پر ایمان لانے کے سلسلہ میں قدرت کا ارشاد ہے:۔

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ۔

(ہمارے) پیغمبرؐ جو کچھ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور مومنین بھی سب کے سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے۔

حضرتؑ نے اس دعا میں دس فرشتوں کو نام کے ساتھ یاد کیا ہے جو یہ ہیں:۔ جبریلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، ملک الموت (عزرائیلؑ) روح (القدس) منکرؑ، نکیرؑ، رومانؑ، رضوانؑ، مالکؑ۔ ان میں پہلے چار فرشتے جن کے نام کا آخری جز ایل ہے۔ جس کے معنی عبرانی یا سریانی زبان میں "اللہ" کے ہوتے ہیں، سب ملائکہ سے افضل وبرتر ہیں۔ اور میکائیلؑ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کیل سے مشتق ہے جس کے معنی ناپنے کے ہوتے ہیں اور یہ چونکہ پانی کی پیمائش پر معین ہیں، اس لئے انہیں میکائیل کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں ان کے نام کا آخری جز ایل بمعنی "اللہ" نہیں ہوگا۔ اور روح کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک فرشتہ کا نام ہے جو تمام فرشتوں سے زیادہ قدرومنزلت کا مالک ہے اور بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جبرئیلؑ ہی کا دوسرا نام روح ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ روح ایک نوع ہے جس کا کثیر التعداد ملائکہ پر اطلاق ہوتا ہے اور منکر نکیر اور رومان قبر کے سوال وجواب سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ رومان، منکرونکیر سے پہلے قبر میں آتا ہے اور ہر آدمی کو جانچتا ہے اور پھر منکرونکیر کو اس کی اچھائی یا برائی سے آگاہ کرتا ہے اور رضوان جنت کے پاسبانوں کا راس ورئیس اور مالک جہنم کے دربانوں کا سرخیل ہے جن کی تعداد انیس ہے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے: وعلیھا تسعۃ عشر "جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں" ان کے علاوہ

حسب ذیل اصنافِ ملائکہ کا تذکرہ فرمایا ہے :۔

(۱) **حاملانِ عرش** :۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو عرشِ الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم۔ "جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گردا گرد ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔"

(۲) **ملائکہ حجب** :۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اس عالمِ انوار و تجلیات سے تعلق رکھتے ہیں جس کے گرد سرادق جلال و حجاب عظمت کے پہرے ہیں اور انسانی علم و ادراک سے بالا تر ہیں۔"

(۳) **ملائکہ سمٰوات** :۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طبقاتِ آسمانی میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :۔ وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا۔ "ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے قوی نگہبانوں سے بھرا ہوا پایا۔"

(۴) **ملائکہ روحانیین** :۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آسمانِ ہفتم میں حظیرۃ القدس کے اندر مقیم ہیں اور شبِ قدر میں زمین پر اُترتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر۔ "اس رات فرشتے اور روح (القدس) ہر بات کا حکم لے کر اپنے پروردگار کی اجازت سے اترتے ہیں۔"

(۵) **ملائکہ مقربین** :۔ یہ وہ فرشتے ہیں جنہیں بارگاہِ الٰہی میں خاص تقرب حاصل ہے اور انہیں کرّوبیین سے بھی یاد کیا جاتا ہے جو کرب بمعنی قرب سے ماخوذ ہے۔ ان کے متعلق ارشادِ قدرت ہے :۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللہ ولا الملٰئکۃ المقربون۔ "مسیحؑ کو اس میں عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ اس کے مقرب فرشتوں کو۔"

(۶) **ملائکہ رسل** :۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو پیغامبری کا کام انجام دینے پر مامور ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :۔ الحمد للہ فاطر السمٰوٰت والارض جاعل الملٰئکۃ رسلا۔ "سب تعریف اس اللہ کے لئے جو آسمان و زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو اپنا قاصد بنا کر بھیجنے والا ہے۔"

(۷) **ملائکہ مدبرات** :۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو عناصر بسیط و اجسامِ مرکبہ جیسے پانی، ہوا، برق، باد و باراں، رعد اور جمادات و نباتات و حیوان پر مقرر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فالمدبرات امرا۔ "ان فرشتوں کی قسم جو امورِ عالم کے انتظام میں لگے ہوئے ہیں۔" پھر ارشاد ہے والزاجرات زجرا۔ "جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی قسم۔" ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو بادلوں پر مقرر ہیں۔

(۸) **ملائکہ حفظہ** :۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو افرادِ انسانی کی حفاظت پر مامور ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :۔ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ "اس کے لئے اس کے آگے اور پیچھے حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت و نگرانی کرتے ہیں۔"

(۹) **ملائکہ کاتبین** :۔ وہ فرشتے جو بندوں کے اعمال ضبطِ تحریر میں لاتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :۔ اذ

یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید ومایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید۔ جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو دو لکھنے والے جو اس کے دائیں بائیں ہیں لکھ لیتے ہیں اور وہ کوئی بات نہیں کہتا مگر ایک نگران اس کے پاس تیار رہتا ہے۔"

(۱۰) **ملائکہ موت**:۔ وہ فرشتے جو موت کا پیغام لاتے اور روح کو قبض کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ والنازعات غرقا والناشطات نشطا۔" ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر انتہائی شدت سے کافروں کی روح کھینچ لیتے ہیں، اور اُن کی قسم جو بڑی آسانی سے مومنوں کی روح قبض کرتے ہیں۔"

(۱۱) **ملائکہ طائفین**:۔ وہ فرشتے جو عرش اور عرش کے نیچے بیت المعمور کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔ وتری الملئکۃ حافین حول العرش۔" تم عرش کے گرداگرد فرشتوں کو گھیرا ڈالے ہوئے دیکھو گے۔"

(۱۲) **ملائکہ حشر**:۔ وہ فرشتے جو میدانِ حشر میں انسانوں کو لائیں گے اور ان کے اعمال و افعال کی گواہی دیں گے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔ وجاءت کل نفس معہا سائق وشہید۔ اور ہر شخص ہمارے پاس آئے گا۔ اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہنکانے والا اور ایک اعمال کی شہادت دینے والا ہوگا۔"

(۱۳) **ملائکہ جہنم**:۔ وہ فرشتے جو دوزخ کی پاسبانی پر مقرر ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ علیہا ملئکۃ غلاظ شداد۔" جہنم پر وہ فرشتے مقرر ہیں جو تند خو اور تیز مزاج ہیں۔"

(۱۴) **ملائکہ بہشت**:۔ وہ فرشتے جو جنت کے دروازوں پر مقرر ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔ حتّٰی اذا جاءوھا وفتحت ابوابہا وقال لہم خزنتہا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین۔" یہاں تک کہ۔ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے نگہبان اُن سے کہیں گے سلام علیکم تم خیر و خوبی سے رہے لہٰذا بہشت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔"

یہ وہ اصناف ملائکہ ہیں جن کا اس دعا میں تذکرہ ہے اور ان کے علاوہ اور کتنے اقسام و اصناف ہیں تو اُن کا احاطہ اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے۔ وما یعلم جنود ربک الاھو۔" تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى اِتْبَاعِ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقِيْهِمْ

انبیاء و تابعین اور اُن پر ایمان لانے والوں کے حق میں حضرت کی دُعاء

اَللّٰهُمَّ وَاَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقُوْهُمْ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ بِالْغَيْبِ عِنْدَ مُعَارَضَةِ الْمُعَانِدِيْنَ لَهُمْ

اے اللہ! تو اہلِ زمین میں سے رسولوں کی پیروی کرنے والوں اور اُن مومنین کو اپنی مغفرت اور خوشنودی کے ساتھ یاد فرما جو غیب کی رُو سے اُن پر ایمان لائے۔

بِالتَّكْذِيبِ وَالْاِشْتِيَاقِ إِلَى الْمُرْسَلِينَ
بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ فِي كُلِّ دَهْرٍ وَ
زَمَانٍ أَرْسَلْتَ فِيهِ رَسُولًا وَأَقَمْتَ
لِأَهْلِهِ دَلِيلًا مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنْ أَئِمَّةِ الْهُدَى وَقَادَةِ أَهْلِ التُّقَى
عَلَى جَمِيعِهِمُ السَّلَامُ فَاذْكُرْهُمْ
مِنْكَ بِمَغْفِرَةٍ وَرِضْوَانٍ اَللّٰهُمَّ
وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ خَاصَّةً الَّذِينَ أَحْسَنُوا الصَّحَابَةَ
وَالَّذِينَ أَبْلَوُا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِي نَصْرِهِ
وَكَانَفُوهُ وَأَسْرَعُوا إِلَى وِفَادَتِهِ
وَسَابَقُوا إِلَى دَعْوَتِهِ وَاسْتَجَابُوا لَهُ
حَيْثُ أَسْمَعَهُمْ حُجَّةَ رِسَالَاتِهِ وَ
فَارَقُوا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ فِي
إِظْهَارِ كَلِمَتِهِ وَقَاتَلُوا الْآبَاءَ وَ
الْأَبْنَاءَ فِي تَثْبِيتِ نُبُوَّتِهِ وَانْتَصَرُوا
بِهِ وَمَنْ كَانُوا مُنْطَوِينَ عَلَى مَحَبَّتِهِ
يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ فِي
مَوَدَّتِهِ وَالَّذِينَ هَجَرَتْهُمُ الْعَشَائِرُ
إِذْ تَعَلَّقُوا بِعُرْوَتِهِ وَانْتَفَتْ مِنْهُمُ
الْقَرَابَاتُ إِذْ سَكَنُوا فِي ظِلِّ
قَرَابَتِهِ فَلَا تَنْسَ لَهُمْ. اَللّٰهُمَّ
مَا تَرَكُوا لَكَ وَفِيكَ وَأَرْضِهِمْ
مِنْ رِضْوَانِكَ وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ
عَلَيْكَ وَكَانُوا مَعَ رَسُولِكَ
دُعَاةً لَكَ إِلَيْكَ وَاشْكُرْهُمْ

اس وقت کہ جب دشمن اُن کے جھٹلانے کے درپے تھے
اور اس وقت کہ جب وہ ایمان کی حقیقتوں کی روشنی میں
ان کے (ظہور کے) مشتاق تھے۔ ہر اُس دور اور ہر
اس زمانہ میں جس میں تو نے کوئی رسول بھیجا اور اس وقت
کے لوگوں کے لئے کوئی رہنما مقرر کیا۔ حضرت آدمؑ کے
وقت سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد
تک جو ہدایت کے پیشوا اور صاحبانِ تقویٰ کے سربراہ تھے
(ان سب پر سلام ہو) بارِ الٰہا! خصوصیت سے
اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے وہ افراد جنہوں
نے پوری طرح پیغمبرؐ کا ساتھ دیا اور اُن کی نصرت میں
پوری شجاعت کا مظاہرہ کیا اور ان کی مدد پر کمربستہ رہے
اور اُن پر ایمان لانے میں جلدی اور ان کی دعوت کی
طرف سبقت کی۔ اور جب پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کی
دلیلیں ان کے گوش گزار کیں تو انہوں نے لبیک کہا
اور ان کا بول بالا کرنے کے لئے بیوی بچوں کو چھوڑ
دیا اور امرِ نبوّت کے استحکام کے لئے باپ اور بیٹوں تک
سے جنگیں کیں اور نبی اکرمؐ کے وجود کی برکت سے کامیابی
حاصل کی اس حالت میں کہ اُن کی محبت دل کے ہر رگ و
ریشہ میں لئے ہوئے تھے اور ان کی محبّت و دوستی
میں ایسی نفع بخش تجارت کے متوقع تھے جس میں
کبھی نقصان نہ ہو۔ اور جب اُن کے دین کے بندھن سے
وابستہ ہوئے تو ان کے قوم قبیلے نے انہیں چھوڑ دیا۔
اور جب اُن کے سایۂ قرب میں منزل کی تو اپنے بیگانے
ہو گئے۔ تو اے میرے معبود! انہوں نے تیری خاطر اور
تیری راہ میں جو سب کو چھوڑ دیا تو (جزا کے موقع پر) انہیں
فراموش نہ کیجیو اور ان کی اس فداکاری اور خلق خدا کو تیرے
دین پر جمع کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

عَلٰی هَجْرِهِمْ فِیْكَ دِیَارَ
قَوْمِهِمْ وَخُرُوْجِهِمْ مِنْ سَعَةِ
الْمَعَاشِ اِلٰی ضِیْقِهٖ وَمَنْ كَثَّرْتَ
فِیْ اِعْزَازِ دِیْنِكَ مِنْ مَظْلُوْمِهِمْ
اَللّٰهُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَی التَّابِعِیْنَ
لَهُمْ بِاِحْسَانٍ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ خَیْرَ
جَزَآئِكَ الَّذِیْنَ قَصَدُوْا
سَمْتَهُمْ وَتَحَرَّوْا وِجْهَتَهُمْ
وَمَضَوْا عَلٰی شَاكِلَتِهِمْ لَمْ
یَثْنِهِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِهِمْ
وَلَمْ یَخْتَلِجْهُمْ شَكٌّ فِیْ قَفْوِ
اٰثَارِهِمْ وَالْاِئْتِمَامِ بِهِدَایَةِ
مَنَارِهِمْ مُكَانِفِیْنَ وَمُوَازِرِیْنَ
لَهُمْ یَدِیْنُوْنَ بِدِیْنِهِمْ وَیَهْتَدُوْنَ
بِهَدْیِهِمْ یَتَّفِقُوْنَ عَلَیْهِمْ وَلَا
یَتَّهِمُوْنَهُمْ فِیْمَا اَدَّوْا اِلَیْهِمْ
اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلَی التَّابِعِیْنَ مِنْ
یَوْمِنَا هٰذَا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَ
عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ وَعَلٰی ذُرِّیَّاتِهِمْ
وَعَلٰی مَنْ اَطَاعَكَ مِنْهُمْ صَلٰوةً
تَعْصِمُهُمْ بِهَا مِنْ مَعْصِیَتِكَ
وَتَفْسَحُ لَهُمْ فِیْ رِیَاضِ جَنَّتِكَ
وَتَمْنَعُهُمْ بِهَا مِنْ كَیْدِ الشَّیْطَانِ
وَتُعِیْنُهُمْ بِهَا عَلٰی مَا اسْتَعَانُوْكَ
عَلَیْهِ مِنْ بِرٍّ وَتَقِیْهِمْ طَوَارِقَ

داعیٔ حق بن کر کھڑا ہونے کے صلہ میں انہیں اپنی خوشنودی
سے سرفراز و شاد کام فرما اور انہیں اس امر پر بھی جزا دے
کہ انہوں نے تیری خاطر اپنے قوم قبیلے کے شہروں سے
ہجرت کی اور وسعتِ معاش سے تنگیٔ معاش میں جا پڑے
اور یونہی ان مظلوموں کی خوشنودی کا سامان کر کہ جن
کی تعداد کو تُو نے اپنے دین کو غلبہ دینے کے لئے بڑھایا
بارِ الٰہا! جنہوں نے اصحابِ رسولؐ کی احسن طریق سے
پیروی کی انہیں بہترین جزائے خیر دے جو ہمیشہ یہ دُعا
کرتے رہے کہ "اے ہمارے پروردگار! تُو ہمیں اور ہمارے
اُن بھائیوں کو بخش دے جو ایمان لانے میں ہم سے
سبقت لے گئے" اور جن کا مطمحِ نظر اصحاب کا
طریق رہا اور انہی کا طور طریقہ اختیار کیا اور انہی کی روش
پر گامزن ہوئے۔ ان کی بصیرت میں کبھی شبہ کا گزر نہیں
ہوا کہ انہیں (راہِ حق سے) منحرف کرتا اور ان کے نقشِ قدم
پر گام فرسائی اور ان کے روشن طرزِ عمل کی اقتدا میں
انہیں شک و تردد نے پریشان نہیں کیا وہ اصحابِ نبیؐ کے
معاون و دستگیر اور دین میں اُن کے پیرو کار اور سیرت و
اخلاق میں اُن سے درس آموز رہے اور ہمیشہ اُن کے
ہمنوا رہے اور اُن کے پہنچائے ہوئے احکام میں اُن پر
کوئی الزام نہ دھرا۔ بارِ الٰہا! ان تابعین اور ان کی ازواج
اور آل و اولاد اور اُن میں سے جو تیرے فرماں بردار و مطیع
ہیں اُن پر آج سے لے کر روزِ قیامت تک درود و رحمت
بھیج۔ ایسی رحمت جس کے ذریعہ تو انہیں معصیت سے
بچائے، جنت کے گلزاروں میں فراخی و وسعت دے۔
شیطان کے مکر سے محفوظ رکھے اور جس کارِ خیر میں تجھ
سے مدد چاہیں ان کی مدد کرے اور شب و روز کے حوادث
سے سوائے کسی نوید خیر کے ان کی نگہداشت کرے اور

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ وَتَبْعَثُهُمْ بِهَا عَلَى اعْتِقَادِ حُسْنِ الرَّجَاءِ لَكَ وَالطَّمَعِ فِيمَا عِنْدَكَ وَتَرْكِ التُّهْمَةِ فِيمَا تَحْوِيْهِ اَيْدِي الْعِبَادِ لِتَرُدَّهُمْ اِلَى الرَّغْبَةِ اِلَيْكَ وَالرَّهْبَةِ مِنْكَ وَتُزَهِّدَهُمْ فِي سَعَةِ الْعَاجِلِ وَتُحَبِّبَ اِلَيْهِمُ الْعَمَلَ لِلْاٰجِلِ وَالْاِسْتِعْدَادَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَتُهَوِّنَ عَلَيْهِمْ كُلَّ كَرْبٍ يَحِلُّ بِهِمْ يَوْمَ خُرُوْجِ الْاَنْفُسِ مِنْ اَبْدَانِهَا وَتُعَافِيَهُمْ مِمَّا تَقَعُ بِهِ الْفِتْنَةُ مِنْ مَحْذُوْرَاتِهَا وَكَبَّةِ النَّارِ وَطُوْلِ الْخُلُوْدِ فِيْهَا وَتُصَيِّرَهُمْ اِلٰى اَمْنٍ مِنْ مَقِيْلِ الْمُتَّقِيْنَ۔

اس بات پر انہیں آمادہ کرے کہ وُہ تجھ سے حُسنِ اُمید کا عقیدہ وابستہ رکھیں اور تیرے ہاں کی نعمتوں کی خواہش کریں اور بندوں کے ہاتھوں میں فراخیٔ نعمت کو دیکھ کر تجھ پر (بے انصافی کا) الزام نہ دھریں تاکہ تو اُن کا رُخ اپنے امید و بیم کی طرف پھیر دے اور دُنیا کی وسعت و فراخی سے بے تعلق کر دے اور عمل آخرت اور موت کے بعد کی منزل کا ساز و برگ مہیا کرنا اُن کی نگاہوں میں خوش آیند بنا دے۔ اور روحوں کے جسموں سے جُدا ہونے کے دن ہر کرب و اندوہ جو اُن پر وارد ہو آسان کر دے اور فتنہ و آزمائش سے پیدا ہونے والے خطرات اور جہنم کی شدّت اور اس میں ہمیشہ پڑے رہنے سے نجات دے اور انہیں جائے امن کی طرف جو پرہیز گاروں کی آسائش گاہ ہے منتقل کر دے۔

حضرت نے اس دعا میں صحابہ و تابعین بالاحسان اور سابقین بالایمان کے لئے کلمات ترحم ارشاد فرمائے ہیں اور حسب ارشاد الٰہی کہ اہل ایمان گزرے ہوئے عہد کے مومنین کے لئے دعا کرتے کہتے ہوئے ہیں کہ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان "اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے" ان کے لئے دعائے عفو و مغفرت فرماتے ہیں۔ امام علیہ السلام کے طرزِ عمل اور اس آیہ قرآنی سے ہمیں یہ درس حاصل ہوتا ہے کہ جو مومنین رحمتِ الٰہی کے جوار میں پہنچ چکے ہیں اُن کے لئے ہماری زبان سے کلماتِ ترحم نکلیں اور ان کی سبقتِ ایمانی کے پیش نظر ان کے لئے دعائے مغفرت کریں اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان میں سبقت حاصل کرنا بھی فضیلت کا ایک بڑا درجہ ہے تو اس لحاظ سے سبقت لے جانے والوں میں سب سے زیادہ فضیلت کا حامل وہ ہو گا جو ان سب سے سابق ہو اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ سب سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ چنانچہ ابن عبدالبر مکی نے تحریر کیا ہے:۔

اوّل من اٰمن باللّٰہ بعد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابن ابیطالب (استیعاب ج ۲، ۴۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو سب سے پہلے اللہ پر ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب تھے۔"

اسی بنا پر عبداللہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ:۔

فرض اللّٰہ تعالٰی الاستغفار لعلی فی القراٰن

خداوند عالم نے اپنے ارشاد: "اے ہمارے پروردگار! تو

علیٰ کل مسلم بقولہٖ تعالےٰ ربّنا اغفرلنا ولاخواننا الّذین سبقونا بالایمان فکل من اسلم بعد علی فھو یستغفر لعلی۔

(شرح ابن ابی الحدید، ج، ص۲۵۶)

ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سابق تھے بخشدے۔ کی رُو سے ہر مسلمان پر اپنے کلام میں یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتا رہے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو علی ابن ابی طالب کے بعد ایمان لائے وہ آپ کے حق میں دُعائے مغفرت کرے۔

بہر حال جن صحابہ اور سابقین بالایمان کا اس دُعا میں تذکرہ ہے یہ وہ اصحاب تھے جنہوں نے ہر مرحلہ پر فداکاری کے جوہر دکھائے، باطل کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو ڈھال کے دوسروں کے لئے منارِ ہدایت قائم کر گئے اور جادۂ حق کی نشاندہی اور اسلام کی صحیح تعلیمات کی طرف رہنمائی کرتے رہے، دین کی خاطر ہر قربانی پر آمادہ نظر آئے۔ قوم قبیلے کو چھوڑا، بیوی بچوں سے منہ موڑا، گھر سے بے گھر ہوئے جنگ کی شعلہ فشانیوں میں تلواروں کے وار سہے اور صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں جم کر لڑے، جس سے اسلام ان کا رہینِ منت اور اہلِ اسلام ان کے زیرِ احسان ہیں۔ کیا سلمان، ابوذر، مقداد، عمار ابن یاسر، خباب ابن ارت، بلال ابن رباح، قیس ابن سعد، جاریہ ابن قدامہ، حجر ابن عدی، حذیفہ ابن الیمان، حنظلہ ابن نعمان، خزیمہ ابن ثابت، احنف ابن قیس، عمرو ابن الحمق، عثمان بن حنیف ایسے جلیل القدر صحابہ کو اہلِ اسلام فراموش کر سکتے ہیں، جن کی جان فروشانہ خدمات کے تذکروں سے تاریخ کا دامن چھلک رہا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ دُعا عہدِ نبویؐ کے تمام مسلمانوں کو شامل نہیں ہے کیونکہ ان میں ایسے بھی تھے جو بنصِ قرآنی فاسق تھے جیسے ولید ابن عقبہ، ایسے بھی تھے جنہیں پیغمبرؐ نے فتنہ پروری و شر انگیزی کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا جیسے حکم ابن عاص اور اس کا بیٹا مروان۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے محض حصولِ اقتدار و طلبِ جاہ کے لئے اہلِ بیتِ رسولؐ سے جنگیں کیں۔ جیسے معاویہ، عمرو ابن عاص، بسر ابن ابی ارطاۃ، حبیب ابن مسلمہ، عمرو ابن سعد وغیرہ۔ ایسے بھی تھے جو پیغمبرؐ کو مسجد میں تنہا چھوڑ کر الگ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

واذا راوا تجارۃً اولھواً انفضّوا الیھا وترکوک قائماً۔

"یہ وہ ہیں کہ جب کوئی تجارت یا بیہودگی کی بات دیکھتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور تم کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں"

اور ایسے بھی تھے جن کے دماغوں میں جاہلیت کی بُو بسی ہوئی تھی اور پیغمبرؐ اکرم کی رحلت کے بعد اپنی سابقہ سیرت کی طرف پلٹ گئے۔ چنانچہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری یہ حدیث تحریر کرتے ہیں:۔

قال یرد علی یوم القیامۃ رھط من اصحابی فیحلاؤن عن الحوض فاقول یارب اصحابی فیقول لاعلم

فرمایا کہ قیامت کے دن میرے اصحاب کی ایک جماعت میرے پاس آئے گی۔ جسے حوضِ کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں اس موقع پر کہوں گا کہ اے میرے پروردگار! یہ تو میرے ہیں۔ ارشاد

لك بما احدثوا بعدك انهم ارتدوا على اعقابهم القهقرى۔ (صحیح بخاری باب الحوض)

ہوگا کہ تمہیں خبر نہیں ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔ یہ تو اُلٹے پاؤں اپنے سابقہ مذہب کی طرف پلٹ گئے تھے۔"

ان حالات میں ان سب کے متعلق یکساں حسنِ عقیدت رکھنا اور ان سب کو ایک سا عادل قرار دے لینا ایک تقلیدی عقیدت کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے مگر واقعات و حقائق کی روشنی میں پرکھنے کے بعد اس عقیدہ پر برقرار رہنا بہت مشکل ہے۔ آخر ایک ہوشمند انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ پیغمبرؐ کے رحلت فرماتے ہی یہ ایک دم انقلاب کیسے رونما ہوگیا کہ اُن کی زندگی میں تو اُن کے مراتب و درجات میں امتیاز ہو اور اب سب کے سب ایک سطح پر آکر عادل قرار پا جائیں۔ اور اُنہیں ہر طرح کے نقد و جرح سے بالاتر سمجھتے ہوئے اپنی عقیدت کا مرکز بنا لیا جائے، آخر کیوں؟ بیشک بیعت رضوان کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق اپنی خوشنودی کا اظہار کیا چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ لقد رضى الله عن المومنين اذ يبايعونك تحت الشجرة ۔ "جس وقت ایمان لانے والے تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان کی اس بات سے ضرور خوش ہوا۔" تو اس ایک بات سے خوشنود ہونے کے معنی یہ نہیں ہوں گے کہ بس اب ان کا ہر عمل اور ہر اقدام رضامندی ہی کا ترجمان ہوگا اور اب وہ جو چاہیں کریں یہ خوشنودی اُن کے شریکِ حال ہی رہے گی۔ اور پھر یہ کہ خداوندِ عالم نے اس آیت میں اپنی رضامندی کو صرف بیعت سے وابستہ نہیں کیا بلکہ بیعت اور ایمان دونوں کے مجموعے سے وابستہ کیا ہے۔ لہٰذا یہ رضامندی صرف اُن سے متعلق ہوگی جو دل سے ایمان لائے ہوں۔ اور اگر کوئی منافقت کے ساتھ اظہارِ اسلام کر کے بیعت کرے تو اس سے رضامندی کا تعلق ثابت نہیں ہوگا۔ اور پھر جہاں یہ رضامندی ثابت ہو وہاں یہ کہاں ضروری ہے کہ وہ باقی و برقرار رہے گی۔ کیونکہ یہ خوشنودی تو اس معاہدہ پر مبنی تھی کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں پیغمبرؐ اکرم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور جہاد کے موقع پر جم کر حریف کا مقابلہ کریں گے۔ تو اگر وہ اس معاہدہ کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے میدان سے منہ موڑ لیں اور بیعت کے ماتحت کئے ہوئے قول و قرار کو پورا نہ کریں تو یہ خوشنودی کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ اور واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ان میں سے ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے اس معاہدہ کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا اور حمایتِ پیغمبرؐ کے فریضہ کو نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ جنگ حنین اس کی شاہد ہے کہ جو اسلام کی آخری جنگ تھی۔ اگرچہ اس کے بعد غزوۂ طائف و غزوۂ تبوک پیش آیا۔ مگر ان غزووں میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اس آخری معرکہ میں مسلمانوں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی جو دشمن کی فوج سے کہیں زیادہ تھی۔ مگر اتنی بڑی فوج میں سے صرف سات آدمی نکلے جو میدان میں جمے رہے اور باقی دشمن کے مقابلہ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ چنانچہ قرآن مجید ہے:۔ وضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين ۔ زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھرا کر چل دیئے۔ یہ کوئی اور نہ تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بیعت رضوان میں شریک تھے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے اس معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے عباسؓ سے فرمایا:۔

اصرخ بالمهاجرين الذين بايعوا

ان درخت کے نیچے بیعت کرنے والے مہاجروں

تحت الشجرة و یا لانصار الذین اووا ونصروا۔ (خصائص سیوطی ج۔ ص۲۷)

کو پکارو اور ان پناہ دینے والے اور مدد کرنے والے انصار کو للکارو۔

کیا اس موقع پر یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی ان کے شامل حال رہی ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ خوشنودی تو صرف معاہدہ سے وابستہ تھی اور جب اس معاہدہ کی پابندی نہ کی جا سکی تو خوشنودی کے کیا معنی۔ اور بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے بھی یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کی خوشنودی بشرطِ استواری ہی باقی رہ سکتی تھی۔ چنانچہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری تحریر کرتے ہیں:۔

عن هلال ابن المسیّب عن ابیه قال لقیت البراء ابن عازب فقلت طوبیٰ لك صحبت النبیّ وبایعته تحت الشّجرة فقال یا ابن اخی انك لا تدری ما احدثنا بعده۔
(صحیح بخاری۔ ج ۳۔ ص۳۱)

ہلال ابن مسیّب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے براء ابن عازب سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ خوشا نصیب تمہارے کہ تم نبیؐ کی صحبت میں رہے اور درخت کے نیچے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ فرمایا کہ اے برادر زادے! تم نے نہیں جانتے کہ ہم نے ان کے بعد کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔

لہٰذا محض صحابیت کوئی دلیلِ عدالت ہے اور نہ بیعتِ رضوان سے اُن کی عدالت پر دلیل لائی جا سکتی ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِنَفْسِهِ وَاَهْلِ وِلَايَتِهِ۔

اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے حضرت کی دُعاء:۔

يَا مَنْ لَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُ عَظَمَتِهٖ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ وَاحْجُبْنَا عَنِ الْاِلْحَادِ فِيْ عَظَمَتِكَ وَيَا مَنْ لَا تَنْتَهِيْ مُدَّةُ مُلْكِهٖ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ وَاَعْتِقْ رِقَابَنَا مِنْ نَقِمَتِكَ وَيَا مَنْ لَا تَفْنٰى خَزَآئِنُ رَحْمَتِهٖ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاجْعَلْ لَنَا نَصِيْبًا فِيْ رَحْمَتِكَ وَيَا مَنْ تَنْقَطِعُ دُوْنَ رُؤْيَتِهِ الْاَبْصَارُ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ وَاَدْنِنَا اِلٰى

اے وہ جس کی بزرگی و عظمت کے عجائب ختم ہونے والے نہیں، تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنی عظمت کے پردوں میں چھپا کر کج اندیشیوں سے بچا لے۔ اے وہ جس کی شاہی و فرماں روائی کی مدت ختم ہونے والی نہیں تو رحمت نازل کر محمدؐ اور ان کی آل پر اور ہماری گردنوں کو اپنے غضبُ عذاب (کے بندھنوں) سے آزاد رکھ۔ اے وہ جس کی رحمت کے خزانے ختم ہونے والے نہیں، رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اپنی رحمت میں ہمارا بھی حصہ قرار دے۔ اے وہ جس کے مشاہدہ سے آنکھیں قاصر ہیں، رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر

قُرْبِكَ وَيَا مَنْ تَصْغُرُ عِنْدَ خَطَرِهِ
الْاَخْطَارُ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
كَرِّمْنَا عَلَيْكَ وَيَا مَنْ تَظْهَرُ عِنْدَهٗ
بَوَاطِنُ الْاَخْبَارِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَلَا تَفْضَحْنَا لَدَيْكَ اَللّٰهُمَّ
اَغْنِنَا عَنْ هِبَةِ الْوَهَّابِيْنَ بِهِبَتِكَ
وَاكْفِنَا وَحْشَةَ الْقَاطِعِيْنَ بِصِلَتِكَ
حَتّٰى لَا نَرْغَبَ اِلٰى اَحَدٍ مَعَ بَذْلِكَ
وَلَا نَسْتَوْحِشَ مِنْ اَحَدٍ مَعَ
فَضْلِكَ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَكِدْ لَنَا وَلَا تَكِدْ عَلَيْنَا وَ
امْكُرْ لَنَا وَلَا تَمْكُرْ بِنَا وَاَدِلْ لَنَا
وَلَا تُدِلْ مِنَّا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَقِنَا مِنْكَ وَاحْفَظْنَا
بِكَ وَاهْدِنَا اِلَيْكَ وَلَا تُبَاعِدْنَا
عَنْكَ اِنَّ مَنْ تَقِهٖ يَسْلَمْ وَمَنْ
تَهْدِهٖ يَعْلَمْ وَمَنْ تُقَرِّبْهُ اِلَيْكَ
يَغْنَمْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاكْفِنَا حَدَّ نَوَآئِبِ الزَّمَانِ وَ
شَرَّ مَصَآئِدِ الشَّيْطٰنِ وَمَرَارَةَ
صَوْلَةِ السُّلْطَانِ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا
يَكْتَفِى الْمُكْتَفُوْنَ بِفَضْلِ قُوَّتِكَ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
اكْفِنَا وَاِنَّمَا يُعْطِى الْمُعْطُوْنَ
مِنْ فَضْلِ جِدَتِكَ فَصَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَعْطِنَا وَ
اِنَّمَا يَهْتَدِى الْمُهْتَدُوْنَ

اور اپنی بارگاہ سے ہم کو قریب کر لے۔ اے وہ جس کی عظمت
کے سامنے تمام عظمتیں پست و حقیر ہیں، رحمت نازل فرما محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں اپنے ہاں عزت عطا کر۔ اے
وہ جس کے سامنے رازہائے سربستہ ظاہر ہیں۔ رحمت نازل
فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور ہمیں اپنے سامنے رسوا نہ کر۔
بارالہٰا! ہمیں اپنی بخشش و عطا کی بدولت بخشش کرنے
والوں کی بخشش سے بے نیاز کر دے اور اپنی پیوستگی کے
ذریعہ قطع تعلق کرنے والوں کی بے تعلقی و دوری کی تلافی
کر دے تاکہ تیری بخشش و عطا کے ہوتے ہوئے دوسرے
سے سوال نہ کریں اور تیرے فضل و احسان کے ہوتے ہوئے
کسی سے ہراساں نہ ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما اور ہمارے نفع کی تدبیر کر اور ہمارے
نقصان کی تدبیر نہ کر اور ہم سے مکر کرنے والے دشمنوں کو
اپنے مکر کا نشانہ بنا اور ہمیں اس کی زد پر نہ رکھ۔ اور ہمیں
دشمنوں پر غلبہ دے دشمنوں کو ہم پر غلبہ نہ دے۔ بارِالہٰا!
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنی ناراضی سے
محفوظ رکھ اور اپنے فضل و کرم سے ہماری نگہداشت فرما اور
اپنی جانب ہمیں ہدایت کر اور اپنی رحمت سے دُور نہ کر۔
کہ جسے تو اپنی ناراضگی سے بچائے گا وہی بچے گا۔ اور
جسے تو ہدایت کرے گا وہی (حقائق پر) مطلع ہوگا اور جسے تو
(اپنی رحمت سے) قریب کرے گا وہی فائدہ میں رہے گا۔
اے معبود! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں
زمانہ کے حوادث کی سختی اور شیطان کے ہتھکنڈوں کی
فتنہ انگیزی اور سُلطان کے قہر و غلبہ کی تلخ کلامی سے
اپنی پناہ میں رکھ۔ بارِالہٰا! بے نیاز ہونے والے تیرے
ہی کمالِ قوت و اقتدار کے سہارے بے نیاز ہوتے ہیں۔
رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں بے نیاز

بِنُورِ وَجْهِكَ فَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاهْدِنَا اَللّٰهُمَّ
إِنَّكَ مَنْ وَالَيْتَ لَمْ يَضْرُرْهُ
خِذْلَانُ الْخَاذِلِيْنَ وَمَنْ
أَعْطَيْتَ لَمْ يَنْقُصْهُ مَنْعُ
الْمَانِعِيْنَ وَمَنْ هَدَيْتَ لَمْ
يُغْوِهِ إِضْلَالُ الْمُضِلِّيْنَ
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ
وَامْنَعْنَا بِعِزِّكَ مِنْ عِبَادِكَ
وَأَغْنِنَا عَنْ غَيْرِكَ بِإِرْفَادِكَ
وَاسْلُكْ بِنَا سَبِيْلَ الْحَقِّ
بِإِرْشَادِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاجْعَلْ
سَلَامَةَ قُلُوْبِنَا فِيْ ذِكْرِ
عَظَمَتِكَ وَفَرَاغَ أَبْدَانِنَا
فِيْ شُكْرِ نِعْمَتِكَ وَانْطِلَاقَ
أَلْسِنَتِنَا فِيْ وَصْفِ مِنَّتِكَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ
وَاجْعَلْنَا مِنْ دُعَاتِكَ
الدَّاعِيْنَ إِلَيْكَ وَهُدَاتِكَ
الدَّالِّيْنَ عَلَيْكَ وَمِنْ
خَاصَّتِكَ الْخَاصِّيْنَ
لَدَيْكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

✤ ✤ ✤ ✤

کر دے اور عطا کرنے والے تیری ہی عطا و بخشش کے
حصۂ وافر ہیں سے عطا کرتے ہیں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں بھی (اپنے خزانۂ رحمت سے) عطا
فرما۔ اور ہدایت پانے والے تیری ہی ذات کی درخشندگیوں
سے ہدایت پاتے ہیں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی
آلؑ پر اور ہمیں ہدایت فرما۔ بار الٰہا! جس کی تو نے مدد کی
اُسے مدد نہ کرنے والوں کا مدد سے محروم رکھنا کچھ نقصان
نہیں پہنچا سکتا۔ اور جسے تو عطا کرے۔ اس کے ہاں روکنے
والوں کے روکنے سے کچھ کمی نہیں ہو جاتی۔ اور جس کی
تو خصوصی ہدایت کرے اُسے گمراہ کرنے والوں کا
گمراہ کرنا بے راہ نہیں کر سکتا۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان
کی آلؑ پر اور اپنے غلبہ و قوت کے ذریعہ بندوں (کے شر)
سے ہمیں بچائے رکھ اور اپنی عطا و بخشش کے ذریعہ
دوسروں سے بے نیاز کر دے اور اپنی رہنمائی سے ہمیں
راہِ حق پر چلا۔ اے معبود! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد
میں قرار دے اور ہماری جسمانی فراغت (کے لمحوں) کو اپنی
نعمت کے شکریہ میں صرف کر دے اور ہماری زبانوں کی
گویائی کو اپنے احسان کی توصیف کے لئے وقف کر دے
اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور
ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو تیری طرف دعوت
دینے والے اور تیری طرف کا راستہ بتانے والے ہیں
اور اپنے خاص الخاص مقربین میں سے قرار دے اے سب
رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

یہ دُعا جس کی ابتداء عظمتِ الٰہی کے تذکرے سے ہے بندوں کو اللہ کی عظمت و رفعت کے آگے جھکنے اور صرف
اسی سے سوال کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اگر انسان ہر دروازے سے اپنی حاجتیں وابستہ کرے گا تو یہ چیز عزتِ نفس

و خودداری کے منافی ہونے کے علاوہ ذہنی انتشار کا باعث بن کر اسے ہمیشہ پریشانیوں اور اُلجھنوں میں مبتلا رکھے گی اور جو شخص قدم قدم پر دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور ہر وقت یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ یہ مقصد فلاں سے پورا ہو گا اور یہ کام فلاں شخص کے ذریعہ انجام پائے گا تو کبھی کسی کی چوکھٹ پر جھکے گا اور کبھی کسی کے آستانہ پر سرِ نیاز خم کرے گا کبھی کسی سے توقع رکھے گا اور کبھی کسی سے اُمید باندھے گا۔ کہیں مایوسی کا سامنا ہو گا کہیں ذلّت کا اور نتیجہ میں ذہن منتشر اور خیالات پراگندہ ہو جائیں گے۔ نہ سکونِ قلب نصیب ہو گا نہ ذہنی یکسوئی حاصل ہو گی اور اس کی تمام امیدیں آرزوؤں اور حاجتوں کا ایک ہی محور ہو تو وہ اپنے کو انتشارِ ذہنی سے بچالے جا سکتا ہے۔ اُسے یوں سمجھنا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص چھوٹی چھوٹی رقموں کا بہت سے آدمیوں کا مقروض ہو اور صبح سے شام تک اُسے مختلف قرض خواہوں سے نمٹنا پڑتا ہو تو وہ یہ چاہے گا کہ متعدد آدمیوں کا مقروض ہونے کے بجائے ایک ہی آدمی کا مقروض ہو۔ اگرچہ اس سے قرضہ کی مقدار میں کمی واقع نہیں ہو گی مگر متعدد قرض خواہوں کے تقاضوں سے تو بچ جائے گا۔ اب تقاضا ہو گا تو ایک کا اور زیر باری ہو گی تو ایک کی۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض خواہ زیادہ تقاضا کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہونے کی صورت میں درگزر کرنے والا بھی ہے تو اس سے ذہنی بار اور ہلکا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی حاجتوں اور طلب گاریوں کا ایک ہی مرکز قرار دے لے اور صرف اسی سے اپنے توقعات وابستہ کرے اور تمام متفرق و پاشاں اور نا قابلِ اطمینان مرکزوں سے رُخ موڑ لے تو اس کے نتیجہ میں ذہنی آسودگی حاصل کر سکتا ہے اور دل و دماغ کو پریشان خیالی سے بچالے جا سکتا ہے۔ گویا کہ وہ متعدد قرض خواہوں کے چنگل سے چھُوٹ کر اب صرف ایک کا زیرِ بار اور حلقہ بگوش ہے ؎

اک در پہ بیٹھ رہے توکل کریم پر اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہیئے

اس دعا میں ہر جملہ کے بعد درُود کی تکرار استجابتِ دُعا کے لئے ہے کیونکہ دُعا میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنا استجابتِ دُعا کا ذمّہ دار اور اس کی مقبولیت کا ضامن ہے اور وہ دعا جس کا تکملہ درُود نہ ہو وہ بابِ قبولیت تک نہیں پہنچتی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

لا یزال الدعاء محجوباً حتّٰی یصلی علی محمّدٍ و اٰلِ محمّدٍ۔

دُعا اس وقت تک رُکی رہتی ہے جب تک محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر درُود نہ بھیجا جائے۔

دُعَاؤُہٗ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَ الْمَسَاءِ

دُعائے صبح و شام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ اللَّیْلَ وَ النَّھَارَ بِقُوَّتِہٖ وَ مَیَّزَ بَیْنَھُمَا بِقُدْرَتِہٖ وَ جَعَلَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا حَدًّا مَحْدُوْدًا وَ اَمَدًا مَّمْدُوْدًا

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی قوت و توانائی سے شب و روز کو خلق فرمایا اور اپنی قدرت کی کار فرمائی سے ان دونوں میں امتیاز قائم ہے اور ان میں سے ہر ایک کو معیّنہ حدود و مقررہ اوقات کا پابند بنایا۔

يُولِجُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي
صَاحِبِهِ وَ يُولِجُ صَاحِبَهُ فِيهِ
بِتَقْدِيرٍ مِنْهُ لِلْعِبَادِ فِيمَا يَغْذُوهُمْ
بِهِ وَيُنْشِئُهُمْ عَلَيْهِ فَخَلَقَ لَهُمُ
اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ مِنْ حَرَكَاتِ
التَّعَبِ وَ نَهَضَاتِ النَّصَبِ وَ
جَعَلَهُ لِبَاساً لِيَلْبَسُوا مِنْ رَاحَتِهِ
وَمَنَامِهِ فَيَكُونَ ذٰلِكَ لَهُمْ جَمَاماً
وَ قُوَّةً وَلِيَنَالُوا بِهِ لَذَّةً وَ شَهْوَةً
وَخَلَقَ لَهُمُ النَّهَارَ مُبْصِراً لِيَبْتَغُوا
فِيهِ مِنْ فَضْلِهِ وَلِيَتَسَبَّبُوا إِلٰى
رِزْقِهِ وَ يَسْرَحُوا فِي أَرْضِهِ طَلَباً
لِمَا فِيهِ نَيْلُ الْعَاجِلِ مِنْ دُنْيَاهُمْ
وَدَرَكُ الْآجِلِ فِي أُخْرَاهُمْ بِكُلِّ
ذٰلِكَ يُصْلِحُ شَأْنَهُمْ وَ يَبْلُوا
أَخْبَارَهُمْ وَ يَنْظُرُ كَيْفَ هُمْ فِي
أَوْقَاتِ طَاعَتِهِ وَمَنَازِلِ فُرُوضِهِ
وَمَوَاقِعِ أَحْكَامِهِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَ يَجْزِيَ
الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنٰى اَللّٰهُمَّ
فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا فَلَقْتَ لَنَا
مِنَ الْإِصْبَاحِ وَمَتَّعْتَنَا بِهِ مِنْ ضَوْءِ
النَّهَارِ وَبَصَّرْتَنَا مِنْ مَطَالِبِ الْأَقْوَاتِ
وَ وَقَيْتَنَا فِيهِ مِنْ طَوَارِقِ الْآفَاتِ
أَصْبَحْنَا وَ أَصْبَحَتِ الْأَشْيَاءُ كُلُّهَا
بِجُمْلَتِهَا لَكَ سَمَاؤُهَا وَأَرْضُهَا وَمَا
بَثَثْتَ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَاكِنُهُ وَ

اور اُن کے کم و بیش ہونے کا جو اندازہ مقرر کیا اس کے
مطابق رات کی جگہ پر دن اور دن کی جگہ پر رات کو لاتا
ہے تاکہ اس ذریعہ سے بندوں کی روزی اور ان کی پرورش
کا سر و سامان کرے۔ چنانچہ اس نے ان کے لئے رات
بنائی تاکہ وہ اس میں تھکا دینے والے کاموں اور خستہ
کر دینے والی کلفتوں کے بعد آرام کریں، اور اُسے
پردہ قرار دیا تاکہ سکون کی چادر تان کر آرام سے سوئیں
اور یہ ان کے لئے راحت و نشاط اور طبعی قوتوں کے
بحال ہونے اور لذت و کیف اندوزی کا ذریعہ ہو اور
دن کو ان کے لئے روشن و درخشاں پیدا کیا تاکہ اس
میں (کاروکسب میں سرگرم عمل ہو کر) اس کے فضل کی
جستجو کریں اور روزی کا وسیلہ ڈھونڈیں اور دنیاوی
منافع اور اخروی فوائد کے وسائل تلاش کرنے کے لئے
اس کی زمین میں چلیں پھریں۔ ان تمام کارفرمائیوں سے
وہ ان کے حالات سنوارتا اور ان کے اعمال کی جانچ کرتا ہے،
اور یہ دیکھتا ہے کہ وہ لوگ اطاعت کی گھڑیوں، فرائض
کی منزلوں اور تعمیلِ احکام کے موقعوں پر کیسے ثابت ہوتے
ہیں تاکہ بروں کو ان کی بداعمالیوں کی سزا اور نیکوکاروں
کو اچھا بدلہ دے۔ اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریف
و توصیف ہے کہ تو نے ہمارے لئے (رات کا دامن
چاک کرکے) صبح کا اُجالا کیا اور اس طرح دن کی
روشنی سے ہمیں فائدہ پہنچایا اور طلبِ رزق کے مواقع
ہمیں دکھائے اور اس میں آفات و بلیات سے ہمیں
بچایا۔ ہم اور ہمارے علاوہ سب چیزیں تیری ہیں
آسمان بھی اور زمین بھی اور وہ سب چیزیں جنہیں تو
نے ان میں پھیلایا ہے۔ وہ ساکن ہوں یا متحرک، مقیم
ہوں یا راہ نورد، فضا میں بلند ہوں یا زمین کی تہوں

مُتَحَرِّكُهُ وَمُقِيمُهُ وَشَاخِصُهُ وَمَا عَلَا
فِي الْهَوَاءِ وَمَا كَنَّ تَحْتَ الثَّرَى أَصْبَحْنَا
فِي قَبْضَتِكَ يَحْوِينَا مُلْكُكَ وَسُلْطَانُكَ
وَتَضُمُّنَا مَشِيَّتُكَ وَنَتَصَرَّفُ عَنْ أَمْرِكَ
وَنَتَقَلَّبُ فِي تَدْبِيرِكَ لَيْسَ لَنَا مِنَ
الْأَمْرِ إِلَّا مَا قَضَيْتَ وَلَا مِنَ الْخَيْرِ
إِلَّا مَا أَعْطَيْتَ وَهَذَا يَوْمٌ حَادِثٌ
جَدِيدٌ وَهُوَ عَلَيْنَا شَاهِدٌ عَتِيدٌ
إِنْ أَحْسَنَّا وَدَّعَنَا بِحَمْدٍ وَإِنْ
أَسَأْنَا فَارَقَنَا بِذَمٍّ اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْزُقْنَا حُسْنَ
مُصَاحَبَتِهِ وَاعْصِمْنَا مِنْ سُوءِ
مُفَارَقَتِهِ بِارْتِكَابِ جَرِيرَةٍ
أَوِ اقْتِرَافِ صَغِيرَةٍ أَوْ كَبِيرَةٍ وَأَجْزِلْ
لَنَا فِيهِ مِنَ الْحَسَنَاتِ وَأَخْلِنَا فِيهِ
مِنَ السَّيِّئَاتِ وَامْلَأْ لَنَا مَا بَيْنَ
طَرَفَيْهِ حَمْداً وَشُكْراً وَأَجْراً وَ
ذُخْراً وَفَضْلًا وَإِحْسَاناً اللَّهُمَّ يَسِّرْ
عَلَى الْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ مَؤُونَتَنَا وَ
امْلَأْ لَنَا مِنْ حَسَنَاتِنَا صَحَائِفَنَا وَلَا
تُخْزِنَا عِنْدَهُمْ بِسُوءِ أَعْمَالِنَا
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ
سَاعَاتِهِ حَظّاً مِنْ عِبَادِكَ وَ
نَصِيباً مِنْ شُكْرِكَ وَشَاهِدَ صِدْقٍ
مِنْ مَلَائِكَتِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاحْفَظْنَا مِنْ
بَيْنِ أَيْدِينَا وَمِنْ خَلْفِنَا وَعَنْ

میں پوشیدہ۔ ہم تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں اور تیرا اقتدار
اور تیری بادشاہت ہم پر حاوی ہے اور تیری مشیت کا محیط
ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ تیرے حکم سے ہم تصرف کرتے اور
تیری تدبیر و کارسازی کے تحت ہم ایک حالت سے
دوسری حالت کی طرف پلٹتے ہیں۔ جو امر تو نے ہمارے
لئے نافذ کیا اور جو خیر اور بھلائی تو نے بخشی اس کے
علاوہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور یہ دن نیا اور
تازہ وارد ہے جو ہم پر ایسا گواہ ہے جو ہمہ وقت حاضر
ہے۔ اگر ہم نے اچھے کام کئے تو وہ توصیف و ثنا کرتے
ہوئے ہمیں رخصت کرے گا اور اگر برے کام کئے تو
برائی کرتا ہوا ہم سے علیحدہ ہو گا۔ اے اللہ! تو
محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس
دن کی اچھی رفاقت نصیب کرنا اور کسی خطا کے ارتکاب
کرنے یا صغیرہ و کبیرہ گناہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس
کے چیں بہ جبیں ہو کر رخصت ہونے سے ہمیں بچائے
رکھنا اور اس دن میں ہماری نیکیوں کا حصہ زیادہ کر۔
اور برائیوں سے ہمارا دامن خالی رکھ۔ اور ہمارے لئے
اس کے آغاز و انجام کو حمد و سپاس، ثواب و
ذخیرۂ آخرت اور بخشش و احسان سے بھر دے۔
اے اللہ! کراماً کاتبین پر (ہمارے گناہ قلمبند کرنے کی)
زحمت کم کر دے اور ہمارا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھر
دے، اور بد اعمالیوں کی وجہ سے ہمیں ان کے سامنے
رسوا نہ کر۔ بارالٰہا! تو اس دن کے لمحوں میں سے ہر
لمحہ و ساعت میں اپنے خاص بندوں کا حظ و نصیب
اور اپنے شکر کا ایک حصہ اور فرشتوں میں سے ایک
سچا گواہ ہمارے لئے قرار دے۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور
ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور آگے پیچھے اور داہنے اور

اَيْمَانِنَا وَعَنْ شَمَآئِلِنَا وَمِنْ جَمِيْعِ
نَوَاحِيْنَا حِفْظًا عَاصِمًا مِنْ مَعْصِيَتِكَ
هَادِيًا اِلٰى طَاعَتِكَ مُسْتَعْمِلًا لِمَحَبَّتِكَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَوَفِّقْنَا
فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا وَلَيْلَتِنَا هٰذِهٖ وَفِيْ جَمِيْعِ
اَيَّامِنَا لِاسْتِعْمَالِ الْخَيْرِ وَهِجْرَانِ
الشَّرِّ وَشُكْرِ النِّعَمِ وَاتِّبَاعِ السُّنَنِ
وَمُجَانَبَةِ الْبِدَعِ وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَحِيَاطَةِ الْاِسْلَامِ
وَانْتِقَاصِ الْبَاطِلِ وَاِذْلَالِهٖ وَنُصْرَةِ
الْحَقِّ وَاِعْزَازِهٖ وَاِرْشَادِ الضَّالِّ
وَمُعَاوَنَةِ الضَّعِيْفِ وَاِدْرَاكِ اللَّهِيْفِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاجْعَلْهُ
اَيْمَنَ يَوْمٍ عَهِدْنَاهُ وَاَفْضَلَ صَاحِبٍ
صَحِبْنَاهُ وَخَيْرَ وَقْتٍ ظَلِلْنَا فِيْهِ وَ
اجْعَلْنَا مِنْ اَرْضٰى مَنْ مَرَّ عَلَيْهِ
اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ مِنْ جُمْلَةِ خَلْقِكَ
اَشْكَرَهُمْ لِمَا اَوْلَيْتَ مِنْ نِعَمِكَ
وَاَقْوَمَهُمْ بِمَا شَرَعْتَ مِنْ شَرَآئِعِكَ
وَاَوْقَفَهُمْ عَمَّا حَذَّرْتَ مِنْ نَهْيِكَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ وَكَفٰى بِكَ شَهِيْدًا
وَاُشْهِدُ سَمَآءَكَ وَاَرْضَكَ وَمَنْ
اَسْكَنْتَهُمَا مِنْ مَلٰٓئِكَتِكَ وَسَآئِرِ
خَلْقِكَ فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا وَسَاعَتِيْ
هٰذِهٖ وَلَيْلَتِيْ هٰذِهٖ وَمُسْتَقَرِّيْ
هٰذَا اَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ
الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ قَآئِمٌۢ بِالْقِسْطِ

بائیں اور تمام اطراف و جوانب سے ہماری حفاظت کر۔
ایسی حفاظت جو ہمارے لئے گناہ و معصیت سے سدِ راہ
ہو، تیری اطاعت کی طرف رہنمائی کرے اور تیری محبت
میں صرف ہو۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت
نازل فرما۔ اور ہمیں آج کے دن آج کی رات اور زندگی
کے تمام دنوں میں توفیق عطا فرما کہ ہم نیکیوں پر عمل کریں،
برائیوں کو چھوڑیں، نعمتوں پر شکر اور سنتوں پر عمل کریں،
بدعتوں سے الگ تھلگ رہیں اور نیک کاموں کا حکم دیں۔
اور بُرے کاموں سے روکیں۔ اسلام کی حمایت و طرف
داری کریں۔ باطل کو کچلیں اور اسے ذلیل کریں۔ حق
کی نصرت کریں اور اُسے سربلند کریں، گمراہوں کی
رہنمائی، کمزوروں کی اعانت اور درد مندوں کی چارہ جوئی
کریں۔ بارالٰہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما
اور آج کے دن کو اُن تمام دنوں سے جو ہم نے گزارے
زیادہ مبارک دن اور ان تمام ساتھیوں سے جن کا ہم نے
ساتھ دیا اس کو بہترین رفیق اور ان تمام وقتوں سے
جن کے زیرِ سایہ ہم نے زندگی بسر کی اس کو بہترین
وقت قرار دے اور ہمیں ان تمام مخلوقات میں سے زیادہ
راضی و خوشنود رکھ جن پر شب و روز کے چکر چلتے
رہے ہیں اور ان سب سے زیادہ اپنی عطا کی ہوئی نعمتوں
کا شکر گزار اور ان سب سے زیادہ اپنے جاری کئے
ہوئے احکام کا پابند اور ان سب سے زیادہ ان چیزوں
سے کنارہ کشی کرنے والا قرار دے جن سے تو نے خوف
دلا کر منع کیا ہے۔ اے خدا! میں تجھے گواہ کرتا ہوں
اور تو گواہی کے لئے کافی ہے اور تیرے آسمان اور
تیری زمین کو اور ان میں جن جن فرشتوں اور جس جس مخلوق
کو تو نے بسایا ہے۔ آج کے دن اور اس گھڑی اور

عَدْلٌ فِي الْحُكْمِ رَؤُوْفٌ بِالْعِبَادِ
مَالِكُ الْمُلْكِ رَحِيْمٌ بِالْخَلْقِ
وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ
رَسُوْلُكَ وَخِيَرَتُكَ مِنْ خَلْقِكَ
حَمَّلْتَهٗ رِسَالَتَكَ فَاَدَّاهَا
وَاَمَرْتَهٗ بِالنُّصْحِ لِاُمَّتِهٖ
فَنَصَحَ لَهَا اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَكْثَرَ مَا
صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ
وَاٰتِهٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا اٰتَيْتَ
اَحَدًا مِنْ عِبَادِكَ وَاجْزِهٖ
عَنَّا اَفْضَلَ وَاَكْرَمَ مَا جَزَيْتَ
اَحَدًا مِنْ اَنْبِيَآئِكَ عَنْ اُمَّتِهٖ
اِنَّكَ اَنْتَ الْمَنَّانُ بِالْجَسِيْمِ
الْغَافِرُ لِلْعَظِيْمِ وَاَنْتَ اَرْحَمُ مِنْ
كُلِّ رَحِيْمٍ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْاَخْيَارِ
الْاَنْجَبِيْنَ -

اس رات میں اور اس مقام پر گواہ کرتا ہوں کہ میں اس بات کا معترف ہوں کہ صرف تو ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں - انصاف کا قائم کرنے والا، حکم میں عدل ملحوظ رکھنے والا، بندوں پر مہربان، اقتدار کا مالک اور کائنات پر رحم کرنے والا ہے اور اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تیرے خاص بندے، رسول اور برگزیدۂ کائنات ہیں- ان پر تو نے رسالت کی ذمہ داریاں عاید کیں تو انہوں نے اُسے پہنچایا، اور اپنی امت کو پند و نصیحت کرنے کا حکم دیا تو اُنہوں نے نصیحت فرمائی- ہماری طرف سے انہیں وہ بہترین تحفہ عطا کر جو تیرے ہر اس انعام سے بڑھا ہوا ہو جو اپنے بندوں میں سے تو نے کسی ایک کو دیا ہو، اور ہماری طرف سے انہیں وہ جزا دے جو ہر اس جزا سے بہتر و برتر ہو جو انبیاء میں سے کسی ایک کو تو نے اس کی اُمت کی طرف سے عطا فرمائی ہو- بے شک تو بڑی نعمتوں کا بخشنے والا اور بڑے گناہوں سے درگزر کرنے والا اور ہر رحیم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لہٰذا تو محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ اور شریف و نجیب اولاد پر رحمت نازل فرما-

---

اس دُعا کا سرنامہ "دعائے صبح و شام" ہے جس میں اختلافِ شب و روز کی کرشمہ سازی، اوقات کی تبدیلی و تنوع کی حکمت اور قدرت کے ارادہ و مشیت کی کارفرمائی کا ذکر فرمایا ہے اور حُسنِ عمل، شکرِ نعمت، اتّباعِ سنت، ترکِ بدعت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اسلام کی طرف داری و حفاظت، باطل کی تذلیل و سرکوبی، حق کی نصرت و حمایت، ارشاد و ہدایت میں سرگرمی اور کمزور و ناتواں کی خبر گیری کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کی دُعا فرمائی ہے تاکہ دُعا کے تاثرات عملی استحکام کا پیش خیمہ ثابت ہوں اور زندگی کے لمحات مقصدِ حیات کی تکمیل میں صرف ہوں-

یہ اوقات کا تبدّل، طلوع و غروب کا تسلسل اور صبح کے بعد شام اور شام کے بعد سپیدۂ سحر کی نمود اور کارفرمائے فطرت کی وہ حسین کارفرمائی ہے جو نگاہوں کے لئے حظ و کیف اور قلب و روح کے لئے سرور و نشاط کا سامان ہونے کے علاوہ بے شمار مصالح و فوائد کی بھی حامل ہے - چنانچہ شب و روز کی تعیین مہینوں اور سالوں کا انضباط اور کاروبار

معیشت اور آرام و استراحت کے اوقات کی حد بندی اسی سے وابستہ ہے اور پھر اس میں زندگی کی تسکین و راحت کا بھی سامان ہے کیونکہ وقت اگر ہمیشہ ایک حالت پر رہتا اور لیل و نہار کے سیاہ و سفید ورق نگاہوں کے سامنے اُلٹے نہ جاتے تو طبیعتیں بے کیف، دل سیر اور زندگی کے لئے دل بستگی کے تمام ذرائع ختم ہو جاتے۔ اور حسن یک رنگ آنکھوں میں کھٹکنے لگتا۔ اور نغمہ بے زیر و بم وبال گوش ہو جاتا۔ کیونکہ انسان کی تنوع پسند طبیعت یکسانی و یک رنگی کی حالت سے جلد اکتا جاتی ہے اس لئے قدرت نے انسانی طبیعت کے خواص کے مطابق شب و روز کی تفریق قائم کر دی تاکہ شام کے بعد صبح اور صبح کے بعد شام کا انتظار زندگی کی خستگیوں اور اس کی مسلسل اُلجھنوں اور پریشانیوں سے سہارا دیتا رہے۔ چنانچہ قدرت نے اختلافِ شب و روز کی مصلحت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:۔

ان جعل علیکم النھار سرمدًا الی یوم القیامۃ من الٰہ غیر اللّٰہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون ۝ ومن رحمتہ جعل لکم الیل والنھار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون ۝

اگر خدا تمہارے لئے قیامت کے دن تک دن ہی رکھتا تو اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو تمہارے لئے رات لاتا کہ تم اس میں آرام کرو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن قرار دیئے ہیں تاکہ رات کو آرام کرو اور دن کو اس کا رزق تلاش کرو تاکہ اس کے نتیجہ میں تم شکر ادا کرو۔"

اسی نظمِ اوقات کا نتیجہ ہے کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے اور سورج کی تابناک کرنیں فضا میں پھیل کر کارگاہِ ہستی کے گوشہ گوشہ کو جگمگا دیتی ہیں تو خاموش و پُرسکون فضا میں گہما گہمی شروع ہو جاتی ہے۔ پرندے آشیانوں سے حیوان بھٹوں اور کھوڈوں سے، کیڑے مکوڑے بلوں اور سوراخوں سے اور انسان جھونپڑوں اور مکانوں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ حرکت و عمل کی دنیا آباد ہو جاتی ہے اور ہر صنف اپنے کاروکسب میں مصروف اور اپنے مشاغل میں سرگرم عمل نظر آنے لگتی ہے۔ پرندے فضا میں، حیوان زمین کے اُوپر سے اور کیڑے مکوڑے زمین کے اندر سے اپنی روزی ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ اور چیونٹیاں بھی اپنی مختصر جسامت کے باوجود سعی پیہم و جہد مسلسل کا وہ مظاہرہ کرتی ہیں کہ انسانی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں دھوپ ہو یا سایہ نہ محنت سے جی چراتی ہیں نہ مشقت سے منہ موڑتی ہیں اور ہر وقت دوڑ دھوپ کرتی اور طلب و تلاش میں مصروف نظر آتی ہیں۔ غرض کائنات کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق محنت و کاوش کو اپنا دستورِ حیات بنائے ہوئے پیٹ پالنے کے لئے بھاگ دوڑ کرتی ہے اور کمزور سے کمزور حیوان بھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ جب تک اس کے ہاتھ پاؤں میں سکت ہے بیکار پڑا ہے اور اپنے ہم جنسوں سے بھیک مانگے اور ان کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ یہ حیوانی سیرت انسانی غیرت کے لئے ایک تازیانہ ہے اور انسان کے لئے ایک دعوتِ فکر ہے کہ جب حیوان اس کی سطح سے کہیں پست تر ہونے کے باوجود سوال میں عار محسوس کرتا ہے تو وہ اپنے ہم جنسوں کے آگے کس طرح ہاتھ پھیلانا گوارا کر لیتا ہے۔ انسانی بلندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے قوتِ بازو سے کمائے اور سوال کی ذلت اور احتیاج کی نکبت سے عزتِ نفس پر حرف نہ آنے دے

وہ افراد جو تن آسانی کی وجہ سے بے کار پڑے رہتے ہیں وہ آرام و سکون کی حقیقی لذت سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ سچی راحت اور اصلی سکون تو محنت و مشقت کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ سایہ کی قدر و قیمت کو وہی جان سکتا ہے جو سورج کی تمازت اور دھوپ کی تپش میں مصروفِ کار ہو اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے وہی کیف اندوز ہو سکتا ہے جو گرمی و حدت کی شعلہ باریوں میں پسینہ سے شرابور ہو اور رات کے پرسکون لمحات اسی کے لئے سکون و راحت کا پیغام ثابت ہو سکتے ہیں جس کا دن محنت و جفاکشی کا حامل ہو۔ چنانچہ ایک ٹوکری ڈھونے والا مزدور اور چلچلاتی دھوپ میں ہل چلانے والا کسان جب دن کے کاموں سے فارغ ہوتا ہے تو فطرت پوری فراخ حوصلگی سے اس کے لئے سر و سامان راحت مہیا کر دیتی ہے۔ سورج کا چراغ گل ہو جاتا ہے، چاند کی ہلکی اور ٹھنڈی شعاعوں کا شامیانہ تن جاتا ہے ستاروں کی قندیلیں ٹمٹمانے لگتی ہیں۔ شفق کے رنگین پردے آویزاں ہو جاتے ہیں۔ ہری بھری گھاس کا مخملی فرش بچھ جاتا ہے شاخیں جھوم کر سروجہ جنبانی کرتی ہیں۔ اور پتے ہوا کے جھونکوں سے ٹکرا کر فضا کے دامن کو خواب آور نغموں سے بھر دیتے ہیں اور فرشِ زمین کے اوپر اور شامیانۂ فلک کے نیچے سونے والا رات کی سیاہ چادر اوڑھ کر آرام سے سو جاتا ہے کیا اس کے مقابلہ میں وہ کاہل و آرام طلب جس کے ہاں نرم و گداز گدے، آرام دہ مسہریاں، ہوا میں لہریں پیدا کرنے والے بجلی کے پنکھے اور آنکھوں کو خیرگی سے بچانے والے ہلکے سبز رنگ کے قمقمے اور دوسرے مصنوعی و خود ساختہ سامانِ آسائش مہیا ہوں زیادہ پرسکون و پرکیف رات بسر کر سکتا ہے؟ بہرحال کارخانۂ نیست و بود کی بوقلمونیاں اور فطرت کی متنوع رعنائیاں انسان کے حسیات کی تسکین اور زندگی کی دل بستگی و آسائش کا مکمل سرو سامان لئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ عالم کے دل آویز نقوش اور راحت و آسائش کے سامان کس لئے ہیں؟ کیا اس لئے ہیں کہ انسان چند دن کھائے پیئے، گھومے، پھرے اور پھر قبر میں جا سوئے۔ اگر ایسا ہو تو زندگی کا کوئی مآل و مقصد ہی نہیں رہتا۔ حالانکہ دنیائے کائنات کی ہر چیز کا ایک مقصد اور ایک مدعا ہے تو پھر زندگی اور زندگی کے سر و سامان بغیر مقصد کے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہیئے اور وہ مقصد صرف آخرت کی زندگی ہے۔ جس کی سعادتوں اور کامرانیوں کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ایک ذریعہ اور امتحان گاہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ولکن لیبلوکم فیما اٰتاکم فاستبقوا الخیرات۔	لیکن جو اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے لہٰذا نیکیوں کی طرف بڑھنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔"

یہ آزمائش اسی صورت میں آزمائش رہ سکتی ہے جب ان نیکیوں پر عمل پیرا ہونے اور ان میں سبقت لے جانے میں انسانی اختیار کا عمل دخل ہو اور اگر وہ ایمان و عمل صالح پر مجبور ہو تو آزمائش کے معنی ہی کیا ایسی صورت میں تو ہر ایک کو ایمان لانا پڑتا اور اعمال بجا لانے پڑتے کیونکہ قدرت اپنی بات کے منوانے میں مجبور و قاصر نہیں ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعًا۔	اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو زمین میں بسنے والے سب کے سب اس پر ایمان لے آتے۔"

بے شک کائنات کا ہر ذرّہ اس کی مشیّت کے تابع ہے۔ اس طرح کہ کوئی اس کے محیطِ اقتدار سے باہر نہیں ہے وُہ زمین ہو یا اس پر چلنے پھرنے والی مخلوق، پہاڑ ہوں یا اُن کے دامن میں معدنیات، دریا ہوں یا اُن میں رہنے والی مچھلیاں، سمندر ہوں یا اُن میں عنبر مونگے اور موتیوں کے خزانے، فضا ہو یا اس میں پرواز کرنے والے پرندے، بادلوں کے ٹکڑے ہوں یا اُن میں اُمڈتے ہوئے پانی کے ذخیرے، چاند سورج ہوں یا اُن کی جوہری شعاعیں، ستارے ہوں یا اُن کی مخصوص تاثیریں، فرشتے ہوں یا اُن کی سرگرمیاں سب ہی تو اس کی مشیّت کے اندر جکڑی بندھی ہوئی ہیں۔ اگر انسان بھی اعتقاد و اعمال میں اسی طرح بے بس ہوتا اور مشیّت ہر ایک کو ایک مخصوص طریقِ کار کا پابند بنا دیتی تو جزا و سزا بیکار ہو جاتی۔ حالانکہ قانونِ مکافات کی رُو سے جزا و سزا سے دوچار ہونا ضروری ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت۔

اگر اس نے اچھا کام کیا تو اپنے فائدہ کے لئے اور بُرا کام کیا تو اُس کا وبال اُس کے سر پڑے گا۔

تو جب اپنے ہی اعمال سامنے آتے ہیں تو وہی اوقات و لمحات زندگی کا سرمایہ ہیں جن میں اعمالِ خیر کے ذریعۂ آخرت کا سرمایہ بہم پہنچا لیا گیا ہو، اور وہی شب و روز مبارک و مسعود ہیں جن میں اخروی ہلاکت و تباہی سے بچنے کا سامان کر لیا گیا ہو۔ یہ دن اور یہ راتیں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کی نگران ہیں۔ اگر اُن کے سامنے ہماری نیکیاں آتی ہیں تو اُن کی پیشانی کی گرہیں کُھل جاتی ہیں اور اُن کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے اور وُہ ہم سے خوش خوش رخصت ہوتے ہیں اور اگر بُرائیوں کو دیکھتے ہیں تو اُن کی جبین پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور بُرائی کرتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ما من يوم يمر على ابن آدم الا قال له ذلك اليوم انا يوم جديد وانا عليك شهيد فقل في خيرا واعمل في خيرا اشهد لك به يوم القيمة۔

انسان کی زندگی کا جو دن گزرتا ہے وُہ (زبانِ حال سے) خطاب کرتے ہوئے اُس سے کہتا ہے کہ میں تیرے لئے نیا دن اور تیرے اعمال کا گواہ ہوں۔ لہذا زبان اور اعضاء سے نیک عمل کرو۔ میں اس کی قیامت کے دن گواہی دوں گا۔

لہذا صبح کی پُرسکون فضا اور ستاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں آنے والے دن کا استقبال اس دُعا سے کیا جائے تاکہ کم از کم اس دن تو اس کے تاثرات ہماری زندگی پر چھائے رہیں۔ اور فکر و عمل کی پاکیزگی ہمارے تصورات پر محیط رہے اور یہی اس دُعا کا مرکزی نقطہ نگاہ ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا عَرَضَتْ لَهُ مُهِمَّةٌ أَوْ نَزَلَتْ بِهِ مُلِمَّةٌ وَعِنْدَ الْكَرْبِ۔

يَا مَنْ تُحَلُّ بِهِ عُقَدُ الْمَكَارِهِ وَيَا مَنْ يُفْثَأُ بِهِ حَدُّ الشَّدَائِدِ وَيَا مَنْ يُلْتَمَسُ مِنْهُ الْمَخْرَجُ إِلَى رَوْحِ الْفَرَجِ ذَلَّتْ لِقُدْرَتِكَ الصِّعَابُ وَتَسَبَّبَتْ بِلُطْفِكَ الْأَسْبَابُ وَجَرَى بِقُدْرَتِكَ الْقَضَاءُ وَمَضَتْ عَلَى إِرَادَتِكَ الْأَشْيَاءُ فَهِيَ بِمَشِيَّتِكَ دُونَ قَوْلِكَ مُؤْتَمِرَةٌ وَبِإِرَادَتِكَ دُونَ نَهْيِكَ مُنْزَجِرَةٌ أَنْتَ الْمَدْعُوُّ لِلْمُهِمَّاتِ وَأَنْتَ الْمَفْزَعُ فِي الْمُلِمَّاتِ لَا يَنْدَفِعُ مِنْهَا إِلَّا مَا دَفَعْتَ وَلَا يَنْكَشِفُ مِنْهَا إِلَّا مَا كَشَفْتَ وَقَدْ نَزَلَ بِي يَا رَبِّ مَا قَدْ تَكَأَّدَنِي ثِقْلُهُ وَأَلَمَّ بِي مَا قَدْ بَهَظَنِي حَمْلُهُ وَبِقُدْرَتِكَ أَوْرَدْتَهُ عَلَيَّ وَبِسُلْطَانِكَ وَجَّهْتَهُ إِلَيَّ فَلَا مُصْدِرَ لِمَا أَوْرَدْتَ وَلَا صَارِفَ لِمَا وَجَّهْتَ وَلَا فَاتِحَ لِمَا أَغْلَقْتَ وَلَا مُغْلِقَ لِمَا فَتَحْتَ وَلَا مُيَسِّرَ لِمَا عَسَّرْتَ وَلَا نَاصِرَ لِمَنْ خَذَلْتَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَافْتَحْ لِي يَا رَبِّ بَابَ الْفَرَجِ بِطَوْلِكَ

جب کوئی مہم درپیش ہوتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی یا کسی قسم کی بے چینی ہوتی تو حضرت یہ دُعا پڑھتے تھے :۔

اے وُہ جس کے ذریعہ مصیبتوں کے بندھن کُھل جاتے ہیں اے وُہ جس کے باعث سختیوں کی باڑھ کند ہو جاتی ہے اے وُہ جس سے (تنگی و دشواری سے) وسعت و فراخی کی آسائش کی طرف نکال لے جانے کی التجا کی جاتی ہے، تُو وُہ ہے کہ تیری قدرت کے آگے دشوار یاں آسان ہو گئیں۔ تیرے لطف سے سلسلۂ اسباب برقرار رہا۔ اور تیری قدرت سے قضا کا نفاذ ہُوا اور تمام چیزیں تیرے ارادہ کے رُخ پر گامزن ہیں۔ وُہ بن کہے تیری مشیت کی پابند اور بن روکے خود ہی تیرے ارادہ سے رُکی ہوئی ہیں۔ مشکلات میں تجھے ہی پکارا جاتا ہے اور بلّیات میں تو ہی جائے پناہ ہے۔ ان میں سے کوئی مصیبت ٹل نہیں سکتی مگر جسے تُو ٹال دے اور کوئی مشکل حل نہیں ہو سکتی مگر جسے تو حل کر دے۔ پروردگارا! مجھ پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی سنگینی نے مجھے گراں بار کر دیا ہے اور ایک ایسی آفت آ پڑی ہے جس سے میری قوتِ برداشت عاجز ہو چکی ہے۔ تو نے اپنی قدرت سے اس مصیبت کو مجھ پر وارد کیا ہے اور اپنے اقتدار سے میری طرف متوجہ کیا ہے۔ تو جسے تُو وارد کرے، اُسے کوئی ہٹانے والا، اور جسے تُو متوجہ کرے اُسے کوئی پلٹانے والا، اور جسے تُو بند کرے اُسے کوئی کھولنے والا اور جسے تُو کھولے اُسے کوئی بند کرنے والا اور جسے تُو دشوار بنائے اُسے کوئی آسان کرنے والا اور جسے تُو نظر انداز

وَاكْسِرْ عَنِّيْ سُلْطَانَ الْهَمِّ بِحَوْلِكَ وَاَنِلْنِيْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا شَكَوْتُ وَاَذِقْنِيْ حَلَاوَةَ الصُّنْعِ فِيْمَا سَاَلْتُ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَفَرَجًا هَنِيْئًا وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ عِنْدِكَ مَخْرَجًا وَحِيًّا وَلَا تَشْغَلْنِيْ بِالْاِهْتِمَامِ عَنْ تَعَاهُدِ فُرُوْضِكَ وَاسْتِعْمَالِ سُنَّتِكَ فَقَدْ ضِقْتُ لِمَا نَزَلَ بِيْ يَا رَبِّ ذَرْعًا وَامْتَلَأْتُ بِحَمْلِ مَا حَدَثَ عَلَيَّ هَمًّا وَاَنْتَ الْقَادِرُ عَلٰى كَشْفِ مَا مُنِيْتُ بِهٖ وَدَفْعِ مَا وَقَعْتُ فِيْهِ فَافْعَلْ بِيْ ذٰلِكَ وَاِنْ لَّمْ اَسْتَوْجِبْهُ مِنْكَ يَا ذَا الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

کرے اُسے کوئی مدد دینے والا نہیں ہے۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر، اور اپنی کرم فرمائی سے اے میرے پالنے والے میرے لئے آسائش کا دروازہ کھول دے اور اپنی قوت و توانائی سے غم و اندوہ کا زور توڑ دے اور میرے اس شکوہ کے پیشِ نظر اپنی نگاہِ کرم کا رُخ میری طرف موڑ دے اور میری حاجت کو پورا کر کے شیرینی احسان سے مجھے لذت اندوز کر۔ اور اپنی طرف سے رحمت اور خوشگوار آسودگی مرحمت فرما اور میرے لئے اپنے لُطفِ خاص سے جلد چھٹکارے کی راہ پیدا کر اور اس غم و اندوہ کی وجہ سے اپنے فرائض کی پابندی اور مستحبات کی بجا آوری سے غفلت میں نہ ڈال دے۔ کیونکہ میں اس مصیبت کے ہاتھوں تنگ آچکا ہوں اور اس حادثہ کے ٹوٹ پڑنے سے دل رنج و اندوہ سے بھر گیا ہے۔ جس مصیبت میں مبتلا ہوں اُس کے دُور کرنے اور جس بلا میں پھنسا ہوا ہُوں اس سے نکالنے پر تو ہی قادر ہے۔ لہٰذا اپنی قدرت کو میرے حق میں کارفرما کر۔ اگرچہ تیری طرف سے مَیں اس کا سزاوار نہ قرار پا سکوں اے عرشِ عظیم کے مالک۔

جب زہرِ غم رگ و پے میں اُترتا اور کرب و اندوہ کے شراروں سے دل و دماغ پھنکتا ہے تو درد و الم کی ٹیسیں سکون و قرار چھین لیتی ہیں اور صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ نہ تسلّی و تسکین کا کوئی سامان نظر آتا ہے نہ صبر و ضبط کی کوئی صورت۔ ایسی حالت میں یاس و نا اُمیدی کبھی جنون و دیوانگی میں مبتلا اور کبھی موت کا سہارا ڈھونڈنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر انسان اس موقع پر بلند نظری سے کام لے تو اسے ایک ایسا سہارا مل سکتا ہے جو حوادث و آلام کے بھنور اور رنج و اندوہ کے سیلاب سے نکال لے جا سکتا ہے اور وُہ سہارا اللہ ہے جو اضطراب کی تسلّی اور درد و کرب کا چارہ کر سکتا ہے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ اذا اشتدّ الفزع فالی اللّٰہ المفزع۔ جب بےچینی حد سے بڑھ جائے تو پھر اللہ ہی تسکین کا مرکز ہے۔" اور اگر اللہ کی ہستی پر ایمان نہ بھی ہو جب بھی فطرتِ خوابیدہ کروٹ لے کر اس کا راستہ دکھا دیتی ہے اور مصیبت و بیچارگی کسی ان دیکھی ہستی کے آگے جھکنے اور اُس کا سہارا لینے کے لئے پکارتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام

سے وجود باری کے سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کشتی پر سوار ہونے کا کبھی اتفاق ہوا ہے اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کبھی ایسا اتفاق بھی پیش آیا ہے کہ کشتی بھنور میں گھر گئی ہو اور سمندر کی تلملاتی لہروں نے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، ایسا بھی ہوا ہے۔ فرمایا کہ اس وقت تمہارے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا تھا؟ کہا کہ ہاں۔ جب ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آنے لگی تو میرا دل کہتا تھا کہ ایک ایسی بالادست قوت بھی موجود ہے جو چاہے تو اس بھنور سے مجھے نکال لے جا سکتی ہے۔ فرمایا بس وہی تو خدا تھا جو انتہائی مایوس کن حالتوں میں بھی مایوس نہیں ہونے دیتا۔ اور جب کوئی سہارا نہ رہے تو وہ سہارا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ جب انسان اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین و اعتماد پیدا کر کے اس پر اپنے امور کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنی ذہنی قوتوں کو منتشر ہونے سے بچا لے جاتا ہے۔ اور جب ہمہ تن اس کی یاد میں کھو جاتا ہے تو الجھنیں اور پریشانیاں اُس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ کیونکہ ذہن کا سکون اور قلب کی طمانیت اس کے ذکر کا لازمی نتیجہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ "دل تو اللہ تعہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں"۔ وہ لوگ جو اطمینان کو بظاہر غم غلط کرنے والی کیف انگیز و مسرت افزا چیزوں میں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کبھی سکون و اطمینان حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ عشرت کدوں میں اطمینان نظر آتا ہے، نہ تاج و دیہیم کے سایوں میں، نہ نغمہ و سرود کی محفلوں میں سکون و قرار بٹتا ہے، نہ ناؤ و نوش کی مجلسوں میں۔ بے شک ہر موقع پر ذکر و عبادت کے لئے دل آمادہ اور طبیعت حاضر نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ انسان کسی مصیبت کی وجہ سے ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو۔ اس لئے کہ مصیبت بہرصورت مصیبت ہے اور اس سے متاثر ہونا طبعی و فطری ہے۔ تو ایسے موقع پر نوافل سے دست کش ہوا جا سکتا ہے۔ مگر بہت سے لوگ ایسے بھی ملیں گے جو پریشان کن حالات میں فرائض تک سے غافل ہو جاتے ہیں۔ تو انہیں امام علیہ السلام کی اس دُعا پر نظر کرنا چاہیئے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں یہ دُعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ خواہ کتنے جانکاہ حوادث و آلام سے سابقہ پڑے مگر تیرے فرائض و نوافل سے غفلت نہ ہونے پائے۔ کیونکہ فرائض بہرصورت فرائض ہیں اور نوافل عبودیت کا تقاضا ہیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ مصائب و آلام کے تاثرات عبودیت کے اظہار پر غالب آجائیں۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الِاسْتِعَاذَةِ مِنَ الْمَكَارِهِ وَسَيِّئِ الْأَخْلَاقِ وَمَذَامِّ الْأَفْعَالِ

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَيَجَانِ الْحِرْصِ وَسَوْرَةِ الْغَضَبِ وَغَلَبَةِ الْحَسَدِ وَضَعْفِ الصَّبْرِ وَقِلَّةِ الْقَنَاعَةِ

مصیبتوں سے بچاؤ اور بُرے اخلاق و اعمال سے حفاظت کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں حرص کی طغیانی، غضب کی شدت، حسد کی چیرہ دستی، بے صبری، قناعت کی کمی، کج اخلاقی، خواہشِ نفس کی فراوانی، عصبیت

وَشَكَاسَةِ الْخُلُقِ وَاِلْحَاحِ الشَّهْوَةِ
وَمَلَكَةِ الْحَمِيَّةِ وَمُتَابَعَةِ الْهَوٰى
وَمُخَالَفَةِ الْهُدٰى وَسِنَةِ الْغَفْلَةِ
وَتَعَاطِي الْكُلْفَةِ وَاِيْثَارِ الْبَاطِلِ عَلَى
الْحَقِّ وَالْاِصْرَارِ عَلَى الْمَاْثَمِ وَاسْتِصْغَارِ
الْمَعْصِيَةِ وَاسْتِكْبَارِ الطَّاعَةِ وَمُبَاهَاةِ
الْمُكْثِرِيْنَ وَالْاِزْرَاءِ بِالْمُقِلِّيْنَ وَسُوْءِ
الْوِلَايَةِ لِمَنْ تَحْتَ اَيْدِيْنَا وَتَرْكِ
الشُّكْرِ لِمَنِ اصْطَنَعَ الْعَارِفَةَ عِنْدَنَا
اَوْ اَنْ نَعْضُدَ ظَالِمًا اَوْ نَخْذُلَ مَلْهُوْفًا
اَوْ نَرُوْمَ مَا لَيْسَ لَنَا بِحَقٍّ اَوْ نَقُوْلَ
فِي الْعِلْمِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَنَعُوْذُ بِكَ اَنْ
نَنْطَوِيَ عَلٰى غِشِّ اَحَدٍ وَاَنْ نُعْجَبَ بِاَعْمَالِنَا
وَنَمُدَّ فِيْ اٰمَالِنَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ سُوْءِ السَّرِيْرَةِ
وَاحْتِقَارِ الصَّغِيْرَةِ وَاَنْ يَّسْتَحْوِذَ عَلَيْنَا
الشَّيْطٰنُ اَوْ يَنْكُبَنَا الزَّمَانُ اَوْ يَتَهَضَّمَنَا
السُّلْطَانُ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ تَنَاوُلِ الْاِسْرَافِ
وَمِنْ فُقْدَانِ الْكَفَافِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ
شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَمِنَ الْفَقْرِ اِلَى الْاَكْفَاءِ
وَمِنْ مَعِيْشَةٍ فِيْ شِدَّةٍ وَمِيْتَةٍ عَلٰى غَيْرِ
عُدَّةٍ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْحَسْرَةِ الْعُظْمٰى
وَالْمُصِيْبَةِ الْكُبْرٰى وَاَشْقَى الشَّقَاءِ وَ
سُوْءِ الْمَاٰبِ وَحِرْمَانِ الثَّوَابِ وَحُلُوْلِ
الْعِقَابِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
اَعِذْنِيْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِكَ وَجَمِيْعَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

کے غلبہ، ہوا و ہوس کی پیروی، ہدایت کی خلاف ورزی
خوابِ غفلت (کی مدہوشی) اور تکلف پسندی سے نیز باطل
کو حق پر ترجیح دینے، گناہوں پر اصرار کرنے، معصیت کو
حقیر اور اطاعت کو عظیم سمجھنے، دولت مندوں کے سے
تفاخر، محتاجوں کی تحقیر اور اپنے زیردستوں کی بری
نگہداشت اور جو ہم سے بھلائی کرے اس کی ناشکری
سے اور اس سے کہ ہم کسی ظالم کی مدد کریں اور مصیبت زدہ
کو نظرانداز کریں یا اس چیز کا قصد کریں جس کا ہمیں حق نہیں
یا دین میں بے جانے بوجھے دخل دیں۔ اور ہم تجھ سے پناہ
مانگتے ہیں اس بات سے کہ کسی کو فریب دینے کا قصد کریں
یا اپنے اعمال پر نازاں ہوں اور اپنی امیدوں کا
دامن پھیلائیں۔ اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ بدباطنی
اور چھوٹے گناہوں کو حقیر تصور کرنے اور اس بات سے کہ
شیطان ہم پر غلبہ حاصل کر لے جائے یا زمانہ ہم کو
مصیبت میں ڈالے یا فرمانروا اپنے مظالم کا نشانہ بنائے
اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں فضول خرچی میں پڑنے،
اور حسبِ ضرورت رزق کے نہ ملنے سے۔ اور ہم تجھ
سے پناہ مانگتے ہیں دشمنوں کی شماتت، ہم چشموں
کی احتیاج، سختی میں زندگی بسر کرنے اور توشۂ آخرت
کے بغیر مر جانے سے اور تجھ سے پناہ مانگتے ہیں بڑے
تاسف، بڑی معیبت، بدترین بدبختی، برے انجام،
ثواب سے محرومی اور عذاب کے وارد ہونے سے۔
اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما، اور
اپنی رحمت کے صدقہ میں مجھے اور تمام مومنین و مومنات کو
ان سب برائیوں سے پناہ دے۔ اے تمام رحم کرنے والوں
میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

انسان اس وقت تک مکارم اخلاق سے آراستہ نہیں ہو سکتا جب تک ایک صحت مند ذہنیت کی تخلیق نہ کرے۔ اور امراضِ نفسانیہ کے جراثیم سے قلب وضمیر کی تطہیر کرکے اپنے کو فضائل و فواضل کے قبول کرنے کے قابل نہ بنائے۔ اس دعا میں جن معائب و رذائل کو گنوایا گیا ہے وُہ وہی جراثیم ہیں جو امراضِ نفسانیہ کی تولید کرتے اور انہیں پروان چڑھاتے ہیں اور انسان کے ارفع و اعلےٰ احساسات کو ختم کرکے اسے خواہشات کا پرستار بنا دیتے ہیں جس کے بعد وُہ اس سطح پر آجاتا ہے جو ایک عام حیوان کی سطح ہوتی ہے جہاں پر پہنچ کر فضائل کی بلندیاں اس کے دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں اور رذائل و قبائح اس کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں اور اُسے اُن کی برائی کا احساس تک نہیں ہوتا کہ انہیں چھوڑنے کی ضرورت محسوس کرے۔ یوں تو اُن معائب میں سے ہر عیب ہلاکت آفرین و تباہ کن ہے مگر حرص، غضب، حسد اور شہوت سرِفہرست اور سب برائیوں کا سرچشمہ ہیں۔

حرص یہ ہے کہ مالِ دنیا کی ہوس حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے اور روپیہ پیسہ، گھر بار سب کچھ ہونے کے باوجود طلب و خواہش بڑھتی ہی چلی جائے اور کہیں بھی اس میں کمی پیدا نہ ہونے پائے۔ حریص کا منتہائے مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح بن پڑے دنیا جہان کی دولت سمیٹ لے چاہے اس کے لئے جو ذریعہ بھی اختیار کرنا پڑے۔ چنانچہ اسی تگ و دو میں اپنی عمر اور قوتِ فکر و عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔ اور چونکہ اپنی ہی سعی و کوشش پر اعتماد کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اس لئے خدا پر سے اُس کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ اور جہاں خدا پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے وہاں انسانی قدروں کی اہمیت بھی اس کی نظروں میں باقی نہیں رہتی۔ اسے نہ کسی کے مفاد کا لحاظ ہوتا ہے نہ کسی کے نقصان کی پروا بلکہ دوسروں کے مفاد سے اگر تصادم ہوتا ہے تو ان کے بڑے سے بڑے نقصان کو نظر انداز کرکے اپنے تھوڑے سے فائدہ کو ترجیح دیتا ہے اور نتیجہ میں ایک ایسی خود غرضانہ ذہنیت تشکیل پا جاتی ہے جو حسد، نفرت و بدخواہی ایسے جذبات پیدا کرکے اس کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہے۔ وہ مال کی اندھی ہوس میں دوسروں سے اُلجھتا اور ٹکراتا ہے جس سے ایک طرف معاشرہ پر بُرا اثر پڑتا ہے اور دوسری طرف وُہ اس خوش نما جال سے نکلنے کے بجائے اس میں پھنستا ہی چلا جاتا ہے چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

مثل الحريص في الدنيا مثل دودة القز كلما ازدادت من القز على نفسها لفا كان ابعد لها من الخروج حتى تموت غما۔	”دنیا میں حریص ریشم کے کیڑے کے مانند ہے کہ جتنا اپنے اوپر ریشم لپیٹتا جاتا ہے اتنا ہی اس میں پھنستا چلا جاتا ہے اور نکلنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اسی میں گھٹ کر مر جاتا ہے۔“

اسلام نے مال کی پرستاری و سرمایہ اندوزی کے انسداد کے لئے جمع آوری کے بجائے دولت کی تقسیم پر زیادہ زور دیا ہے اور مالی فرائض، خمس، زکوٰۃ، ردِ مظالم وغیرہ کی صورت میں عاید کر دیئے تاکہ دولت آتی بھی رہے اور بٹتی بھی رہے۔ اس طرح جمع آوری کا وُہ جذبہ قہراً باقی نہیں رہتا جسے حرص سے تعبیر کیا جا سکے۔

غضب، یہ ایک دفاعی جذبہ ہے جو انسانی فطرت میں ودیعت ہے جس سے انسان ان چیزوں کی روک تھام کرتا

ہے جو اسے ناگوار معلوم دیتی ہیں یا جن سے گزند پہنچتا ہے۔ چنانچہ جب ناگواریوں سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے غصہ کا پارہ چڑھ جاتا ہے اور قوتِ برداشت کم یا بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ناگواری کی صورت اگر ایسے شخص کے مقابلہ میں ہو جو اس سے زیادہ طاقتور اور با اقتدار ہو اور اس سے انتقام لینا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو اس سے خون کا دباؤ دل کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ جس سے ایک گھٹن سی محسوس کرتا ہے۔ اس انقباضی کیفیت کا نام غم و حزن ہے اور اگر ایسے شخص کے مقابلہ میں ہو جو اسی کی سطح پر ہو تو اس سے انقباض و انبساط کی ایک ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ تلملاتا اور پیچ و تاب کھاتا ہے اس حالت کو حقد (کینہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس شخص کے مقابلہ میں ہو جسے اپنے سے پست تر تصور کرتا ہے تو اس سے خون کھولتا اور باہر کی طرف جوش مارتا ہے جس سے گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اس ہیجانی کیفیت کا نام غضب ہے جو برمحل اور حدِ اعتدال میں ہو تو ممدوح اور حد سے بڑھ جائے تو مذموم۔ افراط کی حالت میں پیش بینی و مآل اندیشی کے اوصاف سلب ہو جاتے ہیں۔ دماغی رطوبتیں خشک ہو جاتی ہیں اور ذہنی توازن برقرار نہیں رہتا۔ چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

الحدة ضرب من الجنون لان صاحبها يندم فان لم يندم فجنونه مستحكم۔

غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے۔ اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اس کی دیوانگی پختہ ہے۔

یہ ایک ایسی بہیمانہ خصلت ہے جو انسان کو مجسم حیوان اور سراپا درندہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ جب آدمی کو بے تحاشا غصہ آتا ہے تو اس کی نگاہوں میں قہر کی گھٹائیں امنڈ آتی ہیں۔ منہ سے جھاگ بہنے لگتی ہے۔ سانس پھول جاتی ہے۔ حواس منتشر اور چہرہ بھیانک ہو جاتا ہے بھویں چڑھ جاتی ہیں۔ آنکھوں سے شرارے برسنے لگتے ہیں۔ جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ زبان سے اول فول بکتا ہے۔ ذرا تصور تو کیجیے کہ غصہ میں اس کی ہیئت کذائی کیا سے کیا ہو جاتی ہے اور اگر مدمقابل کو زیر نہ کر سکے تو اور عجیب و غریب قسم کی وحشیانہ حرکتیں کرتا ہے۔ کبھی کپڑے پھاڑتا ہے، کبھی منہ پر طمانچے مارتا ہے، بدحواسی میں اِدھر سے اُدھر دوڑتا ہے، چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکتا اور توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور گالیاں دینے پر آتا ہے تو در و دیوار تک کو گالیاں دیتا ہے اور کبھی یہ غضب انتہائی خطرناک اقدامات کو جنم دیتا ہے اور قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اکثر و بیشتر قتل کی وارداتیں اسی غیظ و غضب کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی انتہائی طیش میں خود اس کی اپنی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر سمجھانا بجھانا اور غصہ کے نتائج بد سے آگاہ کرنا عموماً بے کار ثابت ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات الٹا اثر کرتا ہے، اور سمجھانے والا خود اس کے غصہ میں آجاتا ہے۔ اس لئے سمجھانے بجھانے کے بجائے نفسیاتی طریقہ پر علاج کرنا چاہیئے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا نفسیاتی علاج یوں وارد ہوا ہے کہ اگر غصہ کی حالت میں انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو ٹیک لگا لے، اور ٹیک لگائے ہو تو لیٹ جائے۔ اور ٹھنڈے پانی سے جسم کو دھوئے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ غصہ کی حالت میں ایک سے لے کر دس تک انگلیوں پر گنتی کرے۔ اس طرح جسم کو الٹنے پلٹنے اور بدن کو تر کرنے اور

گنتی گننے سے طبیعت پلٹا کھائے گی اور طبیعت کے ساتھ غصہ کا دھارا بھی مڑ جائے گا۔

حسد:۔ یہ بھی ایک نفسانی مرض ہے جو انسان کو گھن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ جاتا ہے۔ حاسد اپنی خود ساختہ طبیعت سے مجبور ہو کر دوسرے کی بلندی و برتری اور جاہ و اقبال کو دیکھتا ہے تو انگاروں پر لوٹتا اور پیچ و تاب کھاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کی برتری ذلت میں، اور اقبال و دولت نکبت و ادبار میں بدل جائے۔ اور اگر یہ چاہے کہ یہ عزت و اقبال اسے بھی حاصل ہو جائے تو یہ غبطہ ہے۔ اور اگر اسے حاصل کرنے کے لئے عملاً تگ و دو بھی کرے تو یہ منافسہ ہے اور غبطہ اور منافسہ دونوں ممدوح صفتیں ہیں۔ اور حسد، پست ذہنیت و بد باطنی کی علامت ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ المومن یغبط و المنافق یحسد۔ "مومن غبطہ کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے" اور منافسہ کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ "اس کی طرف رغبت کرنے والوں کو شوق سے بڑھنا چاہیئے" اور اگر انسان یہ سوچے کہ اس کے حسد کرنے سے دوسرے کا کچھ نہیں بگڑ سکتا اور نہ اُس کے جلنے کڑھنے سے کسی کی قدر و منزلت اور مال و دولت میں کمی واقع ہو سکتی ہے تو وُہ اپنے کو حسد کی آگ میں جھونکنے سے بچا لے سکتا ہے اور یہ سمجھ لینا کہ اس کے حسد سے دوسرے کی نعمتیں زائل ہو جائیں گی انتہائی جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ اگر حسد سے نعمتیں زائل ہونے لگتیں تو پھر دنیا میں کسی کے پاس نعمت و دولت نہ رہتی کیونکہ صاحب نعمت و ثروت دوسروں کے حسد سے بچ نہیں سکتا۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ کل ذی نعمۃ محسود۔ "ہر صاحب نعمت محسود ہوتا ہے" اور اس سے بڑھ کر یہ جہالت ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے حسد سے تو دوسروں کی نعمت پر اثر پڑ سکتا ہے اور کوئی اس پر حسد کرے تو اس کا بال بھی بیکا نہ ہو گا اور نہ اس کی نعمتوں پر زوال آئے گا۔

شہوت۔ ہوس و خواہش نفس کی پیروی کا نام ہے۔ خواہ اس خواہش کا تعلق شکم سے ہو یا جذبۂ نفسانی سے۔ یوں تو دونوں کشش کا مرکز اور حظ اندوزی کا سرچشمہ ہیں مگر نفسانی جذبہ سب جذبات سے زیادہ انسان کے ذہن و عواطف کو مغلوب و متاثر کرتا ہے اور جب انسان اس میں منہمک رہنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو پھر اس سے دست کش ہونا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیئے کہ ایک سوار ایسی تنگ گلی میں داخل ہونا چاہتا ہے جس میں سواری سمیت داخل تو ہو سکتا ہے مگر نہ آگے راستہ ہے کہ گزر سکے اور نہ سواری کے موڑنے کی کوئی جگہ ہے تو اب ایک صورت تو یہ ہے کہ گلی کے باہر سواری کو کھڑا کرے اور خود اندر داخل ہو جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ سواری سمیت اندر داخل ہو جائے اور جب پلٹنا چاہے تو اسے باہر نکالنے کے لئے دُم سے پکڑ کر گھسیٹے اور زور لگائے ظاہر ہے کہ پہلی صورت ایک آسان صورت ہے اور دُوسری صورت مشکل۔ اور اگر سواری اڑیل اور منہ زور ہو تو دشواری اور بڑھ جائے گی اور اُسے نکال لے جانا طاقت و اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ اسی طرح ابتداء میں نفس کو روکنا سہل ہوتا ہے مگر عادی و خُوگر بنا دینے کے بعد روکنا ایسا ہی ہے۔ جیسے اڑیل جانور کو دُم سے پکڑ کر پیچھے کی طرف گھسیٹنا۔ چنانچہ جب آدمی خُوگر ہو جاتا ہے اور ہوس پرستی کا جذبہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ حلال و حرام کا امتیاز بھی ختم کر دیتا ہے اور اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں نہ مذہبی قیود آڑے آتے ہیں اور نہ اخلاقی حدود مانع ہوتے ہیں اور وُہ نفس کی ذراسی تحریک پر خواہشات

کے بہاؤ میں بہتا ہُوا چلا جاتا ہے۔ کسی کو خوف و خطر، شرم و حیا اور تحفظِ صحت کا خصوصی خیال مانع ہو تو ہو ورنہ عموماً یہ مرحلہ انتہائی شکیب آزما ہوتا ہے اور انسان حُسن کی مسکراہٹوں اور جوانی کی انگڑائیوں میں کھو جاتا ہے اور اپنی سیرت کو داغدار بنا لیتا ہے اور جو نفس کی مُنہ زوری اور خواہش کی طغیانی پر قابو پا کر اپنے کردار پر دھبّہ نہیں آنے دیتا اور اپنا دامن بچا لے جاتا ہے وہ ایک شہیدِ راہِ خدا سے بھی بڑھ کر اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ امیرالمؤمنین علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ارشاد ہے:۔

ما المجاهد الشهيد في سبيل الله باعظم اجرا ممن قدر فعف لكاد العفيف ان يكون ملكا من الملٰئكة۔

وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو اس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاکدامن رہے، کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

ان نفسانی جذبات کی اشتعال انگیزی کا سرچشمہ نگاہوں کا تصادم اور ان کا بیباکانہ ٹکراؤ ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے النظرة سهم مسموم "نظر زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے۔" چنانچہ جس طرح سم آلودہ تیر کے زہر کا اثر جسم کے تمام رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور صرف تیر خوردہ مقام ہی متاثر نہیں ہوتا اسی طرح نگاہوں کا تبادلہ فکر و خیال اور جذبات و حسیات کو متاثر کرتا ہُوا اپنی خمار آگیں کیفیتوں سے عقل و خرد پر چھا جاتا ہے۔ اسی کی میر تقی میر نے ترجمانی کی ہے:۔

میر ان نیم باز آنکھوں میں　　ساری مستی شراب کی سی ہے

اس لئے نظر کے مسموم اثرات سے بچنے کے لئے نگاہوں کا احتساب ضروری ہے اور اس میں سہل انگاری سے کام لینا ایک طرح سے مفاسد کو دعوت دینا ہے۔ اور وہ مفاسد کیا ہیں؟ انہیں ایک مصری شاعر نے انتہائی اختصار کے ساتھ ایک طبعی ترتیب سے اس شعر میں جمع کر دیا ہے جس میں شاعری کے حُسن کے ساتھ حقیقت کی رعنائی بھی جلوہ گر ہے:۔

نظرة فابتسامة فسلام　　فكلام فموعد فلقاء

"پہلے ناوک نگاہ، پھر دلفریب مسکراہٹ، پھر سلام شوق، پھر باہمی گفتگو، پھر ایفائے عہد کے تحت ملاقات۔"

بہرحال حرص، غضب، حسد اور ہوائے نفس کے علاوہ جن دوسرے رذائل و اخلاقی معائب کا اس دعا میں ذکر ہے ان کا سرچشمہ انہی چاروں عیوب میں سے کسی ایک نہ ایک کو سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ بے جا تگ و دو، عدم قناعت، بے صبری اور طولِ امل حرص کی پیداوار ہیں اور جن رذائل میں تفوق و سربلندی کا شائبہ ہے۔ جیسے خود پسندی، حمیت، جاہلیت، کج اخلاقی، غرور، اطاعت، احسان ناشناسی، فخر و مباہات، غریبوں کی تحقیر و تذلیل، زیردستوں پر ظلم و تعدی یہ سب غضب کا شاخسانہ ہیں اس لئے کہ غضب کا تجزیہ کیا جائے تو اس کا اصلی سبب کبر و احساس برتری ہی نظر آئے گا۔ اور اسی بناء پر غضب کا مظاہرہ ہمیشہ اس کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے جسے اپنے سے پست تر تصور کیا جاتا ہے۔ اور یہ تفوق

وسربلندی کا جذبہ اُس آتشی کیفیت کا نتیجہ ہے جو غضب میں کارفرما ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ان الغضب جمرۃ فی قلب بنی اٰدم ۔ غضب اولادِ آدم کے دل میں چنگاری کی صورت میں دھکتا ہے "اور آگ طبعاً بلندی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی مادۂ ناری کی وجہ سے شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں غرور اور سربلندی کا مظاہرہ کیا جیسا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔ فافتخر علیٰ اٰدم بخلقہٖ وتعصب علیہ لاصلہٖ ۔ اس نے اپنے مادۂ تخلیق کی بناء پر آدمؑ کے مقابلہ میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے ان کے سامنے اکڑ گیا۔ اور خبثِ باطن، غش وفریب اور شماتت، حسد کا کرشمہ ہیں۔ اور فضول خرچی، غفلت وبے اعتنائی، حق وہدایت سے بے رُخی اور چھوٹے گناہوں کو حقیر سمجھنا یہ سب ہوائے نفس کی کارفرمائی کا نتیجہ ہیں۔

ان تمام معائب ومعاصی میں اطاعت پر غرور اور چھوٹے گناہوں کو حقیر تصور کرنا سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس لحاظ سے کہ غرورِ اطاعت کو عیب ہی تصور نہیں کیا جاتا کہ اس جذبہ کو ختم کرنے کی ضرورت محسوس کی جائے حالانکہ اطاعت پر غرور وافتخار کرنے اور اسے غیرمعمولی اہمیت دینے سے عجز وخلوص کی روح ختم ہو جاتی ہے اور اطاعت اطاعت ہی نہیں رہتی کہ اُسے سرمایۂ نازش سمجھ لیا جائے۔ کیونکہ روحِ بندگی تو یہ ہے کہ اللہ کے حضور عجز وتقصیر کا اعتراف اپنی کوتاہی و بے بضاعتی کا اقرار اور اس کے جنبۂ الوہیت کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی عبادت کو بھی حقیر وپست تصور کیا جائے۔ اور چھوٹے گناہوں کو حقیر اور غیراہم سمجھنا دو لحاظ سے خطرناک ہے۔ ایک تو یہ کہ یہی چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ مثلاً زنا گناہ کبیرہ ہے مگر اس کا ارتکاب براہ راست کم ہی ہوتا ہے۔ بلکہ نظر، لمس وغیرہ جذبات میں تحریک پیدا کرکے اس منزل تک لے آتے ہیں۔ اس لئے نبض شناس فطرت نے گڑھے میں گرنے سے روکنے کے لئے اس کے اردگرد چکر کاٹنے سے بھی منع کر دیا۔ کیونکہ جو آس پاس رہتا ہے وہی گرتا ہے۔ اور جو اس سے دُور رہتا ہے اس کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ کبیرہ گناہ میں وہی مبتلا ہوتا ہے جس کے لئے صغیرہ گناہ راستہ ہموار کرتے، قدم بقدم چلاتے اور ہمت بڑھاتے اس مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں جہاں گناہ کبیرہ اپنی مقناطیسی کشش سے جذب کر لیتا ہے اور انسان بے اختیار اس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ صغیرہ گناہ سے بچا جائے تاکہ کبیرہ کی نوبت ہی نہ آئے ؎

سرچشمہ باید گرفتن بہ میل　　　چو پُر شد نشاید گزشتن بہ پیل

اور دوسرے یہ کہ یہی صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :۔ لاصغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار۔ " اگر صغیرہ پر اصرار ہو تو وہ صغیرہ نہیں رہتا اور کبیرہ کے ساتھ توبہ واستغفار ہو تو وہ کبیرہ نہیں رہتا " مقصد یہ کہ اگر گناہ کبیرہ کے بعد صدقِ دل سے توبہ کر لی جائے تو خدا اس گناہ کو بخش دیتا ہے جس کے بعد وہ گناہ ہی نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ کبیرہ اور صغیرہ کا اگر بار بار ارتکاب ہوتا رہے تو وہ سنگینی میں کبیرہ کے ہموزن ہو جاتا ہے اور چونکہ اس کے ہلاکت آفرین پہلو پر نظر نہیں کی جاتی اور اس سے توبہ کرنے میں سہل انگاری سے کام لیا جاتا ہے اس لئے توبہ کے بعد گناہ کبیرہ اتنا ہلاکت آفرین نہیں ہوتا جتنا صغیرہ پر اصرار مہلک ثابت ہوتا ہے

چنانچہ اگر کسی پتھر پر قطرہ قطرہ کرکے پانی ٹپکتا رہے تو اس سے پتھر پر نشان سا پڑ جاتا ہے، اگر انہی قطروں کے مجموعی وزن کے برابر ایک دم اس پر پانی انڈیل دیا جائے تو اُس سے نہ پتھر پر کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ کوئی نشان اُبھرتا ہے۔ اسی طرح اگر صغیرہ گناہ کا سلسلہ مسلسل جاری رہے تو وہ اپنا دیرپا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ اور کبیرہ گناہ کی ہلاکت آفرینی توبہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

بہرحال وہ معائب جو بنیادی حیثیت رکھتے ہوں یا وُہ جو ان سے جنم لیتے ہوں سب ایسے ہیں جن سے نگہداشت ہی سے انسانیت کا جوہر باقی رہ سکتا ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام دوسروں کو ان عیوب کے عیوب ہونے سے آگاہ کرنے اور اُن سے دامن بچانے کی تعلیم دینے کے لئے ان رذائل سے یکسر پاک ہونے کے باوجود اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ ان سے بچنے کی توفیق شاملِ حال رکھے۔ اور یہ خاصانِ خدا اور رہبرانِ حقیقی کا شیوہ ہے کہ وُہ زیورِ کمال سے آراستہ ہونے کے باوجود کمالِ الوہیت کے آگے اپنے نقص کا اقرار اور پاکیزگیٔ نفس کے ہر گوشے کی تکمیل کے بعد اس کے مقامِ تقدیس کے سامنے عجز و تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں تاکہ ہدایت کا فریضہ بھی ادا ہوتا رہے اور عبودیت کا حُسن بھی نکھرتا رہے۔ ورنہ اس قسم کے عیوب نہ اُن کے منصب کے لحاظ سے درست اور نہ اُن کے مزاجِ امامت سے سازگار ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جب ابن عُمیر سے ہشام ابن حکم نے عصمتِ آئمہ کی دلیل طلب کی تو انہوں نے کہا کہ تمام گناہوں کے محرک حرص، غضب، حسد اور شہوت کے جذبات ہوتے ہیں اور دوسرے تمام گناہ انہی کی پیداوار ہیں۔ تو جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان میں سے کسی چیز کا وجود امام میں نہیں پایا جا سکتا تو عصمت اپنے مقام پر ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ حرص اس لئے نہیں ہو سکتی کہ وہ ایسے خزانوں کے مالک ہوتے ہیں جن کے سامنے فرمانرواؤں کے خزانے ہیچ ہوتے ہیں۔ جس کے بعد ان سے حرص و طمع کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ شاہد ہے کہ عبدالملک جب حج کے لئے آیا تو اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو یاد کیا۔ جب حضرتؑ اس کے ہاں گئے تو اس نے کہا کہ آپ گاہے بگاہے ملتے رہا کیجئے تاکہ اس کے ذریعہ سے آپ کی دنیوی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ آپؑ نے یہ سُن کر دوش پر سے عبا اتاری اور اُسے زمین پر بچھا دیا اور کچھ ریت جمع کر کے اُس پر ڈال دی۔ عبدالملک نے دیکھا کہ وُہ ریت کے ذرّے جواہرات کی صورت میں چمک رہے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جسے اللہ کی طرف سے یہ دولت نصیب ہو وُہ دنیا کے لئے کسی آستانے پر نہیں جھک سکتا۔ جس کے بعد عبدالملک خود اپنی پیش کش پر شرمسار ہُوا۔ اور غضب اس لئے نہیں ہوتا کہ امام کے فرائض میں سے یہ ہے کہ وُہ حق و انصاف کے ساتھ باہمی قضیوں کا تصفیہ کرے حدودِ شرعیہ کو نافذ کرے۔ تو اگر وُہ اپنے ذاتی غضب سے متاثر ہو گا تو اس سے عدل و انصاف کے قائم کرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وُہ اپنے ذاتی غضب سے مشتعل ہو کر کوئی بے جا اقدام کر بیٹھے۔ اس لئے امام کا غضب کسی ذاتی جذبہ کے زیر اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاں غضب کا مظاہرہ ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی پیشِ نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا شاہد یہ واقعہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے میدانِ جنگ میں ایک دشمن کو زمین پر گرا دیا اور اُس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ اُس نے طیش میں آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اُس کے سینہ سے اُتر

آئے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں کسی مرحلہ پر بھی ذاتی غضب کو کار فرما کرنا نہیں چاہتا۔

اور حسد اس لئے نہیں ہوتا کہ حسد کا محل وہ ہے جہاں فریقِ مخالف اپنے سے بلند مرتبہ کا حامل ہو۔ لہٰذا امیر غریب پر عالم جاہل پر، قوی کمزور پر اور بلند مرتبہ پست درجہ والے پر حسد نہیں کرے گا۔ تو اس اصول سے امام اسی پر حسد کرے گا جو اس سے بلند درجہ کا مالک ہو۔ اور جب امامت سے بلند تر دُوسرا منصب نہیں ہے تو اس منصب پر فائز ہونے والا کس پر حسد کرے گا اور منصب امامت کی رفعت کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت کا اعلان اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کے ذریعہ اس وقت کیا جاتا ہے جب وہ نبوّت و رسالت کے منصب پر فائز ہو چکے تھے تو جو منصب نبوّت و رسالت اور خصوصی امتحان کی کامیابی کے بعد حاصل ہُوا ہو اس کی رفعت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس بلند منزل پر فائز ہونے والا محسود ہو سکتا ہے مگر حاسد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی :۔ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ "یا ان لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس نعمت پر جو خدا نے ان کو اپنے فضل سے عطا کی ہے" کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔ نَحْنُ وَاللّٰهِ الْمَحْسُوْدُوْنَ ۔ "خدا کی قسم! ہم ہی وُہ ہیں جن پر حسد کیا گیا"

اور ہوائے نفس کی پیروِستیوں سے اس لئے مغلوب نہیں ہوتا کہ یہ ایک فطری چیز ہے کہ پھُولوں کو چھوڑ کر کانٹوں کے لئے دامن میں جگہ پیدا نہیں کی جاتی اور کوّے کی کائیں کائیں کی خاطر گلبانگ ہزار سے کان بند نہیں کئے جاتے تو جس کی نگاہوں کے سامنے جنت کے دلفریب نظارے اور حسین پیکروں کے محجوب اشارے ہوں وُہ حسنِ دُنیا پر وارفتہ اور نفس کی ترغیب سے متاثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ واقعہ اس کا شاہد ہے کہ ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو متہم کرنے کے لئے ان کے زمانۂ اسیری میں ایک کنیز کو ان کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ امام پر الزام عائد کر کے ان کے قتل کا جواز پیدا کرے۔ امام علیہ السلام کو جب معلوم ہُوا تو آپ نے فرمایا:۔ لاحاجة لی الی ذٰلك "مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے" مگر اُسے تو بہر صورت بھیجنا تھا وہ بھیج دی گئی۔ اور پھر عصر کے وقت ایک شخص کو ٹوہ لگانے کے لئے تعاقب میں روانہ کیا۔ جب وہ زندان میں پہنچا تو دیکھا کہ کنیز سجدہ میں پڑی ہے۔ اس نے پلٹ کر ہارون رشید کو اطلاع دی۔ ہارون نے اس کنیز کو طلب کیا اور سجدہ کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا کہ جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ وہ معروفِ نماز ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ مَیں نے اُدھر دیکھا تو ایک عجیب منظر تھا۔ پھلوں سے لدے پھلے درختوں کے جھنڈ، بلند و بالا عمارتیں اور اُن میں ایسی تاب ناک صورتیں کہ میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے کنیز! تو کیا خدمت کرے گی۔ ہم مدّت سے منتظر ہیں کہ یہ عبد صالح ہمیں کوئی حکم دے تو ہم اُسے بجا لائیں۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک وحشت سی طاری ہو گئی۔ اور میں بے اختیار سجدہ میں گر پڑی۔ یہاں تک کہ آپ کا آدمی آیا، اور مجھے یہاں لے آیا۔

دُعَاؤُهٗ فِی الْاِشْتِیَاقِ اِلٰی طَلَبِ الْمَغْفِرَۃِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَیِّرْنَا
اِلٰی مَحْبُوْبِكَ مِنَ التَّوْبَۃِ وَاَزِلْنَا
عَنْ مَکْرُوْھِكَ مِنَ الْاِصْرَارِ اَللّٰھُمَّ
وَمَتٰی وَقَفْنَا بَیْنَ نَقْصَیْنِ فِیْ دِیْنٍ
اَوْ دُنْیَا فَاَوْقِعِ النَّقْصَ بِاَسْرَعِھِمَا
فَنَاءً وَّاجْعَلِ التَّوْبَۃَ فِیْ اَطْوَلِھِمَا
بَقَاءً وَاِذَا ھَمَمْنَا بِھَمَّیْنِ یُرْضِیْكَ
اَحَدُھُمَا عَنَّا وَیُسْخِطُكَ الْاٰخَرُ
عَلَیْنَا فَمِلْ بِنَا اِلٰی مَا یُرْضِیْكَ عَنَّا
وَاَوْھِنْ قُوَّتَنَا عَمَّا یُسْخِطُكَ عَلَیْنَا
وَلَا تُخَلِّ فِیْ ذٰلِكَ بَیْنَ نُفُوْسِنَا
وَاخْتِیَارِھَا فَاِنَّھَا مُخْتَارَۃٌ لِّلْبَاطِلِ
اِلَّا مَا وَفَّقْتَ اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا
مَا رَحِمْتَ اَللّٰھُمَّ وَاِنَّكَ مِنَ
الضُّعْفِ خَلَقْتَنَا وَعَلَی الْوَھْنِ
بَنَیْتَنَا وَمِنْ مَّاءٍ مَّھِیْنٍ ابْتَدَاْتَنَا
فَلَا حَوْلَ لَنَا اِلَّا بِقُوَّتِكَ وَلَا قُوَّۃَ
لَنَا اِلَّا بِعَوْنِكَ فَاَیِّدْنَا بِتَوْفِیْقِكَ
وَسَدِّدْنَا بِتَسْدِیْدِكَ وَاَعْمِ
اَبْصَارَ قُلُوْبِنَا عَمَّا خَالَفَ مَحَبَّتَكَ
وَلَا تَجْعَلْ لِشَیْءٍ مِّنْ جَوَارِحِنَا
نُفُوْذًا فِیْ مَعْصِیَتِكَ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاجْعَلْ ھَمَسَاتِ
قُلُوْبِنَا وَحَرَکَاتِ اَعْضَائِنَا وَ
لَمَحَاتِ اَعْیُنِنَا وَلَھَجَاتِ

طلبِ مغفرت کے اشتیاق میں حضرتؑ کی دُعا

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور ہماری
توجہ اس توبہ کی طرف مبذول کردے جو تجھے پسند ہے
اور گناہ کے اصرار سے ہمیں دُور رکھ جو تجھے ناپسند ہے
بارِ الٰہا! جب ہمارا موقف کچھ ایسا ہو کہ (ہماری کسی کوتاہی
کے باعث) دین کا زیاں ہوتا ہو یا دُنیا کا تو نقصان (دنیا
میں) قرار دے کہ جو جلد فنا پذیر ہے اور عفو و درگذر کو (دین
کے معاملہ میں) قرار دے جو باقی و برقرار رہنے والا ہے۔
اور جب ہم ایسے دو کاموں کا ارادہ کریں کہ ان میں سے
ایک تیری خوشنودی کا اور دوسرا تیری ناراضی کا باعث ہو
تو ہمیں اس کام کی طرف مائل کرنا جو تجھے خوش کرنے والا
ہو۔ اور اس کام سے ہمیں بے دست و پا کر دینا جو تجھے
ناراض کرنے والا ہو۔ اور اس مرحلہ پر ہمیں اختیار دے کر
آزاد نہ چھوڑ دے، کیونکہ نفس تو باطل ہی کو اختیار کرنے
والا ہے۔ مگر جہاں تیری توفیق شاملِ حال ہو اور بُرائی
کا حکم دینے والا ہے مگر جہاں تیرا رحم کارفرما ہو۔
بارِ الٰہا! تو نے ہمیں کمزور اور سست بنیاد پیدا کیا ہے
اور پانی کے ایک حقیر قطرہ (نطفہ) سے خلق فرمایا ہے
اگر ہمیں کچھ قوت و تصرف حاصل ہے تو تیری قوت کی
بدولت، اور اختیار ہے تو تیری مدد کے سہارے سے
لہٰذا اپنی توفیق سے ہماری دستگیری فرما اور اپنی رہنمائی
سے استحکام و قوت بخش اور ہمارے دیدۂ دل کو ان باتوں
سے جو تیری محبت کے خلاف ہیں نابینا کر دے اور ہمارے
اعضاء کے کسی حصہ میں معصیت کے سرایت کرنے کی
گنجائش پیدا نہ کر۔ بارِ الٰہا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی
آلؑ پر اور ہمارے دل کے خیالوں، اعضاء کی جنبشوں،

اَلْسِنَتَنَا فِیْ مُوْجِبَاتِ ثَوَابِكَ حَتّٰی لَا تَفُوْتَنَا حَسَنَةٌ نَسْتَحِقُّ بِهَا جَزَآئَكَ وَلَا تَبْقٰی لَنَا سَیِّئَةٌ نَسْتَوْجِبُ بِهَا عِقَابَكَ۔

آنکھ کے اشاروں اور زبان کے کلموں کو ان چیزوں میں صرف کرنے کی توفیق دے جو تیرے ثواب کا باعث ہوں یہاں تک کہ ہم سے کوئی ایسی نیکی چھوٹنے نہ پائے۔ جس سے ہم تیرے اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں۔ اور نہ ہم میں کوئی بُرائی رہ جائے جس سے تیرے عذاب کے سزاوار ٹھہریں۔

⁂ ⁂ ⁂

یہ دُعا اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار حسنِ عمل کی توفیق اور مغفرت و خوشنودی کی طلب پر مشتمل ہے۔ اگرچہ امام علیہ السلام معصوم اور آغوشِ عصمت کے پروردہ تھے اور عصمتِ فکری و عملی و اعتقادی ہر قسم کے گناہ سے حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے مگر پھر بھی گناہ کا اعتراف کرتے اور توبہ و استغفار کا دامن پھیلاتے ہیں، کیونکہ توبہ خود ایک عبادت اور احساسِ عبودیت کا جوہر ہے۔ اور عصمت، عبودیت و نیازمندی سے بے نیاز نہیں کر دیتی کہ توبہ و انابت کا ہاتھ نہ اُٹھے جب کہ عبودیت کے تقاضوں کی تکمیل ہی کا نام عصمت ہے۔ اس لئے آپ گناہوں کی آلودگیوں سے محفوظ ہونے کے باوجود توبہ و استغفار میں مصروف رہتے تاکہ توبہ کا ثواب بھی حاصل ہو اور دُوسرے گنہگار توبہ کی تعلیم بھی پا سکیں۔ توبہ زبان سے گناہ کے اقرار اور اس کے ترک کے اظہار کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے گناہوں پر صدقِ دل سے ندامت اور آیندہ ترکِ گناہ کے عزم اور قابلِ تلافی امور کے تدارک کا نام ہے۔ اور جب اس طرح سے توبہ ہوتی ہے تو خداوندِ عالم نہ صرف گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ بلکہ توبہ پر مزید اجر و ثواب عطا کرتا اور توبہ کرنے والے کو پسندیدگی و قبولیت کی سند دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ ”اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اسی بنا پر امام علیہ السلام نے توبہ کو اللہ کی ایک محبوب و پسندیدہ چیز قرار دینے کے ساتھ اصرارِ گناہ کو مکروہ و ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے کیونکہ گناہ پر اصرار کے معنی ہی یہ ہیں کہ توبہ کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اور جب کہ توبہ مطلوب و مرغوب ہے تو جو چیز ترکِ توبہ کا نتیجہ ہو گی وُہ بہرحال مبغوض و ناپسند ہو گی۔ گناہ اور خصوصاً گناہ پر اصرار انسان کے اردگرد ایک ایسی مسموم فضا پیدا کر دیتا ہے جہاں اخلاقی رُوح مُردہ ہو جاتی ہے اور بہت سی ہلاکت آفرین چیزوں کا اُسے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری خود اسی پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ جو چیزیں ظہور میں آتی ہیں وہ گناہ کے طبعی نتائج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔

جو مصیبت بھی تم پر وارد ہوتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں ہی کی کمائی ہوتی ہے۔“

”صورتِ اعمالِ ما است ہر چہ بما مے رسد“

یہ گناہ کے نتائج و اثرات کبھی ذہنی نقصان کی صورت میں رُونما ہوتے ہیں جیسے سلبِ توفیق عبادت سے بے رخی، علم کی

فراموشی وغیرہ جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے :۔

ان العبد لیذنب الذنب فینسی بہ علوالذی کان قد علم وان العبد لیذنب الذنب فیمتنع بہ من قیام اللیل۔	بندہ کبھی ایسے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں سیکھے ہوئے علم پر نسیان طاری ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا گناہ کرتا ہے جس کے نتیجہ میں عبادتِ شب کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔"

اور کبھی دنیوی نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے حوادث و آلام، تنگیٔ معاش، زوالِ نعمت وغیرہ جیسا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

وایم اللہ ماکان قوم قط فی خفض عیش فزال عنھم الا بذنوب اجترحوھا۔	خدا کی قسم وُہ لوگ جو عیش وآرام میں زندگی بسر کرتے تھے اور پھر اُن کی نعمتیں ان سے چھن گئیں، تو یہ اُن گناہوں کا نتیجہ تھا جن کا وُہ ارتکاب کرتے تھے۔"

امام علیہ السلام نے اس دُعا میں دینی و دنیوی دونوں نقصان کا ذکر کیا ہے اور پھر دین کے دائمی نتائج اور دُنیا کے عارضی نقصانات پر نظر کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے گناہ کے نتیجہ میں دین کا زیان ہوتا ہو یا دُنیا کا نقصان تو تمام نقصانات کا بوجھ دُنیا پر ڈال دے اور ہمارے دین کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر دے کیونکہ دُنیا کے نقصانات عارضی اور چند روزہ ہیں اور دین کا نقصان اس زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے اور دائمی فائدہ کی خاطر عارضی نقصان کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ سے حسنِ عمل کی توفیق کا سوال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں بس اس عمل کی توفیق دے جو تیری خوشنودی و رضامندی کا باعث ہو، اور ایسے کاموں سے بچائے رکھ جو تیری ناراضگی کا سبب ہوں۔ یہ ارشاد حضرتؑ کی بلند نظری کا آئینہ دار ہے کہ اُن کی نظریں اُٹھتی ہیں تو اللہ کی رضامندی پر اور یہ خاصانِ خدا کا تقاضائے وارفتگی ہے کہ ان کی نظر نہ جنت پر ہوتی ہے نہ نعیمِ جنت پر۔ ان کی منزل صرف رضائے الٰہی کی منزل ہوتی ہے جس کی طلب انہیں ہر کیف و لذت سے بیگانہ اور ہر رنج و تکلیف سے بے نیاز بنا دیتی ہے۔ وُہ دُکھ جھیلتے، تکلیفیں اٹھاتے اور پوری لگن کے ساتھ برسرِ عمل رہ کر اس منزلِ رضا کا کھوج لگاتے ہیں اور یہی اُن کی عبادت کا مقصد اور یہی اُن کی زندگی کا مآل ہوتا ہے اور یہی کامرانی کی آخری منزل ہے۔ رہی جنت! تو وہ اللہ کے تفضل کا ایک کرشمہ ہے۔ اصل فلاح و نجاح اس کی رضامندی ہی سے وابستہ ہے اور یہی سب سے بڑی سعادت ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ ورضوان من اللہ اکبر" اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے۔" اس منزلِ رضامندی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ نفسِ امارہ کی کارفرمائی ہے جو لذت و عیش کے پردے میں جرم و معصیت کی دعوت دیتا۔ اور اپنی فسوں کاریوں سے برائیوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کی زبانی ارشاد ہے :۔ ان النفس لامارۃ بالسوٓء الا مارحم ربی۔ بے شک نفس برائیوں پر ابھارنے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔" لیکن جب انسان اس نفس کی فریب کاریوں پر متنبہ ہوتا اور غفلت کی اندھیاریوں سے نکلتا ہے تو اُسے ندامت و شرمساری

گھیر لیتی ہے۔ وہ اپنے کئے پر پچھتاتا ہے اور ضمیر و وجدان اُسے ملامت کرتا ہے۔ یہ نفس لوّامہ کی کارفرمائی ہے جس سے نفس امّارہ کی فتنہ سامانیاں دب جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ ولا اقسم بالنفس اللوامة "برائیوں پر سرزنش کرنے والے نفس کی میں قسم کھاتا ہوں" اس ضمیر کی ملامت اور شرمساری کے تاثرات سے نفس نیکی کی راہوں کو دیکھ لیتا ہے اور نیکی کو نیکی سمجھ کر اختیار کرتا اور بُرائی کو بُرائی سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ نفس ملہمہ کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے :۔ فالهمها فجورها و تقواها "اس نے بدکرداری اور پرہیزگاری نفس کو سمجھا دی" اور جب انسان ہمہ تن نیک اعمال میں مصروف اور برائیوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور تمام علائق سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ تو صبر و یقین کی رُوح اس کے اندر دوڑ جاتی ہے۔ جس کے بعد نہ کوئی مصیبت اُسے متزلزل کرتی ہے اور نہ اُس کا یقین ڈانواں ڈول ہوتا ہے۔ یہ نفس مطمئنہ کی منزل ہے جہاں اللہ کی رضا و خوشنودی اس کے دامن میں سمٹ آتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية۔ اے نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ اس حالت میں کہ تُو اس سے خوش، وُہ تجھ سے راضی" بہرحال اس نفس امّارہ کی چیرہ دستیوں سے بچ کر وہی آگے بڑھ سکتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید حاصل ہو اور توفیق الٰہی اس کے شاملِ حال ہو۔ اسی لئے حضرتؑ نے نفس امّارہ کی ستیزہ کاریوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید کا سہارا ڈھونڈا ہے۔ کیونکہ انسان ہر بری تحریک کے آگے سرخم کر دیتا اور ہر نفسانی خواہش کے ادنیٰ اشارے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ اسی بناء پر قدرت نے انسان کو کمزور و ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

اللہ الذی خلقکم من ضعف۔ "اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزور اور ضعیف پیدا کیا"

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اللَّجَاءِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

اَللّٰهُمَّ إِنْ تَشَأْ تَعْفُ عَنَّا بِفَضْلِكَ وَإِنْ تَشَأْ تُعَذِّبْنَا بِعَدْلِكَ فَسَهِّلْ لَنَا عَفْوَكَ بِمَنِّكَ وَأَجِرْنَا مِنْ عَذَابِكَ بِتَجَاوُزِكَ فَإِنَّهُ لَا طَاقَةَ لَنَا بِعَدْلِكَ وَلَا نَجَاةَ لِأَحَدٍ مِنَّا دُوْنَ عَفْوِكَ يَا غَنِيَّ الْأَغْنِيَاءِ هَا نَحْنُ عِبَادُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَأَنَا

اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا

بارِ الٰہا! اگر تو چاہے کہ ہمیں معاف کر دے تو یہ تیرے فضل کے سبب سے ہے اور اگر تُو چاہے کہ ہمیں سزا دے تو یہ تیرے عدل کی رُو سے ہے۔ تو اپنے شیوہ احسان کے پیشِ نظر ہمیں پوری معافی دے اور ہمارے گناہوں سے در گزر کر کے اپنے عذاب سے بچا لے۔ اس لئے کہ ہمیں تیرے عدل کی تاب نہیں ہے۔ اور تیرے عفو کے بغیر ہم میں سے کسی ایک کی بھی نجات نہیں ہو سکتی۔ اے بے نیازوں کے بے نیاز!

اَفْقَرُ الْفُقَرَآءِ اِلَيْكَ فَاجْبُرْ فَاقَتَنَا بِوُسْعِكَ وَلَا تَقْطَعْ رَجَائَنَا بِمَنْعِكَ فَتَكُوْنَ قَدْ اَشْقَيْتَ مَنِ اسْتَسْعَدَ بِكَ وَحَرَمْتَ مَنِ اسْتَرْفَدَ فَضْلَكَ فَاِلٰى مَنْ حِيْنَئِذٍ مُنْقَلَبُنَا عَنْكَ وَاِلٰى اَيْنَ مَذْهَبُنَا عَنْ بَابِكَ سُبْحَانَكَ نَحْنُ الْمُضْطَرُّوْنَ الَّذِيْنَ اَوْجَبْتَ اِجَابَتَهُمْ وَ اَهْلُ السُّوْءِ الَّذِيْنَ وَعَدْتَ الْكَشْفَ عَنْهُمْ وَاَشْبَهُ الْاَشْيَاءِ بِمَشِيَّتِكَ وَاَوْلَى الْاُمُوْرِ بِكَ فِيْ عَظَمَتِكَ رَحْمَةُ مَنِ اسْتَرْحَمَكَ وَغَوْثُ مَنِ اسْتَغَاثَ بِكَ فَارْحَمْ تَضَرُّعَنَا اِلَيْكَ وَاَغْنِنَا اِذْ طَرَحْنَا اَنْفُسَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ شَمِتَ بِنَا اِذْ شَايَعْنَاهُ عَلٰى مَعْصِيَتِكَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ لَا تُشْمِتْهُ بِنَا بَعْدَ تَرْكِنَا اِيَّاهُ لَكَ وَرَغْبَتِنَا عَنْهُ اِلَيْكَ۔

⁂ ⁂ ⁂

ہاں تو پھر ہم سب تیرے بندے ہیں جو تیرے حضور کھڑے ہیں۔ اور میں سب محتاجوں سے بڑھ کر تیرا محتاج ہوں۔ لہٰذا اپنے بھرے خزانے سے ہمارے دامنِ فقرو احتیاج کو بھر دے، اور اپنے دروازے سے رد کر کے ہماری اُمیدوں کو قطع نہ کر۔ ورنہ جو تجھ سے خوش حالی کا طالب تھا وہ تیرے ہاں سے حرماں نصیب ہوگا اور جو تیرے فضل سے بخشش و عطا کا خواستگار تھا وہ تیرے در سے محروم رہے گا۔ تو اب ہم تجھے چھوڑ کر کس کے پاس جائیں اور تیرا در چھوڑ کر کدھر کا رُخ کریں۔ تو اس سے منزّہ ہے (کہ ہمیں ٹھکرا دے جبکہ) ہم ہی وہ عاجز و بے بس ہیں جن کی دعائیں قبول کرنا تو نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور وُہ درد مند ہیں جن کے دُکھ درد کرنے کا تُو نے وعدہ کیا ہے، اور تمام چیزوں میں تیرے مقتضائے مشیّت کے مناسب اور تمام امور میں تیری بزرگی و عظمت کے شایان یہ ہے کہ جو تجھ سے رحم کی درخواست کرے تُو اس پر رحم فرمائے اور جو تجھ سے فریاد رسی چاہے تو اس کی فریاد رسی کرے۔ تو اب اپنی بارگاہ میں ہماری تضرع و زاری پر رحم فرما۔ اور جبکہ ہم نے اپنے کو تیرے آگے (خاکِ مذلت پر) ڈال دیا ہے تو ہمیں (فکر و غم سے) نجات دے۔ بار الٰہا! جب ہم نے تیری معصیت میں شیطان کی پیروی کی تو اس نے (ہماری اس کمزوری پر) اظہارِ مسرت کیا۔ تو محمدؐ اور ان کی آلِ اطہرؑ پر درود بھیج۔ اور جب ہم نے تیری خاطر اُسے چھوڑ دیا اور اُس سے روگردانی کر کے تجھ سے لَو لگا چکے ہیں تو کوئی ایسی افتاد نہ پڑے کہ وُہ ہم پر شماتت کرے۔

یہ دُعا طلبِ پناہ، خواستگاریٔ رحمت اور عدلِ الٰہی کے تقاضوں سے بے بسی و ناطاقتی کے اعتراف کے سلسلہ میں ہے۔ رحمت و عدالت اللہ کی دو صفتیں ہیں جو دو مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہیں۔ ایک پہلو بخشش و مغفرت کا ہے اور دوسرا پہلو تعزیر و عقوبت کا۔ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ گنہگاروں اور مجرموں سے درگزر کرے اور عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے گناہوں اور جرموں کی انہیں سزا دے۔ جب اُس کے عفو و رحمت کی وسعت پر نظر جاتی ہے تو دل میں رجاء کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور جب اُس کے غضب و انتقام کا تصور ہوتا ہے تو دل خوف سے لرز اٹھتا ہے۔ مگر اس خوف و رجا کے ملے جلے جذبات میں رحمت کا نقش پہلے دل و دماغ پر اُبھرتا ہے اور قہر و غضب کا احساس بعد میں ہوتا ہے۔ کیونکہ دُنیا و آخرت کے ہر گوشہ میں اصل رحمت ہی کی کارفرمائی ہے اور تعزیر و انتقام تو بعض ناگزیر حالتوں کے لئے ہے جہاں سزا و عقوبت کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے اپنے دلنشیں اور مخصوص اندازِ طلب میں پہلے رحمت کا تذکرہ کیا ہے اور بعد میں عدالت کا۔ اس طرح کہ اگر تو مُعاف کر دے تو یہ تیری رحمت کی کارسازی ہے اور اگر سزا دے تو یہ تیری عدالت کا تقاضا ہے۔ پھر اس کی رحمت و عدالت کے دونوں رُخوں کو سامنے رکھتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اگر نجات کا فیصلہ تیرے عدل کی رُو سے ہو تو دُنیا میں کوئی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اور کون ایسا ہو سکتا ہے جو تیری رحمت سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے اعمال کے بل بوتے پر نجات و رستگاری کا پروانہ حاصل کرلے جائے۔ لہٰذا جب نجات تیرے دامنِ عفو و رحمت سے وابستہ ہے تو بغیر کسی محاسبہ و باز پُرس کے ہمیں معاف کر دے اور اپنے فضل و احسان سے محروم نہ کر۔ اس لئے کہ "اے بے نیازوں کے بے نیاز! ہم سب بندے تیرے حضور کھڑے ہیں اور میں سب محتاجوں سے بڑھ کر تیرا محتاج ہوں" اس جملہ میں نہ معلوم طلب و نیاز کی کتنی منزلیں طے ہو گئی ہیں۔ اور التجاؤ استرحام کے کتنے دفتر سمٹ آئے ہیں۔ سید نعمت اللہ جزائری رحمہ اللہ اس جملہ کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں کہ یمکن استخراج نہاء مائۃ لطیفۃ من ھذہ الفقرۃ الشریفۃ (اگر غور کیا جائے تو اس جملہ سے سو کے بقدر دقائق و نکات مستنبط ہو سکتے ہیں۔) چنانچہ پہلی نظر اس صنعت طباق و تضاد پر پڑتی ہے جو اغنی الاغنیاءُ اور افقر الفقراء میں ہے کہ جب اسے سب سے زیادہ غنی کہا ہے تو اپنے کو اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ فقیر کہہ کر پیش کیا ہے۔ اور اس سے طلب و سوال کے استحقاق پر بھی روشنی پڑتی ہے اس طرح کہ جب وہ غنی ہے تو کسی نعمت و دولت کے بخشنے سے قاصر نہیں ہو سکتا۔ اور اِدھر فقر ہے تو فقیر اپنی ضرورت و احتیاج کے پیشِ نظر مانگے گا اور جب کہ پانی کا بہاؤ اُدھر کا رُخ کرتا ہے جدھر نشیب ہوتا ہے تو کریم کا دستِ کرم بھی اُدھر بڑھنا چاہیئے جہاں فقر و احتیاج ہو۔ اور پھر وہ صرف غنی نہیں بلکہ غنی الاغنیاء ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وُہ ہر لحاظ سے غنی و بے نیاز ہے ایسا نہیں کہ ایک لحاظ سے غنی ہو اور ایک اعتبار سے محتاج کہ یہ کہا جا سکے کہ اس سوال کا تعلق اس پہلو سے ہے جس میں احتیاج کارفرما ہے اور اسی طرح دوسری طرف صرف احتیاج نہیں بلکہ حد سے بڑھی ہوئی احتیاج ہے۔ تو اس کے فضل و کرم کا زیادہ محل وہی ہوگا جہاں احتیاج اپنی پوری بے سرو سامانی کے ساتھ ہو۔ اس مقام پر لفظاً

سے جو حرف تنبیہ ہے قدرت کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ حالانکہ حرف تنبیہ اس محل پر استعمال ہوتا ہے جہاں مخاطب کو جھنجھوڑنا اور غفلت و بے توجہی سے ہوشیار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر اللہ کو متنبہ و ہوشیار کرنے کے کیا معنی جب کہ اس پر نہ غفلت طاری ہو سکتی ہے اور نہ وہ بندوں کے حال سے غافل و بے خبر رہ سکتا ہے۔ تو اس محل پر اللہ کو متنبہ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس تنبیہ کے پردے میں اپنی غفلت و کوتاہی کا اعتراف مقصود ہے۔ اس طرح کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معنوی لحاظ سے دور ہو جاتا ہے اور جوں جوں گناہ میں بڑھتا جاتا ہے اس دوری کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے اور وہ یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ اب وہ اللہ سے اتنا دور ہو چکا ہے کہ وہ اسے نظر انداز کر دے اور ناقابلِ التفات سمجھ کر اپنی توجہ کا رُخ اُس سے موڑ لے۔ اس احساس کے پیشِ نظر جو خود اس کی غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ کو گویا اپنے سے غافل قرار دے لیتا ہے۔ اور اس موقع پر خطاب کے لئے حرف تنبیہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اور جب تضرع و زاری اور دعا و مناجات سے اس کی طرف رجوع ہوتا ہے تو یہ دوری کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہونے سے اُسے اپنے سے قریب تر تصور کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ جب اپنی غفلت کے پیشِ نظر دُوری کا تصور ہو تو لفظ ھا سے اُسے متوجہ کیا۔ اور جب اس کی طرف رجوع ہونے سے قرب کا احساس ہوا تو فرمایا بین یدیک "ہم تیرے سامنے ہی تو ہیں۔" اور اسی امر کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے۔

من تقرب الی شبرا تقرب الیہ ذراعا۔ — جو ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب جاتا ہوں۔"

اور کبھی اس محل پر بھی حرف تنبیہ لایا جاتا ہے جہاں مخاطب کو خصوصی توجہ دلا کر کوئی اہم اور غیر معمولی بات کہنا ہوتی ہے اور اس طریقہ سے مقصد کی اہمیت کو واضح کرنا مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقصد سے اہم مقصد کیا ہو سکتا ہے جو انسان کی دائمی فلاح و بہبود سے متعلق ہو۔ اور پھر مقصد کی اہمیت اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ پوری عاجزی و سرافگندی کے ساتھ سوال کیا جائے اور انتہائی تضرع و اصرار سے دامنِ طلب پھیلایا جائے تو اس مختصر اور دو حرفی لفظ ھا میں اپنی غفلت اور اس کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے بے توجہی، مدعا و مقصد کی اہمیت اور اس کے لئے گڑگڑاہٹ سب معانی سمٹ کر جمع ہو گئے ہیں۔ حضرتؑ نے اس مورد پر لفظ عباد استعمال کی ہے جو عبد کی جمع ہے۔ تو یہ وہی اسلوب ہے جو ارشادِ الٰہی اِیَّاکَ نَعۡبُدُ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" کا ہے۔ کہ تنہا عبادت کرنے والا بھی عبودیت کا اظہار بصورت جمع کرتا ہے گویا وہ عبادت گزاروں کے زمرہ میں منسلک ہو کر اپنی عبادت کو اللہ کے حضور پیش کرتا ہے تاکہ ان میں سے قبول ہونے والی عبادتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی قبولیت کا شرف حاصل کر لے جائے۔ اسی طرح حضرتؑ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر میں تیرے کرم و رحمت کا سزاوار نہیں تو ان بندوں میں جنہیں میں نے اپنے ساتھ شامل کیا ہے، بے گناہ، کمزور و ناتواں بوڑھے، عاجز و درماندہ افراد بھی ہیں۔ ان میں کوئی نہ کوئی تو تیری نظر کرم کا مستحق اور قابلِ شفقت و مرحمت ہوگا، تو میں بھی ان کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہوں تاکہ جب تیری رحمت جوش میں آئے اور تیرے فضل و انعام کی گھنگھور گھٹائیں برسیں تو میرا دامن بھی چھلک جائے کیونکہ ابر باراں جب برستا ہے بلا امتیاز برستا ہے اور پھر لفظ عباد سے اس آیت کی طرف اشارہ

بھی ہے کہ یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ (اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے میری رحمت سے بے آس نہ ہو جاؤ)۔ مقصد یہ ہے کہ جب تو نے اپنے عباد کو اپنی رحمت کا امیدوار بنایا ہے تو ہم وہی عباد تو ہیں جو جھولی پھیلائے، تجھ سے آس لگائے تیرے در پر ایستادہ ہیں۔ بلکہ طرحنا انفسنا بین یدیك (ہم نے اپنے کو تیرے آگے خاکِ مذلت پر ڈال دیا ہے)، تو اب آگے تیری خوشی جو سرفراز کرے۔"

دُعَاؤُہٗ بِخَوَاتِمِ الْخَیْرِ

یَا مَنْ ذِکْرُہٗ شَرَفٌ لِلذَّاکِرِیْنَ وَیَا مَنْ شُکْرُہٗ فَوْزٌ لِلشَّاکِرِیْنَ وَیَا مَنْ طَاعَتُہٗ نَجَاۃٌ لِلْمُطِیْعِیْنَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاشْغَلْ قُلُوْبَنَا بِذِکْرِكَ عَنْ کُلِّ ذِکْرٍ وَاَلْسِنَتَنَا بِشُکْرِكَ عَنْ کُلِّ شُکْرٍ وَجَوَارِحَنَا بِطَاعَتِكَ عَنْ کُلِّ طَاعَۃٍ فَاِنْ قَدَّرْتَ لَنَا فَرَاغًا مِّنْ شُغْلٍ فَاجْعَلْہُ فَرَاغَ سَلَامَۃٍ لَّا تُدْرِکُنَا فِیْہِ تَبِعَۃٌ وَّلَا تَلْحَقُنَا فِیْہِ سَاٰمَۃٌ حَتّٰی یَنْصَرِفَ عَنَّا کُتَّابُ السَّیِّئَاتِ بِصَحِیْفَۃٍ خَالِیَۃٍ مِّنْ ذِکْرِ سَیِّاٰتِنَا وَیَتَوَلّٰی کُتَّابُ الْحَسَنَاتِ عَنَّا مَسْرُوْرِیْنَ بِمَا کَتَبُوْا مِنْ حَسَنَاتِنَا وَاِذَا انْقَضَتْ اَیَّامُ حَیٰوتِنَا وَتَصَرَّمَتْ مُدَدُ اَعْمَارِنَا وَاسْتَحْضَرَتْنَا دَعْوَتُكَ الَّتِیْ لَا بُدَّ مِنْهَا وَمِنْ اِجَابَتِھَا فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ

انجام بخیر ہونے کی دُعا

اے وُہ ذات! جس کی یاد، یاد کرنے والوں کے لئے سرمایۂ عزت ہے۔ اے وہ جس کا شکر، شکر گزاروں کے لئے وجہِ کامرانی؛ اے وُہ جس کی فرمانبرداری فرمانبرداروں کے لئے ذریعہ نجات ہے۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور ہمارے دلوں کو اپنی یاد میں اور ہماری زبانوں کو اپنے شکریہ میں اور ہمارے اعضا کو اپنی فرمانبرداری میں مصروف رکھ کر ہر یاد، ہر شکریہ اور فرماں برداری سے بے نیاز کر دے۔ اور اگر تُو نے ہماری مصروفیتوں میں کوئی فراغت کا لمحہ رکھا ہے تو اُسے سلامتی سے ہمکنار کر، اس طرح کہ نتیجہ میں کوئی گناہ دامن گیر نہ ہو اور نہ خستگی رُونما ہو تاکہ برائیوں کو لکھنے والے فرشتے اس طرح پلٹیں کہ نامۂ اعمال ہماری برائیوں کے ذکر سے خالی ہو اور نیکیوں کو لکھنے والے فرشتے ہماری نیکیوں کو لکھ کر مسرور و شاداں واپس ہوں اور جب ہماری زندگی کے دن بیت جائیں اور سلسلۂ حیات قطع ہو جائے اور تیری بارگاہ میں حاضر ہونے کا بلاوا آئے، جسے بہر حال آنا اور جس پر بہر صورت لبیک کہنا ہے۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاتبانِ اعمال ہمارے جن اعمال کا شمار کریں ان میں آخری عمل مقبول

وَاجْعَلْ خِتَامَ مَا تُحْصِيْ عَلَيْنَا كَتَبَةُ اَعْمَالِنَا تَوْبَةً مَقْبُوْلَةً لَا تُوْقِفُنَا بَعْدَهَا عَلٰى ذَنْبٍ اجْتَرَحْنَاهُ وَلَا مَعْصِيَةٍ اقْتَرَفْنَاهَا وَلَا تَكْشِفْ عَنَّا سِتْرًا سَتَرْتَهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْاَشْهَادِ يَوْمَ تَبْلُوْ اَخْبَارَ عِبَادِكَ اِنَّكَ رَحِيْمٌ بِمَنْ دَعَاكَ وَ مُسْتَجِيْبٌ لِمَنْ نَادَاكَ۔

توبہ کو قرار دے کہ اس کے بعد ہمارے ان گناہوں اور ہماری ان معصیتوں پر جن کے ہم مرتکب ہوئے ہیں سرزنش نہ کرے اور جب اپنے بندوں کے حالات جانچے تو اس پردہ کو جو تو نے ہمارے گناہوں پر ڈالا ہے سب کے رُو برُو چاک نہ کرے۔ بے شک جو تجھے بلائے تو اس پر مہربانی کرتا ہے اور جو تجھے پکارے تو اس کی سُنتا ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

سرنامۂ دُعا میں ذکر الٰہی کو کرنے والوں کے لئے سرمایۂ عزّت و شرف قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اُسے یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ فاذکرونی اذکرکم۔ "تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔" اور حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:۔

من ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر من ملائہ ومن ذکرنی سرا ذکرتہ علانیۃ۔

جو شخص کسی بزم میں میرا ذکر کرتا ہے میں اس سے بہتر اجتماع میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اور جو خفیہ طور پر میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا علانیہ ذکر کرتا ہوں۔"

اور ظاہر ہے کہ خالق کا اپنے مخلوق کو اور معبود کا اپنے عبد کو یاد رکھنا اور اپنے الطاف کا مورد قرار دینا بندہ کے لئے باعثِ عزّ و افتخار ہے اور چونکہ یہ نتیجہ ہے ذکرِ الٰہی کا، لہٰذا ذکرِ الٰہی بھی شرف میں محسوب ہوگا۔

اہلِ عرفان کے نزدیک ذکرِ الٰہی کے چار مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید صرف زبان سے ہو اور دل اس کی یاد سے یکسر خالی ہو۔ یہ ذکر کا پست ترین مرتبہ ہے تاہم فائدے سے یہ بھی خالی نہیں ہے، کیونکہ جتنی دیر زبان اس کے ذکر میں مصروف رہے گی۔ غیبت، بدگوئی، فحش کلامی اور دوسری بے ہودہ باتوں سے محفوظ رہے گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ دل بھی زبان کا ساتھ دینے لگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے، کیونکہ جب ذکر کی آوازیں پیہم کان کے پردوں سے ٹکرائیں گی تو کب تک دل متاثر نہ ہوگا۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دل زبان کا ساتھ تو دے مگر توجہ و انہماک نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ اسے جبراً و قہراً اس طرف لایا جا رہا ہے۔ یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے کچھ بلند ہے کیونکہ دل کچھ تھوڑا بہت تو زبان کا ہمنوا ہے۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان کے ساتھ دل بھی اس کی یاد میں کھو جائے۔ لیکن دوسری طرف متوجہ کرنے سے متوجہ بھی ہو جائے، اگر یہ وقتی و عارضی ہو۔ یہ رسوخ کی منزل ہے۔ اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ دل میں ذکر اس طرح رچ بس جائے کہ خون کے رگ و پے میں دوڑنے لگے اور حیات کا ہر لمحہ سوز و گداز کا لافانی مرقع اور جسم و جان کا ہر ریشہ محبت کی شعلہ فشانیوں کا مرکز بن جائے۔ یہ عشقِ الٰہی کی منزل فنا فی اللہ کا درجہ اور عبودیت کا وہ بلند مقام ہے جس کے اندر ربوبیت کے جوہر پوشیدہ ہیں۔ حضرت کے ارشاد واشغل قلوبنا بذکرک عن کل ذکر۔ "ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی بدولت ہر ذکر سے بے نیاز کر دے۔"

میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ ذکرِ الٰہی میں حضرتؑ کے انہماک کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نہ کوئی خواہش آپ کے تصورات پر غالب آتی تھی اور نہ کوئی حادثہ توجہ کو موڑنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں تحریر کیا ہے کہ حضرت محرابِ عبادت میں ایستادہ نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان ایک اژدہے کی صورت میں سامنے سے نمودار ہوا مگر آپ حسبِ معمول نماز میں مصروف رہے۔ اس نے بڑھ کر آپ کے پیر کا انگوٹھا اپنے دانتوں میں دبا لیا۔ پھر بھی آپ کی توجہ کو ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ وہ اژدہے کی صورت میں شیطان ہے۔ آپ نے اُسے ٹھوکر لگائی اور پھر مصروفِ عبادت ہو گئے۔ اس منظر کو دیکھ کر ہاتفِ غیبی نے پکار کر کہا انت زین العابدین۔ آپؑ عبادت گزاروں کی زینت ہیں۔"

دوسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا شکر گزاروں کے لئے باعثِ کامرانی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔ لہٰذا جب کفرانِ نعمت نعمتوں سے محرومی اور عذاب کا باعث ہے تو شکر نعمتوں کی افزائش اور عذاب سے رہائی کا ذریعہ ہوگا۔ اور یہی فوز و کامرانی ہے۔ جو ادائے شکر کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

تیسری چیز یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اطاعت گزاروں کے لئے نجات و رستگاری کی ضامن اور اُخروی کامرانی کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ جب انسان میں اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ کے احکام کی پابندی اور اس کے ممنوعات و محرمات سے کنارہ کرتا ہے تو قہراً اس کے افکار و اعمال پر ایک خوشگوار اثر پڑتا ہے اور وہ اچھائی برائی، درست و نادرست اور صحیح و غلط میں امتیاز کرکے برائیوں سے علیحدگی اختیار کرتا اور اچھائیوں کو اپنے اندر نشوونما دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ عزت و کامرانی کی زندگی بسر کرتا اور مرنے کے بعد اللہ تعو کے انعامات سے سرفراز ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:-

ومن یطع اللہ ورسولہ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم۔	جو اللہ تعو اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا ہے۔"

اور جو اس کی اطاعت سے انحراف کرتا ہوا اس کے حدود کو توڑتا اور گناہ و معصیت میں پڑا رہتا ہے۔ وہ اپنے ناپاک عمل و کردار کی وجہ سے دلوں میں کوئی مقام و منزلت حاصل نہیں کر سکتا اور ان دنیوی ذلتوں اور تباہیوں کے ساتھ آخرت کی ہلاکتوں کے اسباب بھی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:-

ومن یعص اللہ ورسولہٗ و یتعد حدودہ یدخلہ نارًا خالدًا فیہا ولہ عذاب مہین۔	جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کرے گا اور اُس کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

بہرحال ذکر، شکر اور اطاعت یہ وہ اعمال ہیں جو انسان کے دل، زبان اور اعضاء کو گناہ سے بچائے جاتے ہیں۔ چنانچہ دل میں اگر اس کی یاد ہوگی تو خیالاتِ فاسدہ اور معتقداتِ باطلہ کے قبول کرنے کی گنجائش اس میں نہ رہے گی۔ اور زبان پر اس کا ذکر یا شکر ہوگا تو وہ جھوٹ، بہتان، غیبت اور اس قبیل کے دوسرے عیوب سے بچا رہے گا۔ اور اگر اعضاء اس کی اطاعت میں مصروف رہیں گے تو وہ گناہ جو ان اعضاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے ظلم، سرقہ، قتل، زنا وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوں گے اور یہی دل، زبان اور اعضاء گناہ د معاصی کا سرچشمہ ہیں۔ جب ان پر ذکر، شکر اور اطاعت کا پہرا بیٹھ جائے گا کلیتہً گناہوں کا انسداد ہو جائے گا اور یہی مقام مقامِ عصمت ہے۔

اس کے بعد خداوندِ عالم کی بارگاہ میں یہ التجا کی ہے کہ وہ ہمہ وقت ذکر، شکر اور اطاعت میں مصروف رہنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ اور اگر عبادت سے کچھ فراغت کے لمحات میسر ہوں. تو اس فراغت کی وجہ سے دل میں تنگی کی صورت پیدا نہ ہو کہ پھر ذکر و عبادت کی طرف رجوع ہونا طبیعت پر شاق گزرے، اور کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو۔ مقصد یہ ہے کہ بے کاری اور تعطل پیدا ہی نہ ہو۔ اور نہ کوئی لمحہ ایسا گزرے جس میں مقصدِ حیات سے فراموشی ہونے پائے۔

دُعَاءُهُ فِي الْإِعْتِرَافِ وَ طَلَبِ التَّوْبَةِ

اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ يَحْجُبُنِي عَنْ مَسْئَلَتِكَ خِلَالٌ ثَلَاثٌ وَ تَحْدُونِي عَلَيْهَا خَلَّةٌ وَاحِدَةٌ يَحْجُبُنِي أَمْرٌ أَمَرْتَ بِهِ فَأَبْطَأْتُ عَنْهُ وَ نَهْيٌ نَهَيْتَنِي عَنْهُ فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ وَ نِعْمَةٌ أَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ فَقَصَّرْتُ فِي شُكْرِهَا وَ يَحْدُونِي عَلَى مَسْئَلَتِكَ تَفَضُّلُكَ عَلَى مَنْ أَقْبَلَ بِوَجْهِهِ إِلَيْكَ وَ وَفَدَ بِحُسْنِ ظَنِّهِ إِلَيْكَ إِذْ جَمِيعُ إِحْسَانِكَ تَفَضُّلٌ وَ إِذْ كُلُّ نِعَمِكَ ابْتِدَاءٌ فَهَا أَنَا ذَا يَا إِلٰهِي وَاقِفٌ بِبَابِ عِزِّكَ وُقُوفَ الْمُسْتَسْلِمِ الذَّلِيلِ وَ سَائِلُكَ

اعتراف گناہ اور طلب توبہ کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دعا

اے اللہ! مجھے تین باتیں تیری بارگاہ میں سوال کرنے سے روکتی ہیں اور ایک بات اس پر آمادہ کرتی ہے جو باتیں روکتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس امر کا تونے حکم دیا میں نے اس کی تعمیل میں سستی کی۔ دوسرے یہ کہ جس چیز سے تونے منع کیا اس کی طرف تیزی سے بڑھا۔ تیسرے جو نعمتیں تونے مجھے عطا کیں۔ ان کا شکریہ ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ اور جو بات مجھے سوال کرنے کی جراٴت دلاتی ہے وہ تیرا تفضل و احسان ہے جو تیری طرف رجوع ہونے والوں اور حسن ظن کے ساتھ آنے والوں کے ہمیشہ شریک حال رہا ہے۔ کیونکہ تیرے تمام احسانات صرف تیرے تفضل کی بناء پر ہیں اور تیری ہر نعمت بغیر

عَلَى الْحَيَاءِ مِنِّيْ سُؤَالَ الْبَائِسِ
الْمُعِيْلِ مُقِرٌّ لَكَ بِأَنِّيْ لَمْ أَسْتَسْلِمْ
وَقْتَ إِحْسَانِكَ إِلَّا بِالْإِقْلَاعِ
عَنْ عِصْيَانِكَ وَلَمْ أَخْلُ فِيْ
الْحَالَاتِ كُلِّهَا مِنِ امْتِنَانِكَ
فَهَلْ يَنْفَعُنِيْ يَا إِلٰهِيْ إِقْرَارِيْ
عِنْدَكَ بِسُوْءِ مَا اكْتَسَبْتُ وَهَلْ
يُنْجِيْنِيْ مِنْكَ اعْتِرَافِيْ لَكَ بِقَبِيْحِ
مَا ارْتَكَبْتُ أَمْ أَوْجَبْتَ لِيْ فِيْ
مَقَامِيْ هٰذَا سُخْطَكَ أَمْ لَزِمَنِيْ
فِيْ وَقْتِ دُعَايَ مَقْتُكَ سُبْحَانَكَ
لَا أَيْأَسُ مِنْكَ وَقَدْ فَتَحْتَ لِيْ
بَابَ التَّوْبَةِ إِلَيْكَ بَلْ أَقُوْلُ
مَقَالَ الْعَبْدِ الذَّلِيْلِ الظَّالِمِ
لِنَفْسِهِ الْمُسْتَخِفِّ بِحُرْمَةِ
رَبِّهِ الَّذِيْ عَظُمَتْ ذُنُوْبُهُ فَجَلَّتْ
وَأَدْبَرَتْ أَيَّامُهُ فَوَلَّتْ حَتّٰى إِذَا
رَأَى مُدَّةَ الْعَمَلِ قَدِ انْقَضَتْ
وَغَايَةَ الْعُمُرِ قَدِ انْتَهَتْ وَأَيْقَنَ
أَنَّهُ لَا مَحِيْصَ لَهُ مِنْكَ وَلَا مَهْرَبَ
لَهُ عَنْكَ تَلَقَّاكَ بِالْإِنَابَةِ وَ
أَخْلَصَ لَكَ التَّوْبَةَ فَقَامَ إِلَيْكَ
بِقَلْبٍ طَاهِرٍ نَقِيٍّ ثُمَّ دَعَاكَ
بِصَوْتٍ حَائِلٍ خَفِيٍّ قَدْ تَطَأْطَأَ
لَكَ فَانْحَنٰى وَنَكَّسَ رَأْسَهُ
فَانْثَنٰى قَدْ أَرْعَشَتْ خَشْيَتُهُ
رِجْلَيْهِ وَغَرَّقَتْ دُمُوْعُهُ خَدَّيْهِ

کسی سابقہ استحقاق کے ہے۔ اچھا پھر اے میرے
معبود! میں تیرے دروازۂ عزّ و جلال پر ایک عبد مطیع و
ذلیل کی طرح کھڑا ہوں اور شرمندگی کے ساتھ ایک
فقیر و محتاج کی حیثیت سے سوال کرتا ہوں اس امر کا
اقرار کرتے ہوئے کہ تیرے احسانات کے وقت ترکِ
معصیت کے علاوہ اور کوئی اطاعت (از قبیل حمد و
شکر) نہ کر سکا۔ اور میں کسی حالت میں تیرے انعام
و احسان سے خالی نہیں رہا۔ تو کیا اے میرے معبود!
یہ بداعمالیوں کا اقرار تیری بارگاہ میں میرے لئے سود مند
ہو سکتا ہے اور وہ برائیاں جو مجھ سے سرزد ہوئی ہیں
ان کا اعتراف تیرے عذاب سے نجات کا باعث قرار
پا سکتا ہے۔ یا یہ کہ تو نے اس مقام پر مجھ پر غضب کرنے
کا فیصلہ کر لیا ہے اور دعا کے وقت اپنی ناراضگی کو میرے
لئے برقرار رکھا ہے۔ تو پاک و منزہ ہے۔ میں تیری
رحمت سے مایوس نہیں ہوں اس لئے کہ تو نے اپنی
بارگاہ کی طرف میرے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا
ہے۔ بلکہ میں اس بندۂ ذلیل کی سی بات کہہ رہا
ہوں جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اپنے پروردگار
کی حرمت کا لحاظ نہ رکھا۔ جس کے گناہ عظیم اور روز افزوں
ہیں۔ جس کی زندگی کے دن گزر گئے اور گزرے جا رہے
ہیں۔ یہاں تک کہ جب اس نے دیکھا کہ مدتِ عمل تمام
ہو گئی اور عمر اپنی آخری حد کو پہنچ گئی اور یہ یقین ہو گیا
کہ اب تیرے ہاں حاضر ہوئے بغیر کوئی چارہ اور تجھ
سے نکل بھاگنے کی صورت نہیں ہے تو وہ ہمہ تن تیری
طرف رجوع ہوا اور صدقِ نیت سے تیری بارگاہ
میں توبہ کی۔ اب وہ بالکل پاک و صاف دل کے ساتھ
تیرے حضور کھڑا ہوا۔ پھر کپکپاتی آواز سے اور دبے

يَدْعُوكَ بِيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
وَيَا أَرْحَمَ مَنِ انْتَابَهُ
الْمُسْتَرْحِمُونَ وَيَا أَعْطَفَ
مَنْ أَطَافَ بِهِ الْمُسْتَغْفِرُونَ
وَيَا مَنْ عَفْوُهُ أَكْثَرُ مِنْ
نِقْمَتِهِ وَيَا مَنْ رِضَاهُ
أَوْفَرُ مِنْ سَخَطِهِ وَيَا مَنْ
تَحَمَّدَ إِلَى خَلْقِهِ بِحُسْنِ
التَّجَاوُزِ وَيَا مَنْ عَوَّدَ عِبَادَهُ
قَبُولَ الْإِنَابَةِ وَيَا مَنِ
اسْتَصْلَحَ فَاسِدَهُمْ بِالتَّوْبَةِ
وَيَا مَنْ رَضِيَ مِنْ فِعْلِهِمْ
بِالْيَسِيرِ وَيَا مَنْ كَافَى قَلِيلَهُمْ
بِالْكَثِيرِ وَيَا مَنْ ضَمِنَ لَهُمْ
إِجَابَةَ الدُّعَاءِ وَيَا مَنْ
وَعَدَهُمْ عَلَى نَفْسِهِ بِتَفَضُّلِهِ
حُسْنَ الْجَزَاءِ مَا أَنَا بِأَعْصَى
مَنْ عَصَاكَ فَغَفَرْتَ لَهُ وَمَا
أَنَا بِأَلْوَمِ مَنِ اعْتَذَرَ إِلَيْكَ
فَقَبِلْتَ مِنْهُ وَمَا أَنَا
بِأَظْلَمِ مَنْ تَابَ إِلَيْكَ
فَعُدْتَ عَلَيْهِ أَتُوبُ إِلَيْكَ
فِي مَقَامِي هٰذَا تَوْبَةَ نَادِمٍ
عَلَى مَا فَرَطَ مِنْهُ مُشْفِقٍ
مِمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ خَالِصِ
الْحَيَاءِ مِمَّا وَقَعَ فِيهِ
عَالِمٍ بِأَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الذَّنْبِ

لہجے میں تجھے پکارا اس حالت میں کہ خشوع و تذلّل کے
ساتھ تیرے سامنے جھک گیا اور سر کو نیوڑھا کر تیرے
آگے خمیدہ ہو گیا۔ خوف سے اس کے دونوں پاؤں
تھرّا رہے ہیں اور سیل اشک اُس کے رخساروں پہ رواں
ہے۔ اور تجھے اس طرح پکار رہا ہے :۔ اے سب رحم
کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ۔ اے ان
سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے جن سے طلبگارانِ
رحم و کرم بار بار رحم کی التجائیں کرتے ہیں۔ اے ان سب
سے زیادہ مہربانی کرنے والے جن کے گرد معافی چاہنے والے
گھیرا ڈالے رکھتے ہیں۔ اے وہ جس کا عفو و درگذر اس
کے انتقام سے فزوں تر ہے۔ اے وہ جس کی خوشنودی
اس کی ناراضگی سے زیادہ ہے۔ اے وہ جو بہترین عفو
و درگذر کے باعث مخلوقات کے نزدیک حمد و
ستائش کا مستحق ہے۔ اے وہ جس نے اپنے
بندوں کو قبولِ توبہ کا خوگر کیا ہے اور توبہ کے ذریعہ ان
کے بگڑے ہوئے کاموں کی درستی چاہی ہے۔ اے
وہ جو ان کے ذرا سے عمل پر خوش ہو جاتا ہے۔ اور
تھوڑے سے کام کا بدلہ زیادہ دیتا ہے۔ اے وہ جس نے
اُن کی دعاؤں کو قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ اے وہ
جس نے از روئے تفضّل و احسان بہترین جزا کا وعدہ
کیا ہے۔ جن لوگوں نے تیری معصیت کی اور تُو نے انہیں
بخش دیا میں اُن سے زیادہ گنہگار نہیں ہوں اور جنہوں
نے تجھ سے معذرت کی اور تُو نے ان کی معذرت کو قبول
کر لیا ان سے زیادہ قابلِ سرزنش نہیں ہوں اور جنہوں
نے تیری بارگاہ میں توبہ کی اور تُو نے دتوبہ کو قبول فرما کر،
ان پر احسان کیا اُن سے زیادہ ظالم نہیں ہوں۔ لہٰذا
میں اپنے اس موقف کو دیکھتے ہوئے تیری بارگاہ میں

الْعَظِيْمِ لَا يَتَعَاظَمُكَ وَاَنَّ التَّجَاوُزَ عَنِ الْاِثْمِ الْجَلِيْلِ لَا يَسْتَصْعِبُكَ وَاَنَّ احْتِمَالَ الْجِنَايَاتِ الْفَاحِشَةِ لَا يَتَكَادُكَ وَاَنَّ اَحَبَّ عِبَادِكَ اِلَيْكَ مَنْ تَرَكَ الْاِسْتِكْبَارَ اِلَيْكَ وَجَانَبَ الْاِصْرَارَ وَلَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ وَاَنَا اَبْرَءُ اِلَيْكَ مِنْ اَنْ اَسْتَكْبِرَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُصِرَّ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا قَصَّرْتُ فِيْهِ وَاَسْتَعِيْنُ بِكَ عَلٰى مَا عَجَزْتُ عَنْهُ ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَهَبْ لِيْ مَا يَجِبُ عَلَيَّ لَكَ وَعَافِنِيْ مِمَّا اَسْتَوْجِبُهٗ مِنْكَ وَاَجِرْنِيْ مِمَّا يَخَافُهٗ اَهْلُ الْاِسَاۗءَةِ فَاِنَّكَ مَلِيْۗءٌ بِالْعَفْوِ مَرْجُوٌّ لِلْمَغْفِرَةِ وَمَعْرُوْفٌ بِالتَّجَاوُزِ لَيْسَ لِحَاجَتِيْ مَطْلَبٌ سِوَاكَ وَلَا لِذَنْبِيْ غَافِرٌ غَيْرُكَ حَاشَاكَ وَلَا اَخَافُ عَلٰى نَفْسِيْ اِلَّا اِيَّاكَ اِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاقْضِ حَاجَتِيْ وَاَنْجِحْ طَلِبَتِيْ وَاغْفِرْ ذَنْبِيْ وَاٰمِنْ خَوْفَ نَفْسِيْ اِنَّكَ

توبہ کرتا ہوں اس شخص کی سی توبہ جو اپنے پچھلے گناہوں پر نادم اور خطاؤں کے ہجوم سے خوفزدہ اور جن برائیوں کا مرتکب ہوتا رہا ہے ان پر واقعی شرمسار ہو اور جانتا ہو کہ بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دینا تیرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے اور بڑی سے بڑی خطا سے درگزر کرنا تیرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اور سخت سے سخت جرم سے چشم پوشی کرنا تجھے ذرا گراں نہیں ہے یقیناً تمام بندوں میں سے وہ بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے جو تیرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرے۔ گناہوں پر مصر نہ ہو اور توبہ و استغفار کی پابندی کرے۔ اور میں تیرے حضور غرور و سرکشی سے دست بردار ہوتا ہوں اور گناہوں پر اصرار سے تیرے دامن میں پناہ مانگتا ہوں اور جہاں جہاں کوتاہی کی ہے اس کے لئے عفو و بخشش کا طلب گار ہوں۔ اور جن کاموں کے انجام دینے سے عاجز ہوں اُن میں تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں۔ اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور تیرے جو جو حقوق میرے ذمہ عائد ہوتے ہیں انہیں بخش دے اور جس پاداش کا میں سزاوار ہوں اس سے معافی دے اور مجھے اس عذاب سے پناہ دے جس سے گنہگار ہراساں ہیں اس لئے کہ تو معاف کر دینے پر قادر ہے۔ اور تجھ ہی سے مغفرت کی اُمید کی جا سکتی ہے اور تو اس صفتِ عفو و درگزر میں معروف ہے۔ اور تیرے سوا حاجت کے پیش کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ تیرے علاوہ کوئی میرے گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ حاشا و کلّا کوئی اور بخشنے والا نہیں ہے۔ اور مجھے اپنے بارے میں ڈر ہے تو بس تیرا۔ اس لئے کہ تو ہی اس کا سزاوار ہے کہ تجھ سے ڈرا جائے۔ اور تو ہی اس کا اہل ہے کہ بخشش و

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ ذٰلِکَ عَلَیْکَ یَسِیْرٌ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

آمرزش سے کام لے، تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری حاجت برلا اور میری مراد پوری کر، میرے گناہ بخشدے اور میرے دل کو خوف سے مطمئن کر دے۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور یہ کام تیرے لئے سہل و آسان ہے۔ میری دعا قبول فرما اے تمام جہان کے پروردگار۔

٭ ٭

فرقہ امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاءؑ و آئمہؑ معصوم ہوتے ہیں۔ اور زندگی کے کسی لمحہ میں عمدًا یا سہوًا خطا و گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ مگر احساسِ عبودیت کے پیشِ نظر وہ اللہ کی بارگاہ میں عفو و درگذر کی التجا کرتے اور توبہ و انابت کیلئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ کیونکہ اللہ کے حقوق اور اُس کے ان گنت احسانات، و انعامات کے شکریہ سے کوئی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے ہر شخص خواہ وہ گناہوں سے محفوظ ہو توبہ و استغفار کا محتاج ہے۔ اسی بنا پر انبیاء و آئمہ علیہم السلام اس حق کی ادائیگی سے عجز کا اعتراف اور توبہ و استغفار کرتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ انی استغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ ۔" میں ہر روز ستر مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں" ظاہر ہے کہ یہ توبہ و استغفار کسی گناہ کے نتیجہ میں نہیں ہوتی تھی بلکہ یہ ایک طرح سے عبودیت کا مظاہرہ ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الغمہ نے تحریر کیا ہے کہ انبیاء و آئمہ ہمہ وقت ذکر و عبادت میں مستغرق اور اُن کے قلوب واذہان ملاء اعلیٰ سے وابستہ رہتے تھے۔ اور جب وہ اللہ کی عظمت و جلال اور اس کے مقامِ رفیع کے تصور کے بعد اپنی عبادتوں اور ریاضتوں کا جائزہ لیتے اور زندگی کے ان لمحات کو دیکھتے جو عبادت و استغراق کے علاوہ دوسرے مشاغل میں بسر ہوتے تھے جیسا کھانا پینا، آرام اور استراحت وغیرہ۔ تو وہ ان مشغولیتوں کو اللہ کے حقوق میں کوتاہی کا مرادف سمجھتے اور انہیں گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے توبہ و استغفار کا سہارا ڈھونڈتے تھے۔ بہر حال یہ توبہ و انابت بلندیِ درجات اور حصولِ ثواب کی غرض سے ہوتی تھی اور وہ اپنے کو اس سے بے نیاز تصور نہ کرتے تھے کہ اللہ ان پر مزید لطف و احسان فرمائے اور اُن کے مراتب کو بلند سے بلند تر کرے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ جب معصوم افراد توبہ و انابت سے بے نیاز نہ رہ سکے تو وہ لوگ جو عاصی و خطا کار ہوں وہ کیونکر توبہ و استغفار سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ جب کہ توبہ ہی عفو و درگذر کا ذریعہ اور اقرارِ گناہ ہی نجات کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

واللہ ما ینجو من الذنوب الا من اقربھا۔

خدا کی قسم! گناہوں کی پاداش سے وہی نجات حاصل کر سکتا ہے جو گناہوں کا اعتراف کرے"

اب امام علیہ السلام کی دعا پر ایک نظر کیجئے اور دیکھئے کہ وہ گناہوں کی کثافت و آلائش سے یکسر پاک ہونے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگانے اور اس کی یاد میں کھوئے رہنے کے باوجود خوف و رجا کے سنگم پر کھڑے ہو کر کس طرح

اُسے پکارتے اور مجرموں اور گنہگاروں کی طرح فریاد کرتے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ عظمتِ الٰہی کے تصور اور گناہ و تقصیر کے احساس نے پیروں میں رعشہ، آواز میں کپکپی اور جسم میں تھرتھری پیدا کر دی ہے اور دل میں خوف و ہراس آنکھوں میں اشکِ ندامت اور نگاہوں میں غبارِ حسرت لئے اس کی بارگاہ میں سرِ شرم و حیا سے جھکائے ہوئے ہیں۔ گویا زبانِ حال کی صدا یہ ہے:۔

چگونہ سر ز خجالت بر آوردم بر دوست   کہ خدمتے بسزا بر نیامد از دستم

حیا ایک نفسیاتی کیفیت ہے جو کسی امر میں کوتاہی یا ایسے فعل کے نتیجہ میں انسان پر طاری ہوتی ہے۔ جسے وہ قابلِ مذمت و سرزنش تصور کرتا ہے۔ خداوند عالم سے حیا کبھی گناہ، کبھی امورِ مستحبہ میں کوتاہی اور کبھی اس کے جلال و جبروت سے متاثر ہونے کے نتیجہ میں محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ انہی تاثرات کی بناء پر فرماتے ہیں کہ اے معبود! میں کس منہ سے تیری بارگاہ کا رُخ کروں اور کس طرح سوال کرنے کی جرأت کروں۔ جب کہ میں نے تیرے احکام کے بجالانے میں سُستی، محرمات و ممنوعات کی طرف پیش قدمی اور تیرے انعام و اکرام کے شکریہ میں کوتاہی کی اور پھر یہ جانتے ہوئے کہ احساسِ ندامت و اعترافِ گناہ سے اس کی رحمت کا ارادہ جوش میں آتا ہے کیونکہ:۔

رحمت یہ چاہتی ہے کہ اپنی زبان سے   کہہ دے گنہگار کہ تقصیر ہو گئی

اپنے گناہوں کی سنگینی و اہمیت کو نمایاں کرنے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں بطور استفہام عرض کرتے ہیں کہ کیا میرے گناہ بھی اس قابل ہیں جن کا اعتراف میرے لئے سُودمند اور جن کا اقرار بخشش و نجات کی صورت پیدا کر دے سکتا ہے۔ اس اقرار و اعتراف کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے عفو و بخشش کے لئے جھولی پھیلاتے ہیں کہ اے میرے معبود! تیرا عفو و درگزر تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو اپنی رحمت کے پیشِ نظر گنہگاروں سے درگزر کرے گا جیسا کہ تیرا ارشاد ہے:۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ۔   "اس میں شک نہیں کہ تمہارا پروردگار لوگوں کے ظلم کے باوجود اُن سے بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے۔"

یا گنہگار کے عذر و اقرار کی بنا پر درگزر سے کام لے گا، یا توبہ و استغفار کے نتیجہ میں بخشے گا۔ تو میں پہلا گنہ گار، پہلا مجرم اور پہلا عاصی نہیں ہوں جسے بخشنے میں تردّد ہو اور تیری اس ہمہ گیر رحمت سے محروم رہوں۔ اور جن معذرت کرنے والوں کو تو نے بخش دیا ان سے زیادہ قابلِ سرزنش نہیں ہوں کہ اقرار و اعتذار کے بعد بھی مجھے نہ بخشے، اور جنہوں نے گناہ کے بعد تیری بارگاہ میں توبہ کی اور تو نے ان کے گناہوں پر خطِ عفو کھینچ دیا اُن سے زیادہ گنہ گار نہیں ہوں کہ مجھ سے درگزر کرنے میں دریغ کرے۔ لہٰذا اپنی رحمت کی فراوانی اور میرے اعترافِ گناہ اور توبہ و استغفار کے نتیجہ میں میرے گناہوں سے درگزر فرما اور تیرے علاوہ اور کون ہے جس سے بخشش کی اُمید کی جائے اور تیرے سوا کون مغفرت کرنے والا ہے۔ جس سے مغفرت کی بھیک مانگی جائے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ طَلَبِ الْحَوَائِجِ إِلَى اللهِ تَعَالٰى

اَللّٰهُمَّ يَا مُنْتَهٰى مَطْلَبِ الْحَاجَاتِ
وَيَا مَنْ عِنْدَهٗ نَيْلُ الطَّلِبَاتِ وَيَا
مَنْ لَا يَبِيْعُ نِعَمَهٗ بِالْاَثْمَانِ وَيَا مَنْ
لَا يُكَدِّرُ عَطَايَاهُ بِالْاِمْتِنَانِ وَيَا مَنْ
يُسْتَغْنٰى بِهٖ وَلَا يُسْتَغْنٰى عَنْهُ وَيَا
مَنْ يُرْغَبُ اِلَيْهِ وَلَا يُرْغَبُ عَنْهُ
وَيَا مَنْ لَا تُفْنِيْ خَزَائِنَهُ
الْمَسَائِلُ وَيَا مَنْ لَا تُبَدِّلُ حِكْمَتَهُ
الْوَسَائِلُ وَيَا مَنْ لَا تَنْقَطِعُ
عَنْهُ حَوَائِجُ الْمُحْتَاجِيْنَ وَ
يَا مَنْ لَا يُعَنِّيْهِ دُعَاءُ الدَّاعِيْنَ
تَمَدَّحْتَ بِالْغَنَاءِ عَنْ خَلْقِكَ وَ
اَنْتَ اَهْلُ الْغِنٰى عَنْهُمْ وَ
نَسَبْتَهُمْ اِلَى الْفَقْرِ وَهُمْ اَهْلُ
الْفَقْرِ اِلَيْكَ فَمَنْ حَاوَلَ سَدَّ
خَلَّتِهٖ مِنْ عِنْدِكَ وَرَامَ
صَرْفَ الْفَقْرِ عَنْ نَفْسِهٖ بِكَ
فَقَدْ طَلَبَ حَاجَتَهٗ فِيْ مَظَانِّهَا
وَاَتٰى طَلِبَتَهٗ مِنْ وَجْهِهَا وَمَنْ
تَوَجَّهَ بِحَاجَتِهٖ اِلٰى اَحَدٍ مِنْ
خَلْقِكَ اَوْ جَعَلَهٗ سَبَبَ نُجْحِهَا
دُوْنَكَ فَقَدْ تَعَرَّضَ لِلْحِرْمَانِ
وَاسْتَحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَوْتَ الْاِحْسَانِ
اَللّٰهُمَّ وَلِيْ اِلَيْكَ حَاجَةٌ قَدْ قَصَّرَ

خداوندِ عالم سے طلبِ حاجات کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا

اے معبود! اے وُہ جو طلبِ حاجات کی منزل منتہا ہے،
اے وُہ جس کے یہاں مرادوں تک رسائی ہوتی ہے،
اے وُہ جو اپنی نعمتیں قیمتوں کے عوض فروخت نہیں کرتا اور
نہ اپنے عطیوں کو احسان جتا کر مکدّر کرتا ہے۔ اے وُہ
جس کے ذریعہ بے نیازی حاصل ہوتی ہے اور جس سے
بے نیاز نہیں رہا جا سکتا۔ اے وُہ جس کی خواہش و رغبت
کی جاتی ہے اور جس سے منہ موڑا نہیں جا سکتا۔
اے وُہ جس کے خزانے طلب و سوال سے ختم نہیں ہوتے
اور جس کی حکمت و مصلحت کو وسائل و اسباب کے
ذریعہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اے وہ جس سے حاجتمندوں
کا رشتۂ احتیاج قطع نہیں ہوتا اور جسے پکارنے والوں کی
صدا خستہ و ملول نہیں کرتی۔ تُو نے خلق سے بے نیاز ہونے
کی صفت کا مظاہرہ کیا ہے اور تُو یقیناً ان سے بے نیاز ہے
اور تُو نے ان کی طرف فقر و احتیاج کی نسبت دی ہے۔
اور وُہ بیشک تیرے محتاج ہیں۔ لہٰذا جس نے اپنے افلاس
کے رفع کرنے کے لیے تیرا ارادہ کیا اور اپنی احتیاج کے
دُور کرنے کے لیے تیرا قصد کیا اُس نے اپنی حاجت کو
اس کے محل و مقام سے طلب کیا اور اپنے مقصد تک پہنچنے
کا صحیح راستہ اختیار کیا۔ اور جو اپنی حاجت کو لے کر مخلوقات
میں سے کسی ایک کی طرف متوجہ ہوا یا تیرے علاوہ دُوسرے
کو اپنی حاجت برآری کا ذریعہ قرار دیا وہ حرماں نصیبی سے
دوچار اور تیرے احسان سے محرومی کا سزاوار ہوا۔ بارِ الٰہا!
میری تجھ سے ایک حاجت ہے جسے پُورا کرنے سے میری طاقت
جواب دے چکی ہے اور میری تدبیر و چارہ جوئی بھی ناکام ہو کر

عَنْهَا جُهْدِيْ وَتَقَطَّعَتْ دُوْنَهَا حِيَلِيْ
وَسَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ رَفْعَهَا اِلٰى مَنْ
يَرْفَعُ حَوَآئِجَهٗ اِلَيْكَ وَلَا يَسْتَغْنِيْ
فِيْ طَلِبَاتِهٖ عَنْكَ وَهِيَ زَلَّةٌ مِّنْ
زَلَلِ الْخَاطِئِيْنَ وَعَثْرَةٌ مِّنْ عَثَرَاتِ
الْمُذْنِبِيْنَ ثُمَّ انْتَبَهْتُ بِتَذْكِيْرِكَ
لِيْ مِنْ غَفْلَتِيْ وَنَهَضْتُ بِتَوْفِيْقِكَ
مِنْ زَلَّتِيْ وَرَجَعْتُ وَنَكَصْتُ
بِتَسْدِيْدِكَ عَنْ عَثْرَتِيْ وَقُلْتُ
سُبْحَانَ رَبِّيْ كَيْفَ يَسْئَلُ مُحْتَاجٌ
مُحْتَاجًا وَاَنّٰى يَرْغَبُ مُعْدِمٌ اِلٰى
مُعْدِمٍ فَقَصَدْتُكَ يَا اِلٰهِيْ بِالرَّغْبَةِ
وَاَوْفَدْتُ عَلَيْكَ رَجَآئِيْ بِالثِّقَةِ
بِكَ وَعَلِمْتُ اَنَّ كَثِيْرَ مَآ اَسْئَلُكَ
يَسِيْرٌ فِيْ وُجْدِكَ وَاَنَّ خَطِيْرَ مَا
اَسْتَوْهِبُكَ حَقِيْرٌ فِيْ وُسْعِكَ وَ
اَنَّ كَرَمَكَ لَا يَضِيْقُ عَنْ سُؤَالِ
اَحَدٍ وَاَنَّ يَدَكَ بِالْعَطَايَا اَعْلٰى
مِنْ كُلِّ يَدٍ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاحْمِلْنِيْ بِكَرَمِكَ
عَلَى التَّفَضُّلِ وَلَا تَحْمِلْنِيْ بِعَدْلِكَ
عَلَى الْاِسْتِحْقَاقِ فَمَآ اَنَا بِاَوَّلِ
رَاغِبٍ رَغِبَ اِلَيْكَ فَاَعْطَيْتَهٗ
وَهُوَ يَسْتَحِقُّ الْمَنْعَ وَلَا بِاَوَّلِ
سَآئِلٍ سَاَلَكَ فَاَفْضَلْتَ عَلَيْهِ
وَهُوَ يَسْتَوْجِبُ الْحِرْمَانَ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَكُنْ

رہ گئی ہے اور میرے نفس نے مجھے یہ بات خوش نما صورت
میں دکھائی کہ میں اپنی حاجت کو اس کے سامنے پیش
کروں جو خود اپنی حاجتیں تیرے سامنے پیش کرتا ہے۔
اور اپنے مقاصد میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہے۔ یہ سراسر
خطا کاروں کی خطاؤں میں سے ایک خطا اور گنہگاروں کی
لغزشوں میں سے ایک لغزش تھی۔ لیکن تیرے یاد دلانے
سے میں غفلت سے ہوشیار ہوا اور تیری توفیق نے سہارا
دیا تو ٹھوکر کھانے سے سنبھل گیا اور تیری رہنمائی کی
بدولت اس غلط اقدام سے باز آیا اور واپس پلٹ آیا
اور میں نے کہا واہ سبحان اللہ! کس طرح ایک محتاج دوسرے
محتاج سے سوال کر سکتا ہے، اور کہاں ایک نادار
دوسرے نادار سے رجوع کر سکتا ہے۔ (جب یہ حقیقت
واضح ہو گئی) تو میں نے اے میرے معبود! پوری رغبت
کے ساتھ تیرا ارادہ کیا اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی
امیدیں تیرے پاس لایا ہوں۔ اور میں نے اس امر کو بخوبی
جان لیا ہے کہ میری کثیر حاجتیں تیری تونگری کے آگے کم
اور میری عظیم خواہشیں تیری وسعتِ رحمت کے سامنے
ہیچ ہیں۔ تیرے دامنِ کرم کی وسعت کسی کے سوال
کرنے سے تنگ نہیں ہوتی اور تیرا دستِ کرم عطا و
بخشش میں ہر ہاتھ سے بلند ہے۔ اے اللہ! محمدؐ
اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور اپنے کرم سے میرے
ساتھ تفضل و احسان کی روش اختیار کر اور اپنے عدل سے
کام لیتے ہوئے میرے استحقاق کی رو سے فیصلہ نہ کر
کیونکہ میں پہلا وہ حاجت مند نہیں ہوں جو تیری طرف
متوجہ ہوا اور تو نے اسے عطا کیا ہو حالانکہ وہ رد کئے
جانے کا مستحق ہو اور پہلا وہ سائل نہیں ہوں جس نے تجھ
سے مانگا ہو اور تو نے اس پر اپنا فضل کیا ہو، حالانکہ وہ

لِدُعَائِیْ مُجِیْبًا وَمِنْ نِدَائِیْ
قَرِیْبًا وَلِتَضَرُّعِیْ رَاحِمًا وَ
لِصَوْتِیْ سَامِعًا وَلَا تَقْطَعْ
رَجَائِیْ عَنْكَ وَلَا تَبُتَّ سَبَبِیْ
مِنْكَ وَلَا تُوَجِّهْنِیْ فِیْ حَاجَتِیْ
هٰذِهٖ وَغَیْرِهَا اِلٰی سِوَاكَ وَتَوَلَّنِیْ
بِنُجْحِ طَلِبَتِیْ وَقَضَاءِ حَاجَتِیْ وَ
نَیْلِ سُؤْلِیْ قَبْلَ زَوَالِیْ عَنْ مَوْقِفِیْ
هٰذَا بِتَیْسِیْرِكَ لِیَ الْعَسِیْرَ وَ
حُسْنِ تَقْدِیْرِكَ لِیْ فِیْ جَمِیْعِ
الْاُمُوْرِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
صَلٰوةً دَآئِمَةً نَامِیَةً لَا انْقِطَاعَ
لِاَبَدِهَا وَلَا مُنْتَهٰی لِاَمَدِهَا
وَاجْعَلْ ذٰلِكَ عَوْنًا لِیْ وَسَبَبًا
لِنَجَاحِ طَلِبَتِیْ اِنَّكَ وَاسِعٌ كَرِیْمٌ
وَمِنْ حَاجَتِیْ یَارَبِّ كَذَا وَكَذَا
وَتَذْكُرُ حَاجَتَكَ ثُمَّ تَسْجُدُ وَ
تَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِكَ فَضْلُكَ اٰنَسَنِیْ
وَاِحْسَانُكَ دَلَّنِیْ فَاَسْئَلُكَ بِكَ
وَبِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ صَلَوٰتُكَ عَلَیْهِمْ
اَنْ لَا تَرُدَّنِیْ خَآئِبًا۔

محروم کئے جانے کے قابل ہو۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی
آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری دُعا کا قبول کرنے والا،
میری پُکار پر التفات فرمانے والا، میری عجز و زاری پر رحم کرنے
والا اور میری آواز کا سننے والا ثابت ہو اور میری اُمید جو
تجھ سے وابستہ ہے اُسے نہ توڑ اور میرا وسیلہ اپنے سے
قطع نہ کر۔ اور مجھے اس مقصد اور دوسرے مقاصد میں اپنے
سوا دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اور اس
مقام سے الگ ہونے سے پہلے میری مشکل کشائی اور تمام
معاملات میں حُسنِ تقدیر کی کارفرمائی سے میرے مقصد
کے برلانے، میری حاجت کے روا کرنے اور میرے
سوال کے پُورا کرنے کا خود ذمہ لے۔ اور محمدؐ اور اُن
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما، ایسی رحمت جو دائمی اور
روز افزوں ہو، جس کا زمانہ غیر مختتم اور جس کی مدت
بے پایاں ہو۔ اور اسے میرے لئے معین اور مقصد براری کا
ذریعہ قرار دے بے شک تو وسیع رحمت اور جود و کرم کی صفت
کا مالک ہے۔ اے میرے پروردگار! میری کچھ حاجتیں یہ ہیں
(اس مقام پر اپنی حاجتیں بیان کرو۔ پھر سجدہ کرو اور سجدہ
کی حالت میں یہ کہو) تیرے فضل و کرم نے میری دل جمعی
اور تیرے احسان نے رہنمائی کی، اس وجہ سے میں تجھ سے
تیرے ہی وسیلہ سے اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے (اپنے در سے)
ناکام و نامراد نہ پھیر۔

اس دعا میں خداوند عالم کو حاجت روائیوں کی انتہا اور مقصد براریوں کی حدِ آخر قرار دیا ہے۔ بہ اس لحاظ سے کہ جب
انسان اپنے کو ہر دروازے سے ناکام ہوتے دیکھتا ہے اور کہیں سے حاجت روائی و مقصد براری کی کوئی صورت نظر نہیں
آتی اور ہر طرف سے راہ چارہ و تدبیر مسدود ہو جاتی ہے تو وہ انجام کار اللہ کی طرف رجوع ہوتا اور اس سے حاجت
روائی کا طالب ہوتا ہے یا اس اعتبار سے کہ جتنی بھی حاجتیں بظاہر دوسروں سے پوری ہوتی ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ

ہی کی کارسازی و کارفرمائی کا کرشمہ ہے کیونکہ تمام مقصدوں اور حاجتوں کے برآنے کے اسباب و وسائل اسی کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے تو اسی میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کو دیا ہے۔ اور کسی کے لئے تگ و دو کرتا ہے تو اسی قوت و طاقت سے جو اللہ کی بخشی ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے جو کچھ بھی دوسروں کے ہاتھ سے ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے اور جو کام اوروں کے ذریعہ انجام پاتا ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی کارسازی کا نتیجہ ہے ورنہ جو خود سراپا احتیاج ہو وُہ دوسرے کی احتیاج کیا دور کر سکتا ہے اور جو خود عاجز و درماندہ ہو وُہ دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ لہٰذا تمام احتیاجوں اور بے نوائیوں کا علاج اسی ذات بے نیاز سے ہوگا۔ جس سے تمام کائنات کا دامن احتیاج وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

یٰاَیُّہَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔	اے لوگو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی و بے نیاز اور ہر لحاظ سے قابلِ ستائش ہے۔"

جب وہی ذات (جلّ شانہٗ) تمام نعمتوں کا سرچشمہ اور حاجت روائیوں کا نقطۂ آخر ہے تو پھر دستِ سوال بھی اسی کے سامنے بڑھنا چاہیئے نہ اُن کے سامنے جو خود مانگنے والے اور سراپا احتیاج ہیں۔

من سائل النّاس یحرموٗ وسائل اللّٰہ لا یخیب

"جو لوگوں سے مانگے گا وُہ اُسے محروم رکھیں گے اور اللہ سے مانگنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔"

اور پھر اللہ کے فیضان و بخشش اور دوسروں کی داد و دہش میں فرق یہ ہے کہ لوگوں کی عطا و بخشش عوض و بدل کی حیثیت رکھتی ہے اور وُہ کسی نہ کسی موقع پر احسان جتا کر تفوق و برتری کا مظاہرہ ضرور کریں گے۔ مگر اللہ صرف اپنے تفضل و احسان کی بناء پر نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور ان کے مقابلہ میں کسی اجر و عوض کا طلب گار نہیں ہوتا اور نہ وُہ احسان جتاتا ہے کہ میں نے یہ دیا اور یہ دیا۔ اور اگر وُہ اپنی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے تو اس لئے کہ بندوں میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو اور اس کے نتیجہ میں انہیں زیادہ سے زیادہ نعمتیں حاصل ہوں۔ اس سے مقصد احسان جتانا نہیں ہے کیونکہ احسان تو وہ جتاتا ہے جو اپنی عطا کو بڑا تصوّر کرتا اور معمولی بخشش کو بھی اہم سمجھتا ہو۔ اور خداوند عالم خواہ کتنی نعمتیں بخشے اور کتنے احسانات کرے وُہ اُس کے کرم و وسعت کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتے اور نہ اس کے غیر متناہی مقدورات کو دیکھتے ہوئے اس کے ہاں کمی کا تصور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وُہ نہ خود احسان جتاتا ہے اور نہ احسان جتانے کو پسند کرتا ہے۔ کیونکہ یہ دنایت و کم ظرفی کی علامت اور حاجت مندوں کی دل شکنی و تنفر کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی۔	اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتانے اور اذیت پہنچانے سے رائیگاں نہ کرو۔"

اس دُعاء میں انسان کی اس طبعی کمزوری کا بھی ذکر ہے کہ جب اسے اپنی کوششیں رائیگاں اور تدبیریں بے نتیجہ نظر آتی ہیں تو وُہ اِدھر اُدھر سے وسائل و ذرائع ڈھونڈتا ہے تاکہ اپنے مقصدوں اور حاجتوں میں کامیابی حاصل کرے۔ یہ چیز اس پر نظر کرتے ہوئے کہ دنیا عالمِ اسباب ہے اور ایک کا کام دوسرے سے نکلتا ہی ہے مذموم نہیں ہے۔ بشرطیکہ

اصل کارفرما اور حقیقی حاجت روا اللہ ہی کو مانے اور اسی کی مشیئت کے عمل دخل کا عقیدہ رکھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے متعلق ہے کہ انہوں نے قید خانہ کے دو ساتھیوں میں سے جس کے متعلق یہ سمجھا کہ یہ بچ رہے گا۔ کہا کہ اذکرنی عند ربک "اپنے آقا سے میرا ذکر کیجیو" مگر حضرتؑ اسے توکل اور انقطاع الی اللہ کے منافی سمجھتے اور اپنے مقام رفیع کے پیش نظر اسے خطا و لغزش سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ اس حد تک یہ لغزش و خطا نہیں ہے۔ لیکن جب ان وسائل و ذرائع پر وثوق و اعتماد کر لیا جائے۔ تو پھر اس سے بڑھ کر دوسری لغزش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ اللہ پر سے بے اعتمادی اور اس کے دروازہ سے منہ موڑ کر دوسروں کے آستانوں کی پرستاری ہے اس لغزش و کجروی سے اگر کوئی چیز بچا لے جا سکتی ہے تو وہ یہ کہ اپنے دل و دماغ میں یہ تصور راسخ کرے کہ اس بے نیاز کے علاوہ کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہے اور محتاج، محتاج کے اور بے نوا، بے نوا کے کچھ کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ جب یہ تصور پختہ اور نیت و ارادہ مضبوط اور یقین مستحکم ہو جاتا ہے تو غفلت کے پردے چاک اور لڑکھڑاتے قدم سنبھل جاتے ہیں۔ اور ہر طلب و نیاز اسی کی بارگاہ کے لئے مخصوص ہو کر رہ جاتی ہے اور خداوند عالم جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ سب سے منہ موڑ کر میرے آستانہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو چکا ہے تو وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجتیں برلاتا اور مشکلیں حل کر دیتا ہے۔

یہ دعا طلب حاجات کا ایک افتتاحیہ ہے جب اسے پڑھ لے تو اس کے خاتمہ پر اپنی حاجتیں بیان کرے۔ اگرچہ خداوند عالم سب کی حاجتوں اور خواہشوں کو جانتا ہے مگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے سامنے حاجتوں کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ان اللہ تبارک وتعالیٰ یعلم ما یرید العبد من ربہ اذا دعاہ ولکنہ یحب ان تبث الیہ الحوائج فاذا دعوت فسم حاجتک۔

"خداوند عالم بخوبی جانتا ہے کہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے کیا چاہتا ہے۔ لیکن اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی حاجتیں کھول کر اس کے سامنے پیش کرو۔ لہذا دعا کرو تو اپنی حاجتوں کا نام بنام ذکر کرو۔"

دعا کے بعد سجدہ کرے اور سجدہ میں حضرتؑ کے فرمودہ کلمات پڑھے تاکہ دعا جلد شرف قبولیت حاصل کرے اس لئے کہ سجدہ تضرع و الحاح کی آخری صورت اور عجز و نیازمندی کی خاص علامت ہے۔ اور عجز و الحاح قبولیت دعا کا ذریعہ اور بارگاہ الٰہی میں تقرب کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

اقرب ما یکون العبد من ربہ اذا دعا ربہ وھو ساجد۔

"بندہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس وقت زیادہ تقرب پر فائز ہوتا ہے جب سجدہ کی حالت میں اپنے پروردگار کو پکارے اور اس سے دعا مانگے۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا اعْتُدِيَ عَلَيْهِ أَوْ رَأَى مِنَ الظَّالِمِيْنَ مَا لَا يُحِبُّ۔

يَا مَنْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ أَنْبَاءُ الْمُتَظَلِّمِيْنَ وَيَا مَنْ لَا يَحْتَاجُ فِيْ قَصَصِهِمْ إِلٰى شَهَادَاتِ الشَّاهِدِيْنَ وَيَا مَنْ قَرُبَتْ نُصْرَتُهٗ مِنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ وَيَا مَنْ بَعُدَ عَوْنُهٗ عَنِ الظَّالِمِيْنَ قَدْ عَلِمْتَ يَا إِلٰهِيْ مَا نَالَنِيْ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ مِمَّا حَظَرْتَ وَانْتَهَكَهٗ مِنِّيْ مِمَّا حَجَزْتَ عَلَيْهِ بَطَرًا فِيْ نِعْمَتِكَ عِنْدَهٗ وَاغْتِرَارًا بِنَكِيْرِكَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَخُذْ ظَالِمِيْ وَعَدُوِّيْ عَنْ ظُلْمِيْ بِقُوَّتِكَ وَافْلُلْ حَدَّهٗ عَنِّيْ بِقُدْرَتِكَ وَاجْعَلْ لَهٗ شُغْلًا فِيْمَا يَلِيْهِ وَعَجْزًا عَمَّا يُنَاوِيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَلَا تُسَوِّغْ لَهٗ ظُلْمِيْ وَأَحْسِنْ عَلَيْهِ عَوْنِيْ وَاعْصِمْنِيْ مِنْ مِثْلِ أَفْعَالِهٖ وَلَا تَجْعَلْنِيْ فِيْ مِثْلِ حَالِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَأَعْدِنِيْ عَلَيْهِ عَدْوٰى حَاضِرَةً تَكُوْنُ مِنْ غَيْظِيْ بِهٖ شِفَاءً وَمِنْ حَنَقِيْ عَلَيْهِ وَفَاءً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

جب آپ پر کوئی زیادتی ہوتی یا ظالموں سے کوئی ناگوار بات دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے :۔

اے وہ جس سے فریاد کرنے والوں کی فریادیں پوشیدہ نہیں ہیں۔ اے وُہ جو اُن کی سرگزشتوں کے سلسلہ میں گواہوں کی گواہی کا محتاج نہیں ہے۔ اے وُہ جس کی نصرت مظلوموں کے ہم رکاب اور جس کی مدد ظالموں سے کوسوں دُور ہے۔ اے میرے معبود! تیرے علم میں ہیں وہ ایذائیں جو مجھے فلاں ابن فلاں سے اُس کے تیری نعمتوں پر اترانے اور تیری گرفت سے غافل ہونے کے باعث پہنچی ہیں۔ جنہیں تو نے اس پر حرام کیا تھا اور میری ہتکِ عزت کا مرتکب ہُوا۔ جس سے تُو نے اسے روکا تھا۔ اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اپنی قوت و توانائی سے مجھ پر ظلم کرنے والے اور مجھ سے دشمنی کرنے والے کو ظلم و ستم سے روک دے اور اپنے اقتدار کے ذریعہ اس کے حربے کُند کر دے اور اُسے اپنے ہی کاموں میں اُلجھائے رکھ اور جس سے آمادۂ دشمنی ہے اس کے مقابلہ میں اسے بے دست و پا کر دے۔ اے معبود! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اسے مجھ پر ظلم کرنے کی کھلی چھٹی نہ دے اور اس کے مقابلہ میں اچھے اسلوب سے میری مدد فرما اور اُس کے بُرے کاموں جیسے کاموں سے مجھے محفوظ رکھ اور اُس کی حالت ایسی حالت نہ ہونے دے۔ اے اللہ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس کے مقابلہ میں ایسی بروقت مدد فرما جو میرے غصہ کو ٹھنڈا

وَّ اٰلِهٖ وَعَوِّضْنِيْ مِنْ ظُلْمِهٖ لِيْ
عَفْوَكَ وَ اَبْدِلْنِيْ بِسُوْءِ صَنِيْعِهٖ
بِيْ رَحْمَتَكَ فَكُلُّ مَكْرُوْهٍ جَلَلٌ
دُوْنَ سَخَطِكَ وَ كُلُّ مَرْزِئَةٍ
سَوَاءٌ مَعَ مَوْجِدَتِكَ اَللّٰهُمَّ
فَكَمَا كَرَّهْتَ اِلَيَّ اَنْ اُظْلَمَ فَقِنِيْ
مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَللّٰهُمَّ لَا اَشْكُوْا
اِلٰى اَحَدٍ سِوَاكَ وَلَا اَسْتَعِيْنُ
بِحَاكِمٍ غَيْرِكَ حَاشَاكَ فَصَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصِلْ دُعَائِيْ
بِالْاِجَابَةِ وَ اقْرِنْ شِكَايَتِيْ
بِالتَّغْيِيْرِ اَللّٰهُمَّ لَا تَفْتِنِّيْ
بِالْقُنُوْطِ مِنْ اِنْصَافِكَ وَ لَا
تَفْتِنْهُ بِالْاَمْنِ مِنْ اِنْكَارِكَ فَيُصِرَّ
عَلٰى ظُلْمِيْ وَ يُحَاضِرَنِيْ بِحَقِّيْ وَ
عَرِّفْهُ عَمَّا قَلِيْلٍ مَّا اَوْعَدْتَ
الظّٰلِمِيْنَ وَ عَرِّفْنِيْ مَا وَعَدْتَ
مِنْ اِجَابَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ وَفِّقْنِيْ
لِقُبُوْلِ مَا قَضَيْتَ لِيْ وَ عَلَيَّ وَ
رَضِّنِيْ بِمَا اَخَذْتَ لِيْ وَمِنِّيْ وَ
اهْدِنِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ
اسْتَعْمِلْنِيْ بِمَا هُوَ اَسْلَمُ اَللّٰهُمَّ
وَ اِنْ كَانَتِ الْخِيَرَةُ لِيْ عِنْدَكَ
فِيْ تَاْخِيْرِ الْاَخْذِ لِيْ وَ تَرْكِ
الْاِنْتِقَامِ مِمَّنْ ظَلَمَنِيْ اِلٰى
يَوْمِ الْفَصْلِ وَ مَجْمَعِ الْخَصْمِ

کر دے اور میرے غیظ و غضب کا بدلہ چکائے۔ اے
اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اس کے
ظلم و ستم کے عوض اپنی معافی اور اس کی بدسلوکی کے بدلے
میں اپنی رحمت نازل فرما کیونکہ ہر ناگوار چیز تیری ناراضگی
کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور تیری ناراضگی نہ ہو تو ہر (چھوٹی
بڑی) مصیبت آسان ہے۔ بارالٰہا! جس طرح ظلم سہنا
تو نے میری نظروں میں ناپسند کیا ہے۔ یونہی ظلم
کرنے سے بھی مجھے بچائے رکھ۔ اے اللہ! مَیں تیرے
سوا کسی سے شکوہ نہیں کرتا اور تیرے علاوہ
کسی حاکم سے مدد نہیں چاہتا۔ حاشا کہ مَیں ایسا چاہوں۔
تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور میری دعا کو
قبولیت سے اور میرے شکوہ کو صورتِ حال کی تبدیلی
سے جلد ہمکنار کر۔ اور میرا اس طرح امتحان نہ کرنا کہ تیرے
عدل و انصاف سے مایوس ہو جاؤں اور میرے دشمن کو
اس طرح نہ آزمانا کہ وہ تیری سزا سے بے خوف ہو کر
مجھ پر برابر ظلم کرتا رہے اور میرے حق پر چھایا رہے
اور اُسے جلد از جلد اُس عذاب سے روشناس کر جس
سے تُو نے ستمگروں کو ڈرایا دھمکایا ہے اور مجھے قبولیت
دُعا کا وہ اثر دکھا جس کا تو نے بے بسوں سے وعدہ
کیا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور مجھے توفیق دے کہ جو سُود و زیاں تُو نے
میرے لئے مقدر کر دیا ہے۔ اُسے (بطیب خاطر) قبول
کروں، اور جو کچھ تو نے دیا ہے اور جو کچھ لیا ہے اس
پر مجھے راضی و خوشنود رکھ اور مجھے سیدھے راستہ
پر لگا اور ایسے کام میں مصروف رکھ جو آفتِ زیاں
سے بری ہو۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرے لئے
یہی بہتر ہو کہ میری داد رسی کو تاخیر میں ڈال دے اور مجھ

فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَیِّدْنِیْ مِنْكَ بِنِیَّةٍ صَادِقَةٍ وَصَبْرٍ دَائِمٍ وَاَعِذْنِیْ مِنْ سُوْٓءِ الرَّغْبَةِ وَ هَلَعِ اَهْلِ الْحِرْصِ وَصَوِّرْ فِیْ قَلْبِیْ مِثَالَ مَا ادَّخَرْتَ لِیْ مِنْ ثَوَابِكَ وَاَعْدَدْتَ لِخَصْمِیْ مِنْ جَزَآئِكَ وَعِقَابِكَ وَ اجْعَلْ ذٰلِكَ سَبَبًا لِقَنَاعَتِیْ بِمَا قَضَیْتَ وَثِقَتِیْ بِمَا تَخَیَّرْتَ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

پر ظلم ڈھانے والے سے انتقام لینے کو فیصلہ کے دن اور دعویداروں کے محل اجتماع کے لئے اُٹھا رکھے تو پھر محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور اپنی جانب سے نیت کی سچائی اور صبر کی پائیداری سے میری مدد فرما اور بُری خواہش اور حریصوں کی بے صبری سے بچائے رکھ اور جو ثواب تو نے میرے لئے ذخیرہ کیا ہے اور جو سزا و عقوبت میرے دشمن کے لئے مہیا کی ہے اس کا نقشہ میرے دل میں جما دے اور اسے اپنے فیصلہ قضا و قدر پر راضی رہنے کا ذریعہ اور اپنی پسندیدہ چیزوں پر اطمینان و وثوق کا سبب قرار دے۔ میری دُعا کو قبول فرما اے تمام جہان کے پالنے والے۔ بے شک تُو فضل عظیم کا مالک ہے اور تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

❖ ❖ ❖

ہر مذہب و ملت اس پر متفق ہے کہ ظلم و جور انسانی سیرت کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے اور ظالم اپنی خصلت کے لحاظ سے انسانی صف میں کھڑا کئے جانے کے بجائے حیوانی صف میں کھڑا کئے جانے کے زیادہ لائق ہے اور اس سے بہیمانہ خصلت کا اور کیا مظاہرہ ہوگا کہ انسان طاقت کے بل بوتے پر عاجزوں اور ناتوانوں کو ستائے اور دولت و اقتدار کے نشہ میں کمزور و شکستہ حال لوگوں کو اپنے مظالم کا نشانہ بنائے۔ حضرت علی ابن الحسینؑ نے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں اپنے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:-

یا بنی ایاك وظلم من لا یجد علیك ناصرًا الا الله۔

اے فرزند! اس عاجز و بیکس پر ظلم کرنے سے ڈرو جو تمہارے مقابلہ میں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں رکھتا۔"

ظلم ایسا سنگین جرم ہے جو عفو و درگزر کے قابل ہے ہی نہیں۔ کیونکہ خداوند عالم ان گناہوں کو تو بخش دے سکتا ہے جو خود اس کی ذات سے متعلق ہوں۔ لیکن وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے وہ اس وقت تک بخشے نہیں جا سکتے جب تک صاحب حق خود نہ بخشے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

واما الظلم الذی لا یترك فظلم العباد بعضهم بعضا القصاص هناك شدید۔

اور وہ گناہ کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائے گا۔

ظلم کے بُرے نتائج دُنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں اس طرح کہ ظالم کبھی پھلتا پھولتا اور کامیاب وکامران نہیں ہوتا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ انّہ لایفلح الظّٰلمون "ظالم کبھی فلاح وکامرانی حاصل نہیں کرتا" اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے :۔ بالظلم تزول النعم "ظلم کے نتیجہ میں نعمتیں چھن جاتی ہیں" اور آخرت میں بھی موردِ عتاب وگرفتارِ عذاب ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے :۔

انّما السّبیل علی الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض بغیر الحق اولٰئک لھم عذاب الیم۔ "گرفت اُن لوگوں کی ہوگی جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق شر وفساد کرتے پھرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

اور ان سختیوں سے زیادہ سختیوں سے دوچار ہوگا جو دُنیا میں اس نے مظلوم وبے کس افراد پر روا رکھی تھیں۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

یوم المظلوم علی الظالم اشد من یوم الظالم علی المظلوم۔ "مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ سخت ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔"

تحمل کن کہ اے ناتواں از قوی که روزے توانا تر از وے شوی

اس کے مقابلہ میں مظلوم اپنی مظلومیت وستم زدگی کا صلہ دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی پائے گا۔ دُنیا میں اس طرح کہ لوگ ظالم سے نفرت کرتے ہوئے اُسے دل وجان سے چاہنے لگتے ہیں اور ان کی ہمدردیاں اسے حاصل ہوجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی مظلومیت کی بنا پر اس کی فریاد کو سنتا اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

اتقوا الظلم فان دعوة المظلوم تصعد الی السماء۔ "ظلم سے ڈرو کیونکہ مظلوم کی پکار سب سے پہلے آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے۔"

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اور آخرت میں اسے بلند سے بلند درجات حاصل ہوں گے اور وہاں پر مظلومیت کی متاعِ گراں بہا کی قدر وقیمت کا اندازہ ہوگا۔ چنانچہ ربیع الابرار زمخشری میں ہے کہ جب حجاج نے ایک بے گناہ شخص کو سُولی پر لٹکایا تو عامر ابن بہدلہ تڑپ اٹھا اور اللہ سے مخاطب ہوکر کہا یارب ان حلمك عن الظّٰلمین اضر بالمظلومین "پروردگارا! یہ ظالموں کو ڈھیل دینے ہی کا نتیجہ ہے کہ مظلوم اس طرح تختہ دار پر کھینچے جارہے ہیں۔" کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر اسی رات خواب دیکھا کہ قیامت کا میدان ہے اور ہر شخص اپنی فکر میں لگا ہُوا ہے۔ لیکن وہ مظلوم حساب وکتاب سے فارغ ہوکر جنت کے طبقۂ اعلیٰ میں پہنچ چکا ہے۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ غیب سے آواز سنی کہ حلمی عن الظالمین احل المظلومین فی اعلیٰ علیّین۔ "ظالموں کو ڈھیل دینے اور میرے حلم اختیار کرنے ہی نے مظلوموں کو اس بلند ترین درجہ پر پہنچایا ہے۔"

ہر مظلوم کی آخری اُمید گاہ اللہ کی بارگاہ ہوتی ہے جہاں وہ گڑگڑاتا اور ظالم کے پنجوں سے چھوٹنے کی التجا کرتا ہے۔ اس موقع پر دُعا کا انداز کیا ہونا چاہیئے؟ اس کے لئے حضرت علیؑ کی یہ دُعا ایک بہترین نمونہ و مثال ہے۔ جس میں صبر و رضا اور توکل علی اللہ کی تعلیم اور ثواب آخرت اور نصرتِ الٰہی پر یقین کے ساتھ مظلوم کی نفسیاتی کیفیت کی ترجمانی بھی ہے کیونکہ یہ اس مظلوم وستم رسیدہ کی دعا ہے جس کی پوری مظلومیت وستم زدگی کی ایک مسلسل داستان تھی جو ظلم سہتے رہے مگر ظلم کا جواب ظلم سے دینا گوارہ نہ کیا۔ جور و ستم کا تختۂ مشق بنے رہے مگر صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ دیا اور کرب و اضطراب کے شعلوں میں پھنکتے رہے مگر زبان کو شکوہ و شکایت سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ اگر زبان پر حرفِ شکایت آتا ہے تو یہ کہ اللّٰھم لا اشکوا الی احد سواک۔ "اے اللہ! میں تیرے سوا کسی سے گلہ نہیں کرتا۔" اور اللہ تعالیٰ سے شکایت آئینِ صبر و تحمل کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ عبودیت و نیازمندی کا ایک مظاہرہ ہے۔ اور خاصانِ خدا کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اللہ سے اپنا دکھ درد بیان کرتے اور اپنی بے تابی و بے قراری کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یعقوبؑ کی زبانی ارشاد ہے:۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔ "میں صرف اللہ تعالیٰ سے اپنے غم و اندوہ کا شکوہ کرتا ہوں۔" اور حضرت ایوبؑ کے متعلق ارشاد ہے:۔ وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ "اور ایوبؑ کو دیکھو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ میں دُکھی ہوں اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" اگرچہ مظلومیّت کا تقاضا یہ ہے کہ مظلوم اپنی ستم زدگی و بیچارگی کی داستان دہرائے اور دوسروں کی ہمدردیوں کا سہارا ڈھونڈے مگر یہاں صبر و ضبط دوسروں کے سامنے زبان کھولنے سے مانع ہے۔ اس لئے اسی کے سامنے گڑگڑاتے ہیں جو اُن شکووں کا سننے والا ہے اور اُسی سے ظلم و جور کے شکنجوں کو توڑنے کی التجا کرتے ہیں جو انہیں توڑ کر نکال لے جا سکتا ہے۔ پھر عموماً ستائے جانے کے بعد انتقامی جذبات مشتعل ہو جایا کرتے ہیں اور دشمن کی تباہی و بربادی کی خواہش زبان پر آئے بغیر نہیں رہا کرتی مگر اس دُعا میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کینہ پروری و بدخواہی کے جذبات کا اظہار ہوتا ہو بلکہ ظالم کے بارے میں کچھ چاہتے ہیں تو یہ کہ وہ ظلم سے کنارہ کش ہو جائے اور میرے دل صد پارہ پر ظلم کے آشیانے تعمیر نہ کرے رہی ظلم کی پاداش تو اُسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں کہ وہ جو چاہے کرے۔ خواہ دُنیا میں انتقام لے یا آخرت میں۔ البتہ اپنے لئے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان ظلموں کے جھیلنے کے صلہ میں اپنی خوشنودی و رضامندی عطا فرمائے چاہے جور و ستم کے تبر دل کی ایک ایک رگ کو توڑ دیں اور ظلم و استبداد کے تمام ترکش خالی ہو جائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے دوچار ہونا نہ پڑے۔ کیونکہ دُنیا کی ہر تلخی و ناگواری کو برداشت کیا جا سکتا ہے مگر اس کی ناراضگی کے نتیجہ میں جس یاس و قنوطیت سے دوچار ہونا پڑے گا وہ ناقابلِ برداشت ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا مَرِضَ أَوْ نَزَلَ بِهِ كَرْبٌ أَوْ بَلِيَّةٌ!

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا لَمْ أَزَلْ
أَتَصَرَّفُ فِيهِ مِنْ سَلَامَةِ بَدَنِي وَ
لَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا أَحْدَثْتَ بِي مِنْ
عِلَّةٍ فِي جَسَدِي فَمَا أَدْرِي يَا إِلٰهِي
أَيُّ الْحَالَيْنِ أَحَقُّ بِالشُّكْرِ لَكَ وَ
أَيُّ الْوَقْتَيْنِ أَوْلَى بِالْحَمْدِ لَكَ
أَوَقْتُ الصِّحَّةِ الَّتِي هَنَّأْتَنِي
فِيهَا طَيِّبَاتِ رِزْقِكَ وَنَشَّطْتَنِي
بِهَا لِابْتِغَاءِ مَرْضَاتِكَ وَفَضْلِكَ
وَقَوَّيْتَنِي مَعَهَا عَلَى مَا وَفَّقْتَنِي
لَهُ مِنْ طَاعَتِكَ أَمْ وَقْتُ الْعِلَّةِ
الَّتِي مَحَّصْتَنِي بِهَا وَالنِّعَمِ الَّتِي
أَتْحَفْتَنِي بِهَا تَخْفِيفًا لِمَا ثَقُلَ عَلَى
ظَهْرِي مِنَ الْخَطِيئَاتِ وَتَطْهِيرًا
لِمَا انْغَمَسْتُ فِيهِ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَ
تَنْبِيهًا لِتَنَاوُلِ التَّوْبَةِ وَتَذْكِيرًا
لِمَحْوِ الْحَوْبَةِ بِتَقْدِيمِ النِّعْمَةِ
وَفِي خِلَالِ ذٰلِكَ مَا كَتَبَتْ لِي
الْكَاتِبَانِ مِنْ زَكِيِّ الْأَعْمَالِ مَا لَا
قَلْبٌ فَكَّرَ فِيهِ وَلَا لِسَانٌ نَطَقَ بِهِ
وَلَا جَارِحَةٌ تَكَلَّفَتْهُ بَلْ إِفْضَالًا
مِنْكَ عَلَيَّ وَإِحْسَانًا مِنْ صَنِيعِكَ
إِلَيَّ۔ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ
حَبِّبْ إِلَيَّ مَا رَضِيتَ لِي وَيَسِّرْ لِي مَا

جب کسی بیماری یا کرب و اذیت میں مبتلا ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے:۔

اے معبود! تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے اس صحت
وسلامتی بدن پر جس میں ہمیشہ زندگی بسر کرتا رہا اور تیرے
ہی لئے حمد و سپاس ہے اس مرض پر جو اب میرے جسم
میں تیرے حکم سے رونما ہوا ہے۔ اے معبود! مجھے نہیں معلوم
کہ ان دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت پر تو شکریہ کا
زیادہ مستحق ہے اور ان دونوں وقتوں میں سے کونسا وقت
تیری حمد و ستائش کے زیادہ لائق ہے۔ آیا صحت کے لمحے
جن میں تُو نے اپنی پاکیزہ روزی کو میرے لئے خوشگوار بنایا
اور اپنی رضا و خوشنودی اور فضل و احسان کے طلب کی اُمنگ
میرے دل میں پیدا کی اور اس کے ساتھ اپنی اطاعت کی
توفیق دے کر اس سے عہدہ برا ہونے کی قوت بخشی، یا یہ
بیماری کا زمانہ، جس کے ذریعہ میرے گناہوں کو دُور کیا
اور نعمتوں کے تحفے عطا فرمائے تاکہ ان گناہوں کا بوجھ ہلکا
کرے جو میری پیٹھ کو گراں بار بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان
برائیوں سے پاک کرے جن میں ڈوبا ہوا ہوں اور توبہ کرنے
پر متنبہ کر دے اور گزشتہ نعمت (تندرستی) کی یاد دہانی
سے (کفرانِ نعمت کے) گناہ کو محو کرے اور اس بیماری
کے اثنا میں کاتبانِ اعمال میرے لئے وہ پاکیزہ اعمال بھی
لکھتے رہے جن کا نہ دل میں تصور ہوا تھا، نہ زبان پر
آئے تھے اور نہ کسی عضو نے اس کی تکلیف گوارا کی تھی
یہ صرف تیرا تفضل و احسان تھا جو مجھ پر ہوا۔ اے اللہ!
رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور جو کچھ تُو نے
میرے لئے پسند کیا ہے وہی میری نظروں میں پسندیدہ
قرار دے اور جو مصیبت مجھ پر ڈال دی ہے اسے سہل د

اَحْلَلْتَ بِیْ وَ طَهِّرْنِیْ مِنْ دَنَسِ مَا اَسْلَفْتُ وَامْحُ عَنِّیْ شَرَّ مَا قَدَّمْتُ وَاَوْجِدْنِیْ حَلَاوَةَ الْعَافِیَةِ وَاَذِقْنِیْ بَرْدَ السَّلَامَةِ وَاجْعَلْ مَخْرَجِیْ عَنْ عِلَّتِیْ اِلٰی عَفْوِكَ وَمُتَحَوَّلِیْ عَنْ صَرْعَتِیْ اِلٰی تَجَاوُزِكَ وَخَلَاصِیْ مِنْ كَرْبِیْ اِلٰی رَوْحِكَ وَسَلَامَتِیْ مِنْ هٰذِهِ الشِّدَّةِ اِلٰی فَرَجِكَ اِنَّكَ الْمُتَفَضِّلُ بِالْاِحْسَانِ الْمُتَطَوِّلُ بِالْاِمْتِنَانِ الْوَهَّابُ الْكَرِیْمُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

آسان کر دے اور مجھے گزشتہ گناہوں کی آلائش سے پاک اور سابقہ برائیوں کو نیست و نابود کر دے اور تندرستی کی لذّت سے کامران اور صحت کی خوشگواری سے بہرہ اندوز کر اور مجھے اس بیماری سے چھڑا کر اپنے عفو کی جانب لے آ اور اس حالتِ افتادگی سے بخشش و در گذر کی طرف پھیر دے اور اس بے چینی سے نجات دے کر اپنی راحت تک اور اس شدّت و سختی کو دُور کر کے کشائش و وسعت کی منزل تک پہنچا دے اس لئے کہ تو بے استحقاق احسان کرنے والا اور گرانبہا نعمتیں بخشنے والا ہے اور تو ہی بخشش و کرم کا مالک اور عظمت و بزرگی کا سرمایہ دار ہے۔

غریبی، امیری، دُکھ، آرام اور بیماری و صحت وہ لوازمِ حیات ہیں۔ جن سے زندگی کے لمحات کبھی خالی نہیں رہتے کبھی نکبت و افلاس ہے تو کبھی ثروت و اقبال۔ کبھی رنج و الم ہے تو کبھی عیش و آرام کبھی مرض کی جانکاہی ہے تو کبھی صحت کی کیف افزائی۔ اگرچہ یہ دو مختلف کیفیتیں اور الگ الگ حالتیں ہیں جن کے تاثرات بھی جُدا جُدا ہیں اس طرح کہ صحت و رفاہیت سے شکریہ کے اور بیماری و کلفت سے شکوہ و شکایت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مگر جس کے آب و گل میں رضائے الٰہی کا عنصر شامل ہو وُہ ہر حالت میں یکساں شکر گزار رہتا ہے اور کسی وقت اپنی زبان کو شکوہ و شکایت سے آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ جب بسترِ بیماری پر بے قراری کی کروٹیں بے چین کرتی اور کرب و اذیت کی ٹیسیں سکون و قرار چھین لیتی ہیں تو اس کی زبان پر صبر و شکر اور حمد و ثنا ہی کا ترانہ گونجتا ہے۔ کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ صحت ہو یا مرض دونوں شکر و ستائش کے قابل ہیں۔ بے شک صحت ایک گراں مایہ دولت ہے جس کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اُسے ہی ہو سکتا ہے جو اسے ہاتھ سے کھو چکا ہو۔ لیکن اتنا تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ صحت ہی کے خوشگوار احساس کا نتیجہ ہے کہ انسان چاق چوبند اور آمادۂ عمل نظر آتا ہے اور جوش، جرأت، حوصلہ، احساسِ خودداری اور ولولہ سب اسی کا کرشمہ ہیں۔ اسی سے کسبِ معیشت اور عبادت و اطاعت کی سرگرمی وابستہ ہے اور اسی کی بدولت دنیا کی لذتوں سے حظ اندوز ہُوا جاتا ہے۔ مگر مرض بھی اپنے نتائج و اثرات کے لحاظ سے فائدوں سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرتؑ نے اس کے چند فوائد کی طرف اس دُعا میں اشارہ کیا ہے۔

پہلا فائدہ یہ ہے کہ مرض گناہوں سے تطہیر اور گناہوں کی گرانباری سے سبکدوشی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ان المرض یحط السیئات و یحتہا حت الاوراق۔ — مرض گناہوں کو دُور کرتا اور اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح پتے جھڑتے ہیں"

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان حالتِ مرض میں اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے، توبہ و انابت کرتا اور اللہ سے لو لگاتا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

اذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدًا او قائمًا۔ — جب انسان دُکھی ہوتا ہے تو اپنے پہلو پر لیٹا ہو یا بیٹھا ہو یا کھڑا ہو ہمیں پکارتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحت وعافیت کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور بھولی بسری نعمت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ورنہ اس نعمتِ تندرستی کو نعمت ہی تصوّر نہ کیا جاتا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نعمتان مجھولتان الامن والعافیۃ۔ "دو نعمتیں ایسی ہیں جنہیں نعمت ہی نہیں سمجھا گیا۔ ایک امن اور دوسرے عافیت" اور چونکہ نعمت کی فراموشی و ناقدری ایک گناہ ہے اور بیماری اس نعمت کی طرف متوجہ کرتی اور کفرانِ نعمت سے بچا کر شکر گزاری کا جذبہ پیدا کرتی ہے اس لئے یہ بھی نعمت کی یاددہانی کی وجہ سے نعمت میں محسوب ہوگی۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ جب مرض کی وجہ سے انسان کے عمل کی رفتار سست ہو جاتی ہے یا عمل کے قابل ہی نہیں رہتا۔ تو وُہ جن اعمال کو صحت کی حالت میں بجالایا کرتا تھا وُہ اس کے نامۂ اعمال میں برابر درج ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ:۔

یقول اللہ عزوجل للملک المؤکل بالمؤمن اذا مرض اکتب لہ ما کنت تکتب لہ فی صحتہ فانی انا الذی صیرتہ فی حبالی۔ — جب مومن بیمار ہوتا ہے تو خداوندِ عالم اس فرشتہ کو جو اس پر مقرر ہوتا ہے حکم دیتا ہے کہ مرض میں بھی اس کے وُہ اعمال جنہیں وہ بجالایا کرتا تھا لکھتے رہو کیونکہ اُسے مرض کے شکنجہ میں اسیر کرنے والا میں ہی ہُوں۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ جب انسان مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو دفعیہ کے لئے صدقہ وخیرات کرتا ہے اور یہ بھی ایک کارگر علاج ہے جیسا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ الصدقۃ دواء منجح "صدقہ ایک کامیاب دوا ہے" اور اس صدقہ اور داد و دہش سے طبیعت کا رُخ بخل و حرص اور زر اندوزی کی خواہش سے جود و سخا کی طرف مڑ جاتا ہے۔ اور نفسانی روگ انحطاط پذیر ہو جاتا ہے۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ مرض دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری اور موت کی یاد دلاتا ہے۔ کیونکہ صحت جسمانی کا فقدان موت کا پیش خیمہ ہے اور موت کا تصور انسان کو اللہ سے لو لگانے اور اس کی طرف رجوع ہونے پر آمادہ کر دیتا ہے بلکہ دُنیا کی ہر اُفتاد اور ہر کلفت اللہ کی طرف جھکاتی اور اُسے پکارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ثم اذا مسکم الضر فالیہ تجارون۔ — جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اس کے سامنے گڑگڑاتے ہو۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ اکثر گناہوں کا سرچشمہ قوتِ غضبیہ وشہوانیہ ہوتی ہے۔ اور بیماری سے جہاں اور قوائے بدنی میں کمزوری آجاتی ہے وہاں ان دونوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان بہت سے گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔

آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ اگر بے صبری و بے قراری کا اظہار نہ کرے اور صبر و ضبط سے کام لے تو اس مشقت و زحمت کشی کے نتیجہ میں اجر و ثواب کا بھی مستحق ہوگا۔

نواں فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی گناہ کے ارتکاب کی عادت جڑ پکڑ ہو چکی ہو تو طولِ مرض سے اس عادت کے چھوٹ جانے کا بھی امکان پیدا ہو جاتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

دسواں فائدہ یہ ہے کہ بعض چھوٹے موٹے امراض اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ وہ کسی بڑے مرض کے لئے روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ موجودہ مرض بھی کسی دوسرے مرض کی روک تھام کر دے۔ چنانچہ اطبا کا یہ متفق علیہ نظریہ ہے کہ زکام و ملِ بخار وغیرہ سے بدن انسانی کو مختلف فائدے پہنچتے ہیں اور بعض زہریلے مادے خارج ہو جاتے ہیں جو دوسرے امراض کے لئے حفظِ ماتقدم کا کام دے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا فوائد کے باوجود پھر انسان صحت کو مرض پر ترجیح دیتا اور تندرستی کا خواہاں ہوتا ہے اور کسی طرح مرض کو گوارہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحت و عافیت حُبِّ طبعی کا کرشمہ ہے اور مرض حُبِّ عقلی کا تقاضا ہے۔ اور حُبِّ طبعی حُبِّ عقلی سے زیادہ انسانی احساسات کو متاثر کرتی اور اس کے بشری جذبات سے سازگار رہتی ہے۔ اس لئے وہ مرض کے لئے فائدہ بخش نتائج کے باوجود صحت و سلامتی ہی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ مگر جس میں حُبِّ عقلی کے تقاضے حُبِّ طبعی کے تقاضوں پر غالب ہوں وہ اپنی ہر بادی طلب و خواہش کو رضائے الٰہی سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اور اس رضائے الٰہی کے علاوہ اس کا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں حضرتؑ کی زندگی کے اطوار عام انسانی زندگی کے اطوار سے بلند تر نظر آتے ہیں۔

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا اسْتَقَالَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ اَوْ تَضَرَّعَ فِىْ طَلَبِ الْعَفْوِ عَنْ عُيُوْبِهٖ۔

جب گناہوں سے معافی چاہتے یا اپنے عیبوں سے درگذر کی التجا کرتے، تو یہ دُعا پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ بِرَحْمَتِهٖ يَسْتَغِيْثُ الْمُذْنِبُوْنَ وَيَا مَنْ إِلٰى ذِكْرِ إِحْسَانِهٖ يَفْزَعُ الْمُضْطَرُّوْنَ وَيَا مَنْ لِخِيْفَتِهٖ يَنْتَحِبُ الْخَاطِئُوْنَ يَا اُنْسَ كُلِّ

اے خدا! اے وہ جسے گنہگار اس کی رحمت کے وسیلہ سے فریادرسی کے لئے پکارتے ہیں۔ اے وہ جس کے تفضل و احسان کی یاد کا سہارا بے کس و لاچار ڈھونڈتے ہیں۔ اے وہ جس کے خوف سے عاصی و خطاکار نالہ و

مُسْتَوْحِشٍ غَرِيْبٍ وَيَا فَرَجَ كُلِّ
مَكْرُوْبٍ كَئِيْبٍ وَّيَا غَوْثَ كُلِّ
مَخْذُوْلٍ فَرِيْدٍ وَّيَا عَضُدَ كُلِّ
مُحْتَاجٍ طَرِيْدٍ اَنْتَ الَّذِيْ وَسِعْتَ
كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا وَاَنْتَ الَّذِيْ
جَعَلْتَ لِكُلِّ مَخْلُوْقٍ فِيْ نِعَمِكَ
سَهْمًا وَاَنْتَ الَّذِيْ عَفْوُهٗ اَعْلٰى مِنْ
عِقَابِهٖ وَاَنْتَ الَّذِيْ تَسْعٰى رَحْمَتُهٗ
اَمَامَ غَضَبِهٖ وَاَنْتَ الَّذِيْ عَطَآؤُهٗ
اَكْثَرُ مِنْ مَنْعِهٖ وَاَنْتَ الَّذِيْ اتَّسَعَ
الْخَلَآئِقُ كُلُّهُمْ فِيْ وُسْعِهٖ وَاَنْتَ
الَّذِيْ لَا يَرْغَبُ فِيْ جَزَآءِ مَنْ
اَعْطَاهُ وَاَنْتَ الَّذِيْ لَا يُفْرِطُ فِيْ
عِقَابِ مَنْ عَصَاهُ وَاَنَا يَا اِلٰهِيْ
عَبْدُكَ الَّذِيْ اَمَرْتَهٗ بِالدُّعَآءِ فَقَالَ
لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ ۔ هَا اَنَا ذَا يَا رَبِّ
مَطْرُوْحٌ بَيْنَ يَدَيْكَ اَنَا الَّذِيْ اَوْ
قَرَتِ الْخَطَايَا ظَهْرَهٗ وَاَنَا الَّذِيْ اَفْنَتِ
الذُّنُوْبُ عُمْرَهٗ وَاَنَا الَّذِيْ بِجَهْلِهٖ
عَصَاكَ وَلَمْ تَكُنْ اَهْلًا مِّنْهُ لِذَاكَ
هَلْ اَنْتَ يَا اِلٰهِيْ رَاحِمٌ مَنْ دَعَاكَ
فَاُبْلِغَ فِي الدُّعَآءِ اَمْ اَنْتَ غَافِرٌ
لِمَنْ بَكَاكَ فَاُسْرِعَ فِي الْبُكَآءِ اَمْ اَنْتَ
مُتَجَاوِزٌ عَمَّنْ عَفَّرَ لَكَ وَجْهَهٗ تَذَلُّلًا
اَمْ اَنْتَ مُغْنٍ مَنْ شَكَا اِلَيْكَ فَقْرَهٗ
تَوَكُّلًا اِلٰهِيْ لَا تُخَيِّبْ مَنْ لَا يَجِدُ
مُعْطِيًا غَيْرَكَ وَلَا تَخْذُلْ مَنْ لَا

فریاد کرتے ہیں۔ اے ہر وطن آوارہ دل گرفتہ کے سرمایۂ اُنس، ہر غمزدہ و دل شکستہ کے غمگسار، ہر بے کس و تنہا کے فریاد رس اور ہر راندہ و محتاج کے دست گیر، تُو وُہ ہے جو اپنے علم و رحمت سے ہر چیز پر چھایا ہُوا ہے۔ اور تُو وہ ہے جس نے اپنی نعمتوں میں ہر مخلوق کا حصہ رکھا ہے۔ تو وُہ ہے جس کا عفو و درگذر اس کے انتقام پر غالب ہے۔ تو وُہ ہے جس کی رحمت اس کے غضب سے آگے چلتی ہے۔ تو وُہ ہے جس کی عطائیں فیض و عطا کے روک لینے سے زیادہ ہیں۔ تو وُہ ہے جس کے دامنِ وسعت میں تمام کائناتِ ہستی کی سمائی ہے۔ تو وُہ ہے کہ جس کسی کو عطا کرتا ہے اس سے عوض کی توقع نہیں رکھتا۔ اور تو وُہ ہے کہ جو تیری نافرمانی کرتا ہے اُسے حد سے بڑھ کر سزا نہیں دیتا۔ خدایا! میں تیرا وُہ بندہ ہوں جسے تو نے دُعا کا حکم دیا تو وہ لبیک لبیک پکار اُٹھا۔ ہاں تو وُہ میں ہوں اے میرے معبود! جو تیرے آگے خاکِ مذلت پر پڑا ہے۔ میں وُہ ہوں جس کی پشت گناہوں سے بوجھل ہو گئی ہے۔ میں وُہ ہوں جس کی عمر گناہوں میں بیت چکی ہے۔ میں وُہ ہوں جس نے اپنی نادانی و جہالت سے تیری نافرمانی کی۔ حالانکہ تو میری جانب سے نافرمانی کا سزاوار نہ تھا۔ اے میرے معبود! جو تجھ سے دُعا مانگے آیا تو اس پر رحم فرمائے گا۔ تاکہ میں لگاتار دُعا مانگوں۔ یا جو تیرے آگے روئے اُسے بخش دے گا تاکہ میں رونے پر جلد آمادہ ہو جاؤں۔ یا جو تیرے سامنے عجز و نیاز سے اپنا چہرہ خاک پر ملے اس سے درگذر کرے گا۔ یا جو تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی تہی دستی کا شکوہ کرے اُسے بے نیاز کر دے گا؟ بارالہا! جس کا دینے والا تیرے سوا کوئی نہیں ہے اُسے

يَسْتَغْنِي عَنْكَ بِأَحَدٍ دُونَكَ إِلٰهِي
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَلَا تُعْرِضْ
عَنِّي وَقَدْ أَقْبَلْتُ عَلَيْكَ وَلَا تَحْرِمْنِي
وَقَدْ رَغِبْتُ إِلَيْكَ وَلَا تَجْبَهْنِي
بِالرَّدِّ وَقَدِ انْتَصَبْتُ بَيْنَ يَدَيْكَ
أَنْتَ الَّذِي وَصَفْتَ نَفْسَكَ بِالرَّحْمَةِ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَارْحَمْنِي
وَأَنْتَ الَّذِي سَمَّيْتَ نَفْسَكَ بِالْعَفْوِ
فَاعْفُ عَنِّي قَدْ تَرٰى يَا إِلٰهِي فَيْضَ
دَمْعِي مِنْ خِيفَتِكَ وَوَجِيبَ قَلْبِي
مِنْ خَشْيَتِكَ وَانْتِقَاضَ جَوَارِحِي
مِنْ هَيْبَتِكَ كُلُّ ذٰلِكَ حَيَاءً مِنْكَ
لِسُوْءِ عَمَلِي وَلِذَاكَ خَمَدَ صَوْتِي
عَنِ الْجَأْرِ إِلَيْكَ وَكَلَّ لِسَانِي عَنْ
مُنَاجَاتِكَ يَا إِلٰهِي فَلَكَ الْحَمْدُ
فَكَمْ مِنْ عَائِبَةٍ سَتَرْتَهَا عَلَيَّ فَلَمْ
تَفْضَحْنِي وَكَمْ مِنْ ذَنْبٍ غَطَّيْتَهُ
عَلَيَّ فَلَمْ تَشْهَرْنِي وَكَمْ مِنْ شَائِبَةٍ
أَلْمَمْتُ بِهَا فَلَمْ تَهْتِكْ عَنِّي سِتْرَهَا
وَلَمْ تُقَلِّدْنِي مَكْرُوهَ شَنَارِهَا وَلَمْ
تُبْدِ سَوْءَاتِهَا لِمَنْ يَلْتَمِسُ مَعَايِبِي
مِنْ جِيرَتِي وَحَسَدَةِ نِعْمَتِكَ
عِنْدِي ثُمَّ لَمْ يَنْهَنِي ذٰلِكَ عَنْ
أَنْ جَرَيْتُ إِلٰى سُوْءِ مَا عَهِدْتَ
مِنِّي فَمَنْ أَجْهَلُ مِنِّي يَا إِلٰهِي
بِرُشْدِهٖ وَمَنْ أَغْفَلُ مِنِّي عَنْ
حَظِّهٖ وَمَنْ أَبْعَدُ مِنِّي مِنْ

نا اُمید نہ کر اور جس کا تیرے علاوہ اور کوئی ذریعہ بے نیازی
نہیں ہے اُسے محروم نہ کر۔ خداوندا! رحمت نازل فرما محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر اور مجھ سے روگردانی اختیار نہ کر جب کہ
میں تیری طرف متوجہ ہو چکا ہوں۔ اور مجھے نا اُمید نہ کر جب
کہ تیری طرف خواہش لے کر آیا ہوں اور مجھے سختی
سے دھتکار نہ دے جب کہ میں تیرے سامنے کھڑا ہوں
تو وہ ہے جس نے اپنی توصیف رحم و کرم سے کی ہے۔
لہٰذا محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھ پر
رحم فرما اور تو نے اپنا نام درگزر کرنے والا رکھا ہے۔
لہٰذا مجھ سے درگذر فرما۔ بارِ الٰہا! تو میرے اشکوں
کی روانی کو جو تیرے خوف کے باعث ہے۔ میرے دل
کی دھڑکن کو جو تیرے ڈر کی وجہ سے ہے اور میرے
اعضاء کی تھرتھری کو جو تیری ہیبت کے سبب سے
ہے دیکھ رہا ہے۔ یہ سب اپنی بداعمالیوں کو دیکھتے
ہوئے تجھ سے شرم و حیا محسوس کرنے کا نتیجہ ہے
یہی وجہ ہے کہ تضرع و زاری کے وقت میری آواز
رُک جاتی ہے اور مناجات کے موقع پر زبان کام
نہیں دیتی۔ اے خدا تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے
کہ تو نے میرے کتنے ہی عیبوں پر پردہ ڈالا اور مجھے
رُسوا نہیں ہونے دیا اور کتنے ہی میرے گناہوں کو
چھپایا اور مجھے بدنام نہیں کیا اور کتنی ہی برائیوں کا
میں مرتکب ہوا مگر تو نے پردہ فاش نہ کیا اور نہ میرے
گلے میں ننگ و عار کی ذلت کا طوق ڈالا اور نہ
میرے عیبوں کی جستجو میں رہنے والے ہمسایوں اور
ان نعمتوں پر جو مجھے عطا کی ہیں حسد کرنے والوں پر
ان برائیوں کو ظاہر کیا۔ پھر بھی تیری مہربانیاں مجھے ان
برائیوں کے ارتکاب سے جن کا تو میرے بارے میں

اِسْتِصْلَاحِ نَفْسِهٖ حِيْنَ اُنْفِقُ مَا
اَجْرَيْتَ عَلَيَّ مِنْ رِزْقِكَ فِيْمَا
نَهَيْتَنِيْ عَنْهُ مِنْ مَعْصِيَتِكَ وَ
مَنْ اَبْعَدُ غَوْرًا فِي الْبَاطِلِ وَاَشَدُّ
اِقْدَامًا عَلَى السُّوْءِ مِنِّيْ حِيْنَ
اَقِفُ بَيْنَ دَعْوَتِكَ وَدَعْوَةِ
الشَّيْطٰنِ فَاَتَّبِعُ دَعْوَتَهٗ عَلٰى غَيْرِ
عَمًى مِنِّيْ فِيْ مَعْرِفَةٍ بِهٖ وَلَا
نِسْيَانٍ مِنْ حِفْظِيْ لَهٗ وَاَنَا حِيْنَئِذٍ
مُوْقِنٌ بِاَنَّ مُنْتَهٰى دَعْوَتِكَ اِلَى
الْجَنَّةِ وَمُنْتَهٰى دَعْوَتِهٖ اِلَى النَّارِ
سُبْحٰنَكَ مَا اَعْجَبَ مَا اَشْهَدُ
بِهٖ عَلٰى نَفْسِيْ وَاُعَدِّدُهٗ مِنْ
مَكْتُوْمِ اَمْرِيْ وَاَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ
اَنَاتُكَ عَنِّيْ وَاِبْطَاؤُكَ عَنْ
مُعَاجَلَتِيْ وَلَيْسَ ذٰلِكَ مِنْ
كَرَمِيْ عَلَيْكَ بَلْ تَاَنِّيًا مِنْكَ لِيْ
وَتَفَضُّلًا مِنْكَ عَلَيَّ لِاَنْ اَرْتَدِعَ
عَنْ مَعْصِيَتِكَ الْمُسْخِطَةِ وَاُقْلِعَ
عَنْ سَيِّئَاتِي الْمُخْلِقَةِ وَلِاَنَّ
عَفْوَكَ عَنِّيْ اَحَبُّ اِلَيْكَ مِنْ
عُقُوْبَتِيْ بَلْ اَنَا يَا اِلٰهِيْ اَكْثَرُ
ذُنُوْبًا وَاَقْبَحُ اٰثَارًا وَاَشْنَعُ
اَفْعَالًا وَاَشَدُّ فِي الْبَاطِلِ
تَهَوُّرًا وَاَضْعَفُ عِنْدَ طَاعَتِكَ
تَيَقُّظًا وَاَقَلُّ لِوَعِيْدِكَ انْتِبَاهًا
وَارْتِقَابًا مِنْ اَنْ اُحْصِيَ لَكَ

علم رکھتا ہے روک نہ سکیں۔ تو اے میرے معبود! مجھ
سے بڑھ کر کون اپنی صلاح و بہبود سے بے خبر، اپنے
حظ و نصیب سے غافل اور اصلاحِ نفس سے دُور ہو
گا جب کہ میں اس روزی کو جسے تو نے میرے لئے قرار
دیا ہے ان گناہوں میں صرف کرتا ہوں۔ جن سے تُو نے
منع کیا ہے۔ اور مجھ سے زیادہ کون باطل کی گہرائی تک
اُترنے والا اور برائیوں پر اقدام کی جرأت کرنے والا ہو
گا جب کہ میں ایسے دوراہے پر کھڑا ہوں کہ جہاں
ایک طرف تُو دعوت دے اور دوسری طرف شیطان
آواز دے، تو میں اس کی کارستانیوں سے واقف
ہوتے ہوئے اور اس کی شر انگیزیوں کو ذہن میں محفوظ
رکھتے ہوئے اس کی آواز پر لبیک کہتا ہوں۔ حالانکہ
مجھے اس وقت بھی یقین ہوتا ہے کہ تیری دعوت کا مآل
جنت اور اُس کی آواز پر لبیک کہنے کا انجام دوزخ
ہے۔ اللہ اکبر! کتنی یہ عجیب بات ہے جس کی گواہی میں
خود اپنے خلاف دے رہا ہوں اور اپنے چھپے ہوئے
کاموں کو ایک ایک کر کے گن رہا ہوں اور اس سے
زیادہ عجیب تیرا مجھے مہلت دینا اور عذاب میں تاخیر
کرنا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ میں تیری نظروں میں باوقار
ہوں، بلکہ یہ میرے معاملہ میں تیری بُرد باری اور مجھ پر
تیرا لطف و احسان ہے تا کہ میں تجھے ناراض کرنے والی
نافرمانیوں سے باز آ جاؤں اور ذلیل و رسوا کرنے والے
گناہوں سے دست کش ہو جاؤں اور اس لئے ہے
کہ مجھ سے درگزر کرنا سزا دینے سے تجھے زیادہ پسند
ہے بلکہ میں تو اے معبود! بہت گنہگار، بہت بدصفات
و بد اعمال اور غلط کاریوں میں بے باک اور تیری
اطاعت کے وقت سست گام اور تیری تہدید و سرزنش

عُیُوْبِیْ اَوْ اَقْدِرَ عَلٰی ذِکْرِ ذُنُوْبِیْ
وَ اِنَّمَا اُوَبِّخُ بِھٰذَا نَفْسِیْ طَمَعًا
فِیْ رَأْفَتِکَ الَّتِیْ بِھَا صَلَاحُ اَمْرِ
الْمُذْنِبِیْنَ وَرَجَآءً لِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ
بِھَا فَکَاکُ رِقَابِ الْخَاطِئِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ
وَھٰذِہٖ رَقَبَتِیْ قَدْ اَرَقَّتْھَا الذُّنُوْبُ
فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَعْتِقْھَا
بِعَفْوِکَ وَھٰذَا ظَھْرِیْ قَدْ اَثْقَلَتْہُ
الْخَطَایَا فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَخَفِّفْ
عَنْہُ بِمَنِّکَ یَآ اِلٰھِیْ لَوْ بَکَیْتُ اِلَیْکَ حَتّٰی
تَسْقُطَ اَشْفَارُ عَیْنَیَّ وَانْتَحَبْتُ حَتّٰی
یَنْقَطِعَ صَوْتِیْ وَقُمْتُ لَکَ حَتّٰی تَتَنَشَّرَ
قَدَمَایَ وَرَکَعْتُ لَکَ حَتّٰی یَنْخَلِعَ صُلْبِیْ
وَسَجَدْتُ لَکَ حَتّٰی تَتَفَقَّاَ حَدَقَتَایَ وَ
اَکَلْتُ تُرَابَ الْاَرْضِ طُوْلَ عُمْرِیْ وَ
شَرِبْتُ مَآءَ الرَّمَادِ اٰخِرَ دَھْرِیْ وَذَکَرْتُکَ
فِیْ خِلَالِ ذٰلِکَ حَتّٰی یَکِلَّ لِسَانِیْ ثُمَّ لَمْ
اَرْفَعْ طَرْفِیْ اِلٰی اٰفَاقِ السَّمَآءِ اسْتِحْیَآءً
مِنْکَ مَا اسْتَوْجَبْتُ بِذٰلِکَ مَحْوَ سَیِّئَۃٍ
وَّاحِدَۃٍ مِّنْ سَیِّاٰتِیْ وَاِنْ کُنْتَ تَغْفِرُ
لِیْ حِیْنَ اَسْتَوْجِبُ مَغْفِرَتَکَ وَ
تَعْفُوْ عَنِّیْ حِیْنَ اَسْتَحِقُّ عَفْوَکَ فَاِنَّ
ذٰلِکَ غَیْرُ وَاجِبٍ لِّیْ بِاسْتِحْقَاقٍ وَ
لَا اَنَا اَھْلٌ لَّہٗ بِاسْتِیْجَابٍ اِذْ کَانَ
جَزَآئِیْ مِنْکَ فِیْ اَوَّلِ مَا عَصَیْتُکَ النَّارَ
فَاِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَاَنْتَ غَیْرُ ظَالِمٍ لِّیْ
اِلٰھِیْ فَاِذْ قَدْ تَغَمَّدْتَنِیْ بِسِتْرِکَ

سے غافل اور اس کی طرف بہت کم نگران ہوں تو کس طرح
میں اپنے عیوب تیرے سامنے شمار کرسکتا ہوں یا اپنے
گناہوں کا ذکر و بیان سے احاطہ کرسکتا ہوں اور جو کسی
طرح اپنے نفس کو ملامت و سرزنش کر رہا ہوں تو تیری
اس شفقت و مرحمت کے لالچ میں جس سے گنہ گاروں کے
حالات اصلاح پذیر ہوتے ہیں اور تیری اس رحمت کی
توقع میں جس کے ذریعہ خطا کاروں کی گردنیں (عذاب سے)
رہا ہوتی ہیں۔ بار الٰہا! یہ میری گردن ہے جسے گناہوں
نے جکڑ رکھا ہے۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی
آلؑ پر اور اپنے عفو و درگذر سے اسے آزاد کر دے۔
اور یہ میری پشت ہے جسے گناہوں نے بوجھل کر دیا ہے
تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور اپنے لطف و
انعام کے ذریعہ اسے ہلکا کر دے۔ بار الٰہا! اگر تیرے
سامنے اتنا روؤں کہ میری آنکھوں کی پلکیں جھڑ جائیں۔
اور اتنا چیخ چیخ کر گریہ کروں کہ آواز بند ہو جائے اور
تیرے سامنے اتنی دیر کھڑا رہوں کہ دونوں پیروں پر
ورم آجائے اور اتنے رکوع کروں کہ ریڑھ کی ہڈیاں
اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں اور اس قدر سجدے کروں کہ
آنکھیں اندر کو دھنس جائیں اور عمر بھر خاک پھانکتا رہوں
اور زندگی بھر گدلا پانی پیتا رہوں، اور اس اثنا میں
تیرا ذکر اتنا کروں کہ زبان تھک کر جواب دے جائے پھر
شرم و حیا کی وجہ سے آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤں تو
اس کے باوجود میں اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ کے
بخشے جانے کا بھی سزاوار نہ ہوں گا۔ اور اگر تو مجھے
بخش دے جب کہ میں تیری مغفرت کے لائق قرار
پاؤں اور مجھے معاف کر دے جب کہ میں تیری معافی
کے قابل سمجھا جاؤں تو یہ میرے استحقاق کی بنا پر لازم

فَلَمْ تَفْضَحْنِي وَتَأَنَّيْتَنِي
بِكَرَمِكَ فَلَمْ تُعَاجِلْنِي وَحَلُمْتَ
عَنِّي بِتَفَضُّلِكَ فَلَمْ تُغَيِّرْ
نِعْمَتَكَ عَلَيَّ وَلَمْ تُكَدِّرْ
مَعْرُوفَكَ عِنْدِي فَارْحَمْ
طُولَ تَضَرُّعِي وَشِدَّةَ
مَسْكَنَتِي وَسُوءَ مَوْقِفِي اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَقِنِي
مِنَ الْمَعَاصِي وَاسْتَعْمِلْنِي
بِالطَّاعَةِ وَارْزُقْنِي حُسْنَ
الْإِنَابَةِ وَطَهِّرْنِي بِالتَّوْبَةِ
وَأَيِّدْنِي بِالْعِصْمَةِ وَاسْتَصْلِحْنِي
بِالْعَافِيَةِ وَأَذِقْنِي حَلَاوَةَ
الْمَغْفِرَةِ وَاجْعَلْنِي طَلِيقَ عَفْوِكَ
وَعَتِيقَ رَحْمَتِكَ وَاكْتُبْ لِي
أَمَانًا مِنْ سُخْطِكَ وَبَشِّرْنِي
بِذٰلِكَ فِي الْعَاجِلِ دُونَ الْآجِلِ
بُشْرَى أَعْرِفُهَا وَعَرِّفْنِي فِيهِ
عَلَامَةً أَتَبَيَّنُهَا إِنَّ ذٰلِكَ
لَا يَضِيقُ عَلَيْكَ فِي وُسْعِكَ
وَلَا يَتَكَأَّدُكَ فِي قُدْرَتِكَ
إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

٥

نہیں ہوگا اور نہ میں استحقاق کی بنا پر اس کا اہل ہوں
کیونکہ جب میں نے پہلے پہل تیری معصیت کی تو میری سزا
جہنم طے تھی۔ لہٰذا تو مجھ پر عذاب کرے تو میرے حق میں
ظالم نہیں ہوگا۔ اے میرے معبود! جب کہ تو نے میری
پردہ پوشی کی اور مجھے رسوا نہیں کیا اور اپنے لطف و
کرم سے نرمی برتی اور عذاب میں جلدی نہیں کی اور
اپنے فضل سے میرے بارے میں حلم سے کام لیا اور اپنی
نعمتوں میں تبدیلی نہیں کی اور نہ اپنے احسان کو مکدر
کیا ہے تو میری اس طویل تضرع و زاری اور سخت
احتیاج اور موقف کی بدحالی پر رحم فرما۔ اے اللہ! محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے گناہوں سے
محفوظ اور اطاعت میں سرگرمِ عمل رکھ اور مجھے حسنِ
رجوع کی توفیق دے اور توبہ کے ذریعہ پاک کر دے
اور اپنے حسنِ نگہداشت سے نصرت فرما اور تندرستی
سے میری حالت سازگار کر اور مغفرت کی شیرینی
سے کام و دہن کو لذت بخش اور مجھے اپنے عفو کا
رہا شدہ اور اپنی رحمت کا آزاد کردہ قرار دے اور اپنے
عذاب سے رہائی کا پروانہ لکھ دے اور آخرت سے پہلے
دُنیا ہی میں نجات کی ایسی خوش خبری سُنا دے جسے
واضح طور سے سمجھ لوں اور اس کی ایسی علامت دکھا دے
جسے کسی شائبہ ابہام کے بغیر پہچان لوں اور یہ چیز تیرے
ہمہ گیر اقتدار کے سامنے مشکل اور تیری قدرت
کے مقابلہ میں دُشوار نہیں ہے۔ بے شک تیری قدرت
ہر چیز پر محیط ہے۔"

یہ دُعا اُمید و بیم کا ایک مرقع ہے جس کے نقوش زندگی کو خوف و رجا کے خطوط پر چلانے کے لئے شمعِ ہدایت کا کام دیتے ہیں۔ خوف و رجا دونوں عملی زندگی کی بنیاد اور اُخروی کامرانی کا پیش خیمہ ہیں۔ اگر خوف نہ ہو تو انسان پاداشِ عمل

سے غافل ہو جائے گا اور اُمید نہ ہو تو عمل میں سرگرمی پیدا نہ ہونے پائے گی اور یہ خوف و رجا کی کیفیت خدا کی صفتِ عدالت و رحمت کے تصور سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ جو اس کے دروازۂ رحمت پر دستک دے، توبہ و انابت کا ہاتھ پھیلائے اور اس سے عفو درگزر کا سوال کرے اُسے بے آس نہ کرے جس سے امید کا سوتا پھوٹے گا اور مغفرت کی آس مایوسیوں سے بچا کر برسرِ عمل رکھے گی۔ یہ اس کی رحمت ہی کی کارفرمائی ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہوں پر بھی سزا و عقوبت میں تعجیل سے کام نہیں لیتا اور سخت سے سخت جرم کی پاداش میں بھی فوری گرفت نہیں کرتا۔ اور اگر وہ سزا دینے میں جلدی کرتا تو توبہ و انابت کا وقت کہاں ملتا۔ بلکہ توبہ کا وسیلہ ڈھونڈنے اور انابت کا ہاتھ پھیلانے سے پہلے ہی ہلاکت و تباہی گھیر لیتی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ولو یعجل اللہ للناس الشرّ استعجالھم بالخیر لقضی الیھم اجلھم۔	اور جس طرح لوگ اپنی بھلائی کے لئے جلدی کرتے ہیں اسی طرح اگر خدا (ان گناہوں کی) سزا میں جلدی کرتا تو ان کا مقررہ وقت کب کا آچکا ہوتا۔"

اگر وہ گناہ کے فوراً بعد اپنے غضب سے کام لیتا اور مجرم کو اس کے جرم کی سزا دیتا تو یہ اس کے عدل و انصاف کے منافی تو نہ ہوتا لیکن تقاضائے رحمت کے خلاف ضرور ہوتا۔ حالانکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ چنانچہ جہاں غضب و رحمت میں کشمکش ہوتی ہے وہاں رحمت آگے بڑھ جاتی ہے اور غضب کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ کیونکہ رحمت اس کی ذات کا تقاضا ہے اور غضب مخالفت و نافرمانی کا نتیجہ۔ چنانچہ غضب خاص خاص موقعوں کے لئے ہے اور رحمت عام ہمہ گیر ہے۔ اس طرح کہ اگر دنیا میں سرکشی و طغیان اور کفر و عصیان کا وجود نہ ہوتا تو پھر رحمت ہی رحمت ہوتی اور قہر و غضب کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ کیونکہ اصل رحمت ہی کارفرمائی ہے اور غضب ایک تبعی و فرعی حیثیت رکھتا ہے جو صرف بداعمالیوں کے نتیجہ میں مشتعل ہوتا ہے۔ اور پھر ایسا نہیں کہ ایک دفعہ مشتعل ہو جائے تو پھر فرو نہ ہو۔ بلکہ اس کے غضب کی صورت تو یہ ہے کہ ادھر کسی نے اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کر کے اصلاحِ عمل کا عہد کیا غضب کا رُخ مڑ گیا۔ اور کسی نے اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر اس کی بارگاہ کا رُخ کیا، رحمت کا ارادہ جوش میں آگیا اور گناہوں کو اس طرح ملیا میٹ کر دیا گویا اس کے دامن پر کبھی دھبہ پڑا ہی نہ تھا۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے:۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔	گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔"

اب اس دُعا پر ایک نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ حضرت کے کلمات میں خوف و رجا کی جو روح مضمر ہے وہ کس طرح غفلت سے جھنجھوڑتی اور دل و دماغ کو متاثر کرتی ہے۔ وہ اللہ کے سامنے عبودیت کے تقاضوں میں کوتاہی کا اعتراف کرتے ہیں مگر خوف و خشیت سے حالت یہ ہے کہ پیروں میں رعشہ، بدن میں تھرتھری اور جسم پر کپکپی طاری ہے۔ بوجھل پلکوں میں آنسو تیر رہے ہیں اور دل کی دھڑکنیں کپکپاتی آواز سے ہم آہنگ ہیں اور فریاد کا انداز یہ ہے کہ:۔ "اے معبود! اگر روتے روتے پلکیں جھڑ جائیں کھڑے کھڑے پیر سوج جائیں، رکوع کرتے کرتے پشت خم ہو جائے، سجدوں میں عمر بیت جائے، زندگی بھر خاک پھانکوں اور

خاک بسر زندگی بسر کروں پھر بھی تیری رحمت ہی کا سہارا ہے۔ اور میں کسی استحقاق کی بنار پر عفو و مغفرت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ ان الفاظ میں عجز و نیاز کی جو تصویر کھینچی ہے وہ آپ کی زندگی کا ہو بہو نقشہ ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب آپ وضو کرتے تو چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اور مصلائے عبادت پر کھڑے ہوتے تو لرزہ براندام ہو جاتے۔ اور شب و روز کے قیام سے پیروں پر ورم آجاتا۔ جب کسی نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے۔ جب کوئی نعمت ملتی تو سجدہ کرتے، جب کسی کارِ خیر کا ارادہ کرتے تو سجدہ کرتے۔ جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اور اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک پسینہ میں تر بتر نہ ہو جاتے۔ اور ماہ رمضان میں تسبیح و استغفار کے علاوہ کوئی کلمہ آپ کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اور اکثر و بیشتر غشی کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ کے راستہ میں دیکھا کہ آپ نے سواری کو روک کر احرام باندھنا چاہا تو جسم کانپنے لگا۔ چہرے پر زردی چھا گئی اور زبان سے کلماتِ تلبیہ نہ کہہ سکے۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ آپ تلبیہ کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اندیشہ ہے کہ میں لبیک کہوں، اور ادھر سے لا لبیک و سعدیک کی آواز آئے۔ اور جب سنبھل کر تلبیہ کیا تو غش کھا کر گر پڑے اور حج کے اختتام تک برابر یہی صورت رہی کہ کبھی سنبھل گئے اور کبھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بہرحال اگر ایک طرف زندگی کے چہرے پر خوف و خشیت کا غبار چھایا ہوا تھا تو دوسری طرف اُمید کی مسکراتی ہوئی کرنیں نور و نکہت بکھیر رہی تھیں اور قدم رجا کی اُس منزل پر تھے جہاں کبھی یاس و نا اُمیدی کی پرچھائیں بھی نہیں پڑی اور روح اُس مقامِ تقرب سے وابستہ تھی جہاں دل کا ریشہ ریشہ ندائے حق کے لئے گوش بر آواز اور سامعہ نویدِ رحمت کا منتظر تھا کہ کب ادھر سے آمرزش و رحمت کا پیغام آتا ہے کہ :۔

ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبحگاہی ۔۔۔ بہ پیامِ آشنائے بنوازد آشنا را

چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ :۔

الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لهم البشریٰ فی الحیٰوة الدنیا وفی الاٰخرة۔	وہ لوگ جو ایمان لائے اور خوف کھاتے رہے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔"

یہ بشارت رویائے صالحہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ابوالدرداء سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس آیت میں بُشریٰ سے کیا مراد ہے آپؐ نے فرمایا :۔ هی الرؤیا الصالحة یراها المسلم او تریٰ له " وُہ رویائے صالحہ ہے جسے مومن خود اپنے لئے دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لئے دیکھتا ہے۔" یہ رویائے صالحہ پاکیزگیٔ نفس و صفائے باطن اور عالمِ قدس سے اتصال کے نتیجہ میں دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح کہ مردِ مومن اپنے حسنِ انجام کو خواب میں دیکھتا یا اس کے متعلق خواب میں ندائے غیب سنتا ہے یا دوسرا اُس کے بارے میں خواب دیکھتا یا خواب میں کوئی آواز سنتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے خواب صلحاء و متورعین کے متعلق کتب میں مذکور ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس دُعا میں بشریٰ سے ایسی ہی بشارت مراد ہو یا کسی دوسری قسم کی بشارت جو اس عام بشارت سے بلند تر ہو۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِذَا ذُكِرَ الشَّيْطَانُ فَاسْتَعَاذَ
مِنْهُ وَمِنْ عَدَاوَتِهِ وَكَيْدِهِ ۔!

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ نَزَغَاتِ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ وَمَكَائِدِهِ وَ
مِنَ الثِّقَةِ بِأَمَانِيِّهِ وَمَوَاعِيدِهِ
وَغُرُورِهِ وَمَصَائِدِهِ وَأَنْ
يُطْمِعَ نَفْسَهُ فِي إِضْلَالِنَا عَنْ
طَاعَتِكَ وَامْتِهَانِنَا بِمَعْصِيَتِكَ
أَوْ أَنْ يَحْسُنَ عِنْدَنَا مَا حَسَّنَ
لَنَا أَوْ أَنْ يَثْقُلَ عَلَيْنَا مَا كَرَّهَ إِلَيْنَا
اَللّٰهُمَّ اخْسَأْهُ عَنَّا بِعِبَادَتِكَ وَ
اكْبِتْهُ بِدُؤُوبِنَا فِي مَحَبَّتِكَ وَ
اجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِتْرًا لَا
يَهْتِكُهُ وَرَدْمًا مُصْمَتًا لَا يَفْتُقُهُ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَاشْغَلْهُ عَنَّا بِبَعْضِ أَعْدَائِكَ
وَاعْصِمْنَا مِنْهُ بِحُسْنِ رِعَايَتِكَ
وَاكْفِنَا خَتْرَهُ وَوَلِّنَا ظَهْرَهُ
وَاقْطَعْ عَنَّا إِثْرَهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَمْتِعْنَا مِنَ
الْهُدَى بِمِثْلِ ضَلَالَتِهِ وَ
زَوِّدْنَا مِنَ التَّقْوَى ضِدَّ غَوَايَتِهِ
وَاسْلُكْ بِنَا مِنَ التُّقَى خِلَافَ
سَبِيلِهِ مِنَ الرَّدَى اَللّٰهُمَّ
لَا تَجْعَلْ لَهُ فِي قُلُوبِنَا

جب شیطان کا ذکر آتا تو اُس سے اور اُس
کے مکر و عداوت سے بچنے کے لئے یہ دُعا
پڑھتے :-

اے اللہ! ہم شیطان مردود کے وسوسوں، مکروں
اور حیلوں سے اور اس کی جھوٹی طفل تسلیوں پر اعتماد کرنے
اور اس کے ہتھکنڈوں سے تیرے ذریعہ پناہ مانگتے ہیں۔
اور اس بات سے کہ اس کے دل میں یہ طمع و خواہش
پیدا ہو کہ وُہ ہمیں تیری اطاعت سے بہکائے اور
تیری معصیت کے ذریعہ ہماری رُسوائی کا سامان کرے
یا یہ کہ جس چیز کو وُہ رنگ و روغن سے آراستہ کرے وُہ
ہماری نظروں میں کُھب جائے یا جس چیز کو وُہ بدنما
ظاہر کرے وہ ہمیں شاق گزرے۔ اے اللہ! تو اپنی
عبادت کے ذریعہ اُسے ہم سے دُور کر دے۔ اور تیری
محبت میں محنت و جانفشانی کرنے کے باعث اسے
ٹھکرا دے اور ہمارے اور اس کے درمیان ایک ایسا
پردہ جسے وُہ چاک نہ کر سکے۔ اور ایک ایسی ٹھوس
دیوار جسے وُہ توڑ نہ سکے حائل کر دے۔ اے اللہ رحمت
نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اسے ہمارے
بجائے اپنے کسی دُشمن کے بہکانے میں مصروف رکھ
اور ہمیں اپنے حُسنِ نگہداشت کے ذریعہ اس سے محفوظ
کر دے۔ اس کے مکر و فریب سے بچالے اور ہم سے
رُو گرداں کر دے اور ہمارے راستے سے اس کے
نقشِ قدم مٹا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
رحمت نازل فرما اور ہمیں ویسی ہی (محفوظ) ہدایت
سے بہرہ مند فرما جیسی اس کی گمراہی (مستحکم) ہے اور
ہمیں اس کی گمراہی کے مقابلہ میں تقویٰ و پرہیزگاری کا

مَدْخَلًا وَلَا تُوطِنَنَّ لَهُ فِيمَا
لَدَيْنَا مَنْزِلًا اَللّٰهُمَّ وَمَا سَوَّلَ
لَنَا مِنْ بَاطِلٍ فَعَرِّفْنَاهُ وَإِذَا
عَرَّفْتَنَاهُ فَقِنَاهُ وَبَصِّرْنَا مَا
نُكَائِدُهُ بِهِ وَأَلْهِمْنَا مَا نُعِدُّهُ
لَهُ وَأَيْقِظْنَا عَنْ سِنَةِ الْغَفْلَةِ
بِالرُّكُونِ إِلَيْهِ وَأَحْسِنْ بِتَوْفِيقِكَ
عَوْنَنَا عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ وَأَشْرِبْ
قُلُوبَنَا إِنْكَارَ عَمَلِهِ وَالْطُفْ لَنَا
فِي نَقْضِ حِيَلِهِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَحَوِّلْ سُلْطَانَهُ
عَنَّا وَاقْطَعْ رَجَاءَهُ مِنَّا وَادْرَأْهُ
عَنِ الْوُلُوعِ بِنَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ آبَاءَنَا
وَأُمَّهَاتِنَا وَأَوْلَادَنَا وَأَهَالِيَنَا
وَذَوِي أَرْحَامِنَا وَقَرَابَاتِنَا وَ
جِيرَانَنَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
مِنْهُ فِي حِرْزٍ حَارِزٍ وَحِصْنٍ
حَافِظٍ وَكَهْفٍ مَانِعٍ وَأَلْبِسْهُمْ
مِنْهُ جُنَنًا وَاقِيَةً وَأَعْطِهِمْ
عَلَيْهِ أَسْلِحَةً مَاضِيَةً اَللّٰهُمَّ
وَاعْمُمْ بِذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ لَكَ
بِالرُّبُوبِيَّةِ وَأَخْلَصَ لَكَ
بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَعَادَاهُ لَكَ
بِحَقِيقَةِ الْعُبُودِيَّةِ وَاسْتَظْهَرَ
بِكَ عَلَيْهِ فِي مَعْرِفَةِ الْعُلُومِ
الرَّبَّانِيَّةِ اَللّٰهُمَّ احْلُلْ مَا

زادِ راہ دے اور اس کی ہلاکت آفرین راہ کے خلاف رُشد
اور تقویٰ کے راستے پر لے چل۔ اے اللہ! ہمارے
دلوں میں اسے عمل دخل کا موقع نہ دے اور ہمارے
پاس کی چیزوں میں اس کے لئے منزل مہیا نہ کر۔ اے
اللہ وہ جس بے ہودہ بات کو خوشنما بنا کے ہمیں دکھائے
وہ ہمیں پہچنوا دے۔ اور جب پہچنوا دے تو اس سے
ہماری حفاظت بھی فرما۔ اور ہمیں اس کو فریب دینے
کے طور طریقوں میں بصیرت اور اس کے مقابلہ میں
سر و سامان کی تیاری کی تعلیم دے اور اس خواب
غفلت سے جو اس کی طرف جھکاؤ کا باعث ہو
ہوشیار کر دے اور اپنی توفیق سے اس کے مقابلہ میں
کامل نصرت عطا فرما۔ بار الہا! اس کے اعمال سے
ناپسندیدگی کا جذبہ ہمارے دلوں میں بھر دے، اور
اس کے حیلوں کو توڑنے کی توفیق کرامت فرما۔ اے
اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور شیطان لعین
کے تسلّط کو ہم سے ہٹا دے اور اس کی امیدیں ہم
سے قطع کر دے اور ہمیں گمراہ کرنے کی حرص و آز
سے اُسے دُور کر دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما۔ اور ہمارے باپ داداؤں،
ہماری ماؤں، ہماری اولادوں، ہمارے قبیلہ والوں،
عزیزوں، رشتہ داروں اور ہمسایہ میں رہنے والے
مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اس کے شر سے ایک
محکم جگہ حفاظت کرنے والے قلعہ اور روک تھام کرنے
والی پناہ میں رکھ اور اس سے بچالے جانے والی
زرہیں انہیں پہنا، اور اس کے مقابلہ میں تیز دھار
والے ہتھیار انہیں عطا کر۔ بار الہا! اس دعا میں ان
لوگوں کو بھی شامل کر جو تیری ربوبیت کی گواہی دیں۔

عَقَدَ وَافْتُقْ مَا رَتَقَ وَافْسَخْ مَا دَبَّرَ وَثَبِّطْهُ إِذَا عَزَمَ وَانْقُضْ مَا أَبْرَمَ اَللّٰهُمَّ وَاهْزِمْ جُنْدَهُ وَأَبْطِلْ كَيْدَهُ وَاهْدِمْ كَهْفَهُ وَأَرْغِمْ أَنْفَهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا فِيْ نَظْمِ أَعْدَائِهِ وَاعْزِلْنَا عَنْ عِدَادِ أَوْلِيَائِهِ لَا نُطِيْعُ لَهُ إِذَا اسْتَهْوَانَا وَلَا نَسْتَجِيْبُ لَهُ إِذَا دَعَانَا نَأْمُرُ بِمُنَاوَاتِهِ مَنْ أَطَاعَ أَمْرَنَا وَنَعِظُ عَنْ مُتَابَعَتِهِ مَنِ اتَّبَعَ زَجْرَنَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَأَعِذْنَا وَأَهَالِيَنَا وَإِخْوَانَنَا وَجَمِيْعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مِمَّا اسْتَعَذْنَا مِنْهُ وَأَجِرْنَا مِمَّا اسْتَجَرْنَا بِكَ مِنْ خَوْفِهِ وَاسْمَعْ لَنَا مَا دَعَوْنَا بِهِ وَأَعْطِنَا مَا أَغْفَلْنَاهُ وَاحْفَظْ لَنَا مَا نَسِيْنَاهُ وَصَيِّرْنَا بِذٰلِكَ فِيْ دَرَجَاتِ الصَّالِحِيْنَ وَمَرَاتِبِ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰمِيْنَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

❊ ❊ ❊

اور دوئی کے تصور کے بغیر تجھے یکتا سمجھیں اور حقیقتِ عبودیت کی روشنی میں تیری خاطر اسے دشمن رکھیں اور الٰہی علوم کے سیکھنے میں اس کے برخلاف تجھ سے مدد چاہیں۔ اے اللہ! جو گرہ وہ لگائے اسے کھول دے، جسے جوڑے اُسے توڑ دے، اور جو تدبیر کرے اُسے ناکام بنا دے، اور جب کوئی ارادہ کرے اُسے روک دے اور جسے فراہم کرے اسے درہم برہم کر دے۔ خدایا! اس کے لشکر کو شکست دے، اس کے مکر و فریب کو ملیامیٹ کر دے، اس کی پناہ گاہ کو ڈھا دے اور اس کی ناک رگڑ دے۔ اے اللہ! ہمیں اس کے دشمنوں میں شامل کر اور اس کے دوستوں میں شمار ہونے سے علیحدہ کر دے تاکہ وہ ہمیں بہکائے تو اس کی اطاعت نہ کریں اور جب ہمیں پکارے تو اس کی آواز پر لبیک نہ کہیں اور جو ہمارا حکم مانے ہم اُسے اس سے دشمنی رکھنے کا حکم دیں اور جو ہمارے روکنے سے باز آئے اُسے اس کی پیروی سے منع کریں۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ پر جو تمام نبیوں کے خاتم اور سب رسولوں کے سرتاج ہیں اور اُن کے اہل بیتؑ پر جو طیب و طاہر ہیں اور ہمارے عزیزوں، بھائیوں اور تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اس چیز سے پناہ میں رکھ جس سے ہم نے پناہ مانگی ہے اور جس چیز سے خوف کھاتے ہوئے ہم نے تجھ سے امان چاہی ہے اس سے امان دے اور جو درخواست کی ہے اسے منظور فرما اور جس کے طلب کرنے میں غفلت ہو گئی ہے اسے مرحمت فرما اور جسے بھول گئے ہیں اسے ہمارے لئے محفوظ رکھ اور اس وسیلہ سے ہمیں نیکوکاروں کے درجوں اور اہل ایمان کے مرتبوں تک پہنچا دے۔ ہماری دعا قبول فرما۔ اے تمام جہان کے پروردگار۔

وُہ محرکاتِ شر جو انسان پر ہر طرف سے ہجوم کئے ہوتے ہیں۔ ان میں وہ خطرات و وساوس بھی شامل ہیں، جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے اور اُسے متاثر کرتے ہیں۔ فلاسفہ کے نزدیک یہ خیالاتِ فاسدہ قوتِ واہمہ کے تسلط کا نتیجہ ہیں جو انسانی حسیات کو متاثر کرتی اور عقل کے تقاضوں سے متصادم رہتی ہے اور بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جسم سے الگ ہوتے والی روحوں میں جو اچھی روحیں ہوتی ہیں وہ نیکو کارانہ زندگی کا راستہ ہموار کرتی اور حق و صداقت کی راہ کا سالک بناتی ہیں۔ اور جو بُری ہوتی ہیں وُہ بُرائیوں کی طرف لے چلتی ہیں اور گناہوں پر اُبھارتی ہیں۔ ان اچھی روحوں کو وُہ جنات سے اور بُری روحوں کو شیاطین سے تعبیر کرتے ہیں اور خیالاتِ فاسدہ کو انہی ارواحِ خبیثہ کی تحریک کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ مگر اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ بُرے افکار و تخیلات چاہے وُہ کسی عمل بد کے محرک ہوں یا صرف خیالات تک محدود ہوں ایک ناری مخلوق کی وسوسہ انگیزی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو حسد و خود پسندی کی وجہ سے مردودِ بارگاہ قرار پائی اور ایک معینہ عرصہ تک ضلالت و معصیت کی طرف دعوت دیتی رہے گی۔ اُسے شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اچھے خیالات و جذبات خواہ وہ کسی عمل خیر کا پیش خیمہ ہوں یا صرف خیالات تک محدود ہوں۔ فیضانِ الٰہی کا کرشمہ ہیں جسے القا و الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

فی القلب لمتان لمتہ من الملک ایعاد بالخیر و تصدیق بالحق ولمۃ من الشیطٰن ایعاد بالشر و تکذیب بالحق۔	انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات و افکار وارد ہوتے ہیں۔ ایک ملک کی جانب سے اور وُہ دل میں نیکی کا ارادہ اور حق کی تصدیق کا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور دوسرے شیطان کی طرف سے۔ اور وُہ گناہ اور شر اور حق کی تکذیب پر آمادہ کرتے ہیں"

اور انسان کا دل ان دونوں قسم کے خیالات کی آماجگاہ ہے اور دونوں کی یکساں صلاحیت رکھتا ہے۔ البتہ کبھی بداعمالیوں میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے توفیق سلب کر لی جاتی ہے اور نورِ ہدایت سے محروم ہو کر تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اور کبھی خوش اطواریوں کے نتیجہ میں توفیقات بڑھ جاتے ہیں اور شیطان کی فریب کاریوں کے بندھن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ ان اچھی اور بُری تحریکات کے اثرات اس کے اقوال و اعمال اور حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں تک ان اچھے اور بُرے کاموں کا تعلق ہے وُہ اسی کے حسنِ اختیار و سوءِ اختیار کا نتیجہ ہیں۔ نہ توفیق بہ جبر اسے نیکی کی طرف لاتی ہے اور نہ وسوسہ بہ جبر اُسے بُرائی کی جانب لاتا ہے کہ اُسے مجبور و معذور قرار دے لیا جائے۔ کیونکہ انسانی افعال و اعمال کی نوعیت یہ ہے کہ وُہ ایک طبعی ترتیب سے وابستہ ہیں اس طرح کہ پہلے کسی چیز میں لذت و منفعت کا تصور پیدا ہوتا ہے اس تصور کا نام داعی ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان اس کے حصول کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس میلان کا نام ارادہ ہے۔ پھر قدرت و اختیار کے زیرِ اثر اعضا میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وُہ فعل ظہور میں آتا ہے۔ جس سے اس شے کا حصول وابستہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی چیز

میں لذت و منفعت کا تصور ہوگا تو اس کی طرف میلان کا ہونا ایک لازمی و طبعی امر ہے، اور اگر کوئی مانع نہ ہو تو ارادہ و قدرت کے اجتماع سے فعل کا ظہور بھی ضروری ہے۔ لہٰذا ان میں سے کسی ایک میں بھی شیطان کا عمل دخل نہیں مانا جاسکتا۔ اب صرف یہ ایک صورت رہ جاتی ہے کہ جس چیز میں لذت و منفعت کا تصور پیدا ہوا ہے وہ شیطان کے بہکانے کا نتیجہ ہو۔ چنانچہ یہی وُہ محل ہے جہاں وہ اپنے فریبوں اور حیلوں سے کام لیتا ہے اور زہر ہلاہل کو شہد و شکر کہہ کر پیش کرتا ہے اور اس کے بعد کے مراحل اس کے ارادہ و اختیار سے وابستہ ہیں اس لئے اُسے معذور نہیں قرار دیا جا سکتا کہ یہ کہہ کر چھوٹ جائے کہ شیطان کے بہکانے میں آگیا۔ کیونکہ ایک طرف عقل کا چراغ روشن ہے، اور دوسری طرف آسمانی تعلیم ہدایت کے لئے موجود ہے۔ اب وہ ان دونوں کے ستر راہ ہونے کے باوجود برائی کی طرف قدم اٹھاتا اور حصولِ لذت کی دُھن میں عواقب و نتائج سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اس ہلاکت آفرینی کی ذمہ داری اسی پر عائد ہو گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں شیطان کی زبانی وارد ہوا ہے:۔

ما كان لى عليكم من سلطان الا ان دعونكم فاستجبتم لى۔	مجھے تم پر کوئی تسلط نہ تھا سوا اس کے کہ مَیں نے تمہیں پکارا تو تم نے میری آواز پر لبیک کہی ؏

ان شیطانی تحریصات و ترغیبات کا سلسلہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ پہلے وہ انسان کے دل میں فاسد خیالات کے لئے راہ پیدا کرتا ہے اور جب انسان کا دل و دماغ ان فاسد خیالات کو بغیر روک ٹوک کے قبول کر لیتا ہے۔ تو اس کے تحت الشعور میں لذت اندوزی کی خواہش بیدار ہوتی ہے۔ مگر اخلاقی قوانین، شرعی احکام اور ماحول کے تاثرات اسے گناہ کی جرأت نہیں ہونے دیتے۔ اس موقع پر وُہ انسان کی خواہش پرست طبیعت کو گناہ صغیرہ کی طرف مائل کرتا ہے اس طرح کہ ایک طرف اس گناہ کی اہمیت کو کم کر کے دکھاتا ہے اور دوسری طرف اس کی ہمت و جرأت بڑھاتا ہے اور جب گناہ کی خواہش اُسے گناہ صغیرہ کی منزل میں لاکھڑا کرتی ہے تو پھر وُہ گناہ کبیرہ کی دعوت دیتا ہے اور جب وہ اس کے ارتکاب سے ہچکچاتا اور پاداش عمل سے ڈرتا ہے تو یہ ڈھارس دیتا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب چاہو توبہ کر سکتے ہو۔ اور جب وہ توبہ کے سہارے پر گناہ کر لیتا ہے تو پھر دوبارہ یہ کہہ کر اُکساتا ہے کہ جہاں ایک دفعہ گناہ کیا ہے وہاں ایک دفعہ اور سہی اور دونوں سے ایک دفعہ توبہ ہو جائے گی۔ اور جب دوسری دفعہ ارتکاب گناہ کے بعد توبہ کا قصد کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے ایک آدھ مرتبہ اور سہی پھر توبہ کر لینا؛ یہاں تک کہ گناہ کی عادت اس حد تک پختہ ہو جاتی ہے کہ گناہ سے دست بردار ہونا مشکل ہو جاتا ہے اور بھولے سے بھی توبہ کا خیال نہیں آتا۔ اور جس طرح وہ ناسور جس کا شروع شروع میں علاج نہ کیا جائے۔ اپنے زہریلے اثرات تمام جسم میں پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح گناہ کے مسموم اثرات رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں اور گناہ کا احساس تک باقی نہیں رہتا اور وہ بے جھجک گناہوں میں پھاندتا، گمراہیوں میں بھٹکتا اور اپنی سرمستیوں میں کھویا رہتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

زين لهم الشيطان اعمالهم فصدهم	شیطان نے ان کے لئے ان کے کاموں کو سجا دیا چنانچہ

عن السبیل فہم لا یہتدون۔ — وہ سیدھے راستہ سے بے راہ ہوگئے۔"

یوں ہی کسی عملِ خیر سے روکنا چاہتا ہے تو پہلے سہل انگاری کی طرف لاتا ہے پھر غفلت کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ صبح کے وقت جب فطرت کی مسرت آمیز تر و تازگی ہر چیز میں دوڑتی ہے اور فضا تکبیر کی صداؤں سے گونج اٹھتی ہے تو وہ بستر پر کروٹیں بدلنے والے کو تھپکیاں دے کر سلاتا ہے کہ ابھی وقت بہت ہے کچھ دیر اور آرام کرلو۔ یہاں تک کہ جب وقت تنگ رہ جاتا ہے تو وہ کسمساتا اور آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے اور بمشکل صبح کا دوگانہ ادا کر پاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ ہوتا ہے کہ وقت گذر جاتا ہے اور اُسے بستر سے اٹھنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ اور جب سورج نکلنے کے بعد بستر سے اٹھتا ہے تو نماز قضا کر کے پڑھتا ہے۔ پھر اُس میں بھی سستی ہونے لگتی ہے اور ظہر کی نماز کے ساتھ نماز صبح قضا کر کے پڑھی جاتی ہے۔ اور جب ظہر و عصر کی نماز بھی قریب غروب پڑھی جاتی ہے تو صبح کی نماز کو کل پر ٹال دیا جاتا ہے یہاں تک کہ صبح کی نماز کی یہ صورت ہو جاتی ہے کہ کبھی قضا پڑھ لی اور کبھی چھوڑ دی اب اس سہل انگاری کا اثر دوسری نمازوں پر بھی پڑنا شروع ہوا۔ اس طرح کہ دوست و احباب کی باتوں میں لگے رہے اور وقت کھو دیا۔ کچھ طبیعت میں اضمحلال محسوس کیا اور نماز چھوڑ دی۔ رفتہ رفتہ ناغوں میں اضافہ ہونے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف عید و بقرعید کی نماز رہ گئی اور باقی ختم۔ اور وہ بھی اس لئے کہ ذرا عید گاہ کی چہل پہل دیکھ لیں۔ اور اعزہ و احباب سے ملاقات ہو جائے۔

اسی طرح جب مالی عبادات سے روکنا چاہتا ہے تو یہ فریب دیتا ہے کہ فی الحال خمس و زکوٰۃ وغیرہ کو اپنے ذمہ کرلو جب فلاں مد کا روپیہ آئے گا تو ادا کر دینا اور اس وقت ادا کرنے سے کاروبار پر بُرا اثر پڑے گا اور اسلام یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی اقتصادی حالت کو خراب ہونے دو۔ اگرچہ فقرا و مساکین موجود ہیں مگر ان کا انحصار ہم ہی پر تو نہیں ہے انہیں کہیں اور سے مل جائے گا۔ اور پھر ان محتاجوں اور فقیروں کو دینے سے خود بھی تو محتاج ہونے کا اندیشہ ہے لہذا ان میں سے اگر ایک محتاج کم ہوگا تو اس کی جگہ دوسرا آجائے گا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء۔ — شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور بُرے کاموں کا حکم دیتا ہے۔"

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حالات کے سازگار ہونے کا منتظر ہوتا ہے اور وہ کبھی سازگار ہوتے ہی نہیں کہ وہ صدقاتِ واجبہ اور مالی عبادات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ بہر حال شیطان کی پُر فریب و عشرت انگیز دعوت کے مقابلہ میں گناہ کی آلودگیوں سے حفاظت کرنا مشکل ہے اور اس کے حیل و وساوس سے ایک عام انسان بچ کر نہیں رہ سکتا۔ مگر وہ نفوسِ قدسیہ جو جوہرِ عصمت سے آراستہ اور ملکوتی صفات کے حامل ہوتے ہیں وہ کسی مرحلہ پر اُس کے فریب میں نہیں آتے اور نہ اس کا کوئی حربہ اُن پر چل سکتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ میرے خاص بندوں پر تجھے غلبہ و تسلط حاصل نہیں۔" اور شیطان نے بھی "الا عبادک منہم المخلصین۔ مگر تیرے مخلص بندے" کہہ کر ان کے مقابلہ میں اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔ مگر پھر بھی انہیں قدرت نے شیطان سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا:۔ واذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو۔" یہ استعاذہ دُعا ہی کی ایک قسم ہے۔ اور جس طرح بعض امور دُعا سے وابستہ ہیں۔ اسی طرح شیطانی حربوں سے حفاظت کا ایک ذریعہ استعاذہ بھی ہے اور انبیاء و آئمہ کے استعاذہ کا مقصد دوسروں کو تعلیم دینا بھی ہوتا ہے کہ جب وہ اس کے فریب سے مامون اور اس کے تسلط سے آزاد ہونے کے باوجود پناہ مانگتے ہیں تو جو اس کی زد پر ہیں اور بآسانی اس کے قابو میں آجاتے ہیں، وہ کس طرح استعاذہ سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ اس دُعا میں استعاذہ کے علاوہ اس کے وسوسوں کو مضمحل کرنے کے لئے دو چیزوں کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ ایک محبتِ الٰہی اور دوسرے بندگی و عبادت۔ کیونکہ جب دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہوگا تو اس کے دشمن کی فریب کاریاں بہکا نہ سکیں گی۔ اور جب عبادت میں انہماک ہوگا تو نفس میں عجز و تذلل کی کیفیت پیدا ہوگی اور یہ کیفیت شیطانی وساوس سے سدِ راہ ہو جاتی ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا دُفِعَ عَنْهُ مَا يَحْذَرُ أَوْ عُجِّلَ لَهٗ مَطْلَبُهٗ

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حُسْنِ قَضَائِكَ وَبِمَا صَرَفْتَ عَنِّيْ مِنْ بَلَائِكَ فَلَا تَجْعَلْ حَظِّيْ مِنْ رَحْمَتِكَ مَا عَجَّلْتَ لِيْ مِنْ عَافِيَتِكَ فَاَكُوْنَ قَدْ شَقِيْتُ بِمَا اَحْبَبْتُ وَسَعِدَ غَيْرِيْ بِمَا كَرِهْتُ وَاِنْ يَّكُنْ مَا ظَلِلْتُ فِيْهِ اَوْ بِتُّ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الْعَافِيَةِ بَيْنَ يَدَيْ بَلَاءٍ لَا يَنْقَطِعُ وَوِزْرٍ لَا يَرْتَفِعُ فَقَدِّمْ لِيْ مَا اَخَّرْتَ وَاَخِّرْ عَنِّيْ مَا قَدَّمْتَ فَغَيْرُ كَثِيْرٍ مَا عَاقِبَتُهُ الْفَنَاءُ وَغَيْرُ قَلِيْلٍ مَا عَاقِبَتُهُ الْبَقَاءُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ۔

جب کوئی مصیبت برطرف ہوتی یا کوئی حاجت پوری ہوتی تو یہ دُعا پڑھتے

اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے تیرے بہترین فیصلہ پر اور اس بات پر کہ تو نے بلاؤں کا رُخ مجھ سے موڑ دیا۔ تو میرا حصہ اپنی رحمت میں سے صرف اس دنیوی تندرستی میں منحصر نہ کر دے کہ میں اپنی اس پسندیدہ چیز کی وجہ سے (آخرت کی) سعادتوں سے محروم رہوں اور دوسرا میری ناپسندیدہ چیز کی وجہ سے خوش بختی و سعادت حاصل کر لے جائے۔ اور اگر یہ تندرستی کہ جس میں دن گزارا ہے یا رات بسر کی ہے۔ کسی لازوال مصیبت کا پیش خیمہ اور کسی دائمی وبال کی تمہید بن جائے تو جس (زحمت و اندوہ) کو تو نے مؤخر کیا ہے۔ اسے مقدم کر دے اور جس (صحت و عافیت) کو مقدم کیا اُسے مؤخر کر دے کیونکہ جس چیز کا نتیجہ فنا ہو وہ زیادہ نہیں اور جس کا انجام بقا ہو وہ کم نہیں۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔

دنیا کے مصائب و آلام ابدی عیش و آرام کا پیشِ خیمہ ہیں اس لئے خداوند عالم اپنے مخصوص بندوں کو رنج و زحمت میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ ما احب اللّٰہ قوماً الا ابتلاھم "خدا جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے انہیں مصیبت و بلا میں جکڑ لیتا ہے" اور جس کا مرتبہ جتنا بلند ہوتا ہے اسی قدر اسے رنج و محن سے سابقہ پڑتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الاوصیاء ثم الاماثل فالاماثل۔ سب سے زیادہ مصیبت میں انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر اوصیاء پھر علی الترتیب دوسرے برگزیدگانِ خدا۔ اور اس مصیبت کے لحاظ سے ان کے اجر و ثواب میں اضافہ اور ان کے درجات میں بلندی ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ ان عظیم البلاء یکافی بہ عظیم الجزاء فاذا احب اللّٰہ عبداً ابتلاہ بعظیم البلاء۔ بڑی مصیبت کی جزا بھی بڑی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اپنی محبت کا مرکز بناتا ہے تو اسے سختیوں سے آزماتا ہے۔ چنانچہ خاصانِ خدا بڑی سے بڑی مصیبتوں میں ڈالے گئے، طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوئے مگر محبت و رضا کے جذبۂ بے پایاں کے زیرِ اثر رنج و مصیبت کے کڑوے گھونٹ خوشی سے پیتے رہے۔ نہ ان کے چہروں پر کڑواہٹ کھلی نہ اُن کی پیشانیوں پر بل آئے اور نہ زبان شکوہ و شکایت سے آلودہ ہوئی۔ بلکہ مصیبت کے پھندوں سے رہائی نصیب ہوتی یا کسی مرض سے شفا حاصل ہوتی تو جہاں اُن کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوتا تھا وہاں یہ اندیشہ بھی دامن گیر ہوتا تھا کہ کہیں یہ آسائش و عافیت آخرت کی کسی کامرانی اور عقبیٰ کی کسی سعادت سے محرومی کا باعث نہ بن جائے۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس دعا میں ایک طرف صحت و عافیت کے حصول اور ابتلاء و مصیبت سے رہائی پر شکریہ ادا کرتے ہیں تو دوسری طرف یہ اندیشہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اگر عافیت کا دور طویل ہو جائے۔ تو یہ کہیں صبر و ضبط کے ثواب سے محرومی کا باعث نہ بن جائے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا کے کسی آرام و راحت کا اثر آخرت کی زندگی پر نہ پڑے۔ اور اگر پڑتا ہے تو پھر وہاں کی تکلیف کے بجائے دنیا ہی میں مجھ پر تکلیف ڈال دی جائے۔ کیونکہ دنیا کی تکلیفیں خواہ کتنی شدید ہوں انہیں جھیلا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ انہیں ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہے۔ اور آخرت کی تکلیفوں اور صعوبتوں کو برداشت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کا سلسلہ خدا جانے کہاں پر ختم ہونے والا ہے۔ لہٰذا یہ صحت و تندرستی اور آسائش و راحت جو دنیا میں مجھے نصیب ہوئی ہے اس پر اسی صورت میں خوش ہوں کہ یہ مصیبتوں پر اجر و ثواب اور آخرت کی سعادت و کامرانی سے محرومی کا سبب نہ بنے۔

دُعَاؤُهٗ عِنْدَ الْاِسْتِسْقَاءِ

قحط سالی کے موقعہ پر طلب باراں کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِغَيْثِكَ الْمُغْدِقِ مِنَ

بارِ الٰہا! ابرِ باراں سے ہمیں سیراب فرما اور ان ابروں کے ذریعہ ہم پر دامنِ رحمت پھیلا جو موسلا دھار بارشوں

السَّحَابِ الْمُنْسَاقِ لِنَبَاتِ اَرْضِكَ الْمُونِقِ فِي جَمِيعِ الْآفَاقِ وَامْنُنْ عَلَى عِبَادِكَ بِاِيْنَاعِ الثَّمَرَةِ وَاَحْيِ بِلَادَكَ بِبُلُوغِ الزَّهَرَةِ وَاَشْهِدْ مَلَائِكَتَكَ الْكِرَامَ السَّفَرَةَ بِسَقْيٍ مِنْكَ نَافِعٍ دَائِمٍ غُزْرُهُ وَاسِعٍ دِرَرُهُ وَابِلٍ سَرِيعٍ عَاجِلٍ تُحْيِي بِهِ مَا قَدْ مَاتَ وَتَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ فَاتَ وَتُخْرِجُ بِهِ مَا هُوَ آتٍ وَتُوَسِّعُ بِهِ فِي الْاَقْوَاتِ سَحَابًا مُتَرَاكِمًا هَنِيئًا مَرِيئًا طَبَقًا مُجَلْجَلًا غَيْرَ مُلِثٍّ وَدْقُهُ وَلَا خُلَّبٍ بَرْقُهُ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيعًا مُمْرِعًا عَرِيضًا وَاسِعًا غَزِيرًا تَرُدُّ بِهِ النَّهِيضَ وَتَجْبُرُ بِهِ الْمَهِيضَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا سَقْيًا تُسِيلُ مِنْهُ الظِّرَابَ وَتَمْلَاُ مِنْهُ الْجِبَابَ وَتُفَجِّرُ بِهِ الْاَنْهَارَ وَتُنْبِتُ بِهِ الْاَشْجَارَ وَتُرْخِصُ بِهِ الْاَسْعَارَ فِي جَمِيعِ الْاَمْصَارِ وَتَنْعَشُ بِهِ الْبَهَائِمَ وَالْخَلْقَ وَتُكْمِلُ لَنَا بِهِ طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ وَتُنْبِتُ لَنَا بِهِ الزَّرْعَ وَتُدِرُّ بِهِ الضَّرْعَ وَتَزِيدُنَا بِهِ قُوَّةً اِلَى قُوَّتِنَا اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ ظِلَّهُ عَلَيْنَا سَمُومًا وَلَا تَجْعَلْ بَرْدَهُ

کے ساتھ زمین کے سبزۂ خوش رنگ کی روئیدگی کا سرو سامان لئے ہوئے اطرافِ عالم میں روانہ کئے جاتے ہیں اور پھلوں کے پختہ ہونے سے اپنے بندوں پر احسان فرما اور شگوفوں کے کھلنے سے اپنے شہروں کو زندگی نو بخش اور اپنے معزز و باوقار فرشتوں اور سفیروں کو ایسی نفع رساں بارش پر آمادہ کر جس کی فراوانی دائم اور روانی ہمہ گیر ہو۔ اور بڑی بوندوں والی تیزی سے آنے والی اور جلد برسنے والی ہو۔ جس سے تو مردہ چیزوں میں زندگی دوڑا دے۔ گزری ہوئی بہاریں پلٹا دے اور جو چیزیں آنے والی ہیں انہیں نمودار کر دے اور سامانِ معیشت میں وسعت پیدا کر دے ایسا ابر چھائے جو تہہ بہ تہہ، خوش آئند و خوشگوار زمین پر محیط اور گھن گرج والا ہو اور اس کی بارش لگاتار نہ برسے (کہ کھیتوں اور مکانوں کو نقصان پہنچے) اور نہ اس کی بجلی دھوکا دینے والی ہو (کہ چمکے، گرجے اور برسے نہیں) بارِ الٰہا! ہمیں اس بارش سے سیراب کر جو خشک سالی کو دور کرنے والی (زمین سے) سبزہ اگانے والی (دشت و صحرا کو) سرسبز کرنے والی، بڑے پھیلاؤ اور بڑھاؤ اور اتھاہ گہراؤ والی ہو جس سے تو مرجھائی ہوئی گھاس کی رونق پلٹا دے اور سوکھے سڑے سبزے میں جان پیدا کر دے۔ خدایا! ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جس سے تو ٹیلوں پر سے پانی کے دھارے بہا دے، کنوئیں چھلکا دے، نہریں جاری کر دے، درختوں کو تر و تازہ و شاداب کر دے، شہروں میں نرخوں کی ارزانی کر دے، چوپاؤں اور انسانوں میں نئی روح پھونک دے، پاکیزہ روزی کا سرو سامان ہمارے لئے مکمل کر دے۔ کھیتوں کو سرسبز و شاداب کر دے اور

عَلَيْنَا حُسُوْمًا وَّلَا تَجْعَلْ صَوْبَهٗ عَلَيْنَا رُجُوْمًا وَّلَا تَجْعَلْ مَآئَهٗ عَلَيْنَا اُجَاجًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْزُقْنَا مِنْ بَرَکَاتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

چوپایوں کے تھنوں کو دودھ سے بھر دے اور اس کے ذریعہ ہماری قوت و طاقت میں مزید قوت کا اضافہ کرے بارِ الٰہا! اس ابر کی سایہ افگنی کو ہمارے لئے جھلسا دینے والا لُو کا جھونکا اس کی خنکی کو نحوست کا سرچشمہ اور اس کے برسنے کو عذاب کا پیش خیمہ اور اس کے پانی کو (ہمارے کام و دہن کے لئے) شور قرار دینا۔ بارِ الٰہا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آل پر اور ہمیں آسمان و زمین کی برکتوں سے بہرہ مند کر اس لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

جب بارش کے رُک جانے سے خشک سالی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو اس سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں زمین پر تشنگی و بے آبی کی وجہ سے خاک اڑتی ہے اور سیرابی کے نہ ہونے سے مُردہ ہو جاتی ہے۔ ہرے بھرے کھیت مُرجھا کر رہ جاتے ہیں۔ حیوان بوکھلائے ہُوئے پریشان حال پھرتے ہیں۔ کسان حسرت بھری نظروں سے آسمان کو دیکھتا اور مایوسی سے سر جھکا لیتا ہے۔ غرض ہر چہرہ قحط زدگی سے اُداس اُداس نظر آتا ہے۔ اُس موقع پر گناہوں سے توبہ و استغفار کرنا، اللہ سے لَو لگانا اور اس سے بارش کی دُعا مانگنا چاہیئے کہ یہی اس کا حل ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ نماز کے بعد دُعا مانگے کہ وُہ جلد مستجاب ہوتی ہے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ نماز استسقاء کی صورت میں دُعا کرے۔ نمازِ استسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن خطیب یہ اعلان کرے کہ لوگ اپنے اخلاق و اطوار شائستہ بنائیں۔ توبہ و استغفار کریں۔ حقوق سے سبکدوش ہوں اور کل سے تین روزے مسلسل رکھیں اور تیسرے دن عجز و انکسار کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے ہوئے صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوں اس طرح کہ جوتے اُتار کر ہاتھوں میں اٹھا لیں۔ بچے، بوڑھے، بوڑھی عورتیں اور چوپائے بھی ساتھ ہوں اور بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیا جائے اور صحرا میں پہنچ کر مؤذن تین مرتبہ الصّلوٰۃ پکارے۔ اور امام دو رکعت نماز استسقاء کی نیت کرے اور حمد و سورۃ بلند آواز سے پڑھے۔ سورۃ ختم کرنے کے بعد پانچ مرتبہ تکبیر کہے۔ اور ہر تکبیر کے بعد قنوت کے لئے ہاتھ اٹھائے اور یہ دُعا پڑھے:۔

اللّٰھُمَّ اسق عبادك وامائك وبھائمك وانشر رحمتك واحی بلدك المیّت۔

بارِ الٰہا! تو اپنے بندوں، کنیزوں اور چوپایوں کو سیراب فرما اور اپنے دامنِ رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مُردہ شہروں میں پھر سے زندگی پیدا کر دے۔

پھر چھٹی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور دونوں سجدوں کے بعد دوسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور حمد و سورۃ

کے بعد چار مرتبہ تکبیر کہے اور ہر تکبیر کے بعد یہی دُعائے قنوت پڑھے اور پانچویں تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور سجود اور تشہد کے بعد نماز ختم کرے اور ختم نماز کے بعد منبر پر جائے اور عبا کا دایاں حصّہ بائیں طرف اور بایاں حصّہ دائیں طرف کرے۔ عبا کو اس طرح الٹنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ خداوند عالم اسی طرح موسم میں تبدیلی کر دے سکتا۔ اور خشک سالی کو شادابی و سیرابی سے بدل سکتا ہے۔ پھر دو خطبے پڑھے اور خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رُخ ہو کر سو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر دائیں طرف رُخ کرے اور سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے۔ پھر بائیں طرف رُخ کرے اور سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہے۔ پھر لوگوں کی طرف مُنہ کرکے سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔ اور دوسرے لوگ بھی ان کلمات کو ساتھ ساتھ دہراتے جائیں۔ یہ نماز طلوعِ آفتاب سے لے کر زوالِ آفتاب تک پڑھی جا سکتی ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَمَرْضِيِّ الْاَفْعَالِ

پسندیدہ اخلاق و شائستہ کردار کے سلسلہ میں حضرت کی دُعا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ بَلِّغْ بِاِيْمَانِيْ اَكْمَلَ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْ يَقِيْنِيْ اَفْضَلَ الْيَقِيْنِ وَانْتَهِ بِنِيَّتِيْ اِلٰى اَحْسَنِ النِّيَّاتِ وَبِعَمَلِيْ اِلٰى اَحْسَنِ الْاَعْمَالِ اَللّٰهُمَّ وَفِّرْ بِلُطْفِكَ نِيَّتِيْ وَصَحِّحْ بِمَا عِنْدَكَ يَقِيْنِيْ وَاسْتَصْلِحْ بِقُدْرَتِكَ مَا فَسَدَ مِنِّيْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاكْفِنِيْ مَا يَشْغَلُنِي الْاِهْتِمَامُ بِهٖ وَ اسْتَعْمِلْنِيْ بِمَا تَسْئَلُنِيْ غَدًا عَنْهُ وَاسْتَفْرِغْ اَيَّامِيْ فِيْمَا خَلَقْتَنِيْ لَهٗ وَاَغْنِنِيْ وَاَوْسِعْ عَلَيَّ فِيْ رِزْقِكَ وَلَا تَفْتِنِّيْ بِالنَّظَرِ وَاَعِزَّنِيْ وَلَا تَبْتَلِيَنِّيْ بِالْكِبْرِ

بارالہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے ایمان کو کامل ترین ایمان کی حد تک پہنچا دے اور میرے یقین کو بہترین یقین قرار دے اور میری نیت کو پسندیدہ ترین نیت اور میرے اعمال کو بہترین اعمال کے پایہ تک بلند کر دے۔ خداوندا! اپنے لطف سے میری نیت کو خالص و بے ریا اور اپنی رحمت سے میرے یقین کو استوار اور اپنی قدرت سے میری خرابیوں کی اصلاح کر دے۔ بارالہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اُن مصروفیتوں سے جو عبادت میں مانع ہیں بے نیاز کر دے اور انہی چیزوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے جن کے بارے میں مجھ سے کل کے دن سوال کرے گا، اور میرے ایام زندگی کو غرض خلقت کی انجام دہی کے لئے مخصوص کر دے۔ اور مجھے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے اور میرے رزق میں کشائش و وسعت عطا فرما۔ احتیاج و دست نگری

وَعَبِّدْنِي لَكَ وَلَا تُفْسِدْ عِبَادَتِي
بِالْعُجْبِ وَأَجْرِ لِلنَّاسِ عَلَى
يَدَيَّ الْخَيْرَ وَلَا تَمْحَقْهُ بِالْمَنِّ وَ
هَبْ لِي مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ وَاعْصِمْنِي
مِنَ الْفَخْرِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَآلِهِ وَلَا تَرْفَعْنِي فِي النَّاسِ
دَرَجَةً إِلَّا حَطَطْتَنِي عِنْدَ نَفْسِي
مِثْلَهَا وَلَا تُحْدِثْ لِي عِزًّا ظَاهِرًا
إِلَّا أَحْدَثْتَ لِي ذِلَّةً بَاطِنَةً عِنْدَ
نَفْسِي بِقَدَرِهَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمَتِّعْنِي
بِهُدًى صَالِحٍ لَا أَسْتَبْدِلُ بِهِ
وَطَرِيقَةِ حَقٍّ لَا أَزِيغُ عَنْهَا وَنِيَّةِ
رُشْدٍ لَا أَشُكُّ فِيهَا وَعَمِّرْنِي مَا
كَانَ عُمُرِي بِذْلَةً فِي طَاعَتِكَ
فَإِذَا كَانَ عُمُرِي مَرْتَعًا لِلشَّيْطٰنِ
فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ قَبْلَ أَنْ يَسْبِقَ
مَقْتُكَ إِلَيَّ أَوْ يَسْتَحْكِمَ غَضَبُكَ
عَلَيَّ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ خَصْلَةً
تُعَابُ مِنِّي إِلَّا أَصْلَحْتَهَا وَلَا
عَائِبَةً أُؤَنَّبُ بِهَا إِلَّا حَسَّنْتَهَا
وَلَا أُكْرُومَةً فِيَّ نَاقِصَةً إِلَّا
أَتْمَمْتَهَا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَبْدِلْنِي مِنْ
بِغْضَةِ أَهْلِ الشَّنَآنِ الْمَحَبَّةَ وَ
مِنْ حَسَدِ أَهْلِ الْبَغْيِ الْمَوَدَّةَ
وَمِنْ ظِنَّةِ أَهْلِ الصَّلَاحِ الثِّقَةَ

میں مبتلا نہ کر۔ عزت و توقیر دے، کبر و غرور سے دوچار
نہ ہونے دے۔ میرے نفس کو بندگی و عبادت کے
لئے رام کر اور خود پسندی سے میری عبادت کو فاسد
نہ ہونے دے اور میرے ہاتھوں سے لوگوں کو فیض
پہنچا اور اُسے احسان جتانے سے رائیگاں نہ ہونے
دے۔ مجھے بلند پایہ اخلاق مرحمت فرما اور غرور اور
تفاخر سے محفوظ رکھ۔ بارِ الٰہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما اور لوگوں میں میرا درجہ جتنا بلند
کرے اتنا ہی مجھے خود اپنی نظروں میں پست کر دے
اور جتنی ظاہری عزت مجھے دے اتنا ہی میرے
نفس میں باطنی بے وقعتی کا احساس پیدا کر دے۔
بارِ الٰہا! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور
مجھے ایسی نیک ہدایت سے بہرہ مند فرما کہ جسے
دوسری چیز سے تبدیل نہ کروں اور ایسے صحیح راستہ
پر لگا جس سے کبھی منہ نہ موڑوں، اور ایسی پختہ نیت
دے جس میں ذرا شبہ نہ کروں اور جب تک
میری زندگی تیری اطاعت و فرمانبرداری کے کام
آئے مجھے زندہ رکھ اور جب وہ شیطان کی چراگاہ
بن جائے تو اس سے پہلے کہ تیری ناراضگی سے
سابقہ پڑے یا تیرا غضب مجھ پر یقینی ہو جائے
مجھے اپنی طرف اُٹھا لے۔ اے معبود! کوئی ایسی
خصلت جو میرے لئے معیوب سمجھی جاتی ہو اس کی
اصلاح کئے بغیر نہ چھوڑ اور کوئی ایسی بُری عادت
جس پر میری سرزنش کی جا سکے۔ اُسے درست کئے
بغیر نہ رہنے دے اور جو پاکیزہ خصلت ابھی مجھ میں
ناتمام ہو اُسے تکمیل تک پہنچا دے۔ اے اللہ! رحمت
نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری نسبت کینہ ور

وَمِنْ عَدَاوَةِ الْأَدْنَيْنَ الْوَلَايَةَ
وَمِنْ عُقُوقِ ذَوِي الْأَرْحَامِ الْمَبَرَّةَ
وَمِنْ خِذْلَانِ الْأَقْرَبِينَ النُّصْرَةَ
وَمِنْ حُبِّ الْمُدَارِينَ تَصْحِيحَ
الْمِقَةِ وَمِنْ رَدِّ الْمُلَابِسِينَ
كَرَمَ الْعِشْرَةِ وَمِنْ مَرَارَةِ خَوْفِ
الظَّالِمِينَ حَلَاوَةَ الْأَمَنَةِ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَاجْعَلْ لِي يَدًا عَلَى مَنْ ظَلَمَنِي
وَلِسَانًا عَلَى مَنْ خَاصَمَنِي وَ
ظَفَرًا بِمَنْ عَانَدَنِي وَهَبْ
لِي مَكْرًا عَلَى مَنْ كَايَدَنِي وَ
قُدْرَةً عَلَى مَنِ اضْطَهَدَنِي وَ
تَكْذِيبًا لِمَنْ قَصَبَنِي وَسَلَامَةً
مِمَّنْ تَوَعَّدَنِي وَوَفِّقْنِي لِطَاعَةِ
مَنْ سَدَّدَنِي وَمُتَابَعَةِ مَنْ
أَرْشَدَنِي۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَآلِهِ وَسَدِّدْنِي لِأَنْ أُعَارِضَ
مَنْ غَشَّنِي بِالنُّصْحِ وَأَجْزِيَ مَنْ
هَجَرَنِي بِالْبِرِّ وَأُثِيبَ مَنْ
حَرَمَنِي بِالْبَذْلِ وَأُكَافِيَ مَنْ
قَطَعَنِي بِالصِّلَةِ وَأُخَالِفَ مَنِ
اغْتَابَنِي إِلَى حُسْنِ الذِّكْرِ وَأَنْ أَشْكُرَ
الْحَسَنَةَ وَأُغْضِيَ عَنِ السَّيِّئَةِ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَحَلِّنِي بِحِلْيَةِ الصَّالِحِينَ وَ
أَلْبِسْنِي زِينَةَ الْمُتَّقِينَ فِي بَسْطِ

دشمنوں کی دشمنی کو الفت سے سرکشوں کے حسد کو محبت
سے، نیکوں سے بے اعتمادی کو اعتماد سے، قریبیوں
کی عداوت کو دوستی سے، عزیزوں کی قطع تعلقی کو صلہ
رحمی سے، قرابت داروں کی بے اعتنائی کو نصرت و تعاون
سے، خوشامدیوں کی ظاہری محبت کو سچی محبت سے
اور ساتھیوں کے اہانت آمیز برتاؤ کو حسن معاشرت سے
اور ظالموں کے خوف کی تلخی کو امن کی شیرینی سے بدل دے
خداوندا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور جو
مجھ پر ظلم کرے اُس پر مجھے غلبہ دے۔ جو مجھ سے جھگڑا
کرے اس کے مقابلہ میں زبان (حجت شکن) دے، جو
مجھ سے دشمنی کرے اس پر مجھے فتح و کامرانی بخش۔ جو
مجھ سے مکر کرے اس کے مکر کا توڑ عطا کر۔ جو مجھے
دبائے اس پر قابو دے۔ جو میری بدگوئی کرے اسے
جھٹلانے کی طاقت دے اور جو ڈرائے دھمکائے،
اس سے مجھے محفوظ رکھ۔ جو میری اصلاح کرے اس
کی اطاعت اور جو راہ راست دکھائے اس کی پیروی
کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! محمد اور ان کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور مجھے اس امر کی توفیق دے کہ جو مجھ سے
غش و فریب کرے میں اس کی خیر خواہی کروں، جو
مجھے چھوڑ دے اس سے حسن سلوک سے پیش آؤں۔
جو مجھے محروم کرے اُسے عطا و بخشش کے ساتھ عوض
دوں اور جو قطع رحمی کرے اُسے صلہ رحمی کے ساتھ
بدلہ دوں اور جو پس پشت میری بُرائی کرے میں اس
کے خلاف اس کا ذکر خیر کروں اور حسن سلوک پر
شکریہ بجا لاؤں اور بدی سے چشم پوشی کروں۔ بارالہا!
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور عدل کے
نشر، غصہ کے ضبط اور فتنہ کے فرو کرنے، متفرق و

الْعَدْلِ وَكَظْمِ الْغَيْظِ وَإِطْفَاءِ
النَّائِرَةِ وَضَمِّ أَهْلِ الْفُرْقَةِ وَ
إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَإِفْشَاءِ
الْعَارِفَةِ وَسَتْرِ الْعَائِبَةِ وَلِينِ
الْعَرِيكَةِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ وَ
حُسْنِ السِّيرَةِ وَسُكُونِ الرِّيحِ
وَطِيبِ الْمُخَالَقَةِ وَالسَّبْقِ إِلَى
الْفَضِيلَةِ وَإِيثَارِ التَّفَضُّلِ وَتَرْكِ
التَّعْيِيرِ وَالْإِفْضَالِ عَلَى غَيْرِ
الْمُسْتَحِقِّ وَالْقَوْلِ بِالْحَقِّ وَإِنْ
عَزَّ وَاسْتِقْلَالِ الْخَيْرِ وَإِنْ كَثُرَ
مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي وَاسْتِكْثَارِ الشَّرِّ
وَإِنْ قَلَّ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي وَأَكْمِلْ
ذٰلِكَ لِي بِدَوَامِ الطَّاعَةِ وَلُزُومِ
الْجَمَاعَةِ وَرَفْضِ أَهْلِ الْبِدَعِ وَ
مُسْتَعْمِلِ الرَّأْيِ الْمُخْتَرَعِ اللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ أَوْسَعَ
رِزْقِكَ عَلَيَّ إِذَا كَبِرْتُ وَأَقْوَى
قُوَّتِكَ فِيَّ إِذَا نَصِبْتُ وَلَا تَبْتَلِيَنِّي
بِالْكَسَلِ عَنْ عِبَادَتِكَ وَلَا الْعَمَى
عَنْ سَبِيلِكَ وَلَا بِالتَّعَرُّضِ
لِخِلَافِ مَحَبَّتِكَ وَلَا مُجَامَعَةِ
مَنْ تَفَرَّقَ عَنْكَ وَلَا مُفَارَقَةِ مَنِ
اجْتَمَعَ إِلَيْكَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي أَصُولُ
بِكَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ وَأَسْأَلُكَ عِنْدَ
الْحَاجَةِ وَأَتَضَرَّعُ إِلَيْكَ عِنْدَ
الْمَسْكَنَةِ وَلَا تَفْتِنِّي بِالِاسْتِعَانَةِ

پراگندہ لوگوں کو ملانے، آپس میں صلح صفائی کرانے،
نیکی کے ظاہر کرنے، عیب پر پردہ ڈالنے، نرم خوئی و
فروتنی اور حسن سیرت کے اختیار کرنے، رکھ رکھاؤ رکھنے
حسن اخلاق سے پیش آنے، فضیلت کی طرف پیش قدمی
کرنے، تفضل واحسان کو ترجیح دینے، خوردہ گیری
سے کنارہ کرنے اور غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک کے
ترک کرنے اور حق بات کے کہنے میں اگرچہ وُہ گراں
گزرے، اور اپنی گفتار و کردار کی بھلائی کو کم سمجھنے
میں اگرچہ وُہ زیادہ ہو اور اپنے قول وعمل کی برائی
کو زیادہ سمجھنے میں اگرچہ وہ کم ہو۔ مجھے نیکوکاروں
کے زیور اور پرہیزگاروں کی سج دھج سے آراستہ کر
اور ان تمام چیزوں کو دائمی اطاعت اور جماعت سے
وابستگی اور اہلِ بدعت اور ایجاد کردہ رایوں پر عمل
کرنے والوں سے علیحدگی کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک
پہنچا دے۔ بارالہٰا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
فرما اور جب میں بوڑھا ہو جاؤں تو اپنی وسیع روزی
میرے لئے قرار دے اور جب عاجز و درماندہ ہو
جاؤں تو اپنی قوی طاقت سے مجھے سہارا دے اور
مجھے اس بات میں مبتلا نہ کر کہ تیری عبادت میں سستی و
کوتاہی کروں، تیری راہ کی تشخیص میں بھٹک جاؤں
تیری محبت کے تقاضوں کی خلاف ورزی کروں۔ اور
جو تجھ سے متفرق و پراگندہ ہوں اُن سے میل جول
رکھوں اور جو تیری جانب بڑھنے والے ہیں اُن سے
علیحدہ رہوں۔ خداوندا! مجھے ایسا قرار دے کہ ضرورت
کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں، حاجت کے وقت
تجھ سے سوال کروں اور فقر و احتیاج کے موقع پر تیرے
سامنے گڑگڑاؤں اور اس طرح مجھے نہ آزمانا کہ

بِغَيْرِكَ إِذَا اضْطُرِرْتُ وَلَا بِالْخُضُوعِ
لِسُؤَالِ غَيْرِكَ إِذَا افْتَقَرْتُ وَلَا
بِالتَّضَرُّعِ إِلَى مَنْ دُونَكَ إِذَا رَهِبْتُ
فَأَسْتَحِقَّ بِذٰلِكَ خِذْلَانَكَ وَ
مَنْعَكَ وَإِعْرَاضَكَ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَا
يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِي رُوعِي مِنَ
التَّمَنِّي وَالتَّظَنِّي وَالْحَسَدِ ذِكْراً
لِعَظَمَتِكَ وَتَفَكُّراً فِي قُدْرَتِكَ وَ
تَدْبِيراً عَلَى عَدُوِّكَ وَمَا أَجْرٰى
عَلٰى لِسَانِي مِنْ لَفْظَةِ فُحْشٍ أَوْ
هُجْرٍ أَوْ شَتْمِ عِرْضٍ أَوْ شَهَادَةِ
بَاطِلٍ أَوِ اغْتِيَابِ مُؤْمِنٍ غَائِبٍ
أَوْ سَبِّ حَاضِرٍ وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ
نُطْقاً بِالْحَمْدِ لَكَ وَإِغْرَاقاً فِي
الثَّنَاءِ عَلَيْكَ وَذَهَاباً فِي تَمْجِيدِكَ
وَشُكْراً لِنِعْمَتِكَ وَاعْتِرَافاً بِإِحْسَانِكَ
وَإِحْصَاءً لِمِنَنِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا أُظْلَمَنَّ وَأَنْتَ
مُطِيقٌ لِلدَّفْعِ عَنِّي وَلَا أَظْلِمَنَّ وَ
أَنْتَ الْقَادِرُ عَلَى الْقَبْضِ مِنِّي وَلَا
أَضِلَّنَّ وَقَدْ أَمْكَنَتْكَ هِدَايَتِي
وَلَا أَفْتَقِرَنَّ وَمِنْ عِنْدِكَ وُسْعِي وَ
لَا أَطْغَيَنَّ وَمِنْ عِنْدِكَ وُجْدِي اَللّٰهُمَّ
إِلٰى مَغْفِرَتِكَ وَفَدْتُ وَإِلٰى عَفْوِكَ
قَصَدْتُ وَإِلٰى تَجَاوُزِكَ اشْتَقْتُ
وَبِفَضْلِكَ وَثِقْتُ وَلَيْسَ عِنْدِي

اضطرار میں تیرے غیر سے مدد مانگوں اور فقر و ناداری
کے وقت تیرے غیر کے آگے عاجزانہ درخواست
کروں اور خوف کے موقع پر تیرے سوا کسی دوسرے
کے سامنے گڑگڑاؤں کہ تیری طرف سے محرومی
ناکامی اور بے اعتنائی کا مستحق قرار پاؤں۔ اے
تمام رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے
والے خدایا! جو حرص، بدگمانی اور حسد کے جذبات
شیطان میرے دل میں پیدا کرے۔ انہیں اپنی
عظمت کی یاد اپنی قدرت میں تفکر اور دشمن کے
مقابلہ میں تدبیر و چارہ سازی کے تصورات سے
بدل دے اور فحش کلامی یا بے ہودہ گوئی، یا
دشنام طرازی یا جھوٹی گواہی یا غائب مومن کی غیبت
یا موجود سے بدزبانی اور اس قبیل کی جو باتیں میری زبان
پر لانا چاہے انہیں اپنی حمد سرائی، مدح میں کوشش
و انہماک، تمجید و بزرگی کے بیان، شکر نعمت و اعتراف
احسان اور اپنی نعمتوں کے شمار سے تبدیل کردے
اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
مجھ پر ظلم نہ ہونے پائے جب کہ تو اس کے دفع کرنے
پر قادر ہے، اور کسی پر ظلم نہ کروں جب کہ تو مجھے
ظلم سے روک دینے کی طاقت رکھتا ہے اور گمراہ
نہ ہو جاؤں جب کہ میری رہنمائی تیرے لیے آسان
ہے اور محتاج نہ ہوں جب کہ میری فارغ البالی تیری
طرف سے ہے۔ اور سرکش نہ ہو جاؤں جب کہ میری
خوشحالی تیری جانب سے ہے۔ بارالہا! میں تیری مغفرت
کی جانب آیا ہوں۔ اور تیری معافی کا طلب گار اور تیری
بخشش کا مشتاق ہوں۔ میں صرف تیرے فضل پر
بھروسہ رکھتا ہوں اور میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے

مَا يُوْجِبُ لِيْ مَغْفِرَتَكَ وَلَا فِيْ
عَمَلِيْ مَا اَسْتَحِقُّ بِهٖ عَفْوَكَ وَمَا
لِيْ بَعْدَ اَنْ حَكَمْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اِلَّا
فَضْلُكَ. فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَتَفَضَّلْ عَلَيَّ اَللّٰهُمَّ وَاَنْطِقْنِيْ
بِالْهُدٰى وَاَلْهِمْنِي التَّقْوٰى وَوَفِّقْنِيْ
لِلَّتِيْ هِيَ اَزْكٰى وَاسْتَعْمِلْنِيْ بِمَا
هُوَ اَرْضٰى اَللّٰهُمَّ اسْلُكْ بِيَ
الطَّرِيْقَةَ الْمُثْلٰى وَاجْعَلْنِيْ عَلٰى
مِلَّتِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَمَتِّعْنِيْ بِالْاِقْتِصَادِ
وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَهْلِ السَّدَادِ وَمِنْ
اَدِلَّةِ الرَّشَادِ وَمِنْ صَالِحِي الْعِبَادِ
وَارْزُقْنِيْ فَوْزَ الْمَعَادِ وَسَلَامَةَ
الْمِرْصَادِ اَللّٰهُمَّ خُذْ لِنَفْسِكَ مِنْ
نَفْسِيْ مَا يُخَلِّصُهَا وَاَبْقِ لِنَفْسِيْ مِنْ
نَفْسِيْ مَا يُصْلِحُهَا فَاِنَّ نَفْسِيْ هَالِكَةٌ
اَوْ تَعْصِمَهَا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عُدَّتِيْ اِنْ
حَزِنْتُ وَاَنْتَ مُنْتَجَعِيْ اِنْ حُرِمْتُ
وَبِكَ اسْتِغَاثَتِيْ اِنْ كُرِثْتُ وَعِنْدَكَ
مِمَّا فَاتَ خَلَفٌ وَلِمَا فَسَدَ صَلَاحٌ
وَفِيْمَا اَنْكَرْتَ تَغْيِيْرٌ فَامْنُنْ
عَلَيَّ قَبْلَ الْبَلَآءِ بِالْعَافِيَةِ وَ
قَبْلَ الطَّلَبِ بِالْجِدَةِ وَقَبْلَ
الضَّلَالِ بِالرَّشَادِ وَاكْفِنِيْ مَؤُنَةَ
مَعَرَّةِ الْعِبَادِ وَهَبْ لِيْ اَمْنَ
يَوْمِ الْمَعَادِ وَامْنَحْنِيْ حُسْنَ

جو میرے لئے مغفرت کا باعث بن سکے اور نہ میرے
عمل میں کچھ ہے کہ تیرے عفو کا سزاوار قرار پاؤں اور
اب اس کے بعد کہ میں خود ہی اپنے خلاف فیصلہ کر چکا
ہوں تیرے فضل کے سوا میرا سرمایۂ اُمید کیا ہو سکتا ہے
لہٰذا محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور مجھ پر
تفضل فرما۔ خدایا! مجھے ہدایت کے ساتھ گویا کر، میرے
دل میں تقویٰ و پرہیزگاری کا القاء فرما، پاکیزہ عمل
کی توفیق دے، پسندیدہ کام میں مشغول رکھ۔ خدایا
مجھے بہترین راستہ پر چلا اور ایسا کر کہ تیرے دین و
آئین پر مروں اور اسی پر زندہ رہوں۔ اے اللہ! محمدؐ
اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے (گفتار و
کردار میں) میانہ روی سے بہرہ مند فرما اور درست کاروں
اور ہدایت کے رہنماؤں اور نیک بندوں میں سے قرار
دے اور آخرت کی کامیابی اور جہنم سے سلامتی عطا
کر۔ خدایا میرے نفس کا ایک حصہ اپنی (ابتلاء و
آزمائش کے) لئے مخصوص کر دے تاکہ اسے (عذاب
سے) رہائی دلا سکے اور ایک حصہ کہ جس سے اس کی
(دنیوی) اصلاح و درستی وابستہ ہے میرے لئے
رہنے دے کیونکہ میرا نفس تو ہلاک ہونے والا ہے مگر
یہ کہ تو اسے بچا لے جائے۔ اے اللہ! اگر میں غمگین
ہوں تو میرا ساز و سامانِ (تسکین) تو ہے۔ اور اگر (ہر جگہ
سے) محروم رہوں تو میری اُمید گاہ تو ہے۔ اور اگر مجھ پر
غموں کا ہجوم ہو تو تجھ ہی سے داد و فریاد ہے۔ جو چیز جا
چکی اس کا عوض اور جو شے تباہ ہو گئی اس کی درستی اور
جسے تو ناپسند کرے اُس کی تبدیلی تیرے ہاتھ میں ہے۔
لہٰذا بلا کے نازل ہونے سے پہلے عافیت، مانگنے سے
پہلے خوشحالی، اور گمراہی سے پہلے ہدایت سے مجھ پر احسان

الرَّشَادِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهٖ وَادْرَأْ عَنِّيْ بِلُطْفِكَ وَاغْذُنِيْ
بِنِعْمَتِكَ وَاَصْلِحْنِيْ بِكَرَمِكَ وَ
دَاوِنِيْ بِصُنْعِكَ وَاَظِلَّنِيْ فِيْ
ذَرَاكَ وَجَلِّلْنِيْ رِضَاكَ وَوَفِّقْنِيْ
اِذَا اشْتَكَلَتْ عَلَيَّ الْاُمُوْرُ
لِاَهْدَاهَا وَاِذَا تَشَابَهَتِ الْاَعْمَالُ
لِاَزْكَاهَا وَاِذَا تَنَاقَضَتِ الْمِلَلُ
لِاَرْضَاهَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَتَوِّجْنِيْ بِالْكِفَايَةِ
وَسُمْنِيْ حُسْنَ الْوِلَايَةِ وَهَبْ
لِيْ صِدْقَ الْهِدَايَةِ وَلَا
تَفْتِنِّيْ بِالسَّعَةِ وَامْنَحْنِيْ
حُسْنَ الدَّعَةِ وَلَا تَجْعَلْ
عَيْشِيْ كَدًّا كَدًّا وَلَا تَرُدَّ
دُعَائِيْ عَلَيَّ رَدًّا فَاِنِّيْ لَا اَجْعَلُ
لَكَ ضِدًّا وَلَا اَدْعُوْا مَعَكَ
نِدًّا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَامْنَعْنِيْ مِنَ السَّرَفِ
وَحَصِّنْ رِزْقِيْ مِنَ التَّلَفِ
وَوَفِّرْ مَلَكَتِيْ بِالْبَرَكَةِ
فِيْهِ وَاَصِبْ بِيْ سَبِيْلَ
الْهِدَايَةِ لِلْبِرِّ فِيْمَا اُنْفِقُ
مِنْهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاكْفِنِيْ
مَؤُوْنَةَ الْاِكْتِسَابِ وَارْزُقْنِيْ
مِنْ غَيْرِ احْتِسَابٍ فَلَا

فرما۔ اور لوگوں کی سخت و درشت باتوں کے رنج سے
محفوظ رکھ اور قیامت کے دن امن و اطمینان عطا فرما
اور حُسنِ ہدایت وارشاد کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ!
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے لطف
سے (بُرائیوں کو) مجھ سے دُور کر دے اور اپنی نعمت سے
میری پرورش اور اپنے کرم سے میری اصلاح فرما اور
اپنے فضل و احسان سے (جسمانی و نفسانی امراض سے)
میرا مداوا کر۔ مجھے اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے۔
اور اپنی رضامندی میں ڈھانپ لے۔ اور جب امور
مشتبہ ہو جائیں تو جو ان میں زیادہ قرینِ صواب ہو اور
جب اعمال میں اشتباہ واقع ہو جائے تو جو ان میں پاکیزہ
تر ہو اور جب مذاہب میں اختلاف پڑ جائے تو جو ان
میں پسندیدہ تر ہو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا
فرما۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
مجھے بے نیازی کا تاج پہنا اور متعلقہ کاموں اور احسن
طریق سے انجام دینے پر مامور فرما اور ایسی ہدایت سے
سرفراز فرما جو دوام و ثبات لئے ہوئے ہو اور غنا و
خوشحالی سے مجھے بے راہ نہ ہونے دے اور آسودگی و
آسائش عطا فرما، اور زندگی کو سخت و دشوار بنا دے۔
میری دُعا کو رد نہ کر کیونکہ میں کسی کو تیرا مدِمقابل نہیں
قرار دیتا اور نہ تیرے ساتھ کسی کو تیرا ہمسر سمجھتے ہوئے پکارتا
ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔
اور مجھے فضول خرچی سے باز رکھ اور میری روزی کو تباہ
ہونے سے بچا اور میرے مال میں برکت دے کر اس
میں اضافہ کر اور مجھے اس میں سے امورِ خیر میں خرچ
کرنے کی وجہ سے راہِ حق و صواب تک پہنچا۔ بارِ الٰہا!
محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے کسب

أَشْتَغِلَ عَنْ عِبَادَتِكَ بِالطَّلَبِ
وَلَا أَحْتَمِلَ إِصْرَ تَبِعَاتِ
الْمَكْسَبِ اَللّٰهُمَّ فَاطْلُبْنِي
بِقُدْرَتِكَ مَا أَطْلُبُ وَأَجِرْنِي
بِعِزَّتِكَ مِمَّا أَرْهَبُ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصُنْ
وَجْهِي بِالْيَسَارِ وَلَا تَبْتَذِلْ
جَاهِي بِالْإِقْتَارِ فَأَسْتَرْزِقَ
أَهْلَ رِزْقِكَ وَأَسْتَعْطِيَ شِرَارَ
خَلْقِكَ فَأَفْتَتِنَ بِحَمْدِ مَنْ
أَعْطَانِي وَأُبْتَلٰى بِذَمِّ مَنْ
مَنَعَنِي وَأَنْتَ مِنْ دُونِهِمْ
وَلِيُّ الْإِعْطَاءِ وَالْمَنْعِ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَارْزُقْنِي صِحَّةً فِي عِبَادَةٍ وَ
فَرَاغًا فِي زَهَادَةٍ وَعِلْمًا فِي
اسْتِعْمَالٍ وَوَرَعًا فِي إِجْمَالٍ
اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ بِعَفْوِكَ أَجَلِي وَ
حَقِّقْ فِي رَجَاءِ رَحْمَتِكَ
أَمَلِي وَسَهِّلْ إِلٰى بُلُوغِ
رِضَاكَ سُبُلِي وَحَسِّنْ فِي
جَمِيعِ أَحْوَالِي عَمَلِي اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَنَبِّهْنِي لِذِكْرِكَ فِي أَوْقَاتِ
الْغَفْلَةِ وَاسْتَعْمِلْنِي بِطَاعَتِكَ
فِي أَيَّامِ الْمُهْلَةِ وَانْهَجْ
لِي إِلٰى مَحَبَّتِكَ سَبِيلًا

معیشت کے رنج و غم سے بے نیاز کر دے۔ اور بےحساب
روزی عطا فرما تاکہ تلاشِ معاش میں اُلجھ کر تیری
عبادت سے رُوگرداں نہ ہو جاؤں اور (غلط و
نامشروع) کاروکسب کا خمیازہ نہ بھگتوں۔ اے اللہ!
میں جو کچھ طلب کرتا ہوں اسے اپنی قدرت سے مہیا
کر دے اور جس چیز سے خائف ہوں اس سے اپنی
عزت و جلال کے ذریعہ پناہ دے۔ خدایا! میری
آبرو کو غنا و تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و
تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا۔
کہ تجھ سے رزق پانے والوں سے رزق مانگنے لگوں۔
اور تیرے پست بندوں کی نگاہِ لطف و کرم کو اپنی
طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اس کی
مدح و ثنا اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا
ہو جاؤں۔ اور تو ہی عطا کرنے اور روک لینے
کا اختیار رکھتا ہے نہ کہ وہ۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسی صحت دے
جو عبادت میں کام آئے اور ایسی فرصت جو دنیا سے
بے تعلقی میں صرف ہو اور ایسا علم جو عمل کے ساتھ ہو
اور ایسی پرہیزگاری جو حدِ اعتدال میں ہو (کہ وسواس
میں مبتلا نہ ہو جاؤں)۔ اے اللہ! میری مدتِ حیات کو
اپنے عفو و درگذر کے ساتھ ختم کر اور میری آرزو کو رحمت
کی اُمید میں کامیاب فرما اور اپنی خوشنودی تک پہنچنے
کے لئے راہ آسان کر اور ہر حالت میں میرے عمل کو
بہتر قرار دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور مجھے غفلت کے لمحات میں اپنے ذکر
کے لئے ہوشیار کر اور مہلت کے دنوں میں اپنی
اطاعت میں مصروف رکھ اور اپنی محبت کی سہل و

سَہۡلَۃً اَکۡمِلۡ لِیۡ بِہَا خَیۡرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ کَاَفۡضَلِ مَا صَلَّیۡتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنۡ خَلۡقِکَ قَبۡلَہٗ وَاَنۡتَ مُصَلٍّ عَلٰی اَحَدٍ بَعۡدَہٗ وَاٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ عَذَابَ النَّارِ۔

آسان راہ میرے لئے کھول دے اور اس کے ذریعہ میرے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کو کامل کر دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی اولاد پر بہترین رحمت نازل فرما۔ ایسی رحمت جو اس سے پہلے تُو نے مخلوقات میں سے کسی ایک پر نازل کی ہو اور اس کے بعد کسی پر نازل کرنے والا ہو اور ہمیں دنیا بھی نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی اور اپنی رحمت سے ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

بادی النظر میں نیکی و بدی میں امتیاز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نیک و بد اعمال ظاہری صورت کے لحاظ سے یکساں ہوتے ہیں اور ان میں کوئی امتیازی فرق نظر نہیں آتا۔ چنانچہ زن و مرد کے تعلقات وہ جائز ذریعہ سے ہوں یا ناجائز طریقہ سے دونوں ایک سے ہیں۔ اسی طرح دروغِ مصلحت آمیز و دروغِ بے مصلحت، اکلِ حلال اور اکلِ حرام، قتل بے گناہ اور قتل خطا کاران میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں بھی ایک خلافِ واقع چیز کا بیان کرنا ہے اور یہاں بھی، وہاں بھی پیٹ بھرنا ہے اور یہاں بھی، وہاں بھی انسانی جان سے کھیلنا ہے اور یہاں بھی۔ یونہی متکبر کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور عام طور سے اترانے اور ماہِ رمضان میں دن کے وقت کھانے پینے اور دوسرے دنوں میں کھانے پینے میں فعل کی نوعیت یکساں ہے۔ تو اس یکسانیت کے باوجود ایک کو اچھائی اور ایک کو برائی، اور ایک کو کارِ ثواب اور دوسرے کو گناہ سے تعبیر کرنے کی کیا وجہ اور دونوں میں تفریق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگرچہ حدود و قیود سے آزاد نگاہیں ان میں تفرقہ نہیں کر سکتیں مگر جو لوگ کسی آئین و شریعت اور ضابطہ اخلاق کے پابند ہوتے ہیں وہ ان کی ظاہری ہیئت و صورت اور یکسانیت و یک رنگی پر نظر نہیں کرتے بلکہ ان دونوں کے درمیان جو حدِ فاصل حائل ہے اس پر نظر کرتے ہوئے دونوں کو بالکل جُدا جُدا تصوّر کرتے ہیں اور اسی حدِ فاصل سے خیر و شر کی حدیں قائم ہوتیں اور عیوب و محاسن کے پیمانے مقرر ہوتے ہیں اور یہ حدِ فاصل اُسی وقت نظر آتی ہے۔ جب ایمان کے ساتھ تقویٰ اپنا نورانی پرتو ڈالتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

یاایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا۔

اے ایماندارو! اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (نیک و بد میں) ایک حدِ فاصل قرار دے گا۔"

اگر اس حدِ فاصل کو نظر انداز کرکے اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ رذیلہ کا معیار عوامی عقل کو قرار دے لیا جائے تو اگرچہ وہ ایک حد تک اخلاقی اصولوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے مگر اخلاق کا عملی لائحہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ جنہوں نے عقل پر اخلاق کی بنیاد رکھی۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ راست گفتاری و عدل گستری معیوب اور سخاوت و شجاعت بُری چیز ہے اور اس کے مقابلہ میں کذب و ظلم اور بخل و بزدلی اچھی صفتیں ہیں مگر ان کے لئے حدود اور مواقع استعمال کیا ہیں۔ تو اس میں اُن

کی رائیں مختلف نظر آتی ہیں اور ایک، ایک راہ پر چلتا ہے تو دوسرا اس سے بالکل الگ راستہ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ مختلف عقول و افہام کے قائم کردہ نظریات کسی ایک مرکزی نقطہ پر مجتمع نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں ان کی پیروی کرنے میں قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا ہوں گی اور مختلف نظریات میں سے صحیح نظریہ کا انتخاب مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ عقل کا دائرۂ عمل محدود ہے اور وُہ دنیائے محسوسات سے الگ ہو کر کسی قسم کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی اور قدم قدم پر حواس کا سہارا ڈھونڈنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں خواہشات و جذبات بھی برا جمائے ہوئے ہیں جو اسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان میں خواہشات و جذبات اُبھرتے ہیں تو وہ عقل کے مقابلہ میں اُن سے جلد مغلوب ہو جاتا ہے اور عقل کے صریحی احکام کو ٹھکرا کر ہوائے نفسانی کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ لہٰذا تنہا عقل نہ کسی صورت میں کافی ہو سکتی ہے اور نہ ہر جگہ اسے معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی روشنی میں اجتماعی زندگی کا نصب العین تو در کنار انفرادی زندگی کا بھی کوئی یقینی، صحیح اور ناقابلِ ترمیم آئینِ اخلاق ترتیب نہیں دیا جا سکتا۔ ان حالات میں ایک ایسے معیار کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا جو عقل کی درماندگیوں میں رہنمائی کر سکے اور ایک ایسا ناقابلِ تغیر آئین پیش کرے جو حیاتِ انسانی کے ہر دور میں قابلِ عمل ہو۔ اور وُہ معیار وحیِ تنزیل ہے جس کی روشنی میں ترتیب دیا ہوا آئین وُہ ہے جس کے اصول منضبط اور ضوابط ناقابلِ ترمیم ہیں اور جسے حاملانِ نبوت و رسالت ہر دور میں پیش کرتے رہے اور اس کے ذریعہ تہذیبِ نفس و تزکیۂ اخلاق کا درس دیتے رہے ہیں۔ ان معلّمینِ اخلاق میں سب سے بلند مرتبت حضرت ختمی مرتبت ہیں۔ جنہوں نے زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنے اور انسانیت کی زلفِ پریشان کو سنوارنے کے لئے وہ تعلیمات دیئے جو محاسنِ اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ یہ تعلیمات صرف قول تک محدود نہ تھے بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پاکیزگیٔ سیرت کا ایک ضابطہ اور حسنِ اخلاق کا ایک زندہ قانون تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ وُہ علماً و عملاً اخلاقِ حسنہ کی تکمیل فرمائیں۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق "میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں تاکہ مکارم الاخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں" اور ان اخلاقی تعلیمات کو زندہ رکھنے کے لئے ان کے اوصیاء و نائبین جو سیرت و کردار اور اخلاق و اطوار میں ان کے ورثہ دار اور علم و عمل میں اُن کے آئینہ دار تھے ان تعلیمات کو نشر کرتے اور اپنے قول و عمل سے ان کا احیاء کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے چوتھے وصی و جانشین حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اس دُعائے مکارم الاخلاق میں اخلاقیات کے وہ درس دیئے ہیں جو اخلاقِ نبویؐ کے آئینہ دار اور الہامی تعلیمات کے حامل ہیں اور ان تمام جواہر پاروں کو سمیٹ لیا ہے جو تحلّی بالفضائل (علمی و عملی اوصاف سے آراستگی) اور تخلّی عن الرذائل (قبیح و پست عادات سے علیحدگی) پر مشتمل ہیں۔ ان دونوں جنبوں میں سے اگر ایک جنبہ کمزور ہے تو اس سے دوسرے جنبہ کا متاثر ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اخلاقی تکمیل کے لئے ان ایجابی و سلبی دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے، وہ ایجابی صفات جو اس دُعا میں بیان ہوئے ہیں یہ ہیں:۔

ایمان:۔ یہ تمام محاسنِ اخلاق کا سرچشمہ ہے اس لئے اسے سرفہرست جگہ دی ہے۔ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور کبھی تصدیق و عمل دونوں کے مجموعہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے متعدد درجات ہیں اور اہلِ ایمان کے مراتب و درجات

میں جو تفاوت ہوتا ہے وُہ ایمان ہی کے درجات کے بلند و پست ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ زبیری کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کہا کہ :-

ان للایمان درجات و منازل یتفاضل المؤمنون فیہا عند اللہ قال نعم۔

ایمان کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں جن کے اعتبار سے ایمان لانے والے اللہ کے نزدیک ایک دوسرے سے فضیلت لے جاتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے ۔“

چنانچہ پہلا درجہ یہ ہے کہ صرف زبان سے اللہ کی الوہیت اور پیغمبرؐ کی رسالت کا اقرار کیا جائے اور بس۔ یہ ایمان اسلام کا مرادف ہے۔ جب انسان یہ اقرار کر لیتا ہے تو وُہ مسلم کہلانے لگتا ہے اور اس کا ذبیحہ حلال اور جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے اعتقاد بھی رکھا جائے ۔ مگر اسلام کے تعلیمات اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کیا جائے ۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس اقرار و اعتقاد کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے اور ان فرائض کو پورا کیا جائے جنہیں ترک کرنا کبائر میں داخل ہے ۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ ۔ یہ واضح رہے کہ احادیث میں جو نماز و حج و زکوٰۃ کے تارک کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ اس مرتبہ ایمان سے خارج ہو گیا ہے، یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ تمام مراتب ایمان سے خارج ہو گیا ہے کہ اب اُس پر کفر کے احکام عائد ہونے لگیں۔

چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اقرار و اعتقاد کے ساتھ تمام واجبات بھی بجالائیں اور تمام محرمات سے اجتناب بھی کیا جائے ۔

پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ واجبات کے ساتھ مستحبات بھی ادا کئے جائیں اور محرمات کے ساتھ مکروہات سے بھی پرہیز کیا جائے۔

چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ بعض مباحات کو بھی اس خیال سے چھوڑ دیا جائے کہ مبادا یہ کسی برائی کا پیش خیمہ بن جائیں اور کوئی غلط قدم اُٹھ جائے۔ جیسے زیادہ باتیں کرنے سے اس لئے اجتناب کیا جائے کہ زبان سے کوئی ناشائستہ کلمہ یا جھوٹی بات نہ نکل جائے، یا کسی کی غیبت و بدگوئی نہ ہو جائے ۔ یہ انبیاء و اوصیاء کے ایمان کا درجہ ہے اور اسی درجہ کو امام علیہ السلام نے اکمل الایمان سے تعبیر کیا ہے۔

ایمان صرف عقبیٰ ہی کا سرمایہ نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح و بہبود اس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ جب انسان کے دل و دماغ میں ایک بالادست ہستی کا تصور پیدا ہوتا اور خدا پرستی کا جذبہ اُبھرتا ہے ، تو اُسے کچھ ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے جس کے پیشِ نظر وہ چوری، رشوت، خیانت، ظلم اور اس قسم کے دوسرے اخلاقی عیوب سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور خود غرضی و مفاد پرستی کی سطح سے بلند ہو کر سیرت و کردار کے وہ اعلیٰ نمونے پیش کرتا ہے جس سے اجتماعی زندگی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی اور بڑی حد تک معاشرے کی بے اعتدالیاں کم ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ حکومت کا قانون اور اس کا احتساب ایک حد تک ان مفاسد کی روک تھام کر سکتا ہے۔ مگر قانون کا خوف انسان کے باطن میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اقتدار اُسی حد تک حفاظت کر سکتا ہے جہاں تک اس کی دسترس ہے

وہ بازاروں، کوچوں، عام گزرگاہوں اور مفاسد کے مرکزوں سے برائیوں کو دُور کر سکتا ہے۔ مگر گھر کے گوشوں اور رات کے اندھیروں میں اُس کا بس نہیں چلتا اور برائی کا چلن بدستور باقی رہتا ہے۔ اس موقع پر خدا کا خوف ہی قلب و روح کو متاثر کر سکتا اور برائیوں سے مانع ہو سکتا ہے۔ حکومت کے کارندے کبھی نظروں سے اوجھل بھی ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کی بے راہ روی کی وجہ سے خود اُن پر نگران چھوڑنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ مگر اخلاقی وجدان جو ایمان کی بدولت طاقت ور ہوتا ہے ہر دم نگرانی و حفاظت کا فریضہ انجام دیتا ہے خواہ دن کا اجالا ہو یا رات کا اندھیرا خلوت ہو یا جلوت، آبادی ہو یا ویرانہ۔

یقین :۔ کسی چیز کا علم اس طرح ہو جائے کہ اس کے خلاف کوئی احتمال نہ رہے یقین کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے یقین دو علموں کا مجموعہ ہوگا۔ ایک معلوم کا علم اور دوسرے اس کے خلاف کے محال ہونے کا علم۔ اور یہ ایمان ہی کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ الیقین الایمان کلہ۔ یقین ہی ایمان کامل ہے"۔ اس یقین کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ دھوئیں کو دیکھ کر آگ کی موجودگی کا علم ہو۔ یہ اہلِ نظر و استدلال کا یقین ہے۔ جو انہیں ترتیب مقدمات سے حاصل ہوتا ہے، یہ علم الیقین کہلاتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اُس آگ کو آنکھ سے دیکھ لیا جائے۔ یہ خواص کو چشمِ بصیرت و دیدۂ باطن کے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ذعلب یمانی نے امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ھل رایت ربک کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ فرمایا لم اعبد ربا لم ارہ۔ میں اس رب کی پرستش نہیں کرتا جس کی جلوہ طرازی میری آنکھوں کے سامنے نہ ہو"۔ یہ عین الیقین کہلاتا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ آگ کے شعلوں میں کُود کر آگ کا علم ہو۔ یہ اہلِ شہود کا یقین ہے جو انہیں مبداء فیض سے اتصالِ معنوی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یہ حق الیقین کہلاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے اسی یقین کو افضل الیقین فرمایا ہے اور اسی مرتبہ عالیہ پر فائز ہونے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی ہے۔

نیت :۔ کسی عمل کی انجام دہی کے قصد و ارادہ کا نام نیت ہے۔ اور یہ علم و عمل کے درمیان ایک واسطہ ہے جو ایک طرف علم سے وابستہ ہے اور دوسری طرف عمل سے۔ کیونکہ علم نہ ہو تو قصد نہیں ہو سکتا اور قصد نہ ہو تو عمل واقع نہیں ہو سکتا۔ اور قوائے عمل کے استعمال کے موقع پر یہ ایک ناگزیر اور طبعی چیز ہے۔ چنانچہ شارعؑ کی طرف سے اگر بغیر نیت کے اعمال و عبادات کے بجالانے کا حکم ہوتا تو اس سے کوئی بھی عہدہ برآ نہ ہو سکتا۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ نیت ان الفاظ کا نام نہیں ہے جو کسی عمل کے بجالانے کے وقت زبان سے کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ نیّت کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور الفاظ کا تعلق زبان سے۔ اس لئے زبان کے الفاظ کے بجائے دل کے قصد و ارادہ کو نیت تصور کرنا چاہیئے۔ اس نیت کے مختلف درجات ہیں جن کے لحاظ سے اعمال میں رفعت یا پستی پیدا ہوتی ہے۔ اگر نیت میں صدق و خلوص ہے تو عمل بلند اور اگر ریا و نمود ہے تو عمل فاسد۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ انما الاعمال بالنیّات۔ نیت پر عمل کا انحصار ہے"۔ ان درجات میں سے پہلا درجہ یہ

ہے کہ اس میں ریاء و نمود کارفرما ہو۔ اس نیت کے ماتحت جو عمل واقع ہوگا اس پر ثواب کا مرتب ہونا تو در کنار گناہ عاید ہوگا۔ عبادات میں جو ریا کارفرما ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ نفسِ عبادت میں تو ریا نہ ہو۔ لیکن اس کے دوسرے اوصاف میں نمائش مقصود ہو۔ اس طرح کہ گھر پر نماز پڑھی جائے تو مختصر اور گھر سے باہر دوسروں کے سامنے پڑھی جائے تو طویل۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مستحب عبادتوں میں ریا کرے اس طرح کہ گھر میں یا تنہائی میں تو نوافل بجا نہ لائے مگر کہیں دوسری جگہ ہو تو نوافل بھی پڑھے اور نمازِ شب بھی بجا لائے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ واجب عبادتوں میں ریا کرے۔ اس طرح کہ گھر میں تو نہ نماز پڑھے اور نہ روزے رکھے اور جب دکھلاوے کا موقع ہو تو نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے۔ ریا کی یہ صورت سب سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

نیت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جنت کی خواہش اور عذاب سے بچاؤ کے لئے عمل کرے۔ یہ نیت اخلاص کے منافی نہیں ہے کیونکہ شارعؐ نے خود ترغیب و ترہیب سے کام لیا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ شکر و سپاس کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمل کرے تاکہ اس شکر کے نتیجہ میں اس کی نعمتوں میں اضافہ ہو۔ یہ عمل بھی خلوص کا حامل ہوگا۔ اسی طرح اُن عبادات میں جو دنیوی اغراض سے وابستہ ہوتی ہیں ان میں رزق، اولاد وغیرہ کا قصد کرنا صحت و اخلاص کے منافی نہ ہوگا۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ حیاء کے احساس سے متاثر ہو کر عبادت کرے۔

پانچواں درجہ یہ ہے کہ خدا کے جلال و جبروت کے اثر سے متاثر ہو کر اعمال بجا لائے۔

چھٹا درجہ یہ ہے کہ تعمیلِ حکم کے لحاظ سے عبادت کرے۔

ساتواں درجہ یہ ہے کہ اُسے عبادت کا اہل و سزاوار سمجھتے ہوئے اس کے آگے سرِ نیاز خم کرے۔ یہ نیت ان بندوں سے مخصوص ہے جو تقرب کے مدارجِ عالیہ پر فائز ہوتے ہیں اور اسی کو حضرتؑ نے احسن النیات سے تعبیر فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر حسن و خوبی اور اظہارِ عبودیت کے علاوہ اور کوئی جذبہ نہیں ہوتا۔ اسی کا ذکر امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے:۔

ما عبدتك خوفا من نارك ولا طمعا في جنتك ولكن وجدتك اهلا للعبادة فعبدتك۔	میں نے تیری پرستش جہنم کے ڈر سے اور جنت کی طمع سے نہیں کی بلکہ تجھے عبادت کا سزاوار پایا ہے اس لئے تیری پرستش کی ہے۔"

سایۂ طوبےٰ و دلجوئی حور و لبِ حوض   بہوائے سرِ کوئے تو برفت از یادم

عمل:۔ اسلام نے اگرچہ علم کو بڑی اہمیت دی ہے مگر عمل کی اہمیت بھی ناقابلِ انکار ہے مگر علم کی اہمیت بھی اسی صورت میں ہے جب اس کے مقتضیات پر عمل کیا جائے اور اگر اس کے تقاضوں کو ٹھکرا دیا جائے تو وہ علم جہل بلکہ جہل سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ جہالت کبھی معذوری کا سبب پا جاتی ہے مگر علم کے بعد تو کوئی عذر مسموع نہیں ہوتا لہٰذا علم اسی صورت میں سود مند سمجھا جا سکتا ہے جب اس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ اور عمل چونکہ نیت سے وابستہ ہے۔ اس لئے جس

مرتبہ پر نیت ہوگی اسی مرتبہ پر عمل ہوگا۔ اگر اس میں نمود و ریا ہو تو وہ عمل وبالِ جان ہے۔ اور اگر صدق و خلوص کا حامل ہو تو وہ اُخروی فوز و کامرانی کا پروانہ ہے۔ خداوندِ عالم عمل کی ظاہری شکل و صورت اور اس کی کمیت و مقدار کو نہیں دیکھتا بلکہ اس جذبۂ اخلاص کو دیکھتا ہے جس کے ماتحت وہ عمل بجالایا گیا ہو۔ اگر خلوص کے ساتھ کم عبادت ہو تو وہ اس طویل ذکر و ریاضت سے بہتر ہے جس میں خلوص کارفرما نہ ہو۔ ایسے اعمال ہی کو امام علیہ السلام نے احسن الاعمال سے یاد کیا ہے اور قدرت نے انہیں اعمالِ صالحہ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:-

فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہٖ احدا۔	جو شخص لقائے پروردگار کی آرزو رکھتا ہے اسے عملِ صالح بجالانا چاہیئے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہیئے۔

عدل:- افراط و تفریط کی دو مختلف سمتوں کے درمیان حدِ وسط کا نام عدل ہے۔ اس حدِ وسط کے التزام سے فضائل اور اس سے انحراف کے نتیجہ میں رذائل وجود میں آتے ہیں۔ چنانچہ اخلاق کے بنیادی عناصر چار ہیں، حکمت، عفت شجاعت اور عدالت۔ اور ان میں سے ہر عنصر وسط اور نقطۂ اعتدال پر واقع ہے۔ اگر مرکزِ اعتدال سے اُسے ہٹا دیا جائے تو ایک دوسری ہی نوعیت کی چیز پیدا ہو جائے گی۔ حکمت میں اگر افراط کی صورت ہو تو وہ خباثت اور چالاکی بن جاتی ہے اور تفریط کی صورت ہو تو وہ نافہمی و کند ذہنی ہو جاتی ہے۔ عفت میں اگر تفریط ہو تو وہ خمود و بے حسی ہے اور افراط ہو تو ہوس رانی و شہوت پرستی کہلاتی ہے۔ شجاعت میں اگر افراط ہو تو وہ تہور و تہوّر ہے اور تفریط ہو تو بزدلی و کم ہمتی کے نام سے پکاری جاتی ہے، اور عدالت حدِ وسط سے انحراف کی صورت میں ظلم یا ذلت و خواری کی شکل اختیار کرے گی۔ اسی طرح دوسرے اخلاقِ فاضلہ میں عدل و توازن ہی باعثِ حسن و خوبی ہے۔ چنانچہ اقتصاد و میانہ روی میں خوبی اسی لئے ہے کہ وہ بخل اور اسراف کے وسط میں ہے۔ اور تواضع میں حُسن اسی لئے ہے کہ وہ نہ غرور کی حد تک پہنچتی ہے اور نہ ذلّتِ نفس کی سطح پر اُتر آتی ہے۔ غرض ہر فضیلت وہ قول سے متعلق ہو یا عمل سے یا اعتقاد سے، عدل ہی اس کا اصل جوہر ہے۔ اور چونکہ ہر چیز میں حدِ وسط سے انحراف کی صورت میں متفرق راہیں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے ضلالت کے راستے متعدد اور ہدایت کا راستہ ایک ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:-

ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبیل فتفرق بکم عن سبیلہ۔	یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ اور دوسرے متعدد راستوں کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ وہ تمہیں حق کی راہ سے منتشر کر دیں گے۔

ذکر و فکر:- ذکر یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے اور فکر یہ ہے کہ انسان خلقتِ کائنات و مظاہرِ فطرت پر نظرِ غائر ڈال کر صانع کے حسنِ صنعت کا کرشمہ دیکھے۔ ذکر سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور غفلت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں اور فکر سے علم و یقین کی روشنی بڑھتی ہے۔ چنانچہ جب وہ تعقل و تفکر سے کام لیتا ہے اور اپنے اندر اور باہر کی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے۔ تو اُسے ہر چیز کی تہ میں ایک حکیمانہ تدبر و فہم کارفرما نظر آتا ہے۔ خود اپنی ذات

پر نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی گئی اور ایک معینہ مدت تک شکم مادر میں اس کے نشوونما کے سامان ہوتے رہے اور دُنیائے ہست و بود میں قدم رکھتے ہی سانس لینے کے لئے ہوا تشنگی بجھانے کے لئے پانی اور گرسنگی دُور کرنے کے لئے ہر طرف رزق کے انبار فراوانی سے موجود اور جسمانی ساخت کا ایسا مستحکم نظام جس میں ذرہ بھر نقص نہیں۔ اس طرح کہ ہڈیوں کے سہارے پر جسم کو کھڑا کیا گیا۔ اس میں رگوں کا جال اس طرح پھیلایا گیا کہ از سر تا پا خون کی گردش ہوتی رہے اور ہر عضو کو اس کی ضرورت کے مطابق غذا ملتی رہے۔ اور ہڈیوں کے جوڑ بند اس طرح ملائے کہ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں ذرا رکاوٹ نہ ہو اور تمام وظائف خوش اسلوبی سے انجام پاتے رہیں۔ اس منظم کارخانہ اور اس کے نظم ونسق کو دیکھنے کے بعد وُہ یہ تسلیم کرنے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہوگا۔ کہ یہ بے شعور مادہ کی کارفرمائی اور بعض عناصر کے اتفاقی تصادم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو کائنات میں یکسانیت اور نظمِ خلقت میں وحدت نظر آتی جب کہ یہ مسلّم ہے کہ اتفاق نہ حدود کا پابند ہوتا ہے نہ قیود کا۔ لہٰذا یہ نظم و انضباطِ عالم اس کی قوی دلیل ہے کہ دیکھ بھال کرنے والی کوئی مدبر ہستی موجود ہے۔ اور جُوں جُوں غور و فکر میں ترقی ہوگی، اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین دل کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کرتا جائے گا اور اس کے رُخ مستور سے شک و ابہام کا پردہ اٹھ جائے گا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

العجب من مخلوق یزعم ان اللّٰہ یخفیٰ علےٰ عبادہ و ھو یری اثر الصنع فی نفسہٖ بترکیب یبھت عقلہ ویبطل حجتہٗ۔

"تعجب ہے اس پر جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اندر اس کی صنعت کے ایسے آثار دیکھتا ہے جن کی ترکیب و ترتیب اس کی عقل کو حیران اور اس کے خلاف اس کی ہر دلیل کو توڑ دیتی ہے۔"

یونہی کائناتِ عالم کی طرف نگاہ دوڑاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ کس حکمتِ کاملہ سے سُورج، چاند اور ان گنت ستارے ضیا پاشی کا سامان کر رہے ہیں، اور فضا میں ہر طرف ہوائیں پھیلی ہوئی ہیں۔ تاکہ زمین کے ہر حصہ پر سانس لی جا سکے۔ اور اس کی متموج لہروں کے ذریعہ شرق و غرب عالم کی آوازوں کو سمیٹا جائے اور اس فرشِ زمین کو کس طرح انسانی بُود و ماند کے قابل بنایا گیا ہے کہ نہ اتنا سخت کہ چلنے پھرنے میں تکلیف ہو اور نہ اتنا نرم کہ پَیر اندر دھنسنے لگیں۔ اور اجزائے ارضی میں قوتِ نامیہ ودیعت کر کے اُس کی عریانی کو سبزے سے ڈھانپا اور اس کی گود کو پھلوں اور خوش رنگ پھولوں سے بھرا گیا ہے۔ اور اس کی سیرابی کے لئے بادلوں سے مینہ برسائے گئے۔ اور پہاڑوں سے آبِ شیریں کے چشمے جاری کئے گئے۔ اور اس کی تہ میں قیمتی دھاتوں کے خزانے بھر دیئے گئے۔ کیا یہ سب کچھ خود بخود ہو گیا ہے یا کسی صانع کی اعجاز نمائی ہے۔ جب وُہ اپنے اندر اور عالم میں بکھری ہوئی نشانیوں کو دیکھتا تو اس میں شک و تذبذب کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا اور اس کی ہستی کا یقین دل میں راسخ ہو جاتا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

و فی الارض اٰیات للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون ہ	یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بیشمار نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر بھی تو کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے۔"

پھر دنیا کے تغیرات و انقلابات کو دیکھتا ہے کہ جو بنتا ہے وہ بگڑتا ہے، جو کھلتا ہے وہ مرجھاتا ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے۔ تو کیا یہ تمام کارخانۂ شکست و ریخت بغیر کسی مقصد کے ہے۔ غور و فکر اسے اس نتیجہ تک پہنچائے گا کہ جب ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو اس دنیا کی عظیم زندگانی کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہیئے۔ اور جب کہ ہر بگاڑ کے پیچھے بناؤ اور سلجھاؤ ہے تو اس فانی زندگی کے پیچھے بھی کوئی باقی و جاوداں زندگی ہونا چاہیئے۔ جسے دنیوی زندگی کا مقصد قرار دیا جا سکے۔ اور جب ان دونوں زندگیوں میں موازنہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ایک کا نتیجہ فنا اور ایک کا انجام بقا ہے تو وہ آخرت کی دائمی راحت کو دنیا کی چند روزہ زندگی پر ترجیح دے گا۔ جب غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے تو عمل کی تحریک اور آخرت کے سر و سامان کی فکر دامن گیر ہوتی ہے اور اس طرح وہ ذخیرۂ آخرت فراہم کرنے اور عمل صالح بجا لانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

التکفر یدعوالی البر والعمل بہٖ ✓ تفکر، نیکی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے۔"

تقویٰ:۔ نام ہے اس تاثر کا جو عظمت و اقتدارِ الٰہی کے تصور سے انسان کے دل و دماغ پر طاری ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ادائے فرض پر آمادہ ہوتا ہے تاکہ عقبیٰ کی باز پرس اور جہنم کے عذاب سے اپنا تحفظ کر سکے۔ خداوند عالم نے بہت سے محامد و اوصاف کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے۔ جن میں چند یہ ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں:۔

(۱) تقویٰ ایک ممدوح صفت ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ و ان تصبروا و تتقوا فان ذٰلک من عزم الامور۔ ✓ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑے حوصلہ کے کام ہیں۔"

(۲) یہ کید و مکر سے حفظ و نگہداشت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ و ان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدھم شیئاً اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں ان کا مکر ذرا نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"

(۳) یہ تائید و نصرتِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ ان اللّٰہ مع الذین اتقوا۔ اللہ تعالیٰ تو بس ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔" /

(۴) یہ سختیوں سے رہائی اور رزق کی فراوانی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ و من یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو خدا سے ڈرے گا تو خدا اس کے لئے رہائی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے سان گمان بھی نہ ہو۔"

(۵) یہ اصلاحِ عمل کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ اتقوا اللّٰہ و قولوا قولاً سدیدا یصلح لکم اعمالکم۔ خدا سے ڈرتے رہو اور جب کہو تو درست بات کہو تو خدا تمہارے اعمال درست کر دے گا۔"

(۶) یہ محبتِ الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:۔ ان اللّٰہ یحب المتقین۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست

رکھتا ہے۔

(۷) اس پر قبولیتِ اعمال کا انحصار ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ اللہ تعالےٰ صرف پرہیزگاروں کے اعمال قبول کرتا ہے۔

(۸) یہ دشواریوں کے حل کرنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کے کام میں سہولت و آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

(۹) یہ عفوِ گناہ اور اجرِ عظیم کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔ ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجراً۔ جو خدا سے ڈرتا رہے گا تو وہ اس کے گناہ دُور کر دے گا اور اُسے بڑا اجر دے گا "

(۱۰) یہ فلاح و کامرانی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح و کامرانی حاصل کرو "

(۱۱) یہ عزت و سرفرازی کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ بے شک خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وُہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو "

(۱۲) یہ موت کے وقت نوید و بشارت کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون ہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور خوف کھاتے رہے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی "

(۱۳) یہ نجات کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔ ثم ننجی الذین اتقوا۔ پھر انہی کو نجات دیں گے جو ڈرتے رہے ہیں "

(۱۴) یہ فوزِ اُخروی کا ضامن ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔ والعاقبۃ للتقویٰ۔ پرہیزگاری ہی کا تو انجام بخیر ہے "

محبت و مؤدت :۔ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ ضروری چیز تعلقات کی خوشگواری اور باہمی تعاون و سازگاری ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ضروریات میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اور دوسروں سے بے نیاز رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور محبت و باہمی وابستگی کی صورت میں بآسانی ان ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے اور محبت کے ہوتے ہوئے کسی کو کسی سے شکایت کا موقع نہ ملے گا۔ کیونکہ محبت ایثار کی مقتضی ہوتی ہے اور روابط محبت کی استواری کے بعد اگر کوئی نقصان ہوتا بھی ہو تو اُسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے شارعِ اسلام نے نمازِ پنجگانہ جمعہ کے اجتماع، مصافحہ اور میل ملاقات کو خاص اہمیت دی ہے تاکہ لوگوں میں الفت و یگانگت کے رابطے بڑھیں، اور ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوں، دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کریں اور اپنے بنی نوع کے کام آئیں۔

صلۂ رحمی :۔ صلۂ رحمی یہ ہے کہ اپنے عزیزوں اور قریبیوں سے قطع تعلق نہ کرے، نہ انہیں کسی قسم کا گزند پہنچائے اور نہ اُن کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو رنجش و دل شکستگی کا باعث ہو۔ بلکہ ہر طرح سے اُن کی دلجوئی و ہمدردی کرے۔ احتیاج و ضرورت کے موقع پر اگر استطاعت رکھتا ہو تو اُن کی مدد کرے۔ کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ان کی رہائی کے لئے تگ و دو کرے، بیمار ہوں تو عیادت کے لئے جائے، غمی خوشی میں شرکت کرے۔ اس صلۂ رحمی کا فائدہ یہ ہے کہ اس

سے محبت و موانست کے جذبات قوی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں وُہ وقت بہ بر کام آتے ہیں۔ دُکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور اس اجتماع و اتحاد سے قوت و پُشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ اور احادیث میں وارد ہُوا ہے کہ اس سے عمر میں اضافہ اور فقر و پریشانی کا ازالہ ہوتا ہے۔

احسان :۔ کسی کے ساتھ نیکی کرنا احسان کہلاتا ہے۔ احسان کا پھل دُنیا میں ملتا ہے اور آخرت میں بھی چنانچہ انسان جب دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو "الانسان عبید الاحسان۔ انسان بندۂ احسان ہے" کی بنا پر دوسرا اس حُسن سلوک و ہمدردی سے متاثر ہوگا اور اس کے دل میں محبت و خیر سگالی کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اور وہ اس احسان کے بدلہ میں اپنی تمام ہمدردیوں کو اس کے لئے وقف کردے گا۔ اور وُہ خود بھی جب نام و نمود اور ذاتی اغراض کے جذبات سے الگ ہٹ کر کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے یا کسی نادار کی مدد کرتا ہے تو ایک ایسی ملکوتی مُسرت محسوس کرتا ہے جو مادی لذائذ سے کہیں زیادہ کیف افزا ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے احسان کو ناقدری و ناشکری کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تو اُسے اس پر کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا احسان رائیگاں نہیں گیا۔ اس لئے کہ اُس نے روحانی مسرت کے ساتھ محبت الٰہی کی دولت حاصل کر لی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ واللہ یحب المحسنین۔ اللہ تعالےٰ کی محبت ان کے لئے ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔

چشم پوشی :۔ اگر انسان دوسروں کے عیوب ہی پر نظر رکھے اور کسی موقع پر چشم پوشی سے کام نہ لے تو وہ کبھی اپنی زندگی کو خوشگوار نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ انسانوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر اُن کی ہر ہر غلطی پر نظر رکھی جائے اور ہر بات سے اڑ لیا جائے تو وہ ان کی نظروں میں کھٹکنے لگے گا اور تعلقات کی خوشگواری ختم ہو جائے گی اور اس طرح وہ اپنے ہاتھ سے اپنے دوستوں کو کھو دے گا اور وقت پر اُسے کوئی معاون و مددگار نہ مل سکے گا۔

خوش خلقی :۔ یہ وُہ جوہر ہے جو اپنی تابانیوں سے چاروں طرف مسرت پھیلاتا اور دل و دماغ کو غم و غصہ کے مضر جذبات سے بچا کر ایک کیف افزا ماحول میں پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ جو خوش خوئی و نرم روی کے صفات رکھتا ہے وہ نہ تنہا اپنی ذہنی فضا کو پُرمسرت بناتا ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی بساطِ مسرت چن دیتا ہے اور اس طرح وہ بڑی آسانی سے دوسروں کا تعاون حاصل کرتا اور اپنے بگڑے کاموں کو بنا لیتا ہے۔

اصلاحِ ذات البین :۔ باہم غلط فہمیوں کو دُور کرکے دو شخصوں کو آپس میں ملا دینا "اصلاحِ ذات البین کہلاتا" ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی بات خلاف واقع کہنی پڑے اس طرح کہ ایک کو دوسرے کی طرف سے یہ کہے کہ وُہ تمہارے متعلق بڑے اچھے خیال کا اظہار کرتا تھا اور دوسرے سے یہ کہے کہ وہ تمہارے فلاں کام کی بڑی تعریف کرتا تھا تو یہ باتیں اگرچہ خلافِ واقع ہیں لیکن مقصد کی اہمیت کے پیشِ نظر اس دروغ مصلحت آمیز کی شرعاً اجازت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں طرف سے دل صاف ہو جائیں گے اور کدورتیں ختم ہو جائیں گی۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر قدرت کا ارشاد ہے :۔
انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے دو بھائیوں میں اگر رنجش ہو تو میل کرا دیا کرو۔"

راست گوئی: علم ویقین کے مطابق کسی بات کے کہنے کا نام سچ اور خلافِ واقعہ اظہار کا نام جھوٹ ہے، خواہ یہ خلافِ واقعہ اظہار زبان سے ہو یا سر کی حرکت سے یا ہاتھ کے اشارہ سے۔ سچ اخلاقی تعمیر کی بنیاد اور خود اعتمادی و ذہنی سکون کا سرچشمہ ہے اور جھوٹ سے اطمینانِ ذہنی اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سچ فطری اور جھوٹ فطرت سے بغاوت ہے۔ چنانچہ ایک بچے سے جو ابھی غلط ماحول سے متاثر نہ ہوا ہو، کوئی بات دریافت کی جائے تو بے ساختہ اس کی زبان پر سچی بات آئے گی۔ اور جب پہلے پہل کسی سے کوئی خلاف واقعہ بات سنتا ہے تو اُسے ایک طرح سے حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیا؟ اور اس کی صاف وسادہ طبیعت پر یہ چیز گراں گذرتی ہے۔ سچا انسان بغیر کسی ہتھیار کے اپنے اندر اتنی قوت رکھتا ہے کہ اس کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جھوٹا آدمی جھوٹ کے ظاہر ہوجانے کے اندیشہ سے غیر مطمئن اور ذہنی اُلجھاؤ میں مبتلا اور متذبذب اور متزلزل رہتا ہے۔ اور چونکہ لوگ اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتے اس لئے وُہ اُن کی نگاہوں میں بھی ذلیل اور خود اپنی نظروں میں بھی حقیر ہو جاتا ہے۔ اسلام اصلاحِ معاشرہ اور باہمی تعاون واعتماد کا داعی ہے اور یہ دونوں چیزیں سچائی سے وابستہ ہیں اس لئے وُہ ایک مسلمان کو زندگی کے ہر شعبہ میں سچائی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے خواہ سچائی بہت سے منافع سے محرومی اور جھوٹ بہت سے فوائد کا باعث کیوں نہ ہو۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

علامة الایمان ان توثر الصدق حیث یضرك علی الکذب حیث ینفعك۔	ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچائی سے نقصان اور جھوٹ سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہو، سچائی ہی کو اختیار کرے۔"

وُہ اوصاف جن سے انسان کو خالی ہونا چاہیئے تاکہ اخلاق کی تربیت باحسن طریق ہو سکے، یہ ہیں:۔

بدعت: بدعت کے لغوی معنی نئی چیز کے ہیں اور اصطلاحاً اس چیز کو کہتے ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہونے کے باوجود دین میں داخل کرلی گئی ہو۔ یہ حرام اور سراسر ضلالت وگمراہی ہے جیسے نوافل میں جماعت، جمعہ کے دن اذان میں اضافہ قبل از وقت افطار، اعضائے مسح کو مسح کے بجائے دھونا، امام حق کے خلاف بغاوت وغیرہ۔ اور ہر نئی چیز پر بدعت کا اطلاق صحیح نہیں ہے، چنانچہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے قواعد میں تحریر کیا ہے کہ صرف انہی چیزوں کو بدعت سے تعبیر کیا جائے گا جو ادلہ تحریم کے تحت میں آتی ہوں۔ اور جو اس کے تحت میں نہ آتی ہوں انہیں حرام نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ اُن میں سے بعض واجب ہیں، جیسے کتاب وسنت کی تدوین جب کہ اُن کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور بعض مستحب ہیں جیسے دینی مدارس کی تاسیس اور بعض مکروہ ہیں جیسے تزئین مساجد۔ اور بعض مباح ہیں جیسے آرام ورفاہیت کی زندگی بسر کرنا۔

قیاس: دین میں قیاس کے معنی یہ ہیں کہ کسی امر مشترک کی وجہ سے ایک چیز کا حکم دوسری چیز پر جاری کرنا کیونکہ وُہ امر مشترک ہی اس حکم کی علت ہے اور علت کا اتحاد حکم کے اتحاد کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس قیاس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم قیاس منصوص العلۃ ہے جیسے ارشاد نبوی حرمت الخمر لاسکارھا۔ (شراب نشہ آور ہونے کے سبب سے حرام ہے) سے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دینا۔ یہ قیاس صحیح ہے۔ کیونکہ شارع نے خود علت کو بیان کر دیا ہے۔

دوسری قسم قیاس بطریق اولیٰ ہے۔ جیسے ارشادِ الٰہی :۔ ولا تقل لھما اف "ماں باپ کو اُف تک نہ کہو" سے گزند و اذیت کا حرام قرار دینا۔ یہ قیاس بھی اپنی اولویت کی بناء پر درست ہے۔

تیسری قسم قیاس مستنبط العلّۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے علت کا استنباط کر لیا جائے اور اسے مناطِ حکم قرار دے لیا جائے۔ یہ قیاس شیعی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس ورائے کی تجویز کی ہوئی علت کا علت ہونا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ چور کا ہاتھ اگر ایک چوتھائی دینار کی وجہ سے کاٹا جاتا ہے تو ازروئے قیاس غاصب کا ہاتھ بھی اس مقدار پر قطع ہونا چاہیئے، حالانکہ وہ ہزار دینار بھی غصب کرلے جب بھی اس کے ہاتھ قطع نہیں ہوں گے۔ اس لئے آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس قسم کے قیاس سے منع کیا ہے تاکہ انسانی رایوں سے شریعت کے خدوخال مسخ نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

والسنۃ اذا قیست محق الدین "سنّت میں اگر قیاس کیا جائے تو دین ہی ختم ہو جائے گا"

البتہ ایک گروہ اس قسم کے قیاس کو صحیح سمجھتا اور اُسے شرعی ماخذ قرار دیتا ہے۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اس گروہ کے نمایاں افراد کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں :۔ ابنِ ابی لیلی، ابوحنیفہؒ، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، زفر ابن ہذیل، عبدالرحمٰن ابن عمرو اوزاعی، سفیان ثوری، مالک بن انس، قاضی ابویوسف اور محمد ابن الحسن الفقیہ۔ ان سب میں حضرت ابوحنیفہؒ کو ایک خاص شہرت و امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں انہیں اہلِ قیاس و رائے کا امام تحریر کیا ہے اور زمخشری نے ربیع الابرار میں یوسف ابن اسباط کا یہ قول نقل کیا ہے :۔ ردّ ابوحنیفۃ علی النبی اربع مائۃ حدیث او اکثر۔ امام ابوحنیفہ نے چار سو یا اس سے زیادہ حدیثوں کو قیاس کے مقابلہ میں ناقابلِ عمل قرار دیا"

عُجب و کبر :۔ عجب (خود بینی) یہ ہے کہ انسان اپنی کسی خوبی پر ناز کرتے ہوئے دوسروں سے اپنے کو بلند و برتر تصور کرے۔ عام اس سے کہ وہ خوبی اس میں پائی جاتی ہو یا نہ پائی جاتی ہو یا جسے وہ خوبی سمجھ رہا ہے وہ واقع میں خوبی ہو یا یا صرف اسے خوبی تصور کر لیا ہو۔ اور کبر (غرور) یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں ایسے افعال و حرکات کا مظاہرہ کرے جن میں اپنی بلندی اور دوسروں کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔ مثلاً کسی کے ساتھ کھانے پینے میں ناک بھوں چڑھائے، غریب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور تعلقات پیدا کرنا پسند نہ کرے۔ راستہ چلنے میں ساتھ والوں سے آگے رہنے کی کوشش کرے۔ دوسروں سے سلام کا منتظر رہے اور بات چیت میں بے رُخی و بے التفاتی کا رویّہ اختیار کرے۔ یہ تمام چیزیں تکبّر کی علامت ہیں۔ ایسا شخص فیضانِ رحمت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ چنانچہ جب مینہ برستا ہے تو سربلند چوٹیوں پر سے پانی گزر جاتا ہے۔ اور جہاں نشیب ہوتا ہے وہاں جمع ہو جاتا ہے اور اس رگ و ریشہ کو سیراب کر دیتا ہے۔ اس غرور و خود پسندی کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے آغاز و انجام کو دیکھے کہ اوّلہ نطفۃ و اٰخرہ جیفۃ۔ "اس کی ابتداء نطفہ اور انتہا مُردار ہے"۔ اور اپنی شکستگی و درماندگی پر نظر کرے کہ وہ زندگی کے ہر گوشہ میں سراپا احتیاج ہے اور ہر مرحلہ پر دوسروں کے سہارے کا منتظر۔ جب پیدا ہُوا اس وقت دوسروں کی تربیت و نگرانی کا دست نگر، جب مرے گا اس وقت دوستوں کے قبر

تک پہنچانے کا محتاج ، اور جب تک زندہ رہا لباس ، رہائش ، غذا ، دوا ، غرض زندگی کے تمام ضروریات میں دوسروں کا سہارہ ڈھونڈتا رہا۔ اس کے مقابلہ میں حیوان کا دائرۂ احتیاج کہیں محدود ہے۔ وہ اپنی جائے رہائش خوراک خود مہیا کر لیتا ہے ، لباس کی اُسے احتیاج نہیں۔ مرض کا حملہ اس پر بہت کم ہوتا ہے اور جب ہوتا ہے تو اپنی دوا خود تلاش کر لیتا ہے۔ اگر انسان کو اپنے حسب و نسب پر غرور ہو تو اُسے غور کرنا چاہیئے کہ اس میں اس کی کارکردگی کا کیا دخل ہے کہ بلند نسبی اس کے لئے سرمایۂ افتخار بن سکے۔ اُسے یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے آباء کے کمالات کا ورثہ دار ہے ، یا ننگ اسلاف۔ اگر ورثہ دار ہے تو یہی ذاتی جوہر کیا کم ہے کہ وہ قصر عز و افتخار کی تعمیر کے لئے بوسیدہ ہڈیوں کا سہارا ڈھونڈے۔ اور اگر باعث ننگ ہے تو ان پر افتخار موجب عار ہے۔ اور اگر مال و دولت کی وجہ سے غرور ہو تو یہ دیکھے کہ یہ تو مبروص اور کوڑھی لوگوں کے پاس بھی فراوانی کے ساتھ ہو سکتی ہے اور کافر و بے دین بھی اس میں سے زیادہ حصہ سمیٹ سکتا ہے۔ تو اس پر فخر ہی کیا جس میں ایک کافر بھی بڑھ جائے۔ اور قوت و طاقت پر ناز ہو تو ایک چیونٹی کو دیکھے کہ وہ دن بھر چلتی پھرتی اور اپنے سے چار سو گنا بوجھ اٹھا لیتی ہے مگر تھکتی نہیں۔ اور شہد کی مکھی ایک قطرۂ شہد تیار کرنے کے لئے تین سو پھولوں کا رس چوستی ہے مگر تھکن محسوس نہیں کرتی۔ اور مچھر انتہائی قلیل غذا کے باوجود دن بھر پرواز کر سکتا ہے اور اُسے چند گھنٹے بھی پیدل چلنا پڑے تو ہلکان ہو جائے۔

حسد :۔ یہ ایک شدید قسم کا نفسانی مرض ہے جو حاسد کو گھن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ لیتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ حسد سے نہ محسود کا کچھ بگڑ سکتا ہے نہ اس کی نعمتیں اور آسائشیں سلب ہو سکتی ہیں۔ پھر جلنا اور کڑھنا تقاضائے ہوشمندی کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ دوسرے کو نقصان پہنچنے کے بجائے خود اس کے لئے تلخیوں کے ایسے اسباب فراہم ہو جاتے ہیں جو اُسے ہمیشہ قرار و سکون سے محروم اور ذہنی اُلجھنوں میں مبتلا رکھتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :۔ اقل الناس لذۃ الحسود۔ "حاسد سب سے بڑھ کر تلخ کام ہوتا ہے"۔ اگر اسے یہ یقین ہو کہ خداوندِ عالم جو کچھ کرتا ہے اس میں خیر و مصلحت ہی کارفرما ہوتی ہے ، اگر کسی کو عزت و اقبال اور جاہ و ثروت سے وافر حصہ دیتا ہے۔ تو اس میں بھی اس کی حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ لہٰذا حسد کرنا حکمت و مصلحت الٰہی کے خلاف چاہنا ہے اور یہ ایک طرح سے سرکشی و الحاد ہے جو خیر و سعادت سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

غیظ و غضب :۔ یہ بھی ایک نفسانی مرض ہے جس کے نتیجہ میں انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور زبان سے ایسے نازیبا کلمات نکل جاتے ہیں یا ہاتھ سے ایسی حرکت سرزد ہو جاتی ہے جس کے نتائج عموماً ناخوشگوار ہوتے ہیں۔ اگر اس ہیجانی کیفیت پر صبر و ضبط کے ذریعہ غلبہ پا لیا جائے تو بہت سے مفاسد کا سدباب ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے رفیق پر یہ اثر پڑتا ہے۔ کہ وہ اس زیادتی پر جو غصہ دلانے کے باعث ہوئی ہے خود نادم و شرمسار ہوتا ہے اور اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت پر آمادہ ہو جاتا ہے جس سے تلخی پھر خوشگواری سے بدل جاتی ہے۔

غیبت :۔ کسی مومن کی پس پشت برائی کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسی ناشائستہ خصلت ہے کہ انسان دوسروں کے عیب کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے تاکہ اپنی عادت کو پورا کرنے کے لئے اُسے مواد حاصل ہوتا رہے۔ قدرت نے اس

خصلت کو مردار خواری سے تعبیر کیا ہے۔ تاکہ انسان کی فطرت کراہت کو اُبھار کر اُسے نفرت دلائے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا۔

تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ گوارا کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔"

غیبت سے منع کرنے اور اس سے نفرت دلانے کے لئے اس سے بہتر کیا تعبیر ہو گی کہ یہ غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ یہ قید اس لئے ہے کہ مُردہ نہ زبان سے کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ ہاتھ سے روک سکتا ہے جس طرح چاہو اُسے چیرو پھاڑو اور اس کی بوٹیاں نوچو۔ یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جس کی غیبت کی جاتی ہے کہ وہ نہ غیبت کرنے والے کی زبان روک سکتا ہے اور نہ اُسے منع کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب برائی اس کے پس پشت ہوتی ہے۔ اس غیبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے آپس میں نفرت بڑھتی ہے، پھر رفتہ رفتہ اس نفرت کا دائرہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ خاندانوں اور قوموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ جس سے ایسے مفاسد جنم لیتے ہیں جو تباہی و بربادی کی تکمیل کر دیتے ہیں۔

تعییر:۔ کسی شخص کو اس کے عیب یا گناہ کی بنا پر مطعون قرار دینا تعییر کہلاتا ہے۔ یہ بھی بعض لوگوں کا دلچسپ مشغلہ ہے کہ وہ جس میں کوئی بری بات دیکھتے ہیں اس کی تنقیص شروع کر دیتے ہیں۔ اور بعض تو اپنی تقشف پسندی و تنک مزاجی کی وجہ سے اُسے نہی عن المنکر کے قبیل سے تصور کرتے ہوئے موقع و بے موقع زبانِ طعن کھول دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ خود اپنا جائزہ لیں تو اس جیسے کتنے ہی عیوب ان کے اندر موجود ہوں گے۔ درحقیقت یہ عیب بینی و نکتہ چینی اپنی ہی خامی ہوتی ہے جو دوسروں کے اندر نظر آتی ہے۔

اے بسا عیبے کہ بینی در کساں   خوئے تو باشد درایشاں اے فلاں

اگر یہ گناہ سے نفرت دلانے اور نصیحت و خیر خواہی کے عنوان سے ہو تو یہ نہی عن المنکر کے قبیل سے سمجھی جائے گی جو اپنے محل و مورد سے وابستہ ہے۔ مگر یہ نکتہ چینی تو علاج کے بجائے دوسرے کی تحقیر و تذلیل کے لئے ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ خود اس عیب سے بری ہیں۔ لیکن بری ہوں بھی، تو اس کا ذمّہ تو نہیں لے سکتے کہ ان کا دامن کبھی داغدار نہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ جو آج دوسروں میں کیڑے ڈال رہے ہیں کل ان میں پڑ جائیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من غیر مومنا بذنب لم یمت حتی یرکبہ۔

جو کسی مومن پر اس کے کسی گناہ کی وجہ سے عیب لگاتا ہے وہ ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو کر مرتا ہے۔"

سوءِ ظن:۔ کسی مسلم و مومن کے متعلق خود ساختہ قرائن کی بنا پر خیال فاسد قائم کرنا سوءِ ظن کہلاتا ہے۔ یہ چیز خبث فطرت و سوءِ باطن کی دلیل ہے جس کے نتیجہ میں باہمی تعاون و اعتماد کا ماحول ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے قدرت نے بدگمانی کو

گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔	اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچے رہا کرو کیونکہ بعض گمان بدگناہ ہوتے ہیں۔

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

ان اللہ حرم من المسلم دمہ و عرضہ و ان یظن بہ ظن السوء۔	خداوندِ عالم نے مُسلم کا خون بہانے، اس کی عزت پر حملہ آور ہونے اور اس کے متعلق سوءِ ظن رکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔"

بدگمانی کو وہی شخص اپنے دل میں جگہ دے گا جس کا دل خود صاف نہ ہوگا اس لئے کہ انسان ہر آئینہ میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے، اور جیسا وُہ خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کے متعلق تصوّر قائم کرنے لگتا ہے۔ اور جس کا دل پاک وصاف ہوگا وہ بدگمانی کو اپنے دل میں نہ آنے دے گا اور نہ زبان سے کوئی ایسی بات کہے گا جس سے بدگمانی کا اظہار ہوتا ہو۔ اس قسم کی بدگمانی صرف اغوائے شیطانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اندرونی کیفیت و باطنی حالت پر خداوندِ علیم و خبیر کے علاوہ کوئی دوسرا آگاہ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی دوسرے کے اندر جھانک کر نیت کی اچھائی یا بُرائی کو دیکھ سکتا اور دل کا حال جان سکتا ہے۔ لہٰذا کسی کے متعلق بے جانے بے دیکھے ایک خیال قائم کر لینا صرف اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے اس کی قوتِ واہمہ میں نیکی کا تصور قائم کرنے کے بجائے بُرا تصور قائم کر دیا ہے اور جو تصوّر شیطانی وسوسہ کا نتیجہ ہو اس پر اثرات مرتب کرنا غلط ہوگا۔ اس طرح کہ کسی کو خیرات کرتے دیکھیں تو یہ خیال قائم کر لیں کہ یہ نام و نمود کے لئے ایسا کر رہا ہے یا کوئی اور عملِ خیر کر رہا ہو تو اُسے اُس کی ذاتی غرض پر محمول کیا جائے۔ ہمیں ظاہر کو دیکھتے ہُوئے حُسنِ ظن ہی سے کام لینا چاہیئے۔ رہا نیت کا سوال تو اس کا محاسبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جب حُسنِ ظن ہی پر بنیاد ہے تو پھر جو ہو اس پر اعتماد کر لینا چاہیئے۔ جسے چاہیں گھر میں چھوڑ جائیں جسے چاہیں اپنا مال سپرد کر دیں اور جو شخص کوئی دعویٰ کرے اُسے بغیر دلیل وسند کے تسلیم کر لیں تو یہ حزم و احتیاط اور تقاضائے عقل کے خلاف ہوگا۔ ایسے موارد پر حسنِ ظن کو بنیاد نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ ہر ایک پر پرکھے بغیر اعتماد کیا جا سکتا ہے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

الطمانینة علیٰ کل احد قبل الاختبار عجز	پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری کی دلیل ہے۔"

فحش کلامی :۔ یہ بازاری لوگوں کا وطیرہ ہے کہ وہ اپنے جیسے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اول فول بکنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک شریف و معیاری انسان کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ وُہ اپنی زبان پر کوئی فحش کلمہ آنے دے۔ اور اگر کسی موقعہ پر ایسی ضرورت پڑ جائے کہ کوئی فحش کلمہ کہنا پڑے تو وہ اسے اشارے کنائے سے ادا کرے گا اور کُھل کر کہنے سے ہچکچائے گا۔

دشنام طرازی :۔ یہ عادت نفس کی خباثت و دنایت کی علامت ہے۔ اس سے مقصد دوسروں کو گزند پہنچانا ہوتا

ہے اور کبھی بُرے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اس کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بہرحال یہ کسی کو گزند پہنچانے کے لئے ہو یا بربنائے عادت، انتہائی اشتعال انگیزی کا باعث ہوتی ہے جس سے جھگڑے فساد اور خون خرابے تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور کبھی قتل ایسے سنگین جرم کا بھی ارتکاب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی گالی دے تو گالی کا جواب گالی سے دینے کے بجائے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے، اور گالی گلوچ سے اپنے کو بچائے رکھنا چاہیئے تاکہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے۔

اسراف:۔ جہاں جتنا صرف کرنا چاہیئے اس سے زیادہ مقدار میں صرف کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ اور بعض اسے دریا دلی سمجھتے ہوئے جہاں ایک صرف کرنا چاہیئے وہاں دس صرف کرتے ہیں اور دعوتوں اور نمائشی کاموں میں دل کے حوصلے نکالتے ہیں۔ اور جہاں کسی غریب و نادار کی اعانت اور کسی بیوہ و یتیم کی مدد کا سوال آتا ہے تو مالی کمزوری و کساد بازاری کا رونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسی دریا دلی نام و نمود کی ہوس کا نتیجہ ہوتی ہے اور یہی اسراف ہے۔ یہ اسراف اگر کھانے پینے کے سلسلہ میں ہو تو اس کے نتیجہ میں طرح طرح کے امراض سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور دوسرے امور میں ہو تو اس کا نتیجہ تباہی و بدحالی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی مثالوں کی کمی نہیں کہ کسی منچلی طبیعت والے نے کسی تقریب میں نام و نمود کی خاطر یا رسم و رواج کو نباہنے کے لئے زمین یا مکان کو رہن رکھا اور ایک آدھ دن خوب چہل پہل اور تزک و احتشام دکھانے میں گزارا۔ اور ہوا یہ کہ جو رہا سہا پاس تھا وُہ ختم ہوا۔ سُود در سُود کی بدولت مکان نیلام ہُوا۔ اب نہ کوئی ٹھکانہ رہا اور نہ سر چھپانے کی کوئی جگہ۔ انسان راحت و آسائش کی زندگی اسی صورت میں گزار سکتا ہے جب وُہ اعتدال و میانہ روی سے کام لے۔ ورنہ اسراف کے نتیجہ میں اقتصادی الجھن اور تنگ دستی و پریشانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

تبذیر:۔ جہاں صرف نہ کرنا چاہیئے وہاں صرف کرنا تبذیر کہلاتا ہے۔ اس بے محل جود و سخا کے مظاہرہ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے گرد خوشامدیوں اور بازاری قسم کے لوگوں کا ایک حلقہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس کی بے جا تعریف و خوشامد کر کے اُسے خود پسند بنا دیتے ہیں۔ اور وُہ انہیں اپنا خیر خواہ دوست سمجھ کر دیتا دلاتا رہتا ہے، اور غریب و نادار اور مستحق و فقیر اُس کے ہاں سے محروم رہتے ہیں۔ یہ بے محل داد و دہش بدبختی کی علامت اور اُخروی سعادت سے محرومی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

اذا اردت ان تعلم اشقی الرجل ام سعید فانظر سیبه ومعروفه الی من یصنعه فان کان یصنعه الی من هو اهله فاعلم انه الی خیر وان کان یصنعه الی غیر اهله فاعلم انه لیس له عند الله خیر۔	"جب تم یہ جاننا چاہو کہ فلاں شخص بدبخت ہے یا نیک، تو اس کی داد و دہش کو دیکھو کہ وُہ کن سے حسن سلوک کرتا ہے اگر وُہ اہل و مستحق افراد کو دیتا ہے تو وُہ بھلائی کی راہ پر گامزن ہے۔ اور اگر نا اہل سے سلوک کرتا ہے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اُس کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے۔"

سوال:۔ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اپنی عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے۔ اس لئے کوئی باعزت انسان انتہائی تنگی و عسرت کے باوجود سوال کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ یہ دُنیا میں بھی روسیاہی کا سبب ہے اور آخرت میں بھی۔ اس سے جواب طلبی

ہوگی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

ایاکم وسوال الناس فانہ ذل فی الدنیا وفقر تعجلونہ وحساب طویل یوم القیمۃ ۔

لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے سے بچے رہو کیونکہ یہ دنیا میں ذلت و فقر کا باعث ہے اور آخرت میں حساب و کتاب دینا ہوگا۔"

سوال کی عادت عموماً فقرو ناداری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس سے انسان عزت نفس کھو بیٹھتا ہے۔ اسی چیز کے پیش نظر صلحاء و ابرار احتیاج و تنگ دستی سے پناہ مانگتے رہے ہیں کہ مبادا یہ تنگ دستی سوال پر مجبور کر دے۔ اور اخلاق کی پاکیزگی ختم ہو جائے۔ مال و دولت سے بھی اگر اس کا مصرف صحیح ہو تو اخلاق کی نگہداشت کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نعم العون علی تقوی اللہ الغناء ۔ وسعت مالی تقویٰ الٰہی میں معین و معاون ہوتی ہے۔ اسی مال و دولت کی وجہ سے انسان مالی عبادات کو سرانجام دیتا ہے اور حج، خمس، زکوٰۃ، کفارہ، صلہ رحم و صدقات سب اسی سے وابستہ ہیں۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا حَزَنَهٗ أَمْرٌ وَأَهَمَّتْهُ الْخَطَايَا

جب کسی بات سے غمگین یا گناہوں کی وجہ سے پریشان ہوتے تو یہ دعا پڑھتے :۔

اَللّٰهُمَّ يَا كَافِيَ الْفَرْدِ الضَّعِيْفِ وَ وَاقِيَ الْأَمْرِ الْمَخُوْفِ أَفْرَدَتْنِي الْخَطَايَا فَلَا صَاحِبَ مَعِي وَ ضَعُفْتُ عَنْ غَضَبِكَ فَلَا مُؤَيِّدَ لِي وَأَشْرَفْتُ عَلٰى خَوْفِ لِقَائِكَ فَلَا مُسَكِّنَ لِرَوْعَتِي وَمَنْ يُؤْمِنُنِي مِنْكَ وَأَنْتَ أَخَفْتَنِي وَمَنْ يُسَاعِدُنِي وَأَنْتَ أَفْرَدْتَنِي وَمَنْ يُقَوِّيْنِي وَ أَنْتَ أَضْعَفْتَنِي لَا يُجِيْرُ يَا إِلٰهِي إِلَّا رَبٌّ عَلٰى مَرْبُوْبٍ وَلَا يُؤْمِنُ إِلَّا غَالِبٌ عَلٰى مَغْلُوْبٍ وَلَا يُعِيْنُ إِلَّا طَالِبٌ عَلٰى مَطْلُوْبٍ وَ بِيَدِكَ يَا إِلٰهِي جَمِيْعُ ذٰلِكَ السَّبَبِ وَ

اے اللہ! اے یکہ و تنہا اور کمزور و ناتوان کی (مہموں میں) کفایت کرنے والے اور خطرناک مرحلوں سے بچا لے جانے والے! گناہوں نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ اب کوئی ساتھی نہیں ہے اور تیرے غضب کے برداشت کرنے سے عاجز ہوں۔ اب کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔ تیری طرف بازگشت کا خطرہ درپیش ہے، اب اس دہشت سے کوئی تسکین دینے والا نہیں ہے اور جب کہ تو نے مجھے خوف زدہ کیا ہے تو کون ہے جو مجھے تجھ سے مطمئن کرے۔ اور جب کہ تو نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے، تو کون ہے جو میری دستگیری کرے۔ اور جب کہ تو نے مجھے ناتواں کر دیا ہے تو کون ہے جو مجھے قوت دے۔ اے میرے معبود! پروردہ کو کوئی پناہ

إِلَيْكَ الْمَفَرُّ وَالْمَهْرَبُ فَصَلِّ
عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَأَجِرْ هَرَبِي
وَأَنْجِحْ مَطْلَبِي اَللّٰهُمَّ
إِنَّكَ إِنْ صَرَفْتَ عَنِّي وَجْهَكَ
الْكَرِيمَ أَوْ مَنَعْتَنِي فَضْلَكَ
الْجَسِيمَ أَوْ حَظَرْتَ عَلَيَّ
رِزْقَكَ أَوْ قَطَعْتَ عَنِّي سَبَبَكَ
لَمْ أَجِدِ السَّبِيلَ إِلَىٰ شَيْءٍ مِنْ
أَمَلِي غَيْرَكَ وَلَمْ أَقْدِرْ عَلَىٰ
مَا عِنْدَكَ بِمَعُونَةِ سِوَاكَ
فَإِنِّي عَبْدُكَ وَفِي قَبْضَتِكَ
نَاصِيَتِي بِيَدِكَ الْأَمْرُ
لَا أَمْرَ لِي مَعَ أَمْرِكَ
مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ
فِيَّ قَضَاؤُكَ وَلَا قُوَّةَ لِي
عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ سُلْطَانِكَ
وَلَا أَسْتَطِيعُ مُجَاوَزَةَ قُدْرَتِكَ
وَلَا أَسْتَمِيلُ هَوَاكَ وَلَا أَبْلُغُ
رِضَاكَ وَلَا أَنَالُ مَا عِنْدَكَ إِلَّا
بِطَاعَتِكَ وَبِفَضْلِ رَحْمَتِكَ
إِلٰهِي أَصْبَحْتُ وَأَمْسَيْتُ عَبْدًا
دَاخِرًا لَكَ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي
نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا بِكَ أَشْهَدُ
بِذٰلِكَ عَلَىٰ نَفْسِي وَأَعْتَرِفُ
بِضَعْفِ قُوَّتِي وَقِلَّةِ حِيلَتِي
فَأَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي
وَتَمِّمْ لِي مَا آتَيْتَنِي

نہیں دے سکتا، سوائے اس کے پروردگار کے اور
شکست خوردہ کو کوئی امان نہیں دے سکتا، سوائے
اس پر غلبہ پانے والے کے۔ اور طلب کردہ کی کوئی
مدد نہیں کر سکتا سوائے اس کے طالب کے۔ یہ تمام
وسائل اے میرے معبود تیرے ہی ہاتھ میں ہیں، اور
تیری ہی طرف راہِ فرار و گریز ہے، لہٰذا تو محمدؐ اور اُن
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے گریز کو اپنے دامن
میں پناہ دے اور میری حاجت بر لا۔ اے اللہ! اگر تُو نے
اپنا پاکیزہ رُخ مجھ سے موڑ لیا اور اپنے احسانِ عظیم سے
دریغ کیا یا اپنے رزق کو بند کر دیا، یا اپنے رشتۂ رحمت
کو مجھ سے قطع کر لیا تو میں اپنی آرزوؤں تک پہنچنے کا
وسیلہ تیرے سوا کوئی پا نہیں سکتا اور تیرے ہاں کی چیزوں
پر تیری مدد کے سوا دسترس حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں
تیرا بندہ اور تیرے قبضۂ قدرت میں ہوں اور تیرے ہی
ہاتھ میں میری باگ ڈور ہے۔ تیرے حکم کے آگے میرا حکم
نہیں چل سکتا۔ میرے بارے میں تیرا فرمان جاری اور
میرے حق میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے تیرے
قلمروِ سلطنت سے نکل جانے کا مجھے یارا نہیں اور تیرے
احاطۂ قدرت سے قدم باہر رکھنے کی طاقت نہیں اور
نہ تیری محبت کو حاصل کر سکتا ہوں۔ نہ تیری رضامندی
تک پہنچ سکتا ہوں اور نہ تیرے ہاں کی نعمتیں پا سکتا ہوں
مگر تیری اطاعت اور تیری رحمتِ فراواں کے وسیلہ
سے۔ اے اللہ! میں ہر حال میں تیرا ذلیل بندہ ہوں۔
تیری مدد کے بغیر میں اپنے سود و زیاں کا مالک نہیں۔
میں اس عجز و بے بضاعتی کی اپنے بارے میں گواہی دیتا
ہوں اور اپنی کمزوری و بے چارگی کا اعتراف کرتا
ہوں۔ لہٰذا جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اُسے پورا کر

فَاِنِّیْ عَبْدُكَ الْمِسْكِيْنُ الْمُسْتَكِيْنُ الضَّعِيْفُ الضَّرِيْرُ الْحَقِيْرُ الْمَهِيْنُ الْفَقِيْرُ الْخَائِفُ الْمُسْتَجِيْرُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَلَا تَجْعَلْنِيْ نَاسِيًا لِذِكْرِكَ فِيْمَا اَوْلَيْتَنِيْ وَ لَا غَافِلًا لِاِحْسَانِكَ فِيْمَا اَبْلَيْتَنِيْ وَلَا اٰيِسًا مِنْ اِجَابَتِكَ لِيْ وَ اِنْ اَبْطَاَتْ عَنِّيْ فِيْ سَرَّآءَ كُنْتُ اَوْ ضَرَّآءَ اَوْ شِدَّةٍ اَوْ رَخَآءٍ اَوْ عَافِيَةٍ اَوْ بَلَآءٍ اَوْ بُؤْسٍ اَوْ نَعْمَآءَ اَوْ جِدَةٍ اَوْ لَاْوَآءَ اَوْ فَقْرٍ اَوْ غِنًى اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اجْعَلْ ثَنَائِيْ عَلَيْكَ وَ مَدْحِيْ اِيَّاكَ وَحَمْدِيْ لَكَ فِيْ كُلِّ حَالَاتِيْ حَتّٰى لَا اَفْرَحَ بِمَا اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الدُّنْيَا وَلَا اَحْزَنَ عَلٰى مَا مَنَعْتَنِيْ فِيْهَا وَاَشْعِرْ قَلْبِيْ تَقْوَاكَ وَاسْتَعْمِلْ بَدَنِيْ فِيْمَا تَقْبَلُهٗ مِنِّيْ وَاشْغَلْ بِطَاعَتِكَ نَفْسِيْ عَنْ كُلِّ مَا يَرِدُ عَلَيَّ حَتّٰى لَا اُحِبَّ شَيْئًا مِنْ سُخْطِكَ وَلَا اَسْخَطَ شَيْئًا مِنْ رِضَاكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَفَرِّغْ قَلْبِيْ لِمَحَبَّتِكَ وَاشْغَلْهُ بِذِكْرِكَ وَانْعَشْهُ بِخَوْفِكَ وَ بِالْوَجَلِ مِنْكَ وَقَوِّهٖ بِالرَّغْبَةِ اِلَيْكَ وَاَمِلْهُ اِلٰى طَاعَتِكَ وَاَجْرِ بِهٖ فِيْ اَحَبِّ السُّبُلِ اِلَيْكَ وَذَلِّلْهُ بِالرَّغْبَةِ فِيْمَا عِنْدَكَ اَيَّامَ حَيٰوتِيْ

اور جو دیا ہے اُسے تکمیل تک پہنچا دے۔ اس لئے کہ میں تیرا وُہ بندہ ہوں جو بے نوا، عاجز، کمزور، بے سرو سامان، حقیر، ذلیل، نادار، خوفزدہ، اور پناہ کا خواستگار ہے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے اُن عطیوں میں جو تُو نے بخشے ہیں فراموش کار اور اُن نعمتوں میں جو تُو نے عطا کی ہیں احسان ناشناس نہ بنا دے اور مجھے دُعا کی قبولیت سے نااُمید نہ کر اگرچہ اُس میں تاخیر ہو جائے۔ آسائش میں ہوں یا تکلیف میں تنگی میں ہوں یا فارغ البالی میں۔ تندرستی کی حالت میں ہوں یا بیماری کی، بد حالی میں ہوں یا خوشحالی میں، تونگری میں ہوں یا عسرت میں۔ فقر میں ہوں یا دولتمندی میں، اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے ہر حالت میں مدح و ستائش و سپاس میں مصروف رکھ یہاں تک کہ دنیا میں سے جو کچھ تُو دے اس پر خوش نہ ہونے لگوں اور جو روک لے اس پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اور پرہیزگاری کو میرے دل کا شعار بنا اور میرے جسم سے وہی کام لے جسے تُو قبول فرمائے اور اپنی اطاعت میں انہماک کے ذریعہ تمام دنیوی علائق سے فارغ کر دے تاکہ اس چیز کو جو تیری ناراضگی کا سبب ہے دوست نہ رکھوں اور جو چیز تیری خوشنودی کا باعث ہے اُسے ناپسند نہ کروں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور زندگی بھر میرے دل کو اپنی محبت کے لئے فارغ کر دے۔ اپنی یاد میں اسے مشغول رکھ، اپنے خوف و ہراس کے ذریعہ (گناہوں کی) تلافی کا موقع دے، اپنی طرف رجوع ہونے سے اس کو قوت و توانائی بخش، اپنی اطاعت کی طرف اسے مائل کر اور اپنے پسندیدہ ترین راستہ پر چلا اور

كُلِّهَا وَاجْعَلْ تَقْوَاكَ مِنَ الدُّنْيَا زَادِيْ وَاِلٰى رَحْمَتِكَ رِحْلَتِيْ وَفِيْ مَرْضَاتِكَ مَدْخَلِيْ وَاجْعَلْ فِيْ جَنَّتِكَ مَثْوَايَ وَهَبْ لِيْ قُوَّةً اَحْتَمِلُ بِهَا جَمِيْعَ مَرْضَاتِكَ وَاجْعَلْ فِرَارِيْ اِلَيْكَ وَرَغْبَتِيْ فِيْمَا عِنْدَكَ وَاَلْبِسْ قَلْبِي الْوَحْشَةَ مِنْ شِرَارِ خَلْقِكَ وَهَبْ لِيَ الْاُنْسَ بِكَ وَبِاَوْلِيَائِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ وَلَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ وَلَا كَافِرٍ عَلَيَّ مِنَّةً وَلَا لَهٗ عِنْدِيْ يَدًا وَلَا بِيْ اِلَيْهِمْ حَاجَةً بَلِ اجْعَلْ سُكُوْنَ قَلْبِيْ وَاُنْسَ نَفْسِيْ وَاسْتِغْنَائِيْ وَكِفَايَتِيْ بِكَ وَبِخِيَارِ خَلْقِكَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاجْعَلْنِيْ لَهُمْ قَرِيْنًا وَاجْعَلْنِيْ لَهُمْ نَصِيْرًا وَامْنُنْ عَلَيَّ بِشَوْقٍ اِلَيْكَ وَبِالْعَمَلِ لَكَ بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَذٰلِكَ عَلَيْكَ يَسِيْرٌ۔

اپنی نعمتوں کی طلب پر اسے تیار کر اور پرہیزگاری کو میرا توشہ، اپنی رحمت کی جانب میرا سفر، اپنی خوشنودی میں میرا گذر اور اپنی جنت میں میری منزل قرار دے اور مجھے ایسی قوت عطا فرما جس سے تیری رضامندیوں کا بوجھ اُٹھا لوں۔ اور میرے گریز کو اپنی جانب اور میری خواہش کو اپنے ہاں کی نعمتوں کی طرف قرار دے، اور بُرے لوگوں سے میرے دل کو متوحش اور اپنے اور اپنے دوستوں اور فرماں برداروں سے مانوس کر دے اور کسی بدکار اور کافر کا مجھ پر احسان نہ ہو۔ نہ اس کی نگاہِ کرم مجھ پر ہو اور نہ اس کی مجھے کوئی احتیاج ہو، بلکہ میرے دلی سکون، قلبی لگاؤ اور میری بے نیازی و کارگزاری کو اپنے اور اپنے برگزیدہ بندوں سے وابستہ کر۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان کا ہم نشین و مددگار قرار دے اور اپنے شوق و وارفتگی اور اُن اعمال کے ذریعہ جنہیں تو پسند کرتا اور جن سے خوش ہوتا ہے، مجھ پر احسان فرما۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کام تیرے لئے آسان ہے۔

جب انسان کو گناہوں کا احساس ہوتا ہے تو وُہ اپنے کو یکہ و تنہا محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اُس کا بوجھ بٹانے والا اور ان گناہوں کا بار ہلکا کرنے والا کوئی نہیں ہے اس لئے اپنے گرد و پیش دوستوں کے اجتماع کے باوجود وہ اپنے کو تنہا سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جب گناہ کے نتیجہ میں غضب و انتقام الٰہی کا تصور کرتا ہے تو اس کے مقابلہ میں اپنی قوت و طاقت کو عاجز و کمزور پاتا ہے۔ اور جب حشر و نشر، حساب و کتاب اور برزخ و قبر کی سختیوں کا تصور کرتا ہے۔ تو اس پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ یہ خوف و پراگندگی کے تمام حالاتِ گناہ غضبِ الٰہی اور حشر و نشر کے تصور سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے امام علیہ السّلام نے ان چیزوں کی نسبت انہی اسباب کی طرف دی ہے۔ پھر اسباب و وسائط سے قطع نظر کرتے ہوئے اللہ سبحانہٗ کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ کیونکہ حقیقۃً وہی عجز و تنہائی و خوف کے اسباب پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ذٰلک یخوف اللہ بہ عبادہ یا عباد فاتقون ہ — یہ وہ عذاب ہے جس سے خدا نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔"

ایسی صورت میں خوف و ہراس سے تسلّی حاصل کرنے کا جب کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا اور اسی سے خوف و پریشانی، تنہائی و بے کسی اور اپنی عاجزی و بے بسی کا مداوا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی پناہ دینے والا، اور خوف و اضطراب کا دُور کرنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔ فر وا من اللہ الی اللہ "اللہ کے عذاب سے اللہ تو ہی کے دامن میں پناہ مانگو" اور حضرتؑ نے اس دُعا میں صرف اُسی کو پناہ دہندہ قرار دینے پر اس طرح استدلال فرمایا کہ وُہ رب ہے جس کے معنی مالک کے ہیں اور اس کے علاوہ ہر فرد مملوک اور اس کے دائرہ ربوبیت کے اندر ہے۔ تو مملوک کا مالک کے مقابلہ میں کیا بس چل سکتا ہے کہ وہ اس کے غضب و انتقام سے سپر بن سکے۔ اور وہ غالب ہے۔ اور اس کے علاوہ سب شکست خوردہ و مغلوب ہیں۔ لہٰذا جو خود مغلوب ہو وُہ غالب کے مقابلہ میں کیا پناہ دے سکتا ہے۔ جب کہ اُسے غلبہ و تسلّط حاصل ہی نہیں ہے۔ اور وُہ طالب ہے، بایں معنی کہ وُہ سب کو اپنی بارگاہ میں طلب کرنے والا اور اُن کے اعمال کا جائزہ لینے والا ہے۔ اور اس کے علاوہ سب کے سب وہاں حساب و کتاب کے لئے مطلوب ہیں۔ اور ایک فرد کے لئے بھی جائے گزیر نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔ واللہ من ورائھم محیط۔ "اللہ اُن کا آگے سے اور پیچھے سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔" لہٰذا جو خود مطلوب و ماخوذ ہو وُہ طالب کے مقابلہ میں کیا مدد کر سکتا ہے۔ اب اگر کہیں پناہ طلب کی جا سکتی ہے تو اُسی کے سایۂ رحمت میں اور خوف و ہراس کے اندھیرے چھٹ سکتے ہیں۔ تو اُسی کے فضل و کرم کی روشنی سے، اور انسان اس کے سامنے عاجز و درماندہ اور بے بس و لاچار ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں اُسی کا امر نافذ اور اسی کا حکم کار فرما ہے اور اُسی کے ہاتھ میں تمام اسباب و وسائل ہیں۔ اس کے یہ معنی نہ سمجھے جائیں کہ انسان اپنے افعال پر اختیار ہی نہیں رکھتا اور اس سلسلہ میں بے بس و مجبور ہے۔ کیونکہ قدرت کی طرف سے صرف اسباب اور وسائل مہیا ہوتے ہیں۔ جس کے بعد وہ اچھے اور بُرے کاموں کو باختیارِ خود انجام دیتا ہے۔ چنانچہ جہاں تک ان افعال کے لئے قوتیں درکار تھیں وُہ قدرت کا عطیہ ہیں جنہیں اچھے اور بُرے دونوں قسم کے کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے۔ اور جب توفیقِ الٰہی سے انہیں اچھے کاموں میں صرف کرتا ہے تو یہ اُس کا اختیاری فعل ہوتا ہے جس پر وُہ جزا و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور قدرت کی طرف سے اسباب و قویٰ کا مہیا ہونا ان افعال کے وقوع کی علت نہیں ہے کہ اُسے اپنے کاموں میں مجبور سمجھ لیا جائے۔ البتہ توفیقِ الٰہی کا شاملِ حال ہونا ایک انعامِ خداوندی ہے۔ جو ہر اس شخص کی دستگیری کے لئے آمادہ ہے جو فکر و عمل سے اس کے لئے راستہ ہموار کر دیتا ہے۔ اور یہ اس کی توفیق ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان خواہشات و جذبات کو دبا کر اپنے اعضاء کو اس کی عبادت میں، اپنے دل کو اس کی یاد میں اور اپنی زبان کو اس کے ذکر میں مصروف رکھتا ہے۔ اور خواہش پرستی کے مقابلہ میں اس کی خوشنودی و رضامندی کو ترجیح دیتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی سے محبت ہے تو اس لئے کہ وہ اللہ کا فرمانبردار اور اس کا دوست ہے اور کسی سے بغض ہے تو اس لئے کہ وُہ عاصی و نافرمان اور اُس کا دشمن ہے۔ غرض اس کا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا، میل ملّت رکھنا سب اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اس کی

خوشنودی کے لئے ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں نہ کسی مصیبت کو مصیبت اور نہ کسی نقصان کو نقصان تصور کرتا ہے۔

وكان من دعائه عليه السلام عند الشدة والجهد وتعسر الامور

اللهم انك كلفتني من نفسي ما انت املك به مني وقدرتك عليه وعلي اغلب من قدرتي فاعطني من نفسي ما يرضيك عني وخذ لنفسك رضاها من نفسي في عافية اللهم لا طاقة لي بالجهد ولا صبر لي على البلاء ولا قوة لي على الفقر ولا تحظر علي رزقي ولا تكلني الى خلقك بل تفرد بحاجتي وتول كفايتي وانظر الي وانظر لي في جميع اموري فانك ان وكلتني الى نفسي عجزت عنها ولم اقم ما فيه مصلحتها و ان وكلتني الى خلقك تجهموني و ان الجاتني الى قرابتي حرموني و ان اعطوا اعطوا قليلا نكدا ومنوا علي طويلا وذموا كثيرا بفضلك فبفضلك اللهم فاغنني وبعظمتك فانعشني وبسعتك فابسط يدي وبما عندك فاكفني اللهم صل على محمد وآله وخلصني من الحسد واحصرني عن الذنوب وورعني عن المحارم ولا تجرئني

شدائد و مشکلات کے موقع پر یہ دعا پڑھتے:۔

اے میرے معبود! تو نے (اصلاح و تہذیب نفس کے بارے میں) جو تکلیف مجھ پر عائد کی ہے اس پر تو مجھ سے زیادہ قدرت رکھتا ہے اور تیری قوت و توانائی اس امر پر اور خود مجھ پر میری قوت و طاقت سے فزوں تر ہے لہٰذا مجھے ان اعمال کی توفیق دے جو تیری خوشنودی کا باعث ہوں۔ اور صحت و سلامتی کی حالت میں اپنی رضامندی کے تقاضے مجھ سے پورے کر لے۔ بارالٰہا! مجھ میں مشقت کے مقابلہ میں ہمت، مصیبت کے مقابلہ میں صبر اور فقر و احتیاج کے مقابلہ میں قوت نہیں ہے۔ لہٰذا میری روزی کو روک نہ لے اور مجھے اپنی مخلوق کے حوالے نہ کر۔ بلکہ بلاواسطہ میری حاجت برلا اور خود ہی میرا کارساز بن اور مجھ پر نظر شفقت فرما اور تمام کاموں کے سلسلہ میں مجھ پر نظر کرم رکھ۔ اس لئے کہ اگر تو نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تو میں اپنے امور کی انجام دہی سے عاجز رہوں گا۔ اور جن کاموں میں میری بہبودی ہے۔ انہیں انجام نہ دے سکوں گا۔ اور اگر تو نے مجھے لوگوں کے حوالے کر دیا تو وہ تیوریوں پر بل ڈال کر مجھے دیکھیں گے۔ اور اگر عزیزوں کی طرف دھکیل دیا تو وہ مجھے ناامید رکھیں گے۔ اور اگر کچھ دیں گے تو قلیل و ناخوشگوار، اور اس کے مقابلہ میں احسان زیادہ رکھیں گے اور برائی بھی حد سے بڑھ کر کریں گے۔ لہٰذا اے میرے معبود! تو اپنے فضل و کرم کے ذریعہ مجھے بے نیاز کر،

عَلَى الْمَعَاصِيْ وَاجْعَلْ هَوَايَ
عِنْدَكَ وَرِضَايَ فِيْمَا يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكَ
وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ وَفِيْمَا
خَوَّلْتَنِيْ وَفِيْمَا اَنْعَمْتَ بِهٖ عَلَيَّ
وَاجْعَلْنِيْ فِيْ كُلِّ حَالَاتِيْ مَحْفُوْظًا
مَكْلُوْءًا مَسْتُوْرًا مَمْنُوْعًا
مُعَاذًا مُجَارًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاقْضِ
عَنِّيْ كُلَّ مَا اَلْزَمْتَنِيْهِ وَ
فَرَضْتَهٗ عَلَيَّ لَكَ فِيْ وَجْهٍ
مِنْ وُجُوْهِ طَاعَتِكَ اَوْ لِخَلْقٍ
مِنْ خَلْقِكَ وَاِنْ ضَعُفَ عَنْ
ذٰلِكَ بَدَنِيْ وَوَهَنَتْ عَنْهُ
قُوَّتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَقْدُرَتِيْ وَلَمْ
يَسَعْهُ مَالِيْ وَلَا ذَاتُ يَدِيْ
ذَكَرْتُهٗ اَوْ نَسِيْتُهٗ هُوَ يَا رَبِّ مِمَّا
قَدْ اَحْصَيْتَهٗ عَلَيَّ وَاَغْفَلْتُهٗ اَنَا
مِنْ نَفْسِيْ فَاَدِّهٖ عَنِّيْ مِنْ جَزِيْلِ
عَطِيَّتِكَ وَكَثِيْرِ مَا عِنْدَكَ فَاِنَّكَ
وَاسِعٌ كَرِيْمٌ حَتّٰى لَا يَبْقٰى عَلَيَّ شَيْءٌ
مِّنْهُ تُرِيْدُ اَنْ تُقَاصَّنِيْ بِهٖ مِنْ
حَسَنَاتِيْ اَوْ تُضَاعِفَ بِهٖ مِنْ
سَيِّئَاتِيْ يَوْمَ اَلْقَاكَ يَا رَبِّ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَارْزُقْنِيْ
الرَّغْبَةَ فِي الْعَمَلِ لَكَ لِاٰخِرَتِيْ
حَتّٰى اَعْرِفَ صِدْقَ ذٰلِكَ مِنْ
قَلْبِيْ وَحَتّٰى يَكُوْنَ الْغَالِبُ

اور اپنی بزرگی و عظمت کے وسیلہ سے میری احتیاج
کو برطرف فرما اور اپنی تونگری و وسعت سے میرا ہاتھ کشادہ
کر دے اور اپنے ہاں کی نعمتوں کے ذریعہ مجھے (دوسروں
سے) بے نیاز بنا دے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے حسد سے نجات دے،
اور گناہوں کے ارتکاب سے روک دے۔ اور حرام
کاموں سے بچنے کی توفیق دے، اور گناہوں پر جرأت
پیدا نہ ہونے دے اور میری خواہش و رغبت اپنے سے
وابستہ رکھ اور میری رضامندی انہی چیزوں میں قرار
دے جو تیری طرف سے مجھ پر وارد ہوں، اور رزق و
بخشش و انعام میں میرے لئے افزائش فرما اور مجھے
ہر حال میں اپنے حفظ و نگہداشت، حجاب و نگرانی اور
پناہ و امان میں رکھ۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے ہر قسم کی اطاعت کے بجالانے
کی توفیق عطا فرما جو تو نے اپنے لئے یا مخلوقات میں سے
کسی کے لئے مجھ پر لازم و واجب کی ہو۔ اگرچہ اُسے
انجام دینے کی سکت میرے جسم میں نہ ہو، اور میری
قوت اس کے مقابلہ میں کمزور ثابت ہو اور میری
مقدرت سے باہر ہو اور میرا مال و اثاثہ اس کی گنجائش
نہ رکھتا ہو۔ وہ مجھے یاد ہو یا بھول گیا ہوں۔ وہ تو
اے میرے پروردگار! ان چیزوں میں سے ہے جنہیں
تو نے میرے ذمہ شمار کیا ہے اور میں اپنی سہل انگاری
کی وجہ سے اُسے بجا نہ لایا۔ لہٰذا اپنی وسیع بخشش اور
کثیر رحمت کے پیشِ نظر اس (کمی) کو پورا کر دے۔ اس
لئے کہ تو تونگر و کریم ہے۔ تاکہ اے میرے پروردگار!
جس دن میں تیری ملاقات کروں اس میں سے کوئی
ایسی بات میرے ذمہ باقی نہ رہے کہ تو اس کے مقابلہ

عَلَيَّ الزُّهْدَ فِي دُنْيَايَ وَحَتَّى
أَعْمَلَ الْحَسَنَاتِ شَوْقًا وَآمَنَ
مِنَ السَّيِّئَاتِ فَرَقًا وَخَوْفًا وَ
هَبْ لِي نُورًا أَمْشِي بِهِ فِي
النَّاسِ وَأَهْتَدِي بِهِ فِي الظُّلُمَاتِ
وَأَسْتَضِيءُ بِهِ مِنَ الشَّكِّ وَ
الشُّبُهَاتِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَّآلِهِ وَارْزُقْنِي خَوْفَ غَمِّ
الْوَعِيدِ وَشَوْقَ ثَوَابِ الْمَوْعُودِ
حَتَّى أَجِدَ لَذَّةَ مَا أَدْعُوكَ
لَهُ وَكَأْبَةَ مَا أَسْتَجِيرُ بِكَ
مِنْهُ اَللّٰهُمَّ قَدْ تَعْلَمُ مَا
يُصْلِحُنِي مِنْ أَمْرِ دُنْيَايَ
وَآخِرَتِي فَكُنْ بِحَوَائِجِي حَفِيًّا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَ
ارْزُقْنِي الْحَقَّ عِنْدَ تَقْصِيرِي
فِي الشُّكْرِ لَكَ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ
فِي الْيُسْرِ وَالْعُسْرِ وَالصِّحَّةِ وَ
السَّقَمِ حَتَّى أَتَعَرَّفَ مِنْ نَفْسِي
رَوْحَ الرِّضَا وَطُمَأْنِينَةَ
النَّفْسِ مِنِّي بِمَا يَجِبُ لَكَ
فِيمَا يَحْدُثُ فِي حَالِ الْخَوْفِ
وَالْأَمْنِ وَالرِّضَا وَالسُّخْطِ وَ
الضَّرِّ وَالنَّفْعِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَارْزُقْنِي
سَلَامَةَ الصَّدْرِ مِنَ الْحَسَدِ حَتَّى
لَا أَحْسُدَ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ عَلَى

میں یہ چاہے کہ میری نیکیوں میں کمی یا میری بدیوں
میں اضافہ کر دے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور
اُن کی آلؑ پر اور آخرت کے پیشِ نظر صرف اپنے لئے
عمل کی رغبت عطا کر یہاں تک کہ میں اپنے دل میں
اس کی صحت کا احساس کرلوں اور دنیا میں زہد و بے
رغبتی کا جذبہ مجھ پر غالب آجائے اور نیک کام شوق
سے کروں اور خوف و ہراس کی وجہ سے بُرے کاموں
سے محفوظ رہوں۔ اور مجھے ایسا نورُ (علم و دانش)
عطا کر جس کے پرتو میں لوگوں کے درمیان (بے کھٹکے)
چلوں پھروں اور اُس کے ذریعہ تاریکیوں میں ہدایت
پاؤں اور شکوک و شبہات کے دُھندلکوں میں روشنی
حاصل کروں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور اندوہ عذاب کا خوف اور ثواب آخرت
کا شوق میرے اندر پیدا کر دے تاکہ جس چیز کا تجھ
سے طالب ہوں اس کی لذت اور جس سے پناہ
مانگتا ہوں اس کی تلخی محسوس کر سکوں۔ بارِ الٰہا!
جن چیزوں سے میرے دینی اور دنیوی امور کی بہبودی
وابستہ ہے تو انہیں خوب جانتا ہے۔ لہٰذا میری
حاجتوں کی طرف خاص توجہ فرما۔ اے اللہ! رحمت نازل
فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور خوش حالی و تنگدستی اور
صحت و بیماری میں جو نعمتیں تو نے بخشی ہیں اُن پر ادائے
شکر میں کوتاہی کے وقت مجھے اعترافِ حق کی توفیق
عطا کر تاکہ میں خوف و امن، رضا و غضب اور نفع و
نقصان کے موقع پر تیرے حقوق و وظائف کے انجام
دینے میں مسرت قلبی و اطمینانِ نفس محسوس کروں۔
اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
میرے سینہ کو حسد سے پاک کر دے تاکہ میں مخلوقات

شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِكَ وَحَتّٰى لَآ اَرٰى
نِعْمَةً مِّنْ نِعَمِكَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ
خَلْقِكَ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اَوْ عَافِيَةٍ
اَوْ تَقْوٰى اَوْ سَعَةٍ اَوْ رَخَآءٍ اِلَّا
رَجَوْتُ لِنَفْسِيْ اَفْضَلَ ذٰلِكَ بِكَ
وَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَارْزُقْنِي
التَّحَفُّظَ مِنَ الْخَطَايَا وَالْاِحْتِرَاسَ
مِنَ الزَّلَلِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
فِيْ حَالِ الرِّضَا وَالْغَضَبِ حَتّٰى
اَكُوْنَ بِمَا يَرِدُ عَلَيَّ مِنْهُمَا بِمَنْزِلَةٍ
سَوَآءٍ عَامِلًا بِطَاعَتِكَ مُؤْثِرًا
لِرِضَاكَ عَلٰى مَا سِوَاهُمَا فِي
الْاَوْلِيَآءِ وَالْاَعْدَآءِ حَتّٰى يَاْمَنَ
عَدُوِّيْ مِنْ ظُلْمِيْ وَجَوْرِيْ وَ
يَاْيَسَ وَلِيِّيْ مِنْ مَيْلِيْ وَانْحِطَاطِ
هَوَايَ وَاجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يَدْعُوْكَ
مُخْلِصًا فِي الرَّخَآءِ دُعَآءَ
الْمُخْلِصِيْنَ الْمُضْطَرِّيْنَ لَكَ
فِي الدُّعَآءِ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ

میں سے کسی ایک پر اس چیز کی وجہ سے جو تُو نے اسے
اپنے فضل و کرم سے عطا کی ہے حسد نہ کروں یہاں تک
کہ میں تیری نعمتوں میں سے کوئی نعمت، وُہ دین سے
متعلق ہو یا دُنیا سے، عافیت سے متعلق ہو یا تقوے
سے، وسعتِ رزق سے متعلق ہو یا آسائش سے،
مخلوقات میں سے کسی ایک کے پاس نہ دیکھوں مگر یہ کہ
تیرے وسیلہ سے۔ اور تجھ سے۔ اور تجھ سے اے خدائے
یگانہ ولاشریک اس سے بہتر کی اپنے لئے آرزو کروں۔ اے
اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور دُنیا و
آخرت کے امُور میں خواہ خوشنودی کی حالت ہو یا غضب
کی، مجھے خطاؤں سے تحفظ اور لغزشوں سے اجتناب کی
توفیق عطا فرما یہاں تک کہ غضب و رضا کی جو حالت پیش
آئے میری حالت یکساں رہے اور تیری اطاعت پر عمل پیرا
رہوں۔ اور دوست و دشمن کے بارے میں تیری رضا اور
اطاعت کو دوسری چیزوں پر مقدم کروں یہاں تک
کہ دشمن کو میرے ظلم و جور کا کوئی اندیشہ نہ رہے اور
میرے دوست کو بھی جنبہ داری اور دوستی کی رَو میں بہہ
جانے سے مایوسی ہو جائے۔ اور مجھے ان لوگوں میں قرار
دے جو راحت و آسائش کے زمانہ میں پورے اخلاص کے
ساتھ اُن مخلصین کی طرح دُعا مانگتے ہیں جو اضطرار و بیچارگی
کے عالم میں دست بدُعا رہتے ہیں۔ بے شک تو قابلِ
ستائش اور بزرگ و برتر ہے۔

دنیا کی مُصیبت و ابتلا اور زمانے کی شدت و سختی سے کم و بیش ہر شخص کو دو چار ہونا پڑتا ہے۔ ایسے وقت میں
ضابطہ سے ضابطہ انسان بھی بے صبری کا مظاہرہ کر بیٹھتا ہے اور مصیبتوں سے گھبرا کر کبھی مقدر کا گلہ کرتا ہے کبھی فلک کج رفتار کا
کبھی زمانہ کا شکوہ کرتا ہے اور کبھی اہلِ زمانہ کا۔ اور بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو زمانہ کی اُونچ نیچ میں اپنی سطح کو ہموار رکھ سکیں۔
اور یہ طبیعت بشری کا خاصہ ہے کہ وُہ مُصیبت سے متاثر ہو۔ اور مصیبت کو مصیبت نہ سمجھنا تو فطرت کے خلاف ہے لیکن

اس تاثر پر صبر و ضبط سے قابو پا لینا مصیبت کے احساس کو کم کر دیتا ہے اور بے صبری سے اس کی تلخی بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے رنج و اندوہ کے موقع پر صبر و ضبط سے کام لے اور دُوسرے مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھ کر اپنے لئے تسلّی کا سامان مہیا کرے۔ یہ مصائب و آلام جہاں تلخ کامی کا باعث ہوتے ہیں وہاں ایسے تعلیمی اسباق بھی اُن سے حاصل ہوتے ہیں۔ جو زندگی کی پُرپیچ راہوں میں سعادت و کامرانی کی راہ دکھاتے ہیں۔ چنانچہ ان مصیبت ہی کے لمحوں سے آرام و راحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک دریا کی طغیانیوں اور سمندر کی طوفانی موجوں سے واسطہ نہ پڑے، ساحل کی پُرسکون و بے خطر فضا کی قدر نہیں ہوتی۔ اور انہی مصائب و شدائد کے جھیل لے جانے سے صبر و استقامت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو آئندہ کٹھن موقعوں پر کام آتی اور اضطراب و پریشانی سے بچالے جاتی ہے اور مصیبت ہی کے موقعہ پر دوستوں، عزیزوں کی آزمائش ہوتی ہے جو انسان کو محتاط بنا دیتی ہے۔ اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے نخوت و رعونت کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے اور عجز و بے بسی کا احساس شکستگی و انکسار کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

اگر زندگی کے لمحات سکون و اطمینان ہی کا گہوارہ بنے رہیں۔ اور راحت و آسائش کے تمام سامان مہیا اور تمنائیں اور آرزوئیں کامیابی سے ہمکنار رہیں تو لازماً دُنیا سے وابستگی کا جذبہ زیادہ ہوگا۔ اور اس سے رُخ موڑنا انتہائی رنج و الم اور حسرت و اندوہ کا باعث ہوگا۔ اس کے برعکس اگر زندگی مصائب و آلام کی گود میں کروٹیں لے تو دنیا سے دلچسپی و وابستگی کا احساس کم ہوگا۔ اور جوں جوں مصیبتیں بڑھیں گی دل زیادہ اُچاٹ ہوگا اور دُنیا ایک قید خانہ معلوم دے گی اور دُنیا کو چھوڑنے اور اس تنگنائے دہر سے نکلنے کا صدمہ چنداں محسوس نہ ہوگا۔ جب ان مصائب کے نتیجہ میں دنیا سے رغبت کم ہوگی، تو آخرت سے وابستگی لازماً بڑھے گی۔ اور وُہ دنیا کے آرام و سکون کو عارضی اور اس کے عیش کو ڈھلتی چھاؤں سمجھ کر ابدی سکون کے لئے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ جوڑے گا۔ چنانچہ یہ دُعا شدت و سختی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی قوت و قدرت کی طرف متوجہ کرکے اس سے وابستگی کا درس دیتی ہے کہ انسان اپنی کارگزاری پر غرّہ نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعؐ کی عظمت و بالادستی کو نظر میں رکھے کہ وُہ نفوسِ انسانی پر اتنا اختیار و اقتدار رکھتا ہے کہ وُہ خود اتنا اختیار نہیں رکھتے اور جتنا وُہ ان کی درستی و اصلاح پر قادر ہے وُہ خود اتنے قادر نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر قوت و طاقت کا وہی سرچشمہ ہے اور کوئی قوت اس سے بالاتر متصور نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ انسان فاعل مختار ہے مگر جب تک قدرت کی طرف سے اسباب و ذرائع مہیا نہ ہوں وُہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ ہاتھ پاؤں میں سکت، آنکھوں میں بینائی، کانوں میں شنوائی اسی کی بخشی ہوئی ہے اور اسی نے حواس کے چراغ روشن کئے اور عقل و شعور کی توتیں دی ہیں۔ لہٰذا جو قدم اُٹھے گا اُسی کی دی ہوئی قوت سے اور جو کام سرانجام پائے اسی کی دی ہوئی صحت و توانائی سے۔ خود انسان نہ اپنے مصالح کو سمجھ سکتا ہے نہ اپنے سُود و زیاں پر اختیار رکھتا ہے۔ نہ ابتلاء و مصیبت کے دھارے کو موڑ سکتا ہے نہ فقر و احتیاج کو دُور کر سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت شدت و مصیبت اور فقر و بیچارگی کے مقابلہ میں اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے اسی سے اپنے حوائج و مقاصد وابستہ کرتے ہیں اس طرح کہ نہ کوئی واسطہ گوارہ کیا ہے اور نہ کوئی سہارا ڈھونڈا ہے اس لئے کہ جو حاجتیں دوسروں کے ذریعہ پُوری ہوتی ہیں ان میں احسان کی آمیزش ہوتی ہے

اور جو بے منتِ خلق ملتا ہے وہ ہر کدورت سے پاک ہوتا ہے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی میں بھی اسی سے توفیق طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک اُس کی توفیق شاملِ حال نہ ہو ایک شمّہ بھی اس کے حقوق کا ادا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے پہلو بہ پہلو حقوق الناس کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ وہ حقوق اللہ سے اہمیت میں کم نہیں ہیں۔ بلکہ خداوند عالم اپنے حقوق کو تو معاف کر سکتا ہے مگر حقوق الناس کو نظرانداز نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی کی بُرائی کرتا ہے تو اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک صاحبِ حق خود معاف نہ کر دے۔ اور اگر معاف نہ کرے تو یہ گناہ اس سے برطرف نہیں ہو سکتا، اور اس کی نیکیوں کو کم کر کے جس کی غیبت کی ہے اس کے نامۂ اعمال میں درج کرے گا۔ حضرتؑ نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو صرف دو لفظوں میں بیان کر دیا ہے ایک اطاعت اور دوسرے رضا۔ اطاعت یہ ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کرے، اور رضا یہ ہے کہ ہر خوشگوار و ناگوار کو حکمت و مصلحتِ الٰہی کے زیرِ اثر سمجھے اور اس پر خوش و خوشنود رہے جس کے بعد نہ کسی چوکھٹ پر سرِ نیاز خم کرے گا نہ دنیا کی تلخیوں سے متاثر ہو گا۔ اور اس طرح اپنی عبودیت کو کمال کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اور آخر میں انسان کو غفلت سے ہوشیار رہنے کی تعلیم دی ہے کہ وہ عیش و تنعم کی راحتوں میں کھو کر مصیبت کی گھڑیوں کو فراموش نہ کرے بلکہ راحت و آسائش کے دنوں میں بھی فقر و احتیاج اور مصیبت و ابتلا سے پناہ مانگتا رہے۔ کیونکہ امن و اطمینان کے موقع پر جو دُعا مانگی جاتی ہے وہ بُرے وقت میں ہر مصیبت و اُفتاد سے سپر بن جایا کرتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ان الدعاء فی الرخاء یستخرج الحوائج فی البلاء۔	وسعت و کشائش کے موقع پر دعا مصیبت کے موقع پر مقصد برآری کا ذریعہ ہوتی ہے۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا سَأَلَ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ وَشُكْرَهَا:	جب طلبِ عافیت کرتے اور اس پر شکر ادا کرتے تو یہ دُعا پڑھتے:۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَلْبِسْنِيْ عَافِيَتَكَ وَجَلِّلْنِيْ عَافِيَتَكَ وَحَصِّنِّيْ بِعَافِيَتِكَ وَاَكْرِمْنِيْ بِعَافِيَتِكَ وَاَغْنِنِيْ بِعَافِيَتِكَ وَتَصَدَّقْ عَلَيَّ بِعَافِيَتِكَ وَهَبْ لِيْ عَافِيَتَكَ وَاَفْرِشْنِيْ عَافِيَتَكَ وَاَصْلِحْ لِيْ عَافِيَتَكَ وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَافِيَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ	اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے اپنی عافیت کا لباس پہنا، اپنی عافیت کی ردا اوڑھا، اپنی عافیت کے ذریعہ محفوظ رکھ۔ اپنی عافیت کے ذریعہ عزت و وقار دے۔ اپنی عافیت کے ذریعہ بے نیاز کر دے۔ اپنی عافیت کی بھیک میری جھولی میں ڈال دے اپنی عافیت مجھے مرحمت فرما۔ اپنی عافیت کو میرا اوڑھنا بچھونا قرار دے۔ اپنی عافیت کی میرے لئے اصلاح و درستی فرما اور دُنیا و آخرت میں میرے اور اپنی عافیت

عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَعَافِنِيْ عَافِيَةً
كَافِيَةً شَافِيَةً عَالِيَةً نَامِيَةً عَافِيَةً
تُوَلِّدُ فِيْ بَدَنِيْ الْعَافِيَةَ عَافِيَةَ
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَامْنُنْ عَلَيَّ بِالصِّحَّةِ
وَالْاَمْنِ وَالسَّلَامَةِ فِيْ دِيْنِيْ وَ
بَدَنِيْ وَالْبَصِيْرَةِ فِيْ قَلْبِيْ وَالنَّفَاذِ
فِيْ اُمُوْرِيْ وَالْخَشْيَةِ لَكَ وَالْخَوْفِ
مِنْكَ وَالْقُوَّةِ عَلٰى مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ
مِنْ طَاعَتِكَ وَالْاِجْتِنَابِ لِمَا
نَهَيْتَنِيْ عَنْهُ مِنْ مَعْصِيَتِكَ اَللّٰهُمَّ
وَامْنُنْ عَلَيَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَزِيَارَةِ
قَبْرِ رَسُوْلِكَ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَرَحْمَتُكَ
وَبَرَكَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاٰلِ رَسُوْلِكَ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ فِيْ
عَامِيْ هٰذَا وَفِيْ كُلِّ عَامٍ وَّاجْعَلْ ذٰلِكَ
مَقْبُوْلًا مَّشْكُوْرًا مَّذْكُوْرًا لَدَيْكَ
مَذْخُوْرًا عِنْدَكَ وَاَنْطِقْ بِحَمْدِكَ
وَشُكْرِكَ وَذِكْرِكَ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْكَ
لِسَانِيْ وَاشْرَحْ لِمَرَاشِدِ دِيْنِكَ قَلْبِيْ
وَاَعِذْنِيْ وَذُرِّيَّتِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ وَمِنْ شَرِّ السَّامَّةِ وَالْهَامَّةِ
وَالْعَامَّةِ وَاللَّامَّةِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ
مَرِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ سُلْطَانٍ عَنِيْدٍ وَمِنْ
شَرِّ كُلِّ مُتْرَفٍ حَفِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ضَعِيْفٍ
وَشَدِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَرِيْفٍ وَوَضِيْعٍ وَ
مِنْ شَرِّ كُلِّ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ
قَرِيْبٍ وَبَعِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مَنْ نَصَبَ

کے درمیان جدائی نہ ڈال۔ اے میرے معبود! رحمت نازل
فرما محمدؐ اور ان کی آل پر اور مجھے ایسی عافیت دے، جو
بے نیاز کرنے والی، شفا بخشنے والی (امراض کی دسترس سے)
بالا اور روز افزوں ہو۔ ایسی عافیت جو میرے جسم میں دُنیا و
آخرت کی عافیت کو جنم دے۔ اور صحت، امن، جسم و ایمان
کی سلامتی، قلبی بصیرت، نفاذِ امور کی صلاحیت، بیم و
خوف کا جذبہ اور جس اطاعت کا حکم دیا ہے اس کے
بجا لانے کی قوت اور جن گناہوں سے منع کیا ہے اُن
سے اجتناب کی توفیق بخش کر مجھ پر احسان فرما۔ بارالٰہا!
مجھ پر یہ احسان بھی فرما کہ جب تک تو مجھے زندہ رکھے
ہمیشہ اس سال بھی اور ہر سال حج و عمرہ اور قبرِ رسول
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور قبور آلِ رسول سلام اللہ علیہم
کی زیارت کرتا رہوں۔ اور ان عبادات کو مقبول و پسندیدہ
قابلِ التفات اور اپنے ہاں ذخیرہ قرار دے، اور حمد و
شکر و ذکر اور ثنائے جمیل کے نغموں سے میری زبان کو
گویا رکھ اور دینی ہدایتوں کے لئے میرے دل کی گرہیں
کھول دے اور مجھے اور میری اولاد کو شیطان مردود اور
زہریلے جانوروں، ہلاک کرنے والے حیوانوں اور دوسرے
جانوروں کے گزند اور چشم بد سے پناہ دے اور ہر سرکش
شیطان، ہر ظالم حکمران، ہر جمع جتھے والے مغرور،
ہر کمزور اور طاقت ور، ہر اعلےٰ و ادنےٰ، ہر چھوٹے بڑے
اور ہر نزدیک اور دُور والے اور جن و انس میں سے تیرے
پیغمبر اور ان کے اہل بیت سے برسرِ پیکار ہونے والے اور
ہر حیوان کے شر سے جن پر تجھے تسلط حاصل ہے، محفوظ
رکھ۔ اس لئے کہ تو حق و عدل کی راہ پر ہے۔ اے
اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور جو مجھ
سے برائی کرنا چاہے اُسے مجھ سے رُوگرداں کر دے، اس

لِرَسُوْلِكَ وَلِاَهْلِ بَيْتِهٖ حَرْبًا مِّنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ
بِنَاصِيَتِهَا اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ فَمَنْ اَرَادَنِيْ بِسُوْٓءٍ
فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَادْحَرْ عَنِّيْ مَكْرَهٗ وَادْرَاْ
عَنِّيْ شَرَّهٗ وَرُدَّ كَيْدَهٗ فِيْ نَحْرِهٖ وَاجْعَلْ بَيْنَ
يَدَيْهِ سُدًّا حَتّٰى تُعْمِيَ عَنِّيْ بَصَرَهٗ وَتُصِمَّ
عَنْ ذِكْرِيْ سَمْعَهٗ وَتُقْفِلَ دُوْنَ اِخْطَارِيْ
قَلْبَهٗ وَتُخْرِسَ عَنِّيْ لِسَانَهٗ وَتَقْمَعَ رَاْسَهٗ
وَتُذِلَّ عِزَّهٗ وَتَكْسِرَ جَبَرُوْتَهٗ وَتُذِلَّ
رَقَبَتَهٗ وَتَفْسَخَ كِبْرَهٗ وَتُؤْمِنَنِيْ مِنْ جَمِيْعِ
ضَرِّهٖ وَشَرِّهٖ وَغَمْزِهٖ وَهَمْزِهٖ وَلَمْزِهٖ
وَحَسَدِهٖ وَعَدَاوَتِهٖ وَحَبَآئِلِهٖ وَ
مَصَآئِدِهٖ وَرَجِلِهٖ وَخَيْلِهٖ اِنَّكَ عَزِيْزٌ
قَدِيْرٌ۔

کا مکر مجھ سے دُور، اُس کا اثر مجھ سے دفع کر دے اور
اس کے مکر و فریب دکے تیر) اسی کے سینہ کی طرف
پلٹا دے اور اس کے سامنے ایک دیوار کھڑی کر دے
یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کو مجھے دیکھنے سے نابینا
اور اس کے کانوں کو میرا ذکر سننے سے بہرا
کر دے اور اُس کے دل پر قفل چڑھا دے تاکہ
میرا اُسے خیال نہ آئے۔ اور میرے بارے میں کچھ
کہنے سننے سے اُس کی زبان کو گنگ کر دے، اس کا
سر کچل دے۔ اس کی عزت پامال کر دے، اس کی
تمکنت کو توڑ دے۔ اس کی گردن میں ذلت کا طوق
ڈال دے اُس کا تکبر ختم کر دے۔ اور مجھے اس کی
ضرر رسانی، شر پسندی، طعنہ زنی، غیبت، عیب جوئی
حسد، دشمنی اور اس کے پھندوں، ہتھکنڈوں، پیادوں
اور سواروں سے اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ یقیناً تو غلبہ
و اقتدار کا مالک ہے۔

یہ دُعا طلب عافیت کے سلسلہ میں ہے۔ عافیت دین و دُنیا کے تمام انواع خیر کو شامل ہے۔ وہ جسم سے متعلق ہو جیسے صحت و تندرستی یا رُوح سے جیسے سیرت و کردار کی پاکیزگی۔ وہ دنیا کی کامرانی سے متعلق ہو یا آخرت کی فلاح سے غرض ظاہر و باطن اور دُنیا و آخرت کی ہر فلاح و بہبود اُس کے ضمن میں آجاتی ہے۔ اسی جامعیت کے لحاظ سے پیغمبر اکرمؐ کو طلب عافیت سے بڑھ کر کوئی دعا مطلوب و مرغوب نہ تھی۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ:۔

ماسأل الله شيئاً احب اليه من ان يسأل الله العافية۔

پیغمبر اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی چیز طلب نہیں کی جو انہیں طلبِ عافیت، سے زیادہ پسند ہو۔

اس دُعا میں لفظِ عافیت کی تکرار اس کے متعدد معانی کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ ہر جملہ میں لفظ عافیت کے الگ الگ معنی ہیں اور وہ معانی بالترتیب یہ ہیں:۔

(۱) جسمانی صحت (۲) ذلت و رسوائی سے نجات (۳) دشمن سے بچاؤ (۴) عیوب و رذائل سے علیحدگی (۵) فقر و احتیاج سے دُوری (۶) عزتِ نفس (۷) استغنا (۸) بے خوفی (۹) ازالہ نقاہت (۱۰) اُمورِ دُنیا و آخرت کی اصلاح۔

ان تمام انواعِ عافیت کے سوال کے بعد حج، عمرہ، زیارتِ قبرِ رسولؐ اور زیارتِ قبورِ ائمہ کے لئے دُعا فرمائی ہے اور ان اعمال پر دُعائے عافیت کو اس لئے مقدم کیا ہے کہ یہ تمام اعمال صحت، عافیت اور وسعتِ مال سے وابستہ ہیں۔ حج کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ اور عمرہ اعتمار سے ہے جس کے معنی زیارت کے ہیں، اور شرعاً مکہ مکرمہ میں مخصوص دنوں میں مخصوص اعمال و ارکان کے بجالانے کا نام ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو مکہ سے ۱۲ میل دور کے رہنے والے ہیں حج تمتع ہے جس میں دو مرتبہ احرام باندھا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ عمرہ کی نیت سے جس کے بعد عمرہ کے مخصوص اعمال بجالائے جاتے ہیں۔ اور دوسری مرتبہ آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا جاتا ہے جس کے بعد حج کے مخصوص اعمال ادا کئے جاتے ہیں۔ حج کے بعد یا حج سے پہلے مدینہ میں زیارتِ قبرِ رسولؐ مستحب مؤکد اور ثوابِ عظیم کی حامل ہے۔ چنانچہ پیغمبرِ اکرمؐ کا ارشاد ہے:۔

من زار قبری بعد موتی کمن ھاجر الیّ فی حیاتی۔

جو شخص میری رحلت کے بعد میری قبر کی زیارت کرے وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے میری زندگی میں میری طرف ہجرت کی ہو۔

یہ زیارت حج ہی کا ایک تتمہ ہے۔ اور امام شافعیؒ نے اسے حج اصغر سے تعبیر کیا ہے۔ اسے ترک کرنا حق پیغمبرؐ کو نظر انداز کرنا اور احسان ناشناسی کا مظاہرہ ہے۔ اسی طرح ائمہ اطہار کے مشاہد کی زیارت مستحب مؤکد اور اُن کے حقوق کے اعتراف کی دلیل ہے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

انّ لکل امام عھدًا فی عنق شیعتہ و اولیائہ وان من تمام الوفاء وحسن الاداء زیارۃ قبورھم۔

ہر امام کے لئے اس کے دوستوں اور شیعوں کے ذمہ ایک عہد پیمان ہے اور وفائے عہد و حسن ادائیگی کی تکمیل یہ ہے کہ اُن کی قبروں کی زیارت کی جائے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَبَوَيْهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

اپنے والدین (علیہما السلام) کے حق میں حضرتؑ کی دعا:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَاخْصُصْهُمْ بِاَفْضَلِ صَلَوٰتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَسَلَامِكَ وَاخْصُصِ اللّٰهُمَّ وَالِدَيَّ بِالْكَرَامَةِ لَدَيْكَ وَالصَّلٰوةِ مِنْكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ وَاَلْهِمْنِيْ عِلْمَ مَا يَجِبُ لَهُمَا عَلَيَّ اِلْهَامًا وَاجْمَعْ لِيْ عِلْمَ ذٰلِكَ كُلِّهِ تَمَامًا

اے اللہ! اپنے عبدِ خاص اور رسول محمد مصطفیٰ "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اور اُن کے پاک و پاکیزہ اہل بیتؑ پر رحمت نازل فرما اور انہیں بہترین رحمت و برکت اور درود و سلام کے ساتھ خصوصی امتیاز بخش۔ اور اے معبود! میرے ماں باپ کو بھی اپنے نزدیک عزت و کرامت اور اپنی رحمت سے مخصوص فرما۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور اُن کے جو حقوق مجھ پر واجب ہیں اُن

ثُمَّ اسْتَعْمِلْنِي بِمَا تُلْهِمُنِي مِنْهُ وَ
وَفِّقْنِي لِلنُّفُوذِ فِيمَا تُبَصِّرُنِي مِنْ
عِلْمِهِ حَتَّى لَا يَفُوتَنِي اسْتِعْمَالُ شَيْءٍ
عَلَّمْتَنِيهِ وَلَا تَثْقُلَ أَرْكَانِي عَنِ
الْحُفُوفِ فِيمَا أَلْهَمْتَنِيهِ اللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ كَمَا شَرَّفْتَنَا
بِهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ كَمَا
أَوْجَبْتَ لَنَا الْحَقَّ عَلَى الْخَلْقِ بِسَبَبِهِ
اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي أَهَابُهُمَا هَيْبَةَ السُّلْطَانِ
الْعَسُوفِ وَأَبَرُّهُمَا بِرَّ الْأُمِّ الرَّؤُوفِ
وَاجْعَلْ طَاعَتِي لِوَالِدَيَّ وَبِرِّي
بِهِمَا أَقَرَّ لِعَيْنِي مِنْ رَقْدَةِ الْوَسْنَانِ
وَأَثْلَجَ لِصَدْرِي مِنْ شَرْبَةِ الظَّمْآنِ
حَتَّى أُوثِرَ عَلَى هَوَايَ هَوَاهُمَا وَ
أُقَدِّمَ عَلَى رِضَايَ رِضَاهُمَا وَأَسْتَكْثِرَ
بِرَّهُمَا بِي وَإِنْ قَلَّ وَأَسْتَقِلَّ بِرِّي
بِهِمَا وَإِنْ كَثُرَ اللّٰهُمَّ خَفِّضْ لَهُمَا
صَوْتِي وَأَطِبْ لَهُمَا كَلَامِي وَأَلِنْ
لَهُمَا عَرِيكَتِي وَاعْطِفْ عَلَيْهِمَا
قَلْبِي وَصَيِّرْنِي بِهِمَا رَفِيقًا وَ
عَلَيْهِمَا شَفِيقًا اللّٰهُمَّ اشْكُرْ
لَهُمَا تَرْبِيَتِي وَأَثِبْهُمَا عَلَى
تَكْرِمَتِي وَاحْفَظْ لَهُمَا مَا حَفِظَاهُ
مِنِّي فِي صِغَرِي اللّٰهُمَّ وَمَا
مَسَّهُمَا مِنِّي مِنْ أَذًى أَوْ خَلَصَ
إِلَيْهِمَا عَنِّي مِنْ مَكْرُوهٍ أَوْ ضَاعَ
قِبَلِي لَهُمَا مِنْ حَقٍّ فَاجْعَلْهُ

کا علم بذریعہ الہام عطا کر اور ان تمام واجبات کا علم
بے کم و کاست میرے لئے مہیا فرما دے۔ پھر جو مجھے
بذریعہ الہام بتائے اس پر کاربند رکھ اور اس سلسلہ میں
جو بصیرت علمی عطا کرے اس پر عمل پیرا ہونے کی
توفیق دے تاکہ ان باتوں میں سے جو تُو نے مجھے تعلیم
کی ہیں کوئی بات عمل میں آئے بغیر نہ رہ جائے اور اس
خدمت گزاری سے جو تُو نے مجھے بتلائی ہے، میرے
ہاتھ پیر تھکن محسوس نہ کریں۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ کیونکہ تُو نے اُن کی طرف
انتساب سے ہمیں شرف بخشا ہے۔ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
رحمت نازل فرما۔ کیونکہ تو نے اُن کی وجہ سے ہمارا حق
مخلوقات پر قائم کیا ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسا بنا دے
کہ میں ان دونوں سے اس طرح ڈروں جس طرح کسی
جابر بادشاہ سے ڈرا جاتا ہے اور اس طرح اُن کے
حال پر شفیق و مہربان رہوں جس طرح شفیق ماں
(اپنی اولاد پر) شفقت کرتی ہے اور اُن کی فرمانبرداری
اور اُن سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنے کو میری
آنکھوں کے لئے اس سے زیادہ کیف افزا قرار دے
جتنا چشمِ خواب آلود میں نیند کا خمار، اور میرے
قلب و رُوح کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت انگیز
قرار دے جتنا پیاسے کے لئے جرعۂ آب۔ تاکہ میں اپنی
خواہش پر اُن کی خواہش کو ترجیح دوں اور اپنی خوشی
پر اُن کی خوشی کو مقدم رکھوں اور اُن کے تھوڑے
احسان کو بھی جو مجھ پر کریں، زیادہ سمجھوں۔ اور میں جو
نیکی ان کے ساتھ کروں وہ زیادہ بھی ہو تو اُسے کم تصور
کروں۔ اے اللہ! میری آواز کو ان کے سامنے آہستہ
میرے کلام کو ان کے لئے خوشگوار، میری طبیعت کو

حِطَّةً لِذُنُوبِهِمَا وَعُلُوًّا فِي
دَرَجَاتِهِمَا وَزِيَادَةً فِي حَسَنَاتِهِمَا
يَا مُبَدِّلَ السَّيِّئَاتِ بِأَضْعَافِهَا
مِنَ الْحَسَنَاتِ اَللّٰهُمَّ وَمَا تَعَدَّيَا
عَلَيَّ فِيهِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ أَسْرَفَا
عَلَيَّ فِيهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ ضَيَّعَاهُ
لِي مِنْ حَقٍّ أَوْ قَصَّرَا بِي عَنْهُ
مِنْ وَاجِبٍ فَقَدْ وَهَبْتُهُ لَهُمَا
وَجُدْتُ بِهِ عَلَيْهِمَا وَرَغِبْتُ
إِلَيْكَ فِي وَضْعِ تَبِعَتِهِ عَنْهُمَا
فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُهُمَا عَلَى نَفْسِي وَ
لَا أَسْتَبْطِئُهُمَا فِي بِرِّي وَلَا
أَكْرَهُ مَا تَوَلَّيَاهُ مِنْ أَمْرِي يَا
رَبِّ فَهُمَا أَوْجَبُ حَقًّا عَلَيَّ وَ
أَقْدَمُ إِحْسَانًا إِلَيَّ وَأَعْظَمُ مِنَّةً
لَدَيَّ مِنْ أَنْ أُقَاصَّهُمَا بِعَدْلٍ
أَوْ أُجَازِيَهُمَا عَلَى مِثْلٍ أَيْنَ
إِذًا يَا إِلٰهِي طُولُ شُغْلِهِمَا
بِتَرْبِيَتِي وَأَيْنَ شِدَّةُ تَعَبِهِمَا
فِي حِرَاسَتِي وَأَيْنَ إِقْتَارُهُمَا
عَلَى أَنْفُسِهِمَا لِلتَّوْسِعَةِ عَلَيَّ
هَيْهَاتَ مَا يَسْتَوْفِيَانِ مِنِّي
حَقَّهُمَا وَلَا أُدْرِكُ مَا يَجِبُ
عَلَيَّ لَهُمَا وَلَا أَنَا بِقَاضٍ وَظِيفَةَ
خِدْمَتِهِمَا فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ
آلِهِ وَأَعِنِّي يَا خَيْرَ مَنِ اسْتُعِينَ
بِهِ وَوَفِّقْنِي يَا أَهْدَى مَنْ

نرم اور میرے دل کو مہربان بنا دے اور مجھے ان کے
ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آنے والا قرار دے۔
اے اللہ! انہیں میری پرورش کی جزائے خیر دے۔
اور میرے حسن نگہداشت پر اجر و ثواب عطا کر اور کم سنی
میں میری خبر گیری کا انہیں صلہ دے۔ اے اللہ! انہیں
میری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا میری جانب سے
کوئی ناگوار صورت پیش آئی ہو یا اُن کی حق تلفی ہوئی ہو
تو اُسے اُن کے گناہوں کا کفارہ، درجات کی بلندی
اور نیکیوں میں اضافہ کا سبب قرار دے۔ اے برائیوں
کو کئی گنا نیکیوں سے بدل دینے والے بارالٰہا! اگر
اُنہوں نے میرے ساتھ گفتگو میں سختی یا کسی کام میں
زیادتی یا میرے کسی حق میں فروگذاشت یا اپنے فرضِ
منصبی میں کوتاہی کی ہو تو میں اُن کو بخشتا ہوں اور
اسے نیکی و احسان کا وسیلہ قرار دیتا ہوں۔ اور پالنے
والے! تجھ سے خواہش کرتا ہوں کہ اس کا مؤاخذہ اُن
سے نہ کرنا۔ اس میں اپنی نسبت اُن سے کوئی بدگمانی
نہیں رکھتا اور نہ تربیت کے سلسلہ میں انہیں سہل انگار
سمجھتا ہوں اور نہ اُن کی دیکھ بھال کو ناپسند کرتا ہوں
اس لیے کہ اُن کے حقوق مجھ پر لازم و واجب، اُن
کے احسانات دیرینہ اور اُن کے انعامات عظیم ہیں۔ وہ
اس سے بالاتر ہیں کہ میں اُن کو برابر کا بدلہ یا ویسا ہی
عوض دے سکوں۔ اگر ایسا کر سکوں تو اے میرے
معبود! وہ ان کا ہمہ وقت میری تربیت میں مشغول
رہنا میری خبر گیری میں رنج و تعب اٹھانا اور خود
عسرت و تنگی میں رہ کر میری آسودگی کا سامان کرنا کہاں جائے
گا بھلا کہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کا صلہ مجھ سے
پا سکیں اور نہ میں خود ہی اُن کے حقوق سے سبکدوش

رْغَبُ إِلَيْهِ وَلَا تَجْعَلْنِي فِي أَهْلِ
الْعُقُوقِ لِلْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ يَوْمَ
تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُونَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاخْصُصْ
أَبَوَيَّ بِأَفْضَلِ مَا خَصَصْتَ بِهِ
آبَاءَ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ وَأُمَّهَاتِهِمْ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ لَا تُنْسِنِي
ذِكْرَهُمَا فِي أَدْبَارِ صَلَوَاتِي وَفِي إِنًى
مِنْ آنَاءِ لَيْلِي وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ
سَاعَاتِ نَهَارِي اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاغْفِرْ لِي بِدُعَائِي
لَهُمَا وَاغْفِرْ لَهُمَا بِبِرِّهِمَا بِي
مَغْفِرَةً حَتْمًا وَارْضَ عَنْهُمَا
بِشَفَاعَتِي لَهُمَا رِضًى عَزْمًا وَ
بَلِّغْهُمَا بِالْكَرَامَةِ مَوَاطِنَ السَّلَامَةِ
اَللّٰهُمَّ وَإِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتُكَ
لَهُمَا فَشَفِّعْهُمَا فِيَّ وَإِنْ سَبَقَتْ
مَغْفِرَتُكَ لِي فَشَفِّعْنِي فِيهِمَا حَتّٰى
نَجْتَمِعَ بِرَأْفَتِكَ فِي دَارِ كَرَامَتِكَ
وَمَحَلِّ مَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ
إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَ
الْمَنِّ الْقَدِيمِ وَأَنْتَ أَرْحَمُ
الرَّاحِمِينَ۔

* * *

ہو سکتا ہوں اور نہ اُن کی خدمت کا فریضہ انجام دے
سکتا ہوں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری
مدد فرما اے بہتر اُن سے جن سے مدد مانگی جاتی ہے اور
مجھے توفیق دے اے زیادہ رہنمائی کرنے والے اُن
سب سے جن کی طرف (ہدایت کے لئے) توجہ کی
جاتی ہے۔ اور مجھے اس دن جب کہ ہر شخص کو اس
کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر زیادتی نہ ہوگی
اُن لوگوں میں سے قرار نہ دینا جو ماں باپ کے عاق و
نافرمانبردار ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ و اولادؑ
پر رحمت نازل فرما اور میرے ماں باپ کو اس سے بڑھ کر
امتیاز دے جو مومن بندوں کے ماں باپ کو تو نے بخشا ہے،
اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے
اے اللہ! ان کی یاد کو نمازوں کے بعد رات کی
ساعتوں اور دن کے تمام لمحوں میں کسی وقت فراموش
نہ ہونے دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور مجھے ان کے حق میں دعا کرنے کی وجہ سے
اور انہیں میرے ساتھ نیکی کرنے کی وجہ سے لازمی طور
پر بخش دے اند میری سفارش کی وجہ سے ان سے
قطعی طور پہ راضی و خوشنود ہو اور انہیں عزت و آبرو
کے ساتھ سلامتی کی منزلوں تک پہنچا دے۔ اے اللہ!
اگر تُو نے انہیں مجھ سے پہلے بخش دیا تو انہیں میرا شفیع
بنا، اور اگر مجھے پہلے بخش دیا تو مجھے ان کا شفیع قرار
دے۔ تاکہ ہم سب تیرے لطف و کرم کی بدولت تیرے
بزرگی کے گھر اور بخشش و رحمت کی منزل میں ایک
ساتھ جمع ہو سکیں۔ یقیناً تو بڑے فضل والا، قدیم احسان والا
اور سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

خداوند عالم کے عظیم احسانات کے بعد ماں باپ کے احسانات کا درجہ ہے جن کی پرورش و تربیت میں ربوبیتِ الٰہی کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ بغیر کسی طمع، غرض اور عوض کے پیہم تربیت کا اہتمام کرتے اور شفقت و مہربانی کے سایوں میں پروان چڑھاتے ہیں۔ چنانچہ وہ بچہ جو گوشت و پوست کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے۔ جس کا شعور نا تمام، حواس کمزور، قویٰ ناقص، نفع و نقصان کے سمجھنے سے قاصر، نہ اپنی کسی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے، نہ بغیر سہارے کروٹ بدل سکتا ہے، نہ بیٹھ سکتا ہے، نہ کھڑا ہو سکتا ہے ہر لمحہ ایک نگرانی کرنے والے کا محتاج، ہر مرحلہ پر دوسروں کا دست نگر۔ کون ہے جو اُسے اپنے آرام و راحت کی قربانی کر کے پالتا ہے؛ وہ ماں ہے جو ایسی حالت میں تربیت اور دیکھ بھال کا بیڑا اٹھاتی ہے، اور راتوں کو نیند اور دن کا سکون اس کے لئے قربان کر دیتی ہے۔ جب اُس میں اٹھنے بیٹھنے کی سکت نہیں ہوتی، اُسے گود میں اٹھائے پھرتی ہے۔ جب کچھ توانائی آتی ہے تو ہاتھ کا سہارا دے کر چلنا سکھاتی ہے۔ اور جب ہوش سنبھالتا ہے تو باپ اس کی تعلیم و اخلاقی تربیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی خاطر طرح طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے اور اپنے خون پسینہ کی کمائی سے اُسے علم و ہنر سے آراستہ کرتا ہے۔ اگر شریعتِ اسلام کا یہ حکم نہ بھی ہوتا کہ اُن کے ساتھ خوش رفتاری سے پیش آیا جائے، جب بھی حق شناسی و شکر گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے پیہم احسانات کے بدلہ میں اُن کے حقوق کا اعتراف کیا جائے اور ان کا احترام ملحوظ رکھا جائے چہ جائے کہ شریعت نے بھی ان کے ساتھ نیکی کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

وقضیٰ ربك ان لا تعبدوا الا اياه و بالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا۔	تمہارے پروردگار کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو انہیں (کسی ناگوار بات پر) اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو۔ اور اُن سے نرمی کے ساتھ بات کرو۔ اور شفقت و مہربانی سے اُن کے سامنے عاجزی کا اظہار کرو۔ اور کہو کہ اے میرے پروردگار! جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی عبادت کا بلا شرکت غیرے حکم دیا ہے اور اس کے پہلو بہ پہلو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ ربوبیت حقیقی کے ساتھ ربوبیت مجازی نظر انداز نہ ہونے پائے اور دونوں کے تقاضے یکساں پورے ہوں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اس نیکی کو صرف اُن کی زندگی تک محدود نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ اُن کے مرنے کے بعد بھی اُن کے حقوق برقرار رہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اُن کا قرضہ ادا کرے، اُن کی وصیت کی تعمیل کرے، اور جو واجبات اُن کے ذمہ ہوں انہیں ادا کرے۔ جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ اور اُن کے لئے ہمیشہ دُعائے مغفرت کرے۔ ارشاداتِ معصومین سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر اُن کی زندگی میں ان کے حقوق میں فروگذاشت کی گئی ہو تو ان کے جوارِ رحمت میں پہنچنے کے بعد اُن کے حق میں دُعائے مغفرت کرنے اور اُن کے دوسرے حقوق ادا کرنے سے اس

کی تلافی ہو جاتی ہے ۔ اور اگر عاق بھی ہو تو اہلِ عقوق کی فہرست سے خارج کر دیا جاتا ہے ۔ اور در صورتے کہ نہ زندگی میں اُن کا کچھ خیال کیا ہو اور نہ مرنے کے بعد اُن کے حقوق کی طرف توجہ کی ہو، تو اس کے نتیجہ میں عمر کم اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور فقر و پریشانی اور جان کنی کی انتہائی شدت میں مبتلا ہو کر مرتا ہے ۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِوُلْدِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ :-

اَللّٰهُمَّ وَمُنَّ عَلَيَّ بِبَقَاءِ وُلْدِي وَ بِإِصْلَاحِهِمْ لِي وَ بِإِمْتَاعِي بِهِمْ اِلٰهِي اُمْدُدْ لِي فِي اَعْمَارِهِمْ وَ زِدْ لِي فِي آجَالِهِمْ وَرَبِّ لِي صَغِيْرَهُمْ وَقَوِّ لِي ضَعِيْفَهُمْ وَاَصِحَّ لِي اَبْدَانَهُمْ وَاَدْيَانَهُمْ وَ اَخْلَاقَهُمْ وَعَافِهِمْ فِي اَنْفُسِهِمْ وَفِي جَوَارِحِهِمْ وَفِي كُلِّ مَا عُنِيْتُ بِهٖ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ اَدْرِرْ لِي وَعَلٰى يَدِي اَرْزَاقَهُمْ وَ اجْعَلْهُمْ اَبْرَارًا اَتْقِيَاءَ بُصَرَاءَ سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ لَكَ وَلِاَوْلِيَائِكَ مُحِبِّيْنَ مُنَاصِحِيْنَ وَلِجَمِيْعِ اَعْدَائِكَ مُعَانِدِيْنَ وَمُبْغِضِيْنَ اٰمِيْنَ - اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ بِهِمْ عَضُدِي وَاَقِمْ بِهِمْ اَوَدِي وَكَثِّرْ بِهِمْ عَدَدِي وَزَيِّنْ بِهِمْ مَحْضَرِي وَاَحْيِ بِهِمْ ذِكْرِي وَاكْفِنِي بِهِمْ فِي غَيْبَتِي وَاَعِنِّي بِهِمْ عَلٰى حَاجَتِي وَ اجْعَلْهُمْ لِي مُحِبِّيْنَ وَعَلَيَّ حَدِبِيْنَ مُقْبِلِيْنَ مُسْتَقِيْمِيْنَ لِي مُطِيْعِيْنَ غَيْرَ عَاصِيْنَ وَلَا عَاقِّيْنَ وَلَا

اولاد کے حق میں حضرت کی دعا

اے میرے معبود! میری اولاد کی بقا اور ان کی اصلاح اور ان سے بہرہ مندی کے سامان مہیا کر کے مجھے ممنونِ احسان فرما اور میرے سہارے کے لئے ان کی عمروں میں برکت اور اُن کی زندگیوں میں طول دے اور اُن میں سے چھوٹوں کی پرورش فرما اور کمزوروں کو توانائی دے اور اُن کی جسمانی، ایمانی اور اخلاقی حالت کو درست فرما اور اُن کے جسم و جان اور اُن کے دوسرے معاملات میں جن میں مجھے اہتمام کرنا پڑے انہیں عافیت سے ہمکنار رکھ، اور میرے لئے اور میرے ذریعہ اُن کے لئے رزقِ فراواں جاری کر اور انہیں نیکوکار پرہیزگار، روشن دل، حق نیوش اور اپنا فرمانبردار اور اپنے دوستوں کا دوست و خیر خواہ اور اپنے تمام دشمنوں کا دشمن و بدخواہ قرار دے۔ آمین۔ اے اللہ! ان کے ذریعہ میرے بازوؤں کو قوی اور میری پریشاں حالی کی اصلاح اور ان کی وجہ سے میری جمعیت میں اضافہ اور میری مجلس کی رونق دوبالا فرما اور ان کی بدولت میرا نام زندہ رکھ اور میری عدم موجودگی میں انہیں میرا قائم مقام قرار دے اور ان کے وسیلہ سے میری حاجتوں میں میری مدد فرما اور انہیں میرے لئے دوست، مہربان، ہمہ تن متوجہ، ثابت

مُخَالِفِيْنَ وَلَا خَاطِئِيْنَ وَاَعِنِّيْ عَلٰى
تَرْبِيَتِهِمْ وَتَادِيْبِهِمْ وَبِرِّهِمْ وَ
هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ مَعَهُمْ اَوْلَادًا
ذُكُوْرًا وَاجْعَلْ ذٰلِكَ خَيْرًا لِّيْ وَاجْعَلْهُمْ
لِيْ عَوْنًا عَلٰى مَا سَئَلْتُكَ وَاَعِذْنِيْ وَ
ذُرِّيَّتِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَاِنَّكَ
خَلَقْتَنَا وَاَمَرْتَنَا وَنَهَيْتَنَا وَ
رَغَّبْتَنَا فِيْ ثَوَابِ مَا اَمَرْتَنَا وَرَهَّبْتَنَا
عِقَابَهٗ وَجَعَلْتَ لَنَا عَدُوًّا يَّكِيْدُنَا
سَلَّطْتَهٗ مِنَّا عَلٰى مَا لَمْ تُسَلِّطْنَا عَلَيْهِ
مِنْهُ اَسْكَنْتَهٗ صُدُوْرَنَا وَاَجْرَيْتَهٗ
مَجَارِيَ دِمَائِنَا لَا يَغْفُلُ اِنْ غَفَلْنَا وَ
لَا يَنْسٰى اِنْ نَسِيْنَا يُؤْمِنُنَا عِقَابَكَ
وَيُخَوِّفُنَا بِغَيْرِكَ اِنْ هَمَمْنَا بِفَاحِشَةٍ
شَجَّعَنَا عَلَيْهَا وَاِنْ هَمَمْنَا بِعَمَلٍ
صَالِحٍ ثَبَّطَنَا عَنْهُ يَتَعَرَّضُ لَنَا
بِالشَّهَوَاتِ وَيَنْصِبُ لَنَا بِالشُّبُهَاتِ
اِنْ وَعَدَنَا كَذَبَنَا وَاِنْ مَنَّانَا اَخْلَفَنَا
وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنَّا كَيْدَهٗ يُضِلَّنَا وَاِلَّا
تَقِنَا خَبَالَهٗ يَسْتَزِلَّنَا اَللّٰهُمَّ فَاقْهَرْ
سُلْطَانَهٗ عَنَّا بِسُلْطَانِكَ حَتّٰى
تَحْبِسَهٗ عَنَّا بِكَثْرَةِ الدُّعَاءِ لَكَ
فَنُصْبِحَ مِنْ كَيْدِهٖ فِي الْمَعْصُوْمِيْنَ
بِكَ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كُلَّ سُؤْلِيْ وَ
اقْضِ لِيْ حَوَائِجِيْ وَلَا تَمْنَعْنِي
الْاِجَابَةَ وَقَدْ ضَمِنْتَهَا لِيْ وَلَا
تَحْجُبْ دُعَائِيْ عَنْكَ وَقَدْ اَمَرْتَنِيْ

قدم اور فرمانبردار قرار دے۔ وہ نافرمان، سرکش، مخالف اور
خطا کار نہ ہوں اور اُن کی تربیت و تادیب اور ان سے
اچھے برتاؤ میں میری مدد فرما۔ اور ان کے علاوہ بھی مجھے
اپنے خزانۂ رحمت سے نرینہ اولاد عطا کر اور انہیں
میرے لئے سراپا خیر و برکت قرار دے اور انہیں ان
چیزوں میں جن کا میں طلب گار ہوں۔ میرا مددگار
بنا اور مجھے اور میری ذریت کو شیطان مردود سے
پناہ دے۔ اس لئے کہ تونے ہمیں پیدا کیا اور امر و نہی
کی اور جو حکم دیا اس کے ثواب کی طرف راغب کیا
اور جس سے منع کیا اس کے عذاب سے ڈرایا۔ اور
ہمارا ایک دشمن بنایا جو ہم سے مکر کرتا ہے اور جتنا
ہماری چیزوں پر اسے تسلط دیا ہے اتنا ہمیں اس
کی کسی چیز پر تسلط نہیں دیا۔ اس طرح کہ اسے ہمارے
سینوں میں ٹھہرا دیا اور ہمارے رگ و پے میں دوڑا دیا۔
ہم غافل ہو جائیں مگر وہ غافل نہیں ہوتا۔ ہم بھول جائیں
مگر وہ نہیں بھولتا۔ وہ ہمیں تیرے عذاب سے مطمئن
کرتا اور تیرے علاوہ دوسروں سے ڈراتا ہے۔ اگر
ہم کسی برائی کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ہماری ہمت
بندھاتا ہے اور اگر کسی عمل خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو
ہمیں اس سے باز رکھتا ہے اور گناہوں کی دعوت دیتا
اور ہمارے سامنے شبہے کھڑے کر دیتا ہے۔ اگر وعدہ کرتا
ہے تو جھوٹا، اور اُمید دلاتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے
اگر تو اس کے مکر کو نہ ہٹائے تو وہ ہمیں گمراہ کرکے چھوڑے
گا اور اس کے فتنوں سے نہ بچائے تو وہ ہمیں ڈگمگا دے
گا۔ خدایا! اس لعین کے تسلط کو اپنی قوت و توانائی کے
ذریعہ ہم سے دفع کر دے اور کثرتِ دعا کے وسیلہ سے
اُسے ہماری راہ ہی سے ہٹا دے تاکہ ہم اس کی مکاریوں

بِهٖ وَامْنُنْ عَلَیَّ بِكُلِّ مَا يُصْلِحُنِیْ فِیْ دُنْيَایَ وَاٰخِرَتِیْ مَا ذَكَرْتُ مِنْهُ وَمَا نَسِيْتُ اَوْ اَظْهَرْتُ اَوْ اَخْفَيْتُ اَوْ اَعْلَنْتُ اَوْ اَسْرَرْتُ وَاجْعَلْنِیْ فِیْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ بِسُؤَالِیْ اِيَّاكَ الْمُنْجِحِيْنَ بِالطَّلَبِ اِلَيْكَ غَيْرِ الْمَمْنُوْعِيْنَ بِالتَّوَكُّلِ عَلَيْكَ الْمُعَوَّدِيْنَ بِالتَّعَوُّذِ بِكَ الرَّابِحِيْنَ فِی التِّجَارَةِ عَلَيْكَ الْمُجَارِيْنَ بِعِزِّكَ الْمُوَسَّعِ عَلَيْهِمُ الرِّزْقُ الْحَلَالُ مِنْ فَضْلِكَ الْوَاسِعِ بِجُوْدِكَ وَكَرَمِكَ الْمُعَزِّيْنَ مِنَ الذُّلِّ بِكَ وَالْمُجَارِيْنَ مِنَ الظُّلْمِ بِعَدْلِكَ وَالْمُعَافَيْنَ مِنَ الْبَلَاۤءِ بِرَحْمَتِكَ وَالْمُغْنَيْنَ مِنَ الْفَقْرِ بِغِنَاكَ وَالْمَعْصُوْمِيْنَ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالزَّلَلِ وَالْخَطَاۤءِ بِتَقْوَاكَ وَالْمُوَفَّقِيْنَ لِلْخَيْرِ وَالرُّشْدِ وَالصَّوَابِ بِطَاعَتِكَ وَالْمُحَالِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الذُّنُوْبِ بِقُدْرَتِكَ التَّارِكِيْنَ لِكُلِّ مَعْصِيَتِكَ السَّاكِنِيْنَ فِیْ جِوَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنَا جَمِيْعَ ذٰلِكَ بِتَوْفِيْقِكَ وَرَحْمَتِكَ وَاَعِذْنَا مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ وَاَعْطِ جَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مِثْلَ الَّذِیْ سَئَلْتُكَ لِنَفْسِیْ وَلِوَالِدَیَّ فِیْ عَاجِلِ

سے محفوظ ہو جائیں۔ اے اللہ! میری ہر درخواست کو قبول فرما اور میری حاجتیں برلا جب کہ تونے استجابت دعا کا ذمہ لیا ہے تو میری دعا کو رد نہ کر اور جب کہ تونے مجھے دعا کا حکم دیا ہے تو میری دعا کو اپنی بارگاہ سے روک نہ دے۔ اور جن چیزوں سے میرا دینی و دنیوی مفاد وابستہ ہے ان کی تکمیل سے مجھ پر احسان فرما۔ جو یاد ہوں اور جو بھول گیا ہوں، ظاہر کی ہوں، یا پوشیدہ رہنے دی ہوں، علانیہ طلب کی ہوں یا درپردہ ان تمام صورتوں میں اس وجہ سے کہ تجھ سے سوال کیا ہے (نیت و عمل کی) اصلاح کرنے والوں اور اس بنا پر کہ تجھ سے طلب کیا ہے کامیاب ہونے والوں اور اس سبب سے کہ تجھ پر بھروسہ کیا ہے غیر مسترد ہونے والوں میں سے قرار دے اور (ان لوگوں میں شمار کر) جو تیرے دامن میں پناہ لینے کے خوگر، تجھ سے بیوپار میں فائدہ اٹھانے والے اور تیرے دامن عزت میں پناہ گزیں ہیں، جنہیں تیرے ہمہ گیر فضل اور جود و کرم سے رزق حلال میں فراوانی حاصل ہوئی ہے اور تیری وجہ سے ذلت سے عزت تک پہنچے ہیں اور تیرے عدل و انصاف کے دامن میں ظلم سے پناہ لی ہے اور رحمت کے ذریعہ بلا و مصیبت سے محفوظ ہیں اور تیری بے نیازی کی وجہ سے فقر سے غنی ہو چکے ہیں اور تیرے تقویٰ کی وجہ سے گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں سے معصوم ہیں اور تیری اطاعت کی وجہ سے خیر و رشد و صواب کی توفیق انہیں حاصل ہے اور تیری قدرت سے ان کے اور گناہوں کے درمیان پردہ حائل ہے اور جو تمام گناہوں سے دست بردار اور تیرے جوارِ رحمت میں مقیم ہیں۔ بارالٰہا! اپنی توفیق و رحمت سے یہ تمام چیزیں

الدُّنْيَا وَالْآجِلِ الْآخِرَةِ إِنَّكَ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ عَفُوٌّ غَفُوْرٌ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ وَاٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ہمیں عطا فرما اور دوزخ کے آزار سے پناہ دے اور جن چیزوں کا میں نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے سوال کیا ہے ایسی ہی چیزیں تمام مسلمین و مسلمات اور مومنین و مومنات کو دُنیا و آخرت میں مرحمت فرما۔ اس لئے کہ تو نزدیک اور دُعا کا قبول کرنے والا ہے، سننے والا اور جاننے والا ہے، معاف کرنے والا اور بخشنے والا اور شفیق و مہربان ہے۔ اور ہمیں دُنیا میں نیکی (توفیقِ عبادت) اور آخرت میں نیکی (بہشتِ جاوید) عطا کر، اور دوزخ کے عذاب سے بچائے رکھ۔

فطرتِ انسانی کے حسیات اور طبیعت بشری کے جذبات میں سے زیادہ پُرجوش، دیرپا اور ناقابلِ شکست اولاد کی محبت کا جذبہ ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اولاد گوشت، پوست اور خون میں باپ کی شریک اور اسی کا ایک جزو ہوتی ہے اس لئے اسے کبھی نورِ دیدہ، کبھی پارۂ دل اور کبھی لختِ جگر سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے:۔

وانما اولادنا بیننا   اکبادنا تمشی علی الارض

"یہ ہمارے گرد و پیش ہمارے بچے، ہمارے جگر پارے ہیں جو زمین پر چل پھر رہے ہیں۔"

اس فطری لگاؤ اور طبعی جذبہ کی بنا پر باپ خلوص اور بے لوثی کا وہ کردار پیش کرتا ہے جس کی مثال دوسرے روابط و تعلقات میں نظر نہیں آتی۔ وہ اس کی تعلیم و تربیت میں اپنا وقت، اپنی کاوش اور اپنی دولت بے دریغ صرف کرتا ہے تاکہ اس کی زیست کا قصر بلند اقدار پر استوار ہو، مگر بعض اوقات غلط اور نامکمل تربیت کی وجہ سے اولاد بے راہ ہو جاتی ہے۔ شروع شروع میں لاڈ چاؤ اور پیار میں اس کی بُری حرکتوں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی اور جب بُری عادتیں راسخ ہو جاتی ہیں تو پھر دریا کا دھارا موڑنے کی سعی لاحاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ابتدا ہی میں ایسی تعلیم و تربیت دی جائے جو ایک صحت مند ذہنیت کی تشکیل کرے اور غلط اندازِ فکر سے آشنا ہی نہ ہونے دے۔ کیونکہ ابتدا میں بچے کے ذہن میں جو نقش بٹھا دیا جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے بیٹھ جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے موقع پر صرف دنیوی ترقی کے پہلو پر نظر نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس کے ساتھ دینی و اخلاقی زندگی کے سنوارنے کا بھی سامان کرنا چاہیئے، اور شروع ہی میں دین و مذہب کی اہمیت، خدا کی عظمت اور غرضِ خلقت کو ذہن نشین کرانا چاہیئے تاکہ آگے بڑھ کر یہ تاثرات زندگی کے ہر گوشہ میں کار فرما ہوں۔ اس کے ساتھ بڑوں کی عزت، بزرگوں کا احترام، ہمجولیوں سے پیار محبت اور دوسروں سے ہمدردی و غمخواری کی تعلیم دے۔ بُری صحبت سے دُور رکھے اور لڑائی جھگڑے، بے محل ہنسنے، کسی کا مذاق اڑانے، جھوٹ، گالی، غیبت، بے موقع چیخ پکار اور اول فول بکنے سے منع کرے۔ اور اس کے حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھے۔ اور جب کسی بُری بات سے

روکنا چاہیے تو اعتدال کی حد میں رہ کر سمجھائے اور تشدد و سختی سے کام نہ لے کہ ان کا بعض اوقات اُلٹا اثر ہوتا ہے اور وُہ ردِ عمل کے طور پر اس عادت پر بضد ہو جاتا ہے۔ بہرحال حسن تربیت و تعلیم ہی اولاد کے ساتھ سب سے بڑی نیکی ہے اور اُن کے لئے دُعا کرنا بھی اُن کے ساتھ احسان کرنے میں شمار ہوتا ہے اور باپ کی دعا اولاد کے حق میں منجملہ اُن دعاؤں کے ہے جو رد نہیں ہوتیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کا ارشاد ہے:۔

خمس دعوات لا یحجبن عن الرب تبارك وتعالیٰ۔ دعوة الامام المقسط ودعوة المظلوم یقول الله عزوجل لانتقمن لك ولو بعد حین ودعوة الولد الصالح لوالدیه ودعوة الوالد الصالح لولده ودعوة المؤمن لاخیه بظهر الغیب فیقول ولك مثلاه۔

"پانچ دعائیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی رد نہیں کرتا۔ امام عادل کی دُعا۔ مظلوم کی دُعا جب وُہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تیرا انتقام لوں گا اگرچہ کچھ دیر ہو جائے۔ فرزند صالح کی دُعا ماں باپ کے حق میں، صالح باپ کی دُعا اولاد کے حق میں، مردِ مومن کی دُعا اپنے کسی بھائی کے لئے اس کی غیبت میں۔ جب وُہ دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو تم نے اُس کے لئے مانگا ہے اُس سے دو گنا تمہارے لئے ہے۔"

حضرت کی یہ دُعا ایک نمونہ ہے کہ اولاد کے لئے کس طرح اور کیا دُعا کرے۔ اس دُعا میں وُہ تمام چیزیں سمو دی گئی ہیں۔ جو ایک صالح باپ اپنی صالح اولاد کے لئے طلب کر سکتا ہے۔ ان کے لئے زندگی، رزق، صحت اور قوت و توانائی کی دُعا کی ہے تاکہ وُہ خلقِ خدا سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں معروف رہیں اور روشن دل اور روشن خیال بلند نفس، بلند کردار، اخلاق حسنہ سے آراستہ، مطیع و فرمانبردار، خیر و سعادت کے خزینہ دار، دوستانِ خدا کے دوست، دشمنانِ خدا کے دشمن، اسلاف کی زینت اور باقیات الصالحات ثابت ہوں۔

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِجِيْرَانِهٖ وَاَوْلِيَآئِهٖ إِذَا ذَكَرَهُمْ

جب ہمسایوں اور دوستوں کو یاد کرتے تو اُن کے لئے یہ دُعا فرماتے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَتَوَلَّنِيْ فِيْ جِيْرَانِيْ وَمَوَالِيَّ الْعَارِفِيْنَ بِحَقِّنَا وَالْمُنَابِذِيْنَ لِاَعْدَآئِنَا بِاَفْضَلِ وَلَايَتِكَ وَوَفِّقْهُمْ لِاِقَامَةِ سُنَّتِكَ وَالْاَخْذِ بِمَحَاسِنِ اَدَبِكَ فِيْ اِرْفَاقِ ضَعِيْفِهِمْ وَسَدِّ خَلَّتِهِمْ

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ اور میری اس سلسلہ میں بہترین نصرت فرما کہ میں اپنے ہمسایوں اور ان دوستوں کے حقوق کا لحاظ رکھوں جو ہمارے حق کے پہچاننے والے اور ہمارے دشمنوں کے مخالف ہیں اور انہیں اپنے طریقوں کے قائم کرنے اور عمدہ اخلاق و آداب سے آراستہ ہونے کی توفیق

وَعِيَادَةِ مَرِيضِهِمْ وَ هِدَايَةِ
مُسْتَرْشِدِهِمْ وَ مُنَاصَحَةِ
مُسْتَشِيرِهِمْ وَ تَعَهُّدِ قَادِمِهِمْ
وَكِتْمَانِ أَسْرَارِهِمْ وَ سَتْرِ
عَوْرَاتِهِمْ وَنُصْرَةِ مَظْلُومِهِمْ
وَحُسْنِ مُوَاسَاتِهِمْ بِالْمَاعُونِ
وَالْعَوْدِ عَلَيْهِمْ بِالْجِدَةِ وَ
الْإِفْضَالِ وَإِعْطَاءِ مَا يَجِبُ لَهُمْ
قَبْلَ السُّؤَالِ وَاجْعَلْنِي اللّٰهُمَّ
أَجْزِي بِالْإِحْسَانِ مُسِيئَهُمْ وَ
أُعْرِضُ بِالتَّجَاوُزِ عَنْ ظَالِمِهِمْ
وَأَسْتَعْمِلُ حُسْنَ الظَّنِّ فِي
كَافَّتِهِمْ وَأَتَوَلَّى بِالْبِرِّ عَامَّتَهُمْ
وَأَغُضُّ بَصَرِي عَنْهُمْ عِفَّةً
وَأُلِينُ جَانِبِي لَهُمْ تَوَاضُعًا وَ
أَرِقُّ عَلَى أَهْلِ الْبَلَاءِ مِنْهُمْ
رَحْمَةً وَ أُسِرُّ لَهُمْ بِالْغَيْبِ
مَوَدَّةً وَأُحِبُّ بَقَاءَ النِّعْمَةِ
عِنْدَهُمْ نُصْحًا وَ أُوجِبُ
لَهُمْ مَا أُوجِبُ لِحَامَّتِي وَأَرْعَى لَهُمْ
مَا أَرْعَى لِخَاصَّتِي ۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَارْزُقْنِي
مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْهُمْ وَاجْعَلْ لِي
أَوْفَى الْحُظُوظِ فِيمَا عِنْدَهُمْ
وَزِدْهُمْ بَصِيرَةً فِي حَقِّي وَ
مَعْرِفَةً بِفَضْلِي حَتّٰى يَسْعَدُوا
بِي وَأَسْعَدَ بِهِمْ آمِينَ

دے اس طرح کہ وہ کمزوروں کے ساتھ نرم رویہ
رکھیں اور اُن کے فقر کا مداوا کریں۔ مریضوں کی بیمار پرسی
طالبانِ ہدایت کی ہدایت، مشورہ کرنے والوں کی خیر
خواہی اور تازہ وارد سے ملاقات کریں۔ رازوں کو
چھپائیں۔ عیبوں پر پردہ ڈالیں۔ مظلوم کی نصرت اور
گھریلو ضروریات کے ذریعہ حسن مواسات کریں اور
بخشش و انعام سے فائدہ پہنچائیں اور سوال سے پہلے
اُن کے ضروریات مہیا کریں۔ اے اللہ! مجھے ایسا
بنا کہ میں اُن میں سے بُرے کے ساتھ بھلائی سے
پیش آؤں اور ظالم سے چشم پوشی کر کے درگزر کروں
اور ان سب کے بارے میں حسن ظن سے کام لوں۔
اور نیکی و احسان کے ساتھ سب کی خبر گیری کروں
اور پرہیزگاری و عفت کی بناء پر ان (کے عیوب)
سے آنکھیں بند رکھوں۔ تواضع و فروتنی کی رُو سے اُن
سے نرم رویہ اختیار کروں اور شفقت کی بنا پر مصیبت
زدہ کی دلجوئی کروں۔ اُن کی غیبت میں بھی اُن کی محبت
کو دل میں لیے رہوں اور خلوص کی بنا پر اُن کے
پاس سدا نعمتوں کا رہنا پسند کروں اور جو چیزیں اپنے
خاص قریبیوں کے لیے ضروری سمجھوں اُن کے لیے
بھی ضروری سمجھوں۔ اور جو مراعات اپنے مخصوصین
سے کروں وُہی مراعات ان سے بھی کروں۔ اے اللہ!
محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے بھی اُن
سے ویسے ہی سلوک کا روا دار قرار دے اور جو چیزیں
اُن کے پاس ہیں اُن میں میرا حصہ وافر قرار دے۔ اور
انہیں میرے حق کی بصیرت اور میرے فضل و برتری
کی معرفت میں افزائش و ترقی دے تاکہ وہ میری وجہ
سے سعادت مند اور میں ان کی وجہ سے مثاب و ماجور

رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ قرار پاؤں، آمین اے تمام جہان کے پروردگار۔

اسلام افرادِ نوعِ انسانی کو ایک سلسلۂ وحدت میں مربوط کرنے کے لئے باہمی ہمدردی و تعاون کی تعلیم دیتا ہے۔ اور نوعِ بشر کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے دوسرے پر اس کا حق عائد کرتا ہے خواہ وُہ اس کا ہم مسلک ہو یا نہ ہو اس کا ہم قوم ہو یا نہ ہو اس کا ہم وطن ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ سب کا سلسلۂ نسل وُہ مشرق کا باشندہ ہو یا مغرب کا ایک ہی ماں باپ تک منتہی ہوتا ہے اور سب ایک ہی خالق کے بنائے سنوارے ہوئے ہیں۔ یہ وُہ تعلیم ہے جو تہذیب و تمدن اجتماعی کے لئے سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ اگر تعاون و اتحاد باہمی کا جذبہ اور دوسروں کے دُکھ درد کا احساس نہ ہو تو تمدّنِ اجتماع کی صورت تشکیل پذیر ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ انسان ہمدردی و سازگاری ہی کی بدولت ایک دوسرے کے قریب ہوتا اور مدنیت کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے تمدن و اجتماع کی بنیادیں استوار کرتا ہے۔ بے شک اسلامی برادری میں شمولیت سے ایک مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر قائم ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو ہم مسلک و ہم عقیدہ نہ ہوں ان کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اگر انہیں وہ حقوق حاصل نہیں جو اسلامی برادری سے وابستہ ہونے کی صورت میں عائد ہوتے ہیں تو مشترکہ انسانی حقوق سے تو محروم نہیں کئے جا سکتے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی کے لئے جو عہد نامہ تحریر کیا اس انسانی حقوق کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ فانهم صنفان اما اخ لك فی الدین و اما نظیر لك فی الخلق۔ "رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوقِ خدا"۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مذہب و مسلک کے اتحاد کی بنا پر حقوق کا لحاظ رکھو۔ وہاں انسانی حقوق کو نظر انداز نہ کرنا۔ کیونکہ سب ایک ہی خالق کے بنائے ہوئے ہیں اور ان دونوں کے حقوق کے سلسلہ میں تمہیں جواب دِہ ہونا ہے۔ البتہ دونوں کے حقوق یکساں نہیں ہیں اس لئے کہ جہاں نقاط مشترکہ کم ہوں گے وہاں حقوق بھی کم ہوں گے۔ اور جہاں نقاط مشترکہ زیادہ ہوں گے وہاں حقوق بھی زیادہ ہوں گے۔ چنانچہ رشتۂ انسانیت کے ساتھ جہاں مذہبی رشتہ بھی ہو گا وہاں حقوق بڑھ جائیں گے۔ کیونکہ ایک مقام پر اشتراک صرف انسانیت میں ہے اور دُوسرے مقام پر انسانیت اور مذہب دونوں میں ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

فضل حرمة المسلم علی الحرم کلها وشد بالاخلاص والتوحید حقوق المسلمین فی معاقدها فالمسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده الا بالحق ولا یحل اذی المسلم الا بما یجب۔	اس نے مسلمان کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو اُن کے موقع و محل پر اخلاص و توحید کے دامن سے باندھ دیا ہے چنانچہ مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر ان پر ہاتھ ڈالا جائے اور اُن کو ایذا پہنچانا جائز نہیں مگر جہاں واجب ہو جائے۔

یہ ایک عام مسلمان کا حق ہے کہ اُسے ہاتھ اور زبان سے گزند نہ پہنچایا جائے۔ اور مومن کے حقوق تو اس سے کہیں زیادہ

ہیں۔ چنانچہ ابو اسمٰعیل روایت کرتے ہیں کہ:۔

قلت لابی جعفران الشیعۃ عندنا کثیر فقال ھل یعطف الغنی علی الفقیر و یتجاوز المحسن عن المسیء و یتواسون؟ فقلت "لا" قال لیس ھٰؤلاء شیعۃ، الشیعۃ من یفعل ھٰذا۔

میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں شیعوں کی تعداد بہت ہے۔ فرمایا کیا ان میں کا دولتمند فقیر اور نادار سے حسن سلوک اور اچھا بُرے سے درگزر کرتا ہے اور کیا وُہ آپس میں ہمدردی و مساوات کا برتاؤ کرتے ہیں؟ میں نے کہا "ایسا تو نہیں کرتے" فرمایا کہ پھر وہ شیعہ کہاں کے۔ شیعہ تو وُہ ہے جو یہ سب کچھ کرے۔

پھر کچھ حقوق قوم و قبیلہ اور خاندانی اشتراک کے لحاظ سے عائد ہوتے ہیں۔ یہ حقوق بھی اہم اور قابلِ لحاظ ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

واکرم عشیرتک فانھم جناحک الذی بہ تطیر واصلک الذی الیہ تصیر و یدک التی بھا تصول۔

اپنے قوم قبیلے کا اکرام و احترام کرو کیونکہ وہ تمہارے ایسے پَر و بال ہیں جن سے تم پرواز کرتے ہو اور ایسی بنیادیں ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو اور تمہارے وہ دست و بازو ہیں جن سے حملہ کرتے ہو"

پھر قوم و قبیلہ میں جو قریبی عزیز ہوں ان کے حقوق الاقرب فالاقرب کے لحاظ سے عام قوم و قبیلہ کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ جیسے ماں، باپ، اولاد، بھائی، بہن وغیرہ۔ یہ تمام حقوق وُہ ہیں جو انسانیت، اتحادِ مذہب اور خویش و قرابت کی وجہ سے عائد ہوتے ہیں۔ اب ان کے ساتھ اگر شہری و وطنی اتحاد بھی ہو تو ہم وطنی کے حقوق کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ حقوق بھی اپنے مقام پر اہمیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ زکوٰۃ و صدقات کی تقسیم میں خطۂ ارضی کے لحاظ سے ہم وطنوں کو دوسروں پر ترجیح دی گئی ہے۔ پھر اہل شہر میں سے جن کے ساتھ معاشرتی تعلقات زیادہ وابستہ ہوتے ہیں۔ وُہ اردگرد بسنے والے ہمسائے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا حق دوسرے اہل شہر سے زیادہ ہوگا۔ اس حق ہمسائیگی کے ساتھ مذہب یا قرابت یا دونوں کا انضمام بھی ہو تو اس انضمام کے لحاظ سے اس کی اہمیت بھی زیادہ ہو جائے گی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

الجیران ثلٰثۃ فنھم من لہ ثلٰثۃ حقوق، حق الجوار، حق الاسلام و حق القرابۃ ومنھم من لہ حقان، حق الاسلام وحق الجوار ومنھم من لہ حق واحد الکافر لہ حق الجوار۔

ہمسایہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کے لئے تین حق ہیں "حق ہمسائیگی، حق اسلام اور حق قرابت"۔ اور ایک وہ جس کے لئے دو حق ہیں۔ حقِ اسلام اور حقِ ہمسائیگی؛ اور ایک وُہ جس کے لئے صرف ایک حق ہے۔ اور وُہ کافر ہے جو ہمسایہ میں ہو"

اس ہمسائیگی کے حدود کیا ہیں تو اس سلسلہ میں عُرف کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جو عُرف میں ہمسایہ کہلا سکتا ہو۔

اُسے ہی ہمسایہ قرار دیا جائے گا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمسائیگی کے حدود ہر چہار طرف سے چالیس چالیس گھر ہیں۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

حد الجوار اربعون داراً من کل جانب من بین یدیہ و من خلفہ و عن یمینہٖ و عن شمالہٖ۔	ہمسائیگی کی حد سامنے، پیچھے اور دائیں بائیں ہر چہار جانب سے چالیس گھروں تک ہے۔

اس دُعا میں پڑوسیوں کے جن حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ ہیں :۔

ان سے تواضع و خوش اخلاقی سے پیش آئے، فقر و احتیاج میں ہو سکے تو مالی امداد کرے اور اُن کی حالت کا اندازہ کرکے خود سے مالی امداد کی پیشکش کرے اور اُن کے طلب کرنے پر موقوف نہ رکھے۔ قرضہ مانگیں یا عام گھریلو استعمال کی چیزیں طلب کریں تو انکار نہ کرے۔ اپنی نگاہوں کو تانک جھانک سے روکے۔ اُن کے عیوب کی ٹوہ نہ لگائے، اور اگر اتفاقیہ ان کے کسی عیب پر مطلع ہو جائے تو اُسے ظاہر نہ کرے اور ان کے بارے میں خواہ مخواہ بدگمانی سے کام نہ لے۔ بیماری میں عیادت کرے۔ مظلوم و ستم رسیدہ کی نصرت کرے۔ ان کے بارے میں ظاہر و باطن یکساں رکھے اگر حج و زیارت یا سفر سے پلٹیں تو ملاقات کے لئے جائے۔ انہیں اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرح سمجھے۔ ان کی خوش حالی و فارغ البالی کو دل سے چاہے۔ مشورہ کے موقع پر صحیح مشورہ دے۔ انہیں تعلیم و ہدایت کے موقع پر تعلیم و ہدایت کرے اور اگر بُرا سلوک کریں تو بھی ان سے اچھا برتاؤ کرے۔ غرض انہیں کسی طرح سے گزند نہ پہنچائے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

من کان یومن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلا یوذ جارہٗ۔	جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے ہمسایہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

اس دعا کے ابتدائی حصہ میں دُعا کا رُخ دوستوں اور ہمسایوں کی طرف ہے کہ انہیں یہ توفیق حاصل ہو کہ وہ ان چیزوں پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں سعادت حاصل کریں اور دعا کے آخری حصہ میں خود اپنے لئے دُعا فرمائی ہے کہ مجھے بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور شفقت و احسان کی توفیق عطا فرما تاکہ میری تعلیم اور میرا عمل اُن کے لئے ایک اخلاق آموز اُسوہ قرار پائے۔ کیونکہ انسان ناصح کی حیثیت سے اتنا متاثر نہیں ہوتا جتنا اس کے عمل سے متاثر ہوتا ہے۔ اور پھر یہ تمام اوصاف دُعائیہ پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ خصائل و عادات جب ہی پیدا ہو سکتے ہیں، جب خداوند عالم کی طرف سے توفیق بھی شامل حال ہو۔ بہر حال یہ وہ خصائل و عادات ہیں کہ اگر انسان ان پر عامل ہو تو وہ نہ صرف ہمسایوں کے لئے سراپا محبت ہوگا بلکہ روزمرہ کی زندگی میں اپنے افعال اپنی روش اور دوسروں کے ساتھ اپنے طریق کار کو محبت و ہمدردی کے سانچے میں ڈھال لے گا۔ اور بعید نہیں کہ اس کے طرزِ عمل سے دُوسروں کی زندگی میں بھی انقلاب آ جائے اور ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل پا جائے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَهْلِ الثُّغُورِ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ حَصِّنْ ثُغُوْرَ الْمُسْلِمِيْنَ بِعِزَّتِكَ وَاَيِّدْ حُمَاتَهَا بِقُوَّتِكَ وَاَسْبِغْ عَطَايَاهُمْ مِنْ جِدَتِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَكَثِّرْ عِدَّتَهُمْ وَاشْحَذْ اَسْلِحَتَهُمْ وَاحْرُسْ حَوْزَتَهُمْ وَامْنَعْ حَوْمَتَهُمْ وَ اَلِّفْ جَمْعَهُمْ وَدَبِّرْ اَمْرَهُمْ وَ وَاتِرْ بَيْنَ مِيَرِهِمْ وَتَوَحَّدْ بِكِفَايَةِ مُؤَنِهِمْ وَاعْضُدْهُمْ بِالنَّصْرِ وَ اَعِنْهُمْ بِالصَّبْرِ وَالْطُفْ لَهُمْ فِى الْمَكْرِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَعَرِّفْهُمْ مَا يَجْهَلُوْنَ وَ عَلِّمْهُمْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ وَبَصِّرْهُمْ مَا لَا يُبْصِرُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَنْسِهِمْ عِنْدَ لِقَائِهِمُ الْعَدُوَّ ذِكْرَ دُنْيَاهُمُ الْخَدَّاعَةِ الْغَرُوْرِ وَامْحُ عَنْ قُلُوْبِهِمْ خَطَرَاتِ الْمَالِ الْفَتُوْنِ وَاجْعَلِ الْجَنَّةَ نَصْبَ اَعْيُنِهِمْ وَلَوِّحْ مِنْهَا لِاَبْصَارِهِمْ مَا اَعْدَدْتَ فِيْهَا مِنْ مَسَاكِنِ الْخُلْدِ وَمَنَازِلِ الْكَرَامَةِ وَالْحُوْرِ الْحِسَانِ وَ الْاَنْهَارِ الْمُطَّرِدَةِ بِاَنْوَاعِ الْاَشْرِبَةِ

سرحدوں کی نگہبانی کرنے والوں کے لئے حضرتؑ کی دُعا :-

بار الہٰا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ و اقتدار سے مسلمانوں کی سرحدوں کو محفوظ رکھ ، اور اپنی قوت و توانائی سے ان کی حفاظت کرنے والوں کو تقویت دے اور اپنے خزانہ بے پایاں سے انہیں مالا مال کر دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ان کی تعداد بڑھا دے۔ اُن کے ہتھیاروں کو تیز کر دے۔ اُن کے حدود و اطراف اور مرکزی مقامات کی حفاظت و نگہداشت کر۔ ان کی جمعیت میں انس و یک جہتی پیدا کر، اُن کے اُمور کی درستی فرما، رسد رسانی کے ذرائع مسلسل قائم رکھ۔ اُن کی مشکلات کے حل کرنے کا خود ذمہ لے۔ ان کے بازو قوی کر۔ صبر کے ذریعہ اُن کی اعانت فرما۔ اور دشمن سے چھپی تدبیروں میں انہیں باریک نگاہی عطا کر۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جس شے کو وہ نہیں پہچانتے وہ انہیں پہنچوا دے اور جس بات کا علم نہیں رکھتے وہ انہیں بتا دے۔ اور جس چیز کی بصیرت اُنہیں نہیں ہے۔ وہ انہیں سُجھا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور دشمن سے مدمقابل ہوتے وقت غدار و فریب کار دنیا کی یاد اُن کے ذہنوں سے مٹا دے۔ اور گمراہ کرنے والے مال کے اندیشے اُن کے دلوں سے نکال دے اور جنت کو اُن کی نگاہوں کے سامنے کر دے۔ اور جو دائمی قیام گاہیں عزت و شرف کی منزلیں اور (پانی ، دودھ ، شراب اور صاف و شفاف

وَالْأَشْجَارِ الْمُتَدَلِّيَةِ بِصُنُوفِ
الثَّمَرِ حَتَّى لَا يَهُمَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ
بِالْإِدْبَارِ وَلَا يُحَدِّثَ نَفْسَهُ عَنْ
قِرْنِهِ بِفِرَارٍ اَللّٰهُمَّ افْلُلْ بِذٰلِكَ
عَدُوَّهُمْ وَاقْلِمْ عَنْهُمْ أَظْفَارَهُمْ
وَفَرِّقْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَسْلِحَتِهِمْ
وَاخْلَعْ وَثَائِقَ أَفْئِدَتِهِمْ وَبَاعِدْ
بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَزْوِدَتِهِمْ وَحَيِّرْهُمْ
فِي سُبُلِهِمْ وَضَلِّلْهُمْ عَنْ وَجْهِهِمْ
وَاقْطَعْ عَنْهُمُ الْمَدَدَ وَانْقُصْ
مِنْهُمُ الْعَدَدَ وَامْلَأْ أَفْئِدَتَهُمُ
الرُّعْبَ وَاقْبِضْ أَيْدِيَهُمْ عَنِ
الْبَسْطِ وَاخْزِمْ أَلْسِنَتَهُمْ عَنِ
النُّطْقِ وَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ
وَنَكِّلْ بِهِمْ مَنْ وَرَاءَهُمْ وَاقْطَعْ
بِخِزْيِهِمْ أَطْمَاعَ مَنْ بَعْدَهُمْ اَللّٰهُمَّ
عَقِّمْ أَرْحَامَ نِسَائِهِمْ وَيَبِّسْ
أَصْلَابَ رِجَالِهِمْ وَاقْطَعْ نَسْلَ
دَوَابِّهِمْ وَأَنْعَامِهِمْ لَا تَأْذَنْ
لِسَمَائِهِمْ فِي قَطْرٍ وَلَا لِأَرْضِهِمْ
فِي نَبَاتٍ اَللّٰهُمَّ وَقَوِّ بِذٰلِكَ
مِحَالَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَحَصِّنْ بِهِ
دِيَارَهُمْ وَثَمِّرْ بِهِ أَمْوَالَهُمْ
وَفَرِّغْهُمْ عَنْ مُحَارَبَتِهِمْ لِعِبَادَتِكَ
وَعَنْ مُنَابَذَتِهِمْ لِلْخَلْوَةِ بِكَ
حَتَّى لَا يُعْبَدَ فِي بِقَاعِ الْأَرْضِ
غَيْرُكَ وَلَا تُعَفَّرَ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ

شہد کی) بہتی ہوئی نہریں اور طرح طرح کے پھلوں (کے
بار) سے جھکے ہوئے اشجار وہاں فراہم کئے ہیں، اُنہیں
دکھا دے تاکہ ان میں سے کوئی پیٹھ پھرانے کا ارادہ
اور اپنے حریف کے سامنے سے بھاگنے کا خیال نہ کرے
اے اللہ! اس ذریعہ سے ان کے دشمنوں کے
حربے کند اور انہیں بے دست و پا کر دے اور ان
میں اور اُن کے ہتھیاروں میں تفرقہ ڈال دے، (یعنی
ہتھیار چھوڑ کر بھاگ جائیں) اور اُن کے رگ دل
کی طنابیں توڑ دے اور اُن میں اور اُن کے آذوقہ میں
دوری پیدا کر دے اور اُن کی راہوں میں انہیں بھٹکنے
کے لئے چھوڑ دے۔ اور اُن کے مقصد سے انہیں
بے راہ کر دے۔ ان کی کمک کا سلسلہ قطع کر دے
اُن کی گنتی کم کر دے۔ ان کے دلوں میں دہشت
بھر دے۔ اُن کی دراز دستیوں کو کوتاہ کر دے اُن کی
زبانوں میں گرہ لگا دے کہ بول نہ سکیں، اور انہیں
سزا دے کر ان کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو بھی تتر بتر
کر دے جو اُن کے پس پشت ہیں اور پس پشت والوں
کو ایسی شکست دے کہ جو اُن کے پشت پر ہیں انہیں
عبرت حاصل ہو اور ان کی ہزیمت و رسوائی سے اُن کے
پیچھے والوں کے حوصلے توڑ دے۔ اے اللہ! اُن کی
عورتوں کے شکم بانجھ، ان کے مردوں کے صلب خشک
اور اُن کے گھوڑوں، اونٹوں، گائیوں، بکریوں کی نسل
قطع کر دے اور اُن کے آسمان کو برسنے کی اور زمین
کو روئیدگی کی اجازت نہ دے۔ بارالہا! اس ذریعے
اہل اسلام کی تدبیروں کو مضبوط، اُن کے شہروں کو محفوظ
اور اُن کی دولت و ثروت کو زیادہ کر دے اور انہیں
عبادت و خلوت گزینی کے لئے جنگ و جدال اور

جَبْهَةً دُونَكَ اللّٰهُمَّ أَعِزَّ بِكُلِّ
نَاحِيَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مَنْ
بِإِزَائِهِمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَأَمْدِدْهُمْ
بِمَلَائِكَةٍ مِنْ عِنْدِكَ مُرْدِفِينَ حَتَّى
يَكْشِفُوهُمْ إِلَى مُنْقَطَعِ التُّرَابِ قَتْلاً
فِي أَرْضِكَ وَأَسْراً أَوْ يُقِرُّوا بِأَنَّكَ
أَنْتَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ
وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اللّٰهُمَّ وَ
اعْمُمْ بِذٰلِكَ أَعْدَاءَكَ فِي أَقْطَارِ
الْبِلَادِ مِنَ الْهِنْدِ وَالرُّومِ وَالتُّرْكِ
وَالْخَزَرِ وَالْحَبَشِ وَالنُّوبَةِ وَ
الزَّنْجِ وَالسَّقَالِبَةِ وَالدَّيَالِمَةِ وَ
سَائِرِ أُمَمِ الشِّرْكِ الَّذِينَ تَخْفَى
أَسْمَاؤُهُمْ وَصِفَاتُهُمْ وَقَدْ أَحْصَيْتَهُمْ
بِمَعْرِفَتِكَ وَأَشْرَفْتَ عَلَيْهِمْ بِقُدْرَتِكَ
اللّٰهُمَّ اشْغَلِ الْمُشْرِكِينَ بِالْمُشْرِكِينَ
عَنْ تَنَاوُلِ أَطْرَافِ الْمُسْلِمِينَ وَخُذْهُمْ
بِالنَّقْصِ عَنْ تَنَقُّصِهِمْ وَثَبِّطْهُمْ
بِالْفُرْقَةِ عَنِ الِاحْتِشَادِ عَلَيْهِمْ
اللّٰهُمَّ أَخْلِ قُلُوبَهُمْ مِنَ الْأَمَنَةِ وَ
أَبْدَانَهُمْ مِنَ الْقُوَّةِ وَأَذْهِلْ
قُلُوبَهُمْ عَنِ الِاحْتِيَالِ وَأَوْهِنْ
أَرْكَانَهُمْ عَنْ مُنَازَلَةِ الرِّجَالِ وَ
جَبِّنْهُمْ عَنْ مُقَارَعَةِ الْأَبْطَالِ وَ
ابْعَثْ عَلَيْهِمْ جُنْداً مِنْ مَلَائِكَتِكَ
بِبَأْسٍ مِنْ بَأْسِكَ كَفِعْلِكَ يَوْمَ
بَدْرٍ تَقْطَعُ بِهِ دَابِرَهُمْ وَتَحْصُدُ بِهِ

لڑائی جھگڑے سے فارغ کر دے۔ تاکہ روئے زمین
پر تیرے علاوہ کسی کی پرستش نہ ہو اور تیرے سوا کسی
کے آگے خاک پر پیشانی نہ رکھی جائے۔ اے اللہ! تو
مسلمانوں کو ان کے ہر ہر علاقہ میں برسرِ پیکار ہونے والے
مشرکوں پر غلبہ دے اور صف در صف فرشتوں کے ذریعہ
ان کی امداد فرما۔ تاکہ اس خطۂ زمین میں انہیں قتل و
اسیر کرتے ہوئے اُس کے آخری حدود تک پسپا کر دیں
یا یہ کہ وُہ اقرار کریں کہ تُو وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی
معبود نہیں اور یکتا و لاشریک ہے۔ خدایا! مختلف
اطراف و جوانب کے دشمنانِ دین کو بھی اس قتل و غارت
کی لپیٹ میں لے لے۔ وُہ ہندی ہوں یا رُومی، ترکی
ہوں یا خزری، حبشی ہوں یا نوبی، زنگی ہوں یا صقلبی
و دیلمی نیز ان مشرک جماعتوں کو جن کے نام اور صفات
ہمیں معلوم نہیں اور تو اپنے علم سے اُن پر محیط اور اپنی
قدرت سے ان پر مطلع ہے۔ اے اللہ! مشرکوں
کو مشرکوں سے اُلجھا کر مسلمانوں کے حدودِ مملکت پر
دست درازی سے باز رکھ اور اُن میں کمی واقع
کر کے مسلمانوں میں کمی کرنے سے روک دے اور
ان میں پھوٹ ڈلوا کر اہلِ اسلام کے مقابلہ میں صف
آرائی سے بٹھا دے۔ اے اللہ! ان کے دلوں کو
تسکین و بے خوفی سے ان کے جسموں کو قوت و
توانائی سے خالی کر دے۔ ان کی فکروں کو تدبیر و
چارہ جوئی سے غافل اور مردانِ کارزار کے مقابلہ میں
ان کے دست و بازو کو کمزور کر دے اور دلیرانِ اسلام
سے ٹکر لینے میں انہیں بزدل بنا دے اور اپنے عذابوں
میں سے ایک عذاب کے ساتھ ان پر فرشتوں کی
سپاہ بھیج۔ جیسا کہ تو نے بدر کے دن کیا تھا۔ اسی

شَوْكَتَهُمْ وَتُفَرِّقُ بِهِ عَدَدَهُمْ
اَللّٰهُمَّ وَامْزُجْ مِيَاهَهُمْ بِالْوَبَاءِ
وَاَطْعِمَتَهُمْ بِالْاَدْوَاءِ وَارْمِ بِلَادَهُمْ
بِالْخُسُوْفِ وَاَلِحَّ عَلَيْهَا بِالْقُذُوْفِ
وَافْرَعْهَا بِالْمُحُوْلِ وَاجْعَلْ مِيَرَهُمْ
فِيْٓ اَحَصِّ اَرْضِكَ وَاَبْعَدِهَا عَنْهُمْ
وَامْنَعْ حُصُوْنَهَا مِنْهُمْ اَصِبْهُمْ
بِالْجُوْعِ الْمُقِيْمِ وَالسُّقْمِ الْاَلِيْمِ
اَللّٰهُمَّ وَاَيُّمَا غَازٍ غَزَاهُمْ مِنْ
اَهْلِ مِلَّتِكَ اَوْ مُجَاهِدٍ جَاهَدَهُمْ
مِنْ اَتْبَاعِ سُنَّتِكَ لِيَكُوْنَ دِيْنُكَ
الْاَعْلٰى وَحِزْبُكَ الْاَقْوٰى وَحَظُّكَ
الْاَوْفٰى فَلَقِّهِ الْيُسْرَ وَهَيِّئْ لَهُ
الْاَمْرَ وَتَوَلَّهُ بِالنُّجْحِ وَتَخَيَّرْ لَهُ
الْاَصْحَابَ وَاسْتَقْوِ لَهُ الظَّهْرَ وَ
اَسْبِغْ عَلَيْهِ فِي النَّفَقَةِ وَمَتِّعْهُ
بِالنَّشَاطِ وَاَطْفِ عَنْهُ حَرَارَةَ الشَّوْقِ
وَاَجِرْهُ مِنْ غَمِّ الْوَحْشَةِ وَاَنْسِهِ
ذِكْرَ الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَاْثُرْ لَهُ حُسْنَ
النِّيَّةِ وَتَوَلَّهُ بِالْعَافِيَةِ وَاَصْحِبْهُ
السَّلَامَةَ وَاَعْفِهِ مِنَ الْجُبْنِ وَ
اَلْهِمْهُ الْجُرْاَةَ وَارْزُقْهُ الشِّدَّةَ وَ
اَيِّدْهُ بِالنُّصْرَةِ وَعَلِّمْهُ السِّيَرَ
وَالسُّنَنَ وَسَدِّدْهُ فِي الْحُكْمِ وَاعْزِلْ
عَنْهُ الرِّيَاءَ وَخَلِّصْهُ مِنَ
السُّمْعَةِ وَاجْعَلْ فِكْرَهُ وَذِكْرَهُ
وَظَعْنَهُ وَاِقَامَتَهُ فِيْكَ وَلَكَ

طرح تو اُن کی جڑ بنیاد یں کاٹ دے۔ ان کی شان و شوکت مٹا دے اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کر دے۔ اے اللہ! اُن کے پانی میں وبا اور اُن کے کھانوں میں امراض (کے جراثیم) کی آمیزش کر دے۔ اُن کے شہروں کو زمین میں دھنسا دے، انہیں ہمیشہ پتھروں کا نشانہ بنا اور قحط سالی اُن پر مسلط کر دے۔ ان کی روزی ایسی سرزمین میں قرار دے جو بنجر اور اُن سے کوسوں دُور ہو۔ زمین کے محفوظ قلعے ان کے لئے بند کر دے۔ اور انہیں ہمیشہ کی بھوک اور تکلیف دہ بیماریوں میں مبتلا رکھ۔ بارِ الہا! تیرے دین و ملت والوں میں سے جو غازی ان سے آمادۂ جنگ ہو یا تیرے طریقہ کی پیروی کرنے والوں میں سے جو مجاہد قصدِ جہاد کرے اس غرض سے کہ تیرا دین بلند، تیرا گروہ قوی اور تیرا حصہ و نصیب کامل تر ہو تو اس کے لئے آسانیاں پیدا کر۔ تکمیلِ کار کے سامان فراہم کر۔ اس کی کامیابی کا ذمہ لے۔ اس کے لئے بہترین ہمراہی انتخاب فرما۔ قوی و مضبوط سواری کا بندوبست کر۔ ضروریات پورا کرنے کے لئے وسعت و فراخی دے۔ دلجمعی و نشاطِ خاطر سے بہرہ مند فرما۔ اس کے اشتیاقِ (وطن) کا ولولہ ٹھنڈا کر دے تنہائی کے غم کا اُسے احساس نہ ہونے دے۔ زن و فرزند کی یاد اُسے بُھلا دے۔ قصدِ خیر کی طرف رہنمائی فرما۔ اس کی عافیت کا ذمہ لے۔ سلامتی کو اس کا ساتھی قرار دے۔ بزدلی کو اس کے پاس نہ پھٹکنے دے۔ اس کے دل میں جرأت پیدا کر۔ زور و قوت اسے عطا فرما۔ اپنی مددگاری سے اُسے توانائی بخش۔ راہ و روشِ (جہاد) کی تعلیم دے اور حکم میں صحیح طریقِ کار کی ہدایت فرما۔ ریا و نمود کو اس سے دُور رکھ۔ ہوس، شہرت کا کوئی

فَإِذَا صَافَّ عَدُوَّكَ وَعَدُوَّهُ فَقَلِّلْهُمْ
فِي عَيْنِهِ وَصَغِّرْ شَأْنَهُمْ فِي قَلْبِهِ وَ
أَدِلْ لَهُ مِنْهُمْ وَلَا تُدِلْهُمْ مِنْهُ
فَإِنْ خَتَمْتَ لَهُ بِالسَّعَادَةِ وَقَضَيْتَ
لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَبَعْدَ أَنْ يَجْتَاحَ
عَدُوَّكَ بِالْقَتْلِ وَبَعْدَ أَنْ يَجْهَدَ
بِهِمُ الْأَسْرُ وَبَعْدَ أَنْ تَأْمَنَ أَطْرَافُ
الْمُسْلِمِينَ وَبَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ عَدُوُّكَ
مُدْبِرِينَ اَللّٰهُمَّ وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ
خَلَفَ غَازِياً أَوْ مُرَابِطاً فِي دَارِهِ
أَوْ تَعَهَّدَ خَالِفِيهِ فِي غَيْبَتِهِ أَوْ
أَعَانَهُ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِهِ أَوْ أَمَدَّهُ
بِعَتَادٍ أَوْ شَحَذَهُ عَلَى جِهَادٍ أَوْ
أَتْبَعَهُ فِي وَجْهِهِ دَعْوَةً أَوْ رَعَى
لَهُ مِنْ وَرَائِهِ حُرْمَةً فَأَجْرِ لَهُ
مِثْلَ أَجْرِهِ وَزْناً بِوَزْنٍ وَمِثْلاً
بِمِثْلٍ وَعَوِّضْهُ مِنْ فِعْلِهِ عِوَضاً
حَاضِراً يَتَعَجَّلُ بِهِ نَفْعَ مَا قَدَّمَ
وَسُرُورَ مَا أَتَى بِهِ إِلَى أَنْ يَنْتَهِيَ
بِهِ الْوَقْتُ إِلَى مَا أَجْرَيْتَ لَهُ مِنْ
فَضْلِكَ وَأَعْدَدْتَ لَهُ مِنْ كَرَامَتِكَ
اَللّٰهُمَّ وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ أَهَمَّهُ أَمْرُ
الْإِسْلَامِ وَأَحْزَنَهُ تَحَزُّبُ أَهْلِ
الشِّرْكِ عَلَيْهِمْ فَنَوَى غَزْواً أَوْ هَمَّ
بِجِهَادٍ فَقَعَدَ بِهِ ضَعْفٌ أَوْ
أَبْطَأَتْ بِهِ فَاقَةٌ أَوْ أَخَّرَهُ عَنْهُ
حَادِثٌ أَوْ عَرَضَ لَهُ دُونَ إِرَادَتِهِ

شائبہ اس میں نہ رہنے دے۔ اس کے ذکر و فکر اور
سفر و قیام کو اپنی راہ میں اور اپنے لئے قرار دے اور
جب وُہ تیرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے مدِ مقابل
ہو تو اس کی نظروں میں ان کی تعداد تھوڑی کر کے دکھا
اس کے دل میں ان کے مقام و منزلت کو پست کر دے
اسے ان پر غلبہ دے اور ان کو اس پر غالب نہ ہونے
دے۔ اگر تُو نے اس مردِ مجاہد کے خاتمہ بالخیر اور
شہادت کا فیصلہ کر دیا ہے تو یہ شہادت اس
وقت واقع ہو جب وہ تیرے دشمنوں کو قتل کر کے
کیفر کردار تک پہنچا دے۔ یا اسیری انہیں بے حال
کر دے اور مسلمانوں کے اطرافِ مملکت میں امن
برقرار ہو جائے اور دشمن پیٹھ پھرا کر چل دے۔ بارالٰہا
وہ مسلمان جو کسی مجاہد یا نگہبان سرحد کے گھر کا نگران
ہو یا اس کے اہل و عیال کی خبر گیری کرے یا تھوڑی
بہت مالی اعانت کرے یا آلاتِ جنگ سے مدد دے۔
یا جہاد پر اُبھارے یا اس کے مقصد کے سلسلہ
میں دُعائے خیر کرے یا اُس کے پسِ پشت اس کی
عزت و ناموس کا خیال رکھے تو اسے بھی اس کے اجر
کے برابر بے کم و کاست اجر اور اس کے عمل کا
ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے جس سے وہ اپنے پیش کئے
ہوئے عمل کا نفع اور اپنے بجا لائے ہوئے کام کی
مسرت دنیا میں فوری طور سے حاصل کر لے۔ یہانتک
کہ زندگی کی ساعتیں اسے تیرے فضل و احسان کی
اس نعمت تک جو تو نے اس کے لئے جاری کی ہے
اور اس عزت و کرامت تک جو تو نے اس
کے لئے مہیا کی ہے پہنچا دیں۔ پروردگار! جس مسلمان
کو اسلام کی فکر پریشان اور مسلمانوں کے خلاف

مَانِعٌ فَاكْتُبْ اسْمَهٗ فِي الْعَابِدِيْنَ وَاَوْجِبْ لَهٗ ثَوَابَ الْمُجَاهِدِيْنَ وَاجْعَلْهُ فِيْ نِظَامِ الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً عَالِيَةً عَلَى الصَّلَوَاتِ مُشْرِفَةً فَوْقَ التَّحِيَّاتِ صَلٰوةً لَا يَنْتَهِيْ اَمَدُهَا وَلَا يَنْقَطِعُ عَدَدُهَا كَاَتَمِّ مَا مَضٰى مِنْ صَلَوَاتِكَ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ اَوْلِيَائِكَ اِنَّكَ الْمَنَّانُ الْحَمِيْدُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْفَعَّالُ لِمَا تُرِيْدُ۔

مشرکوں کی جتھہ بندی غمگین کرے اس حد تک کہ وہ جنگ کی نیت اور جہاد کا ارادہ کرے مگر کمزوری اسے بٹھا دے یا بے سروسامانی اُسے قدم نہ اٹھانے دے یا کوئی حادثہ اس مقصد سے تاخیر میں ڈال دے یا کوئی مانع اس کے ارادہ میں حائل ہو جائے تو اس کا نام عبادت گزاروں میں لکھ اور اسے مجاہدوں کا ثواب عطا کر اور اسے شہیدوں اور نیکوکاروں کے زمرہ میں شمار فرما۔ اے اللہ! محمدؐ پر جو تیرے عبد خاص اور رسول ہیں اور ان کی اولاد پر ایسی رحمت نازل فرما جو شرف و رتبہ میں تمام رحمتوں سے بلند تر اور تمام درودوں سے بالاتر ہو۔ ایسی رحمت جس کی مدت اختتام پذیر نہ ہو، جس کی گنتی کا سلسلہ کہیں قطع نہ ہو۔ ایسی کامل و اکمل رحمت جو تیرے دوستوں میں سے کسی ایک پر نازل ہوئی ہو اس لئے کہ تو عطا و بخشش کرنے والا، ہر حال میں قابل ستائش، پہلی دفعہ پیدا کرنے والا، اور دوبارہ زندہ کرنے والا اور جو چاہے وُہ کرنے والا ہے۔

یہ دُعا کسی خاص گروہ یا کسی خاص جماعت سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ انجام دینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں ان سب کو شامل ہے۔ خواہ وہ انہی سرحدوں کے رہنے والے ہوں یا وہاں اس مقصد سے قیام کریں تاکہ مشرکین و کفار اگر مسلمانوں کے جان و مال و ناموس پر حملہ آور ہوں تو بروقت ان کی روک تھام کر سکیں اور ان کی چیرہ دستیوں سے اسلامی مملکت کو بچا سکیں۔ اور اسلام میں جہاد کا مفہوم یہی ہے کہ جو لوگ صلح و آشتی کے اصولوں کو توڑ کر اسلام کی بربادی اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر آمادہ ہوں اُن کی سرکوبی کی جائے۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ اختلافِ مذہب کی بناء پر امن پسند و صلح جو افراد کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جائے، اور اسلام کی آڑ لے کر تاخت و تاراج کو جائز سمجھ لیا جائے۔ اسلام کے متعلق ایسا تصور کرنا بھی اس کی تقدیس پر حرف رکھتا ہے جب کہ وُہ ناگزیر صورتِ دفاع اور حفاظت خود اختیاری کے علاوہ جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ان خاف علی بیضة الاسلام و

اگر اسلام اور اہلِ اسلام کے متعلق خطرہ ہو تو قتال کرے

المسلمین قاتل فیکون قتاله لنفسه لیس للسلطان قال قلت وان جاء العدو الی الموضع الذی ھو فیہ مرابط کیف یصنع قال یقاتل عن بیضۃ الاسلام لا من ھؤلاء لان فی دروس الاسلام دروس دین محمد۔

یہ قتال در حقیقت حفاظت خود اختیاری کے لئے ہوگا نہ کسی فرمانروا کے لئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اگر دشمن وہاں تک آگے بڑھ جائے جہاں یہ حفاظت کے لئے مقیم ہے تو کیا کرے؟ فرمایا کہ اسلام کی حفاظت کے لئے جنگ کرے نہ حکمرانوں کی طرف سے یہ اس لئے کہ اگر اسلام مٹے گا تو دینِ محمدیؐ کے حقیقی نقوش بھی مٹ جائیں گے۔"

اسی جذبۂ بقائے اسلام کے پیشِ نظر حضرت نے اسلامی سرحدوں کی نگہداشت کرنے والوں کے حق میں دُعا فرمائی ہے تاکہ حقیقی اسلام کی حفاظت عمومی اسلام کی حفاظت کے پردہ میں ہوتی رہے اور یہی اس دُعا کا منشورِ اصلی ہے۔ ان محافظوں اور نگہبانوں کے حق میں صدقِ نیت، خلوصِ عمل اور ثباتِ عمل اور ثباتِ قدم کی دُعا کے ساتھ اُن کفار و مشرکین کے لئے بددُعا بھی کرتے ہیں جو اسلامی علاقوں پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ایک جملہ یہ ہے کہ "ان کے پانی میں وبا کی اور اُن کے کھانوں میں امراض کی آمیزش کر دے۔" جس وقت تک مائیکروب دریافت نہ ہوئے تھے اس جملہ کے معنی پورے طور سے نہ سمجھے جا سکتے تھے۔ اور نہ سمجھائے جا سکتے تھے۔ مگر جراثیم کے علم و مشاہدہ میں آنے کے بعد جہاں اس جملہ کے معنی منکشف ہوئے ہیں اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہوا ہے۔ چنانچہ اب اس نظریہ میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خراب اور کچی خوراک اور پانی میں ایسے جراثیم کی آلودگی پائی جاتی ہے جو مہلک اور وبائی امراض کی تولید کرتے ہیں۔ ان جراثیم کی اہمیت کو سب سے پہلے لیون ہاک نے سمجھا اور اس کے بعد ۱۸۸۱ء میں فرانسیسی ڈاکٹر لوئی پاسچر نے اسے ثابت کر دیا اور ۱۸۸۳ء میں جرمنی ڈاکٹر کاخ نے ہیضہ کے جراثیم دریافت کئے۔ اور پھر مختلف امراض کے مختلف جراثیم دریافت ہوتے رہے۔ چنانچہ ہیضہ، تپ دق، نمونیا، تپ محرقہ، ملیریا وغیرہ کے جراثیم ہی ہوتے ہیں جو کھانے اور پانی اور دوسرے ذرائع سے ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور خون کے سفید ذرّوں کو مغلوب کر کے اپنا اثر پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ایک مربع انچ میں چالیس کروڑ تک سما سکتے ہیں۔ اور آنکھ سے انہیں دیکھا نہیں جا سکتا بلکہ اعلیٰ درجہ کی الیکٹرک خوردبین ہی سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ کیا یہ ایک حیرت انگیز چیز نہیں کہ جب جراثیم کا تصور بھی پیدا نہ ہوا تھا اور نہ خوردبین ہی ایجاد ہوئی تھی۔ اس لئے کہ خوردبین تو ۱۶۰۸ء میں ایجاد ہوئی۔ اس وقت یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ وہ پانی جو حیات کا سرچشمہ ہے وبا کا پیش خیمہ اور وہ غذا جس سے انسانی زندگی وابستہ ہے امراض کی تولید کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بھی ایسے کلمات منقول ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس انتہائی چھوٹی مخلوق سے ناآشنا نہ تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ فرمن المجذوم فرارك من الاسد۔ جذامی سے اس طرح دُور رہو جس طرح شیر سے دُور رہا جاتا ہے۔" عصری تحقیق نے بتایا ہے کہ جذامی کے اندر جو

مائیکروب پائے جاتے ہیں اُن کی شکل وصورت ہو بہو شیر کی سی ہوتی ہے جو آس پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ لا یبولن احدکم فی الماء ان للماء اھلا۔ تم میں سے کوئی شخص پانی میں پیشاب نہ کرے اس لئے کہ پانی کے اندر بھی ایک مخلوق آباد ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَفَزِّعًا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى جَلَّ وَعَزَّ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَخْلَصْتُ بِانْقِطَاعِيْ اِلَيْكَ وَاَقْبَلْتُ بِكُلِّيْ عَلَيْكَ وَصَرَفْتُ وَجْهِيْ عَمَّنْ يَحْتَاجُ اِلٰى رِفْدِكَ وَقَلَبْتُ مَسْئَلَتِيْ عَمَّنْ لَمْ يَسْتَغْنِ عَنْ فَضْلِكَ وَرَاَيْتُ اَنَّ طَلَبَ الْمُحْتَاجِ اِلَى الْمُحْتَاجِ سَفَهٌ مِنْ رَاْيِهٖ وَضَلَّةٌ مِنْ عَقْلِهٖ فَكَمْ قَدْ رَاَيْتُ يَا اِلٰهِيْ مِنْ اُنَاسٍ طَلَبُوا الْعِزَّ بِغَيْرِكَ فَذَلُّوْا وَرَامُوا الثَّرْوَةَ مِنْ سِوَاكَ فَافْتَقَرُوْا وَحَاوَلُوا الْاِرْتِفَاعَ فَاتَّضَعُوْا فَصَحَّ بِمُعَايَنَةِ اَمْثَالِهِمْ حَازِمٌ وَفَّقَهُ اعْتِبَارُهٗ وَاَرْشَدَهٗ اِلٰى طَرِيْقِ صَوَابِهِ اخْتِيَارُهٗ فَاَنْتَ يَا مَوْلَايَ دُوْنَ كُلِّ مَسْئُوْلٍ مَوْضِعُ مَسْئَلَتِيْ وَدُوْنَ كُلِّ مَطْلُوْبٍ اِلَيْهِ وَلِيُّ حَاجَتِيْ اَنْتَ الْمَخْصُوْصُ قَبْلَ كُلِّ مَدْعُوٍّ بِدَعْوَتِيْ لَا يَشْرَكُكَ اَحَدٌ فِيْ رَجَائِيْ وَلَا يَتَّفِقُ اَحَدٌ مَعَكَ فِيْ

اللہ تعالیٰ سے طلب و فریاد کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا :-

اے اللہ! میں پورے خلوص کے ساتھ دوسروں سے منہ موڑ کر تجھ سے لَو لگائے ہوں اور ہمہ تن تیری طرف متوجہ ہوں، اور اس شخص سے جو خود تیری عطا و بخشش کا محتاج ہے، مُنہ پھیر لیا ہے۔ اور اس شخص سے جو تیرے فضل و احسان سے بے نیاز نہیں ہے، سوال کا رُخ موڑ لیا ہے۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا سراسر سمجھ بُوجھ کی سُبکی اور عقل کی گمراہی ہے۔ کیونکہ اے میرے اللہ! میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو تجھے چھوڑ کر دوسروں کے ذریعہ عزت کے طلب گار ہوئے تو وُہ ذلیل و رُسوا ہوئے۔ اور دوسروں سے نعمت و دولت کے خواہشمند ہُوئے تو فقیر و نادار ہی رہے۔ اور بلندی کا قصد کیا تو پستی پر جا گرے۔ لہٰذا ان جیسوں کو دیکھنے سے ایک دُور اندیش کی دُور اندیشی بالکل برمحل ہے کہ عبرت کے نتیجہ میں اسے توفیق حاصل ہُوئی اور اس کے (صحیح) انتخاب نے اُسے سیدھا راستہ دکھایا۔ جب حقیقت یہی ہے۔ تو پھر اے میرے مالک! تو ہی میرے سوال کا مرجع ہے نہ وُہ جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اور تو ہی میرا حاجت روا ہے نہ وُہ جن سے حاجت طلب کی جاتی

دُعَآئِیْ وَلَا یَنْظِمُہٗ وَ اِیَّاکَ نِدَآئِیْ لَکَ یَآ اِلٰھِیْ وَحْدَانِیَّۃُ الْعَدَدِ وَمَلَکَۃُ الْقُدْرَۃِ الصَّمَدِ وَفَضِیْلَۃُ الْحَوْلِ وَالْقُوَّۃِ وَ دَرَجَۃُ الْعُلُوِّ وَالرِّفْعَۃِ وَ مَنْ سِوَاکَ مَرْحُوْمٌ فِیْ عُمْرِہٖ مَغْلُوْبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ مَقْھُوْرٌ عَلٰی شَاْنِہٖ مُخْتَلِفُ الْحَالَاتِ مُتَنَقِّلٌ فِی الصِّفَاتِ فَتَعَالَیْتَ عَنِ الْاَشْبَاہِ وَالْاَضْدَادِ وَتَکَبَّرْتَ عَنِ الْاَمْثَالِ وَالْاَنْدَادِ فَسُبْحٰنَکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ ۔

ہے اور ان تمام لوگوں سے پہلے جنہیں پکارا جاتا ہے تو میری دعا کے لئے مخصوص ہے اور میری امید میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور میری دعا میں تیرا کوئی ہم پایہ نہیں ہے۔ اور میری آواز تیرے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتی۔ اے اللہ! عدد کی یکتائی، قدرت کاملہ کی کارفرمائی اور کمالِ قوت و توانائی اور مقام رفعت و بلندی تیرے لئے ہے اور تیرے علاوہ جو ہے وہ اپنی زندگی میں تیرے رحم و کرم کا محتاج، اپنے امور میں درماندہ اور اپنے مقام پر بے بس و لاچار ہے۔ جس کے حالات گوناگوں ہیں اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹتا رہتا ہے۔ تو مانند و ہمسر سے بلند تر اور مثل و نظیر سے بالاتر ہے تو پاک ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

٭ ٭ ٭

یہ دعا خلوص، اعتماد، توکل علی اللہ اور اسی کو حاجت روا و مرکزِ سوال قرار دینے کے سلسلہ میں ہے۔ خلوص، توکل، اور اعتماد کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے آستانوں سے منہ موڑ کر صرف اسی سے لو لگائی جائے اور اسی کے سامنے دامنِ سوال پھیلایا جائے اور کسی حالت میں بھی دوسرے سے سوال نہ کیا جائے تاکہ عزت و وقار محفوظ اور شرافتِ نفس برقرار رہے۔ اس لئے کہ جب انسان اپنے ایسوں سے احتیاج وابستہ نہیں کرتا تو وہ اپنے نفس میں سنگینی و وقار اور اپنے کو ایک باعزت و پرسکون فضا میں محسوس کرتا ہے جہاں نہ دل و دماغ پر دباؤ، نہ قلب و ضمیر پر بوجھ، نہ احساسات مجروح، نہ خیالات پراگندہ، نہ ہاتھوں میں احسان مندی کی بوجھل ہتھکڑیاں اور نہ دوسروں کی تفوق پسندانہ ذہنیت کے مقابلہ میں احساسِ کمتری ہوتا ہے۔ اور پھر یہی کیا ضروری ہے کہ مانگے سے کچھ مل بھی جائے جب کہ اکثر جگہوں سے ناکامی، دل شکستگی، اور مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر عقل و بصیرت سے کام لیا جائے تو اس نتیجہ پر بآسانی پہنچا جاسکتا ہے کہ جو خود دوسروں کی مددگاری کا محتاج وہ کسی اور کی احتیاج کا مداوا کیا کرسکتا ہے۔ اور اگر کرسکتا ہوتا تو پہلے اپنے دامن سے احتیاج کے دھبے دور کرتا۔ پھر دوسروں کی احتیاج رفع کرتا۔ اور جب مانگنا ہی ہے تو پھر اسی سے کیوں نہ مانگا جائے جس سے یہ مانگتا ہے۔ اور اسی کے سامنے ہاتھ کیوں نہ پھیلایا جائے جو اس سے زیادہ کریم، غنی اور حاجت روا ہے۔ اور جب کہ وہ بھی اس جیسا محتاج ہے تو پھر محتاج سے حاجت برآری کی کیا امید اور زمینِ شور سے روئیدگی کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔

لم یخلق الرّحمٰن احمق لحیۃً　　من سائل یرجو الغنی من سائل

"اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ کم عقل دوسرا پیدا ہی نہیں کیا، جو اپنے ایسے مانگنے والے سے غنا و ثروت کی توقع رکھتا ہے۔"

بہر حال جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے بے نیازی کا خواہاں، جاہ و حشم کا طالب ہوتا ہے وہ ہمیشہ ذلت و خواری میں مبتلا اطمینان و یکسوئی سے محروم اور حقیقی ثروت و غنیٰ سے تہی دامن رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:۔

انی وضعت العزۃ فی خدمتی والناس یطلبونہ بخدمۃ السلطان فلم یجدوھا ووضعت الغنی فی القناعۃ والناس یطلبونہ بجمع المال فلم یجدوہ۔

"میں نے عزت کو اپنی خدمت سے وابستہ کیا ہے اور لوگ اسے شاہی دربار داری میں ڈھونڈتے ہیں جو انہیں حاصل نہیں ہوتی اور میں نے دولت مندی کو قناعت میں قرار دیا ہے اور لوگ اسے مال کی فراہمی میں تلاش کرتے ہیں، جو انہیں نصیب نہیں ہوتی۔"

خداوند عالم ہر شخص کو اس کے ظرف و وسعت کے لحاظ سے اور اپنی مصلحت و مشیت کے اعتبار سے دیتا ہے اور وہی ہر بخشش و عطا کا سر چشمہ اور ہر رفعت و سربلندی کا منبع ہے۔ اور دوسرے کو اس صفت میں اس کا شریک قرار دینا اس کے فضل و احسان اور ربوبیت کو ناقص و نا تمام سمجھنا ہے۔ اس کے نتیجہ میں خداوند عالم ایسے لوگوں کو انہی کے حوالے کر دیتا ہے جنہیں وہ اپنا حاجت روا و قبلہ مقصود سمجھتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا سے محرومی خود انہی کے پیدا کردہ اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ورنہ اس کی نعمتیں اور بخشائشیں کسی فرد یا گروہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کو حصہ رسدی اس کے خوان نعمت سے ملتا ہے۔ اب اگر کوئی خود ہی فیوض الٰہی کے آگے روک بن کر کھڑا ہو جائے تو اسے محرومی و ناکامی سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ اس حرماں نصیبی کے اسباب میں سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ انسان دوسروں کو مرکز امید قرار دے کر اللہ سے امید و طلب کا سلسلہ قطع کرے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:۔

وعزتی وجلالی وارتفاعی علی عرشی لاقطعن امل کل مومل غیری بالیاس ولاکسونہ ثوب المذلۃ عند الناس۔

"مجھے اپنے جلال و عزت اور عرش پر بلندی و رفعت کی قسم جو میرے علاوہ دوسروں سے امید رکھے گا میں اس کی امید کو یاس سے بدل دوں گا۔ اور لوگوں میں اسے ذلت و رسوائی کا جامہ پہناؤں گا۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا قُتِّرَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ:۔

جب رزق کی تنگی ہوتی تو یہ دعا پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ ابْتَلَيْتَنَا فِي أَرْزَاقِنَا

اے اللہ! تو نے رزق کے بارے میں بے یقینی سے

بِسُوْٓءِ الظَّنِّ وَفِيْٓ اٰجَالِنَا بِطُوْلِ الْاَمَلِ حَتّٰى الْتَمَسْنَا اَرْزَاقَكَ مِنْ عِنْدِ الْمَرْزُوْقِيْنَ وَ طَمِعْنَا بِاٰمَالِنَا فِيْٓ اَعْمَارِ الْمُعَمَّرِيْنَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَهَبْ لَنَا يَقِيْنًا صَادِقًا تَكْفِيْنَا بِهٖ مِنْ مَؤُوْنَةِ الطَّلَبِ وَاَلْهِمْنَا ثِقَةً خَالِصَةً تُعْفِيْنَا بِهَا مِنْ شِدَّةِ النَّصَبِ وَاجْعَلْ مَا صَرَّحْتَ بِهٖ مِنْ عِدَتِكَ فِيْ وَحْيِكَ وَاَتْبَعْتَهٗ مِنْ قَسَمِكَ فِيْ كِتَابِكَ قَاطِعًا لِاهْتِمَامِنَا بِالرِّزْقِ الَّذِيْ تَكَفَّلْتَ بِهٖ وَحَسْمًا لِلْاِشْتِغَالِ بِمَا ضَمِنْتَ الْكِفَايَةَ لَهٗ فَقُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ الْاَصْدَقُ وَاَقْسَمْتَ وَقَسَمُكَ الْاَبَرُّ الْاَوْفٰى وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ثُمَّ قُلْتَ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ۔

اور زندگی کے بارے میں طولِ امل سے ہماری آزمائش کی ہے۔ یہاں تک کہ ہم ان سے رزق طلب کرنے لگے جو تجھ سے رزق پانے والے ہیں اور عمر رسیدہ لوگوں کی عمریں دیکھ کر ہم بھی درازیٔ عمر کی آرزوئیں کرنے لگے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ایسا پختہ یقین عطا کر جس کے ذریعہ تو ہمیں طلب و جستجو کی زحمت سے بچالے اور خالص اطمینانی کیفیت ہمارے دلوں میں پیدا کردے جو ہمیں رنج و سختی سے چھڑا لے اور وحی کے ذریعہ جو واضح اور صاف وعدہ تُو نے فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کے ساتھ ساتھ قسم بھی کھائی ہے۔ اسے اس روزی کے اہتمام سے جس کا تو ضامن ہے، سبکدوشی کا سبب قرار دے اور جس روزی کا ذمہ تُو نے لیا ہے اس کی مشغولیتوں سے علیٰحدگی کا وسیلہ بنا دے۔ چنانچہ تُو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق اور بہت سچا ہے اور تو نے قسم کھائی ہے اور تیری قسم سچی اور پوری ہونے والی ہے کہ "تمہاری روزی اور وہ کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔" پھر تیرا ارشاد ہے:۔ زمین و آسمان کے مالک کی قسم! یہ امر یقینی و قطعی ہے جیسے یہ کہ تم بول رہے ہو۔"

وہ رازق و مربی جو شکمِ مادر اور زمانہ طفولیت میں جب کہ نہ ہاتھ پاؤں میں سکت ہوتی ہے۔ نہ اکتسابِ رزق پر قدرت، نہ کاروکسب کا شعور ہوتا ہے نہ ذرائعِ معیشت پر اطلاع محبت و شفقت کے سایہ میں بقائے زندگی کے تمام سروسامان مہیا کرتا ہے تو وہ زندگی کے دوسرے ادوار میں کیونکر غفلت کرے گا۔ جب کہ وہی سب کا خالق اور سب کا روزی رساں ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

یایھا الناس اذکروا نعمۃ اللہ علیکم ھل من خالق غیر اللہ یرزقکم

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں انہیں یاد کرو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی خالق ہے جس نے تمہارے

من السماء والارض۔ لئے آسمان و زمین سے رزق مہیا کیا ہے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کبھی اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو تنگیٔ معیشت میں مبتلا کرے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق وارد ہوا ہے کہ کان یربط علیٰ بطنہ حجرا من الجوع۔ "گرسنگی کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔" اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ ایک دن سیر ہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام تنگیٔ معیشت میں مبتلا ہوئے حالانکہ وہ اپنے زمانے میں بڑے مالدار شمار ہوتے تھے۔ زمین تھی۔ باغات تھے۔ بار برداری کے لئے تین ہزار اونٹ، پانچ سو گدھے اور کھیتی باڑی کے لئے ایک ہزار بیل۔ اس کے علاوہ سات ہزار بھیڑیں اور خدمت و نگہداشت کے لئے چار سو نوکر تھے کہ اچانک حالات بدل جاتے ہیں۔ دولت جاتی رہتی ہے۔ مویشی لوٹ لئے جاتے ہیں اولاد بھی ایک ایک کرکے ختم ہو جاتی ہے۔ بیماری کی وجہ سے نقل و حرکت سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور زبان سے یہ فریاد نکلتی ہے کہ رب انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین۔ "پالنے والے! میں دکھی ہوں اور تو سب رحیموں سے زیادہ رحیم ہے۔" یونہی حضرت داؤد، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء (علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) پر معاشی لحاظ سے آزمائشی دور آئے۔ مگر اس تنگی و عسرت میں اگر مانگا تو اللہ تعالیٰ سے اور دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا۔ اس ابتلا و تنگیٔ معیشت سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صبر و شکیب پر انہیں زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب دے اور وہ اللہ تعالیٰ سے لو لگا کر اس سے تضرع و زاری کرتے ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

ان اللہ یبتلی العبد و ھو یحبہ لیسمع تضرعہ

خدا اپنے بندے کو دوست رکھنے کے باوجود مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کے تضرع و زاری کی آوازیں سنے۔"

عام انسانوں کی نگاہیں ایسے موقع پر اسباب و وسائل پر ہوتی ہیں لیکن خاصان خدا اپنے علم و یقین کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگرچہ اس نے رزق کو اسباب سے وابستہ کیا ہے۔ لیکن وہ جب چاہے ان اسباب کو بے نتیجہ بھی بنا دے سکتا ہے۔ اس لئے محض اسباب پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص تجارت کو وسیلہ قرار دیتا ہے مگر نفع کے بجائے نقصان ہوتا ہے اور یہی وسیلہ اصل سرمایہ کو بھی لے ڈوبتا ہے اور دوسرا زراعت کے ذریعہ روزی حاصل کرنا چاہتا ہے تو کھڑی کھیتی کو برق و ژالہ باری تباہ کر دیتی ہے اور کبھی کھلیان کو آگ جاتی ہے اور کٹے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے۔ اگر یہ اسباب و وسائل ہی کافی ہوتے تو گھر میں تالا لگانے اور دربان چھوڑنے کے بعد چوری نہ ہوتی۔ اور دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار مہیا کرنے کے بعد اس پر کامیابی یقینی ہوتی۔ حالانکہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ تالا ٹوٹ جاتا ہے اور گھر کا اثاثہ لٹ جاتا ہے اور ہتھیار کے ہوتے ہوئے دشمن سے شکست ہو جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ ایک قوت ان کو بے نتیجہ بنانے والی ہے۔ تو جن اسباب و وسائل کی باگ ڈور دوسرے کے ہاتھ میں ہو ان پر اعتماد کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی کارفرما ہو۔ لہٰذا اصل کارسازی اسی کی ہو گی جو ان اسباب کے نتیجہ خیز بنانے کی قدرت رکھتا

ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جب وہی کارساز و رزق رساں ہے تو پھر حرکت و عمل اور اسباب مہیا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ یہ دُنیا عالمِ اسباب ہے اور اسباب سے کلیۃً الگ نہیں رہا جا سکتا۔ اور یہ یقین رکھنا کہ یہ اسباب بھی اُسی کے پیدا کردہ ہیں اور اسی نے قوائے عمل دیئے ہیں، عین توکل ہے۔ اگر انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے تو یہ قوائے عمل ایسی نعمت کی ناشکری ہے جو ہمہ گیر ہونے کی صورت میں نظمِ عالم کی تباہی کا باعث ہے۔ اس دُعا کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر لی جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان اسباب پر اعتماد کی بجائے خالقِ اسباب پر اعتماد رکھا جائے۔ اور ان قوائے عمل کو صرف حصولِ رزق کے لئے وقف نہ کر دیا جائے بلکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا بھی کام لیا جائے کہ یہی زندگی کا مقصودِ اصلی ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَعُونَةِ عَلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَهَبْ لِيَ الْعَافِيَةَ مِنْ دَيْنٍ تُخْلِقُ بِهٖ وَجْهِيْ وَيَحَارُ فِيْهِ ذِهْنِيْ وَ يَتَشَعَّبُ لَهٗ فِكْرِيْ وَيَطُوْلُ بِمُمَارَسَتِهٖ شُغُلِيْ وَاَعُوْذُ بِكَ يَارَبِّ مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَفِكْرِهٖ وَشُغْلِ الدَّيْنِ وَسَهَرِهٖ - فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَعِذْنِيْ مِنْهُ وَاَسْتَجِيْرُ بِكَ يَارَبِّ مِنْ ذِلَّتِهٖ فِي الْحَيٰوةِ وَمِنْ تَبِعَتِهٖ بَعْدَ الْوَفَاةِ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَجِرْنِيْ مِنْهُ بِوُسْعٍ فَاضِلٍ اَوْ كَفَافٍ وَاصِلٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاحْجُبْنِيْ عَنِ السَّرَفِ وَالْاِزْدِيَادِ وَ قَوِّمْنِيْ بِالْبَذْلِ وَ الْاِقْتِصَادِ وَعَلِّمْنِيْ حُسْنَ التَّقْدِيْرِ

ادائے قرض کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے طلبِ اعانت کی دُعا

اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسے قرض سے نجات دے، جس سے تو میری آبرو پر حرف آنے دے اور میرا ذہن پریشان اور فکر پراگندہ رہے اور اس کی فکر و تدبیر میں ہمہ وقت مشغول رہوں۔ اے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قرض کے فکر و اندیشہ سے اور اس کے جھمیلوں سے اور اس کے باعث بے خوابی سے تو محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما۔ اور مجھے اس سے پناہ دے۔ پروردگار! میں تجھ سے زندگی میں اس کی ذلت اور مرنے کے بعد اس کے وبال سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے مال و دولت کی فراوانی اور پیہم رزق رسانی کے ذریعہ اس سے چھٹکارا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے فضول خرچی اور مصارف کی زیادتی سے روک دے اور عطا و میانہ روی کے ساتھ نقطۂ اعتدال

وَاقْبِضْنِيْ بِلُطْفِكَ عَنِ التَّبْذِيْرِ وَ اَجْرِمِنْ اَسْبَابِ الْحَلَالِ اَرْزَاقِيْ وَوَجِّهْ فِيْ اَبْوَابِ الْبِرِّ اِنْفَاقِيْ وَ ازْوِعَنِّيْ مِنَ الْمَالِ مَا يُحْدِثُ لِيْ مَخِيْلَةً اَوْ تَادِّيًا اِلٰى بَغْيٍ اَوْمَا اَتَعَقَّبُ مِنْهُ طُغْيَانًا اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيَّ صُحْبَةَ الْفُقَرَآءِ وَاَعِنِّيْ عَلٰى صُحْبَتِهِمْ بِحُسْنِ الصَّبْرِ وَمَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْفَانِيَةِ فَاذْخَرْهُ لِيْ فِيْ خَزَآئِنِكَ الْبَاقِيَةِ وَاجْعَلْ مَاخَوَّلْتَنِيْ مِنْ حُطَامِهَا وَعَجَّلْتَ لِيْ مِنْ مَتَاعِهَا بُلْغَةً اِلٰى جِوَارِكَ وَوُصْلَةً اِلٰى قُرْبِكَ وَذَرِيْعَةً اِلٰى جَنَّتِكَ اِنَّكَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَاَنْتَ الْجَوَادُ الْكَرِيْمُ -

پر قائم رکھ اور میرے لئے حلال طریقوں سے روزی کا سامان کر اور میرے مال کو مصرفِ امورِ خیر میں قرار دے اور اُس مال کو مجھ سے دُور ہی رکھ جو میرے اندر غرور و تمکنت پیدا کرے یا ظلم کی راہ پر ڈال دے یا اس کا نتیجہ طغیان و سرکشی ہو۔ اے اللہ! درویشوں کی ہم نشینی میری نظروں میں پسندیدہ بنا دے اور اطمینان افزا صبر کے ساتھ ان کی رفاقت اختیار کرنے میں میری مدد فرما۔ دُنیائے فانی کے مال میں سے جو تُو نے مجھ سے روک لیا ہے۔ اُسے اپنے باقی رہنے والے خزانوں میں میرے لئے ذخیرہ کر دے اور اس کے سازو برگ میں سے جو تو نے دیا ہے اور اس کے سروسامان میں سے جو بہم پہنچایا ہے اسے اپنے جوار (رحمت) تک پہنچنے کا زادِ راہ، حصولِ تقرب کا وسیلہ اور جنت تک رسائی کا ذریعہ قرار دے اس لئے کہ تو فضلِ عظیم کا مالک اور سخی و کریم ہے۔

اگر احساسات زندہ ہوں تو انسان مقروض ہونے کی صورت میں ایک لمحہ بھی اطمینان و یکسوئی سے بسر نہیں کر سکتا۔ اور اس فکر و اندیشہ میں نہ رات کو آرام سے سو سکتا ہے نہ دن چین سے گزار سکتا ہے۔ اسے ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ نہ جانے کب قرض خواہ آ جائے اور مطالبہ شروع کر دے۔ یا کہیں راستہ میں گھیر لے اور بیچ جھوٹے وعدوں سے بھی پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے۔ ایسے حالات میں یقیناً ذہن پریشان، خیالات پراگندہ اور طبیعت منتشر رہے گی۔ اور اس بوجھ کے نیچے اپنے کو بے حس محسوس کرے گا۔ کیونکہ قرض کا ذہنی بوجھ مادی بوجھ سے کہیں زیادہ خستہ اور ہلکان کر دیتا ہے۔ چنانچہ بزرجمہر کا قول ہے کہ "میں نے جنگ کے وزنی ہتھیاروں کو اٹھایا اور پتھروں کو لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا۔ مگر میں نے قرض سے زیادہ کسی چیز کو بوجھل نہیں پایا" اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

لاوجع الاوجع العین ولاھم الا ھم الدّین۔

دردِ چشم سے بڑھ کر کوئی درد اور اندوہِ قرض سے زیادہ کوئی اندوہ نہیں ہے۔"

اور امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ایاکم والدین فانہ مذلۃ بالنہار مھمۃ باللیل وقضاء فی الدنیا وقضاء فی الاخرۃ۔

قرض سے بچے رہو۔ اس لئے کہ دن ہو تو یہ ذلت و رسوائی کا سبب، اور رات ہو تو غم و اندوہ کا سامان اور دنیا و آخرت میں واجب الادا ہے۔

اس ذلت و رسوائی اور فکر و پریشانی سے وہی شخص بچ سکتا ہے۔ جسے عزتِ نفس کا احساس ہو کہ وہ فقر و فاقہ کی سختیوں کو گوارا کرلے۔ تنگی و عسرت میں زندگی بسر کرلے مگر قرض لے کر اپنی آبرو کو خطرہ میں نہ ڈالے۔ اور اگر کوئی شدید ضرورت مجبور کردے تو بس اتنا قرض لے جس سے ضرورت رفع ہو جائے اور اسے جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے اور اگر سرے سے ادا کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو ایسا شخص بمنزلہ خائن و سارق ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:۔

من استدان فلم ینو قضائہ کان بمنزلۃ السارق۔

جو شخص قرضہ لیے اور ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو وہ بمنزلہ سارق ہے۔

اگر ارادہ ہو مگر کسی مجبوری کی وجہ سے وقت پر ادا نہ کرسکے تو وہ معذور قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں قرض خواہ کو چاہیئے کہ اُسے مہلت دے اور سختی سے مطالبہ نہ کرے۔ ایسا کرنے سے اُسے ہر روز اتنا ہی مال صدقہ کرنے کا ثواب حاصل ہوگا اور اگر وہ ادائے قرض سے بالکل ہی مجبور ہو جائے تو وہ عدم ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مؤاخذہ نہیں ہوگا بشرطیکہ اس مال کو حرام میں نہ صرف کیا ہو۔ اگر قرض خواہ اُسے معاف کردے تو وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ اجر پانے کا مستحق ہوگا۔ اور اگر معاف نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ صرف اُسے اس کے قرض کا بدلہ دے گا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ التَّوْبَةِ وَطَلَبِهَا:۔

دُعائے توبہ

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ لَا يَصِفُهُ نَعْتُ الْوَاصِفِيْنَ وَيَا مَنْ لَا يُجَاوِزُهُ رَجَاءُ الرَّاجِيْنَ وَيَا مَنْ لَا يَضِيْعُ لَدَيْهِ اَجْرُ الْمُحْسِنِيْنَ وَيَا مَنْ هُوَ مُنْتَهٰى خَوْفِ الْعَابِدِيْنَ وَيَا مَنْ هُوَ غَايَةُ خَشْيَةِ الْمُتَّقِيْنَ هٰذَا مَقَامُ مَنْ تَدَاوَلَتْهُ اَيْدِي الذُّنُوْبِ وَقَادَتْهُ اَزِمَّةُ الْخَطَايَا وَ

اے معبود! اے وہ جس کی توصیف سے وصف کرنے والوں کے توصیفی الفاظ قاصر ہیں۔ اے وہ جو اُمیدواروں کی اُمیدوں کا مرکز ہے۔ اے وہ جس کے ہاں نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ اے وہ جو عبادت گزاروں کے خوف کی منزلِ منتہا ہے۔ اے وہ جو پرہیزگاروں کے بیم و ہراس کی حدِ آخر ہے یہ اس شخص کا موقف ہے جو گناہوں کے ہاتھوں میں کھیلتا ہے اور خطاؤں کی باگوں نے جسے کھینچ لیا ہے اور

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِ الشَّيْطٰنُ فَقَصَّرَ عَمَّا
اَمَرْتَ بِهٖ تَفْرِيْطًا وَ تَعَاطٰى مَا نَهَيْتَ
عَنْهُ تَغْرِيْرًا كَالْجَاهِلِ بِقُدْرَتِكَ
عَلَيْهِ اَوْ كَالْمُنْكِرِ فَضْلَ اِحْسَانِكَ
اِلَيْهِ حَتّٰى اِذَا انْفَتَحَ لَهٗ بَصَرُ
الْهُدٰى وَ تَقَشَّعَتْ عَنْهُ سَحَائِبُ
الْعَمٰى اَحْصٰى مَا ظَلَمَ بِهٖ نَفْسَهٗ
وَ فَكَّرَ فِيْمَا خَالَفَ بِهٖ رَبَّهٗ فَرَاٰى
كَبِيْرَ عِصْيَانِهٖ كَبِيْرًا وَ جَلِيْلَ
مُخَالَفَتِهٖ جَلِيْلًا فَاَقْبَلَ نَحْوَكَ
مُؤَمِّلًا لَكَ مُسْتَحْيِيًا مِنْكَ وَ وَجَّهَ
رَغْبَتَهٗ اِلَيْكَ ثِقَةً بِكَ فَاَمَّكَ
بِطَمَعِهٖ يَقِيْنًا وَ قَصَدَكَ بِخَوْفِهٖ
اِخْلَاصًا قَدْ خَلَا طَمَعُهٗ مِنْ كُلِّ
مَطْمُوْعٍ فِيْهِ غَيْرِكَ وَ اَفْرَخَ
رَوْعُهٗ مِنْ كُلِّ مَحْذُوْرٍ مِّنْهُ سِوَاكَ
فَمَثَلَ بَيْنَ يَدَيْكَ مُتَضَرِّعًا وَ
غَمَّضَ بَصَرَهٗ اِلَى الْاَرْضِ مُتَخَشِّعًا
وَ طَاْطَاَ رَاْسَهٗ لِعِزَّتِكَ مُتَذَلِّلًا
وَ اَبَثَّكَ مِنْ سِرِّهٖ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ
بِهٖ مِنْهُ خُضُوْعًا وَ عَدَّدَ مِنْ
ذُنُوْبِهٖ مَا اَنْتَ اَحْصٰى لَهَا
خُشُوْعًا وَ اسْتَغَاثَ بِكَ مِنْ عَظِيْمِ
مَا وَقَعَ بِهٖ فِيْ عِلْمِكَ وَ قَبِيْحِ مَا
فَضَحَهٗ فِيْ حُكْمِكَ مِنْ ذُنُوْبٍ
اَدْبَرَتْ لَذَّاتُهَا فَذَهَبَتْ وَ
اَقَامَتْ تَبِعَاتُهَا فَلَزِمَتْ لَا يُنْكِرُ

جس پر شیطان غالب آگیا ہے۔ اس لئے تیرے حکم سے لاپرواہی
کرتے ہوئے اُس نے (ادائے فرض) میں کوتاہی کی اور
فریب خوردگی کی وجہ سے تیرے منہیات کا مرتکب ہوتا
ہے۔ گویا وہ اپنے کو تیرے قبضۂ قدرت میں سمجھتا
ہی نہیں ہے اور تیرے فضل و احسان کو جو تو نے اس
پر کئے ہیں مانتا ہی نہیں ہے۔ مگر جب اس کی چشم
بصیرت وا ہوئی اور اس کوری و بے بصری کے بادل
اس کے سامنے سے چھٹے تو اس نے اپنے نفس پر
کئے ہوئے ظلموں کا جائزہ لیا اور جن جن موارد پر اپنے
پروردگار کی مخالفتیں کی تھیں اُن پر نظر دوڑائی تو اپنے
بڑے گناہوں کو (واقعاً) بڑا اور اپنی عظیم مخالفتوں کو
(حقیقۃً) عظیم پایا تو وہ اس حالت میں کہ تجھ سے امیدوار
بھی ہے اور شرمسار بھی، تیری جانب متوجہ ہوا اور تجھ پر
اعتماد کرتے ہوئے تیری طرف راغب ہوا اور یقین و
اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش و آرزو کو لے کر تیرا
قصد کیا اور (دل میں) تیرا خوف لئے ہوئے خلوص
کے ساتھ تیری بارگاہ کا ارادہ کیا اس حالت میں کہ
تیرے علاوہ اُسے کسی سے غرض نہ تھی اور تیرے سوا
اُسے کسی کا خوف نہ تھا۔ چنانچہ وہ عاجزانہ صورت میں
تیرے سامنے آ کھڑا ہوا اور فروتنی سے اپنی آنکھیں
زمین میں گاڑ لیں اور تذلّل و انکسار سے تیری عظمت
کے آگے سر جھکا لیا اور عجز و نیاز مندی سے اپنے
راز ہائے درون پردہ جنہیں تو اس سے بہتر جانتا
ہے تیرے آگے کھول دیئے اور عاجزی سے اپنے وہ
گناہ جن کا تو اُس سے زیادہ حساب رکھتا ہے ایک
ایک کر کے شمار کئے اور ان بڑے گناہوں سے جو
تیرے علم میں اس کے لئے مہلک اور ان بداعمالیوں

يَآ اِلٰهِيْ عَدْلُكَ اِنْ عَاقَبْتَهٗ وَلَا
يَسْتَعْظِمُ عَفْوُكَ اِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ
وَرَحِمْتَهٗ لِاَنَّكَ الرَّبُّ الْكَرِيْمُ
الَّذِيْ لَا يَتَعَاظَمُهٗ غُفْرَانُ الذَّنْبِ
الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ فَهَا اَنَا ذَا قَدْ جِئْتُكَ
مُطِيْعًا لِاَمْرِكَ فِيْمَا اَمَرْتَ بِهٖ مِنَ
الدُّعَآءِ مُتَنَجِّزًا وَعْدَكَ فِيْمَا وَعَدْتَ
بِهٖ مِنَ الْاِجَابَةِ اِذْ تَقُوْلُ ادْعُوْنِيْ
اَسْتَجِبْ لَكُمْ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَالْقَنِيْ بِمَغْفِرَتِكَ كَمَا
لَقِيْتُكَ بِاِقْرَارِيْ وَارْفَعْنِيْ عَنْ
مَصَارِعِ الذُّنُوْبِ كَمَا وَضَعْتُ لَكَ
نَفْسِيْ وَاسْتُرْنِيْ بِسِتْرِكَ كَمَا
تَاَنَّيْتَنِيْ عَنِ الْاِنْتِقَامِ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ
وَثَبِّتْ فِيْ طَاعَتِكَ نِيَّتِيْ وَاَحْكِمْ
فِيْ عِبَادَتِكَ بَصِيْرَتِيْ وَوَفِّقْنِيْ
مِنَ الْاَعْمَالِ لِمَا تَغْسِلُ بِهٖ
دَنَسَ الْخَطَايَا عَنِّيْ وَتَوَفَّنِيْ
عَلٰى مِلَّتِكَ وَمِلَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا تَوَفَّيْتَنِيْ اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْٓ اَتُوْبُ اِلَيْكَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا
مِنْ كَبَآئِرِ ذُنُوْبِيْ وَصَغَآئِرِهَا
وَبَوَاطِنِ سَيِّئَاتِيْ وَظَوَاهِرِهَا
وَسَوَالِفِ زَلَّاتِيْ وَحَوَادِثِهَا
تَوْبَةَ مَنْ لَّا يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ
بِمَعْصِيَةٍ وَّلَا يُضْمِرُ اَنْ
يَّعُوْدَ فِيْ خَطِيْئَةٍ وَّقَدْ قُلْتَ

سے جو تیرے فیصلہ کے مطابق اس کے لیئے رسوا کُن
ہیں، داد و فریاد کرتا ہے۔ وُہ گناہ کہ جن کی لذّت جاتی
رہی ہے اور اُن کا وبال ہمیشہ کے لیئے باقی رہ گیا
ہے۔ اے میرے معبود! اگر تو اس پر عذاب کرے تو
وُہ تیرے عدل کا منکر نہیں ہو گا۔ اور اگر اس سے
در گزر کرے اور ترس کھائے تو وہ تیرے عفو کو کوئی
عجب اور بڑی بات نہیں سمجھے گا۔ اس لیئے کہ تو وہ پروردگار
کریم ہے۔ جس کے نزدیک بڑے سے بڑے گناہ کو بھی
بخش دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اچھا تو اے میرے
معبود! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تیرے حکم دُعا
کی اطاعت کرتے ہوئے اور تیرے وعدہ کا ایفا چاہتے
ہُوئے جو قبولیت دُعا کے متعلق تُونے اپنے اس
ارشاد میں کیا ہے۔ "مجھ سے دُعا مانگو تو میں تمہاری
دُعا قبول کروں گا۔" خداوندا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور اپنی مغفرت میرے شاملِ حال کر۔ جس طرح
میں (اپنے گناہوں کا) اقرار کرتے ہُوئے تیری طرف
متوجّہ ہُوا ہوں اور ان مقامات سے جہاں گناہوں سے
مغلوب ہونا پڑتا ہے مجھے (سہارا دے کر) اُوپر اٹھا
لے جس طرح میں نے اپنے نفس کو تیرے آگے (خاکِ
مذلت پر) ڈال دیا ہے۔ اور اپنے دامنِ رحمت سے
میری پردہ پوشی فرما جس طرح مجھ سے انتقام لینے میں
صبر و حلم سے کام لیا ہے۔ اے اللہ! اپنی اطاعت
میں میری نیّت کو استوار اور اپنی عبادت میں میری
بصیرت کو قوی کر اور مجھے ان اعمال کے بجالانے کی
توفیق دے جن کے ذریعہ تو میرے گناہوں کے میل
کو دھو ڈالے۔ اور جب مجھے دنیا سے اٹھائے تو اپنے
دین اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئین پر اٹھا۔

يَا إِلٰهِيْ فِيْ مُحْكَمِ كِتَابِكَ إِنَّكَ
تَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِكَ وَ
تَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ وَ تُحِبُّ
التَّوَّابِيْنَ فَاقْبَلْ تَوْبَتِيْ كَمَا
وَعَدْتَ وَاعْفُ عَنْ سَيِّئَاتِيْ
كَمَا ضَمِنْتَ وَأَوْجِبْ لِيْ مَحَبَّتَكَ
كَمَا شَرَطْتَ وَ لَكَ يَا رَبِّ
شَرْطِيْ أَلَّا أَعُوْدَ فِيْ مَكْرُوْهِكَ
وَضَمَانِيْ أَنْ لَا أَرْجِعَ فِيْ مَذْمُوْمِكَ
وَعَهْدِيْ أَنْ أَهْجُرَ جَمِيْعَ
مَعَاصِيْكَ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ
بِمَا عَمِلْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا عَلِمْتَ
وَاصْرِفْنِيْ بِقُدْرَتِكَ إِلٰى مَا
أَحْبَبْتَ اَللّٰهُمَّ وَعَلَيَّ تَبِعَاتٌ
قَدْ حَفِظْتُهُنَّ وَتَبِعَاتٌ قَدْ
نَسِيْتُهُنَّ وَ كُلُّهُنَّ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ
لَا تَنَامُ وَعِلْمِكَ الَّذِيْ لَا يَنْسٰى
فَعَوِّضْ مِنْهَا أَهْلَهَا وَاحْطُطْ
عَنِّيْ وِزْرَهَا وَخَفِّفْ عَنِّيْ ثِقْلَهَا
وَاعْصِمْنِيْ مِنْ أَنْ أُقَارِفَ مِثْلَهَا
اَللّٰهُمَّ وَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِيْ بِالتَّوْبَةِ
إِلَّا بِعِصْمَتِكَ وَلَا اسْتِمْسَاكَ بِيْ
عَنِ الْخَطَايَا إِلَّا عَنْ قُوَّتِكَ
فَقَوِّنِيْ بِقُوَّةٍ كَافِيَةٍ وَ تَوَلَّنِيْ
بِعِصْمَةٍ مَانِعَةٍ اَللّٰهُمَّ أَيُّمَا
عَبْدٍ تَابَ إِلَيْكَ وَهُوَ فِيْ عِلْمِ
الْغَيْبِ عِنْدَكَ فَاسِخٌ لِتَوْبَتِهٖ

اے معبود! میں اس مقام پر اپنے چھوٹے بڑے گناہوں
پوشیدہ و آشکارا معصیتوں اور گزشتہ و موجودہ لغزشوں سے
توبہ کرتا ہوں، اس شخص کی سی توبہ جو دل میں معصیت
کا خیال بھی نہ لائے اور گناہ کی طرف پلٹنے کا تصور بھی
نہ کرے۔ خداوندا! تو نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے کہ
تو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف
کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
لہٰذا تو میری توبہ قبول فرما جیسا کہ تو نے وعدہ کیا ہے
اور میرے گناہوں کو معاف کر دے جیسا کہ تو نے ذمہ
لیا ہے، اور حسب قرار داد اپنی محبت کو میرے لئے
ضروری قرار دے۔ اور میں تجھ سے اے میرے پروردگار!
یہ اقرار کرتا ہوں کہ تیری ناپسندیدہ باتوں کی طرف رُخ
نہیں کروں گا اور یہ قول و قرار کرتا ہوں کہ قابلِ مذمت
چیزوں کی طرف رجوع نہ کروں گا۔ اور یہ عہد کرتا ہوں
کہ تیری تمام نافرمانیوں کو یکسر چھوڑ دوں گا۔ بارِ الٰہا!
تو میرے عمل و کردار سے خوب آگاہ ہے۔ اب جو بھی
تو جانتا ہے اُسے بخش دے اور اپنی قدرتِ کاملہ سے
پسندیدہ چیزوں کی طرف مجھے موڑ دے۔ اے اللہ!
میرے ذمہ کتنے ایسے حقوق ہیں جو مجھے یاد ہیں۔ اور
کتنے ایسے مظلمے ہیں جن پر نسیان کا پردہ پڑا ہوا
ہے۔ لیکن وہ سب کے سب تیری آنکھوں کے سامنے
ہیں۔ ایسی آنکھیں جو خواب آلودہ نہیں ہوتیں، اور
تیرے علم میں ہیں ایسا علم جس میں فرو گزاشت نہیں
ہوتی۔ لہٰذا جن لوگوں کا مجھ پر کوئی حق ہے اُس
کا انہیں عوض دے کر اس کا بوجھ مجھ سے برطرف
اور اس کا بار ہلکا کر دے، اور مجھے پھر ویسے گناہوں
کے ارتکاب سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میں توبہ پر قائم

وَعَائِدٌ فِي ذَنْبِهِ وَخَطِيْئَتِهِ فَإِنِّي
أَعُوْذُبِكَ أَنْ أَكُوْنَ كَذٰلِكَ
فَاجْعَلْ تَوْبَتِي هٰذِهِ تَوْبَةً لَا
أَحْتَاجُ بَعْدَهَا إِلٰى تَوْبَةٍ تَوْبَةً
مُوْجِبَةً يَمْحُو مَا سَلَفَ وَ
السَّلَامَةِ فِيْمَا بَقِيَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي
أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِنْ جَهْلِي وَ
أَسْتَوْهِبُكَ سُوْءَ فِعْلِي فَاضْمُمْنِي
إِلٰى كَنَفِ رَحْمَتِكَ تَطَوُّلًا وَ
اسْتُرْنِي بِسِتْرِ عَافِيَتِكَ
تَفَضُّلًا اَللّٰهُمَّ وَإِنِّي أَتُوْبُ
إِلَيْكَ مِنْ كُلِّ مَا خَالَفَ إِرَادَتَكَ
أَوْ زَالَ عَنْ مَحَبَّتِكَ مِنْ خَطَرَاتِ
قَلْبِي وَلَحَظَاتِ عَيْنِي وَ
حِكَايَاتِ لِسَانِي تَوْبَةً تَسْلَمُ
بِهَا كُلُّ جَارِحَةٍ عَلٰى حِيَالِهَا
مِنْ تَبِعَاتِكَ وَتَأْمَنُ مِمَّا يَخَافُ
الْمُعْتَدُوْنَ مِنْ أَلِيْمِ سَطَوَاتِكَ
اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ وَحْدَتِي
بَيْنَ يَدَيْكَ وَوَجِيْبَ قَلْبِي
مِنْ خَشْيَتِكَ وَاضْطِرَابَ
أَرْكَانِي مِنْ هَيْبَتِكَ فَقَدْ
أَقَامَتْنِي يَا رَبِّ ذُنُوْبِي مَقَامَ
الْخِزْيِ بِفِنَائِكَ فَإِنْ
سَكَتُّ لَمْ يَنْطِقْ عَنِّي أَحَدٌ
وَإِنْ شَفَعْتُ فَلَسْتُ بِأَهْلِ
الشَّفَاعَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

نہیں رہ سکتا۔ مگر تیری ہی نگرانی سے اور گناہوں سے
باز نہیں آسکتا مگر تیری ہی قوت و توانائی سے۔ لہٰذا
مجھے بے نیاز کرنے والی قوت سے تقویت دے۔ اور
(گناہوں سے) روکنے والی نگرانی کا ذمہ لے۔ اے اللہ!
وہ بندہ جو تجھ سے توبہ کرے اور تیرے علم غیب میں وہ
توبہ شکنی کرنے والوں اور گناہ و معصیت کی طرف
دوبارہ پلٹنے والا ہو تو میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ
اس جیسا ہوں۔ میری توبہ کو ایسی توبہ قرار دے کہ اس
کے بعد پھر توبہ کی احتیاج نہ رہے جس سے گزشتہ گناہ
محو ہو جائیں اور زندگی کے باقی دنوں میں (گناہوں سے)
سلامتی کا سامان ہو۔ اے اللہ! میں اپنی جہالتوں سے
عذر خواہ اور اپنی بداعمالیوں سے بخشش کا طلب گار
ہوں۔ لہٰذا اپنے لطف و احسان سے مجھے پناہ گاہِ رحمت
میں جگہ دے اور اپنے تفضل سے اپنی عافیت کے
پردہ میں چھپا لے۔ اے اللہ! میں دل میں گزرنے والے
خیالات اور آنکھ کے اشاروں اور زبان کی گفتگوؤں،
غرض ہر اس چیز سے جو تیرے ارادہ و رضا کے خلاف
ہو اور تیری محبت کے حدود سے باہر ہو، تیری بارگاہ
میں توبہ کرتا ہوں۔ ایسی توبہ جس سے میرا ہر ہر عضو اپنی
جگہ پر تیری عقوبتوں سے بچا رہے اور ان تکلیف دہ
عذابوں سے جن سے سرکش لوگ خائف رہتے ہیں محفوظ رہے۔
اے معبود! یہ تیرے سامنے میرا عالم تنہائی، تیرے خوف
سے میرے دل کی دھڑکن، تیری ہیبت سے میرے
اعضاء کی تھرتھری۔ ان حالتوں پر رحم فرما۔ پروردگارا!
مجھے گناہوں نے تیری بارگاہ میں رسوائی کی منزل پر لا
کھڑا کیا ہے۔ اب اگر چپ رہوں تو میری طرف
سے کوئی بولنے والا نہیں ہے اور کوئی وسیلہ لاؤں تو

مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ شَفِّعْ فِيْ خَطَايَايَ
كَرَمَكَ وَ عُدْ عَلٰى سَيِّئَاتِيْ
بِعَفْوِكَ وَلَا تَجْزِنِيْ جَزَآئِيْ مِنْ
عُقُوْبَتِكَ وَابْسُطْ عَلَيَّ طَوْلَكَ وَ
جَلِّلْنِيْ بِسِتْرِكَ وَافْعَلْ بِيْ فِعْلَ
عَزِيْزٍ تَضَرَّعَ اِلَيْهِ عَبْدٌ ذَلِيْلٌ
فَرَحِمَهٗ اَوْ غَنِيٍّ تَعَرَّضَ لَهٗ عَبْدٌ
فَقِيْرٌ فَنَعَشَهٗ اَللّٰهُمَّ لَاخَفِيْرَ لِيْ
مِنْكَ فَلْيَخْفُرْنِيْ عِزُّكَ وَلَا
شَفِيْعَ لِيْ اِلَيْكَ فَلْيَشْفَعْ لِيْ
فَضْلُكَ وَ اَوْجَلَتْنِيْ خَطَايَايَ
فَلْيُؤْمِنِّيْ عَفْوُكَ فَمَا كُلُّ مَا
نَطَقْتُ بِهٖ عَنْ جَهْلٍ مِّنِّيْ بِسُوْٓءِ
اَثَرِيْ وَلَا نِسْيَانٍ لِمَا سَبَقَ مِنْ
ذَمِيْمِ فِعْلِيْ لٰكِنْ لِتَسْمَعَ سَمَآؤُكَ
وَمَنْ فِيْهَا وَ اَرْضُكَ وَ مَنْ
عَلَيْهَا مَآ اَظْهَرْتُ لَكَ مِنَ
النَّدَمِ وَلَجَاْتُ اِلَيْكَ فِيْهِ مِنَ
التَّوْبَةِ فَلَعَلَّ بَعْضَهُمْ بِرَحْمَتِكَ
يَرْحَمُنِيْ لِسُوْٓءِ مَوْقِفِيْ اَوْ تُدْرِكُهُ
الرِّقَّةُ عَلَيَّ لِسُوْٓءِ حَالِيْ فَيَنَالَنِيْ
مِنْهُ بِدَعْوَةٍ هِيَ اَسْمَعُ لَدَيْكَ
مِنْ دُعَآئِيْ اَوْ شَفَاعَةٍ اَوْكَدَ
عِنْدَكَ مِنْ شَفَاعَتِيْ تَكُوْنُ بِهَا
نَجَاتِيْ مِنْ غَضَبِكَ وَ فَوْزَتِيْ
بِرِضَاكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ يَكُنِ النَّدَمُ
تَوْبَةً اِلَيْكَ فَاَنَا اَنْدَمُ

شفاعت کا سزاوار نہیں ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی
آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے کرم و بخشش کو میری خطاؤں
کا شفیع قرار دے اور اپنے فضل سے میرے گناہوں کو بخش
دے اور جس سزا کا میں سزاوار ہوں وہ سزا نہ دے اور
اپنا دامن کرم مجھ پر پھیلا دے اور اپنے پردۂ عفو و رحمت
میں مجھے ڈھانپ لے اور مجھ سے اس ذی اقتدار شخص
کا سا برتاؤ کر جس کے آگے کوئی بندۂ ذلیل گڑگڑائے تو
وہ اس پر ترس کھائے یا اس دولت مند کا سا جس سے کوئی
بندۂ محتاج لپٹے تو وہ اُسے سہارا دے کر اٹھا لے۔
بارِ الٰہا! مجھے تیرے (عذاب) سے کوئی پناہ دینے والا نہیں
ہے۔ اب تیری قوت و توانائی ہی پناہ دے تو دے۔
اور تیرے یہاں کوئی میری سفارش کرنے والا نہیں۔ اب
تیرا فضل ہی سفارش کرے تو کرے۔ اور میرے گناہوں نے
مجھے ہراساں کر دیا ہے۔ اب تیرا عفو و درگذر ہی مجھے مطمئن
کرے تو کرے۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس لئے نہیں
کہ میں اپنی بداعمالیوں سے ناواقف اور اپنی گزشتہ
بدکرداریوں کو فراموش کر چکا ہوں بلکہ اس لئے کہ تیرا
آسمان اور جو اس میں رہتے سہتے ہیں اور تیری زمین اور
جو اس پر آباد ہیں۔ میری ندامت کو جس کا میں نے تیرے
سامنے اظہار کیا ہے، اور میری توبہ کو جس کے ذریعہ
تجھ سے پناہ مانگی ہے سن لیں۔ تاکہ تیری رحمت کی کارفرمائی
کی وجہ سے کسی کو میرے حالِ زار پر رحم آ جائے یا میری
پریشان حالی پر اس کا دل پسیجے تو میرے حق میں دُعا
کرے جس کی تیرے ہاں میری دُعا سے زیادہ شنوائی ہو۔
یا کوئی ایسی سفارش حاصل کر لوں جو تیرے ہاں میری
درخواست سے زیادہ مؤثر ہو اور اس طرح تیرے
غضب سے نجات کی دستاویز اور تیری خوشنودی

النَّادِمِينَ وَإِنْ يَكُنِ التَّرْكُ
لِمَعْصِيَتِكَ إِنَابَةً فَأَنَا أَوَّلُ
الْمُنِيبِينَ وَإِنْ يَكُنِ الِاسْتِغْفَارُ
حِطَّةً لِلذُّنُوبِ فَإِنِّي لَكَ مِنَ
الْمُسْتَغْفِرِينَ اللّٰهُمَّ فَكَمَا أَمَرْتَ
بِالتَّوْبَةِ وَضَمِنْتَ الْقَبُولَ وَحَثَثْتَ
عَلَى الدُّعَاءِ وَوَعَدْتَ الْإِجَابَةَ
فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاقْبَلْ
تَوْبَتِي وَلَا تَرْجِعْنِي مَرْجِعَ
الْخَيْبَةِ مِنْ رَحْمَتِكَ إِنَّكَ
أَنْتَ التَّوَّابُ عَلَى الْمُذْنِبِينَ
وَالرَّحِيمُ لِلْخَاطِئِينَ الْمُنِيبِينَ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
كَمَا هَدَيْتَنَا بِهِ وَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا اسْتَنْقَذْتَنَا
بِهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
صَلَاةً تَشْفَعُ لَنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَيَوْمَ الْفَاقَةِ إِلَيْكَ إِنَّكَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَهُوَ
عَلَيْكَ يَسِيرٌ ۔

* * *

کا پروانہ حاصل کر سکوں۔ اے اللہ! اگر تیری بارگاہ
میں ندامت و پشیمانی ہی توبہ ہے تو میں پشیمان ہونے
والوں میں سب سے زیادہ پشیمان ہوں۔ اور اگر ترکِ
معصیت ہی توبہ و انابت ہے تو میں توبہ کرنے والوں
میں اوّل درجہ پر ہوں۔ اور اگر طلبِ مغفرت گناہوں
کو زائل کرنے کا سبب ہے تو مغفرت کرنے والوں میں
سے ایک میں بھی ہوں۔ خدایا جب کہ تو نے توبہ کا حکم
دیا ہے اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور دُعا پر آمادہ
کیا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے تو رحمت نازل
فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری توبہ کو قبول فرما اور
مجھے اپنی رحمت سے ناامیدی کے ساتھ نہ پلٹا کیونکہ تو
گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا اور رجوع ہونے والے
خطاکاروں پر رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور
ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے اُن کے
وسیلہ سے ہماری ہدایت فرمائی ہے۔ تو محمدؐ اور اُن
کی آلؑ پر رحمت نازل کر۔ جس طرح اُن کے ذریعہ ہمیں
(گمراہی کے بھنور سے) نکالا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل کر، ایسی رحمت جو قیامت کے روز اور
تجھ سے احتیاج کے دن ہماری سفارش کرے اس
لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ امر تیرے
لئے سہل و آسان ہے۔

صحیفۂ کاملہ کی اکثر دعائیں اعترافِ گناہ، عفوِ تقصیر اور توبہ و انابت پر مشتمل ہیں۔ مگر یہ دُعا دُعائے توبہ ہی
کے نام سے موسوم ہے۔ جس سے اس کے خصوصیات ظاہر ہیں۔ توبہ کے لغوی معنی پلٹنے اور رجوع ہونے کے ہیں۔
اور اصطلاحاً توبہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر بارگاہِ الٰہی میں اُن سے باز رہنے کا عہد کرے
اور جن گناہوں کا تدارک ممکن ہے ان کا تدارک کرے۔ اس طرح کہ جو حقوق اس کے ذمہ ہوں انہیں ادا کرے یا اہلِ حقوق
سے معافی حاصل کرے۔ اور یہ نہ ہو سکے تو اُن کے لئے ایسے اعمالِ خیر بجا لائے کہ وہ قیامت کے روز اس سے خوش

ہو کر درگذر کریں۔ توبہ کا اصل محرک جزا و سزا کا علم و یقین ہے جو گنہگار کو کثافتِ گناہ کی آلودگیوں سے دُور رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ گناہوں کے ہلاکت آفرین نتائج کے پیش نظر اپنا محاسبہ کرتا ہے۔ تو یہ احتسابِ نفس اُسے جھنجھوڑتا اور مطعون کرتا ہے۔ جس سے وہ نفسیاتی طور پر ایک قسم کی تکلیف و اذیت محسوس کرتا ہے۔ اس احساسِ تکلیف کو ندامت و پشیمانی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب یہ ندامت اس کے احساسات پر غالب آجاتی ہے تو وُہ گناہوں سے باز رہنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ اور توبہ اسی علم، ندامت اور ارادہ کے مجموعے کا نام ہے جس کے بعد اعمال میں تبدیلی کا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اس دنیا میں رہتے ہوئے کوئی شخص بھی توبہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کبھی ہاتھ، زبان اور دوسرے اعضا سے کوئی گناہ سرزد ہُوا ہوگا، کبھی جھوٹ بولا ہوگا، کبھی کسی کی غیبت کی ہوگی، کبھی کسی پر ظلم کیا ہوگا، کبھی کسی سے ناحق جھگڑا کیا ہوگا۔ اور اگر اس کے اعضاء و جوارح ہر قسم کے گناہ سے بری ہوں، تو وُہ برائی کے قصد، گناہ کے ارادہ اور نفس کے دوسرے رذائل سے خالی نہیں ہوگا۔ اور اگر ان چیزوں سے بھی پاک ہو تو شیطانی وساوس اور گناہ کے تصورات و خیالات سے خالی نہیں ہوگا۔ اور اگر ان سے بھی پاک ہو تو خداوند عالم کی قدرت و حکمت اور اُس کے آثار و صفات میں نظر و فکر سے غافل رہا ہوگا۔ اور اگر اس قصور و غفلت سے بھی بری اور ہر لحاظ سے معصوم ہو تو اس ثواب سے تو بے نیاز نہیں ہو سکتا جو توبہ پر مترتب ہوتا ہے۔ لہٰذا گنہگار ہو یا معصوم، سب ہی کو توبہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:-

و توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون ۝	اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو تاکہ تم ہر لحاظ سے بہتری پا سکو۔"

اگر انسان گناہ کا مرتکب ہو تو اُسے فوراً توبہ کرنا چاہیئے اور توبہ کو تاخیر میں نہ ڈالنا چاہیئے۔ ایک تو اس لیے کہ نہ معلوم کب موت کا پیغام آجائے اور توبہ کئے بغیر اس دنیا سے رختِ سفر باندھ لینا پڑے۔ اور دوسرے یہ کہ توبہ میں تاخیر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ توبہ کی نوبت ہی نہیں آتی اور گناہ کی عادت اس طرح اس میں راسخ ہو جاتی ہے کہ طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اور پھر وُہ بغیر کسی احساسِ ندامت کے گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے جس سے دل و دماغ پر تاریکی کی تہیں چڑھ جاتی ہیں۔ اور دل کی صفاء و نورانیت کے ساتھ توفیق کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے اور جس طرح طبیعت مرض سے مغلوب ہو جائے تو صحت کے عود کرنے کی توقع نہیں رہتی اس طرح گناہ کے رگ و پے میں سرایت کرنے کے بعد گنہگار لاعلاج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس یاس آفرین حالت کے پیدا ہونے سے پہلے توبہ کر لینا چاہیئے۔ اور یہ توبہ اس کی دلیل ہے کہ ابھی دل فطری سلامتی پر باقی ہے جس نے احساسِ ندامت پیدا کر کے توبہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور یہ خداوند عالم کا انتہائی لطف و کرم ہے کہ وہ یقینِ موت کی صورت کے علاوہ ہر صورت میں توبہ قبول فرماتا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:-

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن السیّئات۔	وُہی تو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔"

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے کہ "اگر بندہ اپنے مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کرلے تو خدا اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ پھر فرمایا کہ سال بھر کی مدت تو بہت زیادہ ہے۔ اگر مرنے سے ایک مہینہ بھی پہلے توبہ کرلے، تو خدا قبول کرے گا۔ پھر فرمایا کہ ایک مہینہ بھی بہت ہے۔ اگر مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کرلے، تو خدا قبول فرمانے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دن بھی بہت ہے، اگر موت سے ایک ساعت بھی پہلے توبہ کرلے تو خداوندِ عالم اپنی رحمت سے اس کی توبہ قبول کرلے گا۔ اور اس کے گناہوں سے درگذر فرمائے گا۔" توبہ صرف گناہوں کو دور کرنے ہی کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ ثوابِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و محبت بھی اس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ان اللہ اشد فرحاً بتوبۃ عبدٍ من رجل اضل راحلتہ وزادہ فی لیلۃ ظلماء فوجدھا۔

خداوندِ عالم اس شخص سے بھی زیادہ اپنے بندہ کی توبہ سے خوش ہوتا ہے جو اندھیری رات میں اپنی سواری اور زادِ راہ کھو کر اچانک اُسے پالے۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلوٰةِ اللَّيْلِ لِنَفْسِهٖ فِي الْاِعْتِرَافِ بِالذَّنْبِ

اعتراف گناہ کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا جسے نمازِ شب کے بعد پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْمُلْكِ الْمُتَأَبِّدِ بِالْخُلُوْدِ وَالسُّلْطَانِ الْمُمْتَنِعِ بِغَيْرِ جُنُوْدٍ وَلَا اَعْوَانٍ وَالْعِزِّ الْبَاقِيْ عَلٰى مَرِّ الدُّهُوْرِ وَخَوَالِي الْاَعْوَامِ وَمَوَاضِي الْاَزْمَانِ وَالْاَيَّامِ عَزَّ سُلْطَانُكَ عِزًّا لَا حَدَّ لَهٗ بِاَوَّلِيَّةٍ وَلَا مُنْتَهٰى لَهٗ بِاٰخِرِيَّةٍ وَاسْتَعْلٰى مُلْكُكَ عُلُوًّا سَقَطَتِ الْاَشْيَاءُ دُوْنَ بُلُوْغِ اَمَدِهٖ وَلَا يَبْلُغُ اَدْنٰى مَا اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ مِنْ ذٰلِكَ اَقْصٰى نَعْتِ النَّاعِتِيْنَ ضَلَّتْ فِيْكَ الصِّفَاتُ وَتَفَسَّخَتْ دُوْنَكَ النُّعُوْتُ وَحَارَتْ فِيْ

اے اللہ! اے دائمی و ابدی بادشاہی والے اور لشکر و اعوان کے بغیر مضبوط فرمانروائی والے اور ایسی عزت و رفعت والے جو صدیوں، سالوں، زمانوں اور دنوں کے بیتنے گزرنے کے باوجود پائندہ و برقرار ہے۔ تیری بادشاہی ایسی غالب ہے جس کی ابتدا کی کوئی حد ہے اور نہ انتہا کا کوئی آخری کنارہ ہے۔ اور تیری جہانداری کا پایہ اتنا بلند ہے کہ تمام چیزیں اس کی بلندی کو چھونے سے قاصر ہیں اور تعریف کرنے والوں کی انتہائی تعریف تیری اس بلندی کے پست ترین درجہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ جسے تُو نے اپنے لئے مخصوص کیا ہے۔ صفتوں کے کارواں تیرے بارے میں سرگرداں ہیں۔ اور توصیفی الفاظ تیرے لائق حال مدح تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور نازک تصوّرات تیرے مقام

كِبْرِيَائِكَ لَطَائِفُ الْأَوْهَامِ كَذٰلِكَ
أَنْتَ اللّٰهُ الْأَوَّلُ فِي أَوَّلِيَّتِكَ وَعَلٰى
ذٰلِكَ أَنْتَ دَائِمٌ لَا تَزُوْلُ وَأَنَا
الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ عَمَلًا الْجَسِيْمُ
أَمَلًا خَرَجَتْ مِنْ يَدِيْ أَسْبَابُ
الْوُصُلَاتِ إِلَّا مَا وَصَلَهُ رَحْمَتُكَ
وَتَقَطَّعَتْ عَنِّيْ عِصَمُ الْآمَالِ إِلَّا مَا
أَنَا مُعْتَصِمٌ بِهٖ مِنْ عَفْوِكَ قَلَّ
عِنْدِيْ مَا أَعْتَدُّ بِهٖ مِنْ طَاعَتِكَ
وَكَثُرَ عَلَيَّ مَا أَبُوْءُ بِهٖ مِنْ
مَعْصِيَتِكَ وَلَنْ يَضِيْقَ عَلَيْكَ
عَفْوٌ عَنْ عَبْدِكَ وَإِنْ أَسَاءَ
فَاعْفُ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ وَقَدْ أَشْرَفَ
عَلٰى خَفَايَا الْأَعْمَالِ عِلْمُكَ وَانْكَشَفَ
كُلُّ مَسْتُوْرٍ دُوْنَ خُبْرِكَ وَلَا
تَنْطَوِيْ عَنْكَ دَقَائِقُ الْأُمُوْرِ
وَلَا تَعْزُبُ عَنْكَ غَيِّبَاتُ السَّرَائِرِ
وَقَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيَّ عَدُوُّكَ الَّذِيْ
اسْتَنْظَرَكَ لِغَوَايَتِيْ فَأَنْظَرْتَهٗ وَ
اسْتَمْهَلَكَ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ لِإِضْلَالِيْ
فَأَمْهَلْتَهٗ فَأَوْقَعَنِيْ وَقَدْ هَرَبْتُ
إِلَيْكَ مِنْ صَغَائِرِ ذُنُوْبٍ مُوْبِقَةٍ
وَكَبَائِرِ أَعْمَالٍ مُرْدِيَةٍ حَتّٰى إِذَا
قَارَفْتُ مَعْصِيَتَكَ وَاسْتَوْجَبْتُ
بِسُوْءِ سَعْيِيْ سَخْطَتَكَ فَتَلَ عَنِّيْ
عِذَارَ غَدْرِهٖ وَتَلَقَّانِيْ بِكَلِمَةِ
كُفْرِهٖ وَتَوَلَّى الْبَرَاءَةَ مِنِّيْ وَأَدْبَرَ

کبریائی میں ششدر و حیران ہیں۔ تو وُہ خدائے
ازلی ہے جو ازل ہی سے ایسا ہے اور ہمیشہ بغیر زوال
کے ایسا ہی رہے گا۔ مَیں تیرا وُہ بندہ ہوں جس کا عمل
کمزور اور سرمایۂ اُمید زیادہ ہے۔ میرے ہاتھ سے
تعلق و وابستگی کے رشتے جاتے رہے ہیں۔ مگر وُہ
رشتہ جسے تیری رحمت نے جوڑ دیا ہے۔ اور اُمیدوں
کے وسیلے بھی ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے ہیں۔ مگر
تیرے عفو و درگزر کا وسیلہ جس پر سہارا کئے ہوئے
ہوں۔ تیری اطاعت جسے کسی شمار میں لا سکوں، نہ
ہونے کے برابر ہے اور وُہ معصیت جس میں گرفتار ہوں
بہت زیادہ ہے۔ تجھے اپنے کسی بندے کو معاف
کر دینا اگرچہ وُہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو دشوار نہیں
ہے، تو پھر مجھے بھی معاف کر دے۔ اے اللہ!
تیرا علم تمام پوشیدہ اعمال پر محیط ہے اور تیرے
علم و اطلاع کے آگے ہر مخفی چیز ظاہر و آشکارا ہے
اور باریک سے باریک چیزیں بھی تیری نظر سے پوشیدہ
نہیں ہیں اور نہ راز ہائے درونِ پردہ تجھ سے مخفی ہیں
تیرا وُہ دشمن جس نے میرے بے راہرو ہونے کے سلسلہ میں
تجھ سے مہلت مانگی اور تو نے اسے مہلت دی، اور
مجھے گمراہ کرنے کے لئے روزِ قیامت تک فرصت طلب
کی اور تو نے اُسے فرصت دی مجھ پر غالب آگیا ہے۔
اور جبکہ میں ہلاک کرنے والے صغیرہ گناہوں اور تباہ
کرنے والے کبیرہ گناہوں سے تیرے دامن میں پناہ
لینے کے لئے بڑھ رہا تھا اُس نے مجھے آگرایا۔ اور جب
میں گناہ کا مرتکب ہوا اور اپنی بداعمالی کی وجہ سے
تیری ناراضی کا مستحق بنا تو اس نے اپنے حیلہ و فریب کی
باگ مجھ سے موڑ لی۔ اور اپنے کلمہ کفر کے ساتھ میرے

مُوَلِّيًا عَنِّيْ فَأَصْحَرَنِيْ لِغَضَبِكَ
فَرِيْدًا وَأَخْرَجَنِيْ إِلَى فِنَاءِ نِقْمَتِكَ
طَرِيْدًا اَلَا شَفِيْعٌ يَشْفَعُ لِيْ إِلَيْكَ وَ
لَا خَفِيْرٌ يُؤْمِنُنِيْ عَلَيْكَ وَلَا حِصْنٌ
يَحْجُبُنِيْ عَنْكَ وَلَا مَلَاذٌ أَلْجَأُ إِلَيْهِ
مِنْكَ فَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ وَ
مَحَلُّ الْمُعْتَرِفِ لَكَ فَلَا يَضِيْقَنَّ
عَنِّيْ فَضْلُكَ وَلَا يَقْصُرَنَّ دُوْنِيْ
عَفْوُكَ وَلَا أَكُنْ أَخْيَبَ عِبَادِكَ
التَّائِبِيْنَ وَلَا أَقْنَطَ وُفُوْدِكَ
الْآمِلِيْنَ وَاغْفِرْ لِيْ إِنَّكَ خَيْرُ
الْغَافِرِيْنَ - اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَمَرْتَنِيْ
فَتَرَكْتُ وَنَهَيْتَنِيْ فَرَكِبْتُ وَ
سَوَّلَ لِيَ الْخَطَاءَ خَاطِرُ السُّوْءِ
فَفَرَّطْتُ وَلَا أَسْتَشْهِدُ عَلٰى
صِيَامِيْ نَهَارًا وَلَا أَسْتَجِيْرُ
بِتَهَجُّدِيْ لَيْلًا وَلَا تُثْنِيْ عَلَيَّ
بِإِحْيَائِهَا سُنَّةٌ حَاشَى فُرُوْضِكَ
الَّتِيْ مَنْ ضَيَّعَهَا هَلَكَ وَلَسْتُ
أَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِفَضْلِ نَافِلَةٍ
مَعَ كَثِيْرِ مَا أَغْفَلْتُ مِنْ وَظَائِفِ
فُرُوْضِكَ وَتَعَدَّيْتُ عَنْ مَقَامَاتِ
حُدُوْدِكَ إِلَى حُرُمَاتٍ انْتَهَكْتُهَا
وَكَبَائِرِ ذُنُوْبٍ اجْتَرَحْتُهَا
كَانَتْ عَافِيَتُكَ لِيْ مِنْ فَضَائِحِهَا
سِتْرًا وَهٰذَا مَقَامُ مَنِ
اسْتَحْيَا لِنَفْسِهِ مِنْكَ وَسَخِطَ

سامنے آگیا اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کیا اور میری
جانب سے پیٹھ پھرا کر چل دیا اور مجھے کھلے میدان میں
تیرے غضب کے سامنے اکیلا چھوڑ دیا۔ اور تیرے
انتقام کی منزل میں مجھے کھینچ تان کر لے آیا۔ اس
حالت میں کہ نہ کوئی سفارش کرنے والا تھا جو تجھ سے
میری سفارش کرے اور نہ کوئی پناہ دینے والا تھا، جو
مجھے تیرے عذاب سے ڈھارس دے اور نہ کوئی چار
دیواری تھی جو مجھے تیری نگاہوں سے چھپا سکے، اور
نہ کوئی پناہ گاہ تھی جہاں تیرے خوف سے پناہ لے سکوں۔
اب یہ منزل میرے پناہ مانگنے اور یہ مقام میرے
گناہوں کے اعتراف کرنے کا۔ لہٰذا ایسا نہ ہو کہ
تیرے دامنِ فضل (کی وسعتیں) میرے لئے تنگ
ہو جائیں اور عفو و درگذر مجھ تک پہنچنے ہی نہ پائے
اور نہ توبہ گزار بندوں میں سب سے زیادہ ناکام ثابت
ہوں اور نہ تیرے پاس اُمیدیں لے کر آنیوالوں میں سب
سے زیادہ نا اُمید رہوں (بار الہا!) مجھے بخش دے
اس لئے کہ تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔
اے اللہ! تُو نے مجھے (اطاعت کا) حکم دیا مگر مَیں
اُسے بجا نہ لایا اور (بُرے اعمال سے) مجھے روکا مگر
اُن کا مرتکب ہوتا رہا۔ اور بُرے خیالات نے جب گناہ
کو خوشنما کر کے دکھایا تو (تیرے احکام میں) کوتاہی کی۔
میں نہ روزہ رکھنے کی وجہ سے دن کو گواہ بنا سکتا ہوں۔
اور نہ نمازِ شب کی وجہ سے رات کو اپنی سپر بنا سکتا
ہوں اور نہ کسی سنّت کو میں نے زندہ کیا ہے کہ اس
سے تحسین و ثنا کی توقع کروں سوائے تیرے واجبات
کے کہ جو انہیں ضائع کرے وہ بہر حال ہلاک و تباہ ہوگا اور
نوافل کے فضل و شرف کی وجہ سے بھی تجھ سے توسّل

عَلَيْهَا وَرَضِيَ عَنْكَ فَتَلَقَّاكَ
بِنَفْسٍ خَاشِعَةٍ وَرَقَبَةٍ خَاضِعَةٍ
وَظَهْرٍ مُثْقَلٍ مِنَ الْخَطَايَا
وَاقِفاً بَيْنَ الرَّغْبَةِ إِلَيْكَ وَ
الرَّهْبَةِ مِنْكَ وَأَنْتَ أَوْلَى مَنْ
رَجَاهُ وَأَحَقُّ مَنْ خَشِيَهُ وَاتَّقَاهُ
فَأَعْطِنِي يَا رَبِّ مَا رَجَوْتُ وَ
آمِنِّي مَا حَذِرْتُ وَعُدْ عَلَيَّ
بِعَائِدَةِ رَحْمَتِكَ إِنَّكَ أَكْرَمُ
الْمَسْئُولِينَ اَللّٰهُمَّ وَإِذْ سَتَرْتَنِي
بِعَفْوِكَ وَتَغَمَّدْتَنِي بِفَضْلِكَ
فِي دَارِ الْفَنَاءِ بِحَضْرَةِ الْأَكْفَاءِ
فَأَجِرْنِي مِنْ فَضِيحَاتِ دَارِ الْبَقَاءِ
عِنْدَ مَوَاقِفِ الْأَشْهَادِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
الْمُقَرَّبِينَ وَالرُّسُلِ الْمُكَرَّمِينَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِينَ مِنْ
جَارٍ كُنْتُ أُكَاتِمُهُ سَيِّئَاتِي
وَمِنْ ذِي رَحِمٍ كُنْتُ أَحْتَشِمُ
مِنْهُ فِي سَرِيرَاتِي لَمْ آتِقْ
بِهِمْ رَبِّ فِي السِّتْرِ عَلَيَّ وَ
وَثِقْتُ بِكَ رَبِّ فِي الْمَغْفِرَةِ
لِي وَأَنْتَ أَوْلَى مَنْ وُثِقَ بِهِ
وَأَعْطَى مَنْ رُغِبَ إِلَيْهِ وَ
أَرْأَفُ مَنِ اسْتُرْحِمَ فَارْحَمْنِي
اَللّٰهُمَّ وَأَنْتَ حَدَرْتَنِي مَاءً
مَهِيناً مِنْ صُلْبٍ مُتَضَائِقِ
الْعِظَامِ حَرِجِ الْمَسَالِكِ إِلَى

نہیں کر سکتا درصورتیکہ تیرے واجبات کے بہت سے
شرائط سے غفلت کرتا رہا اور تیرے احکام کے حدود
سے تجاوز کرتا ہوا محارم شریعت کا دامن چاک کرتا رہا،
اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا رہا جن کی رسوائیوں سے
صرف تیرا دامن عفو و رحمت پردہ پوش رہا۔ یہ (میرا
موقف) اس شخص کا موقف ہے جو تجھ سے شرم و حیا
کرتے ہوئے اپنے نفس کو برائیوں سے روکتا ہو، اور اس
پر ناراض ہو اور تجھ سے راضی ہو، اور تیرے سامنے خوفزدہ
دل، خمیدہ گردن اور گناہوں سے بوجھل پیٹھ کے ساتھ
اُمید و بیم کی حالت میں ایستادہ ہو۔ اور تو ان سب سے
زیادہ سزاوار ہے۔ جن سے اس نے آس لگائی اور اُن
سب سے زیادہ حقدار ہے جن سے وہ ہراساں و خائف
ہُوا۔ اے میرے پروردگار! جب یہی حالت میری ہے
تو مجھے بھی وہ چیز مرحمت فرما، جس کا میں اُمیدوار
ہوں۔ اور اس چیز سے مطمئن کر جس سے خائف ہوں
اور اپنی رحمت کے انعام سے مجھ پر احسان فرما۔ اس
لئے کہ تو ان تمام لوگوں سے جن سے سوال کیا جاتا ہے
زیادہ سخی و کریم ہے۔ اے اللہ! جب کہ تُو نے مجھے
اپنے دامن عفو میں چھپا لیا ہے اور ہمسروں کے سامنے
اس دارِ فنا میں فضل و کرم کا جامہ پہنایا ہے۔ تو دارِ بقا
کی رسوائیوں سے بھی پناہ دے۔ اس مقام پر کہ جہاں
مقرب فرشتے، معزز و باوقار پیغمبر، شہید و صالح افراد
سب حاضر ہوں گے۔ کچھ تو ہمسائے ہوں گے جن سے میں
اپنی برائیوں کو چھپاتا رہا ہوں، اور کچھ خویش و اقارب
ہوں گے جن سے میں اپنے پوشیدہ کاموں میں شرم و
حیا کرتا رہا ہوں۔ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی
پردہ پوشی میں ان پر بھروسہ نہیں کیا اور مغفرت کے

رَحِمٍ ضَيِّقَةٍ سَتَرْتَهَا بِالْحُجُبِ
تُصَرِّفُنِي حَالاً عَنْ حَالٍ حَتَّى
انْتَهَيْتَ بِي إِلَى تَمَامِ الصُّورَةِ
وَأَثْبَتَّ فِيَّ الْجَوَارِحَ كَمَا
نَعَتَّ فِي كِتَابِكَ نُطْفَةً ثُمَّ
عَلَقَةً ثُمَّ مُضْغَةً ثُمَّ عَظْماً
ثُمَّ كَسَوْتَ الْعِظَامَ لَحْماً ثُمَّ
أَنْشَأْتَنِي خَلْقاً آخَرَ كَمَا
شِئْتَ حَتَّى إِذَا احْتَجْتُ إِلَى
رِزْقِكَ وَلَمْ أَسْتَغْنِ عَنْ
غِيَاثِ فَضْلِكَ جَعَلْتَ لِي قُوتاً
مِنْ فَضْلِ طَعَامٍ وَشَرَابٍ
أَجْرَيْتَهُ لِأَمَتِكَ الَّتِي أَسْكَنْتَنِي
جَوْفَهَا وَأَوْدَعْتَنِي قَرَارَ
رَحِمِهَا وَلَوْ تَكِلْنِي يَا
رَبِّ فِي تِلْكَ الْحَالاتِ إِلَى
حَوْلِي أَوْ تَضْطَرُّنِي إِلَى قُوَّتِي
لَكَانَ الْحَوْلُ عَنِّي مُعْتَزِلاً وَ
لَكَانَتِ الْقُوَّةُ مِنِّي بَعِيدَةً
فَغَذَوْتَنِي بِفَضْلِكَ غِذَاءَ
الْبَرِّ اللَّطِيفِ تَفْعَلُ ذٰلِكَ بِي
تَطَوُّلاً عَلَيَّ إِلَى غَايَتِي هٰذِهِ
لا أَعْدَمُ بِرَّكَ وَلا يُبْطِئُ بِي
حُسْنُ صَنِيعِكَ وَلا تَتَأَكَّدُ
مَعَ ذٰلِكَ ثِقَتِي فَأَتَفَرَّغَ لِمَا
هُوَ أَحْظَى لِي عِنْدَكَ قَدْ مَلَكَ
الشَّيْطَانُ عِنَانِي فِي سُوءِ الظَّنِّ

بارے میں پروردگارا تجھ پر اعتماد کیا ہے اور تو ان تمام
لوگوں سے جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ زیادہ سزاوار اعتماد
ہے اور ان سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے جن کی
طرف رجوع ہوا جاتا ہے اور ان سب سے زیادہ
مہربان ہے جن سے رحم کی التجا کی جاتی ہے۔ لہٰذا
مجھ پر رحم فرما۔ اے اللہ! تُو نے مجھے باہم پیوستہ
ہڈیوں اور تنگ راہوں والی صلب سے تنگ نائے
رحم میں کہ جسے تُو نے پردوں میں چھپا رکھا ہے ایک
ذلیل پانی (نطفہ) کی صورت میں اتارا جہاں تُو مجھے
ایک حالت سے دُوسری حالت کی طرف منتقل کرتا رہا
یہاں تک کہ تُو نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا۔ جہاں
میری صورت کی تکمیل ہو گئی۔ پھر مجھ میں اعضاء و
جوارح ودیعت کئے۔ جیسا کہ تُو نے اپنی کتاب میں
ذکر کیا ہے کہ (میں) پہلے نطفہ تھا۔ پھر منجمد خون ہُوا
پھر گوشت کا ایک لوتھڑا، پھر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ
پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی تہیں چڑھا دیں۔ پھر جیسا
تُو نے چاہا ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا۔ اور
جب میں تیری روزی کا محتاج ہُوا اور لطف و احسان
کی دستگیری سے بے نیاز نہ رہ سکا۔ تو تُو نے اُس
بچے ہوئے کھانے پانی میں سے جسے تو نے اس کنیز
کے لئے جاری کیا تھا جس کے شکم میں تُو نے مجھے
ٹھہرا دیا اور جس کے رحم میں مجھے ودیعت کیا تھا۔
میری روزی کا سروسامان کر دیا۔ اے میرے پروردگار
ان حالات میں اگر تو خود میری تدبیر پر مجھے چھوڑ دیتا
یا میری ہی قوت کے حوالے کر دیتا تو تدبیر مجھ سے
کنارہ کش اور قوت مجھ سے دور رہتی۔ مگر تو نے اپنے
فضل و احسان سے ایک شفیق و مہربان کی طرح میری

وَضَعْفِ الْيَقِيْنِ فَاَنَا اَشْكُوْ
سُوْءَ مُجَاوَرَتِهٖ لِيْ وَ طَاعَةِ
نَفْسِيْ لَهٗ وَاَسْتَعْصِمُكَ مِنْ
مَلَكَتِهٖ وَ اَتَضَرَّعُ اِلَيْكَ فِيْ
صَرْفِ كَيْدِهٖ عَنِّيْ وَ اَسْئَلُكَ
فِيْ اَنْ تُسَهِّلَ اِلٰى رِزْقِيْ سَبِيْلًا
فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى ابْتِدَائِكَ
بِالنِّعَمِ الْجِسَامِ وَاِلْهَامِكَ الشُّكْرَ
عَلَى الْاِحْسَانِ وَالْاِنْعَامِ فَصَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَهِّلْ عَلَيَّ
رِزْقِيْ وَ اَنْ تُقَنِّعَنِيْ بِتَقْدِيْرِكَ
لِيْ وَ اَنْ تُرْضِيَنِيْ بِحِصَّتِيْ
فِيْمَا قَسَمْتَ لِيْ وَ اَنْ
تَجْعَلَ مَا ذَهَبَ مِنْ جِسْمِيْ
وَعُمُرِيْ فِيْ سَبِيْلِ طَاعَتِكَ
اِنَّكَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَارٍ
تَغَلَّظْتَ بِهَا عَلٰى مَنْ عَصَاكَ
وَ تَوَعَّدْتَ بِهَا مَنْ صَدَفَ
عَنْ رِضَاكَ وَ مِنْ نَارٍ
نُوْرُهَا ظُلْمَةٌ وَهَيِّنُهَا
اَلِيْمٌ وَ بَعِيْدُهَا قَرِيْبٌ
وَمِنْ نَارٍ يَاْكُلُ بَعْضَهَا
بَعْضٌ وَ يَصُوْلُ بَعْضُهَا
عَلٰى بَعْضٍ وَ مِنْ نَارٍ
تَذَرُ الْعِظَامَ رَمِيْمًا
وَتَسْقِيْ اَهْلَهَا حَمِيْمًا وَمِنْ

پرورش کا اہتمام کیا جس کا تیرے فضل بے پایاں کی
بدولت اس وقت تک سلسلہ جاری ہے کہ نہ تیرے
حسن سلوک سے کبھی محروم رہا اور نہ تیرے احسانات
میں کبھی تاخیر ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود یقین و اعتماد
قوی نہ ہوا کہ میں صرف اسی کام کے لئے وقف ہو جاتا
جو تیرے نزدیک میرے لئے زیادہ سود مند ہے (اس
بے یقینی کا سبب یہ ہے کہ) بدگمانی اور کمزوریٔ یقین
کے سلسلہ میں میری باگ شیطان کے ہاتھ میں ہے۔
اس لئے میں اس کی بد ہمسائیگی اور اپنے نفس کی
فرمانبرداری کا شکوہ کرتا ہوں اور اس کے تسلط سے
تیرے دامن میں تحفظ و نگہداشت کا طالب ہوں۔
اور تجھ سے عاجزی کے ساتھ التجا کرتا ہوں کہ اس
کے مکر و فریب کا رُخ مجھ سے موڑ دے۔ اور تجھ
سے سوال کر رہا ہوں کہ میری روزی کی آسان سبیل
پیدا کر دے۔ تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے کہ
تُو نے از خود بلند پایہ نعمتیں عطا کیں اور احسان و انعام
پر (دل میں) شکر کا القا کیا۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما اور میرے لئے روزی کو سہل و
آسان کر دے اور جو اندازہ میرے لئے مقرر کیا ہے۔ اس
پر قناعت کی توفیق دے اور جو حصہ میرے لئے
معین کیا ہے۔ اس پر مجھے راضی کر دے اور جو جسم
کام میں آچکا اور جو عمر گزر چکی ہے۔ اسے اپنی
اطاعت کی راہ میں محسوب فرما۔ بلاشبہ تو اسباب
رزق مہیا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ بارالٰہا!
میں اس آگ سے پناہ مانگتا ہوں جس کے ذریعہ تُو
نے اپنے نافرمانوں کی سخت گرفت کی ہے۔ اور جس سے
تُو نے ان لوگوں کو جنہوں نے تیری رضا و خوشنودی

نَارٍ لَا تُبْقِي عَلَى مَنْ تَضَرَّعَ
إِلَيْهَا وَلَا تَرْحَمُ مَنِ اسْتَعْطَفَهَا
وَلَا تَقْدِرُ عَلَى التَّخْفِيفِ عَمَّنْ
خَشَعَ لَهَا وَاسْتَسْلَمَ إِلَيْهَا
تَلْقَى سُكَّانَهَا بِأَحَرِّ مَا
لَدَيْهَا مِنْ أَلِيمِ النَّكَالِ وَ
شَدِيدِ الْوَبَالِ وَأَعُوذُ بِكَ
مِنْ عَقَارِبِهَا الْفَاغِرَةِ أَفْوَاهُهَا
وَحَيَّاتِهَا الصَّالِقَةِ بِأَنْيَابِهَا
وَشَرَابِهَا الَّذِي يُقَطِّعُ
أَمْعَاءَ وَأَفْئِدَةَ سُكَّانِهَا
وَيَنْزِعُ قُلُوبَهُمْ وَأَسْتَهْدِيكَ
لِمَا بَاعَدَ مِنْهَا وَأَخَّرَ
عَنْهَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَجِرْنِي
مِنْهَا بِفَضْلِ رَحْمَتِكَ
وَأَقِلْنِي عَثَرَاتِي بِحُسْنِ
إِقَالَتِكَ وَلَا تَخْذُلْنِي يَا
خَيْرَ الْمُجِيرِينَ إِنَّكَ
تَقِي الْكَرِيهَةَ وَتُعْطِي
الْحَسَنَةَ وَتَفْعَلُ مَا
تُرِيدُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ إِذَا
ذُكِرَ الْأَبْرَارُ وَصَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

سے رُخ موڑ لیا، ڈرایا اور دھمکایا ہے اور اس آتشِ جہنم
سے پناہ مانگتا ہوں جس میں روشنی کے بجائے اندھیرا جس
کا خفیف لپکا بھی انتہائی تکلیف دہ اور جو کوسوں دُور ہونے
کے باوجود (گرمی و تپش کے لحاظ سے) قریب ہے اور اس
آگ سے پناہ مانگتا ہوں جو آپس میں ایک دوسرے کو کھا لیتی
ہے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس آگ سے
پناہ مانگتا ہوں جو ہڈیوں کو خاکستر کر دے گی اور دوزخیوں کو
کھولتا ہُوا پانی پلائے گی۔ اور اس آگ سے کہ جو اس کے
آگے گڑگڑائے گا۔ اس پر ترس نہیں کھائے گی اور جو اس
سے رحم کی التجا کرے گا۔ اس پر رحم نہیں کرے گی اور جو اس
کے سامنے فروتنی کرے گا۔ اور خود کو اس کے حوالے کر دے گا۔
اس پر کسی طرح کی تخفیف کا اُسے اختیار نہیں ہوگا۔ وہ درد
ناک عذاب اور شدید عقاب کی شعلہ سامانیوں کے ساتھ اپنے
رہنے والوں کا سامان کرے گی۔ (بارِالہا!) مَیں تجھ سے پناہ
مانگتا ہوں جہنم کے بچھوؤں سے جن کے مُنہ کھلے ہوئے ہوں
گے اور ان سانپوں سے جو دانتوں کو پیس پیس کر پھنکار
رہے ہوں گے اور اس کے کھولتے ہوئے پانی سے جو انتڑیوں
اور دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور (سینوں کو چیر کر)
دلوں کو نکال لے گا۔ خدایا! مَیں تجھ سے توفیق مانگتا
ہوں ان باتوں کی جو اس آگ سے دُور کریں، اور
اسے پیچھے ہٹا دیں۔ خداوندا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی رحمتِ فراواں کے
ذریعہ اس آگ سے پناہ دے اور حُسنِ درگزر سے
کام لیتے ہوئے میری لغزشوں کو معاف کر دے اور
مجھے محروم و ناکام نہ کر۔ اے پناہ دینے والوں
میں سب سے بہتر پناہ دینے والے خدایا تو سختی و
مصیبت سے بچاتا اور اچھی نعمتیں عطا کرتا اور جو

صَلوٰةً لَا يَنْقَطِعُ مَدَدُهَا وَ لَا يُحْصٰى عَدَدُهَا صَلوٰةً تَشْحَنُ الْهَوَآءَ وَ تَمْلَأُ الْاَرْضَ وَ السَّمَآءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ حَتّٰى يَرْضٰى وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ بَعْدَ الرِّضَا صَلوٰةً لَا حَدَّ لَهَا وَ لَا مُنْتَهٰى يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ -

٭ ٭ ٭

چاہے وہ کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جب بھی نیکو کاروں کا ذکر آئے تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جب تک شب و روز کے آنے جانے کا سلسلہ قائم رہے تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ ایسی رحمت جس کا ذخیرہ ختم نہ ہو اور جس کی گنتی شمار نہ ہو سکے۔ ایسی رحمت جو فضائے عالم کو پُر کر دے اور زمین و آسمان کو بھر دے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے اس حد تک کہ وہ خوشنود ہو جائے اور خوشنودی کے بعد بھی اُن پر اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل کرتا رہے۔ ایسی رحمت جس کی نہ کوئی حد ہو اور نہ کوئی انتہا۔ اے تمام رحم کرنیوالوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اس دعا کو نمازِ شب کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ نمازِ شب کا اطلاق کبھی آٹھ رکعتوں پر ہوتا ہے اور کبھی شفع و وتر کی نمازوں کو ملا کر گیارہ رکعتوں پر اور کبھی نافلۂ صبح کو بھی ان کے ساتھ ملا کر تیرہ رکعتوں پر۔ علامہ سید علی خاں رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر طوسی نے مصباح میں اور شیخ بہاؤ الدین عاملی نے مفتاح میں لکھا ہے کہ اسے تیرہ رکعتوں کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ اور کفعمی رحمہ اللہ نے اس دُعا کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے گیارہ رکعتوں کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ بہرحال خواہ تیرہ رکعتوں کے بعد پڑھے یا گیارہ رکعتوں کے یا آٹھ رکعتوں کے، تینوں صورتوں میں اسے پڑھا جا سکتا ہے۔

نمازِ شب کا آسان و مختصر طریقہ یہ ہے کہ نصف شب کے بعد دو دو رکعت کر کے آٹھ نوافل پڑھے۔ پہلی رکعت میں حمد اور سورۂ توحید اور دوسری رکعت میں حمد اور سورۂ قل یا ایہا الکافرون یا سورۂ توحید پڑھے اور دوسری رکعتوں میں حمد اور جو سورہ چاہے پڑھے۔ اور ہر دوسری رکعت میں قبل رکوع قنوت پڑھے۔ جس میں تین مرتبہ سُبحان اللہ کہہ لینا کافی ہے۔ اس کے بعد دو رکعت نمازِ شفع پڑھے اور دونوں رکعتوں میں سورۂ حمد کے بعد سُورۂ توحید پڑھے۔ نمازِ شفع کے بعد ایک رکعت نمازِ وتر پڑھے۔ اور اس میں بھی سورۂ حمد و سورۂ توحید پڑھے۔ اور قبل رکوع قنوت بھی پڑھے۔ اور مستحب ہے کہ قنوت میں چالیس افراد کے لئے نام بنام دُعا مانگے۔ اور پھر رکوع و سجود و تشہد کے بعد نماز تمام کرے۔ اور بعد ختم نماز تسبیح حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پڑھے۔

نمازِ شب کا وقت اگرچہ نصف شب کے بعد شروع ہو جاتا ہے مگر جس قدر صبح صادق کے قریب ہو اتنا بہتر ہے۔ اور اگر کوئی عذر مانع ہو تو نصف شب سے پہلے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن اس سے بہتر یہ ہے کہ بعد میں بہ نیت قضا پڑھے۔ اور اگر طلوع صبح صادق سے پہلے چار رکعت پڑھ چکا ہو تو پھر بقیہ رکعتیں بھی ادا کر لے اور اس صورت میں صرف سورۂ حمد پر اکتفا کرے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الِاسْتِخَارَةِ :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاقْضِ
لِيْ بِالْخِيَرَةِ وَاَلْهِمْنَا مَعْرِفَةَ
الْاِخْتِيَارِ وَاجْعَلْ ذٰلِكَ ذَرِيْعَةً
اِلَى الرِّضَا بِمَا قَضَيْتَ لَنَا وَ
التَّسْلِيْمِ لِمَا حَكَمْتَ فَاَزِحْ عَنَّا
رَيْبَ الْاِرْتِيَابِ وَاَيِّدْنَا بِيَقِيْنِ
الْمُخْلِصِيْنَ وَلَا تَسُمْنَا عَجْزَ
الْمَعْرِفَةِ عَمَّا تَخَيَّرْتَ فَنَغْمِطَ
قَدْرَكَ وَنَكْرَهَ مَوْضِعَ رِضَاكَ
وَنَجْنَحَ اِلَى الَّتِيْ هِيَ اَبْعَدُ
مِنْ حُسْنِ الْعَاقِبَةِ وَاَقْرَبُ
اِلٰى ضِدِّ الْعَافِيَةِ حَبِّبْ اِلَيْنَا
مَا نَكْرَهُ مِنْ قَضَائِكَ وَسَهِّلْ
عَلَيْنَا مَا نَسْتَصْعِبُ مِنْ
حُكْمِكَ وَاَلْهِمْنَا الْاِنْقِيَادَ
لِمَا اَوْرَدْتَ عَلَيْنَا مِنْ مَشِيَّتِكَ
حَتّٰى لَا نُحِبَّ تَاْخِيْرَ مَا عَجَّلْتَ
وَلَا تَعْجِيْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَا
نَكْرَهَ مَا اَحْبَبْتَ وَلَا نَتَخَيَّرَ
مَا كَرِهْتَ وَاخْتِمْ لَنَا بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْمَدُ عَاقِبَةً وَّاَكْرَمُ مَصِيْرًا
اِنَّكَ تُفِيْدُ الْكَرِيْمَةَ وَتُعْطِي
الْجَسِيْمَةَ وَتَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ
وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

دُعائے استخارہ

بارِالٰہا! میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے خیر و بہبود
چاہتا ہوں۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور
میرے لئے اچھائی کا فیصلہ صادر فرما، اور ہمارے دل
میں اپنے فیصلہ (کی حکمت و مصلحت) کا القا کر اور
اسے ایک ذریعہ قرار دے کہ ہم تیرے فیصلہ پر راضی
رہیں اور تیرے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کریں۔ اس طرح
ہم سے شک کی خلش دُور کر دے اور مخلصین کا یقین
ہمارے اندر پیدا کر کے ہمیں تقویت دے۔ اور ہمیں
خود ہمارے حوالے نہ کر دے کہ جو تُو نے فیصلہ کیا ہے
اس کی معرفت سے عاجز رہیں اور تیری قدر و منزلت کو
سُبک سمجھیں۔ اور جس چیز سے تیری رضا وابستہ ہے
اُسے ناپسند کریں اور جو چیز انجام کی خوبی سے دُور اور
عافیت کی ضد سے قریب ہو اس کی طرف مائل ہو
جائیں۔ تیرے جس فیصلہ کو ہم ناپسند کریں وہ ہماری
نظروں میں پسندیدہ بنا دے اور جسے ہم دشوار سمجھیں
اسے ہمارے لئے سہل و آسان کر دے اور جس مشیت و
ارادہ کو ہم سے متعلق کیا ہے اس کی اطاعت ہمارے
دل میں القا کر۔ یہاں تک کہ جس چیز میں تو نے تعجیل کی
ہے اس میں تاخیر اور جس میں تاخیر کی ہے اس میں تعجیل نہ
چاہیں اور جسے تو نے پسند کیا ہے اسے ناپسند اور جسے
ناگوار سمجھا ہے اُسے اختیار نہ کریں۔ اور ہمارے کاموں کا
اس چیز پر خاتمہ کر جو انجام کے لحاظ سے پسندیدہ اور مآل کے
اعتبار سے بہتر ہو۔ اس لئے کہ تو نفیس و پاکیزہ چیزیں عطا کرتا
اور بڑی نعمتیں بخشتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے
اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

خداوندِ عالم سے خیر و برکت طلب کرنا یا خیر و سعادت کی طرف رہنمائی چاہنا استخارہ کہلاتا ہے۔ جب استخارہ دعا کی صورت میں ہو تو اُس کے اثرات و نتائج مختلف صورتوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کبھی انسان کے دل میں ایسی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے صحیح صورتِ حال منکشف ہو جاتی ہے۔ اسے القائے غیبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور حضرتؒ نے اپنے ارشاد "والھمنا معرفۃ الاختیار" میں اسے الہام سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کے لئے ظاہر و باطن کی پاکیزگی، قلب و نظر کی تطہیر اور اللہ تعالیٰ سے وابستگی کی ضرورت ہے تاکہ انسان کا دل کشف و القا کا محل قرار پا سکے۔ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام اپنے بعض اصحاب کو اس استخارہ کی تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ حسن ابن جہم نے امام رضا علیہم السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ہمیں سفر کرنا ہے مگر تردد ہے کہ خشکی کا سفر کریں یا پانی کا، آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا:۔

ائت المسجد فی غیر وقت صلوٰۃ الفریضۃ فصل رکعتین و استخر اللہ مائۃ مرۃ ثم انظر الی ما یقع فی قلبک فاعمل بہ۔	"نماز فریضہ کے اوقات کے علاوہ مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو اور سو مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ کہو۔ اس کے بعد دیکھو کہ تمہارے دل میں کس بات کا القا ہوتا ہے۔ بس اس پر عمل کرو۔"

اور کبھی طلبِ خیر کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جس کام میں بہتری ہوتی ہے دل میں اُس کا عزم پختہ ہو جاتا ہے اور ذہن یکسوئی کے ساتھ اس پر ٹھہر جاتا ہے۔ چنانچہ اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض اوقات کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو کچھ لوگ اس کے موافق رائے دیتے ہیں اور کچھ خلاف اور میں کچھ طے نہیں کر سکتا کہ کن لوگوں کی رائے پر عمل کروں۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

اذا کنت کذالک فصل رکعتین و استخر اللہ مائۃ مرۃ و مرۃ ثم انظر احزم الامرین لک فافعلہ فان الخیرۃ فیہ انشاء اللہ۔	"جب ایسی صورت ہو تو دو رکعت نماز پڑھو اور ایک سو ایک مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ کہو تو ان دونوں کاموں میں سے جس میں حزم و احتیاط کا پہلو نظر آئے اُسے اختیار کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی میں بہتری ہوگی۔"

اور کبھی طلبِ خیر کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر میں بہتری ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کسی زبان سے جاری کرا دیتا ہے۔ چنانچہ ہارون ابن خارجہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی کام کو کرنا چاہے تو دوسروں سے مشورہ لینے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مشورہ لے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ سے کس طرح مشورہ لے؟ فرمایا:۔

فلیستخر اللہ فیہ اولا ثم یتشاور فیہ فانہ اذا بدء باللہ تبارک و تعالیٰ اجری اللہ الخیرۃ علیٰ لسان من	"پہلے اس کام میں اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت چاہے پھر مشورہ کرے تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ سے طلبِ خیر کے بعد دوسروں سے مشورہ لے گا تو اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے جس کی زبان سے چاہے گا ایسی بات نکلوا دے گا۔ جو اس کے حق میں بھلائی

یشاء من الخلق۔ اور بہتری کی ہوگی۔

اور وہ استخارہ جو نفع و نقصان کے سلسلہ میں رہنمائی چاہنے کے لئے دیکھا جاتا ہے۔ جیسے تسبیح کے دانوں کا طاق و جفت ہونا، رقعوں کا لا اور نعم کی صورت میں نکلنا اور آیۃ قرآنی کا ثواب یا عذاب کے مضمون پر مشتمل ہونا تو یہ بھی القا و کشف کی طرح مشورۂ الٰہی کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ جس سے ذہنی یکسوئی و دلجمعی حاصل ہوتی ہے۔ اور رائے میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور استخارہ کے حسب ذیل آداب و شرائط ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ پہلے یہ کہ استخارہ سے قبل طہارت کرے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ دوسرے یہ کہ دل و دماغ سے ہر طرح کے فاسد خیالات دُور رکھے۔ تیسرے یہ کہ ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ اور دورانِ استخارہ میں گفتگو نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ جس امر کے لئے استخارہ دیکھے، وُہ مباح ہو۔ اور واجبات و محرمات میں استخارہ نہ دیکھے۔ اس لئے کہ واجبات کو بہر صورت بجا لانا ہے اور محرمات سے بہر حال پرہیز کرنا ہے۔ پانچویں یہ کہ بے محل استخارہ نہ دیکھے۔ اس طرح کہ استخارہ منع آنے پر کچھ توقف کے بعد پھر استخارہ کرے اس خیال سے کہ شاید اب بہتر آ جائے اور جب تک بہتر نہ آئے یونہی استخارہ دیکھتا رہے، یا کہیں جانے کے لئے استخارہ کرے اور منع آنے کی صورت میں کسی خاص راستہ کی نیّت کر کے پھر استخارہ کرے یہ سمجھ کر کہ اب نیّت بدل گئی ہے یا بغیر کسی ضرورت کے بات بات پر استخارہ دیکھے۔ یہ سب بازیچۂ اطفال ہے جو عموماً قوائے عقلیہ کے ضعیف اور سوچ بچار کی قوتوں کے معطّل ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے اور بعض لوگ اسے بلا وجہ صرف مظاہرۂ تقدس کے لئے معمول بنا لیتے ہیں۔ جو ریا کی ایک قسم ہے۔ اب ذیل میں استخارہ کے تین طریقے درج کئے جاتے ہیں۔ جو مروی اور معمول بہ ہیں۔

استخارۂ قرآنی:۔ قرآن سے استخارہ دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ سورۃ توحید اور پھر تین مرتبہ درُود پڑھے اور پھر یہ دُعا پڑھے:۔ اللّٰھم انی تفاءلت بکتابك و توکلت علیك فارنی من کتابك ما ھو مکتوب من سرك المکنون فی غیبك۔ اور پھر نیت کے بعد قرآن مجید کو کھولے اور اس کے پہلے صفحہ کی پہلی آیت کو دیکھے اور اس کے مضمون پر نظر کرنے کے بعد فعل یا ترک کا فیصلہ کرے اس طرح، کہ اگر آیت بشارت و نوید پر مشتمل ہو تو اس کام کو کرے اور اگر عذاب و وعید کے سلسلہ میں ہو تو اسے ترک کرے۔

استخارۂ ذات الرقاع:۔ ہارون ابن خارجہ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی کام کا ارادہ کرو تو کاغذ کے پرزوں پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خیرۃ من اللہ العزیز الحکیم لفلان ابن فلانۃ لکھو (فلاں کی جگہ اپنا اور فلانہ کی جگہ اپنی ماں کا نام لکھنا چاہیئے) اور ان میں تین پر افعل اور تین پر لاتفعل تحریر کرو۔ اور ان پرزوں کو ملا کر مصلّے کے نیچے رکھ دو اور دو رکعت نماز استخارہ بجا لاؤ اور بعد ختم نماز سجدہ میں سو مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ خیرۃ فی عافیہ۔ کہو اور سجدہ سے سر اٹھا کر یہ دُعا پڑھو:۔ اللّٰھم خرلی واخترلی فی جمیع اموری فی یسر منك وعافیہ۔ پھر ایک ایک کر کے تین پرزے نکالو۔ اگر تینوں پر اِفْعَلْ تحریر ہو تو اس کام کو کرو اور اگر تینوں پر لَا تَفْعَلْ تحریر ہو تو اس کام کو نہ کرو۔ اور اگر مختلف ہوں تو دو پرزے اور نکالو۔

اب اگر افعل تین ۳ ہوں تو اس کام کو کرو اور لا تفعل تین ۳ ہوں تو اس کام کو نہ کرو۔

استخارۂ تسبیح:۔ یہ استخارہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ سورۃ توحید اور پندرہ مرتبہ درود پڑھو اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھو:۔ اللّٰھم انی اسئلك بحق الحسینؑ وجدہ وابیہ وامہ واخیہ والائمۃ من ذریتہ ان تصلی علیٰ محمدؐ واٰلِ محمدؐ وان تجعل لی الخیرۃ فی ھذہ السبحۃ وان تریینی ماھو الاصلح لی فی الدین والدنیا وعاجل امری واٰجلہ فعل ما انا عازم علیہ فمرنی والا فانھنی انك علیٰ کل شیئ قدیر۔ پھر نیت کرو اور مٹھی بھر تسبیح کے دانے ہاتھ میں لو اور پہلے دانہ پر سبحان اللہ اور دوسرے پر الحمد للہ اور تیسرے پر لا الٰہ الا اللہ پڑھتے جاؤ۔ اور آخر دانہ پر سبحان اللہ ہو تو یہ استخارہ درمیانہ ہے چاہے اس کام کو کرو یا اسے ترک کرو۔ اور اگر الحمد للہ آئے تو استخارہ بہتر ہے اس کام کو کرو۔ اور اگر "لا الٰہ الا اللہ" آئے تو استخارہ بہتر نہیں ہے۔ اس کام کو ترک کرو۔ وھو العلیم بعواقب امورنا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا إِذَا ابْتَلَىٰ أَوْ رَأَىٰ مُبْتَلًى بِفَضِيحَةٍ بِذَنْبٍ

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سِتْرِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ وَ مُعَافَاتِكَ بَعْدَ خُبْرِكَ فَكُلُّنَا قَدِ اقْتَرَفَ الْعَائِبَةَ فَلَمْ تَشْهَرْهُ وَ ارْتَكَبَ الْفَاحِشَةَ فَلَمْ تَفْضَحْهُ وَ تَسَتَّرَ بِالْمَسَاوِي فَلَمْ تَدْلُلْ عَلَيْهِ كَمْ نَهْيٍ لَكَ قَدْ اَتَيْنَاهُ وَ اَمْرٍ قَدْ وَقَفْتَنَا عَلَيْهِ فَتَعَدَّيْنَاهُ وَ سَيِّئَةٍ اكْتَسَبْنَاهَا وَ خَطِيئَةٍ ارْتَكَبْنَاهَا كُنْتَ الْمُطَّلِعَ عَلَيْهَا دُوْنَ النَّاظِرِيْنَ وَ الْقَادِرَ عَلٰى اِعْلَانِهَا فَوْقَ الْقَادِرِيْنَ

جب خود مبتلا ہوتے یا کسی کو گناہوں کی رسوائی میں مبتلا دیکھتے تو یہ دُعا پڑھتے:۔

اے معبود! تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے اس بات پر کہ تُو نے (گناہوں کے) جاننے کے بعد پردہ پوشی کی اور (حالات پر) اطلاع کے بعد عافیت و سلامتی بخشی۔ یوں تو ہم میں سے ہر ایک ہی عیوب و نقائص کے درپے ہوا مگر تُو نے اسے مشتہر نہ کیا اور افعالِ بد کا مرتکب ہُوا مگر تُو نے اُس کو رسوا نہ ہونے دیا اور پردۂ خفا میں برائیوں سے آلودہ رہا۔ مگر تُو نے اس کی نشاندہی نہ کی، کتنے ہی تیرے منہیات تھے جن کے ہم مرتکب ہُوئے اور کتنے ہی تیرے احکام تھے جن پر تُو نے کاربند رہنے کا حکم دیا تھا۔ مگر ہم نے ان سے تجاوز کیا اور کتنی ہی برائیاں تھیں جو ہم سے سرزد ہوئیں۔ اور کتنی ہی خطائیں تھیں جن کا ہم نے ارتکاب

كَانَتْ عَافِيَتُكَ لَنَا حِجَاباً دُونَ أَبْصَارِهِمْ وَ رَدْماً دُونَ أَسْمَاعِهِمْ فَاجْعَلْ مَا سَتَرْتَ مِنَ الْعَوْرَةِ وَ أَخْفَيْتَ مِنَ الدَّخِيلَةِ وَاعِظاً لَنَا وَ زَاجِراً عَنْ سُوْءِ الْخُلُقِ وَ اقْتِرَافِ الْخَطِيئَةِ وَ سَعْياً إِلَى التَّوْبَةِ الْمَاحِيَةِ وَ الطَّرِيقِ الْمَحْمُودَةِ وَ قَرِّبِ الْوَقْتَ فِيهِ وَ لَا تَسُمْنَا الْغَفْلَةَ عَنْكَ إِنَّا إِلَيْكَ رَاغِبُونَ وَ مِنَ الذُّنُوبِ تَائِبُونَ وَ صَلِّ عَلَى خِيَرَتِكَ اللّٰهُمَّ مِنْ خَلْقِكَ مُحَمَّدٍ وَ عِتْرَتِهِ الصِّفْوَةِ مِنْ بَرِيَّتِكَ الطَّاهِرِينَ وَ اجْعَلْنَا لَهُمْ سَامِعِينَ وَ مُطِيعِينَ كَمَا أَمَرْتَ ۔

٭ ٭ ٭

کیا درآنحالیکہ دوسرے دیکھنے والوں کے بجائے تو اُن پر آگاہ تھا اور دوسرے (گناہوں کی تشہیر پر) قدرت رکھنے والوں سے تو زیادہ اُن کے افشا پر قادر تھا۔ مگر اس کے باوجود ہمارے بارے میں تیری حفاظت و نگہداشت ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ اور اُن کے کانوں کے بالمقابل دیوار بن گئی تو پھر اس پردہ داری و عیب پوشی کو ہمارے لئے ایک نصیحت کرنے والا اور بدخوئی و ارتکابِ گناہ سے روکنے والا اور (گناہوں کو) مٹانے والی راہِ توبہ اور طریقِ پسندیدہ پر گامزنی کا وسیلہ قرار دے اور اس راہ پیمائی کے لمحے (ہم سے) قریب کر۔ اور ہمارے لئے ایسے اسباب مہیا نہ کر جو تجھ سے ہمیں غافل کر دیں۔ اس لئے کہ ہم تیری طرف رجوع ہونے والے اور گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں۔ بارِ الٰہا! محمدؐ پر جو مخلوقات میں تیرے برگزیدہ اور اُن کی پاکیزہ عترت پر جو کائنات میں تیری منتخب کردہ ہے رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنے فرمان کے مطابق اُن کی بات پر کان دھرنے والا اور ان کے احکام کی تعمیل کرنے والا قرار دے۔

یہ دُعا خداوندِ عالم کی صفتِ پردہ پوشی کے سلسلہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستاریت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بندوں کے عیوب پر پردہ ڈالتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے بندے ہم چشموں کی نگاہوں میں سبک ہوں اور اپنے چھپے ہوئے عیبوں کی وجہ سے ذلیل ہوں۔ اس لئے وُہ معائب پر پردہ ڈالتا ہے اور کسی کا عیب آشکارا نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ جب چاہے گنہگاروں کے راز ہائے درونِ پردہ کو بے نقاب کر کے انہیں رسوا و ذلیل کر سکتا ہے۔ اور ان کی بداعمالیوں کا تقاضا بھی یہ ہوتا ہے کہ انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار کیا جائے مگر اس کی شانِ ستاریت آڑے آجاتی ہے اور انہیں رسوائیوں سے بچا لے جاتی ہے۔ اگر اُن کی طرف سے پردہ پوشی نہ ہوتی تو پھر کون ایسا ہے جو اپنی کارستانیوں کی بدولت رُسوا و ذلیل نہ ہوتا۔

گر پردہ ز روئے کارِ ما بردارند　　　آن کیست کہ رسوائے دو عالم نشود

چنانچہ جو شخص بھی اپنی باطنی حالت کا جائزہ لے گا۔ وہ اس امر کے اعتراف پر مجبور ہو گا کہ اُس کے وہ عیوب جو افشا ہوئے ہیں عموماً ایسے ہی تھے کہ جن کے چھپانے کی اس نے کبھی فکر کی ہی نہ تھی۔ مگر اس کے باوجود اس کے ڈھکے چھپے ہوئے گناہ ان گناہوں سے کہیں زیادہ ہوں گے جو ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ اس کی صفت پردہ پوشی ہی کا تو کرشمہ ہے۔ کہ باوجود افشائے عیوب و معاصی کے اسباب مہیا کرنے کے وہ پردہ چاک نہیں کرتا اور دوسروں کو اس کے معائب پر مطلع نہیں ہونے دیتا۔ اسی پردہ پوشی کی بنا پر اُس نے زنا کے ثبوت کے لئے چار عینی گواہوں کی کڑی شرط لگا دی تا کہ گناہگار کے گناہ پر پردہ پڑا رہے۔ اور دوسروں کے عیوب اچھالنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم	جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کی برائیاں نشر ہوں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

خداوند عالم کی یہ پردہ پوشی صرف دنیا ہی میں نہیں ہے بلکہ آخرت میں بھی وہ پردہ داری سے کام لے گا۔ چنانچہ وارد ہُوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقف حساب میں عرض کریں گے کہ اے معبود! میری اُمّت کا حساب و کتاب انبیا اور دوسری اُمتوں کے سامنے نہ لیا جائے۔ تا کہ میری امت کے گناہوں اور لغزشوں پر کوئی مطلع نہ ہو۔ لہٰذا میری امت کا محاسبہ صرف میرے سامنے ہو۔ اس موقع پر قدرت کی طرف سے ارشاد ہو گا۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنے بندوں پر تم سے زیادہ رحیم اور مہربان ہوں۔ جب تمہیں یہ گوارا نہیں کہ تمہاری اُمت کے گناہ و معائب کسی اور پر ظاہر ہوں تو میں بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ میں اپنے بندوں کو تمہارے سامنے نادم و رسوا کروں۔ لہٰذا میں جانوں اور ان کا حساب و کتاب۔

بہرحال اس دنیا میں پردہ پوشی کا نفسیاتی طور پر یہ اثر ہوتا ہے کہ بندہ اس کی مرحمت و عیب پوشی کو دیکھتے ہوئے خود اپنے مقام پر شرمندہ ہوتا ہے اور یہ شرمندگی اُسے جھنجھوڑتی اور توبہ کی راہ دکھاتی ہے اور وُہ جذبہ ممنونیت سے متاثر ہو کر گناہوں سے دستبردار ہونے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ اور جس کا پردہ خود اپنے ہاتھوں چاک ہو جاتا ہے اور زبانوں پر اُس کے معائب کا چرچا ہونے لگتا ہے تو دوسرے لوگ اگرچہ ویسے ہی گناہوں کے مرتکب ہوتے ہوں یا ہوتے رہے ہوں اس پر زبانِ طعن کھولتے اور اُسے موردِ الزام ٹھہراتے ہیں جس کے نتیجہ میں اُس کے دل میں نفرت بھر جاتی ہے اور یہ جوشِ نفرت ضد اور ہٹ دھرمی کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور وُہ مزید رسوائی کی پرواہ کئے بغیر گناہوں میں جری و بے باک ہو جاتا ہے اور جو شرم کی ہلکی سی نقاب اس کے چہرے پر ہوتی ہے اُتر جاتی ہے اور علانیہ گناہوں کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرِّضَا إِذَا نَظَرَ إِلَى أَصْحَابِ الدُّنْيَا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رِضًى بِحُكْمِ اللّٰهِ
شَهِدْتُ أَنَّ اللّٰهَ قَسَمَ مَعَايِشَ
عِبَادِهِ بِالْعَدْلِ وَ أَخَذَ عَلَى
جَمِيعِ خَلْقِهِ بِالْفَضْلِ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَلَا
تَفْتِنِّي بِمَا أَعْطَيْتَهُمْ وَلَا
تَفْتِنْهُمْ بِمَا مَنَعْتَنِي فَأَحْسُدَ
خَلْقَكَ وَ أَغْمَطَ حُكْمَكَ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَ
طَيِّبْ بِقَضَائِكَ نَفْسِي وَ
وَسِّعْ بِمَوَاقِعِ حُكْمِكَ صَدْرِي
وَهَبْ لِيَ الثِّقَةَ لِأُقِرَّ مَعَهَا
بِأَنَّ قَضَاءَكَ لَمْ يَجْرِ إِلَّا
بِالْخِيَرَةِ وَاجْعَلْ شُكْرِي لَكَ
عَلَى مَا زَوَيْتَ عَنِّي أَوْفَرَ مِنْ
شُكْرِي إِيَّاكَ عَلَى مَا خَوَّلْتَنِي
وَاعْصِمْنِي مِنْ أَنْ أَظُنَّ
بِذِي عَدَمٍ خَسَاسَةً أَوْ
أَظُنَّ بِصَاحِبِ ثَرْوَةٍ فَضْلًا
فَإِنَّ الشَّرِيفَ مَنْ شَرَّفَتْهُ
طَاعَتُكَ وَالْعَزِيزَ مَنْ
أَعَزَّتْهُ عِبَادَتُكَ فَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَ مَتِّعْنَا
بِثَرْوَةٍ لَا تَنْفَدُ وَ أَيِّدْنَا

جب اہلِ دنیا کو دیکھتے تو راضی برضا رہنے کے لئے یہ دُعا پڑھتے :۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر رضا و خوشنودی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے لئے حمد و ستائش ہے۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے اپنے بندوں کی روزیاں آئینِ عدل کے مطابق تقسیم کی ہیں۔ اور تمام مخلوقات سے فضل و احسان کا رویہ اختیار کیا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان چیزوں سے جو دوسروں کی دی ہیں آشفتہ و پریشان نہ ہونے دے کہ میں تیری مخلوق پر حسد کروں۔ اور تیرے فیصلہ کو حقیر سمجھوں۔ اور جن چیزوں سے مجھے محروم رکھا ہے انہیں دوسروں کے لئے فتنہ و آزمائش نہ بنا دے (کہ وہ از روئے غرور مجھے بہ نظرِ حقارت دیکھیں) اے اللہ! محمد اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنے فیصلۂ قضاء و قدر پر شادماں رکھ اور اپنے مقدرات کی پذیرائی کے لئے میرے سینہ میں وسعت پیدا کر دے اور میرے اندر وُہ روحِ اعتماد پھونک دے کہ میں یہ اقرار کروں کہ تیرا فیصلۂ قضا و قدر خیر و بہبودی کے ساتھ نافذ ہوا ہے اور ان نعمتوں پر ادائے شکر کی بہ نسبت جو مجھے عطا کی ہیں ان چیزوں پر میرے شکریہ کو کامل و فزوں تر قرار دے جو مجھ سے روک لی ہیں اور مجھے اس سے محفوظ رکھ کہ میں کسی نادار کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھوں یا کسی صاحبِ ثروت کے بارے میں (اس کی ثروت کی بنا پر) فضیلت و برتری کا گمان کروں۔ اس لئے کہ صاحبِ شرف و فضیلت وُہ ہے جسے تیری اطاعت نے شرف بخشا ہو اور صاحبِ عزت وُہ ہے جسے تیری عبادت نے

بِعِزٍّ لَا يُفْقَدُ وَ اَسْرِحْنَا فِيْ مُلْكِ الْاَبَدِ اِنَّكَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ تَلِدْ وَ لَمْ تُوْلَدْ وَ لَمْ تَكُنْ لَكَ كُفُوًا اَحَدٌ۔

عزت و سر بلندی دی ہو۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ایسی ثروت و دولت سے بہرہ اندوز کر جو ختم ہونے والی نہیں اور ایسی عزت و بزرگی سے ہماری تائید فرما جو زائل ہونے والی نہیں اور ہمیں مُلکِ جاوداں کی طرف رواں دواں کر۔ بیشک تُو یکتا و یگانہ اور ایسا بے نیاز ہے کہ نہ تیری کوئی اولاد ہے اور نہ تُو کسی کی اولاد ہے اور نہ تیرا کوئی مثل و ہمسر ہے۔

٭ ٭ ٭

یہ دُعا طلبِ تسلیم و رضا کے سلسلہ میں ہے۔ تسلیم و رضا یقین کے بلند ترین درجہ کا نام ہے جہاں ایقان کی پختگی میں لچک اور اعتقاد کی مضبوطی میں کمزوری کا رونما ہونا تو درکنار مقصد و منشائے الٰہی کے خلاف ذہن کسی تصور کو قبول کرنے کے لئے بھی آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ جذبۂ رضا عشق و محبتِ الٰہی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ محبت ہی کا تقاضا ہے۔ کہ محبوب کی طرف سے راحت پہنچے یا گزند، کوئی چیز بارِ خاطر نہ ہو اور تلخ سے تلخ حالات میں بھی چہرے پر کڑواہٹ نہ کھلے۔ چنانچہ جب دل میں عشقِ الٰہی کی شرر افشانی ہوتی ہے۔ تو پھر رنج و راحت، عزت و ذلت، اقبال و ادبار، خوش حالی و تنگدستی، مرض و صحت اور موت و حیات میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اور انسان مرض میں اتنی ہی کشش محسوس کرتا ہے جتنی صحت و تندرستی میں۔ اور اذیت و کلفت سے اتنی ہی لذت حاصل کرتا ہے۔ جتنی آرام و راحت سے۔ اس کے لئے کانٹوں کی چبھن، پھولوں کی سیج اور کرب و مصیبت کی جان کاہی عیش و راحت کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ وہ نیش کو نوش اور زہر کو شہد و شکر سمجھ کر اس طرح پی جاتا ہے کہ اُسے بدمزگی و تلخ کلامی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جب انسان مقدراتِ الٰہیہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔ تو اس جذبۂ رضا کے نتیجہ میں دو طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں۔ ایک یہ کہ درد و کلفت کا احساس تو ہوتا ہے مگر اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے۔ نہ صرف برداشت کرتا ہے بلکہ اس میں اطمینان و راحت محسوس کرتا ہے جیسے وہ مریض جو فصد کے موقع پر تکلیف تو محسوس کرتا ہے مگر اس تکلیف کو تکلیف تصور نہیں کرتا۔ بلکہ حصولِ صحت کے پیشِ نظر اس تکلیف کو بھی ایک گونہ راحت سمجھتا ہے۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ سرے سے کرب و اذیت کا احساس ہی باقی نہ رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس پر بعض افراد کو حیرت و استعجاب ہو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ لگے اور جسم و جان نہ پھنکے۔ اور درد و کرب کی ایذا رسانی ہو اور اذیت کا احساس نہ ہو۔ مگر مشاہدہ اور واقعات اس کے شاہد ہیں کہ انسان پر ایسے کیفیات طاری ہوتے رہتے ہیں جو درد و تکلیف کا احساس ختم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں یا شدید خوف و ہراس کی صورت میں

کوئی چوٹ لگ جائے تو جب تک غصہ فرو اور خوف کم نہیں ہوتا اس وقت تک چوٹ کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ اس طرح معرکۂ کارزار میں بہت سے زخمی سپاہیوں کو زخم کی اذیت کا احساس اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ حرب و پیکار میں منہمک رہتے ہیں اور جب اُدھر سے توجہ ہٹتی ہے تو طبیعت کا رُخ اپنی طرف پلٹتا ہے اور تکلیف کا احساس اُبھر آتا ہے۔ یہ وہ صورتیں ہیں جن میں محبت و شیفتگی کے جذبات کارفرما نہیں ہوتے۔ مگر پھر بھی انسانی احساسات مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور اگر محبت و وارفتگی کی صورت ہو تو درد و الم کا احساس کیسا۔ درد کی لذت انگیزی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور آگ کے شعلوں میں تڑپنے کے باوجود آتشِ کدۂ عشق میں جلنے کا ذوق کم نہیں ہوتا ؂

تنم بسوخت، دلم سوخت، استخوانم سوخت   تمام سوختم و ذوقِ سوختن باقی است

چنانچہ عشق و محبت کے واردات میں سے یہ ایک معمولی واقعہ ہے کہ ایک دلِ باختۂ محبت اپنے محبوب کے سامنے ایک برتن میں دوا کو جوش دے رہا تھا اور نظارۂ جمال میں اس حد تک محو تھا کہ برتن میں چمچہ کے بجائے اس کا ہاتھ حرکت کرتا رہا مگر اُسے احساس تک نہ ہُوا۔ اور جب اُسے متوجہ کیا گیا تو ہاتھ سے گوشت و پوست الگ ہو چکا تھا یونہی زنانِ مصر کی دل باختگی کا عالم کہ جو چھُریاں پھلوں کے کاٹنے کے لئے انہیں دی جاتی ہیں وُہ اُن کے ہاتھوں پر چل جاتی ہیں مگر نہ تو انہیں ہاتھوں کے کٹنے کا علم ہوتا ہے اور نہ اذیت ہی کا احساس ہوتا ہے۔ تو اگر عشقِ مجازی و جمالِ بشری اس طرح حواس کو مغلوب کر دے سکتا ہے تو جمالِ ابدی و حسنِ سرمدی کے تاثرات کس حد تک خود فراموشی کی کیفیت طاری کر سکتے ہیں اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ محبتِ الٰہی ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ خلیل نارِ نمرودؑ میں بے دھڑک پھاند پڑتے ہیں۔ اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے پیروں سے حالتِ نماز میں تیر نکال لیا جاتا ہے۔ تو جمالِ ازلی کا استغراق اذیت کے احساس سے مانع ہو جاتا ہے۔ اور بعض شہداء راہِ خدا کے متعلق وارد ہُوا ہے کہ انہیں میدانِ جنگ میں تیر و تلوار اور تیغ و تبر کی بھرپور چوٹوں کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔

بہر حال جب انسان محبتِ الٰہی کے نتیجہ میں راضی برضا رہنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو جس حالت میں ہوتا ہے اسی حالت میں خوش رہتا ہے۔ نہ اُسے اپنی شکستگی و بدحالی کا شکوہ ہوتا ہے اور نہ زندگی کی تلخ کامی کا گلہ۔ نہ دوسروں کا جاہ و اقبال اُسے متاثر کرتا ہے اور نہ دوسروں کی دولت و ثروت کو دیکھ کر اس میں حرص و طمع کا جذبہ اُبھرتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ رنج و کلفت ہو یا آرام و راحت، عسرت و تنگی ہو یا ثروت و خوشحالی، سب میں حکمت و مصلحت کارفرما ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حدودِ عدل و انصاف سے باہر نہیں ہوتا۔

سرِ قبول بباید نہاد و گردنِ طوع
کہ آنچہ حاکمِ عادل کند ہمہ داد است

وَ كَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نَظَرَ إِلَى السَّحَابِ وَ الْبَرْقِ وَ سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ:۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَيْنِ اٰيَتَانِ مِنْ
اٰيَاتِكَ وَ هٰذَيْنِ عَوْنَانِ مِنْ
أَعْوَانِكَ يَبْتَدِرَانِ طَاعَتَكَ
بِرَحْمَةٍ نَافِعَةٍ أَوْ نَقِمَةٍ ضَارَّةٍ
فَلَا تُمْطِرْنَا بِهِمَا مَطَرَ السَّوْءِ
وَ لَا تُلْبِسْنَا بِهِمَا لِبَاسَ الْبَلَاءِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ
وَ أَنْزِلْ عَلَيْنَا نَفْعَ هٰذِهِ
السَّحَائِبِ وَ بَرَكَتَهَا وَ اصْرِفْ
عَنَّا أَذَاهَا وَ مَضَرَّتَهَا وَ لَا
تُصِبْنَا فِيهَا بِاٰفَةٍ وَ لَا تُرْسِلْ
عَلٰى مَعَايِشِنَا عَاهَةً اَللّٰهُمَّ وَ
إِنْ كُنْتَ بَعَثْتَهَا نَقِمَةً وَ أَرْسَلْتَهَا
سَخْطَةً فَإِنَّا نَسْتَجِيرُكَ مِنْ
غَضَبِكَ وَ نَبْتَهِلُ إِلَيْكَ فِي سُؤَالِ
عَفْوِكَ فَمِلْ بِالْغَضَبِ إِلَى الْمُشْرِكِينَ
وَ أَدِرْ رَحٰى نَقِمَتِكَ عَلَى الْمُلْحِدِينَ
اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ مَحْلَ بِلَادِنَا بِسُقْيَاكَ
وَ أَخْرِجْ وَحَرَ صُدُورِنَا بِرِزْقِكَ
وَ لَا تَشْغَلْنَا عَنْكَ بِغَيْرِكَ وَ لَا
تَقْطَعْ عَنْ كَافَّتِنَا مَادَّةَ بِرِّكَ فَإِنَّ
الْغَنِيَّ مَنْ أَغْنَيْتَ وَ إِنَّ السَّالِمَ
مَنْ وَقَيْتَ مَا عِنْدَ أَحَدٍ دُونَكَ

جب بادل اور بجلی کو دیکھتے اور رعد کی آواز سنتے تو یہ دُعا پڑھتے:۔

بارِالٰہا! یہ (ابر و برق) تیری نشانیوں میں سے دو
نشانیاں اور تیرے خدمت گزاروں میں سے دو خدمت گزار
ہیں جو نفع رساں رحمت یا ضرر رساں عقوبت کے ساتھ
تیرے حکم کی بجا آوری کے لئے رواں دواں ہیں۔ تو اب
ان کے ذریعہ ایسی بارش نہ برسا جو ضرر و زیاں کا باعث
ہو اور نہ ان کی وجہ سے ہمیں بلا و مصیبت کا لباس
پہنا۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما
اور ان بادلوں کی منفعت و برکت ہم پر نازل کر اور ان
کے ضرر و آزار کا رُخ ہم سے موڑ دے اور ان سے ہمیں
کوئی گزند نہ پہنچانا اور نہ ہمارے سامانِ معیشت پر تباہی
وارد کرنا۔ بارِ الٰہا! اگر ان گھٹاؤں کو تو نے بطورِ عذاب
بھیجا ہے اور بصورتِ غضب روانہ کیا ہے تو پھر ہم تیرے
غضب سے تیرے ہی دامن میں پناہ کے خواستگار ہیں۔
اور عفو و درگذر کے لئے تیرے سامنے گڑگڑا کر سوال
کرتے ہیں۔ تو مشرکوں کی جانب اپنے غضب کا رُخ موڑ
دے۔ اور کافروں پر آسیائے عذاب کو گردش دے۔ اے
اللہ! ہمارے شہروں کی خشک سالی کو سیرابی کے ذریعہ
دُور کر دے اور ہمارے دل کے وسوسوں کو رزق کے وسیلہ
سے برطرف کر دے اور اپنی بارگاہ سے ہمارا رُخ موڑ
کر ہمیں دوسروں کی طرف متوجہ نہ فرما اور ہم سب سے
اپنے احسانات کا سرچشمہ قطع نہ کر۔ کیونکہ بے نیاز
وہی ہے جسے تو بے نیاز کرے اور سالم و محفوظ وہی
ہے جس کی تو نگہداشت کرے۔ اس لئے کہ تیرے

دِفَاعٌ وَلَا بِاَحَدٍ عَنْ سَطْوَتِكَ
امْتِنَاعٌ تَحْكُمُ بِمَا شِئْتَ عَلٰى
مَنْ شِئْتَ وَتَقْضِيْ بِمَا اَرَدْتَ
فِيْمَنْ اَرَدْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا
وَقَيْتَنَا مِنَ الْبَلَاۤءِ وَلَكَ الشُّكْرُ
عَلٰى مَا خَوَّلْتَنَا مِنَ النَّعْمَاۤءِ
حَمْدًا يُخَلِّفُ حَمْدَ الْحَامِدِيْنَ
وَرَاۤئَهٗ حَمْدًا يَمْلَأُ اَرْضَهٗ وَ
سَمَاۤئَهٗ اِنَّكَ الْمَنَّانُ بِجَسِيْمِ
الْمِنَنِ الْوَهَّابُ لِعَظِيْمِ النِّعَمِ
الْقَابِلُ يَسِيْرَ الْحَمْدِ الشَّاكِرُ قَلِيْلَ
الشُّكْرِ الْمُحْسِنُ الْمُجْمِلُ ذُو
الطَّوْلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ۔

علاوہ کسی کے پاس (مصیبتوں کا) دفعیہ اور کسی کے ہاں
تیری سطوت و ہیبت سے بچاؤ کا سامان نہیں ہے۔
تو جس کی نسبت جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جس
کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے وہ صادر کر دیتا ہے۔
تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں کہ تُو نے ہمیں مصیبتوں
سے محفوظ رکھا اور تیرے ہی لئے شکر ہے کہ تُو نے
ہمیں نعمتیں عطا کیں۔ ایسی حمد جو تمام حمد گزاروں کی حمد
کو پیچھے چھوڑ دے۔ ایسی حمد جو خدا کے آسمان و زمین
کی فضاؤں کو چھلکا دے۔ اس لئے کہ تو بڑی سے بڑی
نعمتوں کا عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑے انعامات
کا بخشنے والا ہے۔ مختصر سی حمد کو بھی قبول کرنے والا اور
تھوڑے سے شکریے کی بھی قدر کرنے والا ہے اور احسان
کرنے والا اور بہت نیکی کرنے والا اور صاحب کرم و
بخشش ہے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اور
تیری ہی طرف (ہماری) بازگشت ہے۔

❖ ❖ ❖

جب سورج کی تیز شعاعیں سمندروں اور جھیلوں کی سطح سے بخارات اٹھاتی ہیں تو وہ بخارات جو ننھی ننھی بوندوں کا
مجموعہ ہوتے ہیں بادلوں کی دلفریب صورت میں فضا میں لہرانے اور ہواؤں میں اڑنے لگتے ہیں۔ اور جب ہوا کے جھونکے انہیں حرکت
میں لاتے ہیں تو ان کی تہوں میں پانی کا جمع شدہ ذخیرہ کبھی ہلکی پھوہار اور کبھی دھواں دار بارش کی صورت میں برسنے
لگتا ہے اور ٹیلوں، چٹانوں پر سے گزرتا ندی نالوں کو چھلکاتا، زمین کے ذرہ ذرہ کو سیراب کر دیتا ہے جس سے زمین کی سطح
پر ہریالی اور کاشتکار کے چہرے پر سُرخی دوڑ جاتی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:۔

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا
فیبسطہ فی السماء کیف یشاء و
یجعلہ کسفا فتری الودق یخرج
من خللہ فاذا اصاب بہ من
یشاء من عبادہ اذا ھم
یستبشرون ٥

خدا ہی وُہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وُہ بادلوں کو حرکت
میں لاتی ہیں۔ پھر وُہ جس طرح چاہتا ہے انہیں فضا میں پھیلا
دیتا ہے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے
ہو کہ ان بادلوں کے اندر سے بوندیں نکل پڑتی ہیں، پھر
خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے انہیں برسا دیتا
ہے تو وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں۔"

جب ان بادلوں میں ننھی ننھی بوندیں ہوا سے ٹکراتی یا آپس میں رگڑ کھاتی ہیں تو اس ٹکراؤ سے ان میں برقی قوت پیدا ہوتی ہے جو بعض بادلوں میں مثبت ہوتی ہے اور بعض میں منفی۔ اس طرح کہ جس طرف سے بجلی آتی ہے اُسے مثبت کا نام دے دیا گیا ہے اور جدھر جاتی ہے اُسے منفی کہہ لیتے ہیں۔ جب یہ مثبت اور منفی والے بادل ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں تو یہ دونوں متضاد قسمیں آپس میں ٹکراتی ہیں، جس سے روشنی کا ایک شرارہ پیدا ہوتا ہے جو اپنی تیزی اور چمک کی وجہ سے آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتا ہے۔ اس شرارہ کا نام برق ہے۔ یہ برق ہر وقت درخشاں رہتی ہے۔ اور ایک سیکنڈ میں کم و بیش سو مرتبہ چمکتی ہے۔ اور اس کے ہر شرارہ میں دس کروڑ وولٹ سے لے کر بیس لاکھ تک بجلی ہوتی ہے۔ اس شرارہ سے اس قدر گرمی پیدا ہوتی ہے کہ آس پاس کی ہوا گرم ہو جاتی ہے اور اس گرمی کی وجہ سے اس کا پھیلاؤ بڑھ جاتا ہے اور اس کی جگہ پر چاروں طرف سے ٹھنڈی ہوائیں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتی ہیں۔ جس سے کڑک کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس کڑک کا نام رعد ہے۔ یہ کڑک بجلی کے چمکنے کے چند دقیقہ بعد سنائی دیتی ہے۔ اس لئے کہ آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے بہت سست ہوتی ہے۔ چنانچہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو چوراسی میل فی سیکنڈ ہے اور آواز کی رفتار تین سو ستر گز فی سیکنڈ ہے۔ اس لحاظ سے اگر میل کے فاصلہ سے روشنی اور آواز ایک ساتھ چلیں تو آواز پانچ سیکنڈ بعد میں پہنچے گی۔ کبھی کبھی یہ بجلی زمین پر گر بھی پڑتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب برقی قوت والا بادل ٹھنڈک پا کر زمین کے قریب آ جاتا ہے تو اس سے اونچی اور بلند سطح عمارتیں اونچے اونچے درخت اور کھلے میدان اور ان میں چلنے پھرنے والے انسان اور چوپائے برقائے جاتے ہیں۔ اور جب اُن کی جمع شدہ برقی قوت بادلوں کی مخالف برقی قوت سے ٹکراتی ہے تو دھماکے کے ساتھ روشنی اور گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اسے عرفِ عام میں بجلی کا گرنا کہتے ہیں۔ اس سے ہر وہ چیز متاثر ہوتی ہے جو اس کی زد میں آ جاتی ہے۔ نہ اس سے سربلند عمارتیں محفوظ رہ سکتی ہیں اور نہ کوئی جاندار زندہ و سلامت رہ سکتا ہے۔ مگر جہاں یہ ہلاکت و تباہی کا سر و سامان لئے ہوئے ہے وہاں بیش بہا فوائد کی بھی حامل ہے۔ چنانچہ اس بجلی سے ایک سال کے عرصہ میں دس کروڑ ٹن نائیٹروجن گیس پیدا ہوتی ہے جو بارش کے ساتھ زمین پر اُترتی ہے اور زمین کی قوتِ نشو و نما کو بڑھاتی اور کھاد کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم نے اس کے دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ "ومن اٰیاتہٖ یریکم البرق خوفا وطمعا" اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہیں بجلی کا منظر دکھایا جس کا ایک رُخ خوف ناک اور اُمید افزا ہے۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ إِذَا اعْتَرَفَ بِالتَّقْصِيرِ عَنْ تَأْدِيَةِ الشُّكْرِ:۔

جب ادائے شکر میں کوتاہی کا اعتراف کرتے تو یہ دعا پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّ أَحَدًا لَا يَبْلُغُ مِنْ شُكْرِكَ

بارِ الٰہا! کوئی شخص تیرے شکر کی کسی منزل تک نہیں

غَايَةً إِلَّا حَصَلَ عَلَيْهِ مِنْ إِحْسَانِكَ
مَا يُلْزِمُهُ شُكْراً وَلَا يَبْلُغُ مَبْلَغاً
مِنْ طَاعَتِكَ وَإِنِ اجْتَهَدَ إِلَّا
كَانَ مُقَصِّراً دُونَ اسْتِحْقَاقِكَ
بِفَضْلِكَ فَأَشْكَرُ عِبَادِكَ عَاجِزٌ
عَنْ شُكْرِكَ وَأَعْبَدُهُمْ مُقَصِّرٌ
عَنْ طَاعَتِكَ لَا يَجِبُ لِأَحَدٍ أَنْ
تَغْفِرَ لَهُ بِاسْتِحْقَاقِهِ وَلَا أَنْ
تَرْضَى عَنْهُ بِاسْتِيجَابِهِ فَمَنْ
غَفَرْتَ لَهُ فَبِطَوْلِكَ وَمَنْ رَضِيتَ
عَنْهُ فَبِفَضْلِكَ تَشْكُرُ يَسِيرَ مَا
شَكَرْتَهُ وَتُثِيبُ عَلَى قَلِيلِ مَا
تُطَاعُ فِيهِ حَتَّى كَأَنَّ شُكْرَ
عِبَادِكَ الَّذِي أَوْجَبْتَ عَلَيْهِ
ثَوَابَهُمْ وَأَعْظَمْتَ عَنْهُ جَزَاءَهُمْ
أَمْرٌ مَلَكُوا اسْتِطَاعَةَ الِامْتِنَاعِ
مِنْهُ دُونَكَ فَكَافَيْتَهُمْ أَوْ لَمْ يَكُنْ
سَبَبُهُ بِيَدِكَ فَجَازَيْتَهُمْ بَلْ
مَلَكْتَ يَا إِلَهِي أَمْرَهُمْ قَبْلَ
أَنْ يَمْلِكُوا عِبَادَتَكَ وَأَعْدَدْتَ
ثَوَابَهُمْ قَبْلَ أَنْ يُفِيضُوا فِي
طَاعَتِكَ وَذَلِكَ أَنَّ سُنَّتَكَ
الْإِفْضَالُ وَعَادَتَكَ الْإِحْسَانُ
وَسَبِيلَكَ الْعَفْوُ فَكُلُّ الْبَرِيَّةِ
مُعْتَرِفَةٌ بِأَنَّكَ غَيْرُ ظَالِمٍ لِمَنْ
عَاقَبْتَ وَشَاهِدَةٌ بِأَنَّكَ
مُتَفَضِّلٌ عَلَى مَنْ عَافَيْتَ وَ

پہنچا۔ مگر یہ کہ تیرے اتنے احسانات مجتمع ہو جاتے ہیں کہ
وہ اس پر مزید شکریہ لازم و واجب کر دیتے ہیں اور
کوئی شخص تیری اطاعت کے کسی درجہ پر چاہے وہ
کتنی ہی سرگرمی دکھائے، نہیں پہنچ سکتا۔ اور تیرے
اس استحقاق کے مقابلہ میں جو بر بنائے فضل و احسان
ہے، قاصر ہی رہتا ہے۔ جب یہ صورت ہے تو تیرے
سب سے زیادہ شکر گزار بندے بھی ادائے شکر
سے عاجز اور سب سے زیادہ عبادت گزار بھی درماندہ
ثابت ہوں گے، کوئی استحقاق ہی نہیں رکھتا کہ
تو اس کے استحقاق کی بنا پر بخش دے یا اس کے
حق کی وجہ سے اس سے خوش ہو۔ جسے تو نے بخش دیا
تو یہ تیرا انعام ہے، اور جس سے تو راضی ہو گیا تو یہ
تیرا تفضل ہے۔ جس عمل قلیل کو تو قبول فرماتا ہے۔
اس کی جزا فراواں دیتا ہے اور مختصر عبادت پر بھی
ثواب مرحمت فرماتا ہے یہاں تک کہ گویا بندوں کا وہ شکر
بجا لانا جس کے مقابلہ میں تو نے اجر و ثواب کو ضروری قرار
دیا اور جس کے عوض ان کو اجر عظیم عطا کیا، ایک
ایسی بات تھی کہ اس شکر سے دست بردار ہونا ان
کے اختیار میں تھا تو اس لحاظ سے تو نے اجر دیا (کہ
انہوں نے باختیار خود شکر ادا کیا) یا یہ کہ ادائے شکر
کے اسباب تیرے قبضہ قدرت میں نہ تھے (اور انہوں نے
خود اسباب شکر مہیا کئے) جس پر تو نے انہیں جزا
مرحمت فرمائی۔ (ایسا تو نہیں ہے) بلکہ اے میرے
معبود! تو ان کے جملہ امور کا مالک تھا۔ قبل اس کے
کہ وہ تیری عبادت پر قادر و توانا ہوں اور تو نے ان
کے لئے اجر و ثواب کو مہیا کر دیا تھا قبل اس کے کہ
وہ تیری اطاعت میں داخل ہوں اور یہ اس لئے کہ تیرا

كُلٌّ مُقِرٌّ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالتَّقْصِيْرِ
عَمَّا اسْتَوْجَبْتَ فَلَوْلَا اَنَّ الشَّيْطٰنَ
يَخْتَدِعُهُمْ عَنْ طَاعَتِكَ مَا
عَصَاكَ عَاصٍ وَلَوْلَا اَنَّهٗ
صَوَّرَ لَهُمُ الْبَاطِلَ فِيْ مِثَالِ
الْحَقِّ مَا ضَلَّ عَنْ طَرِيْقِكَ
ضَالٌّ فَسُبْحٰنَكَ مَا اَبْيَنَ
كَرَمَكَ فِيْ مُعَامَلَةِ مَنْ اَطَاعَكَ
اَوْ عَصَاكَ تَشْكُرُ لِلْمُطِيْعِ مَا
اَنْتَ تَوَلَّيْتَهٗ لَهٗ وَتُمْلِيْ لِلْعَاصِيْ
فِيْمَا تَمْلِكُ مُعَاجَلَتَهٗ فِيْهِ
اَعْطَيْتَ كُلًّا مِّنْهُمَا مَا لَمْ
يَجِبْ لَهٗ وَتَفَضَّلْتَ عَلٰى كُلٍّ
مِنْهُمَا بِمَا يَقْصُرُ عَمَلُهٗ عَنْهُ
وَلَوْ كَافَاْتَ الْمُطِيْعَ عَلٰى مَا
اَنْتَ تَوَلَّيْتَهٗ لَاَوْشَكَ اَنْ
يَّفْقِدَ ثَوَابَكَ وَاَنْ تَزُوْلَ عَنْهُ
نِعْمَتُكَ وَلٰكِنَّكَ بِكَرَمِكَ
جَازَيْتَهٗ عَلَى الْمُدَّةِ الْقَصِيْرَةِ
الْفَانِيَةِ بِالْمُدَّةِ الطَّوِيْلَةِ
الْخَالِدَةِ وَعَلَى الْغَايَةِ الْقَرِيْبَةِ
الزَّائِلَةِ بِالْغَايَةِ الْمَدِيْدَةِ
الْبَاقِيَةِ ثُمَّ لَمْ تَسُمْهُ الْقِصَاصَ
فِيْمَا اَكَلَ مِنْ رِزْقِكَ الَّذِيْ
يَقْوٰى بِهٖ عَلٰى طَاعَتِكَ وَلَمْ
تَحْمِلْهُ عَلَى الْمُنَاقَشَاتِ فِي
الْاٰلَاتِ الَّتِيْ تَسَبَّبَ بِاسْتِعْمَالِهَا

طریقہ انعام و اکرام تیری عادت، تفضل و احسان اور تیری
روش عفو و درگذر ہے۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی معترف
ہے کہ تو جس پر عذاب کرے اس پر کوئی ظلم نہیں کرتا
اور گواہ ہے اس بات کی کہ جس کو تو معاف کر دے اس
پر تفضل و احسان کرتا ہے۔ اور ہر شخص اقرار کرے گا،
اپنے نفس کی کوتاہی کا اس (اطاعت) کے بجا لانے
میں جس کا تو مستحق ہے۔ اگر شیطان انہیں تیری عبادت
سے نہ بہکاتا تو پھر کوئی شخص تیری نافرمانی نہ کرتا۔ اور
اگر باطل کو حق کے لباس میں اُن کے سامنے پیش نہ
کرتا تو تیرے راستہ سے کوئی گمراہ نہ ہوتا۔ پاک ہے
تیری ذات، تیرا لطف و کرم، فرمانبردار ہو یا گنہگار
ہر ایک کے معاملہ میں کس قدر آشکارا ہے۔ یوں کہ
اطاعت گزار کو اس عمل خیر پر جس کے اسباب تُو
نے خود فراہم کئے ہیں جزا دیتا ہے، اور گنہگار کو فوری
سزا دینے کا اختیار رکھتے ہوئے پھر مہلت دیتا ہے۔
تو نے فرمانبردار و نافرمان دونوں کو وہ چیزیں دی ہیں
جن کا انہیں استحقاق نہ تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک
پر تو نے وہ فضل و احسان کیا ہے جس کے مقابلہ میں
ان کا عمل بہت کم تھا۔ اور اگر تو اطاعت گزار کو
صرف ان اعمال پر جن کا سر و سامان تو نے مہیا کیا ہے
جزا دیتا تو قریب تھا کہ وہ ثواب کو اپنے ہاتھ سے
کھو دیتا اور تیری نعمتیں اس سے زائل ہو جاتیں لیکن
تو نے اپنے جود و کرم سے فانی و کوتاہ مدت کے اعمال
کے عوض طولانی و جاودانی مدت کا اجر و ثواب بخشا
اور قلیل و زوال پذیر اعمال کے مقابلہ میں دائمی و سرمدی
جزا مرحمت فرمائی۔ پھر یہ کہ تیرے خوانِ نعمت سے
جو رزق کھا کر اس نے تیری اطاعت پر قوت حاصل

إِلَىٰ مَغْفِرَتِكَ وَ لَوْ فَعَلْتَ
ذٰلِكَ بِهٖ لَذَهَبَ بِجَمِيْعِ مَا
كَدَحَ لَهٗ وَ جُمْلَةِ مَا سَعٰى
فِيْهِ جَزَآءً لِلصُّغْرٰى مِنْ
أَيَادِيْكَ وَ مِنَنِكَ وَ
لَبَقِيَ رَهِيْنًا بَيْنَ يَدَيْكَ
بِسَائِرِ نِعَمِكَ فَمَتٰى كَانَ
يَسْتَحِقُّ شَيْئًا مِنْ ثَوَابِكَ
لَا مَتٰى هٰذَا يَا إِلٰهِيْ حَالُ
مَنْ أَطَاعَكَ وَ سَبِيْلُ مَنْ
تَعَبَّدَ لَكَ فَأَمَّا الْعَاصِيْ
أَمْرَكَ وَ الْمُوَاقِعُ نَهْيَكَ
فَلَمْ تُعَاجِلْهُ بِنَقِمَتِكَ لِكَيْ
يَسْتَبْدِلَ بِحَالِهٖ فِيْ مَعْصِيَتِكَ
حَالَ الْإِنَابَةِ إِلٰى طَاعَتِكَ.
وَلَقَدْ كَانَ يَسْتَحِقُّ فِيْ أَوَّلِ
مَا هَمَّ بِعِصْيَانِكَ كُلَّ مَا
أَعْدَدْتَ لِجَمِيْعِ خَلْقِكَ مِنْ
عُقُوْبَتِكَ فَجَمِيْعُ مَا أَخَّرْتَ
عَنْهُ مِنَ الْعَذَابِ وَ أَبْطَأْتَ
بِهٖ عَلَيْهِ مِنْ سَطَوَاتِ النَّقِمَةِ
وَ الْعِقَابِ تَرْكٌ مِنْ حَقِّكَ وَ رِضًى
بِدُوْنِ وَاجِبِكَ فَمَنْ أَكْرَمُ
مِنْكَ يَا إِلٰهِيْ وَ مَنْ أَشْقٰى
مِمَّنْ هَلَكَ عَلَيْكَ لَا مَنْ
فَتَبَارَكْتَ أَنْ تُوْصَفَ إِلَّا
بِالْإِحْسَانِ وَ كَرُمْتَ أَنْ

کی اس کا کوئی عوض تو نے نہیں چاہا اور جن اعضاء و
جوارح سے کام لے کر تیری مغفرت تک راہ پیدا کی
اس کا سختی سے کوئی محاسبہ نہیں کیا۔ اور اگر تو ایسا
کرتا تو اس کی تمام محنتوں کا حاصل اور سب کوششوں
کا نتیجہ تیری نعمتوں اور احسانوں میں سے ایک ادنیٰ و
معمولی قسم کی نعمت کے مقابلہ میں ختم ہو جاتا اور بقیہ
نعمتوں کے لئے تیری بارگاہ میں گروی ہو کر رہ جاتا (یعنی
اس کے پاس کچھ نہ ہوتا کہ اپنے کو چھڑاتا) تو ایسی صورت
میں وہ کہاں تیرے کسی ثواب کا مستحق ہو سکتا تھا؟ نہیں!
وہ کب مستحق ہو سکتا تھا۔ اے میرے معبود! یہ تو تیری
اطاعت کرنے والے کا حال اور تیری عبادت کرنے والے
کی سرگزشت ہے اور وہ جس نے تیرے احکام کی خلاف
ورزی کی اور تیرے منہیات کا مرتکب ہوا اسے بھی سزا
دینے میں تو نے جلدی نہیں کی تاکہ وہ معصیت و نافرمانی
کی حالت کو چھوڑ کر تیری اطاعت کی طرف رجوع ہو سکے
سچ تو یہ ہے کہ جب پہلے پہل اس نے تیری نافرمانی کا
قصد کیا تھا جب ہی وہ ہر اس سزا کا جسے تو نے تمام
خلق کے لئے مہیا کیا ہے مستحق ہو چکا تھا تو ہر وہ عذاب
جسے تو نے اس سے روک لیا اور سزا و عقوبت کا ہر وہ حملہ
جو اس سے تاخیر میں ڈال دیا، یہ تیرا اپنے حق سے چشم پوشی
کرنا اور استحقاق سے کم پر راضی ہونا ہے۔ اے میرے
معبود! ایسی حالت میں تجھ سے بڑھ کے کون کریم ہو سکتا
ہے اور اس سے بڑھ کے جو تیری مرضی کے خلاف تباہ و
برباد ہو کون بدبخت ہو سکتا ہے؟ نہیں! کون ہے جو
اس سے زیادہ بدبخت ہو۔ تو مبارک ہے کہ تیری توصیف
لطف و احسان ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اور تو بلند تر
ہے اس سے کہ تجھ سے عدل و انصاف کے خلاف کا اندیشہ

يُخَافُ مِنْكَ إِلَّا الْعَدْلُ لَا يُخْشٰى جَوْرُكَ عَلٰى مَنْ عَصَاكَ وَلَا يُخَافُ إِغْفَالُكَ ثَوَابَ مَنْ أَرْضَاكَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَهَبْ لِيْ أَمَلِيْ وَزِدْنِيْ مِنْ هُدَاكَ مَا أَصِلُ بِهٖ إِلَى التَّوْفِيْقِ فِيْ عَمَلِيْ إِنَّكَ مَنَّانٌ كَرِيْمٌ۔

ہو۔ جو شخص تیری نافرمانی کرے تجھ سے یہ اندیشہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تو اس پر ظلم و جور کرے گا اور نہ اُس شخص کے بارے میں جو تیری رضا و خوشنودی کو ملحوظ رکھے تجھ سے حق تلفی کا خوف ہو سکتا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری آرزوؤں کو برلا اور میرے لئے ہدایت اور رہنمائی میں اتنا اضافہ فرما کہ میں اپنے کاموں میں توفیق سے ہمکنار ہوں اس لئے کہ تو نعمتوں کا بخشنے والا اور لطف و کرم کرنے والا ہے۔

یہ دُعا ادائے شکر میں اعتراف تقصیر کے سلسلہ میں ہے۔ یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے کہ خداوند عالم کی نعمتوں کا شکر ممکن ہی نہیں ہے۔ اوّلاً یہ کہ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔ وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها "اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا احصاء نہیں کر سکتے"۔ اور دوسرے یہ کہ شکر نعمت خود ایک نعمت ہے۔ اس طرح کہ اُس نے نعمت کا احساس پیدا کر کے شکر نعمت کی توفیق عطا کی۔ لہٰذا اس نعمت پر بھی شکر واجب ہو گا۔ اور یہ سلسلہ سوائے اعتراف عجز کے کہیں ختم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰؑ! میرا شکر بجالاؤ۔ ایسا کہ میرے شکر کا حق ادا ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں کیونکر تیرے شکر کا حق ادا کر سکتا ہوں، جب کہ ادائے شکر خود ایک نعمت ہے۔ تو قدرت کی طرف سے ارشاد ہوا۔ یاموسیٰ الآن شکرتنی حیث علمت ان ذلك منی "اے موسیٰؑ! اب تم نے میرا شکر ادا کیا۔ جب کہ یہ جان لیا کہ ادائے شکر بھی میری ایک نعمت ہے"۔

شکر کے چند ارکان و اجزا ہیں۔ اور جس طرح ان اجزاء کے مجموعہ پر شکر کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح اس کے ہر جزء پر بھی شکر کا اطلاق ہوتا ہے اور انہی اجزا کے بقدر اجر و ثواب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ پہلا جزء یہ ہے کہ انسان یہ علم و یقین پیدا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ اور وہی منعم حقیقی و ولی نعمت ہے، اور جو کچھ بالواسطہ یا بلاواسطہ ملتا ہے اُسی کی طرف سے ملتا ہے۔ جب وہ اس حقیقت کو سمجھ لیتا اور اس پر یقین کر لیتا ہے تو وہ شکر کے ایک درجہ سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں کیونکر تیرے شکر سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں جب کہ شکر بھی تیری ایک نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے تو خداوند عالم نے اُن پر وحی کی کہ:۔ اذا عرفت ان النعم منی رضیت منك بذلك شکرا "میں مقام شکر میں اس بات پر تم سے خوش ہوں کہ تم نے یہ جان لیا کہ تمام نعمتیں میری جانب سے ہیں"۔

دوسرا جزء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خوش و خوشنود رہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ یہ نعمتیں دنیوی لذت و کامرانی کا ذریعہ ہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ وہ ان کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح کہ صدقہ و خیرات دے۔ فرائض مالی ادا کرے۔

عزیزوں، رشتہ داروں، محتاجوں کو امداد دے کر انہیں احتیاج کی سطح سے بلند کر دے، دینی و مذہبی اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں حصہ لے۔ ان دونوں حالتوں میں اس طرح امتیاز کیا جا سکتا ہے کہ اگر امورِ خیر میں صرف کرنے سے دل میں مسرت پیدا ہو تو یہ نعمتوں پر خوشنودی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور اگر امورِ خیر میں صرف کرنے پر دل آمادہ نہ ہو یا ان میں صرف کرنے سے دل میں اطمینان و مسرت کی کیفیت پیدا نہ ہو تو یہ خوشنودی صرف دنیوی حظ اندوزی کے لئے ہے۔ جو شکرِ الٰہی میں محسوب نہ ہو گی۔

تیسرا جزیہ ہے کہ دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف و ستائش کرے۔ دل سے ستائش یہ ہے کہ اس کے عظمت و جلال سے متاثر ہو اس کے افعال و آثار میں غور و فکر کرے اور خلقِ خدا کے لئے نیک خیالات و جذبات کو دل میں جگہ دے اور ان سے نیکی و احسان کا ارادہ رکھے اور زبان سے ستائش یہ ہے کہ حمد و ثنا کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ شکر کل نعمة وان عظمت ان تحمد اللہ۔ نعمت خواہ کتنی بڑی ہو اس پر ادائے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو۔

چوتھا جزیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو صرف ان چیزوں میں صرف کرے جن سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا وابستہ ہو اور انہیں حرام اور ناپسندیدہ کاموں میں صرف نہ کرے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ شکر النعم اجتناب المحارم۔ "شکرِ نعمت یہ ہے کہ محرمات سے کنارہ کشی کرو۔" جو شخص ان تمام امور کو ملحوظ رکھتا ہے وہ اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ کہلاتا ہے۔ مگر ایسے شکر گزار بندے بہت کم ہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ وقلیل من عبادی الشکور۔ "میرے بندوں میں شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْاِعْتِذَارِ مِنْ تَبِعَاتِ الْعِبَادِ وَمِنَ التَّقْصِيْرِ فِيْ حُقُوْقِهِمْ وَفِيْ فِكَاكِ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ!

بندوں کی حق تلفی اور ان کے حقوق میں کوتاہی سے معذرت طلبی اور دوزخ سے گلو خلاصی کے لئے یہ دعا پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْۤ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِنْ مَظْلُوْمٍ ظُلِمَ بِحَضْرَتِيْ فَلَمْ اَنْصُرْهُ وَمِنْ مَعْرُوْفٍ اُسْدِيَ اِلَيَّ فَلَمْ اَشْكُرْهُ وَمِنْ مُسِيْٓءٍ اعْتَذَرَ اِلَيَّ فَلَمْ اَعْذِرْهُ وَمِنْ ذِيْ فَاقَةٍ سَاَلَنِيْ فَلَمْ اُوْثِرْهُ وَمِنْ حَقِّ ذِيْ حَقٍّ لَزِمَنِيْ

بارِ الٰہا! میں اس مظلوم کی نسبت جس پر میرے سامنے ظلم کیا گیا ہو اور میں نے اس کی مدد نہ کی ہو اور میرے ساتھ کوئی نیکی کی گئی ہو اور میں نے اس کا شکریہ ادا نہ کیا ہو اور اس بدسلوکی کرنے والے کی بابت جس نے مجھ سے معذرت کی ہو اور میں نے اس کے عذر کو نہ مانا ہو۔ اور فاقہ کش کے بارے میں جس نے مجھ سے مانگا ہو اور میں نے اسے ترجیح نہ دی ہو۔ اور اس حقدار مومن

لِمُؤْمِنٍ فَلَمْ اُوَفِّرْهُ وَ مِنْ عَيْبِ
مُؤْمِنٍ ظَهَرَ لِي فَلَمْ اَسْتُرْهُ وَ
مِنْ كُلِّ اِثْمٍ عَرَضَ لِي فَلَمْ
اَهْجُرْهُ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ يَا
اِلٰهِي مِنْهُنَّ وَ مِنْ نَظَائِرِهِنَّ
اعْتِذَارَ نَدَامَةٍ يَكُوْنُ وَاعِظًا
لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنْ اَشْبَاهِهِنَّ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاجْعَلْ
نَدَامَتِي عَلٰى مَا وَقَعْتُ
فِيْهِ مِنَ الزَّلَّاتِ وَ عَزْمِي
عَلٰى تَرْكِ مَا يَعْرِضُ لِي مِنَ
السَّيِّئَاتِ تَوْبَةً تُوْجِبُ لِي
مَحَبَّتَكَ يَا مُحِبَّ التَّوَّابِيْنَ۔

* * *

کے حق کے متعلق جو میرے ذمّہ ہو اور مَیں نے ادا نہ کیا
ہو اور اس مردِ مومن کے بارے میں جس کا کوئی عیب
مجھ پر ظاہر ہوا ہو اور میں نے اس پر پردہ نہ ڈالا ہو۔ اور
ہر اُس گناہ سے جس سے مجھے واسطہ پڑا ہو اور میں نے
اس سے کنارہ کشی نہ کی ہو، تجھ سے عذر خواہ ہوں۔ بارالٰہا!
میں اُن تمام باتوں سے اور ان جیسی دوسری باتوں سے
شرمساری و ندامت کے ساتھ ایسی معذرت کرتا ہوں
جو میرے لئے ان جیسی پیش آیند چیزوں کے لئے پند و
نصیحت کرنے والی ہو۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور لغزشوں سے جن سے مَیں دوچار ہُوا ہوں
میری پشیمانی کو اور پیش آنے والی برائیوں سے دست
بردار ہونے کے ارادہ کو ایسی توبہ قرار دے جو میرے
لئے تیری محبّت کا باعث ہو۔ اے توبہ کرنے والوں
کو دوست رکھنے والے۔

جب انسان کسی خطا کا مرتکب ہوتا ہے یا اس کے بارے میں ارتکابِ خطا کا شبہ کیا جاتا ہے تو وُہ اس کے مُواخذہ سے بچنے یا اس شبہ کے دفعیہ کے لئے جو عرض معروض کرتا ہے اسے اعتذار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دُعا بھی بسلسلۂ اعتذار ہے جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے عذر خواہی کی ہے۔ اعتذار تین طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ عذر خواہ یہ کہے کہ مَیں نے اس کام کو کیا ہی نہیں ہے۔ اس صورت میں اس سے مؤاخذہ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ کہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے مگر ان وجوہ و اسباب سے۔ ایسی صورت میں ان وجوہ کا جائزہ لینے کے بعد اس کا عذر قابلِ تسلیم یا مسترد ہو سکتا ہے اور اسی اعتبار سے وُہ جرم یا خطا سے بری متصوّر ہو گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ کہے کہ میں نے یہ کام کیا تو ہے اور اس میں میرا سراسر قصور ہے۔ لیکن مَیں یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ یہ معذرت طلبی توبہ کے معنی میں ہے جو لغزش و خطا کے اعتراف اور آئندہ اس سے باز رہنے کے عہد پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہاں پر اعتذار اسی توبہ کے معنی میں ہے اور اس معنی کا شاہد یہ ارشادِ الٰہی ہے :-

هٰذا يوم لا ينطقون ولا يؤذن لهم فيعتذرون۔ — یہ وہ دن ہو گا کہ لوگ زبان نہ ہلا سکیں گے اور نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ عذر معذرت کر سکیں۔

حضرتؑ نے اس دعا کے چند جملوں میں تہذیبِ نفس و اصلاحِ اخلاق کے وہ تعلیمات بیان فرما دیئے ہیں جن کے زیرِ سایہ

اسلام نے انسانی ذہنیت کی تعمیر کرنا چاہی تھی جو نہ صرف دینی لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی ان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ وہ لوگ جو بعض اسلامی افراد کے عمل سے اسلام کے دامن کو داغدار ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں وہ اس دعا کو دیکھیں کہ کیا اخلاقی تربیت باہمی تعاون و ہمدردی اور اصلاح معاشرہ کے ایسے تعلیمات کہیں اور بھی نظر آتے ہیں؟

پہلی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی کمزور و لاچار ظلم و تشدد کا نشانہ بن رہا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس ظلم کی روک تھام کر سکتا ہو تو اس کی نصرت و حمایت کے لئے اسے سینہ سپر ہونا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو اسے ظالم کے پنجہ سے رہائی دلانا چاہیئے۔ ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ما من مومن ینصر اخاہ وھو یقدر علیٰ نصرۃ الا نصرہ اللہ فی الآخرۃ وما من مومن یخذل اخاہ وھو قادر علیٰ نصرتہ الا خذلہ اللہ فی الدنیا والآخرہ۔	جو مومن اپنے کسی برادرِ مومن کی نصرت پر قادر ہو اور وہ اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت میں مدد کرے گا اور جو نصرت پر قدرت و اقتدار کے باوجود پہلو تہی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں اپنی نصرت سے محروم کر دے گا۔"

دوسری تعلیم یہ ہے کہ جو شخص تم سے نیکی و احسان کرے تو جذبۂ احسان شناسی کے پیشِ نظر اس کے حسن سلوک کا قولاً و عملاً شکریہ ادا کرو۔ اور اگر عملاً ممکن نہ ہو تو زبانی شکریہ ادا کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اشکر لمن انعم علیک وانعم علیٰ من شکرک۔	جو تم سے حسن سلوک کرے اس کا شکریہ ادا کرو اور جو تمہارا شکریہ ادا کرے اس سے حسن سلوک کرو۔"

تیسری تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی غلطی سے معذرت کرے تو بلند ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے عذر کو قبول کرو۔ کیونکہ عذر اعترافِ جرم کی علامت ہے اور اعترافِ جرم کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے درگذر کیا جائے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:۔

من لم یقبل العذر من متنصل صادقا کان او کاذبا لم تنلہ شفاعتی۔	جو شخص عذر کرنے والے کے عذر کو قبول نہیں کرتا عام اس سے کہ وہ سچا ہو یا جھوٹا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔"

چوتھی تعلیم یہ ہے کہ جو محتاج اور سروسامانِ معیشت سے محروم ہو اس کی اعانت و خبر گیری کرو۔ ایسا نہ ہو کہ خود عیش و آرام کی زندگی بسر کرو اور دوسروں کو فقر و فاقہ کی مصیبتیں اٹھانے کے لئے چھوڑ دو۔ بلکہ جوہر انسانیت یہ ہے کہ اپنی ذات پر دکھ جھیل لو، تنگی و عسرت میں بسر کر لو مگر دوسروں کو فاقہ و گرسنگی میں دیکھنا گوارا نہ کرو۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ویوثرون علیٰ انفسھم ولو کان	وہ اپنے اوپر تنگی برداشت کرتے ہوئے دوسروں کو

بهم خصاصة۔ اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں"

پانچویں تعلیم یہ ہے کہ اہلِ ایمان کے جو حقوق تم پر عائد ہوتے ہوں انہیں ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کرو اس لئے کہ جس طرح آخرت میں حقوق اللہ کے متعلق پوچھا جائے گا، حقوق العباد کے متعلق بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔ وہ حقوق کیا ہیں؟ انہیں صادق آلِ محمدؐ کی زبان سے سنیئے۔ معلی ابن خنیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرتؑ سے پوچھا کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر کیا حق ہے؟ آپؑ نے فرمایا:۔

ان تحب له ما تحب لنفسك وتكره له ما تكره لنفسك والحق الثاني ان تجتنب سخطه وتتبع مرضاته وتطيع امره والحق الثالث ان تعينه بنفسك ومالك ولسانك ويدك ورجلك والحق الرابع ان تكون عينه ودليله ومرآته والحق الخامس ان لا تشبع ويجوع ولا تروى ويظمأ ولا تلبس ويعرى والحق السادس ان يكون لك خادم وليس لاخيك خادم فواجب عليك ان تبعث خادمك فيغسل ثيابه ويصنع طعامه ويمهد فراشه والحق السابع ان تبر قسمه وتجيب دعوته وتعود مريضه وتشهد جنازته واذا علمت ان له حاجة تبادره الى قضائها ولا تلجئه الى ان يسألكها۔

"پہلا حق یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ اس کے لئے بھی پسند کرو اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ اس کے لئے بھی ناپسند کرو۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اُسے ناراض نہ کرو۔ اور اس کی رضا و خوشنودی کو مدنظر رکھو اور اُس کے فرمان کو پورا کرو۔ تیسرا حق یہ ہے کہ جان، مال، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اس کی مدد کرو۔ چوتھا حق یہ ہے کہ تم اُس کے لئے نگران رہنما اور بمنزلہ آئینہ بنو کہ اس کے عیوب و محاسن اُسے دکھاتے رہو۔ پانچواں حق یہ ہے کہ وُہ بھوکا ہو تو سیر، وُہ پیاسا ہو تو تم سیراب، وُہ بے لباس ہو تو تن ڈھانکے ہوئے نہ ہو۔ چھٹا حق یہ ہے کہ تمہارے ہاں نوکر ہو اس کے ہاں نہ ہو تو ضروری ہے کہ تم اپنے ملازم کو بھیجو کہ وُہ اس کا لباس دھوئے، کھانا تیار کرے اور بستر بچھائے۔ ساتواں حق یہ ہے کہ اس کی قسم پر اعتماد کرو، اس کی دعوت قبول کرو اس کے ہاں کوئی بیمار ہو تو بیمار پرسی کرو، اس کے جنازہ کی مشایعت کرو۔ اور جب تمہیں علم ہو کہ اسے کوئی حاجت درپیش ہے تو اُسے پورا کرنے میں جلدی کرو اور اس پر اُسے مجبور نہ کرو کہ وُہ تمہارے سامنے اپنی حاجت پیش کرے تب ہی تم اس کی حاجت روائی کرو۔"

امام علیہ السلام نے اس دُعا میں لفظِ مومن کی قید لگا کر صرف اس حق کا ذکر کیا ہے جو اخوتِ ایمانی کی وجہ سے عائد ہوتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جہاں اخوت ایمانی نہ ہو وہاں کوئی حق ہی نہیں ہے۔ جب کہ کافر کے لئے حق جوار، حق امانت اور اس قبیل کے دوسرے حقوق ثابت ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ادوا الامانات الى اهلها ولو كانوا — امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچاؤ اگرچہ وُہ مجوسی ہی

محبوساً۔ | کیوں نہ ہوں"

چھٹی تعلیم یہ ہے کہ جس طرح اپنے عیوب کی پردہ پوشی کرتے ہو اسی طرح دوسرے اہلِ ایمان کے عیوب بھی چھپاؤ۔

چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

من قال فی مومن ما رأت عیناہ و سمعت اذناہ مما یشینہ ویھدم مروتہ فھو من الذین قال اللہ عزوجل ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ۔

جو شخص کسی مومن کے بارے میں ایسی بات کہے جو اسے ذلیل کرنے والی اور اُس کی آبرو کو زائل کرنے والی ہو اگرچہ اُس نے آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سُنی ہو تو وہ اُن لوگوں میں محسوب ہو گا جن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بُری باتوں کا چرچا پھیلے تو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے"

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ طَلَبِ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ۔

طلب عفو و رحمت کے لئے یہ دُعا پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ اكْسِرْ شَهْوَتِيْ عَنْ كُلِّ مَحْرَمٍ وَازْوِ حِرْصِيْ عَنْ كُلِّ مَاْثَمٍ وَامْنَعْنِيْ عَنْ اَذٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ وَ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ اَللّٰهُمَّ وَاَيُّمَا عَبْدٍ نَالَ مِنِّيْ مَا حَظَرْتَ عَلَيْهِ وَانْتَهَكَ مِنِّيْ مَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ فَمَضٰى بِظُلَامَتِيْ مَيِّتًا اَوْ حَصَلَتْ لِيْ قِبَلَهٗ حَيًّا فَاغْفِرْ لَهٗ مَا اَلَمَّ بِهٖ مِنِّيْ وَاعْفُ لَهٗ عَمَّا اَدْبَرَ بِهٖ عَنِّيْ وَلَا تَقِفْهُ عَلٰى مَا ارْتَكَبَ فِيَّ وَلَا تَكْشِفْهُ عَمَّا اكْتَسَبَ بِيْ وَاجْعَلْ مَا سَمَحْتُ بِهٖ مِنَ الْعَفْوِ عَنْهُمْ وَتَبَرَّعْتُ

بارالہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہر امر حرام سے میری خواہش (کا زور) توڑ دے اور ہر گناہ سے میری حرص کا رُخ موڑ دے اور ہر مومن اور مومنہ، مسلم اور مسلمہ کی ایذارسانی سے مجھے باز رکھ۔ اے میرے معبود! جو بندہ بھی میرے بارے میں ایسے امر کا مرتکب ہو جسے تو نے اس پر حرام کیا تھا اور میری عزت پر حملہ آور ہوا ہو جس سے تو نے اُسے منع کیا تھا، میرا مظلمہ لے کر دُنیا سے اُٹھ گیا ہو یا حالتِ حیات میں اُس کے ذمہ باقی ہو تو اس نے مجھ پر جو ظلم کیا ہے اُسے بخش دے اور میرا جو حق لے کر چلا گیا ہے، اُسے معاف کر دے اور میری نسبت جس امر کا مرتکب ہوا ہے اس پر اُسے سرزنش نہ کر اور مجھے آزردہ کرنے کے باعث اُسے رُسوا نہ فرما اور جس عفو و درگزر کی مَیں نے اُن کے لئے کش کی ہے اور جس کرم و بخشش کو

بِهٖ مِنَ الصَّدَقَةِ عَلَيْهِمْ اَزْكٰى
صَدَقَاتِ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَاَعْلٰى
صِلَاتِ الْمُتَقَرِّبِيْنَ وَعَوِّضْنِيْ
مِنْ عَفْوِيْ عَنْهُمْ عَفْوَكَ وَمِنْ
دُعَائِيْ لَهُمْ رَحْمَتَكَ حَتّٰى
يَسْعَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا بِفَضْلِكَ
وَيَنْجُوَ كُلٌّ مِنَّا بِمَنِّكَ اَللّٰهُمَّ
وَاَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عَبِيْدِكَ اَدْرَكَهٗ
مِنِّيْ دَرَكٌ اَوْ مَسَّهٗ مِنْ نَاحِيَتِيْ
اَذًى اَوْ لَحِقَهٗ بِيْ اَوْ بِسَبَبِيْ ظُلْمٌ
فَفُتُّهٗ بِحَقِّهٖ اَوْ سَبَقْتُهٗ بِمَظْلِمَتِهٖ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَرْضِهٖ
عَنِّيْ مِنْ وُجْدِكَ وَاَوْفِهٖ حَقَّهٗ
مِنْ عِنْدِكَ ثُمَّ قِنِيْ مَا يُوْجِبُ
لَهٗ حُكْمُكَ وَخَلِّصْنِيْ مِمَّا يَحْكُمُ
بِهٖ عَدْلُكَ فَاِنَّ قُوَّتِيْ لَا تَسْتَقِلُّ
بِنَقِمَتِكَ وَاِنَّ طَاقَتِيْ لَا تَنْهَضُ
بِسُخْطِكَ فَاِنَّكَ اِنْ تُكَافِنِيْ
بِالْحَقِّ تُهْلِكْنِيْ وَاِلَّا تَغَمَّدْنِيْ
بِرَحْمَتِكَ تُوْبِقْنِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ
اَسْتَوْهِبُكَ يَا اِلٰهِيْ مَا لَا يَنْقُصُكَ
بَذْلُهٗ وَاَسْتَحْمِلُكَ مَا لَا
يَبْهَظُكَ حَمْلُهٗ اَسْتَوْهِبُكَ
يَا اِلٰهِيْ نَفْسِيَ الَّتِيْ لَمْ تَخْلُقْهَا
لِتَمْتَنِعَ بِهَا مِنْ سُوْءٍ اَوْ لِتَطَرَّقَ
بِهَا اِلٰى نَفْعٍ وَلٰكِنْ اَنْشَاْتَهَا اِثْبَاتًا
لِقُدْرَتِكَ عَلٰى مِثْلِهَا وَاحْتِجَاجًا

ہیں نے ان کے لئے روا رکھا ہے اسے صدقہ کرنے
والوں کے صدقہ سے پاکیزہ تر اور تقرب چاہنے والوں
کے عطیوں سے بلند تر قرار دے اور اس عفو و درگذر کے
عوض تو مجھ سے درگزر کر اور اُن کے لئے دعا کرنے کے
صلہ میں مجھے اپنی رحمت سے سرفراز فرما تاکہ ہم میں سے
ہر ایک تیرے فضل و کرم کی بدولت خوش نصیب ہو سکے
اور تیرے لطف و احسان کی وجہ سے نجات پا جائے۔
اے اللہ! تیرے بندوں میں سے جس کسی کو مجھ سے کوئی
ضرر پہنچا ہو یا میری جانب سے کوئی اذیت پہنچی ہو یا
مجھ سے یا میری وجہ سے اس پر ظلم ہوا ہو اس طرح
کہ میں نے اس کے کسی حق کو ضائع کیا ہو یا اس کے
کسی مظلمہ کی داد خواہی نہ کی ہو۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما اور اپنی غناؤ تونگری کے ذریعہ اسے
مجھ سے راضی کر دے اور اپنے پاس سے اس کا حق
بے کم و کاست ادا کر دے۔ پھر یہ کہ اس چیز سے جس کا
تیرے حکم کے تحت سزاوار ہوں، بچالے اور جو تیرے
عدل کا تقاضا ہے اس سے نجات دے۔ اس لئے کہ
مجھے تیرے عذاب کے برداشت کرنے کی تاب نہیں اور
تیری ناراضگی کے جھیل لے جانے کی ہمت نہیں۔
لہٰذا اگر تو مجھے حق و انصاف کی رُو سے بدلہ دے گا۔
تو مجھے ہلاک کر دے گا۔ اور اگر دامنِ رحمت میں نہیں
ڈھانپے گا تو مجھے تباہ کر دے گا۔ اے اللہ! اے
میرے معبود! میں تجھ سے اس چیز کا طالب ہوں جس
کے عطا کرنے سے تیرے ہاں کچھ کمی نہیں ہوتی اور وہ
بار تجھ پر رکھنا چاہتا ہوں جو تجھے گرانبار نہیں بناتا۔
اور تجھ سے اس جان کی بھیک مانگتا ہوں جسے تو نے
اس لیے پیدا نہیں کیا کہ اس کے ذریعہ ضرر و زیاں سے

بِهَا عَلَى شُكْلِهَا وَ أَسْتَحْمِلُكَ مِنْ
ذُنُوبِي مَا قَدْ بَهَظَنِي حَمْلُهُ وَ
أَسْتَعِينُ بِكَ عَلَى مَا قَدْ فَدَحَنِي
ثِقْلُهُ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ
وَهَبْ لِنَفْسِي عَلَى ظُلْمِهَا نَفْسِي
وَ وَكِّلْ رَحْمَتَكَ بِاحْتِمَالِ إِصْرِي
فَكَمْ قَدْ لَحِقَتْ رَحْمَتُكَ بِاحْتِمَالِ
إِصْرِي فَكَمْ قَدْ لَحِقَتْ رَحْمَتُكَ
بِالْمُسِيئِينَ وَ كَمْ قَدْ شَمِلَ عَفْوُكَ
الظَّالِمِينَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ
آلِهِ وَ اجْعَلْنِي أُسْوَةَ مَنْ قَدْ
أَنْهَضْتَهُ بِتَجَاوُزِكَ عَنْ مَصَارِعِ
الْخَاطِئِينَ وَ خَلَّصْتَهُ بِتَوْفِيقِكَ
مِنْ وَرَطَاتِ الْمُجْرِمِينَ فَأَصْبَحَ
طَلِيقَ عَفْوِكَ مِنْ إِسَارِ سُخْطِكَ
وَ عَتِيقَ صُنْعِكَ مِنْ وِثَاقِ
عَدْلِكَ إِنَّكَ إِنْ تَفْعَلْ ذٰلِكَ
يَا إِلٰهِي تَفْعَلْهُ بِمَنْ لَا يَجْحَدُ
اسْتِحْقَاقَ عُقُوبَتِكَ وَ لَا يُبَرِّئُ
نَفْسَهُ مِنِ اسْتِيجَابِ نَقِمَتِكَ
تَفْعَلْ ذٰلِكَ يَا إِلٰهِي بِمَنْ خَوْفُهُ
مِنْكَ أَكْثَرُ مِنْ طَمَعِهِ فِيكَ وَ بِمَنْ
يَأْسُهُ مِنَ النَّجَاةِ أَوْكَدُ مِنْ رَجَائِهِ
لِلْخَلَاصِ لَا أَنْ يَكُونَ يَأْسُهُ قُنُوطًا
أَوْ أَنْ يَكُونَ طَمَعُهُ اغْتِرَارًا بَلْ
لِقِلَّةِ حَسَنَاتِهِ بَيْنَ سَيِّئَاتِهِ وَ
ضَعْفِ حُجَجِهِ فِي جَمِيعِ تَبِعَاتِهِ

تحفظ کرے یا منفعت کی راہ نکالے بلکہ اس لئے پیدا کیا
تاکہ اس امر کا ثبوت بہم پہنچائے اور اس بات پر
دلیل لائے کہ تو اس جیسی اور اس طرح کی مخلوق پیدا کرنے
پر قادر و توانا ہے اور تجھ سے اس امر کا خواستگار ہوں
کہ مجھے ان گناہوں سے سبکبار کر دے جن کا بار مجھے ہلکان
کئے ہوئے ہے اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں اس چیز کی
نسبت جس کی گرانباری نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔ تو محمدؐ
اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے نفس کو باوجودیکہ
اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ بخش دے اور اپنی
رحمت کو میرے گناہوں کا بارِ گراں اٹھانے پر مامور کر
اس لئے کہ کتنی ہی مرتبہ تیری رحمت گنہگاروں کے ہمکنار
اور تیرا عفو و کرم ظالموں کے شاملِ حال رہا ہے۔ تو
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان
لوگوں کے لئے نمونہ بنا جنہیں تو نے اپنے عفو کے ذریعہ
خطا کاروں کے گرنے کے مقامات سے اُوپر اٹھا لیا۔
اور جنہیں تو نے اپنی توفیق سے گنہگاروں کے مہلکوں
سے بچا لیا تو وہ تیرے عفو و بخشش کے وسیلہ سے
تیری ناراضگی کے بندھنوں سے چھوٹ گئے اور تیرے
احسان کی بدولت عدل کی لغزشوں سے آزاد ہو گئے
اے میرے اللہ! اگر تو مجھے معاف کر دے تو تیرا یہ
سلوک اس کے ساتھ ہو گا جو سزاوارِ عقوبت ہونے سے
انکاری نہیں ہے اور نہ مستحق سزا ہونے سے اپنے کو بری
سمجھتا ہے۔ یہ تیرا برتاؤ اس کے ساتھ ہو گا اے میرے معبود!
جس کا خوف اُمید عفو سے بڑھا ہوا ہے اور جس کی نجات
سے نا اُمیدی، رہائی کی توقع سے قوی تر ہے۔ یہ اس
لئے نہیں کہ اس کی نا اُمیدی رحمت سے مایوسی ہو
یا یہ کہ اس کی اُمید فریب خوردگی کا نتیجہ ہو بلکہ اس لئے

فَاَمَّا اَنْتَ یَا اِلٰھِیْ فَاَھْلٌ اَنْ لَّا یَغْتَرَّ بِکَ الصِّدِّیْقُوْنَ وَلَا یَیْئَاسَ مِنْکَ الْمُجْرِمُوْنَ لِاَنَّکَ الرَّبُّ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ لَا یَمْنَعُ اَحَدًا فَضْلَهٗ وَلَا یَسْتَقْصِیْ مِنْ اَحَدٍ حَقَّهٗ تَعَالٰی ذِکْرُکَ عَنِ الْمَذْکُوْرِیْنَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَآؤُکَ عَنِ الْمَنْسُوْبِیْنَ وَفَشَتْ نِعْمَتُکَ فِیْ جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقِیْنَ فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کہ اس کی برائیاں نیکیوں کے مقابلہ میں کم اور گناہوں کے تمام موارد میں عذر خواہی کے وجوہ کمزور ہیں لیکن اے میرے معبود! تو اس کا سزاوار ہے کہ راستباز لوگ بھی تیری رحمت پر مغرور ہو کر فریب نہ کھائیں اور گنہگار بھی تجھ سے نا امید نہ ہوں۔ اس لئے کہ تو وہ رب عظیم ہے کہ کسی پر فضل و احسان سے دریغ نہیں کرتا اور کسی سے اپنا حق پورا پورا وصول کرنے کے درپے نہیں ہوتا۔ تیرا ذکر تمام نام آوروں (کے ذکر) سے بلند تر ہے اور تیرے اسماء اس سے کہ دوسرے حسب و نسب والے ان سے موسوم ہوں منزہ ہیں۔ تیری نعمتیں تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے۔ اے تمام جہان کے پروردگار۔

* * *

عفو و رحمت اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک عظیم صفت ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کے صفحات پر نمایاں اور کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ذات کے لئے رحمت و آمرزش کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:۔

کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوء بجھالۃ ثم تاب من بعدہ و اصلح فانہ غفور رحیم۔

تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے لہٰذا تم میں سے جو کوئی نادانی سے برائی کر بیٹھے اور پھر توبہ کرے اور اپنی حالت کو سنوار لے تو خدا اس سے درگزر کرے گا، کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

ان صفات کے تذکرہ سے جہاں صفات الٰہی کا تصور پیدا کرنا مقصود ہے وہاں یہ بھی مقصد ہے کہ اس کے بندے ان اوصاف کی جھلک اپنے اندر پیدا کریں اور اپنے اخلاق و عادات کو اخلاق الٰہی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں چنانچہ جب انسان غیظ و غضب اور جوش انتقام کو دبا کر عفو و درگزر سے کام لیتا ہے تو وہ رحمت و رأفت کے لطیف احساسات کے پرتو میں تخلقوا باخلاق اللہ۔ کی منزل کی طرف بڑھتا نظر آتا ہے اور اپنے قلب و ضمیر میں رقت و نرمی کے تاثرات پیدا کر کے ملکوتی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر خداوند عالم نے اپنے بندوں کو عفو و درگزر کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون

انہیں چاہیئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ

ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔

نہیں چاہتے کہ اللہ تم تمہاری خطائیں معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

ولاعفا رجل من مظلمۃ یبتغی بھا وجہ اللہ الازادہ بھاعزا یوم القیامۃ

جو شخص کسی اپنے مظلمہ کو صرف خوشنودیٔ خدا کے پیش نظر معاف کر دیتا ہے تو اللہ تم قیامت کے دن اس کی وجہ سے اس کی عزت و رفعت میں اضافہ کر دے گا۔"

اور امیرالمومنین علیہ السلام اپنی ایک وصیت میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

وان اعف فالعفو لی قربۃ وھو لکم حسنۃ فاعفوا۔ الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔

اگر معاف کر دوں تو یہ میرے لئے رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ تمہارے لئے بھی نیکی ہو گی۔ لہٰذا معاف کر دو کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

جو شخص نفرت و انتقام کے جذبات سے مغلوب ہو کر عفو و درگزر کی گنجائش پیدا نہیں کرتا اسے سوچنا چاہیئے کر اگر وہ دوسروں کی خطاؤں کو معاف نہیں کر دے سکتا تو اسے یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تم کی رحمت و مغفرت کی اُمید رکھے اور اپنے گناہوں سے عفو و بخشش کی التجا کرے۔ البتہ جو شخص انتقامی جذبات کو دبا کر قصورواروں کے قصور معاف کر دیتا اور خطاکاروں کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اُسے اللہ تم سے بھی عفو و بخشش کے طلب کرنے کا حق پہنچتا ہے اگرچہ دوسروں کی چیرہ دستیوں اور ستم رانیوں کے مقابلہ میں صبر و ضبط سے کام لینا اور عفو و درگزر کو بروئے کار لانا کوئی آسان بات نہیں ہے کیونکہ انسان کے لئے یہی چیزیں تو اشتعال کا باعث ہوتی ہیں اور مشتعل جذبات کے سیل کو روکنا دریا کے رُخ کو موڑنا ہے۔ مگر وہ آزمائش ہی کیا جس میں دشواریوں سے گزرنا اور جذبات و احساسات کو کچلنا نہ پڑے۔ بے شک یہ کام بلند ہمتی اور روحانی قوت ہی کے زیر اثر انجام پا سکتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور۔

جو شخص صبر کرے اور بخش دے تو یہ بڑی بلند ہمتی و اولوالعزمی کا مظاہرہ ہے۔"

حضرتؑ نے اس دُعا میں یہی تعلیم دی ہے کہ تم اپنے خطاکاروں کو بخشو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو بخشے۔ چنانچہ اسی روش کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے اللہ تم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے معبود! میں ایک انسان ہوں جس میں غضب و انتقام کے جذبات ہو سکتے ہیں۔ مگر میں ان جذبات سے متاثر ہونے کے بجائے عفو و درگزر کی راہ اختیار کرتا ہوں اور ان لوگوں کو جنہوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے، چرکوں پر چرکے لگائے، میرے حقوق ضائع و برباد کئے، افترا پردازی و کذب تراشی سے میری عزت و آبرو پر حملہ آور ہوئے وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں سب کو یک قلم معاف کرتا ہوں اور انتقام کے بجائے تجھ سے اُن کے لئے دُعائے خیر کرتا ہوں تاکہ لذّتِ آزار انتقامی جذبہ سے آلودہ نہ ہو۔ اور تو سراسر رحمت و رافت ہے اور نفرت و انتقام کے جذبات سے مبرّا، تو کیونکر میرے عفو و درگزر کو دیکھ کر تیری رحمت کا ارادہ جوش میں نہ آئے

گا۔ اور مجھے اپنی رحمت و رافت کے سایہ میں جگہ نہ دے گا جب کہ تیرے دامن رحمت میں اچھے اور بروں سب کے لئے گنجائش ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نُعِيَ إِلَيْهِ مَيِّتٌ أَوْ ذَكَرَ الْمَوْتَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ
وَاكْفِنَا طُوْلَ الْاَمَلِ وَقَصِّرْهُ
عَنَّا بِصِدْقِ الْعَمَلِ حَتّٰى لَا نُؤَمِّلَ
اسْتِتْمَامَ سَاعَةٍ بَعْدَ سَاعَةٍ وَ
لَا اسْتِيْفَآءَ يَوْمٍ بَعْدَ يَوْمٍ وَ
لَا اتِّصَالَ نَفَسٍ بِنَفَسٍ وَلَا
لُحُوْقَ قَدَمٍ بِقَدَمٍ وَسَلِّمْنَا
مِنْ غُرُوْرِهٖ وَآمِنَّا مِنْ شُرُوْرِهٖ
وَانْصِبِ الْمَوْتَ بَيْنَ اَيْدِيْنَا
نَصْبًا وَلَا تَجْعَلْ ذِكْرَنَا لَهٗ غِبًّا
وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ صَالِحِ الْاَعْمَالِ
عَمَلًا نَسْتَبْطِئُ مَعَهُ الْمَصِيْرَ
اِلَيْكَ وَنَحْرِصُ لَهٗ عَلٰى وَشْكِ
اللِّحَاقِ بِكَ حَتّٰى يَكُوْنَ الْمَوْتُ
مَاْنَسَنَا الَّذِيْ نَاْنَسُ بِهٖ وَمَاْلَفَنَا
الَّذِيْ نَشْتَاقُ اِلَيْهِ وَحَامَّتَنَا
الَّتِيْ نُحِبُّ الدُّنُوَّ مِنْهَا فَاِذَا
اَوْرَدْتَهٗ عَلَيْنَا وَاَنْزَلْتَهٗ بِنَا
فَاَسْعِدْنَا بِهٖ زَآئِرًا وَآنِسْنَا بِهٖ
قَادِمًا وَلَا تُشْقِنَا بِضِيَافَتِهٖ وَ
لَا تُخْزِنَا بِزِيَارَتِهٖ وَاجْعَلْهُ بَابًا

جب کسی کی خبرِ مرگ سنتے یا موت کو یاد کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
ہمیں طول طویل اُمیدوں سے بچائے رکھ اور پُرخلوص
اعمال کے بجالانے سے دامن اُمید کو کوتاہ کر دے تاکہ
ہم ایک گھڑی کے بعد دوسری گھڑی کے تمام کرنے،
ایک دن کے بعد دوسرے دن کے گزارنے، ایک
سانس کے بعد دوسری سانس کے آنے اور ایک قدم
کے بعد دوسرے قدم کے اُٹھنے کی آس نہ رکھیں۔
ہمیں فریب، آرزو اور فتنۂ اُمید سے محفوظ و مامون رکھ۔
اور موت کو ہمارا نصب العین قرار دے اور کسی دن بھی
ہمیں اس کی یاد سے خالی نہ رہنے دے اور نیک اعمال
میں سے ہمیں ایسے عملِ خیر کی توفیق دے جس کے
ہوتے ہوئے ہم تیری جانب بازگشت میں دیری محسوس
کریں اور جلد سے جلد تیری بارگاہ میں حاضر ہونے
کے آرزو مند ہوں۔ اس حد تک کہ موت ہمارے
انس کی منزل ہو جائے جس سے ہم جی لگائیں، اور
الفت کی جگہ بن جائے جس کے ہم مشتاق ہوں اور ایسی
عزیز ہو جس کے قرب کو ہم پسند کریں۔ جب تو اُسے
ہم پر وارد کرے اور ہم پر لا اُتارے تو اس کی ملاقات
کے ذریعہ ہمیں سعادت مند بنانا اور جب وہ آئے تو ہمیں
اس سے مانوس کرنا اور اس کی مہربانی سے ہمیں بدبخت
نہ قرار دینا اور نہ اس کی ملاقات سے ہم کو رُسوا کرنا۔

مِنْ اَبْوَابِ مَغْفِرَتِكَ وَ مِفْتَاحًا مِنْ مَفَاتِيْحِ رَحْمَتِكَ اٰمِنَّا مُهْتَدِيْنَ غَيْرَ ضَآلِّيْنَ طَائِعِيْنَ غَيْرَ مُسْتَكْرِهِيْنَ تَآئِبِيْنَ غَيْرَ عَاصِيْنَ وَ لَا مُصِرِّيْنَ يَا ضَامِنَ جَزَآءِ الْمُحْسِنِيْنَ وَ مُسْتَصْلِحَ عَمَلِ الْمُفْسِدِيْنَ۔

اور اسے اپنی مغفرت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اور رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کلید قرار دے اور ہمیں اس حالت میں موت آئے کہ ہم ہدایت یافتہ ہوں گمراہ نہ ہوں، فرمانبردار ہوں اور (موت سے) نفرت کرنے والے نہ ہوں، توبہ گزار ہوں خطاکار اور گناہ پر اصرار کرنے والے نہ ہوں۔ اے نیکوکاروں کے اجر و ثواب کا ذمہ لینے والے اور بدکرداروں کے عمل و کردار کی اصلاح کرنے والے۔

اس دنیا میں کوئی انسان نہیں چاہتا کہ وہ اپنے املاک، باغات، مال و اثاثہ اور ساز و سامانِ راحت کو چھوڑ کر قبر کا تاریک گوشہ بسائے اور اس مادی زندگی سے رابطہ ختم کر کے موت سے رشتہ جوڑے۔ کیونکہ اس دنیائے رنگ و بو میں اتنی جاذبیت و کشش ہے کہ اسے اپنے اختیار سے چھوڑا نہیں جا سکتا اور ایک اپاہج اور مفلوج جو چل پھر نہیں سکتا اور ایک اندھا، بہرا، گونگا جو دیکھنے، سننے اور بولنے سے عاجز ہے وہ بھی یہی چاہتا ہے کہ جس حالت میں ہوں زندہ رہوں اور اگر کوئی شخص موت کا پیغام سن لیتا ہے تو اس کے دل و دماغ ماؤف اور ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک منجم نے کسی بادشاہ سے کہہ دیا کہ تم اتنے عرصہ کے بعد فلاں تاریخ اور فلاں وقت مر جاؤ گے۔ اس پیشینگوئی میں کوئی واقعیت ہو یا نہ ہو مگر ہوا یہ کہ دنیا اس کی نگاہوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ اگرچہ پیشینگوئی کے مطابق زندگی کا کچھ عرصہ باقی تھا مگر اس نے کاروبارِ مملکت سے ہاتھ اٹھا لیا، تخت و تاج کو چھوڑ کر گوشہ گزین ہو گیا۔ اور ایسا محسوس کرنے لگا کہ ایک ایک رگ اور ایک ایک نس میں موت اپنا خونی پنجہ گڑوئے ہوئے ہے۔ یہ موت کا تصور اتنا بھیانک کیوں ہے۔ اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو وہ اس حقیقت کو سمجھ لے گا کہ یہ زندگی ایک دوسری زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ کیونکہ بگڑنا بننے ہی کے لئے ہوتا ہے اور جب کہ ہر غروب کے بعد طلوع، ہر خزاں کے بعد بہار اور ہر شام کے بعد صبح کی نمود ضروری ہے۔ تو اس موت کے بعد زندگی کا ظہور کیوں نہ ہو۔ ایک دن وہ بھی تھا کہ انسان عدم کے اندھیرے میں پوشیدہ تھا کہ قدرت نے ایک غیر مرئی جرثومہ کی صورت میں اسے صلبِ پدر میں ودیعت کیا، وہاں سے شکمِ مادر میں منتقل ہوا جہاں کچھ مدت جماد کی صورت میں اور کچھ عرصہ لاشعوری کی حالت میں گزارا۔ پھر اس دنیا میں آیا جہاں کے راہ و رسم سے ناواقف اور آنے کے مقصد سے بے خبر تھا تو اس کے بعد اگر منزل بدلے اور کروٹ لے کر ایک نئی زندگی میں قدم رکھے تو اس میں حیرت ہی کیا ہے۔ جب موت کے معنی ایک زندگی سے دوسری زندگی میں قدم رکھنے کے ہیں تو اس سے ڈرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ہاں اگر دوسری زندگی کو کامیاب بنانے کے اسباب مہیا نہیں کئے گئے ہیں تو یقیناً ڈر ہو گا۔ مگر درحقیقت یہ موت کا ڈر نہیں ہے بلکہ وہاں کی ناکامی و رسوائی کا ڈر ہے۔ اس لحاظ سے دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ

کہ دُنیا مزرعہ آخرت ہے جو یہاں پر بویا جائے گا وہی آخرت میں کاٹا جائے گا۔ اس لئے وُہ مقصدِ حیات کے پیشِ نظر عملِ آخرت سے غافل نہیں رہتے۔ اور اُن کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ آخرت کا کوئی کام ادھورا اور نامکمل نہ رہ جائے تاکہ اللہ انہیں انعام واکرام کا مستحق سمجھے اور ان سے راضی وخوشنود ہو۔ اور جب انہیں موت آتی ہے تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اتنی ہی مدت کے لئے یہاں بھیجے گئے تھے اور اب واپس بلائے جا رہے ہیں، اس لئے کہ دنیا کو چھوڑنے کا انہیں ذرا رنج نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ جو زندگی سے خوش تو نہیں ہوتے مگر اُسے چھوڑنا بھی نہیں چاہتے۔ جیسے وُہ پرندہ جسے قفس میں ڈال دیا گیا ہو مگر وُہ نفس کی زندگی کو ناگوار سمجھنے کے باوجود اُسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن جب اسے قفس سے الگ کیا جاتا ہے تو وُہ باہر کی کُھلی فضا اور اس کی رونق وشادابی کو دیکھ کر دوبارہ اُس قفس کی طرف پلٹنا نہیں چاہتا اور نہ اُسے قفس کے چھوٹنے کا رنج ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ جب آخرت کی وسعت وپہنائی کو دیکھتے ہیں تو تنگنائے دنیا کو چھوڑنے کا انہیں صدمہ نہیں ہوتا بلکہ کیف ومسرت کے عالم میں جھوم کر یہ کہنے لگتے ہیں:۔

الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور احلنا دار المقامة من فضله لا یمسنا فیها نصب ولا یمسنا فیها لغوب۔	"اُس اللہ تعالیٰ کے لئے شکر ہے جس نے ہم سے رنج و اندوہ دُور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور قدر دان ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں ایک دائمی منزل میں اُتارا جہاں نہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں خستگی لاحق ہوگی"۔

تیسرے وہ جو آخرت کی زندگی سے آنکھیں بند کر کے صرف دُنیا کی زندگی پر قانع ومطمئن ہوتے ہیں اور انہیں دنیوی لذتوں اور کامرانیوں کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو دنیا سے منہ موڑنا انتہائی گراں گزرتا ہے اور آخرت کی زندگی انہیں راس نہیں آتی۔ بلکہ دُنیا کی آلودگیوں اور کثافتوں کے بعد جب عالمِ آخرت کی لطافتوں اور نعمتوں کو دیکھیں گے تو وہ دنیا ہی کی گندگیوں کو یاد کریں گے اور جس طرح دنیا میں اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہُوا تھا، اسی طرح آخرت میں بھی اندھے اور بصیرت سے محروم ہوں گے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

ومن کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الآخرة اعمیٰ واضل سبیلا۔	"جو دُنیا میں اندھے ہیں وہ آخرت میں بھی اندھے اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ہوں گے"۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ طَلَبِ السِّتْرِ وَالْوِقَايَةِ:

پردہ پوشی اور حفظ ونگہداشت کے لئے یہ دُعا پڑھتے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَفْرِشْنِيْ مِهَادَ كَرَامَتِكَ وَ اَوْرِدْنِيْ	بارِالٰہا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میرے لئے اعزاز واکرام کی مسند بچھا دے۔ مجھے رحمت کے

مَشَارِعَ رَحْمَتِكَ وَاحْلِلْنِي بُحْبُوحَةَ
جَنَّتِكَ وَلَا تَسُمْنِي بِالرَّدِّ عَنْكَ وَ
لَا تَحْرِمْنِي بِالْخَيْبَةِ مِنْكَ وَلَا
تُقَاصَّنِي بِمَا اجْتَرَحْتُ وَلَا
تُنَاقِشْنِي بِمَا اكْتَسَبْتُ وَلَا
تُبْرِزْ مَكْتُومِي وَلَا تَكْشِفْ
مَسْتُورِي وَلَا تَحْمِلْ عَلَى مِيزَانِ
الْإِنْصَافِ عَمَلِي وَلَا تُعْلِنْ
عَلَى عُيُونِ الْمَلَاءِ خَبَرِي
أَخْفِ عَنْهُمْ مَا يَكُونُ نَشْرُهُ
عَلَيَّ عَاراً وَاطْوِ عَنْهُمْ مَا يُلْحِقُنِي
عِنْدَكَ شَنَاراً شَرِّفْ دَرَجَتِي
بِرِضْوَانِكَ وَأَكْمِلْ كَرَامَتِي
بِغُفْرَانِكَ وَانْظِمْنِي فِي أَصْحَابِ
الْيَمِينِ وَوَجِّهْنِي فِي مَسَالِكِ
الْآمِنِينَ وَاجْعَلْنِي فِي فَوْجِ
الْفَائِزِينَ وَاعْمُرْ بِي مَجَالِسَ
الصَّالِحِينَ اٰمِينَ يَا رَبَّ
الْعَالَمِينَ۔

سرچشموں پر اتار دے۔ وسط بہشت میں جگہ دے اور اپنے ہاں سے ناکام پلٹا کر رنجیدہ نہ کر اور اپنی رحمت سے ناامید کر کے حرماں نصیب نہ بنا دے۔ میرے گناہوں کا قصاص نہ لے اور میرے کاموں کا سختی سے محاسبہ نہ کر۔ میرے چھپے ہوئے رازوں کو ظاہر نہ فرما اور میرے مخفی حالات پر سے پردہ نہ اُٹھا اور میرے اعمال کو عدل و انصاف کے ترازو پر نہ تول۔ اور اشراف کی نظروں کے سامنے میری باطنی حالت کو آشکارا نہ کر۔ جس کا ظاہر ہونا میرے لئے باعثِ ننگ و عار ہو وہ اُن سے چھپائے رکھ اور تیرے حضور جو چیز ذلت و رسوائی کا باعث ہو وہ اُن سے پوشیدہ رہنے دے۔ اپنی رضامندی کے ذریعہ میرے درجہ کو بلند اور اپنی بخشش کے وسیلہ سے میری بندگی و کرامت کی تکمیل فرما اور ان لوگوں کے گروہ میں مجھے داخل کر جو داہنے ہاتھ سے نامۂ اعمال لینے والے ہیں اور ان لوگوں کی راہ پر لے چل جو (دنیا و آخرت، میں) امن و عافیت سے ہمکنار ہیں اور مجھے کامیاب لوگوں کے زمرہ میں قرار دے اور نیکوکاروں کی محفلوں کو میری وجہ سے آباد و پُر رونق بنا۔ میری دُعا کو قبول فرما۔ اے تمام جہانوں کے پروردگار۔

جو شخص گناہ کو گناہ سمجھتا ہے وہ فطرۃً یہ چاہتا ہے کہ اس کے گناہ پر پردہ پڑا رہے اور کسی کو اس کے گناہ پر اطلاع نہ ہو اور نہ کوئی اسے ارتکاب معصیت کرتے ہوئے دیکھے۔ یہ پردہ داری کی خواہش اس کی دلیل ہے کہ وہ گناہوں کو قابلِ نفرت سمجھتا ہے اور اس کے اظہار و اعلان میں شرم محسوس کرتا ہے اور یہ شرم مبداء و معاد کے تصور اور کوتاہی کے احساس کا نتیجہ ہے۔ جب انسان اس جذبہ کے زیرِ اثر اپنے گناہ کو چھپانا چاہتا ہے تو قدرت بھی ایسے اسباب مہیا کر دیتی ہے جو اس کی پردہ پوشی میں معین ثابت ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی خداوند عالم اس کے گناہوں پر پردہ ڈالے گا اور دوسروں کی نگاہوں میں اُسے ذلیل و سبک نہ ہونے دے گا۔ اور جس طرح دنیا میں اس کی پردہ پوشی کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی فرمائیگا۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

اذا کان یوم القیامۃ تجلی اللہ لعبدہ المؤمن فیقفہ علی ذنوبہ ذنبا ذنبا ثم یغفر لہ ولا یطلع علی ذلک ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا ویستر علیہ ما یکرہ ان یقف علیہ احد ثم یقول لسیئاتہ کونی حسنات۔

جب قیامت کا دن ہوگا اور بندۂ مومن کے لئے جلوۂ الٰہی کا ظہور ہوگا تو اللہ سبحانہ اس کے گناہوں میں سے ایک ایک گناہ پر اُسے مطلع کرے گا، پھر اُسے بخش دے گا اور اس کے گناہوں پر نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی نبی مرسل کو آگاہ کرے گا۔ اور جن چیزوں پر کسی کا مطلع ہونا وہ پسند نہ کرتا تھا۔ انہیں پوشیدہ رہنے دے گا۔ پھر اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔"

اور جو شخص علانیہ اپنے گناہوں کو بیان کرتا ہے یا اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اُس کا گناہ ڈھکا چھپا رہے یا کھل جائے۔ تو وہ نظرِ رحمت باری سے محروم رہتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

المذیع بالسیئۃ مخذول والمستتر بالسیئۃ مغفور لہ۔

گناہوں کا اعلان کرنے والا محروم رہے گا اور چھپانے والا بخش دیا جائے گا۔"

گناہ کو چھپانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہوں میں بے باک نہیں ہونے پاتا۔ اور جب دوسرے اس کے گناہوں کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس سے حسنِ ظن رکھتے ہیں تو وہ بھی یہ چاہے گا کہ ارتکاب معاصی سے باز رہے تا کہ دوسروں کا حسنِ ظن باقی رہ سکے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ!

دُعائے ختم القرآن :۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَعَنْتَنِيْ عَلٰى خَتْمِ كِتَابِكَ الَّذِيْٓ اَنْزَلْتَهٗ نُوْرًا وَّجَعَلْتَهٗ مُهَيْمِنًا عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ اَنْزَلْتَهٗ وَ فَضَّلْتَهٗ عَلٰى كُلِّ حَدِيْثٍ قَصَصْتَهٗ وَ فُرْقَانًا فَرَقْتَ بِهٖ بَيْنَ حَلَالِكَ وَحَرَامِكَ وَقُرْاٰنًا اَعْرَبْتَ بِهٖ عَنْ شَرَآئِعِ اَحْكَامِكَ وَكِتَابًا فَصَّلْتَهٗ لِعِبَادِكَ تَفْصِيْلًا وَّ وَحْيًا اَنْزَلْتَهٗ عَلٰى

بارِ الٰہا! تو نے اپنی کتاب کے ختم کرنے پر میری مدد فرمائی۔ وہ کتاب جسے تُو نے نور بنا کر اتارا اور تمام کتب سماویہ پر اُسے گواہ بنایا اور ہر اس کلام پر جسے تو نے بیان فرمایا اسے فوقیت بخشی اور (حق و باطل میں) حدِ فاصل قرار دیا جس کے ذریعہ حلال و حرام الگ الگ کر دیا۔ وہ قرآن جس کے ذریعہ شریعت کے احکام واضح کئے وہ کتاب جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے شرح و تفصیل سے بیان کیا اور وہ وحی (آسمانی) جسے اپنے پیغمبر صلی اللہ

نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ تَنْزِيْلًا
وَجَعَلْتَهٗ نُوْرًا نَّهْتَدِيْ مِنْ ظُلَمِ الضَّلَالَةِ
وَالْجَهَالَةِ بِاتِّبَاعِهٖ وَ شِفَآءً
لِمَنْ اَنْصَتَ بِفَهْمِ التَّصْدِيْقِ اِلَى
اسْتِمَاعِهٖ وَمِيْزَانَ قِسْطٍ لَا يَحِيْفُ
عَنِ الْحَقِّ لِسَانُهٗ وَنُوْرَ هُدًى لَا
يَطْفَاُ عَنِ الشَّاهِدِيْنَ بُرْهَانُهٗ وَ
عَلَمَ نَجَاةٍ لَا يَضِلُّ مَنْ اَمَّ
قَصْدَ سُنَّتِهٖ وَلَا تَنَالُ اَيْدِي
الْهَلَكَاتِ مَنْ تَعَلَّقَ بِعُرْوَةِ عِصْمَتِهٖ
اَللّٰهُمَّ فَاِذْ اَفَدْتَنَا الْمَعُوْنَةَ عَلٰى
تِلَاوَتِهٖ وَسَهَّلْتَ جَوَاسِيَ
اَلْسِنَتِنَا بِحُسْنِ عِبَارَتِهٖ فَاجْعَلْنَا
مِمَّنْ يَّرْعَاهُ حَقَّ رِعَايَتِهٖ وَيَدِيْنُ
لَكَ بِاعْتِقَادِ التَّسْلِيْمِ لِمُحْكَمِ
اٰيَاتِهٖ وَيَفْزَعُ اِلَى الْاِقْرَارِ بِمُتَشَابِهِهٖ
وَمُوْضِحَاتِ بَيِّنَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ
اَنْزَلْتَهٗ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مُجْمَلًا وَاَلْهَمْتَهٗ
عِلْمَ عَجَآئِبِهٖ مُكَمَّلًا وَوَرَّثْتَنَا
عِلْمَهٗ مُفَسَّرًا وَفَضَّلْتَنَا عَلٰى مَنْ
جَهِلَ عِلْمَهٗ وَقَوَّيْتَنَا عَلَيْهِ
لِتَرْفَعَنَا فَوْقَ مَنْ لَّمْ يُطِقْ حَمْلَهٗ
اَللّٰهُمَّ فَكَمَا جَعَلْتَ قُلُوْبَنَا لَهٗ
حَمَلَةً وَعَرَّفْتَنَا بِرَحْمَتِكَ
شَرَفَهٗ وَفَضْلَهٗ فَصَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ الْخَطِيْبِ بِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ

علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا جسے وہ نور بنایا جس کی پیروی
سے ہم گمراہی وجہالت کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرتے
ہیں اور اس شخص کے لئے اسے شفا قرار دیا جو اس پر اعتقاد
رکھتے ہوئے اسے سمجھنا چاہے اور خاموشی کے ساتھ اسے سنے
اور وہ عدل و انصاف کا ترازو بنایا جس کا کانٹا حق سے ادھر
ادھر نہیں ہوتا اور وہ نور ہدایت قرار دیا جس کی دلیل و برہان
کی روشنی (توحید و نبوت کی) گواہی دینے والوں کے لئے
بجھتی نہیں اور وہ نجات کا نشان بنایا کہ جو اس کے سیدھے
طریقہ پر چلنے کا ارادہ کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا اور جو
اس کی ریسمان کے بندھن سے وابستہ ہو وہ (خوف
و فقر و عذاب کی) ہلاکتوں کی دسترس سے باہر ہو
جاتا ہے۔ بار الہا! جب کہ تو نے اس کی تلاوت کے
سلسلہ میں ہمیں مدد پہنچائی اور اس کے حسن ادائیگی کے
لئے ہماری زبان کی گرہیں کھول دیں تو پھر ہمیں ان
لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی پوری طرح حفاظت
و نگہداشت کرتے ہوں اور اس کی محکم آیتوں کے
اعتراف و تسلیم کی پختگی کے ساتھ تیری اطاعت کرتے
ہوں اور متشابہ آیتوں اور روشن و واضح دلیلوں کے
اقرار کے سایہ میں پناہ لیتے ہوں۔ اے اللہ! تو نے
اسے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اجمال کے
طور پر اتارا اور اس کے عجائب و اسرار کا پورا پورا علم انہیں
القا کیا اور اس کے علم تفصیلی کا ہمیں وارث قرار دیا۔
اور جو اس کا علم نہیں رکھتے ان پر ہمیں فضیلت دی۔
اور اس کے مقتضیات پر عمل کرنے کی قوت بخشی تاکہ جو
اس کے حقائق کے متحمل نہیں ہو سکتے ان پر ہماری فوقیت
و برتری ثابت کر دے۔ اے اللہ! جس طرح تو نے
ہمارے دلوں کو قرآن کا حامل بنایا اور اپنی رحمت

الْخُزَّانِ لَهُ وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ يَعْتَرِفُ
بِأَنَّهُ مِنْ عِنْدِكَ حَتَّى لَا يُعَارِضَنَا
الشَّكُّ فِي تَصْدِيقِهِ وَلَا يَخْتَلِجَنَا
الزَّيْغُ عَنْ قَصْدِ طَرِيقِهِ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْنَا
مِمَّنْ يَعْتَصِمُ بِحَبْلِهِ وَيَأْوِي
مِنَ الْمُتَشَابِهَاتِ إِلَى حِرْزِ مَعْقِلِهِ
وَيَسْكُنُ فِي ظِلِّ جَنَاحِهِ وَ
يَهْتَدِي بِضَوْءِ صَبَاحِهِ وَيَقْتَدِي
بِتَبَلُّجِ إِسْفَارِهِ وَيَسْتَصْبِحُ
بِمِصْبَاحِهِ وَلَا يَلْتَمِسُ الْهُدَى
فِي غَيْرِهِ اَللّٰهُمَّ وَكَمَا نَصَبْتَ
بِهِ مُحَمَّداً عَلَماً لِلدَّلَالَةِ عَلَيْكَ
وَأَنْهَجْتَ بِآلِهِ سُبُلَ الرِّضَا
إِلَيْكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ
اجْعَلِ الْقُرْآنَ وَسِيلَةً لَنَا إِلَى
أَشْرَفِ مَنَازِلِ الْكَرَامَةِ وَسُلَّماً
نَعْرُجُ فِيهِ إِلَى مَحَلِّ السَّلَامَةِ وَ
سَبَباً نُجْزَى بِهِ النَّجَاةَ فِي عَرْصَةِ
الْقِيَامَةِ وَذَرِيعَةً نَقْدَمُ بِهَا عَلَى
نَعِيمِ دَارِ الْمُقَامَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاحْطُطْ بِالْقُرْآنِ
عَنَّا ثِقْلَ الْأَوْزَارِ وَهَبْ لَنَا حُسْنَ
شَمَائِلِ الْأَبْرَارِ وَاقْفُ بِنَا آثَارَ
الَّذِينَ قَامُوا لَكَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ
وَأَطْرَافَ النَّهَارِ حَتَّى تُطَهِّرَنَا مِنْ
كُلِّ دَنَسٍ بِتَطْهِيرِهِ وَتَقْفُوَ بِنَا

سے اس کے فضل و شرف سے آگاہ کیا یوں ہی محمدؐ پر
جو قرآن کے خطبہ خواں، اور اُن کی آلؑ پر جو قرآن کے
خزینہ دار ہیں رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں
سے قرار دے جو یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ تیری جانب سے
ہے تاکہ اس کی تصدیق میں ہمیں شک و شبہ لاحق نہ ہو اور
اس کے سیدھے راستہ سے روگردانی کا خیال بھی نہ آنے پائے
اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی رسیاں سے
وابستہ اور مشتبہ امور میں اس کی محکم پناہ گاہ کا سہارا
لیتے اور اس کے پروں کے زیر سایہ منزل کرتے، اس کی صبح
درخشاں کی روشنی سے ہدایت پاتے اور اس کے نور کی
درخشندگی کی پیروی کرتے اور اس کے چراغ سے چراغ
جلاتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے ہدایت کے
طالب نہیں ہوتے۔ بارِ الٰہا! جس طرح تو نے اس قرآن
کے ذریعہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رہنمائی کا نشان
بنایا ہے اور اُن کی آلؑ کے ذریعہ اپنی رضا و خوشنودی
کی راہیں آشکارا کی ہیں یونہی محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور ہمارے لئے قرآن کو عزت و بزرگی کی بلند پایہ
منزلوں تک پہنچنے کا وسیلہ اور سلامتی کے مقام تک
بلند ہونے کا زینہ اور میدانِ حشر میں نجات کو جزا میں
پانے کا سبب اور محلِ قیام (جنت) کی نعمتوں تک پہنچنے
کا ذریعہ قرار دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ گناہوں کا بھاری بوجھ
ہمارے سر سے اُتار دے اور نیکوکاروں کے اچھے خصائل
و عادات ہمیں مرحمت فرما اور اُن لوگوں کے نقش قدم
پر چلا جو تیرے لئے رات کے لمحوں اور صبح و شام
(کی ساعتوں) میں اُسے اپنا دستور العمل بناتے

آثَارَ الَّذِيْنَ اسْتَضَاۤؤُا بِنُوْرِهٖ وَلَمْ
يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ عَنِ الْعَمَلِ
فَيَقْطَعَهُمْ بِخُدَعِ غُرُوْرِهٖ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لَنَا فِيْ ظُلَمِ اللَّيَالِيْ
مُوْنِسًا وَمِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ
وَخَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ حَارِسًا وَ
لِاَقْدَامِنَا عَنْ نَقْلِهَا مِنَ الْمَعَاصِيْ
حَابِسًا وَلِاَلْسِنَتِنَا عَنِ الْخَوْضِ
فِي الْبَاطِلِ مِنْ غَيْرِ مَا اٰفَةٍ مُخْرِسًا
وَلِجَوَارِحِنَا عَنِ اقْتِرَافِ الْاٰثَامِ
زَاجِرًا وَلِمَا طَوَتِ الْغَفْلَةُ عَنَّا
مِنْ تَصَفُّحِ الْاِعْتِبَارِ نَاشِرًا حَتّٰى
تُوْصِلَ اِلٰى قُلُوْبِنَا فَهْمَ عَجَاۤئِبِهٖ
وَزَوَاجِرَ اَمْثَالِهِ الَّتِيْ ضَعُفَتِ
الْجِبَالُ الرَّوَاسِيْ عَلٰى صَلَابَتِهَا
عَنِ احْتِمَالِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاَدِمْ بِالْقُرْاٰنِ صَلَاحَ ظَاهِرِنَا
وَاحْجُبْ بِهٖ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ
عَنْ صِحَّةِ ضَمَاۤئِرِنَا وَاغْسِلْ بِهٖ
دَرَنَ قُلُوْبِنَا وَعَلَاۤئِقَ اَوْزَارِنَا وَاجْمَعْ
بِهٖ مُنْتَشَرَ اُمُوْرِنَا وَاَرْوِ بِهٖ فِيْ
مَوْقِفِ الْعَرْضِ عَلَيْكَ ظَمَاَ
هَوَاجِرِنَا وَاكْسُنَا بِهٖ حُلَلَ الْاَمَانِ
يَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ فِيْ نُشُوْرِنَا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاجْبُرْ بِالْقُرْاٰنِ خَلَّتَنَا مِنْ عَدَمِ

ہیں تاکہ اس کی تطہیر کے وسیلہ سے تو ہمیں ہر آلودگی
سے پاک کر دے اور ان لوگوں کے نقش قدم پر چلائے،
جنہوں نے اس کے نورؔ سے روشنی حاصل کی ہے۔
اور امیدوں نے انہیں عمل سے غافل نہیں ہونے دیا کہ
انہیں اپنے فریب کی نیرنگیوں سے تباہ کر دیں اے
اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور قرآن
کو رات کی تاریکیوں میں ہمارا مونس اور شیطان کے مفسدوں
اور دل میں گزرنے والے وسوسوں سے نگہبانی کرنے اور
ہمارے قدموں کو نافرمانیوں کی طرف بڑھنے سے روک دینے
والا اور ہماری زبانوں کو باطل پیمائیوں سے بغیر کسی
مرض کے گنگ کر دینے والا اور ہمارے اعضاء کو ارتکاب
گناہ سے باز رکھنے والا اور ہماری غفلت و مدہوشی نے
جس دفتر عبرت و پند اندوزی کو تہہ کر رکھا ہے اُسے
پھیلانے والا قرار دے تاکہ اس کے عجائب و رموز کی
حقیقتوں اور اس کی متنبہ کرنے والی مثالوں کو کہ
جنہیں اٹھانے سے پہاڑ اپنے استحکام کے باوجود
عاجز آچکے ہیں ہمارے دلوں میں اُتار دے۔ اے
اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور قرآن
کے ذریعہ ہمارے ظاہر کو ہمیشہ صلاح و رشد سے آراستہ
رکھ اور ہمارے ضمیر کی فطری سلامتی سے غلط تصورات
کی دخل در اندازی کو روک دے اور ہمارے دلوں کی
کثافتوں اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھو دے اور
اس کے ذریعہ ہمارے پراگندہ امور کی شیرازہ بندی کر
اور میدانِ حشر میں ہماری جھلستی ہوئی دوپہروں کی تپش
و تشنگی بجھا دے اور سخت خوف و ہراس کے دن جب
قبروں سے اٹھیں تو ہمیں امن و عافیت کے جامے
پہنا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت

الْإِمْلَاقِ وَسُقْ إِلَيْنَا بِهِ رَغَدَ الْعَيْشِ
وَخِصْبَ سَعَةِ الْأَرْزَاقِ وَجَنِّبْنَا بِهِ
الضَّرَائِبَ الْمَذْمُومَةَ وَمَدَانِيَ
الْأَخْلَاقِ وَاعْصِمْنَا بِهِ مِنْ هُوَّةِ
الْكُفْرِ وَدَوَاعِي النِّفَاقِ حَتَّى يَكُونَ
لَنَا فِي الْقِيَامَةِ إِلَى رِضْوَانِكَ وَجِنَانِكَ
قَائِدًا وَلَنَا فِي الدُّنْيَا عَنْ سُخْطِكَ
وَتَعَدِّي حُدُودِكَ ذَائِدًا وَلِمَا
عِنْدَكَ بِتَحْلِيلِ حَلَالِهِ وَتَحْرِيمِ
حَرَامِهِ شَاهِدًا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَهَوِّنْ بِالْقُرْآنِ
عِنْدَ الْمَوْتِ عَلَى أَنْفُسِنَا كَرْبَ
السِّيَاقِ وَجَهْدَ الْأَنِينِ وَتَرَادُفَ
الْحَشَارِجِ إِذَا بَلَغَتِ النُّفُوسُ
التَّرَاقِيَ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ وَتَجَلَّى مَلَكُ
الْمَوْتِ لِقَبْضِهَا مِنْ حُجُبِ الْغُيُوبِ
وَرَمَاهَا عَنْ قَوْسِ الْمَنَايَا بِأَسْهُمِ
وَحْشَةِ الْفِرَاقِ وَدَافَ لَهَا مِنْ
ذُعَافِ الْمَوْتِ كَأْسًا مَسْمُومَةَ
الْمَذَاقِ وَدَنَا مِنَّا إِلَى الْآخِرَةِ رَحِيلٌ
وَانْطِلَاقٌ وَصَارَتِ الْأَعْمَالُ قَلَائِدَ
فِي الْأَعْنَاقِ وَكَانَتِ الْقُبُورُ هِيَ
الْمَأْوَى إِلَى مِيقَاتِ يَوْمِ التَّلَاقِ
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ
بَارِكْ لَنَا فِي حُلُولِ دَارِ الْبِلَى وَطُولِ
الْمُقَامَةِ بَيْنَ أَطْبَاقِ الثَّرَى وَ
اجْعَلِ الْقُبُورَ بَعْدَ فِرَاقِ الدُّنْيَا

نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ فقر و احتیاج کی وجہ سے
ہماری خستگی و بدحالی کا تدارک فرما اور زندگی کی کشائش
اور فراخ روزی کی آسودگی کا رُخ ہمارے جانب پھیر
دے اور بری عادات اور پست اخلاق سے ہمیں دُور
کردے اور کفر کے گڑھے (میں گرنے) اور نفاق انگیز
چیزوں سے بچالے تاکہ وہ ہمیں قیامت میں تیری
خوشنودی و جنت کی طرف بڑھانے والا اور دُنیا میں
تیری ناراضگی اور حدود شکنی سے روکنے والا ہو اور
اس امر پر گواہ ہو کہ جو چیز تیرے نزدیک حلال تھی اسے
حلال جانا اور جو حرام تھی اسے حرام سمجھا۔ اے اللہ!
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس قرآن
کے وسیلہ سے موت کے ہنگام نزع کی اذیتوں، کراہنے
کی سختیوں اور جان کنی کی لگاتار ہچکیوں کو ہم
پر آسان فرما جب کہ جان گلے تک پہنچ جائے اور کہا
جائے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے (جو کچھ
تدارک کرے)، اور ملک الموت غیب کے پردے چیر
کر قبض روح کے لئے سامنے آئے اور موت کی کمان
میں فراق کی دہشت کے تیر جوڑ کر اپنے نشانہ کی زد
پر رکھ لے اور موت کے زہریلے جام میں زہر ہلاہل
گھول دے اور آخرت کی طرف ہمارا چل چلاؤ، اور
کوچ قریب ہو اور ہمارے اعمال ہماری گردن کا
طوق بن جائیں اور قبریں روزِ حشر کی ساعت تک
آرام گاہ قرار پائیں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور کہنگی و بوسیدگی کے گھر میں اترنے اور مٹی
کی تہوں میں مدت تک پڑے رہنے کو ہمارے لئے مبارک
کرنا اور دُنیا سے منہ موڑنے کے بعد قبروں کو ہمارا اچھا گھر
بنانا اور اپنی رحمت سے ہمارے لئے گور کی تنگی کو کشادہ

خَيْرَ مَنَازِلِنَا وَافْسَحْ لَنَا بِرَحْمَتِكَ
فِيْ ضِيْقِ مَلَاحِدِنَا وَلَا تَفْضَحْنَا
فِيْ حَاضِرِي الْقِيَامَةِ بِمُوْبِقَاتِ
اٰثَامِنَا وَارْحَمْ بِالْقُرْاٰنِ فِيْ مَوْقِفِ
الْعَرْضِ عَلَيْكَ ذُلَّ مَقَامِنَا وَثَبِّتْ
بِهٖ عِنْدَ اضْطِرَابِ جِسْرِ جَهَنَّمَ
يَوْمَ الْمَجَازِ عَلَيْهَا زَلَلَ اَقْدَامِنَا
وَنَجِّنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَشَدَآئِدِ اَهْوَالِ يَوْمِ الطَّآمَّةِ
وَبَيِّضْ وُجُوْهَنَا يَوْمَ تَسْوَدُّ
وُجُوْهُ الظَّلَمَةِ فِيْ يَوْمِ الْحَسْرَةِ
وَالنَّدَامَةِ وَاجْعَلْ لَنَا فِيْ صُدُوْرِ
الْمُؤْمِنِيْنَ وُدًّا وَلَا تَجْعَلِ الْحَيٰوةَ
عَلَيْنَا نَكَدًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَكَ
وَصَدَعَ بِاَمْرِكَ وَنَصَحَ لِعِبَادِكَ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْ نَبِيَّنَا صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَقْرَبَ النَّبِيِّيْنَ مِنْكَ
مَجْلِسًا وَّاَمْكَنَهُمْ مِنْكَ شَفَاعَةً وَّ
اَجَلَّهُمْ عِنْدَكَ قَدْرًا وَّاَوْجَهَهُمْ عِنْدَكَ
جَاهًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّشَرِّفْ بُنْيَانَهٗ وَعَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَثَقِّلْ
مِيْزَانَهٗ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ وَقَرِّبْ
وَسِيْلَتَهٗ وَبَيِّضْ وَجْهَهٗ وَاَتِمَّ نُوْرَهٗ
وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ وَاَحْيِنَا عَلٰى سُنَّتِهٖ
وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَخُذْ بِنَا مِنْهَاجَهٗ
وَاسْلُكْ بِنَا سَبِيْلَهٗ وَاجْعَلْنَا مِنْ

کر دینا اور حشر کے عام اجتماع کے سامنے ہمارے مہلک
گناہوں کی وجہ سے ہمیں رسوا نہ کرنا۔ اور اعمال کے
پیش ہونے کے مقام پر ہماری ذلت و خواری کی وضع پر
رحم فرمانا۔ اور جس دن جہنم کے پل پر سے گزرنا ہوگا، تو
اس کے لڑکھڑانے کے وقت ہمارے ڈگمگاتے ہوئے
قدموں کو جما دینا اور قیامت کے دن ہمیں اس کے
ذریعہ ہر اندوہ اور روزِ حشر کی سخت ہولناکیوں سے نجات
دینا۔ اور جب کہ حسرت و ندامت کے دن ظالموں کے
چہرے سیاہ ہونگے ہمارے چہروں کو نورانی کرنا اور مومنین
کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کردے اور زندگی کو ہمارے
لئے دشوار گزار نہ بنا۔ اے اللہ! محمدؐ جو تیرے خاص
بندے اور رسولؐ ہیں ان پر رحمت نازل فرما، جس
طرح انہوں نے تیرا پیغام پہنچایا، تیری شریعت کو
واضح طور سے پیش کیا اور تیرے بندوں کو پند و نصیحت
کی۔ اے اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت
کے دن تمام نبیوں سے منزلت کے لحاظ سے مقرب تر،
شفاعت کے لحاظ سے برتر، قدر و منزلت کے لحاظ سے
بزرگ تر اور جاہ و مرتبت کے اعتبار سے ممتاز تر قرار
دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
فرما اور اُن کے ایوان (عزّ و شرف) کو بلند، اُن
کی دلیل و برہان کو عظیم اور اُن کے میزان (عمل کے
پلّہ) کو بھاری کر دے۔ اُن کی شفاعت کو قبول فرما
اور اُن کی منزلت کو اپنے سے قریب کر، اُن کے چہرے
کو روشن، اُن کے نور کو کامل اور اُن کے درجہ کو بلند فرما
اور ہمیں انہی کے آئین پر زندہ رکھ اور انہی کے دین پر
موت دے اور انہی کی شاہراہ پر گامزن کر اور انہی کے
راستہ پر چلا اور ہمیں اُن کے فرمانبرداروں میں سے قرار

أَهْلِ طَاعَتِهٖ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَ أَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا بِكَأْسِهٖ وَصَلِّ اَللّٰهُمَّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ صَلٰوةً تُبَلِّغُهُ بِهَا أَفْضَلَ مَا يَأْمُلُ مِنْ خَيْرِكَ وَفَضْلِكَ وَكَرَامَتِكَ إِنَّكَ ذُوْ رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَفَضْلٍ كَرِيْمٍ اَللّٰهُمَّ اجْزِهٖ بِمَا بَلَّغَ مِنْ رِسَالَتِكَ وَأَدّٰى مِنْ اٰيَاتِكَ وَنَصَحَ لِعِبَادِكَ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِكَ أَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ أَحَدًا مِنْ مَلٰٓئِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَأَنْبِيَآئِكَ الْمُرْسَلِيْنَ الْمُصْطَفَيْنَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

دے اور اُن کی جماعت میں محشور کر اور اُن کے حوض پر اُتار اور اُن کے ساغر سے سیراب فرما۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جس کے ذریعہ انہیں بہترین نیکی، فضل اور عزت تک پہنچائے جس کے وہ اُمیدوار ہیں۔ اس لئے کہ تو وسیع رحمت اور عظیم فضل و احسان کا مالک ہے۔ اے اللہ! انہوں نے جو تیرے پیغامات کی تبلیغ کی۔ تیری آیتوں کو پہنچایا۔ تیرے بندوں کو پند و نصیحت کی اور تیری راہ میں جہاد کیا، ان سب کی انہیں جزا دے جو ہر اس جزا سے بہتر ہو جو تُو نے مقرب فرشتوں اور برگزیدہ مرسل نبیوں کو عطا کی ہو، ان پر اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں اُن کے شاملِ حال ہوں۔

یہ دعا، دعائے ختم قرآن کے نام سے موسوم ہے جسے امام علیہ السلام قرآن مجید ختم کرنے کے بعد پڑھتے تھے لہٰذا اس دعا کو ختمِ قرآن کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ قرآن مجید پند و نصائح، حکم و مواعظ، عبر و امثال اور احکام شریعت کا سرچشمہ ہے اس لئے اسے پڑھنا، سننا اور اس میں غور و فکر کرنا ہماری زندگی کا معمول ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن "جتنا بآسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو"۔ اس سلسلہ میں احادیث بھی بڑی کثرت سے وارد ہوئی ہیں جن میں تلاوتِ قرآن کے اجر و ثواب کا ذکر اور اس کے مرغوب و مطلوب ہونے کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ حضرت حسین ابن علی علیہما السلام کا ارشاد ہے:۔

من قرأ اٰية من كتاب الله عزّ وجل فی صلوته قائماً يكتب له بكل حرفٍ مائة حسنة فان قرأها فی غير صلوة كتب الله له بكل حرفٍ عشر حسنات وان استمع القراٰن كتب الله بكل حرف حسنة وان ختم القراٰن ليلاً صلت عليه الملٰئكة حتی يصبح وان ختمه نهارا صلت عليه الحفظة حتی يمسی وكانت

جو شخص قیامِ نماز میں قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت کرے اس کے نامۂ اعمال میں ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اگر نماز کے علاوہ پڑھے تو خداوند عالم ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں ثبت کرتا ہے اور اگر صرف قرآن کو سُنے تو بھی اللہ ہر حرف کے بدلے میں نیکی لکھتا ہے اور اگر قرآن رات کے وقت ختم کرے تو صبح تک فرشتے اس کے لئے دُعائے رحمت کرتے ہیں اور اگر دن کو ختم کرے تو شام تک حفاظت کرنے والے ملائکہ اس پر درود و رحمت بھیجتے ہیں اور اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے

له دعوة مستجابة وكان خيراله مما بين السماء والارض۔ — ہر اس چیز سے بہتر ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔"

مقصدِ تلاوت صرف یہ نہیں ہے کہ زبان پر الفاظِ قرآن جاری ہو جائیں، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ قرآن کے تعلیمات دل و دماغ میں محفوظ ہو جائیں اور اخلاقی افادیت اور علمی و عملی بصیرت کا باعث ہوں اور زندگی کو حق و صداقت کے سانچہ میں ڈھال دیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تلاوت کے موقع پر ان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھا جائے جو اس مقصد کے حصول میں معین ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ آداب کچھ ظاہر سے متعلق ہیں اور کچھ باطن سے۔ ظاہری آداب یہ ہیں کہ تلاوت کے وقت باوضو اور رو بقبلہ ہو، ادب و احترام کے ساتھ قرآن مجید کو کھول کر سامنے رکھے اور تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہے اور آواز کو نہ زیادہ اونچا کرے اور نہ زیادہ دھیما۔ البتہ اگر نمود و ریا کا اندیشہ ہو تو پھر چپکے چپکے پڑھے۔ مخارجِ حروف کا لحاظ رکھے۔ وقف کے محل پر وقف کرے۔ ٹھہر ٹھہر کر اس کے جملے ادا کرے اور ممکن ہو تو خوش الحانی سے تلاوت کرے مگر آواز میں اُتار چڑھاؤ اور غنا کی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے چنانچہ پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اقرؤا القرآن بالحان العرب واصواتها وایاکم ولحون اهل الفسق واهل الکبائر — قرآن کو عرب کے لحن اور لب و لہجہ میں پڑھو اور فاسقوں اور گنہگاروں کے طرز و لحن میں نہ پڑھو۔"

جب دورانِ تلاوت میں ایسی آیت پر نظر پڑے جو عذاب و وعید پر مشتمل ہو تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگے۔ اور عالمِ آخرت کی کسی نعمت و بخشائش کا ذکر آئے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلائے۔ دُعا و استغفار کے سلسلہ میں کوئی آیت آئے تو دُعا و استغفار کرے آیہ سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ کرے اور تین دن سے کم عرصہ میں پورے قرآن کو ختم نہ کرے اور جب کوئی سورۃ ختم کرے تو یہ کہے:۔ صدق اللہ العلی العظیم وبلغ رسوله الکریم اللهم انفعنا به وبارك لنا فیه الحمد للہ رب العالمین۔ اور جب پورے قرآن کو ختم کرے تو دُعائے ختم القرآن پڑھے۔ یہ آداب وُہ ہیں جن کا تعلق صرف ظاہر سے ہے۔ اور وُہ آداب جن کا تعلق ضمیر و وجدان اور باطن سے ہے یہ ہیں:۔

پہلے یہ کہ قرآن مجید کی عظمت و تقدیس کو نظر میں رکھے اور اس کا عام کتابوں کی طرح مطالعہ نہ کرے بلکہ اپنے ذہن میں یہ تصور قائم کرے کہ یہ کتاب جو اس وقت ایک مجموعہ کی صورت میں اس کی نگاہوں کے سامنے ہے ایک وقت لوحِ محفوظ کی زینت تھی جو ملک الامین کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلبِ مبارک پر نازل ہوئی اور پھر ان کی زبان سے نکل کر فصحائے عالم کو گنگ کرتی ہوئی اس تک پہنچی ہے۔ جب یہ عظمت دِل میں گھر کرے گی تو فکر و نظر کی راہ آسان ہو جائے گی اور ایک ایسی صحت مندانہ ذہنیت تشکیل پا جائے گی جو اخلاقی و روحانیت کے اثرات کو قبول کرنے پر آمادہ کرے گی۔

دوسرے یہ کہ اس کے نازل کرنے والے کی عظمت و جلال کا تصور کرے کہ جو عرش و لوح، زمین و آسمان، چاند، سورج دریا، پہاڑ، غرض کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے اور ہر عظیم سے عظیم تر اور ہر عظمت سے اس کی عظمت بالاتر ہے اور

جب اس کی عظمت سے متاثر ہو کر اس کی تلاوت کی جائے گی تو اس کے قصص و امثال اور حکم و نصائح پوری طرح دل و دماغ کو متاثر کریں گے۔

تیسرے یہ کہ سوز و گداز، رقتِ قلب اور خضوع و خشوع کے ساتھ اس کی تلاوت کرے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دل، اللہ تعالیٰ اور اس کلام کی عظمت سے متاثر ہو۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

من قرأ القرآن ولم یخضع ولم یرق قلبه ولا ینشیٔ حزنا ووجلا فی سره فقد استھان بعظیم شان الله تعالیٰ وخسر خسرانا مبینا۔	جو شخص قرآن کی تلاوت کرے اور اس کے دل میں انکساری اور رقت کے جذبات اور ضمیر میں حزن و خوف کے کیفیات پیدا نہ ہوں تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و منزلت کو سبک سمجھا اور سراسر نقصان میں رہا۔"

چوتھے یہ کہ شیطانی وساوس و خطرات اور فاسد خیالات کو اپنے دل سے دور رکھے تاکہ توجہ و حضوریٔ قلب حاصل ہو سکے کیونکہ توجہ و انہماک نہ ہو تو تلاوت کی افادیت کمزور و مضمحل ہو جاتی ہے۔

پانچویں یہ کہ تلاوت کے وقت قرآن مجید کے ہر گوشہ پر نظر رکھے۔ اس کے مطالب و مقاصد کو سمجھے اور سمجھنے کے بعد انہیں ذہن نشین کرے تاکہ معانی و معارف کا سرمایہ دل و دماغ میں فراہم ہوتا رہے اور فہم و تدبر کی راہیں کھلتی رہیں اور جب غور و فکر کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور طبیعت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی تو صلاحیت مُردہ اور دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا۔	قرآن میں کچھ بھی تو غور نہیں کرتے۔ یا یہ کہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔"

چھٹے یہ کہ صرف ظاہر معنی کے جاننے پر اکتفا نہ کرے۔ اس طرح کہ خالق کے معنی پیدا کرنے والے اور رازق کے معنی رزق دینے والے کے ہیں۔ بلکہ جن آیتوں میں اس کے اسماء، وصفات اور مختلف افعال کا تذکرہ ہے ان میں غور و تدبر کرے کہ وہ خالق ہے، تو اس کی خالقیت کی نوعیت کیا ہے اور کس طرح بغیر کسی مواد اور بغیر کسی نمونہ کے مختلف الانواع پیکر خلق کئے۔ اور رازق ہے تو اس کی رازقیت کا دائرہ کتنا وسیع ہے کہ سمندر کی تہہ میں رہنے والے، فضا میں اڑنے والے، پہاڑوں کی کھوؤں میں بسنے والے سب ہی کو رزق مل رہا ہے اور شکمِ مادر میں کروٹیں بدلنے والے اور مفلوج و بے دست و پا تک کو روزی حاصل ہو رہی ہے جوں جوں انسان اس کے صفات میں غور و فکر کرے گا۔ اس کا تصور و ادراک اپنی درماندگی کا اعتراف کرے گا اور یہ اعتراف معرفت کے حدود سے قریب کر دے گا۔

ساتویں یہ کہ جو امور فہمِ قرآن سے مانع ہوتے ہیں ان کا قلع قمع کرے۔ ان موانع میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) تقلید و تعصب:۔ جب انسان کورانہ تقلید اور عصبیت کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ایک مسلک کی جنبہ داری چاہے وہ کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو اس کا وطیرہ بن جاتی ہے، اور قرآن کو کھینچ تان کر اپنی رائے کے مطابق کرنے کی کوشش کریگا اور قرآن کے واضح مفہوم کو نظرانداز کر کے خود ساختہ مطلب کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیگا۔

اور یہ کج فکری اس کی طبیعت میں اس طرح رچ بس جائے گی کہ طبیعت ثانیہ بن جائے گی۔ اور اب اُسے سیدھی سے سیدھی بات بھی ٹیڑھی اور ٹیڑھی سے ٹیڑھی بات بھی سیدھی دکھائی دے گی۔

(۲) **فکری جمود**:۔ اس سے ذہن کی انجلائی کیفیت ختم اور فکر و کاوش کی قوت معطل ہو جاتی ہے اور وُہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ بس جو مفسرین نے لکھ دیا ہے وہی صحیح ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی تفسیر نہیں ہو سکتی۔ اور وہ غور و فکر سے ہاتھ اٹھا کر انہی کے اقوال پر قانع ہو جاتا ہے۔

(۳) **اصرار معاصی**:۔ یہ بھی ایک بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ گناہوں کے پیہم ارتکاب سے صفا و نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور دل پر تاریکی و ظلمت کی ایسی تہیں چڑھ جاتی ہیں کہ حقائق و معارف کی روشنی کا ان میں گزر نہیں ہو سکتا۔

(۴) **سطحی انہماک**:۔ اس طرح کہ حروف اور ان کے مخارج وغیرہ کی تحقیق ہی پر اپنی توجہ کو منحصر کر دے اور جب توجہ انہی چیزوں کی طرف ہو گی تو معانی و مطالب کی طرف توجہ مبذول کرنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ یہ لوگ سطح دریا کے دلکش مناظر میں اس طرح کھو جاتے ہیں کہ انہیں یہ یاد ہی نہیں رہتا کہ اس کی تہہ میں کتنے خزانے مخفی ہیں کہ وہ موجوں سے کھیلیں اور لہروں سے ٹکرائیں اور اپنے دامن کو موتیوں سے بھریں۔

آٹھویں یہ کہ قرآن کے حکم و مواعظ اور قصص و امثال پر غور کرے اور اس کے عبرت و نصیحت کے پہلوؤں کو دیکھے، تو ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرے اور ایسے موارد میں قدرت نے جہاں جہاں خطاب کیا ہے یہ تصور کرے کہ یہ خطاب اسی سے ہے لہذا اس سے اسی طرح اثر لے جس طرح کسی فرمانروا کے فرمان کو پڑھ کر اثر لیا جاتا ہے اور اس پر ہر ممکن طریقہ سے عمل کیا جاتا ہے تاکہ سلطانی قہر و غضب کی زد میں نہ آئے۔

نویں یہ کہ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں تہدید و سرزنش ہو تو اس پر خوف و ہراس چھا جائے اور جب ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں رحمت و مغفرت اور نعیم جنت کا تذکرہ ہو تو اس کے اندر اُمید و رجاء اور مسرت و انبساط کی رُوح دوڑنے لگے۔

دسویں یہ کہ تلاوت کے موقع پر یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہے۔ اگر یہ اسے نہیں دیکھ سکتا مگر وُہ اسے دیکھ رہا ہے اور گوش بر آواز ہے۔ جب اس تصور کے قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر یہ تصور کرے کہ خداوند عالم اس قرآن کے ذریعہ اس سے مخاطب ہے اور اسے اچھائیوں کا حکم دے رہا ہے اور برائیوں سے روک رہا ہے۔ جب اس منزل یک پہنچ جائے تو پھر اسی کو اپنے تصورات و خیالات کا مرکز بنائے۔ اس حد تک کہ فکر و خیال میں اس کے علاوہ کسی اور کی گنجائش نہ رہے نہ اپنی ذات کی طرف نہ اپنے مال کی طرف اور نہ اہل و عیال کی طرف اور کلام کے پردہ میں متکلم سے لَو لگائے۔ کیونکہ اس کا کلام اس کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

واللّٰہ لقد تجلی اللّٰہ لخلقہ فی کلامہ ولکن لا یبصرون۔	خدا کی قسم! قدرت اپنے کلام کے اندر اپنی مخلوقات کے لئے جلوہ گر ہے لیکن وہ دیکھتے نہیں ہیں۔"

گیارہویں یہ کہ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں نیکوکاروں کا تذکرہ اور ان کی مدح و توصیف ہو تو اپنے

کو ان میں شمار نہ کرے۔ اور نہ ان صفتوں کو اپنے پر منطبق کرنے کی کوشش کرے بلکہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ مومنین کے صفات سے متصف ہو اور اللہ تم اسے اہلِ صدق و صفا میں سے قرار دے۔ اور جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں نافرمانوں اور گنہگاروں کی مذمت ہو، تو یہ سمجھے کہ جن لوگوں سے یہ خطاب ہے اور جنہیں یہ تنبیہہ و سرزنش کی جا رہی ہے اُن میں ایک فرد وہ بھی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ و انابت کرے، گناہوں سے مغفرت چاہے اور حسنِ عمل کی توفیق مانگے تاکہ خداوندِ عالم اسے قرآن پر عمل کرنے والوں میں شمار کرے اور شفاعتِ قرآن اُسے نصیب کرے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نَظَرَ إِلَى الْهِلَالِ:

أَيُّهَا الْخَلْقُ الْمُطِيعُ الدَّائِبُ السَّرِيعُ الْمُتَرَدِّدُ فِي مَنَازِلِ التَّقْدِيرِ الْمُتَصَرِّفُ فِي فَلَكِ التَّدْبِيرِ آمَنْتُ بِمَنْ نَوَّرَ بِكَ الظُّلَمَ وَ أَوْضَحَ بِكَ الْبُهَمَ وَ جَعَلَكَ آيَةً مِنْ آيَاتِ مُلْكِهِ وَ عَلَامَةً مِنْ عَلَامَاتِ سُلْطَانِهِ وَ امْتَهَنَكَ بِالزِّيَادَةِ وَ النُّقْصَانِ وَ الطُّلُوعِ وَ الْأُفُولِ وَ الْإِنَارَةِ وَ الْكُسُوفِ فِي كُلِّ ذَلِكَ أَنْتَ لَهُ مُطِيعٌ وَ إِلَى إِرَادَتِهِ سَرِيعٌ سُبْحَانَهُ مَا أَعْجَبَ مَا دَبَّرَ فِي أَمْرِكَ وَ أَلْطَفَ مَا صَنَعَ فِي شَأْنِكَ جَعَلَكَ مِفْتَاحَ شَهْرٍ حَادِثٍ لِأَمْرٍ حَادِثٍ فَأَسْأَلُ اللَّهَ رَبِّي وَ رَبَّكَ وَ خَالِقِي وَ خَالِقَكَ وَ مُقَدِّرِي وَ مُقَدِّرَكَ وَ مُصَوِّرِي وَ مُصَوِّرَكَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ أَنْ يَجْعَلَكَ هِلَالَ بَرَكَةٍ لَا تَمْحَقُهَا الْأَيَّامُ وَ طَهَارَةٍ لَا تُدَنِّسُهَا الْآثَامُ هِلَالَ

دُعائے رویتِ ہلال

اے فرمانبردار، سرگرم عمل اور تیز رو مخلوق اور مقررہ منزلوں میں یکے بعد دیگرے وارد ہونے اور فلک نظم و تدبیر میں تصرف کرنے والے میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے تیرے ذریعہ تاریکیوں کو روشن اور ڈھکی چھپی چیزوں کو آشکارا کیا اور تجھے اپنی شاہی و فرمانروائی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اپنے غلبہ و اقتدار کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا اور تجھے بڑھنے، گھٹنے، نکلنے، چھپنے اور چمکنے گہنانے سے تسخیر کیا۔ ان تمام حالات میں تو اس کے زیرِ فرمان اور اس کے ارادہ کی جانب رواں دواں ہے۔ تیرے بارے میں اس کی تدبیر و کارسازی کتنی عجیب اور تیری نسبت اس کی صناعی کتنی لطیف ہے تجھے پیش آیند حالات کے لئے نئے مہینہ کی کلید قرار دیا۔ تو اب میں اللہ تعالیٰ سے جو میرا پروردگار اور تیرا پروردگار، میرا خالق اور تیرا خالق، میرا نقش آرا اور تیرا نقش آرا، اور میرا صورت گر اور تیرا صورت گر ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ رحمت نازل کرے محمد اور اُن کی آل پر، اور تجھے ایسی برکت والا چاند قرار دے، جسے دنوں کی گردشیں زائل نہ کر سکیں اور ایسی پاکیزگی والا جسے گناہ

اَمْنٍ مِنَ الْاٰفَاتِ وَسَلَامَةٍ مِّنَ السَّیِّاٰتِ هِلَالَ سَعْدٍ لَا نَحْسَ فِیْهِ وَیُمْنٍ لَا نَکَدَ مَعَهٗ وَیُسْرٍ لَا یُمَازِجُهٗ عُسْرٌ وَخَیْرٍ لَا یَشُوْبُهٗ شَرٌّ هِلَالَ اَمْنٍ وَاِیْمَانٍ وَنِعْمَةٍ وَاِحْسَانٍ وَسَلَامَةٍ وَاِسْلَامٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَرْضٰی مَنْ طَلَعَ عَلَیْهِ وَاَزْکٰی مَنْ نَظَرَ اِلَیْهِ وَاَسْعَدَ مَنْ تَعَبَّدَ لَكَ فِیْهِ وَوَفِّقْنَا فِیْهِ لِلتَّوْبَةِ وَاعْصِمْنَا فِیْهِ مِنَ الْحَوْبَةِ وَاحْفَظْنَا مِنْ مُّبَاشَرَةِ مَعْصِیَتِكَ وَاَوْزِعْنَا فِیْهِ شُکْرَ نِعْمَتِكَ وَاَلْبِسْنَا فِیْهِ جُنَنَ الْعَافِیَةِ وَاَتْمِمْ عَلَیْنَا بِاسْتِکْمَالِ طَاعَتِكَ فِیْهِ الْمِنَّةَ اِنَّكَ الْمَنَّانُ الْحَمِیْدُ۔ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ۔

کی کثافتیں آلودہ نہ کر سکیں۔ ایسا چاند جو آفتوں سے بری اور برائیوں سے محفوظ ہو۔ سراسر یمن و سعادت کا چاند جس میں ذرا نحوست نہ ہو۔ اور سراپا خیر و برکت کا چاند جیسے تنگی و عسرت سے کوئی لگاؤ نہ ہو اور ایسی آسانی و کشائش کا جس میں دشواری کی آمیزش نہ ہو اور ایسی بھلائی کا جس میں برائی کا شائبہ نہ ہو۔ غرض سرتاپا امن، ایمان، نعمت، حسن عمل، سلامتی اور اطاعت و فرمانبرداری کا چاند ہو، اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جن جن پر یہ اپنا پرتو ڈالے اُن سے بڑھ کر ہمیں خوشنود، اور جو جو اسے دیکھے ان سب سے زیادہ درست کار اور جو جو اس مہینہ میں تیری عبادت کرے ان سب سے زیادہ خوش نصیب قرار دے۔ اور ہمیں اس میں توبہ کی توفیق دے اور گناہوں سے دُور اور معصیت کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارے دل میں اپنی نعمتوں پر ادائے شکر کا ولولہ پیدا کر اور ہمیں امن و عافیت کی سپر میں ڈھانپ لے اور اس طرح ہم پر اپنی نعمت کو تمام کر کہ تیرے فرائض اطاعت کو پورے طور سے انجام دیں۔ بے شک تو نعمتوں کا بخشنے والا اور قابل ستائش ہے۔ رحمت فراواں نازل کرے اللہ محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر۔

* * *

طلوع ہلال کا منظر اتنا دلکش ہوتا ہے کہ جب سُورج کی شعاعوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر شفق کے رنگین پردوں میں سے جھانکتا ہے تو ایک دنیا کی نظریں اس کی طرف اُٹھ جاتی ہیں اور ہاتھ اس صانع حقیقی کی بارگاہ میں بلند ہو جاتے ہیں جس نے ایک جرم تاریک کو غسل آفتابی دے کر نگاہوں کا مرکز بنایا اور اس کی راہ پیمائیوں اور اُتار چڑھاؤ کی مختلف تبدیلیوں سے نظرافروزی کا سامان کیا جو کبھی ہلال ہے اور کبھی قمر، کبھی بدر ہے اور کبھی رُو بہ زوال۔ کبھی رات کے پہلے حصے میں درخشاں ہے تو کبھی رات کے آخری حصہ میں۔ کبھی خطِ ارتفاع کی طرف سرگرم سیر ہے تو کبھی تنزل و انحطاط کی طرف مائل۔ کبھی نظروں کے سامنے ہے تو کبھی نگاہوں سے روپوش۔ جس کے نتیجہ میں کبھی آسمانی وسعتوں سے لے کر زمین کی پہنائیوں تک نور و روشنی پھیل جاتی ہے

اور کبھی ہر طرف اندھیرا چھا جاتا اور کرۂ ارض گھٹا ٹوپ اندھیاریوں میں ڈوب جاتا ہے۔ مگر یہ تاریکی اُمید افزا اور روشنی کی پیغامبر ہوتی ہے۔ کیونکہ جب بھی اندھیرا پھیلتا ہے اس کے بعد روشنی ضرور نمودار ہوتی ہے، اور یہ اندھیرا اس کی علامت بن جاتا ہے کہ اب روشنی کی نمود قریب ہے۔ چنانچہ ادھر تاریکی پھیلی، اُدھر دلوں میں اُمید کی کرن چمکی اور چاند ایک آدھ دن کی رُوپوشی کے بعد نور و روشنی کا سامان لیئے موجود ہو گیا۔ وُہی طنطنہ و طمطراق، وہی گردشِ فضا و سیرِ آفاق، وہی گھٹنا، بڑھنا، چھُپنا، اُبھرنا۔ غرض چاند کی یہ تمام کیفیتیں اتنی دلفریب ہیں کہ نگاہیں اس کے نظارہ سے سیر نہیں ہوتیں۔ اور اَن گنت صدیوں کے باوجود اس کی کشش و دل آویزی میں کمی پیدا نہیں ہوتی۔ گویا یہ کسی حسنِ لازوال کا پرتو ہے جو اپنی جلوہ افروزی سے اس کی کشش کو کم نہیں ہونے دیتا اور اپنی تابشِ جمال سے اس کی ضیا و تابانی کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ کیا چشمِ بینا اس حسین نقش کو دیکھ کر نقش آرائے فطرت کے وجود سے انکار کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ؎

ایں ہمہ آیاتِ روشن آں ہمہ خلقِ بدیع — کور چشمے کو نہ بیند کردگارِ خویش را

یہ اس کی کشش و دل آویزی ہی کا کرشمہ ہے کہ آب و گل کے بسنے والے اس پر کمندیں ڈال رہے ہیں اور اس کی نور پاش و حُسن افروز وادیوں تک پہنچنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ کسی کو یہ ؏

کمند کوتاہ و بازوئے شکست و بامِ بلند

کا احساس زمین گیر بنائے ہوئے ہے اور کوئی اسے تسخیر کرنے کے لئے خلائے بسیط کی راہوں کو ہموار کر رہا ہے۔ وہاں کسی انسان کے زندہ پہنچنے یا پہنچ کر زندہ رہنے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو یا نہ ہو مگر اس سلسلہ میں جو کوششیں بروئے کار آئی ہیں وُہ ذہنِ انسانی کے ارتقار کی آئینہ دار ہیں۔ اس سلسلہ میں ہیئت دانوں نے جو معلومات بہم پہنچائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین سے چاند کا فاصلہ مستقل نہیں ہوتا بلکہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس کا اوسط فاصلہ دو لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو ساٹھ (۲،۳۸،۸۶۰) میل ہے اور زیادہ سے زیادہ دو لاکھ باون ہزار سات سو دس میل اور کم سے کم دو لاکھ ۲۱ ہزار ۴ سو ۶۳ میل ہے اور قطر ۲ ہزار ایک سو ۶۳ میل ہے جو دو سو ۸۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے اور ایک ایسے زاویہ پر واقع ہے کہ اس کا ۲/۵ حصہ ہمیشہ اہلِ زمین کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ اس میں گہرے کھڈ، جھلسے ہوئے چٹیل میدان، اور سنگلاخ پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں ۵ ہزار فٹ سے ۱۸ ہزار فٹ تک بلند ہیں اور بعض ہیئت دانوں کا اندازہ تیس ہزار فٹ تک کا بھی ہے۔ اس کی کشش زمین کی بہ نسبت ۱/۶ حصہ ہے۔ اسی طرح کہ اگر زمین پر ایک انسان کا وزن ۱۷۵ پونڈ ہو گا، تو چاند پر اس کا وزن صرف ۲۹ ۱/۶ پونڈ رہ جائے گا اور اس کے جس حصہ پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں وہاں کا درجہ حرارت ۱۳۰ سنٹی گریڈ ہوتا ہے اور جس حصہ پر شعاعیں نہیں پڑتیں وہاں صفر سے ۱۲۰ درجہ سنٹی گریڈ کم ہو جاتا ہے۔ اس میں نہ سبزہ و روئیدگی کے نشان ہیں نہ پانی کا وجود نہ ہوا کا گزر ہے۔ یہ تیرہ و تار کرہ سورج سے روشنی مستعار لیتا ہے اور یہی روشنی منعکس ہو کر ہماری راتوں کو روشن اور کرۂ زمین کو حسن و رعنائی کے جلووں سے معمور کر دیتی ہے۔ بعض علماء نے ارشادِ الٰہی ھو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا۔ (اسی نے سورج کو ضیا بار اور چاند کو روشن قرار دیا ہے) سے سورج کی روشنی کے اصلی اور چاند کی روشنی کے اکتسابی ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس طرح کہ قدرت نے سورج کے لئے ضیا اور چاند کے لئے نُور کا لفظ

استعمال کیا ہے اور ضیاء و نور میں اصلی و اکتسابی ہی کا فرق ہے۔ چنانچہ صاحب ریاض السالکین تحریر کرتے ہیں:۔

قال المتکلمون القائم بالمضی لذاتہ ھو الضوء کمافی الشمس و بالمضی بغیرہ ھو النور کمافی القمر	متکلمین کا قول ہے کہ جو چیز خود سے روشن ہونیوالی چیز سے وابستہ ہو وہ ضوء ہے جیسے سورج اور جو دوسرے سے روشن ہونیوالی شے سے قائم ہو وہ نور ہے جیسے قمر۔

امام علیہ السلام نے سرنامۂ دعا میں چاند سے خطاب کیا ہے۔ اس خطاب کی نوعیت وہی ہے جو زمان و مکان سے خطاب کی ہوتی ہے اور اس طرح کا مخاطبہ کلام عرب میں ذائع و شائع ہے اور اسے ایک مخلوق سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی رد ہوتی ہے جو سات آسمانی دیوتاؤں کے قائل تھے اور چاند کو ایک دیوتا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ پھر بروج و منازل میں اس کی گردشوں اور مختلف تبدیلیوں سے اس کے مخلوق ہونے پر استشہاد کیا ہے۔ کیونکہ جو چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتی اور مختلف تغیرات و تطورات کی آماجگاہ بنی رہتی ہے۔ وہ مخلوق و حادث ہوتی ہے اور حدوث ایک خالق و صانع کی احتیاج کا پتہ دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت و ربوبیت کا ذکر فرمایا ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع اور اس کے اقتدار کی ایک علامت اور اس کے ہمہ گیر تسلط کی ایک نشانی قرار دیا ہے تاکہ چاند دیکھتے وقت یہ تاثر ذہن میں قائم رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کی گزرگاہ میں ایک ذرہ بے مقدار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس کے سامنے کسی عظمت و تقدیس کا اظہار نہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ائمہ اہل بیت سے جو رویت ہلال کے آداب وارد ہوئے ہیں یا ان کے عمل سے ظاہر ہوئے ہیں اُن میں یہ امر ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے کہ تذلل و سرافگندگی صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو اور اُسے صحیفۂ قدرت کی ایک آیت اور عظمتِ الٰہی کی ایک نشانی کی حیثیت سے دیکھا جائے۔ مثلاً یہ کہ دُعا کے موقع پر چاند کی طرف ہاتھ یا سر یا کسی اور حصۂ جسم سے اشارہ نہ کیا جائے۔ ہاتھوں کو اسی طرح بلند کیا جائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے وقت بلند کئے جاتے ہیں۔ چاند کا اُفق کسی طرف ہو، دُعا پڑھنے والا روبقبلہ کھڑا ہو۔ البتہ جن فقروں میں چاند سے خطاب ہے ان فقروں کے پڑھنے کے وقت چاند کی طرف رُخ کیا جا سکتا ہے۔ جس جگہ چاند دیکھے وہاں سے الگ ہونے سے پہلے دُعا پڑھ لے تاکہ قدرت کی کرشمہ سازی کا تاثر مضمحل نہ ہونے پائے۔ چاند دیکھنے کے بعد مصحف، آبِ رواں، سبزہ و گل اور فیروزہ وغیرہ دیکھے تاکہ آنکھوں میں تر و تازگی، دلوں میں نزہت آفریں مسرت اور قدرت کی عجائب آفرینی کا تصور پیدا ہو۔

ہلال کا اطلاق اگرچہ عام طور پر پہلی رات کے چاند پر ہوتا ہے مگر بعض اہل لغت کے نزدیک دوسری تاریخ کے چاند کو بھی ہلال کہا جاتا ہے۔ اور بعض ہلال کی آخری شب تیسری رات کو قرار دیتے ہیں۔ ہلال، اہلال سے ماخوذ ہے اور اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہوتے ہیں اور عربی زبان میں جس لفظ میں ہائے ہوز اور تکرار لام ہو اس میں عموماً شہرت و بلندی آواز کے معنی ہوتے ہیں اور ہلال کی بھی یہی صورت ہے کہ جب وہ نکلتا ہے تو ہر طرف شہرت پھیل جاتی ہے اور زبانوں پر اس کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ یا یہ کہ ہل سے ماخوذ ہے جس کے معنی ضعف و کمزوری کے ہیں۔ اور یہ چونکہ ایک باریک کمان کی صورت میں نظر آتا ہے اس لئے اسے ہلال کہا جاتا ہے۔ رویتِ ہلال صرف دیکھنے ہی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ تیس دن پورے ہو

جائیں یا ایسے شخص دو گواہی دیں جن کی راست گوئی و فرض شناسی پر اعتماد ہو یا ایسی شہرت ہو جائے جس سے چاند کے ہونے کا یقین ہو جائے تو رویت ثابت ہے اور اس سلسلہ میں منجمین کے مقرر کردہ اصولوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ صرف ظنی و تخمینی چیزیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ذیقعد کی چوتھی اور محرم کی پہلی، ذی الحجہ کی چوتھی اور صفر کی پہلی اور محرم کی چوتھی اور ربیع الاول کی پہلی۔ صفر کی چوتھی اور ربیع الثانی کی پہلی، ربیع الاوّل کی چوتھی اور جمادی الاوّل کی پہلی، ربیع الثانی کی چوتھی اور جمادی الاخریٰ کی پہلی، جمادی الاولیٰ کی چوتھی اور رجب کی پہلی، جمادی الاخریٰ کی چوتھی اور شعبان کی پہلی، ماہِ رمضان کی چوتھی اور ذیقعدہ کی پہلی، شوال کی چوتھی اور ذی الحجہ کی پہلی ایک دن میں واقع ہوگی۔ مثلاً شوال کی چوتھی اگر جمعہ ہو تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کے دن ہوگی۔ اسی طرح نصیر الدین طوسی رحمۃ اللہ کی طرف یہ شعر منسوب ہے۔

یدس چوں غرہ افتد بست ورنہ داں   اگر چپاکش آید جملہ بر خواں

یدس سے مراد یک شنبہ، دوشنبہ اور سہ شنبہ ہے۔ ان دنوں میں اگر پہلی تاریخ ہو تو مہینہ انتیس کا ہوگا۔ اور چپاکش سے مراد چہار شنبہ، پنجشنبہ، آدینہ (جمعہ) اور شنبہ ہے۔ ان دنوں میں اگر پہلی ہو تو پورے تیس۳۰ دن کا ہوگا۔ و العلم عند اللہ۔

قدرت نے اس چاند کے ذریعہ گوناگوں فوائد و منافع کا سامان کیا ہے۔ اگرچہ اس کے فوائد و خواص کو اہل تحقیق ہی جانتے ہیں مگر کچھ فوائد تو وہ ہیں جن کا مشاہدہ ہر کس و ناکس کر سکتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص یہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ اس سے تاریک راتیں روشن و منور اور اس کی روشنی سے اشیاء کی نمود ہوتی ہے اور اس کے طلوع و غروب، عروج و زوال اور سیر و حرکت سے ازمنہ و اوقات منضبط ہوتے ہیں۔ جس سے کائنات میں ہم آہنگی اور زندگی کے ہر شعبہ میں نظم و ترتیب قائم ہوتی ہے چنانچہ قدرت نے اس فائدہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔

یسئلونك عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس۔   "اے پیغمبر! تم سے لوگ (پہلی راتوں کے) چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہو کہ یہ انسان کے لئے وقت کا حساب لگانے کیلئے ہیں"

اوقات کی حد بندی کا تصور انسان کے دل میں سورج کے طلوع و غروب سے پیدا ہوا۔ اس طرح کہ اس نے سورج کو نکلتے اور پھر اُسے ڈوبتے دیکھا اور طلوع سے لے کر غروب تک کا وقت روشن اور غروب سے لے کر طلوع تک کا وقت تاریک پایا تو اس نے ایک طلوع سے لے کر دوسرے طلوع تک کا وقت دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ روشن حصہ کا نام دن ہوا اور تاریک حصہ کا نام رات۔ اب اگر وقت کا حساب اسی شب و روز سے چلتا تو ایک پچاس سالہ شخص کو اپنی عمر کا حساب لگانے کے لئے اٹھارہ ہزار دو سو پچاس راتوں اور اٹھارہ ہزار دو سو پچاس دنوں کا حساب رکھنا پڑتا۔ اور اگر شب و روز کے مجموعہ سے حساب کرتا جب بھی اٹھارہ ہزار دو سو پچاس کے شمار کی ضرورت پڑتی۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح حساب و شمار نہایت دشوار ہوتا۔ اس دشواری کو اس نے چاند کے ذریعہ دور کیا۔ اس طرح کہ اس نے دیکھا کہ وہ ایک معین وقت پر نکلتا ہے اور تغیر و تبدل کے مختلف حالات سے گزرتا ہوا کچھ مدت کے لئے آنکھوں سے روپوش ہو جاتا ہے اور پھر اسی پہلی وضع و صورت کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس میں کبھی خلل رونما نہیں ہوتا۔ تو چاند کے دو

طلوعوں کے درمیانی عرصہ سے ایک اور وقت کی حد بندی کر لی اور اس کا نام مہینہ تجویز کیا۔ اب پچاس سال کی مدت کے لئے اٹھارہ ہزار دو سو پچاس دنوں کو یاد رکھنے کی بجائے چھ سو مہینے ہی یاد رکھنا پڑے۔ پھر موسموں کے دورہ کرنے سے ایک اور مدت کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور اس نے دیکھا کہ ایک موسم کے شروع ہونے کے بعد دوبارہ اسی موسم کے آنے تک بارہ مرتبہ چاند طالع ہوتا ہے تو اس نے بارہ مہینوں کی ایک مدت تجویز کر لی اور اس کا نام سال ہُوا۔ جب سالوں کے ذریعہ اوقات کی حد بندی ہونے لگی تو اوقات شماری کی تمام دشواریاں دُور ہو گئیں۔ جن لوگوں نے سب سے پہلے تشکیل اوقات کی طرف توجہ کی، وُہ اہلِ مصر تھے۔ چنانچہ آثارِ مصر کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں وہ ایک مہینہ ظاہر کرنا چاہتے تھے وہاں ہلال کی شکل بنا دیتے تھے اور ۴۰۰۰ ق۔م انہوں نے اپنے تہواروں کے ناموں پر بارہ مہینوں کے نام رکھ کر سال کی حد بندی کر لی تھی۔ اور یُونان، رُوم، ہند اور عرب میں بھی قمری مہینوں کا حساب رائج تھا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے بھی قمری حساب کو برقرار رکھا۔ اور قمری مہینوں ہی کے لحاظ سے سال کی تحدید کی اور مہینوں کے گھٹانے بڑھانے اور آگے پیچھے کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں عرب اپنی مقصد برآری کے لئے امن و آشتی کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے یا حج کے مہینہ کو پیچھے ڈال دیتے تھے۔ یہ سال سنہ ہجری کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کی ابتداء امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مشورہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی ہجرت پر رکھی گئی تھی۔ اگرچہ ہجرت کا واقعہ ۲۷ صفر کو پیش آیا اور ۱۲ ربیع الاوّل کو آنحضرتؐ کا مدینہ میں وُرود ہُوا، مگر محرم کی اہمیت و شہرت اور شہر الحرام میں نمایاں ہونے کی وجہ سے اور یہ خیال کہ ہجرت کا ارادہ محرم ہی سے تھا، اسے سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ اگرچہ قمری حساب سیدھا سادا اور ہر قسم کے پیچ و خم سے پاک ہے مگر اس میں یہ دشواری پیش آئی کہ اس کے ذریعہ فصلوں کی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جو مہینہ آج سردی میں آ رہا ہے پھر گرمی میں آنا شروع ہو جائے گا اور جو خزاں میں آ رہا ہے وُہ بہار میں آنے لگے گا۔ لہٰذا یہ نہ بتایا جا سکے گا کہ گرمی کے کون سے ہیں اور سردی کے کون سے۔ کس مہینے میں فصل کاشت ہو گی اور کس مہینے میں کاٹی جائے گی۔ اور مصریوں کو بھی یہی دقت پیش آئی۔ کیونکہ ان کی زندگی کا انحصار کھیتی باڑی پر تھا، اور ایک برسات سے لے کر دوسری برسات تک انہوں نے بارہ مہینوں کا حساب لگایا تھا۔ مگر برسات تیرہ مہینوں کے بعد آنے لگی۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسی صورت ہونا چاہیئے کہ گرما و سرما اور بہار و خزاں کے موسم کی حد بندی ہو جائے۔ چنانچہ فلکی مطالعہ نے انسان کی رہنمائی کی اور اس نے دیکھا کہ چاند ہر رات کسی نہ کسی ستارے کے پاس نظر آتا ہے اور چونکہ چاند کے نظر آنے کی راتیں اٹھائیس ہوتی ہیں۔ اس لئے اس نے ان ستاروں کی علامت قرار دے کر چاند کی اٹھائیس منزلیں قرار دے لیں۔ ان منزلوں کو ہندی میں نچھتر کہا جاتا ہے۔ جو اسونی، بھرنی، کرتکا، روہنی وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں اور عربی میں ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

شرطان، بطین، ثریا، دبران، ھقعہ، ھنعہ، ذراع، نثرہ، طرف، جبھہ، زھرہ، صرفہ، عواء، سماک الاعزل، غفر، زبانا، اکلیل، قلب، شولہ، نعائم، بلدہ، سعد، ذابح، سعد، بلع، سعد السعود، سعد الاخبیہ، فرغ المقدم، فرغ المؤخر، رشاء۔

پھراس نے دیکھا کہ منطقۃ البروج پر کئی ستاروں کے جھرمٹ ہیں جنہیں قاعدہ سے ملایا جائے تو بارہ مختلف شکلیں بن جاتی ہیں اور انہی شکلوں کے لحاظ سے ان کے نام رکھ لئے گئے۔ ہندی میں انہیں راس اور عربی میں برج کہا جاتا ہے۔ ہندی نام یہ ہیں:۔ میکھ، برکھ، متھن، کرک، سنگھ، کنیا، تلا، برچھک، دھن، مکر، کنبھ، مین۔ اور اسی ترتیب سے عربی نام یہ ہیں:۔ حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

پھر ان منزلوں کو ۳۶۰ درجوں پر تقسیم کیا اور ہر منزل میں چاند کا قیام ۱۲ درجہ اور تقریباً ۵۱ دقیقہ اور ہر برج میں اس کا ٹھہراؤ دو دن آٹھ گھنٹہ قرار دیا۔ پھر یہ دیکھا کہ جس منزل کو چاند شبانہ روز میں طے کرتا ہے، سورج اسے تقریباً ۱۳ دنوں میں تمام کرتا ہے جس سے منزلوں کے دن ۳۶۴ بنتے ہیں۔ لیکن سورج اس مقام پر جہاں سے چلا تھا۔ ۳۶۵ دنوں میں پہنچتا ہے۔ اس طرح کہ حمل، ثور، سرطان، اسد اور سنبلہ میں ۳۱-۳۱ دن، جوزا میں ۳۲ دن۔ میزان، عقرب، دلو اور حوت میں ۳۰-۳۰ دن اور قوس وجدی میں ۲۹-۲۹ دن صرف کرتا ہے۔ تو انہوں نے ایام منازل کو دورہ شمسی کے دنوں سے مطابق کرنے کے لئے منزل غفر میں ایک دن کا اضافہ کر کے ۳۶۵ دن کا سال مقرر کر لیا اور موسموں کو ان منزلوں پر تقسیم کر کے فصول اربعہ کی حد بندی کر لی اور اسے شمسی سال سے تعبیر کیا جانے لگا۔ اور بعض ملکوں میں شمسی سال کے باوجود مہینوں کا حساب قمری ہی رہا۔ حالانکہ قمری حساب سے سال کی مدت ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ ۳۲ سیکنڈ ہوتی ہے کیونکہ قمری مہینہ ۲۹ دن یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ اگرچہ چاند ۲۷ دن، ۷ گھنٹہ ۴۳ منٹ کی مدت میں سمت متقابل کی طرف حرکت کرتا ہوا زمین کے گرد اپنا دورہ مکمل کر لیتا ہے۔ لیکن حرکت ارضی کی وجہ سے چاند کے سفر میں ۲ دن ۲۱ر اعشاریہ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اسے اپنا سفر تمام کرنے کے لئے ۲۹ر دن ۱۲ر گھنٹہ ۴۴ منٹ ۳ سیکنڈ کی مدت درکار ہوتی ہے۔ اس بنا پر وہ کبھی ۲۹ دن کے بعد نظر آتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کے بعد۔ اور اسی رویت پر مہینوں کی مدت کا انحصار ہے۔ اور شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹہ ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہوتی ہے۔ اس لئے قمری سال ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے ۱۴ سیکنڈ شمسی سال سے چھوٹا ہو گا اور ہر سو سال کے بعد شمسی سال سے تین سال آگے بڑھ جائے گا۔

چنانچہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ قرآن میں اصحاب کہف کے متعلق ہے کہ ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین واز دادوا تسعا (وہ غار میں تین سو برس ٹھہرے اور لوگوں نے نو برس اور بڑھا دیئے) اور ہمارے ہاں کی کتاب میں صرف تین سو برس کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف کیوں ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ یونانیوں کے تین سو برس عربوں کے تین سو نو سالوں کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ جب ہر سو سال میں تین سال کا اضافہ ہو گا تو تین سو سالوں کے بعد نو سو سالوں کا اضافہ ہونا ہی چاہیئے۔

جن ممالک میں مہینوں کی مدت شمسی سال سے کم ہوتی ہے۔ وہ ان میں دنوں کا اضافہ کر کے اسے شمسی سال سے مطابق کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اہل ہند اپنے مہینوں کا حساب چاند سے کرتے ہیں۔ اس طرح کہ پروا یعنی چاند کے انحطاط سے مہینہ کا آغاز کرتے ہیں۔ اور پورنماشی یعنی چاند کے مکمل ہو جانے پر ختم کر دیتے ہیں۔ اور ہر تیسرے سال ایک مہینہ کا اضافہ کر کے اپنے سال کو شمسی سال کے مطابق کر لیتے ہیں۔ ترکوں کے مہینے بھی شمار میں قمری مہینوں کے برابر ہوتے ہیں۔

وہ شمس و قمر کے اتصال سے ابتدا کرتے ہیں اور ہر تیسرے سال ایک ماہ کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ اہلِ فارس اپنے سال کی ابتدا تحویلِ آفتاب سے کرتے ہیں۔ ان کے مہینوں کے نام یہ ہیں۔

فروردین۔ اردی بہشت۔ خرداد۔ تیر۔ مرداد۔ شہریور۔ مہر۔ ابان۔ آذر۔ دی۔ بہمن۔ اسفندارمذ۔

یہ تمام مہینے ۳۰،۳۰ دن کے ہوتے ہیں جس سے سال کے ۳۶۰ دن بنتے ہیں۔ لیکن وہ اسفندارمذ کے آخر میں ۵ دنوں کا اضافہ کر کے شمسی سال کے مطابق کر لیتے ہیں۔ اور ۱۲۰ سال کے بعد ایک مہینہ کا اضافہ کر کے بقایا کمی کو پورا کر لیتے ہیں۔ اس زائد مہینہ کو ہندی میں لوند، ترکی میں سوا آئی، اور فارسی میں کبیسہ کہتے ہیں۔ رُوم میں مہینوں کا حساب چاند سے اور سال کا حساب سُورج سے لگایا جاتا تھا۔ جب روم میں جولیس سیزر حکمران ہوا تو اس نے ۴۵ ق م میں دو ہیئت دانوں کی مدد سے سال کی مدت ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ مقرر کی۔ اس طرح کہ فروری کے ۲۹ دن اور باقی مہینوں میں ایک مہینہ تیس دن کا اور دوسرا ۳۱ دن کا قرار دیا۔ اور چھ گھنٹوں کی کھپت کے لئے ہر چوتھے سال فروری میں ایک دن کا اضافہ کر دیا۔ اور اپنے نام پر جُون کے بعد والے مہینے کا نام جولائی رکھا۔ اس کے بعد اگسٹس نے جولائی کے بعد والے مہینے کا نام اپنے نام پر اگست رکھا۔ اور فروری سے ایک دن نکال کر اس میں بڑھا دیا۔ یہ حساب صدیوں چلتا رہا۔ لیکن سال کی مدت چونکہ ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ تھی، اس لئے ۴۰۰ سال کے عرصہ میں تحویلِ آفتاب میں ۳ دن کا فرق پڑ گیا۔ چنانچہ جب ۳۲۵ء میں روم کے ہیئت دان اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ تو اس سال تحویلِ آفتاب ۲۱ مارچ کو تھی۔ حالانکہ ۴۵ ق م جب یہ سال رائج ہوا تھا تو تحویلِ آفتاب ۲۵ مارچ کو تھی۔ انہوں نے بتایا کہ شمسی سال کی صحیح مدت چونکہ ۳۶۵ دن ۵ گھنٹہ ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہے اور ملکی سال کا شمار ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ کے حساب سے ہوتا رہا ہے اور ملکی سال شمسی سال سے ۱۱ منٹ ۱۴ سیکنڈ آگے بڑھتا رہا ہے اس لئے یہ فرق پڑ گیا ہے۔ مگر اس کی تصحیح کی کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ آخر ۱۵۸۲ء میں پاپائے اعظم گریگری نے اس کی طرف توجہ کی اور گزشتہ سالوں میں جو دس دن زیادہ شمار ہوئے تھے۔ کم کر دیئے اور آئندہ کے لئے ہر تین سال کے دن ۳۶۵، اور چوتھے سال کے دن ۳۶۶ قرار دیئے تاکہ ان چار سالوں میں ہر سال جو ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ زائد ہوتے ہیں ان کی کھپت ہو جائے۔ مگر جب یہ دیکھا گیا کہ اس سے بھی کچھ فرق پڑتا ہے اس طرح کہ کمی تو چار سالوں میں ۲۳ گھنٹے ۱۵ منٹ ۴ سیکنڈ کی ہوئی ہے اور اضافہ ایک دن کی صورت میں ۲۴ گھنٹے کا کیا گیا ہے جس سے ۴۰۰ سال میں ۳ دن کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے پُوری صدی والے سالوں میں صرف اس سال میں اضافہ باقی رکھا گیا جو ۴۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائے تاکہ یہ بڑھنے والے تین دن کم ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں بھی ۲۶ سیکنڈ ہر سال میں بڑھ جاتے ہیں جو ۳۳۲۳ سال میں ایک دن کے مساوی ہو جائیں گے۔ اس کے تدارک کی یہ صورت نکالی گئی کہ جو سال ۴۰۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائے اس میں ایک دن کا اضافہ نہیں کیا جائے گا لیکن یہ ایک دن تو ۳۳۲۳ سالوں میں بڑھتا تھا اور کمی چار ہزار سال میں ایک دن کی تجویز ہوئی تو اس کے نتیجہ میں بیس ہزار سالوں میں ایک دن پھر بڑھ جائے گا۔ مگر اس کے حل کی ابھی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔

جس سال میں ایک دن کا اضافہ کیا جاتا ہے اس کے پہچاننے کا حسابی طریقہ یہ ہے کہ سنہ عیسوی کو چار پر تقسیم

کر دیا جائے۔ اگر ایک باقی رہے تو ۳۶۵ دن والا پہلا سال، دو باقی رہیں تو دوسرا، تین باقی رہیں تو تیسرا، اور پورا تقسیم ہو جائے تو وہ ۳۶۶ دنوں کا سال ہو گا۔ ایسے سال کو لیپ کا سال کہا جاتا ہے۔

بہر حال اس بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ ملکی سال کبھی شمسی سال سے گھٹ جاتا ہے اور کبھی بڑھ جاتا ہے اور ہر چوتھے سال ایک دن کے اضافہ کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور پھر بھی تفاوت رہ جاتا ہے۔ اور پھر اسے وہی سمجھ سکتا ہے جو علمِ فلکیات میں مہارت رکھتا ہو۔ بخلاف قمری حساب کے کہ وہ گھٹائے بڑھائے بغیر بالکل قدرتی حالت میں ہے۔ اور ہر شخص باسانی معلوم کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق عام مشاہدہ سے ہے۔ اس لئے اسلام نے اعمال و عبادات کی بنیاد زیادہ تر قمری حساب پر رکھی ہے۔ تاکہ تعیینِ اوقات میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اور جو سورج سے متعلق ہیں جیسے افطارِ صوم یا اوقاتِ نماز یا نماز آیات قرآن کا تعلق صرف سورج کے مشاہدہ یعنی طلوع و غروب و زوال اور کسوف سے ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ البتہ کچھ امور ایسے ہیں جو شمسی حساب سے متعلق ہیں مگر وہ اعمال واجبہ پر اثر انداز نہیں ہوتے جیسے نوروز۔ کیونکہ جس دن غدیر خم میں اعلان خلافتِ علوی ہوا اور جس دن امیر المومنین علیہ السلام زینت افزائے سریر خلافت ہوئے۔ آفتاب برج حمل میں تھا۔ اسی لئے اس دن کی مسرت کو دوچند کرنے کے لئے قمری و شمسی دونوں تاریخوں کو یوم مسرت قرار دیا گیا۔ اسی طرح نوروز کے ۲۳ دن بعد نیسان کا مہینہ شروع ہوتا ہے جس میں برسنے والے پانی پر مختلف سورتیں اور دعائیں پڑھ کر پینے سے مختلف فوائد و خواص کا تذکرہ روایات میں ہوا ہے۔ یونہی امام جعفر صادق علیہ السلام نے ماہِ حزیران کی ساتویں تاریخ کو پچھنے لگوانے سے منع کیا ہے اور امام رضا علیہ السلام سے شمسی مہینوں کے لحاظ سے ہر مہینہ کے کچھ اصولِ صحت وارد ہوئے ہیں۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ:

دعائے استقبالِ ماہِ رمضان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِحَمْدِهٖ وَجَعَلَنَا مِنْ اَهْلِهٖ لِنَكُوْنَ لِاِحْسَانِهٖ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ وَلِيَجْزِيَنَا عَلٰى ذٰلِكَ جَزَاءَ الْمُحْسِنِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَبَانَا بِدِيْنِهٖ وَاخْتَصَّنَا بِمِلَّتِهٖ وَسَبَّلَنَا فِيْ سُبُلِ اِحْسَانِهٖ لِنَسْلُكَهَا بِمَنِّهٖ اِلٰى رِضْوَانِهٖ حَمْدًا يَتَقَبَّلُهٗ مِنَّا وَيَرْضٰى بِهٖ عَنَّا

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی حمد و سپاس کی طرف ہماری رہنمائی کی اور ہمیں حمد گزاروں میں سے قرار دیا تاکہ ہم اس کے احسانات پر شکر کرنے والوں میں محسوب ہوں اور ہمیں اس شکر کے بدلہ میں نیکوکاروں کا اجر دے۔ اس اللہ تعالیٰ کے لئے حمد و ستائش ہے جس نے ہمیں اپنا دین عطا کیا اور اپنی ملت میں سے قرار دے کر امتیاز بخشا اور اپنے لطف و احسان کی راہوں پر چلایا۔ تاکہ ہم اس کے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ تِلْكَ
السُّبُلِ شَهْرَهٗ شَهْرَ رَمَضَانَ وَشَهْرَ
الصِّيَامِ وَشَهْرَ الْاِسْلَامِ وَشَهْرَ
الطَّهُوْرِ وَشَهْرَ التَّمْحِيْصِ وَشَهْرَ
الْقِيَامِ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی
لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدٰی وَ
الْفُرْقَانِ فَاَبَانَ فَضِيْلَتَهٗ عَلٰی سَآئِرِ
الشُّهُوْرِ بِمَا جَعَلَ لَهٗ مِنَ الْحُرُمَاتِ
الْمَوْفُوْرَةِ وَالْفَضَآئِلِ الْمَشْهُوْرَةِ
فَحَرَّمَ فِيْهِ مَا اَحَلَّ فِیْ غَيْرِهٖ اِعْظَامًا
وَحَجَرَ فِيْهِ الْمَطَاعِمَ وَالْمَشَارِبَ
اِكْرَامًا وَجَعَلَ لَهٗ وَقْتًا بَيِّنًا لَا يُجِيْزُ
جَلَّ وَعَزَّ اَنْ يُّقَدَّمَ قَبْلَهٗ وَلَا يَقْبَلُ
اَنْ يُّؤَخَّرَ عَنْهُ ثُمَّ فَضَّلَ لَيْلَةً وَاحِدَةً
مِنْ لَيَالِيْهِ عَلٰی لَيَالِیْ اَلْفِ شَهْرٍ وَ
سَمَّاهَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ
وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ
سَلَامٌ دَآئِمُ الْبَرَكَةِ اِلٰی طُلُوْعِ
الْفَجْرِ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ بِمَآ
اَحْكَمَ مِنْ قَضَآئِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَلْهِمْنَا مَعْرِفَةَ
فَضْلِهٖ وَاِجْلَالَ حُرْمَتِهٖ وَالتَّحَفُّظَ
مِمَّا حَظَرْتَ فِيْهِ وَاَعِنَّا عَلٰی
صِيَامِهٖ بِكَفِّ الْجَوَارِحِ عَنْ
مَعَاصِيْكَ وَاسْتِعْمَالِهَا فِيْهِ
بِمَا يُرْضِيْكَ حَتّٰی لَا نُصْغِیَ
بِاَسْمَاعِنَا اِلٰی لَغْوٍ وَلَا نُسْرِعَ

فضل و کرم سے ان راستوں پر چل کر اس کی خوشنودی
تک پہنچیں۔ ایسی حمد جسے وہ قبول فرمائے اور جس کی
وجہ سے ہم سے وہ راضی ہو جائے۔ تمام تعریف اس
اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے لطف و احسان کے
راستوں میں سے ایک راستہ اپنے مہینے کو قرار دیا۔
یعنی رمضان کا مہینہ، صیام کا مہینہ، اسلام کا مہینہ،
پاکیزگی کا مہینہ، تصفیہ و تطہیر کا مہینہ، عبادت و قیام
کا مہینہ۔ وہ مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا۔ جو لوگوں
کے لئے رہنما ہے۔ ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی
روشن صداقتیں رکھتا ہے۔ چنانچہ تمام مہینوں پر اس
کی فضیلت و برتری کو آشکارا کیا۔ ان فراواں عزتوں
اور نمایاں فضیلتوں کی وجہ سے جو اس کے لئے قرار دیں
اور اس کی عظمت کے اظہار کے لئے جو چیزیں دوسرے
مہینوں میں جائز کی تھیں اس میں حرام کر دیں اور اس کے
احترام کے پیش نظر کھانے پینے کی چیزوں سے منع
کر دیا اور ایک واضح زمانہ اس کے لئے معین کر دیا۔ خدائے
بزرگ و برتر یہ اجازت نہیں دیتا کہ اسے اس کے معینہ
وقت سے آگے بڑھا دیا جائے اور نہ یہ قبول کرتا ہے
کہ اس سے مؤخر کر دیا جائے۔ پھر یہ کہ اس کی راتوں
میں سے ایک رات کو ہزار مہینوں کی راتوں پر فضیلت
دی اور اس کا نام شب قدر رکھا۔ اس رات میں فرشتے
اور روح القدس ہر اس امر کے ساتھ جو اس کا قطعی
فیصلہ ہوتا ہے اس کے بندوں میں سے جس پر وہ چاہتا
ہے نازل ہوتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی کی
رات ہے جس کی برکت طلوع فجر تک دائم و برقرار
ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل
فرما اور ہمیں ہدایت فرما کہ ہم اس مہینہ کے فضل و شرف کو

بِأَبْصَارِنَا إِلَى لَهْوٍ وَحَتّٰى لَا نَبْسُطَ
أَيْدِيَنَا إِلَى مَحْظُورٍ وَلَا نَخْطُوَ
بِأَقْدَامِنَا إِلَى مَحْجُورٍ وَحَتّٰى لَا
تَعِيَ بُطُونُنَا إِلَّا مَا أَحْلَلْتَ وَلَا
تَنْطِقَ أَلْسِنَتُنَا إِلَّا بِمَا مَثَّلْتَ وَ
لَا نَتَكَلَّفَ إِلَّا مَا يُدْنِي مِنْ ثَوَابِكَ
وَلَا نَتَعَاطٰى إِلَّا الَّذِي يَقِي مِنْ
عِقَابِكَ ثُمَّ خَلِّصْ ذٰلِكَ كُلَّهُ مِنْ
رِيَاءِ الْمُرَائِينَ وَسُمْعَةِ الْمُسْمِعِينَ
لَا نُشْرِكُ فِيهِ أَحَدًا دُونَكَ وَلَا
نَبْتَغِي فِيهِ مُرَادًا سِوَاكَ۔ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَقِفْنَا
فِيهِ عَلٰى مَوَاقِيتِ الصَّلَوٰتِ
الْخَمْسِ بِحُدُودِهَا الَّتِي حَدَّدْتَ
وَفُرُوضِهَا الَّتِي فَرَضْتَ وَوَظَائِفِهَا
الَّتِي وَظَّفْتَ وَأَوْقَاتِهَا الَّتِي
وَقَّتَّ وَأَنْزِلْنَا فِيهَا مَنْزِلَةَ
الْمُصِيبِينَ لِمَنَازِلِهَا الْحَافِظِينَ
لِأَرْكَانِهَا الْمُؤَدِّينَ لَهَا فِي أَوْقَاتِهَا
عَلٰى مَا سَنَّهُ عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ
صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي رُكُوعِهَا
وَسُجُودِهَا وَجَمِيعِ فَوَاضِلِهَا عَلٰى
أَتَمِّ الطَّهُورِ وَأَسْبَغِهِ وَأَبْيَنِ
الْخُشُوعِ وَأَبْلَغِهِ وَوَفِّقْنَا فِيهِ
لِأَنْ نَصِلَ أَرْحَامَنَا بِالْبِرِّ وَ
الصِّلَةِ وَأَنْ نَتَعَاهَدَ جِيرَانَنَا
بِالْإِفْضَالِ وَالْعَطِيَّةِ وَأَنْ

پہچانیں، اس کی عزت و حرمت کو بلند جانیں اور اس
میں ان چیزوں سے جن سے تو نے منع کیا ہے اجتناب کریں
اور اس کے روزے رکھنے میں ہمارے اعضاء کو نافرمانیوں
سے روکنے اور ان کاموں میں مصروف رکھنے سے جو تیری
خوشنودی کا باعث ہوں ہماری اعانت فرما، تاکہ ہم نہ
بیہودہ باتوں کی طرف کان لگائیں، نہ فضول چیزوں کی
طرف بے محابا نگاہیں اٹھائیں، نہ حرام کی طرف ہاتھ بڑھائیں
نہ امر ممنوع کی طرف پیش قدمی کریں، نہ تیری حلال کی
ہوئی چیزوں کے علاوہ کسی چیز کو ہمارے شکم قبول کریں
اور نہ تیری بیان کی ہوئی باتوں کے سوا ہماری زبانیں
گویا ہوں۔ صرف ان چیزوں کے بجالانے کا بار اٹھائیں
جو تیرے ثواب سے قریب کریں اور صرف ان کاموں
کو انجام دیں جو تیرے عذاب سے بچالے جائیں۔ پھر
ان تمام اعمال کو ریاکاروں کی ریاکاری اور شہرت پسندوں
کی شہرت پسندی سے پاک کر دے اس طرح کہ تیرے
علاوہ کسی کو ان میں شریک نہ کریں اور تیرے سوا
کسی سے کوئی مطلب نہ رکھیں۔ اے اللہ! محمدؐ اور
ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس میں نماز
ہائے پنجگانہ کے اوقات سے ان حدود کے ساتھ جو
تو نے معین کئے ہیں اور ان واجبات کے ساتھ جو
تو نے عائد کئے ہیں اور ان آداب کے ساتھ جو تو نے
قرار دیئے ہیں اور ان لمحات کے ساتھ جو تو نے مقرر
کئے ہیں آگاہ فرما اور ہمیں ان نمازوں میں ان لوگوں کے
مرتبہ پر فائز کر جو ان نمازوں کے درجات عالیہ حاصل
کرنے والے، ان کے واجبات کی نگہداشت کرنے والے
اور انہیں ان کے اوقات میں اسی طریقہ پر جو تیرے
عبد خاص اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

نُخَلِّصَ اَمْوَالَنَا مِنَ التَّبِعَاتِ
وَاَنْ نُطَهِّرَهَا بِاِخْرَاجِ
الزَّكٰوةِ وَاَنْ نُرَاجِعَ مَنْ
هَاجَرَنَا وَاَنْ نُنْصِفَ مَنْ
ظَلَمَنَا وَاَنْ نُسَالِمَ مَنْ عَادَانَا
حَاشٰى مَنْ عُوْدِيَ فِيْكَ وَلَكَ
فَاِنَّهُ الْعَدُوُّ الَّذِيْ لَا نُوَالِيْهِ
وَالْحِزْبُ الَّذِيْ لَا نُصَافِيْهِ وَ
اَنْ نَتَقَرَّبَ اِلَيْكَ فِيْهِ مِنَ الْاَعْمَالِ
الزَّاكِيَةِ بِمَا تُطَهِّرُنَا بِهٖ مِنَ
الذُّنُوْبِ وَتَعْصِمُنَا فِيْهِ مِمَّا
نَسْتَاْنِفُ مِنَ الْعُيُوْبِ حَتّٰى لَا
يُوْرِدَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِنْ مَلٰٓئِكَتِكَ
اِلَّا دُوْنَ مَا نُوْرِدُ مِنْ اَبْوَابِ
الطَّاعَةِ لَكَ وَاَنْوَاعِ الْقُرْبَةِ
اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ
هٰذَا الشَّهْرِ وَبِحَقِّ مَنْ تَعَبَّدَ
لَكَ فِيْهِ مِنَ ابْتِدَآئِهٖ اِلٰى وَقْتِ
فَنَائِهٖ مِنْ مَلَكٍ قَرَّبْتَهٗ اَوْ نَبِيٍّ
اَرْسَلْتَهٗ اَوْ عَبْدٍ صَالِحٍ
اخْتَصَصْتَهٗ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاَهِّلْنَا فِيْهِ لِمَا وَعَدْتَ
اَوْلِيَآئَكَ مِنْ كَرَامَتِكَ وَاَوْجِبْ
لَنَا فِيْهِ مَآ اَوْجَبْتَ لِاَهْلِ
الْمُبَالَغَةِ فِيْ طَاعَتِكَ وَاجْعَلْنَا
فِيْ نَظْمِ مَنِ اسْتَحَقَّ الرَّفِيْعَ
الْاَعْلٰى بِرَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

رکوع و سجود اور ان کے تمام فضیلت و برتری کے پہلوؤں
میں جاری کیا تھا، کامل اور پوری پاکیزگی اور نمایاں و
مکمل خشوع و فروتنی کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔ اور
ہمیں اس مہینہ میں توفیق دے کہ نیکی و احسان کے ذریعہ
عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی اور انعام و بخشش سے
ہمسایوں کی خبر گیری کریں اور اپنے اموال کو مظلوموں سے
پاک و صاف کریں۔ اور زکوٰة دے کر انہیں پاکیزہ طیب
بنا لیں۔ اور یہ کہ جو ہم سے علیحدگی اختیار کرے۔ اس کی
طرف دستِ مصالحت بڑھائیں۔ جو ہم پر ظلم کرے اس
سے انصاف برتیں۔ جو ہم سے دشمنی کرے اس سے
صلح و صفائی کریں۔ سوائے اس کے جس سے تیرے لئے
اور تیری خاطر دشمنی کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ ایسا دشمن
ہے جسے ہم دوست نہیں رکھ سکتے اور ایسے گروہ کا
(فرد) ہے جس سے ہم صاف نہیں ہو سکتے۔ اور ہمیں اس
مہینہ میں ایسے پاک و پاکیزہ اعمال کے وسیلہ سے تقرب
حاصل کرنے کی توفیق دے جن کے ذریعہ تو ہمیں گناہوں
سے پاک کر دے اور از سرِ نو برائیوں کے ارتکاب سے
بچا لے جائے۔ یہاں تک کہ فرشتے تیرے تیری
بارگاہ میں جو اعمال نامے پیش کریں وہ ہماری ہر قسم کی
اطاعتوں اور ہر نوع کی عبادت کے مقابلہ میں سُبک
ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینہ کے حق و حرمت اور
نیز ان لوگوں کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جنہوں نے
اس مہینہ میں شروع سے لے کر اس کے ختم ہونے تک
تیری عبادت کی ہو وہ مقرب بارگاہ فرشتہ ہو یا نبی
مرسل یا کوئی مردِ صالح و برگزیدہ، کہ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل فرمائے اور جس عزت و کرامت کا تُو نے
اپنے دوستوں سے وعدہ کیا ہے اس کا ہمیں اہل بنا اور

مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَجَنِّبْنَا الْاِلْحَادَ
فِيْ تَوْحِيْدِكَ وَالتَّقْصِيْرَ فِيْ تَمْجِيْدِكَ
وَالشَّكَّ فِيْ دِيْنِكَ وَالْعَمٰى عَنْ
سَبِيْلِكَ وَالْاِغْفَالَ لِحُرْمَتِكَ وَ
الْاِنْخِدَاعَ لِعَدُوِّكَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاِذَا كَانَ لَكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ
مِنْ لَيَالِيْ شَهْرِنَا هٰذَا رِقَابٌ يُعْتِقُهَا
عَفْوُكَ اَوْ يَهَبُهَا صَفْحُكَ فَاجْعَلْ
رِقَابَنَا مِنْ تِلْكَ الرِّقَابِ وَاجْعَلْنَا
لِشَهْرِنَا مِنْ خَيْرِ اَهْلٍ وَّاَصْحَابٍ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
امْحَقْ ذُنُوْبَنَا مَعَ امِّحَاقِ هِلَالِهٖ
وَاسْلَخْ عَنَّا تَبِعَاتِنَا مَعَ انْسِلَاخِ
اَيَّامِهٖ حَتّٰى يَنْقَضِيَ عَنَّا وَقَدْ
صَفَّيْتَنَا فِيْهِ مِنَ الْخَطِيْئَاتِ وَ
اَخْلَصْتَنَا فِيْهِ مِنَ السَّيِّئَاتِ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاِنْ مِلْنَا
فِيْهِ فَعَدِّلْنَا وَاِنْ زُغْنَا فِيْهِ فَقَوِّمْنَا
وَاِنِ اشْتَمَلَ عَلَيْنَا عَدُوُّكَ
الشَّيْطَانُ فَاسْتَنْقِذْنَا مِنْهُ اَللّٰهُمَّ
اشْحَنْهُ بِعِبَادَتِنَا اِيَّاكَ وَزَيِّنْ
اَوْقَاتَهٗ بِطَاعَتِنَا لَكَ وَاَعِنَّا
فِيْ نَهَارِهٖ عَلٰى صِيَامِهٖ وَفِيْ
لَيْلِهٖ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّضَرُّعِ
اِلَيْكَ وَالْخُشُوْعِ لَكَ وَالذِّلَّةِ
بَيْنَ يَدَيْكَ حَتّٰى لَا يَشْهَدَ

جو انتہائی اطاعت کرنے والوں کے لئے تو نے اجر مقرر
کیا ہے وہ ہمارے لئے مقرر فرما اور ہمیں اپنی رحمت
سے اُن لوگوں میں شامل کر جنہوں نے بلند ترین مرتبہ کا
استحقاق پیدا کیا۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور ہمیں اس چیز سے بچائے رکھ کہ ہم توحید
میں کج اندیشی، تیری تمجید و بزرگی میں کوتاہی، تیرے
دین میں شک، تیرے راستہ سے بے راہروی اور تیری
حرمت سے لاپرواہی کریں اور تیرے دشمن شیطان مردود
سے فریب خوردگی کا شکار ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور
اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جب کہ اس مہینے کی
راتوں میں ہر رات میں تیرے کچھ ایسے بندے ہوتے ہیں
جنہیں تیرا عفو و کرم آزاد کرتا ہے یا تیری بخشش و درگزر
انہیں بخش دیتی ہے تو ہمیں بھی انہی بندوں میں داخل
کر اور اس مہینہ کے بہترین اہل و اصحاب میں قرار دے۔
اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس
چاند کے گھٹنے کے ساتھ ہمارے گناہوں کو بھی محو کر دے۔
اور جب اس کے دن ختم ہونے پر آئیں تو ہمارے گناہوں
کا وبال ہم سے دُور کر دے تاکہ یہ مہینہ اس طرح تمام ہو
کہ تو ہمیں خطاؤں سے پاک اور گناہوں سے بری
کر چکا ہو۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت
نازل فرما اور اس مہینہ میں اگر ہم حق سے منہ موڑیں تو
ہمیں سیدھے راستہ پر لگا دے اور کجروی اختیار
کریں تو ہماری اصلاح و درستگی فرما اور اگر تیرا دشمن
شیطان ہمارے گرد احاطہ کرے تو اس کے پنجے سے
چھڑا لے۔ بارالہا! اس مہینہ کا دامن ہماری عبادتوں سے
جو تیرے لئے بجا لائی گئی ہوں بھر دے اور اس کے
لمحات کو ہماری اطاعتوں سے سجا دے اور اس کے

نَهَارُهٗ عَلَيْنَا بِغَفْلَةٍ وَّلَا لَيْلُهٗ
بِتَفْرِيْطٍ اَللّٰهُمَّ وَاجْعَلْنَا فِيْ
سَائِرِ الشُّهُوْرِ وَالْاَيَّامِ كَذٰلِكَ
مَا عَمَّرْتَنَا وَاجْعَلْنَا مِنْ
عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ الَّذِيْنَ
يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا
خَالِدُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ
مَا اٰتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ
اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ وَ
مِنَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي
الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَكُلِّ اَوَانٍ وَ
عَلٰى كُلِّ حَالٍ عَدَدَ مَا صَلَّيْتَ
عَلٰى مَنْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ وَاَضْعَافَ
ذٰلِكَ كُلِّهٖ بِالْاَضْعَافِ الَّتِيْ لَا
يُحْصِيْهَا غَيْرُكَ اِنَّكَ فَعَّالٌ
لِّمَا تُرِيْدُ۔

دنوں میں روزے رکھنے اور اس کی راتوں میں نمازیں
پڑھنے، تیرے حضور گڑگڑانے، تیرے سامنے عجز و
الحاح کرنے اور تیرے روبرو ذلت و خواری کا مظاہرہ
کرتے، ان سب میں ہماری مدد فرما۔ تاکہ اس کے دن
ہمارے خلاف غفلت کی اور اس کی راتیں کوتاہی و
تقصیر کی گواہی نہ دیں۔ اے اللہ تمام مہینوں اور دنوں
میں جب تک تو ہمیں زندہ رکھے، ایسا ہی قرار دے۔
اور ہمیں اُن بندوں میں شامل فرما جو فردوس بریں کی زندگی
کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث ہوں گے۔ اور وُہ کہ
جو کچھ وُہ خدا کی راہ میں دے سکتے ہیں، دیتے ہیں۔
پھر بھی اُن کے دلوں کو یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ انہیں
اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اور اُن لوگوں
میں سے جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وُہی تو وہ لوگ
ہیں جو بھلائیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔ اے اللہ!
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ہر وقت اور ہر گھڑی اور ہر حال میں
اس قدر رحمت نازل فرما جتنی تُو نے کسی پر نازل کی ہو
اور ان سب رحمتوں سے دوگنی چوگنی کہ جسے تیرے علاوہ
کوئی شمار نہ کر سکے۔ بے شک تُو جو چاہتا ہے وہی
کرنے والا ہے۔

یہ دُعا ماہِ رمضان کے خیر مقدم کے سلسلہ میں ہے۔ ماہِ رمضان قمری سال کا نواں مہینہ ہے جس میں طلوعِ صبح صادق
سے لے کر غروب آفتاب تک چند امور بقصد قربت ترک کئے جاتے ہیں جیسے کھانا، پینا وغیرہ۔ اس ترک کا نام روزہ ہے
جو اسلامی عبادات میں ایک اہم عبادت ہے۔ روزہ صرف مذہب اسلام ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام ملل و مذاہب کسی
و کسی صورت میں روزہ رکھتے اور اس کی افادیت کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ ماہ رمضان میں روزہ رکھنا اسلام سے مختص ہے۔
اسی لئے حضرتؑ نے اسے شهر الاسلام (اسلام کا مہینہ) فرمایا ہے۔ اس مہینہ کو ماہ رمضان کے نام سے موسوم کرنے
کے سلسلہ میں چند اقوال ہیں:۔
پہلا قول یہ ہے کہ "رمض" سے ماخوذ ہے اور رمض کے معنی دھوپ کی شدت سے پتھر، ریت وغیرہ کے گرم ہونے

کے ہیں۔ اسی لئے جلتی ہوئی زمین کو "رمضاء" کہا جاتا ہے۔ اور جب پہلی دفعہ روزے واجب ہوئے تو ماہِ رمضان سخت گرمی میں پڑا تھا۔ اور روزوں کی وجہ سے گرمی و تپش کا احساس بڑھا تو اس مہینہ کا نام ماہِ رمضان یعنی ماہِ آتش فشاں پڑگیا یا اس لئے کہ یہ مہینہ گناہوں کو اس طرح جلاتا اور فنا کرتا ہے جس طرح سورج کی تمازت زمین کی رطوبتوں کو جلاتی اور فنا کرتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

انما سمی رمضان لان رمضان یرمض الذنوب۔ — ماہِ رمضان کو ماہِ رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ 'رمضی' سے ماخوذ ہے اور رمضی اس ابر و باراں کو کہتے ہیں جو موسم گرما کے اخیر میں آئے اس سے گرمی کی تیزی دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ مہینہ بھی گناہوں کے جوش کو کم کرتا اور برائیوں کو دھو ڈالتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ عربوں کے قول رمضت النصل سے ماخوذ ہے جس کے معنی دو پتھروں کے درمیان چھری تلوار یا نیزہ کے پھل کو رکھ کر تیز کرنے کے ہیں۔ اور عرب اس مہینہ میں اپنے ہتھیاروں کو تیز کیا کرتے تھے تاکہ اشہر الحرام کے شروع ہونے سے پہلے ماہِ شوال میں اپنی جنگ جُو یانہ طبیعت کے تقاضے پورے کر سکیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ 'ارتماض' سے ماخوذ ہے جس کے معنی قلق و اضطراب محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس مہینہ میں بھوک پیاس کی وجہ سے بے چینی محسوس کی جاتی ہے اس لئے اسے ماہِ رمضان کے نام سے موسوم کیا گیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ مشتق نہیں ہے بلکہ اللہ کا نام ہے اور چونکہ اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی نسبت حاصل ہے اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کر ماہِ رمضان کہلاتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

لا تقولوا ھذا رمضان ولا ذھب رمضان ولا جاء رمضان فان رمضان اسم من اسماء اللہ تعالیٰ وھو عز و جل لا یجیئ ولا یذھب ولکن قولوا "شھر رمضان۔" — یہ نہ کہا کرو کہ "یہ رمضان ہے" اور "رمضان گیا" اور "رمضان آیا" اس لئے کہ رمضان، اللہ سبحانہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کہیں آتا جاتا نہیں لہٰذا ماہِ رمضان کہا کرو۔"

ماہِ رمضان اس انتساب اور اپنے فیوض و برکات کے لحاظ سے تمام مہینوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

قد اقبل الیکم شھر اللہ بالبرکۃ والرحمۃ والمغفرۃ شھر ھو عند اللہ افضل الشھور و ایامہ افضل الایام ولیالہ افضل اللیالی وساعاتہ افضل الساعات۔ — تمہاری طرف اللہ کا مہینہ برکت، رحمت اور مغفرت کا پیغام لے کر بڑھ رہا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس کے دن تمام دنوں سے افضل، اس کی راتیں تمام راتوں سے بہتر۔ اس کے لمحے تمام لمحوں سے بہتر ہیں۔"

اس مہینہ کی راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر کے نام سے موسُوم ہے جس میں بجالائے ہوئے اعمال و عبادات ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

العمل فیھا خیر من العمل فی الف شھر لیس فیھا لیلۃ القدر۔

"اس رات میں اعمال اُن ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہیں جن میں لیلۃ القدر نہ ہو"

اسی مہینہ میں تمام آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدًی للناس وبینات من الھدیٰ والفرقان،

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ وہ لوگوں کے لئے رہنما ہے اور ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی روشن نشانیاں رکھتا ہے"

اس مہینہ کو روزوں سے مختص کرنے میں یہ مصلحت بھی ہوسکتی ہے کہ قرآن کی یاد تازہ رہے اور روزہ و عبادت کے جلوؤں میں اس کے نزول کی تقریب کو منایا جا سکے اور یوں بھی عمل و عبادت کے لئے وقت و زمانہ کی پابندی اس کے بجالانے کی قوی محرک ہوتی ہے۔ اگر روزوں کا زمانہ مقرر نہ ہوتا اور لوگوں کو یہ اختیار ہوتا کہ وہ سال میں جب چاہیں روزہ رکھ لیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بیشتر افراد روزہ رکھنے میں ٹال مٹول سے کام لیتے، اور آج کل کرکے پورا سال گزار دیتے اور ایک آدھ دن بھی روزہ رکھنے کی توفیق نصیب نہ ہوتی۔ اور اگر ایک آدھ روزہ رکھ لیتے تو اس پر کوئی فائدہ مرتّب نہ ہوتا بلکہ ایک معتاد زندگی میں خلل پیدا ہوتا اور پھر ہر شخص ایسے ہی زمانہ میں روزہ رکھتا جس میں روزے کی تکلیف کا احساس کم ہوتا اور مختلف موسموں میں روزہ رکھنے سے جو مختلف اثرات صحتِ انسانی پر پڑتے ہیں اُن سے محروم ہونا پڑتا۔ اس کے علاوہ عبادت میں ہم آہنگی و اجتماعی شان باقی نہ رہتی اور یک رنگی ہی وہ چیز ہے جس سے تلخی بھی خوشگوار ہو جایا کرتی ہے چنانچہ جب کوئی شخص دُوسروں کو بے روزہ دیکھتا ہے اور خود روزہ سے ہوتا ہے تو اُسے روزہ گراں گزرتا ہے۔ مگر دوسروں کو روزہ دار دیکھنے سے اس کی ناخوشگواری بارِ خاطر نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب سفر یا مرض کی وجہ سے روزے قضا ہو جاتے ہیں اور بعد میں رکھنا پڑتے ہیں تو وُہ ماہِ رمضان کے روزوں کی بہ نسبت شاق گزرتے ہیں اور دل میں رمضان کے روزوں کا سا ولولہ و جوش پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس تحدیدِ اوقات سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان دوسروں کی دیکھا دیکھی روزہ رکھ لیتا ہے اور بے روزہ رہنے سے شرم و خجالت محسوس کرتا ہے۔ اسلامی روزہ فقط تعیینِ مدت ہی کے لحاظ سے امتیاز نہیں رکھتا کہ اسے آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ بھی چند وجوہ سے خصوصی امتیازات کا حامل ہے۔ چنانچہ اسلام نے روزوں کی مدت نہ اتنی مختصر رکھی ہے کہ ان سے کوئی فائدہ و نتیجہ حاصل نہ ہو اور نہ اتنی طویل کہ زندگی کے معمولی میں فرق پڑے۔ اور اس سے عہدہ برآ ہونے میں دشواری محسوس ہو۔ اس معتدل مدت کے ساتھ روزہ کے اوقات بھی بالکل طبعی ہیں۔ یعنی طلوعِ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک، جنہیں بڑی آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح پوری مدت کی تعیین میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ یُوں، کہ ایک چاند دیکھو تو روزے شروع کر دو اور دُوسرا چاند دیکھو تو ختم کر دو۔ بخلاف دوسرے مذاہب کے کہ اُن کے ہاں روزہ رکھنے کے لئے پورا حساب لگانے کی ضرورت پڑتی ہے اور بغیر حساب دانی کے نہ شروع کا وقت معلوم

ہوسکتا ہے اور نہ ختم کا۔ اور پھر اسلامی روزہ صرف دن کے اوقات میں ہوتا ہے جب کہ انسان چلتا پھرتا اور حرکت کرتا رہتا ہے۔ اور طبی حیثیت سے یہ مسلمہ طور پر ثابت ہے کہ جب انسان کے بدن میں حرکت نہ ہو تو اس حالت میں خالی پیٹ رہنا صحت کو معتدبہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لئے آئمہ اہل بیتؑ نے رات کے وقت کچھ نہ کچھ کھا پی کر سونے کی ہدایت کی ہے۔ اور صوم وصال یعنی دو روزوں کو ملا کر رکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ روزہ میں رات کا حصہ شامل نہ ہونے پائے۔ اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ وغیرہ کے ہاں رات کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کا روزہ ۲۲ گھنٹہ سے لے کر ۲۶ گھنٹہ تک کا ہوتا ہے۔ اور اتنا طویل فاقہ یقیناً صحتِ جسمانی کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اور پھر روزہ کا سب سے اہم مقصد ضبطِ نفس کی مشق ہے اور یہ مقصد رات کے روزہ سے حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ رات تو سونے میں کٹ جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ خواہشات و جذبات بھی سو جاتے ہیں۔ اس لئے خواہشاتِ نفس کو روکنے کی ریاضت نہ ہو سکے گی۔ یہ ریاضت تو دن ہی کے روزہ سے ہوسکتی ہے جس سے انسان رفتہ رفتہ اپنے خواہشات پر قابو پا لیتا ہے۔ کبھی خواہشات پر اقتدار صرف اس حد تک ہوتا ہے کہ انسان بھوک پیاس کے ہوتے ہوئے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اور کبھی زبان، آنکھ، کان پر بھی قابو پالیتا ہے اور انہیں بے راہ نہیں ہونے دیتا۔ اور کبھی اپنے خیالات و تصورات پر بھی قابو حاصل کر لیتا ہے۔ اس اعتبار سے روزہ دار تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو صرف کھانے پینے اور دوسرے مفطرات سے اجتناب کرتے ہیں، یہ عوام کا گروہ ہے۔ اور دُوسرے وہ جو ہمہ تن روزہ دار ہوتے ہیں اور کسی عضو کو گناہ سے آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ یہ خواص کی جماعت ہے اور در اصل روزہ دار یہی لوگ ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

اذا صمت فلیصم سمعك وبصرك وشعرك وجلدك ولا یكون صومك كیوم فطرك۔

جب روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، بال اور جسم کی کھال تک روزہ دار ہو اور تمہارے روزہ کا دِن بے روزہ والے دن کے مانند نہ ہونا چاہیئے۔"

اور تیسرے وہ جو اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کے خیالات فاسدہ اور تصوراتِ باطلہ سے پاک وصاف رکھتے ہیں۔ اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مستغرق رہتے ہیں۔ یہ مقربین کی جماعت ہے۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام کے متعلق وارد ہوا ہے کہ ماہِ رمضان میں آپؑ کی زبانِ اقدس سے دُعا و تسبیح اور تکبیر و استغفار کے علاوہ کوئی کلمہ سننے میں نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ تمام ماہِ مبارک اسی طرح سے گزر جاتا تھا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي وَدَاعِ شَهْرِ رَمَضَانَ:

دُعائے وداعِ ماہِ رمضان

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ لَا يَرْغَبُ فِي الْجَزَاءِ

اے اللہ! اے وہ جو (اپنے احسانات) کا بدلہ نہیں چاہتا

وَيَا مَنْ لَا يَنْدَمُ عَلَى الْعَطَاءِ وَيَا
مَنْ لَا يُكَافِئُ عَبْدَهُ عَلَى السَّوَاءِ
مِنَّتُكَ ابْتِدَاءٌ وَعَفْوُكَ تَفَضُّلٌ
وَعُقُوبَتُكَ عَدْلٌ وَقَضَاؤُكَ
خِيَرَةٌ إِنْ أَعْطَيْتَ لَمْ تَشُبْ عَطَاءَكَ
بِمَنٍّ وَإِنْ مَنَعْتَ لَمْ يَكُنْ مَنْعُكَ
تَعَدِّيًا تَشْكُرُ مَنْ شَكَرَكَ وَأَنْتَ
أَلْهَمْتَهُ شُكْرَكَ وَتُكَافِئُ مَنْ حَمِدَكَ
وَأَنْتَ عَلَّمْتَهُ حَمْدَكَ تَسْتُرُ عَلَى
مَنْ لَوْ شِئْتَ فَضَحْتَهُ وَتَجُودُ عَلَى
مَنْ لَوْ شِئْتَ مَنَعْتَهُ وَكِلَاهُمَا
أَهْلٌ مِنْكَ لِلْفَضِيحَةِ وَالْمَنْعِ غَيْرَ
أَنَّكَ بَنَيْتَ أَفْعَالَكَ عَلَى التَّفَضُّلِ
وَأَجْرَيْتَ قُدْرَتَكَ عَلَى التَّجَاوُزِ
وَتَلَقَّيْتَ مَنْ عَصَاكَ بِالْحِلْمِ وَ
أَمْهَلْتَ مَنْ قَصَدَ لِنَفْسِهِ بِالظُّلْمِ
تَسْتَنْظِرُهُمْ بِأَنَاتِكَ إِلَى الْإِنَابَةِ
وَتَتْرُكُ مُعَاجَلَتَهُمْ إِلَى التَّوْبَةِ
لِكَيْلَا يَهْلِكَ عَلَيْكَ هَالِكُهُمْ وَ
لَا يَشْقَى بِنِعْمَتِكَ شَقِيُّهُمْ إِلَّا عَنْ
طُولِ الْإِعْذَارِ إِلَيْهِ وَبَعْدَ تَرَادُفِ
الْحُجَّةِ عَلَيْهِ كَرَمًا مِنْ عَفْوِكَ يَا
كَرِيمُ وَعَائِدَةً مِنْ عَطْفِكَ يَا حَلِيمُ
أَنْتَ الَّذِي فَتَحْتَ لِعِبَادِكَ بَابًا إِلَى
عَفْوِكَ وَسَمَّيْتَهُ التَّوْبَةَ وَجَعَلْتَ
عَلَى ذٰلِكَ الْبَابِ دَلِيلًا مِنْ وَحْيِكَ
لِئَلَّا يَضِلُّوا عَنْهُ فَقُلْتَ تَبَارَكَ

اے وُہ جو عطا و بخشش پر پشیمان نہیں ہوتا۔ اے وُہ جو
اپنے بندوں کو (ان کے عمل کے مقابلہ میں) نپا تُلا اجر نہیں
دیتا۔ تیری نعمتیں بغیر کسی سابقہ استحقاق کے ہیں اور تیرا
عفوو در گذر تفضل و احسان ہے۔ تیرا سزا دینا عین عدل
اور تیرا فیصلہ خیر و بہبودی کا حامل ہے۔ تُو اگر دیتا ہے تو
اپنی عطا کو منّت گزاری سے آلودہ نہیں کرتا اور اگر منع کر
دیتا ہے تو یہ ظلم و زیادتی کی بنا پر نہیں ہوتا۔ جو تیرا شکر
ادا کرتا ہے تو اس کے شکر کی جزا دیتا ہے۔ حالانکہ تو ہی
نے اس کے دل میں شکر گزاری کا القا کیا ہے اور جو تیری
حمد کرتا ہے اُسے بدلہ دیتا ہے۔ حالانکہ تو ہی نے اُسے
حمد کی تعلیم دی ہے۔ اور ایسے شخص کی پردہ پوشی کرتا
ہے کہ اگر چاہتا تو اُسے رسوا کر دیتا۔ اور ایسے شخص کو
دیتا ہے کہ اگر چاہتا تو اُسے نہ دیتا۔ حالانکہ وُہ دونوں
تیری بارگاہِ عدالت میں رُسوا و محروم کئے جانے ہی کے
قابل تھے مگر تُو نے اپنے افعال کی بنیاد تفضل و احسان
پر رکھی ہے اور اپنے اقتدار کو عفوو در گذر کی راہ پر لگایا
ہے۔ اور جس کسی نے تیری نافرمانی کی تُو نے اس سے
بردباری کا رویہ اختیار کیا۔ اور جس کسی نے اپنے نفس
پر ظلم کا ارادہ کیا تو نے اسے مہلت دی، تو اُن کے
رجوع ہونے تک اپنے حلم کی بنا پر مہلت دیتا ہے
اور توبہ کرنے تک انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تاکہ
تیری منشا کے خلاف تباہ ہونے والا تباہ نہ ہو اور تیری
نعمت کی وجہ سے بدبخت ہونے والا بدبخت نہ ہو مگر
اس وقت کہ جب اس پر پوری عذر داری اور اتمام حجت
ہو جائے۔ اے کریم! یہ (اتمام حجت) تیرے عفوو در گزر کا
کرم، اور اے بُردبار تیری شفقت و مہربانی کا فیض ہے
تو ہی ہے وُہ جس نے اپنے بندوں کیلئے عفو و بخشش کا دروازہ

اسْمُكَ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا
عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فَمَا عُذْرُ
مَنْ اَغْفَلَ دُخُوْلَ ذٰلِكَ الْمَنْزِلِ
بَعْدَ فَتْحِ الْبَابِ وَاِقَامَةِ الدَّلِيْلِ
وَاَنْتَ الَّذِيْ زِدْتَ فِي السَّوْمِ
عَلٰى نَفْسِكَ لِعِبَادِكَ تُرِيْدُ رِبْحَهُمْ
فِيْ مُتَاجَرَتِهِمْ لَكَ وَفَوْزَهُمْ
بِالْوِفَادَةِ عَلَيْكَ وَالزِّيَادَةِ مِنْكَ
فَقُلْتَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَيْتَ
مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ
اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا
يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَقُلْتَ مَثَلُ
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ
سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ
مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَقُلْتَ مَنْ ذَا الَّذِيْ
يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ
لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً وَمَا اَنْزَلْتَ
مِنْ نَظَائِرِهِنَّ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ
تَضَاعِيْفِ الْحَسَنَاتِ وَاَنْتَ

کھولا ہے اور اس کا نام توبہ رکھا ہے اور تو نے اس
دروازہ کی نشاندہی کے لئے اپنی وحی کو رہبر قرار دیا ہے
تاکہ وہ اس دروازہ سے بھٹک نہ جائیں۔ چنانچہ اے مبارک
نام والے تو نے فرمایا ہے کہ "خدا کی بارگاہ میں سچے دل
سے توبہ کرو۔ اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہوں
کو محو کر دے اور تمہیں اس بہشت میں داخل کرے جس
کے (محلات و باغات کے) نیچے نہریں بہتی ہیں۔
اس دن جب خدا اپنے رسولؐ اور ان لوگوں کو جو
اس پر ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا بلکہ اُن
کا نور ان کے آگے آگے اور اُن کی دائیں جانب
چلتا ہو گا اور وہ لوگ یہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے
پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما اور
ہمیں بخش دے۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔"
تو اب جو اس گھر میں داخل ہونے سے غفلت کرے
جب کہ دروازہ کھولا اور رہبر مقرر کیا جا چکا ہے تو
اس کا عذر و بہانہ کیا ہو سکتا ہے؟ تو وہ ہے جس نے
اپنے بندوں کے لئے لین دین میں اونچے نرخوں کا ذمہ
لے لیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ وہ جو سودا تجھ سے
کریں اُس میں انہیں نفع ہو اور تیری طرف بڑھنے اور
زیادہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ تو نے کہ
جو مبارک نام والا اور بلند مقام والا ہے، فرمایا ہے:
"جو میرے پاس نیکی لے کر آئے گا اُسے اس کا دس گنا
اجر ملے گا اور جو برائی کا مرتکب ہو گا تو اس کو برائی
کا بدلہ بس اتنا ہی ملے گا جتنی برائی ہے" —— اور
تیرا ارشاد ہے کہ: —— "جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں
اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال اس بیج کی سی ہے
جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے

الَّذِي دَلَلْتَهُمْ بِقَوْلِكَ مِنْ
غَيْبِكَ وَتَرْغِيبِكَ الَّذِي فِيهِ
حَظُّهُمْ عَلَى مَا لَوْ سَتَرْتَهُ عَنْهُمْ
لَمْ تُدْرِكْهُ أَبْصَارُهُمْ وَلَمْ تَعِهِ
أَسْمَاعُهُمْ وَلَمْ تَلْحَقْهُ أَوْهَامُهُمْ
فَقُلْتَ اذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا
لِي وَلَا تَكْفُرُونِ. وَقُلْتَ لَئِنْ
شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ
كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ
وَقُلْتَ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ
إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ
عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ
دَاخِرِينَ فَسَمَّيْتَ دُعَاءَكَ
عِبَادَةً وَتَرْكَهُ اسْتِكْبَاراً
وَتَوَعَّدْتَ عَلَى تَرْكِهِ دُخُولَ
جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ فَذَكَرُوكَ
بِمَنِّكَ وَشَكَرُوكَ بِفَضْلِكَ
وَدَعَوْكَ بِأَمْرِكَ وَتَصَدَّقُوا
لَكَ طَلَباً لِمَزِيدِكَ وَفِيهَا كَانَتْ
نَجَاتُهُمْ مِنْ غَضَبِكَ وَفَوْزُهُمْ
بِرِضَاكَ وَلَوْ دَلَّ مَخْلُوقٌ
مَخْلُوقاً مِنْ نَفْسِهِ عَلَى مِثْلِ
الَّذِي دَلَلْتَ عَلَيْهِ عِبَادَكَ
مِنْكَ كَانَ مَحْمُوداً فَلَكَ
الْحَمْدُ مَا وُجِدَ فِي حَمْدِكَ
مَذْهَبٌ وَمَا بَقِيَ لِلْحَمْدِ لَفْظٌ
تُحْمَدُ بِهِ وَمَعْنًى يَنْصَرِفُ

ہوں اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دُگنا کر دیتا ہے۔"
—— اور تیرا ارشاد ہے کہ: —— کون ہے جو اللہ تعالیٰ
کو قرض حسنہ دے تا کہ خدا اس کے مال کو کئی گنا زیادہ
کر کے ادا کرے۔" اور ایسی ہی افزائش حسنات کے وعدہ
پر مشتمل دوسری آیتیں کہ جو تو نے قرآن مجید میں نازل
کی ہیں اور تو ہی وُہ ہے جس نے وحی وغیب کے
کلام اور ایسی ترغیب کے ذریعہ کہ جو ان کے فائدہ پر
مشتمل ہے ایسے امور کی طرف ان کی رہنمائی کی کہ اگر
اُن سے پوشیدہ رکھتا تو نہ ان کی آنکھیں دیکھ سکتیں، نہ
اُن کے کان سن سکتے اور نہ اُن کے تصورات وہاں تک
پہنچ سکتے۔ چنانچہ تیرا ارشاد ہے کہ "تم مجھے یاد رکھو میں
بھی تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں گا۔ اور میرا شکر ادا
کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو"—— اور تیرا ارشاد ہے
کہ:" اگر میرا شکر کرو گے تو میں یقیناً تمہیں زیادہ دوں گا
اور اگر ناشکری کی تو یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب
ہے۔"—— اور تیرا ارشاد ہے کہ —— مجھ سے دعا مانگو
تو میں قبول کروں گا۔ وُہ لوگ جو غرور کی بنا پر میری
عبادت سے مُنہ موڑ لیتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر
جہنم میں داخل ہوں گے"—— چنانچہ تو نے دعا کا نام
عبادت رکھا اور اس کے ترک کو غرور سے تعبیر کیا اور
اس کے ترک پر جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہونے سے
ڈرایا۔ اس لئے انہوں نے تیری نعمتوں کی وجہ سے
تجھے یاد کیا، تیرے فضل وکرم کی بنا پر تیرا شکریہ ادا
کیا، اور تیرے حکم سے تجھے پکارا اور (نعمتوں میں)
طلب افزائش کے لئے تیری راہ میں صدقہ دیا۔ اور تیری
یہ رہنمائی ہی ان کے لئے تیرے غضب سے بچاؤ اور
تیری خوشنودی تک رسائی کی صورت تھی۔ اور جن باتوں

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ تَحَمَّدَ اِلٰى عِبَادِهٖ
بِالْاِحْسَانِ وَالْفَضْلِ وَغَمَرَهُمْ
بِالْمَنِّ وَالطَّوْلِ مَا اَفْشٰى فِيْنَا
نِعْمَتَكَ وَاَسْبَغَ عَلَيْنَا مِنَّتَكَ
وَاَخَصَّنَا بِبِرِّكَ هَدَيْتَنَا لِدِيْنِكَ
الَّذِیْ اصْطَفَيْتَ وَمِلَّتِكَ الَّتِیْ
ارْتَضَيْتَ وَسَبِيْلِكَ الَّذِیْ سَهَّلْتَ
وَبَصَّرْتَنَا الزُّلْفَةَ لَدَيْكَ وَالْوُصُوْلَ
اِلٰى كَرَامَتِكَ اَللّٰهُمَّ وَاَنْتَ جَعَلْتَ
مِنْ صَفَايَا تِلْكَ الْوَظَائِفِ وَ
خَصَائِصِ تِلْكَ الْفُرُوْضِ شَهْرَ
رَمَضَانَ الَّذِیْ اخْتَصَصْتَهٗ مِنْ
سَائِرِ الشُّهُوْرِ وَ تَخَيَّرْتَهٗ مِنْ
جَمِيْعِ الْاَزْمِنَةِ وَالدُّهُوْرِ وَ
اٰثَرْتَهٗ عَلٰى كُلِّ اَوْقَاتِ السَّنَةِ
بِمَآ اَنْزَلْتَ فِيْهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَ
النُّوْرِ وَضَاعَفْتَ فِيْهِ مِنَ الْاِيْمَانِ
وَ فَرَضْتَ فِيْهِ مِنَ الصِّيَامِ وَ
رَغَّبْتَ فِيْهِ مِنَ الْقِيَامِ وَاَجْلَلْتَ
فِيْهِ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ الَّتِیْ هِیَ خَيْرٌ
مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ ثُمَّ اٰثَرْتَنَا بِهٖ
عَلٰى سَائِرِ الْاُمَمِ وَاصْطَفَيْتَنَا
بِفَضْلِهٖ دُوْنَ اَهْلِ الْمِلَلِ
فَصُمْنَا بِاَمْرِكَ نَهَارَهٗ وَقُمْنَا
بِعَوْنِكَ لَيْلَهٗ مُتَعَرِّضِيْنَ
بِصِيَامِهٖ وَقِيَامِهٖ لِمَا عَرَّضْتَنَا
لَهٗ مِنْ رَحْمَتِكَ وَتَسَبَّبْنَا اِلَيْهِ

کی تو نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی راہنمائی کی ہے
اگر کوئی مخلوق اپنی طرف سے دوسرے مخلوق کی ایسی ہی
چیزوں کی طرف راہنمائی کرتا تو وہ قابلِ تحسین ہوتا۔ تو
پھر تیرے ہی لیئے حمد و ستائش ہے۔ جب تک تیری
حمد کے لیئے راہ پیدا ہوتی رہے اور جب تک حمد کے
وہ الفاظ جن سے تیری تحمید کی جا سکے اور حمد کے وہ
معنی جو تیری حمد کی طرف پلٹ سکیں باقی رہیں۔ اے
وہ جو اپنے فضل و احسان سے بندوں کی حمد کا سزاوار ہوا
ہے اور انہیں اپنی نعمت و بخشش سے ڈھانپ لیا ہے۔
ہم پر تیری نعمتیں کتنی آشکارا ہیں اور تیرا انعام کتنا فراواں
ہے اور کس قدر ہم تیرے انعام و احسان سے مخصوص ہیں۔
تو نے اس دین کی جسے منتخب فرمایا اور اس طریقہ کی
جسے پسند فرمایا اور اس راستہ کی جسے آسان کر دیا۔
ہمیں ہدایت کی اور اپنے ہاں قرب حاصل کرنے اور
عزت و بزرگی تک پہنچنے کے لئے بصیرت دی۔ بارِ
الہا! تو نے ان منتخب فرائض اور مخصوص واجبات
میں سے ماہِ رمضان کو قرار دیا ہے جسے تو نے تمام
مہینوں میں امتیاز بخشا، اور تمام وقتوں اور زمانوں میں
اسے منتخب فرمایا ہے اور اس میں قرآن اور نور کو نازل
فرما کر اور ایمان کو فروغ و ترقی بخش کر اسے سال کے
تمام اوقات پر فضیلت دی اور اس میں روزے واجب
کئے اور نمازوں کی ترغیب دی اور اس میں شب قدر
کو بزرگی بخشی جو خود ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ پھر
اس مہینہ کی وجہ سے تو نے ہمیں تمام امتوں پر ترجیح
دی، اور دوسری امتوں کے بجائے ہمیں اس کی فضیلت
کے باعث منتخب کیا۔ چنانچہ ہم نے تیرے حکم سے اس
کے دنوں میں روزے رکھے اور تیری مدد سے اس کی

مِنْ مَثُوْبَاتِكَ وَاَنْتَ الْمَلِیُّ بِمَا
رُغِبَ فِيْهِ اِلَيْكَ الْجَوَادُ بِمَا
سُئِلْتَ مِنْ فَضْلِكَ الْقَرِيْبُ اِلٰى
مَنْ حَاوَلَ قُرْبَكَ وَقَدْ اَقَامَ
فِيْنَا هٰذَا الشَّهْرُ مُقَامَ حَمْدٍ وَ
صَحِبَنَا صُحْبَةَ مَبْرُوْرٍ وَاَرْبَحَنَا
اَفْضَلَ اَرْبَاحِ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ
قَدْ فَارَقَنَا عِنْدَ تَمَامِ وَقْتِهٖ
وَانْقِطَاعِ مُدَّتِهٖ وَوَفَاءِ عَدَدِهٖ
فَنَحْنُ مُوَدِّعُوْهُ وِدَاعَ مَنْ
عَزَّ فِرَاقُهٗ عَلَيْنَا وَغَمَّنَا وَ
اَوْحَشَنَا انْصِرَافُهٗ عَنَّا وَ
لَزِمَنَا لَهُ الذِّمَامُ الْمَحْفُوْظُ
وَالْحُرْمَةُ الْمَرْعِيَّةُ وَالْحَقُّ
الْمَقْضِيُّ فَنَحْنُ قَائِلُوْنَ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا شَهْرَ اللّٰهِ الْاَكْبَرَ وَ
يَا عِيْدَ اَوْلِيَآئِهٖ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا اَكْرَمَ مَصْحُوْبٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ
وَيَا خَيْرَ شَهْرٍ فِي الْاَيَّامِ وَالسَّاعَاتِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ شَهْرٍ قَرُبَتْ
فِيْهِ الْاٰمَالُ وَنُشِرَتْ فِيْهِ الْاَعْمَالُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ قَرِيْنٍ جَلَّ قَدْرُهٗ
مَوْجُوْدًا وَاَفْجَعَ فَقْدُهٗ مَفْقُوْدًا
وَمَرْجُوٍّ اٰلَمَ فِرَاقُهٗ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ مِنْ اَلِيْفٍ اٰنَسَ مُقْبِلًا فَسَرَّ
وَاَوْحَشَ مُنْقَضِيًا فَمَضَّ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ مِنْ مُجَاوِرٍ رَقَّتْ فِيْهِ الْقُلُوْبُ

راتیں عبادت میں بسر کیں۔ اس حالت میں کہ ہم اس روزہ
نماز کے ذریعہ تیری اس رحمت کے خواستگار تھے جس کا
دامن تُو نے ہمارے لئے پھیلایا ہے اور اسے تیرے اجر و
ثواب کا وسیلہ قرار دیا۔ اور تُو ہر اس چیز کے عطا کرنے
پر قادر ہے جس کی تجھ سے خواہش کی جائے اور ہر اس چیز
کا بخشنے والا ہے جس کا تیرے فضل سے سوال کیا جائے
تو ہر اس شخص سے قریب ہے جو تجھ سے قرب حاصل
کرنا چاہے۔ اس مہینہ نے ہمارے درمیان قابلِ ستائش
دن گزارے اور اچھی طرح حقِ رفاقت ادا کیا اور دُنیا جہان
کے بہترین فائدوں سے ہمیں مالا مال کیا۔ پھر جب اس کا
زمانہ ختم ہو گیا، مدّت بیت گئی اور گنتی تمام ہو گئی تو
وُہ ہم سے جُدا ہو گیا۔ اب ہم اسے رخصت کرتے
ہیں اُس شخص کے رُخصت کرنے کی طرح جس کی جدائی
ہم پر شاق ہو اور جس کا جانا ہمارے لئے غم افزا اور
وحشت انگیز ہو اور جس کے عہد و پیمان کی نگہداشت
عزّت و حرمت کا پاس اور اس کے واجب الادا حق
سے سبکدوشی از بس ضروری ہو۔ اس لئے ہم کہتے ہیں،
اے اللہ کے بزرگ ترین مہینے، تجھ پر سلام۔ اے
دوستانِ خدا کی عید تجھ پر سلام۔ اے اوقات میں بہترین
رفیق اور دنوں اور ساعتوں میں بہترین مہینے تجھ پر سلام۔
اے وُہ مہینے جس میں اُمیدیں بر آتی ہیں اور اعمال کی فراوانی
ہوتی ہے، تجھ پر سلام۔ اے وُہ ہم نشین کہ جو موجود ہو تو
اس کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے اور نہ ہونے پر بڑا
دُکھ ہوتا ہے اور اے وُہ سرچشمہ اُمید و رجا جس کی
جُدائی الم انگیز ہے، تجھ پر سلام۔ اے وُہ ہمدم جو انس و
دل بستگی کا سامان لئے ہوئے آیا تو شادمانی کا سبب
ہُوا اور واپس گیا تو وحشت بڑھا کر غمگین بنا گیا۔ تجھ پر سلام۔

وَقَلَّتْ فِيْهِ الذُّنُوْبُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
مِنْ نَاصِرٍ اَعَانَ عَلَى الشَّيْطَانِ وَصَاحِبٍ
سَهَّلَ سُبُلَ الْاِحْسَانِ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ مَا اَكْثَرَ عُتَقَاءَ اللّٰهِ فِيْكَ
وَمَا اَسْعَدَ مَنْ رَعٰى حُرْمَتَكَ بِكَ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مَا كَانَ اَمْحَاكَ لِلذُّنُوْبِ
وَاَسْتَرَكَ لِاَنْوَاعِ الْعُيُوْبِ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ مَا كَانَ اَطْوَلَكَ عَلَى الْمُجْرِمِيْنَ
وَاَهْيَبَكَ فِيْ صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ مِنْ شَهْرٍ لَا تُنَافِسُهُ الْاَيَّامُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ شَهْرٍ هُوَ مِنْ كُلِّ
اَمْرٍ سَلَامٌ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ غَيْرَ كَرِيْهِ
الْمُصَاحَبَةِ وَلَا ذَمِيْمِ الْمُلَابَسَةِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ كَمَا وَفَدْتَ عَلَيْنَا
بِالْبَرَكَاتِ وَغَسَلْتَ عَنَّا دَنَسَ
الْخَطِيْئَاتِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ غَيْرَ مُوَدَّعٍ
بَرَمًا وَلَا مَتْرُوْكٍ صِيَامُهُ سَاَمًا
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ مَطْلُوْبٍ قَبْلَ
وَقْتِهِ وَمَحْزُوْنٍ عَلَيْهِ قَبْلَ فَوْتِهِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ كَمْ مِنْ سُوْءٍ صُرِفَ
بِكَ عَنَّا وَكَمْ مِنْ خَيْرٍ اُفِيْضَ بِكَ
عَلَيْنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى لَيْلَةِ
الْقَدْرِ الَّتِيْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مَا كَانَ اَحْرَصَنَا
بِالْاَمْسِ عَلَيْكَ وَاَشَدَّ شَوْقَنَا غَدًا
اِلَيْكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى فَضْلِكَ
الَّذِيْ حُرِمْنَاهُ وَعَلٰى مَاضٍ مِنْ

اے وُہ ہمسائے جس کی ہمسائیگی میں دل نرم اور گناہ
کم ہو گئے تجھ پر سلام۔ اے وُہ مددگار جس نے شیطان
کے مقابلہ میں مدد و اعانت کی، اے وُہ ساتھی جس نے
حسنِ عمل کی راہیں ہموار کیں تجھ پر سلام۔ (اے ماہِ رمضان)
تجھ میں اللہ تعا کے آزاد کئے ہوئے بندے کس قدر زیادہ
ہیں اور جنہوں نے تیری حرمت و عزّت کا پاس و لحاظ
رکھا وہ کتنے خوش نصیب ہیں۔ تجھ پر سلام، تو کس قدر
گناہوں کو محو کرنے والا اور قسم قسم کے عیبوں کو چھپانے
والا ہے۔ تجھ پر سلام۔ تو گنہگاروں کے لئے کتنا طویل
اور مومنوں کے دلوں میں کتنا پُر ہیبت ہے۔ تجھ پر
سلام۔ اے وُہ مہینے جس سے دوسرے ایام ہمسری کا
دعوےٰ نہیں کر سکتے، تجھ پر سلام۔ اے وُہ مہینے جو
ہر امر سے سلامتی کا باعث ہے تجھ پر سلام۔ اے
وُہ جس کی ہم نشینی بارِ خاطر اور معاشرت ناگوار نہیں،
تجھ پر سلام؛ جب کہ تو برکتوں کے ساتھ ہمارے پاس
آیا اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھو دیا، تجھ پر سلام۔ اے
وُہ جسے دل تنگی کی وجہ سے رُخصت نہیں کیا گیا اور نہ
خستگی کی وجہ سے اس کے روزے چھوڑے گئے تجھ
پر سلام۔ اے وُہ کہ جس کے آنے کی پہلے سے خواہش
تھی اور جس کے ختم ہونے سے قبل ہی دل رنجیدہ
ہیں تجھ پر سلام۔ تیری وجہ سے کتنی بُرائیاں ہم سے
دُور ہو گئیں اور کتنی بھلائیوں کے سرچشمے ہمارے لئے
جاری ہو گئے۔ تجھ پر سلام۔ (اے ماہِ رمضان) تجھ پر اور
اس شب قدر پر جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے سلام ہو
ابھی کل ہم کتنے تجھ پر وارفتہ تھے۔ اور آنے والے کل
میں ہمارے شوق کی کتنی فراوانی ہوگی۔ تجھ پر سلام اے
ماہِ مبارک تجھ پر) اور تیری اُن فضیلتوں پر جن سے ہم محروم

بَرَکَاتِکَ سُلِبْنَاہُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا اَھْلُ
ھٰذَا الشَّھْرِ الَّذِیْ شَرَّفْتَنَا بِہٖ وَ
وَفَّقْتَنَا بِمَنِّکَ لَہٗ حِیْنَ جَھِلَ الْاَشْقِیَآءُ
وَقْتَہٗ وَحُرِمُوْا لِشَقَآئِھِمْ فَضْلَہٗ
وَاَنْتَ وَلِیُّ مَا اٰثَرْتَنَا بِہٖ مِنْ
مَعْرِفَتِہٖ وَھَدَیْتَنَا لَہٗ مِنْ سُنَّتِہٖ
وَقَدْ تَوَلَّیْنَا بِتَوْفِیْقِکَ صِیَامَہٗ
وَقِیَامَہٗ عَلٰی تَقْصِیْرٍ وَّاَدَّیْنَا فِیْہِ
قَلِیْلًا مِّنْ کَثِیْرٍ اَللّٰھُمَّ فَلَکَ
الْحَمْدُ اِقْرَارًا بِالْاِسَآءَۃِ وَاعْتِرَافًا
بِالْاِضَاعَۃِ وَلَکَ مِنْ قُلُوْبِنَا عَقْدُ
النَّدَمِ وَمِنْ اَلْسِنَتِنَا صِدْقُ الْاِعْتِذَارِ
فَاْجُرْنَا عَلٰی مَا اَصَابَنَا فِیْہِ مِنَ
التَّفْرِیْطِ اَجْرًا نَّسْتَدْرِکُ بِہِ الْفَضْلَ
الْمَرْغُوْبَ فِیْہِ وَنَعْتَاضُ بِہٖ مِنْ
اَنْوَاعِ الذُّخْرِ الْمَحْرُوْصِ عَلَیْہِ وَ
اَوْجِبْ لَنَا عُذْرَکَ عَلٰی مَا قَصَّرْنَا
فِیْہِ مِنْ حَقِّکَ وَابْلُغْ بِاَعْمَارِنَا
مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ
الْمُقْبِلِ فَاِذَا بَلَّغْتَنَاہُ فَاَعِنَّا عَلٰی
تَنَاوُلِ مَا اَنْتَ اَھْلُہٗ مِنَ الْعِبَادَۃِ
وَاَدِّنَا اِلَی الْقِیَامِ بِمَا یَسْتَحِقُّہٗ مِنَ
الطَّاعَۃِ وَاَجْرِلَنَا مِنْ صَالِحِ الْعَمَلِ
مَا یَکُوْنُ دَرَکًا لِّحَقِّکَ فِی الشَّھْرَیْنِ
مِنْ شُھُوْرِ الدَّھْرِ اَللّٰھُمَّ وَمَا
اَلْمَمْنَا بِہٖ فِیْ شَھْرِنَا ھٰذَا مِنْ لَّمَمٍ
اَوْ اِثْمٍ اَوْ وَاقَعْنَا فِیْہِ مِنْ ذَنْبٍ

ہو گئے اور تیری گزشتہ برکتوں پر جو ہمارے ہاتھ سے
جاتی رہیں، سلام ہو۔ اے اللہ ہم اس مہینہ سے مخصوص
ہیں جس کی وجہ سے تو نے ہمیں شرف بخشا اور اپنے
لطف و احسان سے اس کی حق شناسی کی توفیق دی جب
کہ بدنصیب لوگ اس کے وقت (کی قدر و قیمت) سے
بے خبر تھے اور اپنی بدبختی کی وجہ سے اس کے فضل
سے محروم رہ گئے۔ اور تو ہی ولی و صاحب اختیار ہے
کہ ہمیں اس کی حق شناسی کے لئے منتخب کیا اور اس
کے احکام کی ہدایت فرمائی۔ بے شک تیری توفیق سے
ہم نے اس ماہ میں روزے رکھے، عبادت کے لئے قیام
کیا مگر کمی و کوتاہی کے ساتھ اور مشتے از خروار سے
زیادہ نہ بجا لا سکے۔ اے اللہ! ہم اپنی بداعمالی کا اقرار اور
سہل انگاری کا اعتراف کرتے ہوئے تیری حمد کرتے ہیں
اور اب تیرے لئے کچھ ہے تو وہ ہمارے دلوں کی واقعی
شرمساری اور ہماری زبانوں کی سچی معذرت ہے لہذا اس
کمی و کوتاہی کے باوجود جو ہم سے ہوئی ہے ہمیں ایسا اجر
عطا کر کہ ہم اس کے ذریعہ دلخواہ فضیلت و سعادت کو پا
سکیں اور طرح طرح کے اجر و ثواب کے ذخیرے جن کے
ہم آرزومند تھے اس کے عوض حاصل کر سکیں۔ اور ہم
نے تیرے حق میں جو کمی و کوتاہی کی ہے اس میں ہمارے
عذر کو قبول فرما اور ہماری عمر آئندہ کا رشتہ آنے والے
ماہِ رمضان سے جوڑ دے۔ اور جب اس تک پہنچا دے
تو جو عبادت تیرے شایانِ شان ہو اُس کے بجا لانے
پر ہماری اعانت فرمانا اور اس اطاعت پر جس کا وہ
مہینہ سزاوار ہے عمل پیرا ہونے کی توفیق دینا اور ہمارے
لئے ایسے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رکھنا کہ جو زمانہ
زیست کے مہینوں میں ایک کے بعد دوسرے ماہ

وَاكْتَسَبْنَا فِيهِ مِنْ خَطِيئَةٍ عَلَى تَعَمُّدٍ
مِنَّا أَوْ عَلَى نِسْيَانٍ ظَلَمْنَا فِيهِ أَنْفُسَنَا
أَوِ انْتَهَكْنَا بِهِ حُرْمَةً مِنْ غَيْرِنَا فَصَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاسْتُرْنَا بِسِتْرِكَ
وَاعْفُ عَنَّا بِعَفْوِكَ وَلَا تَنْصِبْنَا
فِيهِ لِأَعْيُنِ الشَّامِتِينَ وَلَا تَبْسُطْ
عَلَيْنَا فِيهِ أَلْسُنَ الطَّاعِنِينَ وَ
اسْتَعْمِلْنَا بِمَا يَكُونُ حِطَّةً وَكَفَّارَةً
لِمَا أَنْكَرْتَ مِنَّا فِيهِ بِرَأْفَتِكَ
الَّتِي لَا تَنْفَدُ وَفَضْلِكَ الَّذِي لَا
يَنْقُصُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّ
آلِهِ وَاجْبُرْ مُصِيبَتَنَا بِشَهْرِنَا وَ
بَارِكْ لَنَا فِي يَوْمِ عِيدِنَا وَفِطْرِنَا
وَاجْعَلْهُ مِنْ خَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْنَا
أَجْلَبِهِ لِعَفْوٍ وَأَمْحَاهُ لِذَنْبٍ وَ
اغْفِرْ لَنَا مَا خَفِيَ مِنْ ذُنُوبِنَا وَمَا
عَلَنَ اَللّٰهُمَّ اسْلَخْنَا بِانْسِلَاخِ
هٰذَا الشَّهْرِ مِنْ خَطَايَانَا وَأَخْرِجْنَا
بِخُرُوجِهِ مِنْ سَيِّئَاتِنَا وَاجْعَلْنَا
مِنْ أَسْعَدِ أَهْلِهِ بِهِ وَأَجْزَلِهِمْ
قِسْمًا فِيهِ وَأَوْفَرِهِمْ حَظًّا مِنْهُ
اَللّٰهُمَّ وَمَنْ رَعَى هٰذَا الشَّهْرَ
حَقَّ رِعَايَتِهِ وَحَفِظَ حُرْمَتَهُ حَقَّ
حِفْظِهَا وَقَامَ بِحُدُودِهِ حَقَّ
قِيَامِهَا وَاتَّقَى ذُنُوبَهُ حَقَّ
تُقَاتِهَا أَوْ تَقَرَّبَ إِلَيْكَ
بِقُرْبَةٍ أَوْجَبَتْ رِضَاكَ

ماہِ رمضان میں تیرے حق ادائیگی کا باعث ہوں۔ اے اللہ!
ہم نے اس مہینہ میں جو صغیرہ یا کبیرہ معصیت کی ہو، یا
کسی گناہ سے آلودہ اور کسی خطا کے مرتکب ہوئے ہوں
جان بوجھ کر یا بھولے چوکے، خود اپنے نفس پر ظلم کیا
ہو یا دوسرے کا دامن حرمت چاک کیا ہو۔ تو محمدؐ اور
اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنے پردہ میں
ڈھانپ لے، اور اپنے عفوو درگذر سے کام لیتے ہوئے
معاف کردے۔ اور ایسا نہ ہو کہ اس گناہ کی وجہ سے
طنز کرنے والوں کی آنکھیں ہمیں گھوریں اور طعنہ زنی
کرنے والوں کی زبانیں ہم پر کھلیں۔ اور اپنی شفقت
بے پایاں اور مرحمت روز افزوں سے ہمیں ان اعمال
پر کاربند کر کہ جو ان چیزوں کو برطرف کریں اور ان
باتوں کی تلافی کریں جنہیں تو اس ماہ میں ہمارے لئے
ناپسند کرتا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور اس مہینہ کے رخصت ہونے سے جو قلق
ہمیں ہوا ہے اُس کا چارہ کر اور عید اور روزہ چھوڑنے کے
دن کو ہمارے لئے مبارک قرار دے اور اُسے ہمارے
گزرے ہوئے دنوں میں بہترین دن قرار دے جو عفوو
درگزر کو سمیٹنے والا اور گناہوں کو محو کرنے والا ہو اور
تو ہمارے ظاہر و پوشیدہ گناہوں کو بخش دے۔ بارِالہا!
اس مہینہ کے الگ ہونے کے ساتھ تو ہمیں گناہوں سے
الگ کردے اور اس کے نکلنے کے ساتھ تو ہمیں برائیوں
سے نکال لے۔ اور اس مہینہ کی بدولت اس کو آباد
کرنے والوں میں ہمیں سب سے بڑھ کر خوش بخت
بانصیب اور بہرہ مند قرار دے۔ اے اللہ! جس کسی
نے جیسا چاہیئے اس مہینے کا پاس و لحاظ کیا ہو اور
کما حقہ، اس کا احترام ملحوظ رکھا ہو اور اس کے احکام پر

لَهُ وَ عَطَفْتَ رَحْمَتَكَ
عَلَيْهِ فَهَبْ لَنَا مِثْلَهُ مِنْ
وُجْدِكَ وَ أَعْطِنَا أَضْعَافَهُ
مِنْ فَضْلِكَ فَإِنَّ فَضْلَكَ
لَا يَغِيضُ وَ إِنَّ خَزَائِنَكَ
لَا تَنْقُصُ بَلْ تَفِيضُ وَ إِنَّ
مَعَادِنَ إِحْسَانِكَ لَا تَفْنَى
وَ إِنَّ عَطَاءَكَ لَلْعَطَاءُ الْمُهَنَّا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ
وَ اكْتُبْ لَنَا مِثْلَ أُجُورِ مَنْ
صَامَهُ أَوْ تَعَبَّدَ لَكَ فِيهِ إِلَى
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَتُوبُ
إِلَيْكَ فِي يَوْمِ فِطْرِنَا الَّذِي
جَعَلْتَهُ لِلْمُؤْمِنِينَ عِيداً وَ
سُرُوراً وَ لِأَهْلِ مِلَّتِكَ مَجْمَعاً
وَ مُحْتَشَداً مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
أَذْنَبْنَاهُ أَوْ سُوءٍ أَسْلَفْنَاهُ
أَوْ خَاطِرِ شَرٍّ أَضْمَرْنَاهُ تَوْبَةَ
مَنْ لَا يَنْطَوِي عَلَى رُجُوعٍ إِلَى
ذَنْبٍ وَ لَا يَعُودُ بَعْدَهَا فِي خَطِيئَةٍ
تَوْبَةً نَصُوحاً خَلَصَتْ مِنَ
الشَّكِّ وَ الِارْتِيَابِ فَتَقَبَّلْهَا
مِنَّا وَ ارْضَ عَنَّا وَ ثَبِّتْنَا عَلَيْهَا
اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَوْفَ عِقَابِ
الْوَعِيدِ وَ شَوْقَ ثَوَابِ الْمَوْعُودِ
حَتَّى نَجِدَ لَذَّةَ مَا نَدْعُوكَ
بِهِ وَ كَآبَةَ مَا نَسْتَجِيرُكَ مِنْهُ وَ

پوری طرح عمل پیرا رہا ہو۔ اور گناہوں سے جس طرح
بچنا چاہیئے اس طرح بچا ہو یا بہ نیت تقرب ایسا عمل
خیر بجالایا ہو جس نے تیری خوشنودی اس کے لئے ضروری
قرار دی ہو اور تیری رحمت کو اس کی طرف متوجہ کر دیا ہو
تو جو اُسے بخشے ویسا ہی ہمیں بھی اپنی دولت بے پایاں
میں سے بخش اور اپنے فضل و کرم سے اس سے بھی کئی
گنا زائد عطا کر۔ اس لئے کہ تیرے فضل کے سوتے خشک
نہیں ہوتے اور تیرے خزانے کم ہونے میں نہیں آتے
بلکہ بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ اور نہ تیرے احسانات کی
کانیں فنا ہوتی ہیں۔ اور تیری بخشش و عطا تو ہر لحاظ
سے خوشگوار بخشش و عطا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جو لوگ روزِ قیامت تک
اس ماہ کے روزے رکھیں یا تیری عبادت کریں اُن کے
اجر و ثواب کے مانند ہمارے لئے اجر و ثواب ثبت
فرما۔ اے اللہ! ہم اس روزِ فطر میں جسے تو نے اہلِ
ایمان کے لئے عید و مسرت کا روز اور اہل اسلام کے
لئے اجتماع و تعاون کا دِن قرار دیا ہے ہر اُس گناہ
سے جس کے ہم مرتکب ہوئے ہوں اور ہر اُس برائی سے
جسے پہلے کر چکے ہوں اور ہر بُری نیت سے جسے دل
میں لئے ہوئے ہوں اُس شخص کی طرح توبہ کرتے ہیں جو
گناہ کی طرف دوبارہ پلٹنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور نہ
توبہ کے بعد خطا کا مرتکب ہوتا ہو۔ ایسی سچی توبہ جو ہر
شک و شبہ سے پاک ہو۔ تو اب ہماری توبہ کو قبول فرما،
ہم سے راضی و خوشنود ہو جا اور ہمیں اس پر ثابت
قدم رکھ۔ اے اللہ! گناہوں کی سزا کا خوف اور جس
ثواب کا تو نے وعدہ کیا ہے اس کا شوق ہمیں نصیب
فرما تاکہ جس ثواب کے تجھ سے خواہش مند ہیں اُس کی لذت

اجْعَلْنَا عِنْدَكَ مِنَ التَّوَّابِيْنَ
الَّذِيْنَ اَوْجَبْتَ لَهُمْ مَحَبَّتَكَ
وَقَبِلْتَ مِنْهُمْ مُرَاجَعَةَ طَاعَتِكَ
يَا اَعْدَلَ الْعَادِلِيْنَ اَللّٰهُمَّ
تَجَاوَزْ عَنْ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا
وَاَهْلِ دِيْنِنَا جَمِيْعًا مَنْ
سَلَفَ مِنْهُمْ وَمَنْ غَبَرَ اِلٰى
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا وَاٰلِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى مَلٰٓئِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ
وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلٰى اَنْبِيَآئِكَ
الْمُرْسَلِيْنَ وَصَلِّ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى عِبَادِكَ
الصّٰلِحِيْنَ وَاَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ
يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ صَلٰوةً تَبْلُغُنَا
بَرَكَتُهَا وَيَنَالُنَا نَفْعُهَا وَ
يُسْتَجَابُ لَهَا دُعَاؤُنَا اِنَّكَ
اَكْرَمُ مَنْ رُغِبَ اِلَيْهِ وَ
اَكْفٰى مَنْ تُوُكِّلَ عَلَيْهِ وَ
اَعْطٰى مَنْ سُئِلَ مِنْ
فَضْلِهٖ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اور جس عذاب سے پناہ مانگ رہے ہیں اس کی تکلیف و
اذیت پوری طرح جان سکیں۔ اور ہمیں اپنے نزدیک اُن
توبہ گزاروں میں سے قرار دے، جن کے لئے تُو نے
اپنی محبت کو لازم کر دیا ہے اور جن سے فرمانبرداری و
اطاعت کی طرف رجوع ہونے کو تُو نے قبول فرمایا ہے
اے عدل کرنے والوں میں سب سے زیادہ عدل کرنے
والے۔ اے اللہ! ہمارے ماں باپ اور ہمارے تمام
اہلِ مذہب و ملّت خواہ وہ گزر چکے ہوں یا قیامت
کے دن تک آیندہ آنے والے ہوں سب سے درگزر
فرما۔ اے اللہ! ہمارے نبی محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی
رحمت نازل فرما۔ جیسی رحمت تُو نے اپنے مقرب
فرشتوں پر کی ہے۔ اور اُن پر اور اُن کی آلؑ پر ایسی
رحمت نازل فرما جیسی تُو نے اپنے فرستادہ نبیوں پر نازل
فرمائی ہے۔ اور اُن پر اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل
فرما جیسی تو نے اپنے نیکوکار بندوں پر نازل کی ہے۔
(بلکہ) اس سے بہتر و برتر۔ اے تمام جہان کے پروردگار
ایسی رحمت جس کی برکت ہم تک پہنچے، جس کی منفعت
ہمیں حاصل ہو اور جس کی وجہ سے ہماری دُعائیں قبول
ہوں۔ اس لئے کہ تو اُن لوگوں سے جن کی طرف رجوع ہوا
جاتا ہے۔ زیادہ کریم اور اُن لوگوں سے جن پر بھروسہ
کیا جاتا ہے، زیادہ بے نیاز کرنے والا ہے۔ اور اُن
لوگوں سے جن کے فضل کی بنا پر سوال کیا جاتا ہے، زیادہ
عطا کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر و توانا ہے۔

یہ دُعا، ماہِ رمضان کے برکت آفرین لمحات کو الوداع کرنے کے سلسلہ میں ہے۔ لفظ وداع، دعۃ سے ماخوذ
ہے جس کے معنی راحت و آرام اور پُرسکون زندگی کے ہیں۔ اور مسافر کو وداع کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سے
اپنی محبت و دل بستگی کا اظہار کیا جائے اور اُس کے لئے دُعا کی جائے کہ سفر کی صعوبتیں اس کے لئے آسان اور منزل کی

دشواریاں اس کے لئے سہل ہوں اور اسے دوبارہ پلٹ کر آنا نصیب ہو یا جہاں جانا چاہتا ہے وہاں سکون و قرار حاصل ہو۔ یہ وداع اس کی دلیل ہے کہ جسے وداع کیا جا رہا ہے نگاہوں میں اس کی عزت اور دل میں اس کی قدر و منزلت ہے، اور اس کی جدائی گراں اور مفارقت شاق ہے۔ یہ محبت اور لگاؤ زمان سے بھی ہو سکتا ہے اور مکان سے بھی۔ ذی شعور سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور غیر ذی شعور سے بھی۔ چنانچہ اسی محبت و وابستگی کے نتیجہ میں انسان کبھی ماضی کے اُن لمحوں کو پکارتا ہے جو اپنی خوشگوار یادیں دل میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور کبھی شباب کی گھڑیوں کو خطاب کرتا اور عمرِ رفتہ کو آواز دیتا ہے، اور کبھی اُداس کھنڈروں، خاموش ویرانوں اور شکستہ دیواروں سے خطاب کرتا ہے اور کبھی ان کی زبانِ بے زبانی کی خود ترجمانی کرتا اور کبھی اُن سے بولنے اور جواب دینے کی فرمائش کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے:۔

یا دار عبلة بالجواء تكلمي   وعمي صباحا دار عبلة واسلمي

"اے مقام جواء میں واقع ہونے والے عبلہ کے گھر کچھ بول کہ میں گوش بر آواز ہوں، تیری صبحیں غارت گری سے محفوظ اور تو گردشِ زمانہ سے بچا رہے۔"

اسی طرح ماہِ رمضان کے لمحوں اور ساعتوں سے خطاب کرنا اس سے انتہائی وابستگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ خاصانِ خدا کو ذکرِ الٰہی، اطاعتِ خداوندی اور عبادت سے اتنی شیفتگی ہوتی ہے کہ وہ عبادت کے مخصوص دنوں اور لمحوں سے بھی والہانہ محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ان لمحوں کی جدائی کو اتنا ہی محسوس کرتے ہیں جتنا دل باختگانِ محبت، محبوب کی جُدائی کو اور اسی طرح بجھے ہوئے دل اور مرجھائے ہوئے چہرے کے ساتھ انہیں الوداع کرتے ہیں جس طرح محبوب کو رخصت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اواخرِ ماہِ رمضان میں یہ دعا پڑھتے اور تحسر آمیز جذبات کے ساتھ اسے الوداع کرتے۔ یہ دُعا انہی لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے اس ماہِ مبارک کے لمحات عبادت و اطاعت میں گزارے ہوں، واجبات ادا کئے ہوں، اور محرمات سے کنارہ کش رہے ہوں اور جنہوں نے نماز روزہ سے کوئی واسطہ نہ رکھا ہو تو انہیں اس کے آنے پر خوشی ہی کیا تھی کہ جانے کا رنج کریں اور اسے الوداع کرنے کی ضرورت محسوس کریں۔ البتہ جنہوں نے خدا کی خوشنودی کا سروسامان کیا ہو اور اس کے مبارک لمحات میں زادِ آخرت بہم پہنچایا ہو، فرائض و واجبات ادا کئے ہوں انہیں الوداع کرنا چاہیئے تاکہ ان کے حسنات میں مزید اضافہ ہو اور رحمت و مغفرتِ الٰہی کے اہل قرار پائیں۔ چنانچہ جابرؓ ابن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں:۔

دخلت على رسول الله فى اخر جمعة من شهر رمضان فلما بصرنى قال لى يا جابر هذه اخر جمعة من شهر رمضان فودعه وقل اللهم لا تجعله اخر العهد من صيامنا اياه فان جعلته فاجعلنى مرحوما ولا تجعلنى محروما فانه من قال ذلك

میں ماہِ رمضان میں جمعۃ الوداع کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے جابر! یہ ماہِ رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ لہٰذا اسے وداع کرو اور یہ کہو: اے اللہ! اسے ہمارے روزوں کا آخری زمانہ قرار دے۔ اور اگر تُو نے قرار دیا ہے تو ہمیں اپنی رحمت سے سرفراز کر اور محروم نہ کر۔" تو جو شخص یہ کلمات کہے گا تو وہ دو خوبیوں میں سے ایک خوبی کو ضرور پائے گا۔ یا تو آیندہ کا ماہِ رمضان اسے

ظفر یا حدی الحسنین اما ببلوغ شہر رمضان من قابل او بغفران اللہ و رحمتہ۔

نصیب ہوگا، یا اللہ تعالےٰ کی مغفرت و رحمت اس کے شاملِ حال ہوگی۔"

یہ دُعا جمعۃ الوداع یا ماہِ رمضان کی آخری شب یا آخری روز پڑھنا چاہیئے۔ اور آخری شب میں سحر کے وقت پڑھنا بہتر ہے۔ اور اس سے بہتر یہ ہے کہ جمعۃ الوداع میں بھی پڑھے، اور آخری شب میں بھی پڑھے۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ چاند انتیس کا ہوگا تو انتیسویں شب میں پڑھے اور چاند نہ ہو تو تیسویں شب میں بھی پڑھے اور ایک قول یہ ہے کہ شب عید پڑھے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ يَوْمِ الْفِطْرِ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَامَ قَآئِمًا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ:

جب نمازِ عید الفطر سے فارغ ہو کر پلٹتے تو یہ دُعا پڑھتے اور جمعہ کے دن بھی یہ دعا پڑھتے:۔

يَا مَنْ يَرْحَمُ مَنْ لَا يَرْحَمُهُ الْعِبَادُ وَيَا مَنْ يَقْبَلُ مَنْ لَا تَقْبَلُهُ الْبِلَادُ وَيَا مَنْ لَا يَحْتَقِرُ اَهْلَ الْحَاجَةِ اِلَيْهِ وَيَا مَنْ لَا يُخَيِّبُ الْمُلِحِّيْنَ عَلَيْهِ وَيَا مَنْ لَا يَجْبَهُ بِالرَّدِّ اَهْلَ الدَّالَّةِ عَلَيْهِ وَيَا مَنْ يَجْتَبِيْ صَغِيْرَ مَا يُتْحَفُ بِهٖ وَيَشْكُرُ يَسِيْرَ مَا يُعْمَلُ لَهٗ وَ يَا مَنْ يَشْكُرُ عَلَى الْقَلِيْلِ وَ يُجَازِيْ بِالْجَلِيْلِ وَيَا مَنْ يَدْنُوْا اِلٰى مَنْ دَنَا مِنْهُ وَ يَا مَنْ يَدْعُوْ اِلٰى نَفْسِهٖ مَنْ اَدْبَرَ عَنْهُ وَيَا مَنْ لَا يُغَيِّرُ النِّعْمَةَ وَلَا يُبَادِرُ بِالنَّقِمَةِ وَيَا مَنْ يُثْمِرُ الْحَسَنَةَ حَتّٰى يُنْمِيَهَا وَ

اے وُہ جو ایسے شخص پر رحم کرتا ہے جس پر بندے رحم نہیں کرتے۔ اے وُہ جو ایسے (گنہگار) کو قبول کرتا ہے جسے کوئی قطعۂ زمین (اس کے گناہوں کے باعث) قبول نہیں کرتا۔ اے وُہ جو اپنے حاجتمند کو حقیر نہیں سمجھتا۔ اے وُہ جو گڑگڑانے والوں کو ناکام نہیں پھیرتا۔ اے وُہ جو نازش بے جا کرنے والوں کو ٹھکراتا نہیں۔ اے وُہ جو چھوٹے سے چھوٹے تحفہ کو بھی پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتا ہے اور جو معمولی سے معمولی عمل اس کے لئے بجا لایا گیا ہو اس کی جزا دیتا ہے۔ اے وُہ جو اس سے قریب ہو وُہ اس سے قریب ہوتا ہے۔ اے وُہ کہ جو اس سے رُوگردانی کرے اسے اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور وُہ جو نعمت کو بدلتا نہیں اور نہ سزا دینے میں جلدی کرتا ہے۔ اے وُہ جو نیکی کے نہال کو بارآور کرتا ہے تاکہ اُسے بڑھا دے اور گناہوں سے درگذر کرتا ہے تاکہ انہیں ناپید کردے۔ اُمیدیں تیری سرحد

يَتَجَاوَزَ عَنِ السَّيِّئَةِ حَتّٰى يُعَفِّيَهَا
انْصَرَفَتِ الْآمَالُ دُوْنَ مَدٰى
كَرَمِكَ بِالْحَاجَاتِ وَامْتَلَأَتْ
بِفَيْضِ جُوْدِكَ أَوْعِيَةُ الطَّلِبَاتِ
وَتَفَسَّخَتْ دُوْنَ بُلُوْغِ نَعْتِكَ
الصِّفَاتُ فَلَكَ الْعُلُوُّ الْأَعْلٰى
فَوْقَ كُلِّ عَالٍ وَالْجَلَالُ الْأَمْجَدُ
فَوْقَ كُلِّ جَلَالٍ كُلُّ جَلِيْلٍ عِنْدَكَ
صَغِيْرٌ وَكُلُّ شَرِيْفٍ فِيْ جَنْبِ
شَرَفِكَ حَقِيْرٌ. خَابَ الْوَافِدُوْنَ
عَلٰى غَيْرِكَ وَخَسِرَ الْمُتَعَرِّضُوْنَ
إِلَّا لَكَ وَضَاعَ الْمُلِمُّوْنَ إِلَّا بِكَ
وَأَجْدَبَ الْمُنْتَجِعُوْنَ إِلَّا مَنِ انْتَجَعَ
فَضْلَكَ بَابُكَ مَفْتُوْحٌ لِلرَّاغِبِيْنَ
وَجُوْدُكَ مُبَاحٌ لِلسَّائِلِيْنَ وَ
إِغَاثَتُكَ قَرِيْبَةٌ مِنَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ
لَا يَخِيْبُ مِنْكَ الْآمِلُوْنَ وَلَا
يَيْأَسُ مِنْ عَطَائِكَ الْمُتَعَرِّضُوْنَ
وَلَا يَشْقٰى بِنَقِمَتِكَ الْمُسْتَغْفِرُوْنَ
رِزْقُكَ مَبْسُوْطٌ لِمَنْ عَصَاكَ
وَحِلْمُكَ مُعْتَرِضٌ لِمَنْ نَاوَاكَ
عَادَتُكَ الْإِحْسَانُ إِلَى
الْمُسِيْئِيْنَ وَسُنَّتُكَ الْإِبْقَاءُ
عَلَى الْمُعْتَدِيْنَ حَتّٰى لَقَدْ
غَرَّتْهُمْ أَنَاتُكَ عَنِ الرُّجُوْعِ
وَصَدَّهُمْ إِمْهَالُكَ عَنِ
النُّزُوْعِ وَإِنَّمَا تَأَنَّيْتَ بِهِمْ

کرم کو چھونے سے پہلے کامران ہو کر پلٹ آئیں اور
طلب و آرزو کے ساغر تیرے فیضانِ جُود سے
چھلک اُٹھے اور صفتیں تیرے کمالِ ذات کی منزل
تک پہنچنے سے درماندہ ہو کر منتشر ہو گئیں اس لئے
کہ بلند ترین رفعت جو ہر کنگرہ بلند سے بالا تر ہے،
اور بزرگ ترین عظمت جو ہر عظمت سے بلند تر ہے،
تیرے لئے مخصوص ہے۔ ہر بزرگ تیری بزرگی کے
سامنے چھوٹا اور ہر ذی شرف تیرے شرف کے
مقابلہ میں حقیر ہے۔ جنہوں نے تیرے غیر کا رُخ کیا وہ
ناکام ہوئے۔ جنہوں نے تیرے سوا دوسروں سے طلب
کیا وہ نقصان میں رہے۔ جنہوں نے تیرے سوا دوسروں
کے ہاں منزل کی وہ تباہ ہوئے۔ جو تیرے
فضل کے بجائے دوسروں سے رزق و نعمت کے
طلب گار ہوئے وہ قحط و مصیبت سے دوچار ہوئے
تیرا دروازہ طلبگاروں کے لئے وا ہے اور تیرا جود و
کرم سائلوں کے لئے عام ہے۔ تیری فریاد رسی
داد خواہوں سے نزدیک ہے۔ اُمیدوار تجھ سے محروم
نہیں رہتے اور طلب گار تیری عطا و بخشش سے
مایوس نہیں ہوتے، اور مغفرت چاہنے والے پر تیرے
عذاب کی بدبختی نہیں آتی۔ تیرا خوانِ نعمت اُن کے
لئے بھی بچھا ہوا ہے جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اور
تیری بُردباری اُن کے بھی آڑے آتی ہے جو تجھ سے
دشمنی رکھتے ہیں۔ بُروں سے نیکی کرنا تیری روش
اور سرکشوں پر مہربانی کرنا تیرا طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ
نرمی و حلم نے انہیں (حق کی طرف) رجوع ہونے سے
غافل کر دیا اور تیری دی ہوئی مہلت نے انہیں
اجتناب معاصی سے روک دیا۔ حالانکہ تو نے اُن سے نرمی

لِيَفِيْئُوْا إِلٰى أَمْرِكَ وَ أَمْهَلْتَهُمْ
ثِقَةً بِدَوَامِ مُلْكِكَ فَمَنْ
كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ
خَتَمْتَ لَهٗ بِهَا وَ مَنْ كَانَ
مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ خَذَلْتَهٗ
لَهَا كُلُّهُمْ صَائِرُوْنَ إِلٰى
حُكْمِكَ وَ أُمُوْرُهُمْ آئِلَةٌ إِلٰى
أَمْرِكَ لَمْ يَهِنْ عَلٰى طُوْلِ مُدَّتِهِمْ
سُلْطَانُكَ وَ لَمْ يَدْحَضْ
لِتَرْكِ مُعَاجَلَتِهِمْ بُرْهَانُكَ
حُجَّتُكَ قَائِمَةٌ وَ سُلْطَانُكَ
ثَابِتٌ لَا يَزُوْلُ فَالْوَيْلُ الدَّائِمُ
لِمَنْ جَنَحَ عَنْكَ وَ الْخَيْبَةُ
الْخَاذِلَةُ لِمَنْ خَابَ مِنْكَ
وَ الشَّقَاءُ الْأَشْقٰى لِمَنِ
اغْتَرَّ بِكَ مَا أَكْثَرَ تَصَرُّفَهٗ
فِيْ عَذَابِكَ وَ مَا أَطْوَلَ
تَرَدُّدَهٗ فِيْ عِقَابِكَ وَ
مَا أَبْعَدَ غَايَتَهٗ مِنَ
الْفَرَجِ وَ مَا أَقْنَطَهٗ مِنْ
سُهُوْلَةِ الْمَخْرَجِ عَدْلًا
مِنْ قَضَائِكَ لَا تَجُوْرُ
فِيْهِ وَ إِنْصَافًا مِنْ حُكْمِكَ
لَا تَحِيْفُ عَلَيْهِ فَقَدْ
ظَاهَرْتَ الْحُجَجَ وَ
أَبْلَيْتَ الْأَعْذَارَ وَ قَدْ
تَقَدَّمْتَ بِالْوَعِيْدِ وَ

اس لئے کی تھی کہ وُہ تیرے فرمان کی طرف پلٹ آئیں اور
مہلت اس لئے دی تھی کہ تجھے اپنے تسلّط و اقتدار
کے دوام پر اعتماد تھا (کہ جب چاہے انہیں اپنی
گرفت میں لے سکتا ہے) اب جو خوش نصیب تھا
اُس کا خاتمہ بھی خوش نصیبی پر کیا۔ اور جو بد نصیب
تھا۔ اُسے ناکام رکھا۔ (وُہ خوش نصیب ہوں یا بد نصیب)
سب کے سب تیرے حکم کی طرف پلٹنے والے ہیں۔
اور اُن کا مآل تیرے امر سے وابستہ ہے۔ ان کی طویل
مدّتِ مہلت سے تیری دلیل و حجّت میں کمزوری رُونما
نہیں ہوتی (جیسے اس شخص کی دلیل کمزور ہو جاتی ہے
جو اپنے حق کے حاصل کرنے میں تاخیر کرے) اور فوری
گرفت کو نظر انداز کرنے سے تیری حجّت و بُرہان باطل
نہیں قرار پائی (کہ یہ کہا جائے کہ اگر اس کے پاس اُن کے
خلاف دلیل و بُرہان ہوتی تو وُہ مہلت کیوں دیتا)
تیری حجّت برقرار ہے جو باطل نہیں ہو سکتی، اور تیری
دلیل محکم ہے جو زائل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا دائمی حسرت و
اندوہ اسی شخص کے لئے ہے جو تجھ سے رُوگرداں ہُوا اور
رُسواکن نامرادی اُسی کے لئے ہے جو تیرے ہاں سے
محروم رہا اور بدترین بدبختی اسی کے لئے ہے جس نے
تیری (چشم پوشی سے) فریب کھایا۔ ایسا شخص کس قدر
تیرے عذاب میں الٹے پلٹے کھاتا اور کتنا طویل زمانہ
تیرے عقاب میں گردش کرتا رہے گا۔ اور اس کی
رہائی کا مرحلہ کتنی دُور اور بآسانی نجات حاصل کرنے
سے کتنا مایوس ہو گا۔ یہ تیرا فیصلہ از روئے عدل ہے
جس میں ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ اور تیرا یہ حکم مبنی بر انصاف
ہے جس میں اس پر زیادتی نہیں کرتا۔ اس لئے کہ تُو نے
پے در پے دلیلیں قائم اور قابلِ قبول حجتیں آشکارہ

تَلَطَّفْتَ فِي التَّرْغِيبِ وَضَرَبْتَ
الْاَمْثَالَ وَاَطَلْتَ الْاِمْهَالَ وَ
اَخَّرْتَ وَاَنْتَ مُسْتَطِيعٌ لِلْمُعَاجَلَةِ
وَتَاَنَّيْتَ وَاَنْتَ مَلِئٌ بِالْمُبَادَرَةِ
لَمْ تَكُنْ اَنَاتُكَ عَجْزًا وَ لَا
اِمْهَالُكَ وَهْنًا وَلَا اِمْسَاكُكَ
غَفْلَةً وَلَا انْتِظَارُكَ مُدَارَاةً
بَلْ لِتَكُوْنَ حُجَّتُكَ اَبْلَغَ وَكَرَمُكَ
اَكْمَلَ وَاِحْسَانُكَ اَوْفٰى وَنِعْمَتُكَ
اَتَمَّ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ وَلَمْ تَزَلْ
وَهُوَ كَائِنٌ وَلَا تَزَالُ حُجَّتُكَ
اَجَلُّ مِنْ اَنْ تُوْصَفَ بِكُلِّهَا وَ
مَجْدُكَ اَرْفَعُ مِنْ اَنْ تُحَدَّ
بِكُنْهِهٖ وَ نِعْمَتُكَ اَكْثَرُ
مِنْ اَنْ تُحْصٰى بِاَسْرِهَا وَ
اِحْسَانُكَ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ
تُشْكَرَ عَلٰى اَقَلِّهٖ وَقَدْ قَصَّرَ
بِيَ السُّكُوْتُ عَنْ تَحْمِيْدِكَ
وَ فَهَّهَنِي الْاِمْسَاكُ عَنْ
تَمْجِيْدِكَ وَ قُصَارَايَ الْاِقْرَارُ
بِالْحُسُوْرِ لَا رَغْبَةً يَا اِلٰهِيْ
بَلْ عَجْزًا فَهَا اَنَاذَا اَؤُمُّكَ
بِالْوِفَادَةِ وَ اَسْئَلُكَ
حُسْنَ الرِّفَادَةِ فَصَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاسْمَعْ
نَجْوَايَ وَاسْتَجِبْ دُعَائِيْ
وَلَا تَخْتِمْ يَوْمِيْ

کر دی ہیں اور پہلے سے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعہ
آگاہ کر دیا ہے۔ اور لطف و مہربانی سے (آخرت کی)
ترغیب دلائی ہے اور طرح طرح کی مثالیں بیان کی
ہیں۔ مہلت کی مدت بڑھا دی ہے اور (عذاب
میں) تاخیر سے کام لیا ہے، حالانکہ تو فوری گرفت پر
اختیار رکھتا تھا۔ اور نرمی و مدارات سے کام لیا ہے،
باوجودیکہ تو تعجیل کرنے پر قادر تھا۔ یہ نرم روی، عاجزی
کی بنا پر اور مہلت دہی کمزوری کی وجہ سے نہ تھی
اور نہ عذاب میں توقف کرنا غفلت و بے خبری کے باعث
اور نہ تاخیر کرنا نرمی و ملاطفت کی بنا پر تھا۔ بلکہ یہ
اس لئے تھا کہ تیری حجت ہر طرح سے پوری ہو۔ تیرا
کرم کامل تر، تیرا احسان فراواں، اور تیری نعمت تمام
تر ہو۔ یہ تمام چیزیں تھیں اور رہیں گی۔ درآنحالیکہ تو
ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ تیری حجت اس سے بالاتر
ہے کہ اس کے تمام گوشوں کو پوری طرح بیان کیا جا سکے
اور تیری عزت و بزرگی اس سے بلند تر ہے کہ اس کی کنہ و
حقیقت کی حدیں قائم کی جائیں اور تیری نعمتیں اس سے
فزوں تر ہیں کہ ان سب کا شمار ہو سکے اور تیرے احسانات
اس سے کہیں زیادہ تر ہیں کہ ان میں کے ادنیٰ احسان پر بھی
تیرا شکریہ ادا کیا جا سکے۔ (میں تیری حمد و سپاس سے عاجز
اور درماندہ ہوں۔ گویا) خاموشی نے تیری پے در پے حمد و
سپاس سے مجھے ناتواں کر دیا ہے اور توقف نے تیری تمجید و
ستائش سے مجھے گنگ کر دیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں میری توانائی
کی حد یہ ہے کہ اپنی درماندگی کا اعتراف کروں۔ یہ بے رغبتی
کی وجہ سے نہیں ہے اے میرے معبود! بلکہ عجز و ناتوانی کی
بنا پر ہے۔ اچھا تو میں اب تیری بارگاہ میں حاضر
ہونے کا قصد کرتا ہوں اور تجھ سے حسن اعانت کا

بِخَيْبَتِيْ وَلَا تَجْبَهْنِيْ بِالرَّدِّ
فِيْ مَسْئَلَتِيْ وَاَكْرِمْ مِنْ
عِنْدِكَ مُنْصَرَفِيْ وَاِلَيْكَ
مُنْقَلَبِيْ اِنَّكَ غَيْرُ
ضَائِقٍ بِمَا تُرِيْدُ وَلَا
عَاجِزٍ عَمَّا تُسْئَلُ وَ
اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ
الْعَظِيْمِ۔

خواستگار ہوں۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
فرما اور میری راز و نیاز کی باتوں کو سُن اور میری دُعا
کو شرفِ قبولیت بخش اور میرے دن کو ناکامی کے ساتھ
ختم نہ کر اور میرے سوال میں مجھے ٹھکرا نہ دے، اور
اپنی بارگاہ سے پلٹنے اور پھر پلٹ کر آنے کو عزت و
احترام سے ہمکنار فرما۔ اس لئے کہ تجھے تیرے ارادہ
میں کوئی دشواری حائل نہیں ہوتی اور جو چیز تجھ سے
طلب کی جائے اس کے دینے سے عاجز نہیں ہوتا۔
اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور قوت و طاقت نہیں سوا
اللہ کے سہارے کے جو بلند مرتبہ و عظیم ہے۔

ہر قوم و ملت میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جو کسی تاریخی پس منظر کی وجہ سے یادگار کی حیثیت رکھتا ہے اور اسے وہ اپنے طریقہ سے مناتے اور اس میں سرور و مسرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود سرد ہوئی اور وہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے زندہ و سلامت نکل آئے، وہ دن ان کے ماننے والوں کے لئے عید قرار پا گیا۔ اور جس دن حضرت یونسؑ شکم ماہی کے زنداں سے رہا ہوئے وہ دن اُن کی قوم کے لئے عید کا دن بن گیا۔ اور جس دن حضرت عیسیٰؑ کی اُمت پر مائدہ نازل ہوا وہ اُن کے لئے عید کا دن قرار پا گیا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: "ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدًا" "اے ہمارے پروردگار! تو ہم پر آسمان سے مائدہ نازل کر جو ہمارے لئے عید قرار پائے۔" اسی طرح اسلام میں بھی مختلف یادگاروں کے سلسلہ میں متعدد عیدیں منائی جاتی ہیں۔ جن میں سے عید الاضحیٰ اور عید فطر زیادہ شہرت رکھتی ہیں۔ عید الاضحیٰ اس بے مثال قربانی کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے قربان گاہ منیٰ میں پیش کی تھی۔ اور عید الفطر ماہِ مبارک رمضان کے اختتام پر فریضۂ صیام سے عہدہ برآ ہونے کے شکریہ میں منائی جاتی ہے۔ اس عید کی مسرت کو ہمہ گیر بنانے کے لئے اسلام نے ہر ذی استطاعت پر ایک مخصوص مقدار زکوٰۃ فطرہ کی واجب کر دی ہے۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ نماز سے پہلے مستحقین تک پہنچا دی جائے، تاکہ وہ بھی عید کی مسرتوں میں دوسروں کے ساتھ شریک ہو سکیں۔ اور یہ اسلام کی حکیمانہ موقع شناسی ہے کہ اس نے عید الفطر کے موقع پر غرباء کی اعانت ضروری قرار دی۔ اس لئے کہ تیس دن بھوک پیاس میں گزارنے اور فاقہ کشی کی تکلیف سے آشنا ہونے کے بعد غریبوں کے دکھ درد کا احساس اور ان سے ہمدردی کا جذبہ اُبھر آتا ہے جو غریبوں اور ناداروں کی اعانت کا محرک ہوتا ہے۔ اور انسان بطیب خاطر اس مختصر مالی قربانی کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ ادائے فطرہ کے بعد دوگانۂ عید سے اس دن کا افتتاح کیا جاتا ہے۔ جس میں اہلِ شہر مجتمع ہو کر اجتماعی شان، ملی تنظیم اور اسلامی اخوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پھر خطبۂ عید پڑھا جاتا ہے۔ جو تحمید

و تقدیس، درود و سلام، پند و نصیحت اور سورۂ قرآنی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے بعد مسکراتے ہوئے چہروں کے ساتھ مصافحہ، معانقہ، سلام و دُعا اور میل ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اسی مسرت افزا ماحول میں یہ دن تمام ہوتا ہے۔ یہ ہے اسلامی تہوار جس کی مسرت میں سنجیدگی، کیف میں شائستگی اور لطف و سرور میں تہذیب کو سمو دیا گیا ہے اور اس کے آداب و رسوم میں اعلیٰ اخلاقی مقاصد کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے۔ جس دن کی ابتدا فریضۂ صبح کے علاوہ زکوٰۃ و نماز اور استماع خطبہ سے ہو اور اس کے لمحات میل ملاقات اور رنجشوں اور کدورتوں کو دُور کرنے میں صرف ہوں وہ دن یقیناً دل میں ایک مسرت انگیز طمانیت کا احساس پیدا کرے گا اور نیکی کے جذبات اُبھار کر نیک کرداری و خدا پرستی اور قلب و روح کی تطہیر کا سامان کرے گا۔ اور حقیقی عید یہی ہے کہ انسان اپنے قلب و ضمیر کو پاک و صاف کرے۔ گناہوں سے دامن بچائے اور برائیوں سے محفوظ رہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

انما ھو عید لمن قبل اللہ صیامہ وشکر قیامہ و کل یوم لایعصی اللہ فیہ فھو عید۔

"عید صرف اس کے لئے ہے جس کے روزوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور ہر وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کی جائے، عید کا دن ہے۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ۔

دُعائے روزِ عرفہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ رَبَّ الْاَرْبَابِ وَاِلٰهَ كُلِّ مَاْلُوْهٍ وَخَالِقَ كُلِّ مَخْلُوْقٍ وَوَارِثَ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ عِلْمُ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيْطٌ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيْبٌ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الْمُتَوَحِّدُ الْفَرْدُ الْمُتَفَرِّدُ وَاَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْكَرِيْمُ الْمُتَكَرِّمُ الْعَظِيْمُ الْمُتَعَظِّمُ

سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ بارِ الٰہا! تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے؛ اے بزرگی و اعزاز والے! اے پالنے والوں کے پالنے والے؛ اے ہر پرستار کے معبود! اے ہر مخلوق کے خالق اور ہر چیز کے مالک و وارث۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ ہے۔ وہ ہر چیز پر حاوی اور ہر شے پر نگراں ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو ایک اکیلا اور یکتا و یگانہ ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو بخشش والا اور انتہائی

الْكَبِيْرُ الْمُتَكَبِّرُ وَاَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّآ اَنْتَ الْعَلِيُّ الْمُتَعَالُ الشَّدِيْدُ
الْمِحَالِ وَاَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ
وَاَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ السَّمِيْعُ
الْبَصِيْرُ الْقَدِيْمُ الْخَبِيْرُ وَاَنْتَ
اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْكَرِيْمُ
الْاَكْرَمُ الدَّآئِمُ الْاَدْوَمُ وَاَنْتَ اللّٰهُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ اَحَدٍ
وَالْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ عَدَدٍ وَاَنْتَ
اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الدَّانِيْ فِيْ
عُلُوِّهٖ وَالْعَالِيْ فِيْ دُنُوِّهٖ وَاَنْتَ
اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ذُو الْبَهَآءِ
وَالْمَجْدِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْحَمْدِ وَ
اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ
اَنْشَأْتَ الْاَشْيَآءَ مِنْ غَيْرِ
سِنْخٍ وَصَوَّرْتَ مَا صَوَّرْتَ مِنْ
غَيْرِ مِثَالٍ وَابْتَدَعْتَ الْمُبْتَدَعَاتِ
بِلَا احْتِذَآءٍ اَنْتَ الَّذِيْ قَدَّرْتَ
كُلَّ شَيْءٍ تَقْدِيْرًا وَيَسَّرْتَ كُلَّ
شَيْءٍ تَيْسِيْرًا وَدَبَّرْتَ مَا دُوْنَكَ
تَدْبِيْرًا اَنْتَ الَّذِيْ لَمْ يُعِنْكَ عَلٰى
خَلْقِكَ شَرِيْكٌ وَلَمْ يُوَازِرْكَ
فِيْ اَمْرِكَ وَزِيْرٌ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ
مُشَاهِدٌ وَلَا نَظِيْرٌ اَنْتَ الَّذِيْ
اَرَدْتَ فَكَانَ حَتْمًا مَا اَرَدْتَ وَ
قَضَيْتَ فَكَانَ عَدْلًا مَا قَضَيْتَ وَحَكَمْتَ

بخشنے والا، عظمت والا اور انتہائی عظمت والا، اور بڑا اور
انتہائی بڑا ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی
معبود نہیں جو بلند و برتر اور بڑی قوت و تدبیر والا ہے
اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں
جو فیض رساں، مہربان اور علم و حکمت والا ہے۔ اور
تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں،
جو سننے والا، دیکھنے والا، قدیم و ازلی اور ہر چیز سے
آگاہ ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی
معبود نہیں جو کریم اور سب سے بڑھ کر کریم اور دائم و
جاوید ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے سوا کوئی
معبود نہیں۔ جو ہر شے سے پہلے اور ہر شمار میں آنے
والی شے کے بعد ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے
علاوہ کوئی معبود نہیں جو (کائنات کے دسترس) سے بالا
ہونے کے باوجود نزدیک اور نزدیک ہونے کے باوجود
(فہم و ادراک سے) بلند ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ
تیرے سوا کوئی معبود نہیں جو جمال و بزرگی اور عظمت و
ستائش والا ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے
علاوہ کوئی معبود نہیں۔ جس نے بغیر مواد کے تمام چیزوں
کو پیدا کیا اور بغیر کسی نمونہ و مثال کے صورتوں کی نقش آرائی
کی اور بغیر کسی کی پیروی کے موجودات کو خلعت وجود
بخشا۔ تو ہی وہ ہے جس نے ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرایا
ہے اور ہر چیز کو اس کے وظائف کی انجام دہی پر آمادہ
کیا ہے اور کائنات عالم میں سے ہر چیز کی تدبیر و
کارسازی کی ہے۔ تو وہ ہے کہ آفرینش عالم میں کسی
شریک کار نے تیرا ہاتھ نہیں بٹایا اور نہ کسی معاون
نے تیرے کام میں تجھے مدد دی ہے اور نہ کوئی تیرا
دیکھنے والا اور نہ کوئی تیرا مثل و نظیر تھا اور تو

فَكَانَ نِصْفًا مَا حَكَمْتَ أَنْتَ الَّذِىْ
لَا يَحْوِيْكَ مَكَانٌ وَلَمْ يَقُمْ لِسُلْطَانِكَ
سُلْطَانٌ وَلَمْ يُعْيِكَ بُرْهَانٌ وَلَا
بَيَانٌ أَنْتَ الَّذِىْ أَحْصَيْتَ كُلَّ
شَىْءٍ عَدَدًا وَجَعَلْتَ لِكُلِّ شَىْءٍ
أَمَدًا وَقَدَّرْتَ كُلَّ شَىْءٍ تَقْدِيْرًا
أَنْتَ الَّذِىْ قَصُرَتِ الْأَوْهَامُ عَنْ
ذَاتِيَّتِكَ وَعَجَزَتِ الْأَفْهَامُ
عَنْ كَيْفِيَّتِكَ وَلَمْ تُدْرِكِ
الْأَبْصَارُ مَوْضِعَ أَيْنِيَّتِكَ
أَنْتَ الَّذِىْ لَا تُحَدُّ فَتَكُوْنَ
مَحْدُوْدًا وَلَمْ تُمَثَّلْ فَتَكُوْنَ
مَوْجُوْدًا وَلَمْ تَلِدْ فَتَكُوْنَ
مَوْلُوْدًا أَنْتَ الَّذِىْ لَا ضِدَّ مَعَكَ
فَيُعَانِدَكَ وَلَا عِدْلَ فَيُكَاثِرَكَ وَ
لَا نِدَّ لَكَ فَيُعَارِضَكَ أَنْتَ الَّذِىْ
ابْتَدَأَ وَاخْتَرَعَ وَاسْتَحْدَثَ وَ
ابْتَدَعَ وَأَحْسَنَ صُنْعَ مَا صَنَعَ
سُبْحٰنَكَ مَا أَجَلَّ شَأْنَكَ وَأَسْنٰى
فِى الْأَمَاكِنِ مَكَانَكَ وَأَصْدَعَ
بِالْحَقِّ فُرْقَانَكَ سُبْحٰنَكَ مِنْ
لَطِيْفٍ مَا أَلْطَفَكَ وَرَءُوْفٍ مَا
أَرْأَفَكَ وَحَكِيْمٍ مَا أَعْرَفَكَ
سُبْحٰنَكَ مِنْ مَلِيْكٍ مَا أَمْنَعَكَ وَ
جَوَادٍ مَا أَوْسَعَكَ وَرَفِيْعٍ مَا أَرْفَعَكَ
ذُوالْبَهَاءِ وَالْمَجْدِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْحَمْدِ
سُبْحٰنَكَ بَسَطْتَ بِالْخَيْرَاتِ

نے جو ارادہ کیا وہ حتمی و لازمی اور جو فیصلہ کیا وہ عدل
کے تقاضوں کے عین مطابق اور جو حکم دیا وہ انصاف پر
مبنی تھا۔ تو وہ ہے جسے کوئی جگہ گھیرے ہوئے نہیں
ہے اور نہ تیرے اقتدار کا کوئی اقتدار مقابلہ کر سکتا
ہے اور نہ تو دلیل و برہان اور کسی چیز کو واضح طور
پر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تو وہ ہے جس نے ایک
ایک چیز کو شمار کر رکھا ہے۔ اور ہر چیز کی ایک مدت
مقرر کر دی ہے اور ہر شے کا ایک اندازہ ٹھہرا دیا ہے
تو وہ ہے کہ تیری کنہ ذات کو سمجھنے سے واہمے قاصر
اور تیری کیفیت کو جاننے سے عقلیں عاجز ہیں۔ اور
تیری کوئی جگہ نہیں ہے کہ آنکھیں اس کا کھوج لگا
سکیں۔ تو وہ ہے کہ تیری کوئی حد و نہایت نہیں
ہے کہ تو محدود قرار پائے اور نہ تیرا تصور کیا جا سکتا ہے
کہ تو تصور کی ہوئی صورت کے ساتھ ذہن میں موجود ہو
سکے اور نہ تیری کوئی اولاد ہے کہ تیرے متعلق کسی کی
اولاد ہونے کا احتمال ہو۔ تو وہ ہے کہ تیرا کوئی مدِ
مقابل نہیں ہے کہ تجھ سے ٹکرائے اور نہ تیرا کوئی ہمسر
ہے کہ تجھ پر غالب آئے اور نہ تیرا کوئی مثل و نظیر
ہے کہ تجھ سے برابری کرے۔ تو وہ ہے جس نے خلقِ
کائنات کی ابتدا کی، عالم کو ایجاد کیا اور اس کی بنیاد
قائم کی۔ اور بغیر کسی مادہ و اصل کے اسے وجود میں
لایا اور جو بنایا اُسے اپنے حسنِ صنعت کا نمونہ بنایا۔
تو ہر عیب سے منزّہ ہے۔ تیری شان کس قدر بزرگ اور
تمام جگہوں میں تیرا پایہ کتنا بلند اور تیری حق و باطل
میں امتیاز کرنے والی کتاب کس قدر حق کو آشکارا
کرنے والی ہے۔ تو منزّہ ہے۔ اے صاحب لطف و
احسان، تو کس قدر لطف فرمانے والا ہے۔ اے مہربان

يَدَكَ وَعُرِفَتِ الْهِدَايَةُ مِنْ عِنْدِكَ
فَمَنِ الْتَمَسَكَ لِدِيْنٍ أَوْ
دُنْيَا وَجَدَكَ سُبْحَانَكَ خَضَعَ
لَكَ مَنْ جَرٰى فِيْ عِلْمِكَ
وَخَشَعَ لِعَظَمَتِكَ مَا دُوْنَ
عَرْشِكَ وَانْقَادَ لِلتَّسْلِيْمِ
لَكَ كُلُّ خَلْقِكَ سُبْحَانَكَ لَا
تُحَسُّ وَلَا تُجَسُّ وَلَا
تُمَسُّ وَلَا تُكَادُ وَلَا تُمَاطُ
وَلَا تُنَازَعُ وَلَا تُجَارٰى وَ
لَا تُمَارٰى وَلَا تُخَادَعُ وَلَا
تُمَاكَرُ سُبْحَانَكَ سَبِيْلُكَ
جَدَدٌ وَأَمْرُكَ رَشَدٌ وَ
أَنْتَ حَيٌّ صَمَدٌ سُبْحَانَكَ
قَوْلُكَ حُكْمٌ وَقَضَاؤُكَ
حَتْمٌ وَإِرَادَتُكَ عَزْمٌ
سُبْحَانَكَ لَا رَادَّ لِمَشِيَّتِكَ
وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِكَ
سُبْحَانَكَ بَاهِرَ الْاٰيَاتِ
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ بَارِئَ النَّسَمَاتِ
لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يَدُوْمُ
بِدَوَامِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا
خَالِدًا بِنِعْمَتِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ
حَمْدًا يُوَازِيْ صُنْعَكَ وَلَكَ
الْحَمْدُ حَمْدًا يَزِيْدُ عَلٰى
رِضَاكَ وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا
مَعَ حَمْدِ كُلِّ حَامِدٍ وَشُكْرًا

تو کس قدر مہربانی کرنے والا ہے۔ اے حکمت والے تو
کتنا جاننے والا ہے۔ پاک ہے تیری ذات اے صاحب
اقتدار! تو کس قدر قوی و توانا ہے۔ اے کریم! تیرا دامن
کرم کتنا وسیع ہے۔ اے بلند مرتبہ، تیرا مرتبہ کتنا بلند ہے
تو حسن و خوبی، شرف و بزرگی، عظمت و کبریائی اور
حمد و ستائش کا مالک ہے۔ پاک ہے تیری ذات، تو
نے بھلائیوں کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے۔ تجھ ہی سے
ہدایت کا عرفان حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا جو تجھے دین یا
دنیا کے لئے طلب کرے تجھے پالے گا۔ تو منزہ
و پاک ہے۔ جو بھی تیرے علم میں ہے وہ تیرے سامنے
سرنگوں، اور جو کچھ عرش کے نیچے ہے وہ تیری عظمت
کے آگے سرنگوں اور جملہ مخلوقات تیری اطاعت کا جوا
اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہے۔ پاک ہے تیری ذات
کہ نہ حواس سے تجھے جانا جا سکتا ہے۔ نہ تجھے ٹٹولا
اور چھوا جا سکتا ہے۔ نہ تجھ پر کسی کا حیلہ چل سکتا
ہے۔ نہ تجھے دور کیا جا سکتا ہے۔ نہ تجھ سے نزاع
ہو سکتی ہے، نہ مقابلہ، نہ تجھ سے جھگڑا کیا جا سکتا ہے
اور نہ تجھے دھوکا اور فریب دیا جا سکتا ہے۔ پاک ہے
تیری ذات، تیرا راستہ سیدھا اور ہموار، تیرا فرمان
سراسر حق و صواب اور تو زندہ و بے نیاز ہے۔ پاک
ہے تو۔ تیری گفتار حکمت آمیز، تیرا فیصلہ قطعی اور تیرا ارادہ
حتمی ہے۔ پاک ہے تو، نہ تو کوئی تیری مشیئت کو رد
کر سکتا ہے اور نہ کوئی تیری باتوں کو بدل سکتا ہے۔
پاک ہے تو اے درخشندہ نشانیوں والے۔ اے آسمانوں
کے خلق فرمانے والے اور ذی روح چیزوں کے پیدا کرنے
والے تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ ایسی تعریفیں
جن کی ہمیشگی تیری ہمیشگی سے وابستہ ہے اور

يَقْصُرُ عَنْهُ شُكْرُ كُلِّ شَاكِرٍ
حَمْدًا لَا يَنْبَغِيْ اِلَّا لَكَ وَلَا
يُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَّا اِلَيْكَ
حَمْدًا يُسْتَدَامُ بِهِ الْاَوَّلُ
وَيُسْتَدْعٰى بِهٖ دَوَامُ الْاٰخِرِ
حَمْدًا يَتَضَاعَفُ عَلٰى كُرُوْرِ
الْاَزْمِنَةِ وَيَتَزَايَدُ اَضْعَافًا
مُتَرَادِفَةً حَمْدًا يَعْجِزُ عَنْ
اِحْصَائِهِ الْحَفَظَةُ وَ يَزِيْدُ
عَلٰى مَا اَحْصَتْهُ فِيْ كِتَابِكَ
الْكَتَبَةُ حَمْدًا يُوَازِنُ عَرْشَكَ
الْمَجِيْدَ وَيُعَادِلُ كُرْسِيَّكَ
الرَّفِيْعَ حَمْدًا يَكْمُلُ لَدَيْكَ
ثَوَابُهٗ وَ يَسْتَغْرِقُ كُلَّ
جَزَآءٍ جَزَآؤُهٗ حَمْدًا ظَاهِرُهٗ
وَفْقٌ لِبَاطِنِهٖ وَبَاطِنُهٗ وَفْقٌ
لِصِدْقِ النِّيَّةِ حَمْدًا لَمْ
يَحْمَدْكَ خَلْقٌ مِثْلَهٗ وَلَا
يَعْرِفُ اَحَدٌ سِوَاكَ فَضْلَهٗ
حَمْدًا يُعَانُ مَنِ اجْتَهَدَ فِيْ
تَعْدِيْدِهٖ وَ يُؤَيَّدُ مَنْ اَغْرَقَ
نَزْعًا فِيْ تَوْفِيَتِهٖ حَمْدًا يَجْمَعُ
مَا خَلَقْتَ مِنَ الْحَمْدِ وَيَنْتَظِمُ
مَا اَنْتَ خَالِقُهٗ مِنْ بَعْدُ حَمْدًا
لَا حَمْدَ اَقْرَبُ اِلٰى قَوْلِكَ
مِنْهُ وَلَا اَحْمَدَ مِمَّنْ يَحْمَدُكَ
بِهٖ حَمْدًا يُوْجِبُ بِكَرَمِكَ

تیرے ہی لئے ستائش ہے۔ ایسی ستائش جو تیری
نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے۔ اور تیرے ہی لئے
حمد و ثنا ہے۔ ایسی جو تیرے کرم و احسان کے برابر
ہو اور تیرے ہی لئے حمد ہے ایسی جو تیری رضامندی
سے بڑھ جائے۔ اور تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے
ایسی جو ہر حمد گزار کی حمد پر مشتمل ہو اور جس کے مقابلہ
میں ہر شکر گزار کا شکر پیچھے رہ جائے۔ ایسی حمد جو تیرے
علاوہ کسی کے لئے سزاوار نہ ہو اور نہ تیرے سوا کسی کے
تقرب کا وسیلہ بنے۔ ایسی حمد جو پہلی حمد کے دوام کا سبب
قرار پائے اور اس کے ذریعہ آخری حمد کے دوام کی التجا
کی جائے ایسی حمد جو زمانہ کی گردشوں کے ساتھ بڑھتی جائے
اور پے در پے اضافوں سے زیادہ ہوتی رہے۔ ایسی حمد
کہ نگہبانی کرنے والے فرشتے اس کے شمار سے عاجز
آجائیں۔ ایسی حمد جو کاتبانِ اعمال نے تیری کتاب
میں لکھ دیا ہے اس سے بڑھ جائے۔ ایسی حمد جو تیرے
عرش بزرگ کے ہموزن اور تیری بلند پایہ کرسی کے
برابر ہو۔ ایسی حمد جس کا اجر و ثواب تیری طرف سے
کامل اور جس کی جزا تمام جزاؤں کو شامل ہو۔ ایسی
حمد جس کا ظاہر باطن سے ہمنوا اور باطن صدق نیت
سے ہم آہنگ ہو۔ ایسی حمد کہ کسی مخلوق نے ویسی تیری
حمد نہ کی ہو اور تیرے سوا کوئی اس کی فضیلت و برتری
سے آشنا نہ ہو۔ ایسی حمد کہ جو اسے بکثرت بجالانے
کے لئے کوشاں ہو اسے (تیری طرف سے) مدد حاصل
ہو اور جو اُسے انجام تک پہنچانے کے لئے سعیٔ
بلیغ کرے۔ اسے توفیق و تائید نصیب ہو۔ ایسی
حمد جو تمام اقسامِ حمد کی جامع ہو جنہیں تُو موجود کر چکا ہے
اور ان اقسام کو بھی شامل ہو جنہیں تُو بعد میں موجود کرے گا

اَلْمَزِيْدَ بِوُفُوْرِهٖ وَتَصِلُهٗ بِمَزِيْدٍ
بَعْدَ مَزِيْدٍ طَوْلًا مِنْكَ حَمْدًا
يَجِبُ لِكَرَمِ وَجْهِكَ وَيُقَابِلُ
عِزَّ جَلَالِكَ رَبِّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ اَلْمُنْتَخَبِ الْمُصْطَفَى
الْمُكَرَّمِ الْمُقَرَّبِ اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ
وَبَارِكْ عَلَيْهِ اَتَمَّ بَرَكَاتِكَ وَ
تَرَحَّمْ عَلَيْهِ اَمْتَعَ رَحَمَاتِكَ رَبِّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ صَلٰوةً
زَاكِيَةً لَا تَكُوْنُ صَلٰوةٌ اَزْكٰى مِنْهَا
وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلٰوةً نَامِيَةً لَا تَكُوْنُ
صَلٰوةٌ اَنْمٰى مِنْهَا وَصَلِّ عَلَيْهِ
صَلٰوةً رَاضِيَةً لَا تَكُوْنُ صَلٰوةٌ
فَوْقَهَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ
اٰلِهٖ صَلٰوةً تُرْضِيْهِ وَتَزِيْدُ
عَلٰى رِضَاهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلٰوةً
تُرْضِيْكَ وَتَزِيْدُ عَلٰى رِضَاكَ لَهٗ
وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلٰوةً لَا تَرْضٰى لَهٗ
اِلَّا بِهَا وَلَا تَرٰى غَيْرَهٗ لَهَا اَهْلًا
رَبِّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ صَلٰوةً
تُجَاوِزُ رِضْوَانَكَ وَيَتَّصِلُ اتِّصَالُهَا
بِبَقَائِكَ وَلَا يَنْفَدُ كَمَا لَا تَنْفَدُ
كَلِمَاتُكَ رَبِّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّ اٰلِهٖ صَلٰوةً تَنْتَظِمُ صَلَوَاتِ
مَلَآئِكَتِكَ وَ اَنْبِيَآئِكَ وَ
رُسُلِكَ وَ اَهْلِ طَاعَتِكَ
وَتَشْتَمِلُ عَلٰى صَلَوٰتِ عِبَادِكَ

ایسی حمد کہ اس سے بڑھ کر کوئی حمد تیری مُراد سے،
قریب تر نہ ہو اور جو شخص اس طرح کی حمد کرے اس
سے بڑھ کر کوئی حمد گزار نہ ہو۔ ایسی حمد جو تیرے فضل
وکرم سے اپنی فراوانی کے باعث افزائش نعمت کا سبب
ہو اور تُو اپنے لطف واحسان سے اس کے ساتھ پیہم
اضافہ کا سلسلہ قائم رکھے۔ ایسی حمد جو تیری بزرگیِ
ذات کے شایاں اور تیرے شرف جلال کے ہمدوش ہو۔
پروردگارا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر سب رحمتوں سے
افضل و برتر رحمت نازل فرما! وہ محمدؐ جو برگزیدہ،
معزز و گرامی اور مقرب ہیں، اور ان پر اپنی کامل
ترین برکتوں کا اضافہ فرما اور اپنی نفع رساں رحمتوں کے
ساتھ ان پر رحم و کرم فرما۔ پروردگارا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت فراواں نازل کر جس سے فراوانی میں کوئی رحمت
نہ بڑھ سکے۔ اور ان پر ایسی بڑھنے والی رحمت نازل فرما
جس سے زیادہ کوئی رحمت بڑھنے والی نہ ہو اور ان پر
ایسی پسندیدہ رحمت نازل فرما جس سے بالاتر کوئی رحمت
نہ ہو۔ پروردگارا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت
نازل فرما جو انہیں خوش و خوشنود کرے اور انکی خوشنودی
سے بڑھ جائے۔ اور اُن پر ایسی رحمت نازل فرما کہ تُو
ان کے لیے اس کے سوا کسی رحمت کو پسند نہ کرے
اور نہ اُن کے علاوہ کسی کو اس رحمت کا سزاوار سمجھے
پروردگارا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما
کہ تیری جانب سے جس رضامندی کے وہ مستحق ہیں
اس سے بڑھ جائے اور اس کا پیوند تیرے بقاء و دوام
سے جڑا رہے اور اس کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہو۔ جس طرح
تیرے کلمے ختم نہ ہوں گے۔ پروردگارا! محمدؐ اور ان کی
آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیرے فرشتوں، نبیوں،

مِنْ جِنِّكَ وَاِنْسِكَ وَاَهْلِ اِجَابَتِكَ
وَتَجْتَمِعُ عَلٰی صَلٰوةِ كُلِّ مَنْ
ذَرَاْتَ وَبَرَاْتَ مِنْ اَصْنَافِ خَلْقِكَ
رَبِّ صَلِّ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ صَلٰوةً تُحِيْطُ
بِكُلِّ صَلٰوةٍ سَالِفَةٍ وَمُسْتَانِفَةٍ
وَصَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ صَلٰوةً مَرْضِيَّةً
لَكَ وَلِمَنْ دُوْنَكَ وَتُنْشِئُ مَعَ
ذٰلِكَ صَلَوَاتٍ تُضَاعِفُ مَعَهَا تِلْكَ
الصَّلَوَاتِ عِنْدَهَا وَتَزِيْدُهَا
عَلٰی كُرُوْرِ الْاَيَّامِ زِيَادَةً فِيْ
تَضَاعِيْفَ لَا يَعُدُّهَا غَيْرُكَ
رَبِّ صَلِّ عَلٰۤی اَطَايِبِ اَهْلِ
بَيْتِهِ الَّذِيْنَ اخْتَرْتَهُمْ لِاَمْرِكَ
وَجَعَلْتَهُمْ خَزَنَةَ عِلْمِكَ وَ
حَفَظَةَ دِيْنِكَ وَخُلَفَآئَكَ
فِيْ اَرْضِكَ وَحُجَجَكَ عَلٰی عِبَادِكَ
وَطَهَّرْتَهُمْ مِنَ الرِّجْسِ
وَالدَّنَسِ تَطْهِيْرًا بِاِرَادَتِكَ
وَجَعَلْتَهُمُ الْوَسِيْلَةَ اِلَيْكَ وَ
الْمَسْلَكَ اِلٰی جَنَّتِكَ رَبِّ صَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ صَلٰوةً تُجْزِلُ
لَهُمْ بِهَا مِنْ نِحَلِكَ وَكَرَامَتِكَ
وَتُكْمِلُ لَهُمُ الْاَشْيَآءَ مِنْ
عَطَايَاكَ وَنَوَافِلِكَ وَتُوَفِّرُ
عَلَيْهِمُ الْحَظَّ مِنْ عَوَآئِدِكَ وَ
فَوَآئِدِكَ رَبِّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ
صَلٰوةً لَاۤ اَمَدَ فِيْۤ اَوَّلِهَا وَلَا غَايَةَ

رسولوں اور اطاعت کرنے والوں کے درود و رحمت
کو شامل ہو اور تیرے بندوں میں سے جنوں، انسانوں
اور تیری دعوت کو قبول کرنے والوں کے درود و سلام
پر مشتمل ہو اور تیری ہر قسم کی مخلوقات کہ جنہیں تو نے
خلق کیا اور عالم وجود میں لایا سب کی رحمتوں پر حاوی ہو
پروردگارا! آنحضرتؐ پر اور اُن کی آل پر ایسی رحمت نازل
فرما جو گذشتہ و آئندہ سب رحمتوں کو محیط ہو۔ ان پر اور
اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیرے نزدیک اور
تیرے علاوہ دوسروں کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور ان
رحمتوں کے ساتھ ایسی رحمتیں بھیجتا رہے کہ اُن کے
بھیجنے کے وقت تو پہلی رحمتوں کو دُگنا کر دے۔ اور
انہیں زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دو چند کر کے
اتنا بڑھاتا جائے کہ جنہیں تیرے علاوہ کوئی شمار نہ
کر سکے۔ پروردگارا ان کے اہل بیت اطہار پر رحمت
نازل فرما جنہیں تو نے امر (دین و شریعت) کے لئے
منتخب فرمایا۔ اپنے علم کا خزینہ دار اور اپنے دین کا محافظ
اور زمین میں اپنا خلیفہ و جانشین اور بندوں پر اپنی حجت
بنایا اور جنہیں اپنے ارادہ (ازلی) سے ہر قسم کی نجاست و
آلودگی سے پاک و صاف رکھا اور جنہیں اپنے تک پہنچنے
کا وسیلہ اور جنت تک آنے کا راستہ قرار دیا ہے
پروردگارا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل
فرما جس کے ذریعہ تو ان کے لئے اپنی بخشش و کرامت
کو فراواں اور اُن کے لئے عطایا و انعامات کامل کرے
اور اپنے تحائف و منافع میں سے انہیں وافر حصہ بخشے
پروردگارا! ان پر اور ان کے اہل بیت پر ایسی رحمت
نازل فرما کہ نہ اس کی ابتدا کی کوئی مدت، نہ اس مدت
کی کوئی انتہا اور نہ اس کا کوئی آخری کنارا ہو۔ پروردگارا!

لِأَمَدِهَا وَلَا نِهَايَةَ لِآخِرِهَا رَبِّ
صَلِّ عَلَيْهِمْ زِنَةَ عَرْشِكَ وَمَا دُوْنَهٗ
وَمِلْأَ سَمٰوٰتِكَ وَمَا فَوْقَهُنَّ وَ
عَدَدَ أَرَضِيْكَ وَمَا تَحْتَهُنَّ وَمَا
بَيْنَهُنَّ صَلٰوةً تُقَرِّبُهُمْ مِنْكَ
زُلْفٰى وَتَكُوْنُ لَكَ وَلَهُمْ رِضًا وَ
مُتَّصِلَةً بِنَظَائِرِهِنَّ أَبَدًا اَللّٰهُمَّ
إِنَّكَ أَيَّدْتَ دِيْنَكَ فِيْ كُلِّ أَوَانٍ
بِإِمَامٍ أَقَمْتَهٗ عَلَمًا لِعِبَادِكَ وَ
مَنَارًا فِيْ بِلَادِكَ بَعْدَ أَنْ وَصَلْتَ
حَبْلَهٗ بِحَبْلِكَ وَجَعَلْتَهُ الذَّرِيْعَةَ
إِلٰى رِضْوَانِكَ وَافْتَرَضْتَ طَاعَتَهٗ
وَحَذَّرْتَ مَعْصِيَتَهٗ وَأَمَرْتَ
بِامْتِثَالِ أَوَامِرِهٖ وَالْاِنْتِهَاءِ عِنْدَ
نَهْيِهٖ وَأَلَّا يَتَقَدَّمَهٗ مُتَقَدِّمٌ وَ
لَا يَتَأَخَّرَ عَنْهُ مُتَأَخِّرٌ فَهُوَ
عِصْمَةُ اللَّائِذِيْنَ وَكَهْفُ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَعُرْوَةُ الْمُتَمَسِّكِيْنَ
وَبَهَاءُ الْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ فَأَوْزِعْ
لِوَلِيِّكَ شُكْرَ مَا أَنْعَمْتَ بِهٖ عَلَيْهِ
وَأَوْزِعْنَا مِثْلَهٗ فِيْهِ وَآتِهٖ
مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا وَ
افْتَحْ لَهٗ فَتْحًا يَسِيْرًا وَأَعِنْهُ
بِرُكْنِكَ الْأَعَزِّ وَاشْدُدْ أَزْرَهٗ
وَقَوِّ عَضُدَهٗ وَرَاعِهٖ بِعَيْنِكَ
وَاحْمِهٖ بِحِفْظِكَ وَانْصُرْهُ
بِمَلَائِكَتِكَ وَامْدُدْهُ بِجُنْدِكَ

ان پر ایسی رحمت نازل فرما کہ تیرے عرش اور جو کچھ
زیرِ عرش ہے سب کے ہموزن ہو اور اس مقدار میں ہو
کہ آسمانوں اور جو کچھ آسمانوں کے اوپر ہے سب کو
بھر دے اور زمینوں اور جو کچھ زمینوں کے نیچے اور ان
کے اندر ہے اُن کے شمار کے برابر ہو۔ ایسی رحمت جو انہیں
تیرے تقرب کی منزلِ اعلیٰ پر پہنچا دے اور تیرے
لئے اور ان کے لئے سرمایۂ خوشنودی ہو اور اپنے جیسی
دوسری رحمتوں سے ہمیشہ متصل رہے۔ بارِ الٰہا! تو نے
ہر زمانہ میں ایک ایسے امام کے ذریعہ اپنے دین کی تائید
فرمائی ہے جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے نشانِ راہ
قرار دیا۔ اور شہروں میں منارِ ہدایت بنا کر قائم کیا جبکہ
تو نے اپنے پیمانِ اطاعت کو اس کے پیمانِ اطاعت
سے وابستہ کر دیا جسے اپنی رضا و خوشنودی کا ذریعہ
قرار دیا جس کی اطاعت فرض کر دی۔ جس کی نافرمانی
سے ڈرایا جس کے احکام کی بجا آوری اور جس کے منع
کرنے پر باز رہنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہ کوئی آگے بڑھنے
والا اس سے آگے نہ بڑھے اور کوئی پیچھے رہ جانے
والا اس سے پیچھے نہ رہے۔ وہ پناہ طلب کرنے
والوں کے لئے سرو سامانِ حفاظت، اہلِ ایمان کے
لئے جائے پناہ، وابستگانِ دامن کے لئے مضبوط سہارا
اور تمام جہان کی رونق و زیبائش ہے۔ بارِ الٰہا!
اپنے ولی و پیشوا کے دل میں اس انعام پر جو اسے بخشا
ہے، ادائے شکر کا الہام فرما اور اس کے وجود کے باعث
ویسا ہی ادائے شکر کا جذبہ ہمارے دل میں پیدا کر
اور اسے اپنی طرف سے ایسا تسلط عطا فرما جس سے ہر
طرح کی مدد پہنچے اور اس کے لئے کامیابی و کامرانی کی
راہ بآسانی کھول دے اور اپنے مضبوط سہارے سے

الْاَغْلَبِ وَ اَقِمْ بِهٖ كِتَابَكَ وَحُدُوْدَكَ
وَشَرَائِعَكَ وَسُنَنَ رَسُوْلِكَ
صَلَوٰتُكَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَحْيِ
بِهٖ مَا اَمَاتَهُ الظَّالِمُوْنَ مِنْ
مَعَالِمِ دِيْنِكَ وَاجْلُ بِهٖ صَدَاۤءَ
الْجَوْرِ عَنْ طَرِيْقَتِكَ وَاَبِنْ بِهِ
الضَّرَّاۤءَ مِنْ سَبِيْلِكَ وَاَزِلْ بِهِ
النَّاكِبِيْنَ عَنْ صِرَاطِكَ وَامْحَقْ
بِهٖ بُغَاةَ قَصْدِكَ عِوَجًا وَاَلِنْ
جَانِبَهُ لِاَوْلِيَاۤئِكَ وَابْسُطْ يَدَهُ
عَلٰى اَعْدَاۤئِكَ وَهَبْ لَنَا رَاْفَتَهُ
وَرَحْمَتَهُ وَتَعَطُّفَهُ وَتَحَنُّنَهُ وَ
اجْعَلْنَا لَهُ سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ
وَفِيْ رِضَاهُ سَاعِيْنَ وَاِلٰى نُصْرَتِهٖ
وَالْمُدَافَعَةِ عَنْهُ مُكْنِفِيْنَ وَ
اِلَيْكَ وَاِلٰى رَسُوْلِكَ صَلَوَاتُكَ
اَللّٰهُمَّ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِذٰلِكَ مُتَقَرِّبِيْنَ
اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى اَوْلِيَاۤئِهِمُ
الْمُعْتَرِفِيْنَ بِمَقَامِهِمُ الْمُتَّبِعِيْنَ
مَنْهَجَهُمُ الْمُقْتَفِيْنَ اٰثَارَهُمُ
الْمُسْتَمْسِكِيْنَ بِعُرْوَتِهِمُ
الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِوَلَايَتِهِمُ الْمُؤْتَمِّيْنَ
بِاِمَامَتِهِمُ الْمُسَلِّمِيْنَ لِاَمْرِهِمُ
الْمُجْتَهِدِيْنَ فِيْ طَاعَتِهِمُ
الْمُنْتَظِرِيْنَ اَيَّامَهُمُ الْمَادِّيْنَ
اِلَيْهِمْ اَعْيُنَهُمُ الصَّلَوَاتِ الْمُبَارَكَاتِ
الزَّاكِيَاتِ النَّامِيَاتِ الْغَادِيَاتِ

اس کی مدد فرما۔ اس کی پُشت کو مضبوط اور بازو کو قوی کر
اور اپنی نظر توجّہ سے اس کی حفاظت اور اپنی نگہداشت
سے اس کی حمایت فرما اور اپنے فرشتوں کے ذریعہ
اس کی مدد اور اپنے غالب آنے والے سپاہ و لشکر
سے اس کی کمک فرما اور اس کے ذریعہ اپنی کتاب اور
حدودِ احکام اور اپنے رسولؐ (ان پر اے اللہ تیری طرف
سے درود و رحمت ہو) کی روشوں کو قائم کر اور اُن کے
ذریعہ ظالموں نے دین کے جن نشانات کو مٹا ڈالا ہے
از سرِ نو زندہ کر دے اور ظلم و جور کے زنگ کو اپنی
شریعت سے دُور اور اپنی راہ کی دشواریوں کو برطرف
کر دے۔ اور جو لوگ تیری راہِ صواب سے رُو گردانی
کرنے والے ہیں انہیں ختم اور جو تیرے راہِ راست
میں کجی پیدا کرتے ہیں انہیں نیست و نابود کر دے۔
اور اسے اپنے دوستوں کے لئے نرم و بُرد بار قرار دے
اور دشمنوں (پر غلبہ و تسلّط) کے لئے اس کے ہاتھوں کو
کھول دے اور ہمیں اس کی طرف سے رافت و رحمت اور
اور شفقت و مہربانی عطا فرما اور اس کی بات پر کان
دھرنے والا اور اطاعت کرنے والا اور اس کی خوشنودی
کے لئے کوشاں رہنے والا اور اس کی نصرت و تائید اور
دشمنوں سے دفاع کے سلسلہ میں مدد دینے والا اور اس
وسیلہ سے تجھ سے اور تیرے رسولؐ (اے خدا ان پر تیرا درود
وسلام ہو) سے تقرب چاہنے والا قرار دے۔ اے اللہ ان
کے دوستوں پر بھی رحمت نازل فرما جو ان کے مرتبہ و مقام
کے معترف، ان کے طریق و مسلک کے تابع، اُن کے
نقشِ قدم پر گامزن، اُن کے سر رشتۂ دین سے
وابستہ، ان کی دوستی و ولایت سے متمسک، ان کی امامت
کے پیرو، ان کے احکام کے فرمانبردار، ان کی اطاعت میں

الرَّائِحَاتِ وَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ وَعَلَى
أَرْوَاحِهِمْ وَاجْمَعْ عَلَى التَّقْوٰى
أَمْرَهُمْ وَأَصْلِحْ لَهُمْ شُؤُوْنَهُمْ
وَتُبْ عَلَيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ وَخَيْرُ الْغَافِرِيْنَ وَ
اجْعَلْنَا مَعَهُمْ فِيْ دَارِ السَّلَامِ
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ وَهٰذَا يَوْمُ عَرَفَةَ يَوْمٌ
شَرَّفْتَهُ وَكَرَّمْتَهُ عَرَفَةَ نَشَرْتَ
فِيْهِ رَحْمَتَكَ وَمَنَنْتَ فِيْهِ بِعَفْوِكَ
وَأَجْزَلْتَ فِيْهِ عَطِيَّتَكَ وَتَفَضَّلْتَ
بِهٖ عَلٰى عِبَادِكَ اَللّٰهُمَّ وَأَنَا
عَبْدُكَ الَّذِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ قَبْلَ
خَلْقِكَ لَهٗ وَبَعْدَ خَلْقِكَ إِيَّاهُ
فَجَعَلْتَهٗ مِمَّنْ هَدَيْتَهٗ لِدِيْنِكَ
وَوَفَّقْتَهٗ لِحَقِّكَ وَعَصَمْتَهٗ
بِحَبْلِكَ وَأَدْخَلْتَهٗ فِيْ حِزْبِكَ
وَأَرْشَدْتَهٗ لِمُوَالَاةِ أَوْلِيَائِكَ
وَمُعَادَاةِ أَعْدَائِكَ ثُمَّ أَمَرْتَهٗ
فَلَمْ يَأْتَمِرْ وَزَجَرْتَهٗ فَلَمْ يَنْزَجِرْ
وَنَهَيْتَهٗ عَنْ مَعْصِيَتِكَ
فَخَالَفَ أَمْرَكَ إِلٰى نَهْيِكَ لَا
مُعَانَدَةً لَكَ وَلَا اسْتِكْبَارًا
عَلَيْكَ بَلْ دَعَاهُ هَوَاهُ إِلٰى مَا
زَيَّلْتَهٗ وَإِلٰى مَا حَذَّرْتَهٗ وَأَعَانَهٗ
عَلٰى ذٰلِكَ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّهٗ
فَأَقْدَمَ عَلَيْهِ عَارِفًا بِوَعِيْدِكَ

سرگرمِ عمل، ان کے زمانۂ اقتدار کے منتظر اور اُن کے لئے
چشم براہ ہیں۔ ایسی رحمت جو بابرکت، پاکیزہ اور بڑھنے
والی اور ہر صبح و شام نازل ہونے والی ہو اور ان پر اور
ان کے ارواحِ طیّبہ) پر سلامتی نازل فرما اور ان کے کاموں
کو صلاح و تقویٰ کی بنیادوں پر قائم کر اور ان کے حالات
کی اصلاح فرما اور ان کی توبہ قبول فرما بیشک تُو توبہ قبول
کرنے والا، رحم کرنے والا اور سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔
اور ہمیں اپنی رحمت کے وسیلہ سے ان کے ساتھ
دارالسلام (جنت) میں جگہ دے۔ اے سب رحیموں سے
زیادہ رحیم۔ پروردگارا! یہ روزِ عرفہ وُہ دن ہے جسے تُو
نے شرف، عزت اور عظمت بخشی ہے جس میں اپنی رحمتیں
پھیلا دیں اور اپنے عفو و درگذر سے احسان فرمایا۔ اپنے
عطیوں کو فراواں کیا اور اس کے وسیلہ سے اپنے بندوں
پر تفضّل فرمایا ہے۔ اے اللہ! میں تیرا وُہ بندہ ہوں جس
پر تُو نے اس کی خلقت سے پہلے اور خلقت کے بعد
انعام و احسان فرمایا ہے۔ اس طرح کہ اسے ان لوگوں
میں سے قرار دیا جنہیں تُو نے اپنے دین کی ہدایت کی،
اپنے ادائے حق کی توفیق بخشی جن کی اپنی رسیاں کے
ذریعہ حفاظت کی جنہیں اپنی جماعت میں داخل کیا اور
اپنے دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی کی ہدایت
فرمائی ہے۔ بایں ہمہ تُو نے اسے حکم دیا تو اس نے حکم نہ
مانا، اور منع کیا تو وُہ باز نہ آیا اور اپنی معصیت سے
روکا تو وُہ تیرے حکم کے خلاف امرِ ممنوع کا مرتکب ہُوا
یہ تجھ سے عناد اور تیرے مقابلہ میں تکبّر کی رُو سے نہ تھا
بلکہ خواہشِ نفس نے اُسے ایسے کاموں کی دعوت دی
جن سے تُو نے روکا اور ڈرایا تھا۔ اور تیرے دشمن اور
اس کے دشمن (شیطان ملعون) نے ان کاموں میں اس

رَاجِيًا لِعَفْوِكَ وَاثِقًا بِتَجَاوُزِكَ
وَكَانَ اَحَقَّ عِبَادِكَ مَعَ مَا مَنَنْتَ
عَلَيْهِ اَلَّا يَفْعَلَ وَهَا اَنَا ذَا بَيْنَ
يَدَيْكَ صَاغِرًا ذَلِيلًا خَاضِعًا
خَاشِعًا خَائِفًا مُعْتَرِفًا بِعَظِيمٍ مِّنَ
الذُّنُوبِ تَحَمَّلْتُهُ وَجَلِيلٍ مِّنَ
الْخَطَايَا اجْتَرَمْتُهُ مُسْتَجِيرًا
بِصَفْحِكَ لَائِذًا بِرَحْمَتِكَ مُوقِنًا
اَنَّهُ لَا يُجِيرُنِي مِنْكَ مُجِيرٌ وَلَا
يَمْنَعُنِي مِنْكَ مَانِعٌ فَعُدْ عَلَيَّ
بِمَا تَعُودُ بِهِ عَلَى مَنِ اقْتَرَفَ مِنْ
تَغَمُّدِكَ وَجُدْ عَلَيَّ بِمَا تَجُودُ بِهِ
عَلَى مَنْ اَلْقَى بِيَدِهِ اِلَيْكَ مِنْ
عَفْوِكَ وَامْنُنْ عَلَيَّ بِمَا لَا
يَتَعَاظَمُكَ اَنْ تَمُنَّ بِهِ عَلَى مَنْ
اَمَّلَكَ مِنْ غُفْرَانِكَ وَاجْعَلْ لِي
فِي هٰذَا الْيَوْمِ نَصِيبًا اَنَالُ بِهِ حَظًّا
مِنْ رِضْوَانِكَ وَلَا تَرُدَّنِي صِفْرًا
مِمَّا يَنْقَلِبُ بِهِ الْمُتَعَبِّدُونَ
لَكَ مِنْ عِبَادِكَ وَاِنِّي وَاِنْ لَمْ
اُقَدِّمْ مَا قَدَّمُوهُ مِنَ الصَّالِحَاتِ
فَقَدْ قَدَّمْتُ تَوْحِيدَكَ وَنَفْيَ
الْاَضْدَادِ وَالْاَنْدَادِ وَالْاَشْبَاهِ
عَنْكَ وَاَتَيْتُكَ مِنَ الْاَبْوَابِ
الَّتِي اَمَرْتَ اَنْ تُؤْتَى مِنْهَا وَ
تَقَرَّبْتُ اِلَيْكَ بِمَا لَا يَقْرُبُ
اَحَدٌ مِّنْكَ اِلَّا بِالتَّقَرُّبِ بِهِ

کی مدد کی۔ چنانچہ اس نے تیری دھمکی سے آگاہ ہونے کے
باوجود تیرے عفو کی اُمید کرتے ہوئے اور تیرے درگذر
پر بھروسہ رکھتے ہوئے گناہ کی طرف اقدام کیا۔ حالانکہ
ان احسانات کی وجہ سے جو تُو نے اس پر کئے تھے،
تمام بندوں میں وہ اس کا سزاوار تھا کہ ایسا نہ کرتا۔
اچھا پھر مَیں تیرے سامنے کھڑا ہوں بالکل خوار و ذلیل،
سراپا عجز و نیاز اور لرزاں و ترساں۔ ان عظیم گناہوں کا
جن کا بوجھ اپنے سر اٹھایا ہے اور ان بڑی خطاؤں کا
جن کا ارتکاب کیا ہے اعتراف کرتا ہُوا تیرے دامن
عفو میں پناہ چاہتا ہُوا اور تیری رحمت کا سہارا ڈھونڈتا
ہُوا اور یہ یقین رکھتا ہُوا کہ کوئی پناہ دینے والا (تیرے
عذاب سے) مجھے پناہ نہیں دے سکتا اور کوئی بچانے
والا (تیرے غضب سے) مجھے بچا نہیں سکتا۔ لہذا (اس
اعترافِ گناہ و اظہارِ ندامت کے بعد) تو میری پردہ
پوشی فرما جس طرح گناہگاروں کی پردہ پوشی فرماتا ہے
اور مجھے معافی عطا کر جس طرح اُن لوگوں کو معافی عطا
کرتا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیا ہو
اور مجھ پر اس بخشش و آمرزش کے ساتھ احسان فرما
کہ جس بخشش و آمرزش سے تو اپنے امیدوار پر احسان
کرتا ہے تو تجھے بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ اور میرے لئے
آج کے دن ایسا حظ و نصیب قرار دے کہ جس کے
ذریعہ تیری رضا مندی کا کچھ حصّہ پا سکوں اور تیرے
عبادت گزار بندے جو (اجر و ثواب کے) تحائف لے
کر پلٹے ہیں مجھے اُن سے خالی ہاتھ نہ پھیر۔ اگرچہ وہ
نیک اعمال جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں میں نے آگے
نہیں بھیجے لیکن میں نے تیری وحدت و یکتائی کا عقیدہ
اور یہ کہ تیرا کوئی حریف، شریک کار اور مثل و نظیر نہیں

ثُمَّ اَتْبَعْتُ ذٰلِكَ بِالْاِنَابَةِ اِلَيْكَ وَالتَّذَلُّلِ وَالْاِسْتِكَانَةِ لَكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ وَالثِّقَةِ بِمَا عِنْدَكَ وَ شَفَعْتُهٗ بِرَجَائِكَ الَّذِیْ قَلَّ مَا يَخِيْبُ عَلَيْهِ رَاجِيْكَ وَسَاَلْتُكَ مَسْئَلَةَ الْحَقِيْرِ الذَّلِيْلِ الْبَائِسِ الْفَقِيْرِ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِيْرِ وَمَعَ ذٰلِكَ خِيْفَةً وَتَضَرُّعًا وَتَعَوُّذًا وَتَلَوُّذًا لَا مُسْتَطِيْلًا بِتَكَبُّرِ الْمُتَكَبِّرِيْنَ وَلَا مُتَعَالِيًا بِدَالَّةِ الْمُطِيْعِيْنَ وَلَا مُسْتَطِيْلًا بِشَفَاعَةِ الشَّافِعِيْنَ وَاَنَا بَعْدُ اَقَلُّ الْاَقَلِّيْنَ وَاَذَلُّ الْاَذَلِّيْنَ وَ مِثْلُ الذَّرَّةِ اَوْ دُوْنَهَا فَيَا مَنْ لَمْ يُعَاجِلِ الْمُسِيْئِيْنَ وَلَا يَنْدَهُ الْمُتْرَفِيْنَ وَيَا مَنْ يَمُنُّ بِاِقَالَةِ الْعَاثِرِيْنَ وَيَتَفَضَّلُ بِاِنْظَارِ الْخَاطِئِيْنَ اَنَا الْمُسِيْءُ الْمُعْتَرِفُ الْخَاطِئُ الْعَاثِرُ اَنَا الَّذِیْ اَقْدَمَ عَلَيْكَ مُجْتَرِئًا اَنَا الَّذِیْ عَصَاكَ مُتَعَمِّدًا اَنَا الَّذِی اسْتَخْفٰى مِنْ عِبَادِكَ وَبَارَزَكَ اَنَا الَّذِیْ هَابَ عِبَادَكَ وَاَمِنَكَ اَنَا الَّذِیْ لَمْ يَرْهَبْ سَطْوَتَكَ وَلَمْ يَخَفْ بَاْسَكَ اَنَا الْجَانِیْ عَلٰى نَفْسِهٖ اَنَا الْمُرْتَهَنُ بِبَلِيَّتِهٖ اَنَا الْقَلِيْلُ الْحَيَاءِ اَنَا الطَّوِيْلُ الْعَنَاءِ بِحَقِّ

ہے پیش کیا ہے اور انہی دروازوں سے جن دروازوں سے تو نے آنے کا حکم دیا ہے آیا ہوں اور ایسی چیز کے ذریعہ جس کے بغیر کوئی تجھ سے تقرب حاصل نہیں کر سکتا، تقرب چاہا ہے۔ پھر تیری طرف رجوع و بازگشت، تیری بارگاہ میں تذلّل و عاجزی اور تجھ سے نیک گمان اور تیری رحمت پر اعتماد کو طلب تقرب کے ہمراہ رکھا ہے اور اس کے ساتھ ایسی اُمید کا ضمیمہ بھی لگا دیا ہے جس کے ہوتے ہوئے تجھ سے اُمید رکھنے والا محروم نہیں رہتا اور تجھ سے اسی طرح سوال کیا ہے جس طرح کوئی بے قدر، ذلیل، شکستہ حال، تہی دست خوف زدہ اور طلب گارِ پناہ سوال کرتا ہے اور اس حالت کے باوجود میرا یہ سوال خوف، عجز و نیاز مندی، پناہ طلبی اور امان خواہی کی رُو سے ہے نہ متکبروں کے تکبر کے ساتھ برتری جتلانے، نہ اطاعت گزاروں کے (اپنی عبادت پر) فخر و اعتماد کی بنا پر اتراتے اور نہ سفارش کرنے والوں کی سفارش پر سربلندی دکھاتے ہوئے اور میں اس اعتراف کے ساتھ تمام کمتروں سے کمتر، خوار و ذلیل لوگوں سے ذلیل تر اور ایک چیونٹی کے مانند بلکہ اس سے بھی پست تر ہوں۔ اے وہ جو گنہگاروں پر عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور نہ سرکشوں کو (اپنی نعمتوں سے) روکتا ہے۔ اے وہ جو لغزش کرنے والوں سے درگزر فرما کر احسان کرتا ہے اور گنہگاروں کو مہلت دے کر تفضّل فرماتا ہے، میں وُہ ہوں جو گنہگار گناہ کا معترف، خطا کار اور لغزش کرنے والا ہوں۔ میں وُہ ہوں جس نے تیرے مقابلہ میں جرأت سے کام لیتے ہوئے پیش قدمی کی۔ میں وہ ہوں جس نے دیدہ دانستہ گناہ کئے میں وُہ ہوں جس نے (اپنے گناہوں کو) تیرے بندوں

مِنْ انْتَجَبْتَ مِنْ خَلْقِكَ وَبِمَنِ
اصْطَفَيْتَهُ لِنَفْسِكَ بِحَقِّ مَنِ
اخْتَرْتَ مِنْ بَرِيَّتِكَ وَمَنِ اجْتَبَيْتَ
لِشَأْنِكَ بِحَقِّ مَنْ وَصَلْتَ طَاعَتَهُ
بِطَاعَتِكَ وَمَنْ جَعَلْتَ مَعْصِيَتَهُ
كَمَعْصِيَتِكَ بِحَقِّ مَنْ قَرَنْتَ
مُوَالَاتَهُ بِمُوَالَاتِكَ وَمَنْ
نُطْتَ مُعَادَاتَهُ بِمُعَادَاتِكَ
تَغَمَّدْنِي فِي يَوْمِي هٰذَا بِمَا
تَتَغَمَّدُ بِهِ مَنْ جَارَ إِلَيْكَ
مُتَنَصِّلًا وَعَاذَ بِاسْتِغْفَارِكَ
تَائِبًا وَتَوَلَّنِي بِمَا تَتَوَلَّى بِهِ
أَهْلَ طَاعَتِكَ وَالزُّلْفَى لَدَيْكَ
وَالْمَكَانَةِ مِنْكَ وَتَوَحَّدْنِي
بِمَا تَتَوَحَّدُ بِهِ مَنْ وَفَى
بِعَهْدِكَ وَأَتْعَبَ نَفْسَهُ فِي
ذَاتِكَ وَأَجْهَدَهَا فِي مَرْضَاتِكَ
وَلَا تُؤَاخِذْنِي بِتَفْرِيطِي فِي
جَنْبِكَ وَتَعَدِّي طَوْرِي فِي
حُدُودِكَ وَمُجَاوَزَةِ أَحْكَامِكَ
وَلَا تَسْتَدْرِجْنِي بِإِمْلَائِكَ لِي
اسْتِدْرَاجَ مَنْ مَنَعَنِي خَيْرَ مَا
عِنْدَهُ وَلَمْ يَشْرَكْكَ فِي حُلُولِ
نِعْمَتِهِ بِي وَنَبِّهْنِي مِنْ رَقْدَةِ
الْغَافِلِينَ وَسِنَةِ الْمُسْرِفِينَ
وَنَعْسَةِ الْمَخْذُولِينَ وَخُذْ
بِقَلْبِي إِلَى مَا اسْتَعْمَلْتَ بِهِ

سے چھپایا اور تیرے سامنے کھلم کھلا مخالفت کی۔ میں
وہ ہوں جو تیرے بندوں سے ڈرتا رہا، اور تجھ سے بےخوف
رہا۔ میں وہ ہوں جو تیری ہیبت سے ہراساں اور تیرے
عذاب سے خوف زدہ نہ ہوا۔ میں خود ہی اپنے حق میں
مجرم اور بلا و مصیبت کے ہاتھوں میں گروی ہوں۔ میں
ہی شرم و حیا سے عاری اور طویل رنج و تکلیف میں مبتلا
ہوں۔ میں تجھے اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جسے
تو نے مخلوقات میں سے منتخب کیا۔ اس کے حق کا واسطہ
دیتا ہوں جسے تو نے اپنے لئے پسند فرمایا۔ اس کے
حق کا واسطہ دیتا ہوں۔ جسے تو نے کائنات میں سے
برگزیدہ کیا اور جسے اپنے احکام (کی تبلیغ) کے
لئے چن لیا۔ اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جس کی اطاعت
کو اپنی اطاعت سے ملا دیا اور جس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی
کے مانند قرار دیا۔ اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جس کی
محبت کو اپنی محبت سے مقرون اور جس کی دشمنی کو اپنی
دشمنی سے وابستہ کیا ہے۔ مجھے آج کے دن اس
دامن رحمت میں ڈھانپ لے جس سے ایسے شخص کو
ڈھانپتا ہے جو گناہوں سے دست بردار ہو کر تجھ سے
نالہ و فریاد کرے اور تائب ہو کر تیرے دامن مغفرت
میں پناہ چاہے۔ اور جس طرح اپنے اطاعت گزاروں
اور قرب و منزلت والوں کی سرپرستی فرماتا ہے اسی
طرح میری سرپرستی فرما اور جس طرح ان لوگوں پر جنہوں
نے تیرے عہد کو پورا کیا، تیری خاطر اپنے کو تعب و مشقت
میں ڈالا، اور تیری رضامندیوں کے لئے سختیوں کو جھیلا۔
خود تن تنہا احسان کرتا ہے اسی طرح مجھ پر بھی
تن تنہا احسان فرما اور تیرے حق میں کوتاہی کرنے
تیرے حدود سے متجاوز ہونے اور تیرے احکام کے

الْقَانِتِيْنَ وَاسْتَعْبَدْتَ بِهِ
الْمُتَعَبِّدِيْنَ وَاسْتَنْقَذْتَ بِهِ
الْمُتَهَاوِنِيْنَ وَاَعِذْنِيْ مِمَّا
يُبَاعِدُنِيْ عَنْكَ وَيَحُوْلُ بَيْنِيْ
وَبَيْنَ حَظِّيْ مِنْكَ وَيَصُدُّنِيْ
عَمَّا اُحَاوِلُ لَدَيْكَ وَسَهِّلْ
لِيْ مَسْلَكَ الْخَيْرَاتِ اِلَيْكَ وَ
الْمُسَابَقَةَ اِلَيْهَا مِنْ حَيْثُ
اَمَرْتَ وَالْمُشَاحَّةَ فِيْهَا
عَلٰى مَآ اَرَدْتَ وَلَا تَمْحَقْنِيْ
فِيْمَنْ تَمْحَقُ مِنَ الْمُسْتَخِفِّيْنَ
بِمَآ اَوْعَدْتَ وَلَا تُهْلِكْنِيْ
مَعَ مَنْ تُهْلِكُ مِنَ الْمُتَعَرِّضِيْنَ
لِمَقْتِكَ وَلَا تُتَبِّرْنِيْ فِيْ مَنْ
تُتَبِّرُ مِنَ الْمُنْحَرِفِيْنَ عَنْ
سُبُلِكَ وَنَجِّنِيْ مِنْ غَمَرَاتِ
الْفِتْنَةِ وَخَلِّصْنِيْ مِنْ لَهَوَاتِ
الْبَلْوٰى وَاَجِرْنِيْ مِنْ اَخْذِ
الْاِمْلَآءِ وَحُلْ بَيْنِيْ وَ
بَيْنَ عَدُوٍّ يُضِلُّنِيْ وَهَوًى
يُوْبِقُنِيْ وَمَنْقَصَةٍ تَرْهَقُنِيْ
وَلَا تُعْرِضْ عَنِّيْ اِعْرَاضَ
مَنْ لَا تَرْضٰى عَنْهُ بَعْدَ
غَضَبِكَ وَلَا تُؤْيِسْنِيْ
مِنَ الْاَمَلِ فِيْكَ فَيَغْلِبَ
عَلَيَّ الْقُنُوْطُ مِنْ رَحْمَتِكَ
وَلَا تَمْنَحْنِيْ بِمَا لَا طَاقَةَ

پس پشت ڈالنے پر میرا مؤاخذہ نہ کر اور مجھے اس
شخص کے مہلت دینے کی طرح مہلت دے کر رفتہ
رفتہ اپنے عذاب کا مستحق نہ بنا۔ جس نے اپنی بھلائی
کو مجھ سے روک لیا اور سمجھتا یہ ہے کہ بس وہی نعمت
کا دینے والا ہے یہاں تک کہ تجھے بھی ان نعمتوں کے
دینے میں شریک نہ سمجھا ہو۔ مجھے غفلت شعاروں
کی نیند، بے راہروؤں کے خواب اور حرماں نصیبوں
کی غفلت سے ہوشیار کر دے۔ اور میرے دل
کو اس راہِ عمل پر لگا جس پر تو نے اطاعت گزاروں
کو لگایا ہے۔ اور اس عبادت کی طرف مائل فرما جو
عبادت گزاروں سے تو نے چاہی ہے۔ اور ان
چیزوں کی ہدایت کر جن کے وسیلہ سے سہل انگاروں
کو رہائی بخشی ہے۔ اور جو باتیں تیری بارگاہ سے
دور کر دیں اور میرے اور تیرے ہاں کے حظ و نصیب
کے درمیان حائل اور تیرے ہاں کے مقصد و مراد
سے مانع ہو جائیں اُن سے محفوظ رکھ اور نیکیوں کی
راہ پیمائی اور اُن کی طرف سبقت جس طرح تو نے
حکم دیا ہے اور اُن کی بڑھ چڑھ کر خواہش جیسا کہ
تو نے چاہا ہے میرے لئے سہل و آسان کر اور اپنے
عذاب و وعید کو سبک سمجھنے والوں کے ساتھ کہ جنہیں
تو تباہ کرے گا، مجھے تباہ نہ کرنا اور جنہیں دشمنی
پر آمادہ ہونے کی وجہ سے ہلاک کرے گا۔ اُن کے
ساتھ مجھے ہلاک نہ کرنا اور اپنی سیدھی راہوں سے
انحراف کرنے والوں کے زمرہ میں کہ جنہیں تو برباد کرے
گا، مجھے برباد نہ کرنا۔ اور فتنہ و فساد کے بھنور سے
مجھے نجات دے اور بلا کے منہ سے چھڑا لے اور زمانہ
مہلت (کی بداعمالیوں) پر گرفت سے پناہ دے اور

لِیْ بِهٖ فَتَبْهَظَنِیْ مِمَّا تُحَمِّلُنِیْهِ
مِنْ فَضْلِ مَحَبَّتِكَ وَلَا تُرْسِلْنِیْ
مِنْ یَدِكَ اِرْسَالَ مَنْ لَا خَیْرَ
فِیْهِ وَلَا حَاجَةَ بِكَ اِلَیْهِ
وَلَا اِنَابَةَ لَهٗ وَلَا تَرْمِ بِیْ
رَمْیَ مَنْ سَقَطَ مِنْ عَیْنِ رِعَایَتِكَ
وَمَنِ اشْتَمَلَ عَلَیْهِ الْخِزْیُ مِنْ
عِنْدِكَ بَلْ خُذْ بِیَدِیْ مِنْ
سَقْطَةِ الْمُتَرَدِّیْنَ وَ وَهْلَةِ
الْمُتَعَسِّفِیْنَ وَزَلَّةِ الْمَغْرُوْرِیْنَ
وَوَرْطَةِ الْهَالِكِیْنَ وَ عَافِنِیْ
مِمَّا ابْتَلَیْتَ بِهٖ طَبَقَاتِ
عَبِیْدِكَ وَ اِمَائِكَ وَ بَلِّغْنِیْ
مَبَالِغَ مَنْ عُنِیْتَ بِهٖ وَ اَنْعَمْتَ
عَلَیْهِ وَ رَضِیْتَ عَنْهُ فَاَعَشْتَهٗ
حَمِیْدًا وَ تَوَفَّیْتَهٗ سَعِیْدًا
وَ طَوِّقْنِیْ طَوْقَ الْاِقْلَاعِ عَمَّا
یُحْبِطُ الْحَسَنَاتِ وَ یَذْهَبُ
بِالْبَرَكَاتِ وَ اَشْعِرْ قَلْبِی
الْاِزْدِجَارَ عَنْ قَبَائِحِ
السَّیِّئَاتِ وَ فَوَاضِحِ الْحَوْبَاتِ
وَلَا تَشْغَلْنِیْ بِمَا لَا اُدْرِكُهٗ
اِلَّا بِكَ عَمَّا لَا یُرْضِیْكَ
عَنِّیْ غَیْرُهٗ وَ انْزِعْ مِنْ
قَلْبِیْ حُبَّ دُنْیَا دَنِیَّةٍ
تَنْهٰی عَمَّا عِنْدَكَ وَتَصُدُّ
عَنِ ابْتِغَاءِ الْوَسِیْلَةِ اِلَیْكَ

اس دشمن کے درمیان جو مجھے بہکائے، اور اُس خواہش
نفس کے درمیان جو مجھے تباہ و برباد کرے۔ اور اُس
نقص و عیب کے درمیان جو مجھے گھیر لے، حائل ہو جا۔
اور جیسے اُس شخص سے کہ جس پر غضب ناک ہونے
کے بعد تو راضی نہ ہو رُخ پھیر لیتا ہے اسی طرح مجھ
سے رُخ نہ پھیر اور جو اُمیدیں تیرے دامن سے وابستہ
کئے ہوئے ہوں ان میں مجھے بے آس نہ کر کہ تیری رحمت
سے یاس و نا اُمیدی مجھ پر غالب آ جائے۔ اور
مجھے اتنی نعمتیں بھی نہ بخش کہ جن کے اٹھانے کی
میں طاقت نہیں رکھتا کہ تو فراوانیٔ محبت سے
مجھ پر وہ بار لاد دے جو مجھے گراں بار کر دے۔
اور مجھے اس طرح اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑ دے
جس طرح اُسے چھوڑ دیتا ہے جس میں کوئی بھلائی
نہ ہو اور نہ مجھے اُس سے کوئی مطلب ہو اور نہ اس
کے لئے توبہ و بازگشت ہو۔ اور مجھے اس طرح نہ
پھینک دے جس طرح اُسے پھینک دیتا ہے جو
تیری نظر توجہ سے گر چکا ہو۔ اور تیری طرف سے
ذلت و رسوائی اس پر چھائی ہوئی ہو بلکہ گرنے
والوں کے گرنے سے اور کج روؤں کے خوف و ہراس
سے اور فریب خوردہ لوگوں کے لغزش کھانے سے اور
ہلاک ہونے والوں کے ورطۂ ہلاکت میں گرنے سے میرا
ہاتھ تھام لے اور اپنے بندوں اور کنیزوں کے مختلف
طبقوں کو جن چیزوں میں مبتلا کیا ہے ان سے مجھے
عافیت و سلامتی بخش۔ اور جنہیں تو نے موردِ عنایت قرار
دیا، جنہیں نعمتیں عطا کیں، جن سے راضی و خوشنود ہوا۔
جنہیں قابلِ ستائش زندگی بخشی اور سعادت و کامرانی
کے ساتھ موت دی اُن کے مراتب و درجات پر مجھے

وَ تُذْهِلُ عَنِ التَّقَرُّبِ مِنْكَ
وَ زَيِّنْ لِيَ التَّفَرُّدَ بِمُنَاجَاتِكَ
بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ هَبْ لِيْ
عِصْمَةً تُدْنِيْنِيْ مِنْ خَشْيَتِكَ
وَ تَقْطَعُنِيْ عَنْ رُكُوْبِ مَحَارِمِكَ
وَ تَفُكُّنِيْ مِنْ اَسْرِ الْعَظَآئِمِ
وَ هَبْ لِيَ التَّطْهِيْرَ مِنْ دَنَسِ
الْعِصْيَانِ وَ اَذْهِبْ عَنِّيْ
دَرَنَ الْخَطَايَا وَ سَرْبِلْنِيْ
بِسِرْبَالِ عَافِيَتِكَ وَ رَدِّنِيْ
رِدَآءَ مُعَافَاتِكَ وَ جَلِّلْنِيْ
سَوَابِغَ نَعْمَآئِكَ وَ ظَاهِرْ
لَدَيَّ فَضْلَكَ وَ طَوْلَكَ وَ
اَيِّدْنِيْ بِتَوْفِيْقِكَ وَ تَسْدِيْدِكَ
وَ اَعِنِّيْ عَلٰى صَالِحِ النِّيَّةِ
وَ مَرْضِيِّ الْقَوْلِ وَ مُسْتَحْسَنِ
الْعَمَلِ وَ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى حَوْلِيْ وَ
قُوَّتِيْ دُوْنَ حَوْلِكَ وَ قُوَّتِكَ
وَ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ تَبْعَثُنِيْ
لِلِقَآئِكَ وَ لَا تَفْضَحْنِيْ بَيْنَ
يَدَيْ اَوْلِيَآئِكَ وَ لَا تُنْسِنِيْ
ذِكْرَكَ وَ لَا تُذْهِبْ عَنِّيْ
شُكْرَكَ بَلْ اَلْزِمْنِيْهِ فِيْ
اَحْوَالِ السَّهْوِ عِنْدَ غَفَلَاتِ
الْجَاهِلِيْنَ لِاٰلَآئِكَ وَ
اَوْزِعْنِيْ اَنْ اُثْنِيَ بِمَا
اَوْلَيْتَنِيْهِ وَ اَعْتَرِفَ بِمَا

فائز کر۔ اور وہ چیزیں جو نیکیوں کو محو اور برکتوں
کو زائل کر دیں اُن سے کنارہ کشی اس طرح میرے
لئے لازم کر دے جس طرح گردن میں پڑا ہوا طوق۔
اور بُرے گناہوں اور رُسوا کرنے والی معصیتوں سے
علیحدگی و نفرت کو میرے دل کے لئے اس طرح
ضروری قرار دے جس طرح بدن سے چمٹا ہوا لباس
اور مجھے دنیا میں مصروف کر کے کہ جسے تیری مدد
کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا ان اعمال سے کہ جن
کے علاوہ تجھے کوئی اور چیز مجھ سے خوش نہیں
کر سکتی، روک نہ دے اور اس پست دنیا کی محبت
کہ جو تیرے ہاں کی سعادتِ ابدی کی طرف متوجہ
ہونے سے مانع اور تیری طرف وسیلہ طلب کرنے
سے سدِ راہ اور تیرا تقرب حاصل کرنے سے غافل
کرنے والی ہے میرے دل سے نکال دے۔ اور
مجھے وہ ملکہ عصمت عطا فرما جو مجھے تیرے خوف سے
قریب، ارتکابِ محرمات سے الگ اور کبیرہ گناہوں
کے بندھنوں سے رہا کر دے۔ اور مجھے گناہوں کی
آلودگی سے پاکیزگی عطا فرما اور معصیت کی کثافتوں
کو مجھ سے دُور کر دے اور اپنی عافیت کا جامہ مجھے
پہنا دے اور اپنی سلامتی کی چادر اوڑھا دے اور
اپنی وسیع نعمتوں سے مجھے ڈھانپ لے اور
میرے لئے اپنے عطایا و انعامات کا سلسلہ پیہم
جاری رکھ اور اپنی توفیق و راہِ حق کی راہ نمائی سے
مجھے تقویت دے اور پاکیزہ نیت، پسندیدہ گفتار
اور شائستہ کردار کے سلسلہ میں میری مدد فرما۔ اور
اپنی قوت و طاقت کے بجائے مجھے میری قوت و
طاقت کے حوالے نہ کر۔ اور جس دن مجھے اپنی ملاقات

اَسْدَيْتَهٗ اِلَیَّ وَاجْعَلْ رَغْبَتِیْ
اِلَیْكَ فَوْقَ رَغْبَةِ الرَّاغِبِیْنَ
وَحَمْدِیْ اِیَّاكَ فَوْقَ حَمْدِ
الْحَامِدِیْنَ وَلَا تَخْذُلْنِیْ
عِنْدَ فَاقَتِیْ اِلَیْكَ وَلَا
تُهْلِكْنِیْ بِمَا اَسْدَیْتُهٗ اِلَیْكَ
وَلَا تَجْبَهْنِیْ بِمَا جَبَهْتَ
بِهِ الْمُعَانِدِیْنَ لَكَ فَاِنِّیْ
لَكَ مُسْلِمٌ اَعْلَمُ اَنَّ الْحُجَّةَ
لَكَ وَ اَنَّكَ اَوْلٰی بِالْفَضْلِ
وَ اَعْوَدُ بِالْاِحْسَانِ وَ اَهْلُ
التَّقْوٰی وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ وَ
اَنَّكَ بِاَنْ تَعْفُوَ اَوْلٰی مِنْكَ
بِاَنْ تُعَاقِبَ وَ اَنَّكَ بِاَنْ
تَسْتُرَ اَقْرَبُ مِنْكَ اِلٰی اَنْ
تَشْهَرَ فَاَحْیِنِیْ حَیٰوةً
طَیِّبَةً تَنْتَظِمُ بِمَآ اُرِیْدُ
وَ تَبْلُغُ بِیْ مَا اُحِبُّ مِنْ
حَیْثُ لَا اٰتِیْ مَا تَكْرَهُ وَلَا
اَرْتَكِبُ مَا نَهَیْتَ عَنْهُ
وَ اَمِتْنِیْ مِیْتَةَ مَنْ یَسْعٰی
نُوْرُهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ عَنْ
یَمِیْنِهٖ وَ ذَلِّلْنِیْ بَیْنَ یَدَیْكَ
وَ اَعِزَّنِیْ عِنْدَ خَلْقِكَ
وَضَعْنِیْ اِذَا خَلَوْتُ بِكَ
وَارْفَعْنِیْ بَیْنَ عِبَادِكَ وَ
اَغْنِنِیْ عَمَّنْ هُوَ غَنِیٌّ

کے لئے اٹھائے مجھے ذلیل و خوار اور اپنے دوستوں
کے سامنے رُسوا نہ کرنا، اور اپنی یاد میرے دل سے
فراموش نہ ہونے دے اور اپنا شکر و سپاس مجھ سے
زائل نہ کر۔ بلکہ جب تیری نعمتوں سے بے خبر، سہو و
غفلت کے عالم میں ہوں، میرے لئے ادائے شکر
لازم قرار دے۔ اور میرے دل میں یہ بات ڈال دے
کہ جو نعمتیں تو نے بخشی ہیں اُن پر حمد و توصیف اور
جو احسانات مجھ پر کئے ہیں اُن کا اعتراف کروں۔
اور اپنی طرف میری توجّہ کو تمام توجہ کرنے والوں سے
بالا تر اور میری حمد سرائی کو تمام حمد کرنے والوں سے
بلند تر قرار دے۔ اور جب مجھے تیری احتیاج ہو
تو مجھے اپنی نصرت سے محروم نہ کرنا اور جن اعمال
کو تیری بارگاہ میں پیش کیا ہے اُن کو میرے لئے
وجہِ ہلاکت نہ قرار دینا۔ اور جس عمل و کردار کے پیشِ
نظر تو نے اپنے نافرمانوں کو دھتکارا ہے یُوں مجھے
اپنی بارگاہ سے دھتکار نہ دینا۔ اس لئے کہ مَیں تیرا
مطیع و فرمانبردار ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ حجت و
بُرہان تیرے ہی لئے ہے اور تو فضل و بخشش کا
زیادہ سزاوار اور لطف و احسان کے ساتھ فائدہ رساں
اور اس لائق ہے کہ تجھ سے ڈرا جائے اور اس کا
اہل ہے کہ مغفرت سے کام لے اور اس کا زیادہ سزاوار
ہے کہ سزا دینے کے بجائے معاف کر دے اور تشہیر
کرنے کے بجائے پردہ پوشی تیری روش سے قریب تر
ہے۔ تو پھر مجھے ایسی پاکیزہ زندگی دے۔ جو
میرے حسبِ دل خواہ امور پر مشتمل اور میری دلپسند
چیزوں پر منتہی ہو۔ اس طرح کہ جس کام کو تُو ناپسند
کرے اسے بجا نہ لاؤں اور جس سے منع کرے اس

عَنِّيْ وَ زِدْنِيْ اِلَيْكَ فَاقَةً
وَفَقْرًا وَ اَعِذْنِيْ مِنْ
شَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ وَ مِنْ
حُلُوْلِ الْبَلَآءِ وَ مِنَ الذُّلِّ
وَالْعَنَآءِ تَغَمَّدْنِيْ فِيْمَا
اطَّلَعْتَ عَلَيْهِ مِنِّيْ بِمَا
يَتَغَمَّدُ بِهِ الْقَادِرُ عَلَى
الْبَطْشِ لَوْلَا حِلْمُهٗ وَالْاٰخِذُ
عَلَى الْجَرِيْرَةِ لَوْلَا اَنَاتُهٗ وَ
اِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً اَوْ
سُوْٓءًا فَنَجِّنِيْ مِنْهَا لِوَاذًا
بِكَ وَاِذْ لَمْ تُقِمْنِيْ مَقَامَ
فَضِيْحَةٍ فِيْ دُنْيَاكَ فَلَا
تُقِمْنِيْ مِثْلَهٗ فِيْ اٰخِرَتِكَ
وَاشْفَعْ لِيْ اَوَائِلَ مِنَنِكَ
بِاَوَاخِرِهَا وَقَدِيْمَ فَوَائِدِكَ
بِحَوَادِثِهَا وَلَا تَمْدُدْ لِيْ
مَدًّا يَقْسُوْ مَعَهٗ قَلْبِيْ وَ
لَا تَقْرَعْنِيْ قَارِعَةً يَذْهَبُ
لَهَا بَهَائِيْ وَلَا تَسُمْنِيْ خَسِيْسَةً
يَصْغُرُ لَهَا قَدْرِيْ وَ لَا
نَقِيْصَةً يُجْهَلُ مِنْ اَجْلِهَا
مَكَانِيْ وَ لَا تَرُعْنِيْ رَوْعَةً
اُبْلِسُ بِهَا وَلَا خِيْفَةً اُوْجِسُ
دُوْنَهَا اجْعَلْ هَيْبَتِيْ فِيْ
وَعِيْدِكَ وَ حَذَرِيْ مِنْ
اِعْذَارِكَ وَ اِنْذَارِكَ وَ

کا ارتکاب نہ کروں۔ اور مجھے اس شخص کی سی موت
دے جس کا نور اُس کے آگے اور اُس کے داہنی
طرف چلتا ہو اور مجھے اپنی بارگاہ میں عاجز و نگوں
سار اور لوگوں کے نزدیک باوقار بنا دے۔ اور جب
تجھ سے تخلیہ میں راز و نیاز کروں، تو مجھے پست و
سرافگندہ اور اپنے بندوں میں بلند مرتبہ قرار دے
اور جو مجھ سے بے نیاز ہو اس سے مجھے بے نیاز
کر دے اور میرے فقر و احتیاج کو اپنی طرف بڑھا
دے اور دشمنوں کے خندۂ زیر لب، بلاؤں کے
درود اور ذلت و سختی سے پناہ دے اور میرے
ان گناہوں کے بارے میں کہ جن پر تو مطلع ہے
اس شخص کے مانند میری پردہ پوشی فرما کہ اگر اس
کا حلم مانع نہ ہوتا تو وہ سخت گرفت پر قادر ہوتا
اور اگر اس کی روش میں نرمی نہ ہوتی تو وہ گناہوں پر
مؤاخذہ کرتا۔ اور جب کسی جماعت کو تو مصیبت
میں گرفتار یا بلاؤ نحبت سے دو چار کرنا چاہے، تو
درصورتیکہ میں تجھ سے پناہ طلب ہوں اس مصیبت
سے نجات دے۔ اور جب کہ تو نے مجھے دنیا میں
رسوائی کے موقف میں کھڑا نہیں کیا تو اسی طرح
آخرت میں بھی رسوائی کے مقام پر کھڑا نہ کرنا۔ اور
میرے لئے دنیوی نعمتوں کو اخروی نعمتوں سے اور
قدیم فائدوں کو جدید فائدوں سے ملا دے اور مجھے
اتنی مہلت نہ دے کہ اس کے نتیجہ میں میرا دل سخت
ہو جائے اور ایسی مصیبت میں مبتلا نہ کر جس سے
میری عزت و آبرو جاتی رہے اور ایسی ذلت سے
دو چار نہ کر جس سے میری قدر و منزلت کم ہو جائے
اور ایسے عیب میں گرفتار نہ کر جس سے میرا مرتبہ

رَهْبَتِیْ عِنْدَ تِلَاوَةِ اٰیَاتِكَ
وَاعْمُرْ لَیْلِیْ بِاِیْقَاظِیْ فِیْهِ
لِعِبَادَتِكَ وَ تَفَرُّدِیْ بِالتَّهَجُّدِ
لَكَ وَ تَجَرُّدِیْ بِسُكُوْنِیْ اِلَیْكَ
وَاِنْزَالِ حَوَآئِجِیْ بِكَ وَ
مُنَازَلَتِیْ اِیَّاكَ فِیْ فَكَاكِ
رَقَبَتِیْ مِنْ نَارِكَ وَ
اِجَارَتِیْ مِمَّا فِیْهِ اَهْلُهَا
مِنْ عَذَابِكَ وَلَا تَذَرْنِیْ فِیْ
طُغْیَانِیْ عَامِهًا وَلَا فِیْ غَمْرَتِیْ
سَاهِیًا حَتّٰی حِیْنٍ وَ لَا
تَجْعَلْنِیْ عِظَةً لِمَنِ اتَّعَظَ
وَلَا نَكَالًا لِمَنِ اعْتَبَرَ وَ لَا
فِتْنَةً لِمَنْ نَظَرَ وَلَا تَمْكُرْ
بِیْ فِیْمَنْ تَمْكُرُ بِهٖ وَ لَا
تَسْتَبْدِلْ بِیْ غَیْرِیْ وَلَا
تُغَیِّرْ لِیْ اِسْمًا وَلَا تُبَدِّلْ
لِیْ جِسْمًا وَلَا تَتَّخِذْنِیْ هُزُوًا
لِخَلْقِكَ وَلَا سُخْرِیًّا لَكَ وَلَا
تَبَعًا اِلَّا لِمَرْضَاتِكَ وَلَا
مُمْتَهَنًا اِلَّا بِالْاِنْتِقَامِ لَكَ
وَاَوْجِدْنِیْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَ
حَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ وَ رَوْحِكَ
وَرَیْحَانِكَ وَجَنَّةِ نَعِیْمِكَ
وَاَذِقْنِیْ طَعْمَ الْفَرَاغِ لِمَا
تُحِبُّ بِسَعَةٍ مِنْ سَعَتِكَ
وَالْاِجْتِهَادِ فِیْمَا یُزْلِفُ

مقام جانا نہ جا سکے۔ اور مجھے اتنا خوف زدہ نہ کر
کہ مَیں مایوس ہو جاؤں اور ایسا خوف نہ دلا کہ
ہراساں ہو جاؤں۔
میرے خوف کو اپنی وعید و سرزنش میں اور میرے اندیشہ
کو تیرے عذر تمام کرنے اور ڈرانے میں منحصر کر دے اور
میرے خوف و ہراس کو آیاتِ (قرآنی) کی تلاوت
کے وقت قرار دے اور مجھے اپنی عبادت کے لئے بیدار
رکھنے، خلوت و تنہائی میں دُعا و مناجات کے لئے
جاگنے، سب سے الگ رہ کر تجھ سے لَو لگانے تیرے
سامنے اپنی حاجتیں پیش کرنے، دوزخ سے گلو خلاصی
کے لئے بار بار التجا کرنے اور تیرے اس عذاب
سے جس میں اہلِ دوزخ گرفتار ہیں۔ پناہ مانگنے
کے وسیلہ سے میری راتوں کو آباد کر اور مجھے سرکشی
میں سرگرداں چھوڑ نہ دے اور نہ غفلت میں ایک
خاص وقت تک غافل و بے خبر پڑا رہنے دے اور
مجھے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت
عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت اور دیکھنے
والوں کے لئے فتنہ و گمراہی کا سبب نہ قرار دے
اور مجھے ان لوگوں میں جن سے تُو (اُن کے مکر کی
پاداش میں) مکر کرے گا شمار نہ کر اور (انعام و
بخشش کے لئے) میرے عوض دوسرے کو انتخاب
نہ کر۔ میرے نام میں تغیّر اور جسم میں تبدیلی نہ فرما اور
مجھے مخلوقات کے لئے مضحکہ اور اپنی بارگاہ میں لائقِ
استہزا نہ قرار دے۔ مجھے صرف ان چیزوں کا پابند
بنا جن سے تیری رضامندی وابستہ ہے اور
صرف اس زحمت سے دوچار کر جو (تیرے
دشمنوں سے) انتقام لینے کے سلسلہ میں ہو اور اپنے

لَدَيْكَ وَعِنْدَكَ وَاَتْحِفْنِيْ
بِتُحْفَةٍ مِّنْ تُحْفَاتِكَ وَاجْعَلْ
تِجَارَتِيْ رَابِحَةً وَكَرَّتِيْ غَيْرَ
خَاسِرَةٍ وَاَخِفْنِيْ مَقَامَكَ
وَشَوِّقْنِيْ لِقَائَكَ وَتُبْ عَلَيَّ
تَوْبَةً نَصُوْحًا لَا تُبْقِ مَعَهَا
ذُنُوْبًا صَغِيْرَةً وَلَا كَبِيْرَةً
وَلَا تَذَرْ مَعَهَا عَلَانِيَةً وَ
لَا سَرِيْرَةً وَانْزِعِ الْغِلَّ مِنْ
صَدْرِيْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَاعْطِفْ
بِقَلْبِيْ عَلَى الْخَاشِعِيْنَ وَ
كُنْ لِيْ كَمَا تَكُوْنُ لِلصَّالِحِيْنَ
وَحَلِّنِيْ حِلْيَةَ الْمُتَّقِيْنَ وَ
اجْعَلْ لِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي
الْغَابِرِيْنَ، وَذِكْرًا نَامِيًا فِي
الْاٰخِرِيْنَ، وَوَافِ بِيْ عَرْصَةَ
الْاَوَّلِيْنَ وَتَمِّمْ سُبُوْغَ
نِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَظَاهِرْ كَرَامَاتِهَا
لَدَيَّ وَامْلَأْ مِنْ فَوَائِدِكَ
يَدِيْ وَسُقْ كَرَائِمَ
مَوَاهِبِكَ اِلَيَّ وَجَاوِرْ بِيَ
الْاَطْيَبِيْنَ مِنْ اَوْلِيَائِكَ
فِي الْجِنَانِ الَّتِيْ زَيَّنْتَهَا
لِاَصْفِيَائِكَ وَجَلِّلْنِيْ
شَرَائِفَ نِحَلِكَ فِي الْمَقَامَاتِ
الْمُعَدَّةِ لِاَحِبَّائِكَ وَ
اجْعَلْ لِيْ عِنْدَكَ مَقِيْلًا

عفوو در گزر کی لذت اور رحمت، راحت و آسائش
گل و ریحان اور جنت نعیم کی شیرینی سے آشنا
کر اور اپنی وسعت و تونگری کی بدولت ایسی فراغت
سے روشناس کر جس میں تیرے پسندیدہ کاموں کو بجا
لاسکوں، اور ایسی سعی و کوشش کی توفیق دے جو
تیری بارگاہ میں تقرب کا باعث ہو اور اپنے تحفوں
میں سے مجھے نت نیا تحفہ دے اور میری اخروی تجارت
کو نفع بخش اور میری بازگشت کو بے ضرر قرار دے
اور مجھے اپنے مقام و موقف سے ڈرا اور اپنی ملاقات
کا مشتاق بنا۔ اور ایسی سچی توبہ کی توفیق عطا فرما
کہ جس کے ساتھ میرے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو
باقی نہ رکھے اور کھلی اور ڈھکی معصیتوں کو محو کر
دے اور اہل ایمان کی طرف سے میرے دل سے کینہ
و بغض کو نکال دے اور انکسار و فروتنی کرنے والوں
پر میرے دل کو مہربان بنا دے اور میرے لئے تو
ایسا ہو جا جیسا نیکوکاروں کے لئے ہے۔ اور
پرہیزگاروں کے زیور سے مجھے آراستہ کر دے
اور آیندہ آنے والوں میں میرا ذکر خیر اور بعد
میں آنے والی نسلوں میں میرا ذکر روز افزوں
برقرار رکھ اور سابقون الاولون کے محل و مقام میں
مجھے پہنچا دے اور فراخی نعمت کو مجھ پر تمام کر،
اور اس کی منفعتوں کا سلسلہ پیہم جاری رکھ۔ اپنی
نعمتوں سے میرے ہاتھوں کو بھر دے۔ اور اپنی
گراں قدر بخششوں کو میری طرف بڑھا دے اور
جنت میں جسے تو نے اپنے برگزیدہ بندوں کے
لئے سجایا ہے مجھے اپنے پاکیزہ دوستوں کا ہمسایہ
قرار دے اور ان جگہوں میں جنہیں اپنے دوستداروں

اٰوِیْ اِلَیْهِ مُطْمَئِنًّا وَ مَثَابَةً
اَتَبَوَّءُهَا وَ اَقَرُّ عَیْنًا وَ لَا
تُقَایِسْنِیْ بِعَظِیْمَاتِ الْجَرَآئِرِ
وَلَا تُهْلِكْنِیْ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ
وَ اَزِلْ عَنِّیْ كُلَّ شَكٍّ وَ شُبْهَةٍ
وَ اجْعَلْ لِیْ فِی الْحَقِّ طَرِیْقًا
مِنْ كُلِّ رَحْمَةٍ وَ اَجْزِلْ لِیْ
قِسَمَ الْمَوَاهِبِ مِنْ نَوَالِكَ
وَ وَفِّرْ عَلَیَّ حُظُوْظَ الْاِحْسَانِ
مِنْ اِفْضَالِكَ وَ اجْعَلْ قَلْبِیْ
وَ اثِقًا بِمَا عِنْدَكَ وَ هَمِّیْ
مُسْتَفْرَغًا لِمَا هُوَ لَكَ وَ
اسْتَعْمِلْنِیْ بِمَا تَسْتَعْمِلُ
بِهٖ خَالِصَتَكَ وَ اَشْرِبْ
قَلْبِیْ عِنْدَ ذُهُوْلِ الْعُقُوْلِ
طَاعَتَكَ وَ اجْمَعْ لِیَ الْغِنٰی
وَ الْعَفَافَ وَ الدَّعَةَ وَ الْمُعَافَاةَ
وَ الصِّحَّةَ وَ السَّعَةَ وَ الطُّمَانِیْنَةَ
وَ الْعَافِیَةَ وَ لَا تُحْبِطْ حَسَنَاتِیْ
بِمَا یَشُوْبُهَا مِنْ مَعْصِیَتِكَ
وَ لَا خَلَوَاتِیْ بِمَا یَعْرِضُ لِیْ
مِنْ نَزَغَاتِ فِتْنَتِكَ وَ صُنْ
وَجْهِیْ عَنِ الطَّلَبِ اِلٰی اَحَدٍ
مِنَ الْعٰلَمِیْنَ وَ ذُبَّنِیْ عَنِ
الْتِمَاسِ مَا عِنْدَ الْفَاسِقِیْنَ
وَ لَا تَجْعَلْنِیْ لِلظّٰلِمِیْنَ
ظَهِیْرًا وَ لَا لَهُمْ عَلٰی مَحْوِ

کے لئے مہیا کیا ہے، مجھے عمدہ و نفیس عطیوں کے
خلعت اوڑھا دے اور میرے لئے وہ آرامگاہ کہ
جہاں میں اطمینان سے بے کھٹکے رہوں اور وہ
منزل کہ جہاں میں ٹھہروں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا
کروں، اپنے نزدیک قرار دے۔ اور مجھے میرے
عظیم گناہوں کے لحاظ سے سزا نہ دینا۔ اور جس دن
دلوں کے بھید جانچے جائیں گے، مجھے ہلاک نہ کرنا
ہر شک و شبہ کو مجھ سے دور کر دے اور میرے
لئے ہر سمت سے حق تک پہنچنے کی راہ پیدا کر دے
اور اپنی عطا و بخشش کے حصے میرے لئے زیادہ
کر دے اور اپنے فضل سے نیکی و احسان سے حظ
فراواں عطا کر۔ اور اپنے ہاں کی چیزوں پر میرا دل
مطمئن اور اپنے کاموں کے لئے میری فکر کو یکسو
کر دے اور مجھ سے وہی کام لے جو اپنے مخصوص
بندوں سے لیتا ہے۔ اور جب عقلیں غفلت میں
پڑ جائیں اس وقت میرے دل میں اطاعت کا ولولہ
سمو دے اور میرے لئے تونگری، پاکدامنی، آسائش
سلامتی، تندرستی، فراخی، اطمینان اور عافیت کو
جمع کر دے اور میری نیکیوں کو گناہوں کی آمیزش
کی وجہ سے اور میری تنہائیوں کو ان مفسدوں کے
باعث جو از راہِ امتحان پیش آتے ہیں، تباہ
نہ کر، اور اہلِ عالم میں سے کسی ایک کے آگے
ہاتھ پھیلانے سے میری عزت و آبرو کو بچائے
رکھ اور ان چیزوں کی طلب و خواہش سے جو
بدکرداروں کے پاس ہیں مجھے روک دے اور
مجھے ظالموں کا پشت پناہ نہ بنا اور نہ (احکام) کتاب
کے محو کرنے پر ان کا ناصر و مددگار قرار دے اور

كِتَابِكَ يَدًا وَنَصِيْرًا وَحُطْنِيْ مِنْ حَيْثُ لَا اَعْلَمُ حِيَاطَةً تَقِيْنِيْ بِهَا وَافْتَحْ لِيَ اَبْوَابَ تَوْبَتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَرَاْفَتِكَ وَرِزْقِكَ الْوَاسِعِ اِنِّيْ اِلَيْكَ مِنَ الرَّاغِبِيْنَ وَاَتْمِمْ لِيْ اِنْعَامَكَ اِنَّكَ خَيْرُ الْمُنْعِمِيْنَ وَاجْعَلْ بَاقِيَ عُمُرِيْ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ۔

میری اس طرح نگہداشت کر کہ مجھے خبر بھی نہ ہونے پائے ایسی نگہداشت کہ جس کے ذریعہ تو مجھے (ہلاکت و تباہی) سے بچا لے جائے اور میرے لئے توبہ و رحمت، لطف و رافت اور کشادہ روزی کے دروازے کھول دے۔ اس لئے کہ میں تیری جانب رغبت و خواہش کرنے والوں میں سے ہوں، اور میرے لئے اپنی نعمتوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے اس لئے کہ انعام و بخشش کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور میری بقیہ عمر کو حج و عمرہ اور اپنی رضا جوئی کے لئے قرار دے اے تمام جہانوں کے پالنے والے! رحمت کرے اللہ تعالیٰ محمدؐ اور ان کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر اور ان پر۔ اور ان کی اولاد پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام ہو۔

یہ دعا دعائے عرفہ کے نام سے موسوم ہے۔ عرفہ کے معنی میں فی الجملہ اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض کے نزدیک عرفہ، عرفات ہی کا دوسرا نام ہے جو مکہ معظمہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے جہاں حجاج نہم ذی الحجہ کو غروب آفتاب تک وقوف کرتے ہیں۔ گویا اس میدان کا ہر ٹکڑا عرفہ ہے اور ان ٹکڑوں کا مجموعہ عرفات ہے۔ اسے عرفات اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں ملک ملک کے باشندے جمع ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ یہ عرف الدیك (مرغ کی کلغی) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ مرغ کی کلغی بلند اور نمایاں ہوتی ہے۔ اسی طرح عرفات بھی مکہ کی سرزمین سے کچھ بلندی پر واقع ہوا ہے۔ اور بعض کے نزدیک عرفہ دن کا نام اور عرفات مقام کا نام ہے۔ چنانچہ طوسی رحمہ اللہ نے مجمع البیان میں تحریر کیا ہے:۔

عرفات اسم للبقعة المعروفة يجب الوقوف بها في الحج ويوم عرفة يوم الوقوف بها۔

عرفات اس مشہور جگہ کا نام ہے جہاں حج کے موقع پر وقوف ضروری ہے اور اس روز وقوف کو روز عرفہ کہا جاتا ہے۔"

فیروز آبادی نے قاموس میں تحریر کیا ہے:۔

يوم عرفة التاسع من ذي الحجة و عرفات موقف الحاج ذلك اليوم

نہم ذی الحجہ روز عرفہ ہے۔ اور مکہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر وہ موقف جہاں اس دن وقوف کیا جاتا ہے عرفات

علیٰ اثنا عشر میلا من مکۃ۔ ہے۔

اس قول کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عرفہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں ابنِ عباس سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ذی الحجہ کی آٹھویں شب کو خواب دیکھا کہ وہ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ فاصبح یروی یومہ اجمع۔ "جب صبح کو بیدار ہوئے تو تمام دن اس پر غور کرتے رہے" کہ یہ حکم الٰہی ہے یا نہیں۔ اس سوچ کی وجہ سے آٹھویں ذی الحجہ کا نام یوم ترویہ ہوگیا۔ اور ترویہ کے معنی سوچ و چار اور غور و فکر کے ہوتے ہیں۔ دوسری رات کو پھر یہی خواب دیکھا۔ فلما اصبح عرف انہ من اللہ۔ "جب صبح ہوئی تو پوری طرح جان لیا کہ حکم خدا یہی ہے" اس عرفان کی وجہ سے نویں ذی الحجہ کا نام روزِ عرفہ ہوگیا۔

روزِ عرفہ وہ مبارک و مسعود دن ہے جس میں خداوندِ عالم کی طرف رجوع ہوا جائے تو وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

انہ من لم یغفر لہ فی شھر رمضان لم یغفر لہ الی قابل الا ان یشھد عرفۃ۔

"جس شخص کے گناہ ماہِ رمضان میں بخشے نہیں جاتے اس کے گناہ آیندہ ماہِ رمضان تک نہیں بخشے جائیں گے مگر یہ کہ وہ روزِ عرفہ کا شرف حاصل کرے"

اسی دن مسلمان اطراف و اکنافِ عالم سے سمٹ کر مکۂ معظمہ میں جمع ہوتے ہیں اور فریضۂ حج بجالاتے ہیں۔ حج کی تین قسمیں ہیں۔ حج افراد، حج قرآن، اور حج تمتع۔ حج افراد اور حج قرآن ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ یا مکہ کے اطراف و جوانب کے رہنے والے ہیں۔ جس میں ایک ہی دفعہ احرام باندھا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد عرفات میں وقوف اور مشعر الحرام میں کہ جو مکہ اور عرفات کے درمیان واقع ہے قیام اور طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ میں کہ جو مشعر الحرام اور مکہ کے درمیان واقع ہے قربانی کرنا ہوتی ہے اور سر منڈوایا جاتا ہے اور جمرۂ عقبہ پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پھر مکہ میں خانۂ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی، طواف النساء اور پھر منیٰ میں رمی جمرات کے بعد حج تمام کیا جاتا ہے اور حج تمتع ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ اور اطراف مکہ کے حدود کے رہنے والے نہ ہوں۔ اس میں پہلی مرتبہ عمرہ تمتع کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور طوافِ کعبہ، نمازِ طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد بالوں اور ناخنوں کا کاٹنا ہوتا ہے اور اس کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور آٹھ ذی الحجہ کو حج کی نیت سے مکہ ہی میں احرام باندھا جاتا ہے اور حج کے اعمال بجالاتے ہیں۔ حج تمتع کی مشروعیت میں کسی کو کلام نہیں۔ اور جو اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں انہیں بھی اس کے صحیح و درست ہونے سے انکار نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اور کتبِ صحاح میں اس کا صراحۃً ذکر ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی۔

"جو شخص حج تمتع کا عمرہ بجا لائے تو جیسی قربانی میسّر آئے کرے۔"

اور عمران ابنِ حصین سے منقول ہے کہ:۔

نزلت اٰیۃ المتعۃ فی کتاب اللہ فامرنا بھا رسول اللہ ثم لم تتنزل اٰیۃ تنسخ متعۃ الحج ولم ینہ عنھا رسول اللہ حتّٰی مات قال رجل برایہ بعد ما شاء۔

(صحیح مسلم ج ۱ ۔ ص۴۷۴)

حج تمتع کی آیت قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ پھر ایسی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جو حج تمتع کو منسوخ کر دے اور نہ پیغمبرؐ نے مرتے دم تک اس سے کبھی روکا۔ البتہ بعد میں ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کر دیا۔

نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمر ہیں جنہوں نے بعض مصالح کی بناء پر اس سے منع کر دیا۔ اور حضرت عثمان بھی اسی منع پر کاربند رہے۔ مگر امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب حکم خدا و عمل پیغمبرؐ کے مطابق حج تمتع ہی بجا لاتے رہے۔ اور حضرت عثمان نے روکنا چاہا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنتِ پیغمبرؐ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے تحریر کیا ہے :۔

قال اختلف علی وعثمان وھما بعسفان فی المتعۃ فقال علی ما تریدان تنھی عن امر فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عثمان دعنی عنک۔

(صحیح بخاری پ ۶، ص۸۲)

(راوی کا بیان ہے کہ) حضرت علیؑ اور حضرت عثمان نے مقام عسفان میں حج تمتع کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تمہارا مطلب کیا ہے کہ تم اس کام سے منع کرتے ہو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا۔ حضرت عثمان نے (لاجواب ہو کر) کہا کہ یہ بحث جانے دیجیئے۔

بہرحال حج ایک ایسا فریضہ ہے جس سے انسان کی زندگی پر اثر پڑتا اور اس کے افکار و اعمال میں ضبط و انضباط پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حج کے سلسلہ میں جو خواہشات ترک کیئے جاتے ہیں اس سے صبر و تحمل اور ضبطِ نفس کی مشق ہوتی ہے جو برائیوں سے محفوظ رہنے کا پیش خیمہ ہے۔ اور سفر کی سختیوں اور صعوبتوں کو جھیلنے سے سستی و سہل انگاری، مستعدی و آمادگی سے بدل جاتی ہے۔ اور دل و دماغ میں ایسے تاثرات پیدا ہوتے ہیں جو ایک طرف مبداء سے وابستہ کرتے ہیں تو دوسری طرف معاد کا تصور تازہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان میقات پر پہنچ کر احرام باندھتا ہے اور زبان سے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک۔ (حاضر ہوں بارِ الٰہا! میں حاضر ہوں۔ تو لاشریک ہے میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں) کہتا ہے تو یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح آج احرام لپیٹے گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑ کر اس کی آواز پر لبیک کہہ رہا ہے اسی طرح ایک دن وہ ہو گا جب احرام کے بجائے کفن لپیٹے اس دنیا سے منہ موڑ کر داعی موت کی پکار پر لبیک کہے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا اور جب احرام باندھے ہوئے عرفات میں پہنچتا ہے تو یہ منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ تا حدِ نگاہ لوگوں کا جمگھٹا جن کا پہناوا ایک، لباس ایک، وضع قطع ایک، نہ غربت و امارت کا امتیاز، نہ چھوٹے اور بڑے کا فرق، سب دست بدعا۔ ہر ایک کی زبان پر توبہ و استغفار، ہر ایک اپنے گناہوں پر

پشیمان اور عفو و آمرزش کا طلب گار، ہر ایک امید و بیم کے سنگم پر ایستادہ، ہر شخص فریاد کناں، ہر شخص گھبرایا ہوا اور سہما ہوا۔ ایک دوسرے کی خبر نہیں۔ نفسا نفسی کا عالم، اس پر گرمی کا تڑاقہ، لوؤں کا زور، جھلسا دینے والے بادِ سموم کے جھونکے۔ نہ سر چھپانے کی جگہ نہ سایہ کرنے کی اجازت جسے دیکھ کر حشر کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ اور جب اس مرحلہ سے فارغ ہو کر مشعر الحرام کی طرف آتا ہے تو دھوپ سے سنولایا ہوا چہرہ، شاداب اور دھڑکتا ہوا دل مطمئن اس لئے کہ حرم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ جو نجات و کامرانی کے لئے ایک نیک فال ہے۔ پھر مشعر الحرام سے منیٰ میں آتا ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاسی میں رمی جمرات کرتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مقام پر شیطان پر پتھر مارے تھے۔ تو گویا وہ اپنے اس عمل سے شیطان کو اپنے سے ہنکاتا اور دور کرتا ہے پھر قربانی کرتا ہے۔ یہ عمل نفس امارہ کو کچلنے اور نفسانی خواہشات کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

واذبح حنجرة الھوی والطمع عند الذبیحة۔	ذبح کے وقت نفسانی خواہشات اور حرص و طمع کا گلا کاٹ دو۔"

پھر خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے تو اس طوافِ ظاہری سے طوافِ باطنی کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ جسم مادی گھر کا طواف کرتا ہے اور قلب و روح رب البیت کا طواف کرتے ہیں۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا اور اس کی جانب بڑھتا ہے کہ اگر پہلی مرتبہ رحم نہیں کرے گا تو دوسری مرتبہ، آخر کب تک اس کی رحمت جوش میں نہ آئے گی اور حیرانی و سراسیمگی کو اپنے دامن میں پناہ نہ دے گی۔ اور سنگِ اسود کو بوسہ دیتا ہے تو گویا یہ پیمان کرتا ہے کہ اب اسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھوں گا جسے قدرت نے نصب کیا ہو چاہے وہ پتھر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر حج ان احساسات کو بیدار نہ کرے تو وہ ایک بے روح عمل ہے جو انسان کے اخلاق و اعمال میں تبدیلی پیدا نہیں کرے گا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

عید الاضحیٰ اور روزِ جمعہ کی دُعا

اَللّٰهُمَّ هٰذَا يَوْمٌ مُبَارَكٌ مَيْمُونٌ وَالْمُسْلِمُونَ فِيهِ مُجْتَمِعُونَ فِي أَقْطَارِ أَرْضِكَ يَشْهَدُ السَّائِلُ مِنْهُمْ وَالطَّالِبُ وَالرَّاغِبُ وَالرَّاهِبُ وَأَنْتَ النَّاظِرُ فِي حَوَائِجِهِمْ فَأَسْأَلُكَ	بارِ الٰہا! یہ مبارک و مسعود دن ہے جس میں مسلمان معمورہ زمین کے ہر گوشہ میں مجتمع ہیں۔ ان میں سائل بھی ہیں اور طلب گار بھی۔ ملتجی بھی ہیں اور خوف زدہ بھی، وہ سب ہی تیری بارگاہ میں حاضر ہیں اور تو ہی ان کی حاجتوں پر نگاہ رکھنے والا ہے۔ لہٰذا میں تیرے

بِجُوْدِكَ وَكَرَمِكَ وَهَوَانِ مَا
سَأَلْتُكَ عَلَيْكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَاٰلِهٖ وَاَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا بِاَنَّ
لَكَ الْمُلْكَ وَلَكَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ
اَنْتَ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ
ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ مَهْمَا قَسَمْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ
الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ خَيْرٍ اَوْ عَافِيَةٍ اَوْ
بَرَكَةٍ اَوْ هُدًى اَوْ عَمَلٍ بِطَاعَتِكَ
اَوْ خَيْرٍ تَمُنُّ بِهٖ عَلَيْهِمْ تَهْدِيْهِمْ بِهٖ
اِلَيْكَ اَوْ تَرْفَعُ لَهُمْ عِنْدَكَ دَرَجَةً
اَوْ تُعْطِيْهِمْ بِهٖ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ وَاَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِاَنَّ لَكَ
الْمُلْكَ وَالْحَمْدَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ
تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَحَبِيْبِكَ
وَصِفْوَتِكَ وَخِيَرَتِكَ مِنْ
خَلْقِكَ وَعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ الْاَبْرَارِ
الطَّاهِرِيْنَ الْاَخْيَارِ صَلٰوةً لَا
يَقْوٰى عَلٰٓى اِحْصَآئِهَا اِلَّا اَنْتَ
وَاَنْ تُشْرِكَنَا فِيْ صَالِحِ مَنْ
دَعَاكَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ مِنْ عِبَادِكَ
الْمُؤْمِنِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ وَاَنْ
تَغْفِرَ لَنَا وَلَهُمْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ
تَعَمَّدْتُ بِحَاجَتِيْ وَبِكَ اَنْزَلْتُ
الْيَوْمَ فَقْرِيْ وَفَاقَتِيْ وَمَسْكَنَتِيْ

جود و کرم کو دیکھتے ہوئے اور اس خیال سے کہ میری
حاجت براری تیرے لئے آسان ہے تجھ سے سوال
کرتا ہوں کہ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر۔ اے اللہ! اے ہم سب کے پروردگار! جب کہ
تیرے ہی لئے بادشاہی اور تیرے ہی لئے حمد و
ستائش ہے۔ اور کوئی معبود نہیں تیرے علاوہ، جو
بُردبار، کریم، مہربانی کرنے والا، نعمت بخشنے والا
بزرگی و عظمت والا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے
والا ہے تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب بھی
تو اپنے ایمان والے بندوں میں نیکی یا عافیت یا
خیر و برکت یا اپنی اطاعت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق
تقسیم فرمائے یا ایسی بھلائی جس سے تو اُن پر احسان
کرے اور انہیں اپنی طرف رہنمائی فرمائے یا اپنے ہاں
ان کا درجہ بلند کرے یا دنیا و آخرت کی بھلائی میں
سے کوئی بھلائی انہیں عطا کرے تو اس میں میرا حصہ
و نصیب فراواں کر۔ اے اللہ! تیرے ہی لئے جہاں
داری اور تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے۔ اور کوئی
معبود نہیں تیرے سوا۔ لہٰذا میں تجھ سے سوال کرتا
ہوں کہ تو رحمت نازل فرما اپنے عبد، رسولؐ، حبیبؐ،
منتخب اور برگزیدہ خلائق محمدؐ پر اور اُن کے
اہل بیت پر جو نیکوکار، پاک و پاکیزہ اور بہترین
خلق ہیں۔ ایسی رحمت جس کے شمار پر تیرے علاوہ
کوئی قادر نہ ہو۔ اور آج کے دن تیرے ایمان لانے
والے بندوں میں سے جو بھی تجھ سے کوئی نیک دعا
مانگے تو ہمیں اس میں شریک کر دے اے تمام جہانوں
کے پروردگار، اور ہمیں اور ان سب کو بخش دے
اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! میں اپنی

فَاِنِّیْ بِمَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ
اَوْثَقُ مِنِّیْ بِعَمَلِیْ وَلَمَغْفِرَتُكَ
وَرَحْمَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ
فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
وَتَوَلَّ قَضَآءَ كُلِّ حَاجَةٍ هِیَ
لِیْ بِقُدْرَتِكَ عَلَیْهَا وَتَیْسِیْرِ
ذٰلِكَ عَلَیْكَ وَبِفَقْرِیْ اِلَیْكَ وَ
غِنَاكَ عَنِّیْ فَاِنِّیْ لَمْ اُصِبْ
خَیْرًا قَطُّ اِلَّا مِنْكَ وَلَمْ یَصْرِفْ
عَنِّیْ سُوْٓءً قَطُّ اَحَدٌ غَیْرُكَ وَ
لَا اَرْجُوْ لِاَمْرِ اٰخِرَتِیْ وَدُنْیَایَ
سِوَاكَ اَللّٰهُمَّ مَنْ تَهَیَّاَ وَتَعَبَّاَ
وَاَعَدَّ وَاسْتَعَدَّ لِوِفَادَةٍ اِلٰی
مَخْلُوْقٍ رَجَآءَ رِفْدِهٖ وَنَوَافِلِهٖ
وَطَلَبَ نَیْلِهٖ وَجَآئِزَتِهٖ فَاِلَیْكَ
یَا مَوْلَایَ كَانَتِ الْیَوْمَ تَهْیِئَتِیْ
وَتَعْبِئَتِیْ وَاِعْدَادِیْ وَاسْتِعْدَادِیْ
رَجَآءَ عَفْوِكَ وَرِفْدِكَ وَطَلَبَ
نَیْلِكَ وَجَآئِزَتِكَ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تُخَیِّبِ
الْیَوْمَ ذٰلِكَ مِنْ رَجَآئِیْ یَا مَنْ لَّا
یُحْفِیْهِ سَآئِلٌ وَّلَا یَنْقُصُهٗ نَآئِلٌ
فَاِنِّیْ لَمْ اٰتِكَ ثِقَةً مِّنِّیْ بِعَمَلٍ
صَالِحٍ قَدَّمْتُهٗ وَلَا شَفَاعَةِ
مَخْلُوْقٍ رَجَوْتُهٗ اِلَّا شَفَاعَةَ
مُحَمَّدٍ وَّاَهْلِ بَیْتِهٖ صَلَوَاتُكَ
عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ سَلَامُكَ اَتَیْتُكَ

حاجتیں تیری طرف لایا ہوں اور اپنے فقر و فاقہ و
احتیاج کا بارِ گراں تیرے در پر لا اتارا ہے اور میں
اپنے عمل سے کہیں زیادہ تیری آمرزش و رحمت پر
مطمئن ہوں اور بے شک تیری مغفرت و رحمت کا
دامن میرے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ لہٰذا
تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری ہر
حاجت تو ہی برلا۔ اپنی اس قدرت کی بدولت جو تجھے
اس پر حاصل ہے اور یہ تیرے لئے سہل و آسان
ہے اور اس لئے کہ میں تیرا محتاج اور تو مجھ سے بے
نیاز ہے۔ اور اس لئے کہ میں کسی بھلائی کو حاصل نہیں
کر سکا مگر تیری جانب سے اور تیرے سوا کوئی مجھ
سے دُکھ درد دُور نہیں کر سکا۔ اور میں دنیا و
آخرت کے کاموں میں تیرے علاوہ کسی سے اُمید
نہیں رکھتا۔ اے اللہ! جو کوئی صلہ و عطا کی اُمید اور
بخشش و انعام کی خواہش لے کر کسی مخلوق کے پاس
جانے کے لئے کمربستہ و آمادہ اور تیار و مستعد ہو تو
اے میرے مولا و آقا! آج کے دن میری آمادگی و
تیاری اور سرو سامان کی فراہمی و مستعدی تیرے عفو و
عطا کی اُمید اور بخشش و انعام کی طلب کے لئے
ہے۔ لہٰذا اے میرے معبود! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما اور آج کے دن میری امیدوں میں
مجھے ناکام نہ کر۔ اے وُہ جو مانگنے والے کے ہاتھوں تنگ
نہیں ہوتا۔ اور نہ بخشش و عطا سے جس کے ہاں کمی
ہوتی ہے۔ میں اپنے کسی عملِ خیر پر جسے آگے بھیجا ہو
اور سوائے محمدؐ اور اُن کے اہل بیت صلوات اللہ علیہ و
علیہم کی شفاعت کے کسی مخلوق کی سفارش پر جس کی امید
رکھی ہو اطمینان کرتے ہوئے تیری بارگاہ میں حاضر

مُقِرًّا بِالْجُرْمِ وَالْإِسَائَةِ إِلٰى نَفْسِيْ
أَتَيْتُكَ أَرْجُوْا عَظِيْمَ عَفْوِكَ الَّذِيْ
عَفَوْتَ بِهٖ عَنِ الْخَاطِئِيْنَ ثُمَّ
لَمْ يَمْنَعْكَ طُوْلُ عُكُوْفِهِمْ عَلٰى
عَظِيْمِ الْجُرْمِ أَنْ عُدْتَ عَلَيْهِمْ
بِالرَّحْمَةِ وَالْمَغْفِرَةِ فَيَا مَنْ
رَحْمَتُهٗ وَاسِعَةٌ وَعَفْوُهٗ عَظِيْمٌ
يَا عَظِيْمُ يَا عَظِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا كَرِيْمُ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَعُدْ
عَلَيَّ بِرَحْمَتِكَ وَتَعَطَّفْ عَلَيَّ
بِفَضْلِكَ وَتَوَسَّعْ عَلَيَّ بِمَغْفِرَتِكَ
اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا الْمَقَامَ لِخُلَفَائِكَ
وَأَصْفِيَائِكَ وَمَوَاضِعَ أُمَنَائِكَ
فِي الدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ الَّتِيْ اخْتَصَصْتَهُمْ
بِهَا قَدِ ابْتَزُّوْهَا وَأَنْتَ الْمُقَدِّرُ
لِذٰلِكَ لَا يُغَالَبُ أَمْرُكَ وَلَا يُجَاوَزُ
الْمَحْتُوْمُ مِنْ تَدْبِيْرِكَ كَيْفَ شِئْتَ
وَأَنّٰى شِئْتَ وَلِمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ غَيْرُ
مُتَّهَمٍ عَلٰى خَلْقِكَ وَلَا لِإِرَادَتِكَ
حَتّٰى عَادَ صِفْوَتُكَ وَخُلَفَاؤُكَ
مَغْلُوْبِيْنَ مَقْهُوْرِيْنَ مُبْتَزِّيْنَ
يَرَوْنَ حُكْمَكَ مُبَدَّلًا وَكِتَابَكَ
مَنْبُوْذًا وَفَرَائِضَكَ مُحَرَّفَةً
عَنْ جِهَاتِ أَشْرَاعِكَ وَسُنَنَ
نَبِيِّكَ مَتْرُوْكَةً اَللّٰهُمَّ الْعَنْ
أَعْدَائَهُمْ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَ
الْآخِرِيْنَ وَمَنْ رَضِيَ بِفِعَالِهِمْ وَ

نہیں ہوا۔ میں تو اپنے گناہ اور اپنے حق میں برائی کا اقرار
کرتے ہوئے تیرے پاس حاضر ہوا ہوں۔ درآنحالیکہ میں
تیرے اس عفوِ عظیم کا امیدوار ہوں جس کے ذریعہ تو
نے خطا کاروں کو بخش دیا۔ پھر یہ کہ اُن کا بڑے
بڑے گناہوں پر عرصہ تک جمے رہنا تجھے اُن پر
مغفرت و رحمت کی احسان فرمائی سے مانع نہ ہوا
اے وہ جس کی رحمت وسیع اور عفو و بخشش عظیم ہے
اے بزرگ! اے عظیم!! اے بخشندہ! اے کریم!!
محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی رحمت
سے مجھ پر احسان اور اپنے فضل و کرم کے ذریعہ مجھ
پر مہربانی فرما اور میرے حق میں دامنِ مغفرت کو
وسیع کر۔ بارالہا! یہ مقام (خطبہ و امامتِ نمازِ جمعہ)
تیرے جانشینوں اور برگزیدہ بندوں کے لئے تھا
اور تیرے امانتداروں کا محل تھا درآنحالیکہ تو نے
اس بلند منصب کے ساتھ انہیں مخصوص کیا تھا۔
(غصب کرنے والوں نے) اسے چھین لیا۔ اور تو
ہی روزِ ازل سے اس چیز کا مقدر کرنے والا ہے۔
نہ تیرا امر و فرمان مغلوب ہو سکتا ہے اور نہ تیری قطعی
تدبیر (قضا و قدر) سے جس طرح تو نے چاہا ہو اور جس
وقت چاہا ہو تجاوز ممکن ہے۔ اس مصلحت کی وجہ سے
جسے تو ہی بہتر جانتا ہے۔ بہرحال تیری تقدیر اور
تیرے ارادہ و مشیئت کی نسبت تجھ پر الزام عائد نہیں
ہو سکتا۔ یہاں تک کہ (اس غصب کے نتیجہ میں)
تیرے برگزیدہ اور جانشین مغلوب و مقہور ہو گئے،
اور اُن کا حق اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ وہ دیکھ
رہے ہیں کہ تیرے احکام بدل دیئے گئے۔ تیری کتاب
پسِ پشت ڈال دی گئی۔ تیرے فرائض و واجبات تیرے

وَاَشْيَاعَهُمْ وَاَتْبَاعَهُمْ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّكَ
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ كَصَلَوٰتِكَ وَبَرَكَاتِكَ
وَتَحِيَّاتِكَ عَلٰى اَصْفِيَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ
وَاٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَعَجِّلِ الْفَرَجَ وَالرَّوْحَ
وَالنُّصْرَةَ وَالتَّمْكِيْنَ وَالتَّاْيِيْدَ
لَهُمْ اَللّٰهُمَّ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَهْلِ
التَّوْحِيْدِ وَالْاِيْمَانِ بِكَ وَالتَّصْدِيْقِ
بِرَسُوْلِكَ وَالْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ حَتَمْتَ
طَاعَتَهُمْ مِمَّنْ يَجْرِيْ ذٰلِكَ بِهٖ
وَعَلٰى يَدَيْهِ اٰمِيْنَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ لَيْسَ يَرُدُّ غَضَبَكَ اِلَّا
حِلْمُكَ وَلَا يَرُدُّ سَخَطَكَ اِلَّا
عَفْوُكَ وَلَا يُجِيْرُ مِنْ عِقَابِكَ اِلَّا
رَحْمَتُكَ وَلَا يُنْجِيْنِيْ مِنْكَ اِلَّا
التَّضَرُّعُ اِلَيْكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ
هَبْ لَنَا يَآ اِلٰهِيْ مِنْ لَّدُنْكَ فَرَجًا
بِالْقُدْرَةِ الَّتِيْ بِهَا تُحْيِيْ اَمْوَاتَ
الْعِبَادِ وَبِهَا تَنْشُرُ مَيْتَ الْبِلَادِ وَ
لَا تُهْلِكْنِيْ يَآ اِلٰهِيْ غَمًّا حَتّٰى
يَسْتَجِيْبَ لِيْ وَتُعَرِّفَنِيْ
الْاِجَابَةَ فِيْ دُعَآئِيْ وَاَذِقْنِيْ
طَعْمَ الْعَافِيَةِ اِلٰى مُنْتَهٰى
اَجَلِيْ وَلَا تُشْمِتْ بِيْ عَدُوِّيْ
وَلَا تُمَكِّنْهُ مِنْ عُنُقِيْ وَلَا
تُسَلِّطْهُ عَلَيَّ اِلٰهِيْ اِنْ رَفَعْتَنِيْ

واضح مقاصد سے ہٹا دیئے گئے اور تیرے نبیؐ کے
طور وطریقے متروک ہوگئے۔ بارِ الٰہا! تو ان برگزیدہ
بندوں کے اگلے اور پچھلے دشمنوں پر اور اُن پر جو ان
دشمنوں کے عمل و کردار پر راضی و خوشنود ہوں اور
جو ان کے تابع اور پیروکار ہوں لعنت فرما۔ اے اللہ!
محمدؐ اور ان کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما" بے شک
تو قابلِ حمد و ثنا بزرگی والا ہے" جیسی رحمتیں برکتیں
اور سلام تو نے اپنے منتخب و برگزیدہ ابراہیمؑ اور
آلِ ابراہیم پر نازل کئے ہیں۔ اور اُن کے لئے کشائش
راحت، نصرت، غلبہ اور تائید میں تعجیل فرما۔ بارالٰہا!
مجھے توحید کا عقیدہ رکھنے والوں، تجھ پر ایمان
لانے والوں اور تیرے رسولؐ اور ان آئمہ کی
تصدیق کرنے والوں میں سے قرار دے جن کی اطاعت
کو تُو نے واجب کیا ہے۔ ان لوگوں میں سے جن کے
وسیلہ اور جن کے ہاتھوں سے (توحید، ایمان اور
تصدیق) یہ سب چیزیں جاری کرے۔ میری دُعا کو
قبول فرما اے تمام جہانوں کے پروردگار! ——
بارِ الٰہا! تیرے حلم کے سوا کوئی چیز تیرے غضب کو
ٹال نہیں سکتی اور تیرے عفو و درگذر کے سوا کوئی چیز
تیری ناراضگی کو پلٹا نہیں سکتی اور تیری رحمت کے
سوا کوئی چیز تیرے عذاب سے پناہ نہیں دے سکتی
اور تیری بارگاہ میں گڑگڑاہٹ کے علاوہ کوئی چیز
تجھ سے رہائی نہیں دے سکتی۔ لہٰذا تُو محمدؐ اور اُن
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی اس قدرت سے
جس سے تُو مردوں کو زندہ اور بنجر زمینوں کو شاداب
کرتا ہے۔ مجھے اپنی جانب سے غم و اندوہ
سے چھٹکارا دے۔ بارِ الٰہا! جب تک تو میری دُعا

فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَضَعُنِيْ وَ اِنْ
وَضَعْتَنِيْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَرْفَعُنِيْ
وَاِنْ اَكْرَمْتَنِيْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ
يُهِيْنُنِيْ وَاِنْ اَهَنْتَنِيْ فَمَنْ ذَا
الَّذِيْ يُكْرِمُنِيْ وَاِنْ عَذَّبْتَنِيْ فَمَنْ
ذَا الَّذِيْ يَرْحَمُنِيْ وَاِنْ اَهْلَكْتَنِيْ
فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْرِضُ لَكَ فِيْ عَبْدِكَ
اَوْ يَسْأَلُكَ عَنْ اَمْرِهٖ وَ قَدْ
عَلِمْتُ اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْ حُكْمِكَ ظُلْمٌ
وَلَا فِيْ نِقْمَتِكَ عَجَلَةٌ وَ اِنَّمَا
يَعْجَلُ مَنْ يَخَافُ الْفَوْتَ وَ
اِنَّمَا يَحْتَاجُ اِلَى الظُّلْمِ الضَّعِيْفُ
وَقَدْ تَعَالَيْتَ يَا اِلٰهِيْ عَنْ ذٰلِكَ
عُلُوًّا كَبِيْرًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تَجْعَلْنِيْ
لِلْبَلَاۤءِ غَرَضًا وَلَا لِنَقِمَتِكَ نَصَبًا
وَمَهِّلْنِيْ وَنَفِّسْنِيْ وَ اَقِلْنِيْ
عَثْرَتِيْ وَلَا تَبْتَلِيَنِّيْ بِبَلَاۤءٍ عَلٰى
اَثَرِ بَلَاۤءٍ فَقَدْ تَرٰى ضَعْفِيْ وَقِلَّةَ
حِيْلَتِيْ وَتَضَرُّعِيْ اِلَيْكَ اَعُوْذُ بِكَ
اَللّٰهُمَّ الْيَوْمَ مِنْ غَضَبِكَ فَصَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَعِذْنِيْ وَ
اَسْتَجِيْرُ بِكَ الْيَوْمَ مِنْ سَخَطِكَ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَجِرْنِيْ
وَاَسْئَلُكَ اَمْنًا مِنْ عَذَابِكَ
فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاٰمِنِّيْ
وَاَسْتَهْدِيْكَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

قبول نہ فرمائے اور اس کی قبولیت سے آگاہ نہ کرے
مجھے غم و اندوہ سے ہلاک نہ کرنا، اور زندگی کے آخری
لمحوں تک مجھے صحت و عافیت کی لذت سے شادکام
رکھنا۔ اور دشمنوں کو (میری حالت پر) خوش ہونے اور
میری گردن پر سوار اور مجھ پر مسلط ہونے کا موقعہ نہ
دینا۔ بارالٰہا! اگر تو مجھے بلند کرے تو کون پست
کرسکتا ہے، اور تو پست کرے تو کون بلند کرسکتا ہے
اور تو عزت بخشے تو کون ذلیل کرسکتا ہے، اور تو
ذلیل کرے تو کون عزت دے سکتا ہے۔ اور تو
مجھ پر عذاب کرے تو کون مجھ پر ترس کھاسکتا ہے
اور اگر تو ہلاک کرے تو کون تیرے بندے کے بارے
میں تجھ پر معترض ہوسکتا ہے یا اس کے متعلق تجھ
سے کچھ پوچھ سکتا ہے۔ اور مجھے خوب علم ہے کہ
تیرے فیصلہ میں نہ ظلم کا شائبہ ہوتا ہے اور نہ سزا
دینے میں جلدی ہوتی ہے۔ جلدی تو وہ کرتا ہے جسے
موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو اور ظلم
کی اسے حاجت ہوتی ہے جو کمزور و ناتواں ہو۔ اور
تو اے میرے معبود! ان چیزوں سے بہت بلند و برتر
ہے۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل
فرما اور مجھے بلاؤں کا نشانہ اور اپنی عقوبتوں کا ہدف
نہ قرار دے۔ مجھے مہلت دے اور میرے رنج و
غم کو دور کر، میری لغزشوں کو معاف کردے اور
مجھے ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت میں مبتلا
نہ کر۔ کیونکہ تو میری ناتوانی، بے چارگی اور اپنے
حضور میری گڑگڑاہٹ کو دیکھ رہا ہے۔ بارالٰہا!
میں آج کے دن تیرے غضب سے تیرے ہی دامن
میں پناہ مانگتا ہوں۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل

وَّ اٰلِهٖ وَاهْدِنِیْ وَاَسْتَنْصِرُكَ
فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَانْصُرْنِیْ
وَاَسْتَرْحِمُكَ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهٖ وَارْحَمْنِیْ وَاَسْتَكْفِیْكَ فَصَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاكْفِنِیْ وَ
اَسْتَرْزِقُكَ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَارْزُقْنِیْ وَاَسْتَعِیْنُكَ
فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَعِنِّیْ
وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا سَلَفَ مِنْ
ذُنُوْبِیْ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاغْفِرْ لِیْ وَاَسْتَعْصِمُكَ
فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
اعْصِمْنِیْ فَاِنِّیْ لَنْ اَعُوْدَ لِشَیْءٍ
كَرِهْتَهٗ مِنِّیْ اِنْ شِئْتَ ذٰلِكَ
یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا حَنَّانُ
یَا مَنَّانُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ
الْاِكْرَامِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهٖ وَاسْتَجِبْ لِیْ جَمِیْعَ مَا
سَاَلْتُكَ وَطَلَبْتُ اِلَیْكَ وَ
رَغِبْتُ فِیْهِ اِلَیْكَ وَاَرِدْهُ وَ
قَدِّرْهُ وَاقْضِهٖ وَاَمْضِهٖ وَ
خِرْلِیْ فِیْمَا تَقْضِیْ مِنْهُ
وَبَارِكْ لِیْ فِیْ ذٰلِكَ وَتَفَضَّلْ
عَلَیَّ بِهٖ وَاَسْعِدْنِیْ بِمَا
تُعْطِیْنِیْ مِنْهُ وَزِدْنِیْ
مِنْ فَضْلِكَ وَسَعَةِ
مَا عِنْدَكَ فَاِنَّكَ وَاسِعٌ

فرما اور مجھے پناہ دے اور میں آج کے دن تیری
ناراضگی سے امان چاہتا ہوں۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ
پر رحمت نازل فرما اور مجھے امان دے اور تیرے
عذاب سے امن کا طلب گار ہوں۔ تو رحمت نازل
فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور مجھے (عذاب سے) مطمئن
کر دے۔ اور تجھ سے ہدایت کا خواستگار ہوں۔ تو
رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آل پر اور مجھے ہدایت
فرما۔ اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما
محمدؐ اور اُن کی آل پر اور میری مدد فرما۔ اور تجھ سے رحم
کی درخواست کرتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمد اور
اُن کی آلؑ پر اور مجھ پر رحم کر۔ اور تجھ سے بے نیازی
کا سوال کرتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمد اور اُن کی
آلؑ پر اور مجھے بے نیاز کر دے اور تجھ سے روزی کا
سوال کرتا ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمد اور اُن کی آلؑ
پر اور مجھے روزی دے۔ اور تجھ سے کمک کا طالب ہوں
تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری
کمک فرما۔ اور گزشتہ گناہوں کی آمرزش کا
خواستگار ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمد اور اُن کی
آلؑ پر اور مجھے بخش دے۔ اور تجھ سے (گناہوں
کے بارے میں) بچاؤ کا خواہاں ہوں۔ تو رحمت نازل
فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے (گناہوں سے) بچائے
رکھ۔ اس لئے کہ اگر تیری مشیت شامل حال رہی تو
کسی ایسے کام کا جسے تو مجھ سے ناپسند کرتا ہو۔
مرتکب نہ ہوں گا۔ اے میرے پروردگار۔ اے میرے
پروردگار! اے مہربان، اے نعمتوں کے بخشنے والے
اے جلالت و بزرگی کے مالک تو رحمت نازل فرما محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر، اور جو کچھ میں نے مانگا اور جو کچھ

كَرِيْمٌ وَصِلْ ذٰلِكَ
بِخَيْرِ الْاٰخِرَةِ وَنَعِيْمِهَا
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔
ثم
تدعوا بما
بدالك
وتصلّى
على
محمد و آله
الف
مرّة
هكذا
كان
يفعل۔

طلب کیا ہے اور جن چیزوں کے حصول کے لئے تیری بارگاہ کا رُخ کیا ہے۔ اُن سے اپنا ارادہ، حکم اور فیصلہ متعلق کر اور انہیں جاری کر دے۔ اور جو بھی فیصلہ کرے اس میں میرے لئے بھلائی قرار دے اور مجھے اس میں برکت عطا کر اور اس کے ذریعہ مجھ پر احسان فرما۔ اور جو عطا فرمائے اس کے وسیلہ سے مجھے خوش بخت بنا دے اور میرے لئے اپنے فضل و کشائش کو جو تیرے پاس ہے زیادہ کر دے اس لئے کہ تُو تو نگر و کریم ہے۔ اور اس کا سلسلہ آخرت کی خیر و نیکی اور وہاں کی نعمتِ فراواں سے ملا دے۔ اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اس کے بعد جو چاہو دُعا مانگو اور ہزار مرتبہ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر درود بھیجو کہ امام علیہ السلام ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت یہ دعا روزِ جمعہ اور عید الاضحیٰ کے موقعہ پر پڑھتے تھے۔ روزِ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن مسلمان نماز کے لئے ایک مقام پر مجتمع ہوتے ہیں۔ اور اضحیٰ، اضحاۃ کی جمع ہے۔ اور اضحاۃ اُس بکری، دنبہ بھیڑ وغیرہ کو کہتے ہیں جو حج کے موقع پر ذبح کی جاتی ہے۔ اس ذبح کی بنیاد اس طرح پڑی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب کے ذریعہ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح پر مامور ہوئے تو وُہ اپنی تمناؤں کے مرکز اور دعاؤں کے حاصل کو خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور حضرت اسمٰعیل کو کہ جن کا سن اس وقت صرف تیرہ سال کا تھا بلا کر کہا کہ اے فرزند! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصّٰبرین۔ "بابا آپ کو جو حکم ہوا ہے اس کو بجا لائیے۔ آپ انشاء اللہ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔" جب اسمٰعیل کو بھی آمادہ پایا تو رسّی اور چھری لے کر قربان گاہِ محبت پر اپنی متاعِ عزیز کی قربانی کے لئے آ گئے۔ اور اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹا دیا۔ کیا بعید ہے کہ اس موقع پر آسمان کانپا اور زمین تھرائی ہو، مگر حضرت ابراہیمؑ کا نہ ہاتھ کانپا اور نہ دل دھڑکا۔ بلکہ بڑے اطمینان سے اپنے جگر گوشہ کے حلقوم پر چھری رکھ دی اور قریب تھا کہ اسمٰعیلؑ ذبح ہو جاتے کہ قد صدّقت الرّءیا۔ "تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔"

کی آواز نے اسمٰعیل کو بچا لیا اور اُن کے لئے دُنبہ ذبح ہوگیا۔ اور اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ عیدِ اضحیٰ اسی واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہے۔ چنانچہ اس دن گائے، بکری، دنبہ وغیرہ کی قربانی دے کر اس قربانی کی یاد کو قائم کیا جاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے اس دعا میں چند امور واضح طور سے بیان فرمائے ہیں:۔

(۱) نمازِ جمعہ اور نماز عیدین کی امامت ائمہ اہلبیتؑ سے مخصوص ہے اور ان کی موجودگی میں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ وظائف امامت سرانجام دے۔ چنانچہ عبداللہ ابن دینار نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

یا عبد اللہ ما من عید للمسلمین اضحیٰ ولا فطر الا یجدد لآلِ محمدؐ فیہ حزن قلت ولِمَ ذٰلک؟ قال لانھم یرون حقھم فی ید غیرھم۔

اے عبداللہ مسلمانوں کی عید اضحیٰ ہو یا عیدِ فطر اس میں آلِ محمدؐ کا غم وحزن تازہ ہو جاتا ہے۔ (عبداللہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ یہ کس لئے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ اپنے حق کو اغیار کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔"

اسی طرح نمازِ جمعہ کی امامت کا حق بھی امام یا اُس شخص کے علاوہ جسے امام مامور فرمائے کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا البتہ زمانۂ غیبت میں جب کہ امام تک دسترس نہیں ہے۔ نماز جمعہ واجب تخییری ہے۔ یعنی چاہے نماز جمعہ پڑھے چاہے نمازِ ظہر لیکن نمازِ جمعہ افضل ہے اور نماز عید مستحب ہے۔ خواہ جماعت سے ہو یا فرادی۔ اس لئے کہ نمازِ عید کے ساتھ کوئی اور فرد نہیں ہے کہ واجب تخییری صورت پذیر ہو سکے بخلاف نماز جمعہ کے کہ اس کے ساتھ دوسری فردِ ظہر موجود ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے شرائط وجوب میں سے ایک شرط حضورِ امام بھی ہے اور درصورتیکہ یہ شرط نہ پائی جائے تو وجوب باقی نہ رہے گا۔ اس لئے علماء نماز عیدین کے استحباب کے قائل ہیں لیکن جمعہ میں استحباب کے قائل اس لئے نہیں ہیں کہ جمعہ ظہر کے قائم مقام ہوتا ہے جس سے نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے اور واجب کا بدل مستحب نہیں ہو سکتا اور نہ دونوں کو بہ نیت وجوب جمع کیا جا سکتا ہے اس لئے ان دونوں میں سے ایک کو بہ نیت وجوب بجالانا کافی ہے۔ البتہ اس اعتبار سے جمعہ کو مستحب کہا جا سکتا ہے کہ یہ اپنی دوسری فردِ ظہر کے مقابلہ میں افضل ہے۔

(۲) خلافت وامامت کے صحیح ورثہ دار آئمہ اہلِ بیت ہیں۔ کیونکہ امامت کے شرائط میں سے افضلیت، عصمت اور منصوص ہونا ہے اور یہ شرائط ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی فردِ اوّل حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو پیغمبر اکرمؐ نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے اعلان سے اپنا جانشین مقرر کیا اور خلافت کے لئے نامزد فرمایا۔ مگر ہوا یہ کہ اس کے مقابلہ میں سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمہوریت کے نام پر خلیفۃ المسلمین منتخب کر لیا گیا لیکن جس جمہوریت پر خلافت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ وہ عوام میں جمہوریت کا احساس پیدا نہ کر سکی اور آخر اسے ملوکیت کے سامنے جھکنا پڑا اور قیصری وکسروی طرز کی حکومت دنیائے اسلام پر چھا گئی جس نے اپنے استحکام کے لئے ظلم وتشدد کا سہارا

لیا اور اس دورِ استبدادیت میں آئمہ اہلِ بیت میں سے کچھ حق کی خاطر قتل کئے گئے۔ کچھ زہر سے مارے گئے کچھ قید وبند میں ڈالے گئے اور ہر دور میں قہرمانی طاقتوں کا نشانہ بنتے رہے۔ مگر حق کی خاموش تبلیغ جو ان کا فریضہ منصبی تھا انجام دیتے رہے اور یہ اسی خاموش تبلیغ کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے نقوش صفحہ ہستی سے محو نہ ہو سکے۔ ورنہ کون سی کوشش تھی جو اسلام کے خدوخال کے بگاڑنے میں اٹھا رکھی ہو۔

(۳) پیغمبر اکرمؐ کے بعد شریعت کے نقش و نگار کو بگاڑ کر خود ساختہ شریعت کو کھڑا کر دیا گیا۔ خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت پس پشت ڈال دی گئی اور فرائض و واجبات ناقابلِ عمل قرار پا گئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:۔

قالت ام الدرداء دخل علی ابو الدرداء وھو مغضب فقلت ما اغضبک فقال واللہ ما اعرف من امر محمد شیئا الا انھم یصلون جمیعا۔

ام درداء کہتی ہیں کہ ابوالدرداء غصہ میں بھرے ہوئے میرے پاس آئے۔ میں نے کہا کہ یہ غصہ کس بنا پر ہے؟ کہا کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ سوا اس کے کہ لوگ ایک ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں۔"

دوسری روایت میں ہے:۔

عن انس قال ما اعرف شیئا مما کان علی عھد رسول اللہ ص قیل فالصلوۃ؟ قال الیس صنعتم ما صنعتم فیھا (صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۰۳)

انس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ رسالت کی ایک چیز کو بھی اس کی اصلی حالت پر نہیں پاتا۔ ان سے کہا گیا کہ نماز؟ کہا کہ نماز میں کیا تم نے وہ تصرفات نہیں کئے کہ جو تمہیں معلوم ہیں کہ کئے ہیں۔"

یہ ہے اعیانِ صحابہ میں سے حضرت ابوالدرداء اور انس بن مالک کی گواہی کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد شریعت میں ترمیم و تنسیخ شروع ہو گئی اور کوئی چیز اپنی اصلی صورت پر باقی نہ رہی۔ یہاں تک کہ نماز بھی تصرفات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ اور اس میں بھی تغیر و تبدل پیدا کر دیا گیا۔ یہ اجمال بہت سے تفصیلات کا آئینہ دار ہے۔

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

(۴) ان لوگوں پر جو مستحق لعنت ہیں لعنت کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور اس کا استحباب عید اضحیٰ کے مبارک موقعہ پر عمل امام سے ظاہر ہے اور اس کے جواز کے لئے قرآن و حدیث کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ لعنت دشنام نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن پر خدا دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب مہیا کیا ہے۔"

اسی طرح احادیث نبوی میں صفات کے اعتبار سے بھی لعنت وارد ہوئی ہے جیسے رشوت خوار، سود خوار، شراب خوار،

وغیرہ پر اور نام کے ساتھ بھی لعنت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں :-

ولکن رسول اللہ لعن ابا مروان ومروان فی صلبہ یفیض من لعنۃ اللہ۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۳۸)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروان کے باپ (حکم) پر لعنت کی اور مروان ان کی صلب میں تھا اور وہ بھی اللہ کی لعنت میں سے حصہ پا رہا تھا۔"

(۵) ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت واجب لازم ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :-

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔

"اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں۔"

اولی الامر وہی ہو سکتے ہیں جو پیغمبرؐ کے نمائندے اور ان کے قائم مقام ہوں تاکہ ان کی اطاعت پیغمبرؐ کی اطاعت کے ہمدوش قرار پا سکے اور جن کا دامن قرآن کی طرح پاک اور ہر رجس سے منزہ ہو تاکہ ان کی اطاعت میں ان کے دامن کی آلودگی مانع نہ ہو اور پیغمبر اسلام نے حدیث ثقلین انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔ (میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں) میں قرآن کی طرح اہل بیت کو بھی واجب الاطاعت قرار دیا ہے اور اسی اطاعت سے ہدایت کو وابستہ کیا ہے۔ اور جس اطاعت پر ہدایت منحصر ہو گی اس کے لزوم سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي دِفَاعِ كَيْدِ الْأَعْدَاءِ وَ رَدِّ بَأْسِهِمْ۔

دشمنوں کے مکر و فریب کے دفعیہ اور ان کی شدت و سختی کو دور کرنے کے لئے حضرتؑ کی دعا :-

إِلٰهِي هَدَيْتَنِي فَلَهَوْتُ وَ وَعَظْتَ فَقَسَوْتُ وَ أَبْلَيْتَ الْجَمِيلَ فَعَصَيْتُ ثُمَّ عَرَفْتُ مَا أَصْدَرْتَ إِذْ عَرَّفْتَنِيهِ فَاسْتَغْفَرْتُ فَأَقَلْتَ فَعُدْتُ فَسَتَرْتَ فَلَكَ إِلٰهِي الْحَمْدُ تَقَحَّمْتُ أَوْدِيَةَ الْهَلَاكِ وَحَلَلْتُ شِعَابَ تَلَفٍ تَعَرَّضْتُ فِيهَا لِسَطَوَاتِكَ

اے میرے معبود! تو نے میری رہنمائی کی مگر میں غافل رہا، تو نے پند و نصیحت کی مگر میں سخت دلی کے باعث متاثر نہ ہوا۔ تو نے مجھے عمدہ نعمتیں بخشیں، مگر میں نے نافرمانی کی۔ پھر یہ کہ جن گناہوں سے تو نے میرا رُخ موڑا جب کہ تو نے مجھے اس کی معرفت عطا کی تو میں نے (گناہوں کی برائی کو) پہچان کر توبہ و استغفار کی جس پر تو نے مجھے معاف کر دیا۔ اور پھر گناہوں کا مرتکب ہوا تو تو نے پردہ پوشی سے کام لیا اے میرے معبود! تیرے ہی لئے حمد و ثنا ہے۔ میں

وَ حُلُولِهَا عُقُوبَاتِكَ وَ وَسِيلَتِي
إِلَيْكَ التَّوْحِيدُ وَ ذَرِيعَتِي
أَنِّي لَمْ أُشْرِكْ بِكَ شَيْئاً
وَ لَمْ أَتَّخِذْ مَعَكَ إِلٰهاً وَ
قَدْ فَرَرْتُ إِلَيْكَ بِنَفْسِي وَ
إِلَيْكَ مَفَرُّ الْمُسِيءِ وَ مَفْزَعُ
الْمُضَيِّعِ لِحَظِّ نَفْسِهِ الْمُلْتَجِئِ
فَكَمْ مِنْ عَدُوٍّ انْتَضَى عَلَيَّ
سَيْفَ عَدَاوَتِهِ وَ شَحَذَ لِي
ظُبَةَ مُدْيَتِهِ وَ أَرْهَفَ لِي
شَبَا حَدِّهِ وَ دَافَ لِي قَوَاتِلَ
سُمُومِهِ وَ سَدَّدَ نَحْوِي
صَوَائِبَ سِهَامِهِ وَ لَمْ تَنَمْ
عَنِّي عَيْنُ حِرَاسَتِهِ وَ أَضْمَرَ
أَنْ يَسُومَنِي الْمَكْرُوهَ وَ
يُجَرِّعَنِي زُعَاقَ مَرَارَتِهِ
فَنَظَرْتَ يَا إِلٰهِي إِلَى ضَعْفِي
عَنِ احْتِمَالِ الْفَوَادِحِ وَ
عَجْزِي عَنِ الِانْتِصَارِ مِمَّنْ
قَصَدَنِي بِمُحَارَبَتِهِ وَ وَحْدَتِي
فِي كَثِيرِ عَدَدِ مَنْ نَاوَانِي
وَ أَرْصَدَ لِي بِالْبَلَاءِ فِيمَا
لَمْ أُعْمِلْ فِيهِ فِكْرِي
فَابْتَدَأْتَنِي بِنَصْرِكَ وَ
شَدَدْتَ أَزْرِي بِقُوَّتِكَ
ثُمَّ فَلَلْتَ لِي حَدَّهُ وَ صَيَّرْتَهُ
مِنْ بَعْدِ جَمْعٍ عَدِيدٍ وَحْدَهُ

ہلاکت کی وادیوں میں پھاندا اور تباہی و بربادی کی گھاٹیوں
میں اُترا - ان ہلاکت خیز گھاٹیوں میں تیری قہرمانی
سخت گیریوں اور ان میں در آنے سے تیری عقوبتوں
کا سامنا کیا - تیری بارگاہ میں میرا وسیلہ تیری وحدت
و یکتائی کا اقرار ہے - اور میرا ذریعہ صرف یہ ہے
کہ مَیں نے کسی چیز کو تیرا شریک نہیں جانا ، اور تیرے
ساتھ کسی کو معبود نہیں ٹھہرایا - اور مَیں اپنی جان کو
لئے تیری رحمت و مغفرت کی جانب گریزاں ہوں ؛
اور ایک گنہ گار تیری ہی طرف بھاگ کر آتا ہے -
اور ایک التجاء کرنے والا جو اپنے حظ و نصیب کو
ضائع کر چکا ہو تیرے ہی دامن میں پناہ لیتا ہے
کتنے ہی ایسے دشمن تھے جنہوں نے شمشیر
عداوت کو مجھ پر بے نیام کیا اور میرے لئے اپنی چھری
کی دھار کو باریک اور اپنی تندی و سختی کی باڑ کو
تیز کیا اور پانی میں میرے لئے مہلک زہروں کی
آمیزش کی اور کمانوں میں تیروں کو جوڑ کر مجھے نشانہ
کی زد پر رکھ لیا - اور اُن کی تعاقب کرنے والی نگاہیں
مجھ سے ذرا غافل نہ ہوئیں - اور دل میں میری ایذا رسانی
کے منصوبے باندھتے اور تلخ جرعوں کی تلخی سے مجھے
پیہم تلخ کام بناتے رہے - تو اے میرے معبود ! ان
رنج و آلام کی برداشت سے میری کمزوری اور مجھ سے
آمادہ پیکار ہونے والوں کے مقابلہ میں انتقام سے
میری عاجزی اور کثیر التعداد دشمنوں اور ایذا رسانی
کے لئے گھات لگانے والوں کے مقابلہ میں میری
تنہائی تیری نظر میں تھی جس کی طرف سے میں غافل
اور بے فکر تھا کہ تُو نے میری مدد میں پہل اور اپنی قوت
اور طاقت سے میری کمر مضبوط کی - پھر یہ کہ اس کی

وَأَعْلَيْتَ كَعْبِيْ عَلَيْهِ وَ
جَعَلْتَ مَا سَدَّدَهٗ مَرْدُوْدًا
عَلَيْهِ فَرَدَدْتَهٗ لَمْ يَشْفِ
غَيْظَهٗ وَلَمْ يَسْكُنْ غَلِيْلُهٗ
قَدْ عَضَّ عَلٰى شَوَاهُ وَ اَدْبَرَ
مُوَلِّيًا قَدْ اَخْلَفَتْ سَرَايَاهُ
وَكَمْ مِنْ بَاغٍ بَغَانِيْ بِمَكَائِدِهٖ
وَنَصَبَ لِيْ شَرَكَ مَصَائِدِهٖ
وَوَكَّلَ بِيْ تَفَقُّدَ رِعَايَتِهٖ وَ
اَضْبَاَ اِلَيَّ اِضْبَاءَ السَّبُعِ
لِطَرِيْدَتِهٖ اِنْتِظَارًا لِانْتِهَازِ
الْفُرْصَةِ لِفَرِيْسَتِهٖ وَ هُوَ
يُظْهِرُ لِيْ بَشَاشَةَ الْمَلَقِ وَ
يَنْظُرُنِيْ عَلٰى شِدَّةِ الْحَنَقِ
فَلَمَّا رَاَيْتَ يَا اِلٰهِيْ تَبَارَكْتَ
وَتَعَالَيْتَ دَغَلَ سَرِيْرَتِهٖ وَ
قُبْحَ مَا انْطَوٰى عَلَيْهِ اَرْكَسْتَهٗ
لِاُمِّ رَاْسِهٖ فِيْ زُبْيَتِهٖ وَرَدَدْتَهٗ
فِيْ مَهْوٰى حُفْرَتِهٖ فَانْقَمَعَ بَعْدَ
اسْتِطَالَتِهٖ ذَلِيْلًا فِيْ رِبَقِ
حِبَالَتِهِ الَّتِيْ كَانَ يُقَدِّرُ اَنْ
يَرَانِيْ فِيْهَا وَ قَدْ كَادَ اَنْ يَحُلَّ
بِيْ لَوْلَا رَحْمَتُكَ مَا حَلَّ
بِسَاحَتِهٖ وَكَمْ مِنْ حَاسِدٍ
قَدْ شَرِقَ بِيْ بِغُصَّتِهٖ وَ
شَجِيَ مِنِّيْ بِغَيْظِهٖ وَسَلَقَنِيْ
بِحَدِّ لِسَانِهٖ وَ وَحَرَنِيْ

تیزی کو توڑ دیا اور اس کے کثیر ساتھیوں (کو منتشر کرنے)
کے بعد اسے یکہ و تنہا کر دیا اور مجھے اس پر غلبہ و سر
بلندی عطا کی اور جو تیر اس نے اپنی کمان میں جوڑے
تھے وہ اسی کی طرف پلٹا دیئے۔ چنانچہ اس حالت میں
تو نے اُسے پلٹا دیا کہ نہ تو وہ اپنا غصہ ٹھنڈا کر سکا اور
نہ اُس کے دل کی تپش فرو ہو سکی۔ اُس نے اپنی بوٹیاں
کاٹیں اور پیٹھ پھرا کر چلا گیا اور اس کے لشکر والوں نے
بھی اسے دغا دی اور کتنے ہی ایسے ستمگر تھے۔ جنہوں نے
اپنے مکر و فریب سے مجھ پر ظلم و تعدی کی اور اپنے
شکار کے جال میرے لئے بچھائے اور اپنی نگاہِ جستجو
کا مجھ پر پہرا لگا دیا اور اس طرح گھات لگا کر بیٹھ
گئے جس طرح درندہ اپنے شکار کے انتظار میں موقع
کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھتا ہے۔ درآنحالیکہ وہ
میرے سامنے خوشامدانہ طور پر خندہ پیشانی سے پیش
آتے اور (در پردہ) انتہائی کینہ توز نظروں سے مجھے
دیکھتے تو جب اے خدائے بزرگ و برتر ان کی بدباطنی
و بدسرشتی کو دیکھا تو انہیں سر کے بل انہی کے گڑھے
میں اُلٹ دیا اور انہیں انہی کے غار کے گہراؤ
میں پھینک دیا، اور جس جال میں مجھے گرفتار دیکھنا
چاہتے تھے خود ہی غرور و سر بلندی کا مظاہرہ
کرنے کے بعد ذلیل ہو کر اُس کے پھندوں میں جا
پڑے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر تیری رحمت شریکِ حال
نہ ہوتی تو کیا بعید تھا کہ جو بلا و مصیبت اُن پر ٹوٹ
پڑی ہے وہ مجھ پر ٹوٹ پڑتی۔ اور کتنے ہی ایسے حاسد
تھے جنہیں میری وجہ سے غم و غصہ کے اچھو اور غیظ و غضب
کے گلوگیر پھندے لگے اور اپنی تیز زبانی سے مجھے
اذیت دیتے رہے اور اپنے عیوب کے ساتھ مجھے

بِقَرْفِ عُيُوبِهِ وَ جَعَلَ
عِرْضِي غَرَضاً لِمَرَامِيهِ
وَقَلَّدَنِي خِلَالًا لَمْ تَزَلْ
فِيهِ وَ وَحَرَنِي بِكَيْدِهِ
وَ قَصَدَنِي بِمَكِيدَتِهِ
فَنَادَيْتُكَ يَا إِلٰهِي مُسْتَغِيثاً
بِكَ وَاثِقاً بِسُرْعَةِ
إِجَابَتِكَ عَالِماً أَنَّهُ لَا
يُضْطَهَدُ مَنْ أَوَى إِلَى
ظِلِّ كَنَفِكَ وَ لَا يَفْزَعُ
مَنْ لَجَأَ إِلَى مَعْقِلِ انْتِصَارِكَ
فَحَصَّنْتَنِي مِنْ بَأْسِهِ
بِقُدْرَتِكَ وَ كَمْ مِنْ
سَحَائِبِ مَكْرُوهٍ جَلَّيْتَهَا عَنِّي
وَ سَحَائِبِ نِعَمٍ أَمْطَرْتَهَا
عَلَيَّ وَ جَدَاوِلِ رَحْمَةٍ
نَشَرْتَهَا وَعَافِيَةٍ أَلْبَسْتَهَا
وَأَعْيُنِ أَحْدَاثٍ طَمَسْتَهَا
وَ غَوَاشِي كُرُبَاتٍ كَشَفْتَهَا
وَكَمْ مِنْ ظَنٍّ حَسَنٍ حَقَّقْتَ
وَعَدَمٍ جَبَرْتَ وَ صَرْعَةٍ
أَنْعَشْتَ وَ مَسْكَنَةٍ حَوَّلْتَ
كُلُّ ذٰلِكَ إِنْعَاماً وَ تَطَوُّلًا
مِنْكَ وَ فِي جَمِيعِهِ انْهِمَاكاً
مِنِّي عَلَى مَعَاصِيكَ لَمْ
تَمْنَعْكَ إِسَاءَتِي عَنْ
إِتْمَامِ إِحْسَانِكَ وَلَا حَجَرَنِي

متہم کر کے طیش دلاتے رہے اور میری آبرو کو اپنے
تیروں کا نشانہ بنایا اور جن بُری عادتوں میں وُہ خود
ہمیشہ مُبتلا رہے وُہ میرے سَر منڈھ دیں اور اپنی فریب
کاریوں سے مجھے مشتعل کرتے اور اپنی دغا بازیوں کے
ساتھ میری طرف پَر تولتے رہے تو مَیں نے اے
میرے اللہ تجھ سے فریاد رسی چاہتے ہوئے اور تیری جلد
حاجت روائی پر بھروسہ کرتے ہوئے تجھے پکارا درآنحالیکہ
یہ جانتا تھا کہ جو تیرے سایۂ حمایت میں پناہ لے گا
وہ شکست خوردہ نہ ہو گا اور جو تیرے انتقام کی پناہ
گاہِ محکم میں پناہ گزیں ہو گا، وہ ہراساں نہیں ہو
گا۔ چنانچہ تُو نے اپنی قدرت سے ان کی شدّت و
شرانگیزی سے مجھے محفوظ کر دیا۔ اور کتنے ہی مصیبتوں
کے ابر (جو میرے افق زندگی پر چھائے ہوئے) تھے
تو نے چھانٹ دیئے اور کتنے ہی نعمتوں کے بادل
برسا دیئے اور کتنی ہی رحمت کی نہریں بہا دیں اور کتنے
ہی صحت و عافیت کے جامے پہنا دیئے، اور کتنی
ہی آلام و حوادث کی آنکھیں (جو میری طرف نگراں
تھیں) تو نے بے نور کر دیں اور کتنے ہی غموں کے
تاریک پردے (میرے دل پر سے) اٹھا دیئے۔ اور
کتنے ہی اچھے گمانوں کو تو نے سچ کر دیا۔ اور
کتنی ہی تہی دستیوں کا تو نے چارہ کیا اور کتنی ہی
ٹھوکروں کو تُو نے سنبھالا اور کتنی ہی ناداریوں کو تُو
نے (ثروت سے) بدل دیا۔ (بارالٰہا) یہ سب تیری طرف
سے انعام و احسان ہے اور مَیں ان تمام واقعات
کے باوجود تیری معصیتوں میں ہمہ تن منہمک رہا۔
(لیکن) میری بداعمالیوں نے تجھے اپنے احسانات کی
تکمیل سے روکا نہیں اور نہ تیرا فضل و احسان مجھے

ذٰلِكَ عَنِ ارْتِكَابِ مَسَاخِطِكَ
لَا تُسْئَلُ عَمَّا تَفْعَلُ وَلَقَدْ
سُئِلْتَ فَاَعْطَيْتَ وَ لَمْ
تُسْئَلْ فَابْتَدَأْتَ وَاسْتُمِيحَ
فَضْلُكَ فَمَا اَكْدَيْتَ اَبَيْتَ
يَا مَوْلَايَ اِلَّا اِحْسَانًا وَامْتِنَانًا
وَ تَطَوُّلًا وَ اِنْعَامًا وَ اَبَيْتُ
اِلَّا تَقَحُّمًا لِحُرُمَاتِكَ وَتَعَدِّيًا
لِحُدُوْدِكَ وَ غَفْلَةً عَنْ
وَعِيْدِكَ فَلَكَ الْحَمْدُ اِلٰهِيْ
مِنْ مُقْتَدِرٍ لَا يُغْلَبُ وَ ذِيْ
اَنَاةٍ لَا تَعْجَلُ هٰذَا مَقَامُ
مَنِ اعْتَرَفَ بِسُبُوْغِ النِّعَمِ
وَ قَابَلَهَا بِالتَّقْصِيْرِ وَشَهِدَ
عَلٰى نَفْسِهٖ بِالتَّضْيِيْعِ اَللّٰهُمَّ
فَاِنِّيْ اَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِالْمُحَمَّدِيَّةِ
الرَّفِيْعَةِ وَالْعَلَوِيَّةِ الْبَيْضَاءِ
وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِهِمَا
اَنْ تُعِيْذَنِيْ مِنْ شَرِّ
كَذَا وَ كَذَا فَاِنَّ ذٰلِكَ
لَا يَضِيْقُ عَلَيْكَ فِيْ
وُجْدِكَ وَلَا يَتَكَاَّدُكَ
فِيْ قُدْرَتِكَ وَ اَنْتَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فَهَبْ لِيْ
يَا اِلٰهِيْ مِنْ رَحْمَتِكَ وَ
دَوَامِ تَوْفِيْقِكَ مَا
اَتَّخِذُهٗ سُلَّمًا اَعْرُجُ

ان کاموں سے جو تیری ناراضگی کا باعث ہیں باز رکھ
سکا اور جو کچھ تُو کرے اس کی بابت تجھ سے پوچھ گچھ
نہیں ہو سکتی۔ تیری ذات کی قسم! جب بھی تجھ سے
مانگا گیا تو نے عطا کیا اور جب نہ مانگا گیا تو تُو نے
از خود دیا۔ اور جب تیرے فضل و کرم کے لئے جھولی
پھیلائی گئی تو تُو نے بخل سے کام نہیں لیا۔ اے میرے
مولا و آقا! تو نے کبھی احسان و بخشش اور تفضل و انعام
سے دریغ نہیں کیا۔ اور میں تیرے محرمات میں پھاندتا
تیرے حدود و احکام سے متجاوز ہوتا اور تیری تہدید و
سرزنش سے ہمیشہ غفلت کرتا رہا۔ اے میرے معبود!
تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے جو ایسا صاحب
اقتدار ہے جو مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا
بُردبار ہے جو جلدی نہیں کرتا۔ یہ اُس شخص کا
موقف ہے جس نے تیری نعمتوں کی فراوانی کا اعتراف
کیا ہے اور ان نعمتوں کے مقابلہ میں کوتاہی کی ہے
اور اپنے خلاف اپنی زیاں کاری کی گواہی دی ہے
اے میرے معبود! میں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)
کی منزلت بلند پایہ اور علی (علیہ السلام) کے مرتبۂ
روشن و درخشاں کے واسطہ سے تجھ سے تقرب کا
خواستگار ہوں اور ان دونوں کے وسیلہ سے تیری
طرف متوجہ ہوں۔ تاکہ مجھے ان چیزوں کی برائی سے
پناہ دے جن سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔ اس
لئے کہ یہ تیری تونگری و وسعت کے مقابلہ میں
دشوار اور تیری قدرت کے آگے کوئی مشکل کام
نہیں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا تو اپنی
رحمت اور دائمی توفیق سے مجھے بہرہ مند فرما کہ جسے
زینہ قرار دے کر تیری رضامندی کی سطح پر بلند ہو

بِهٖ اِلٰی رِضْوَانِكَ وَ اٰمَنُ بِهٖ مِنْ عِقَابِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

سکوں اور اس کے ذریعہ تیرے عذاب سے محفوظ رہوں۔ اسے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

یہ دُعا، دُعائے جوشن صغیر کے نام سے موسوم ہے جو دشمن کی ایذا رسانیوں اور اذیت کوشیوں سے محفوظ رہنے کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ دنیا میں ہر شخص کے خیر خواہ بھی ہوتے ہیں، بدخواہ بھی دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔ اور وہ فطرۃً دشمن کی چیرہ دستیوں سے بچنے کے لئے چارہ جوئی کرتا اور طبیعت میں غیظ و غضب کی آگ سلگتی ہے تو انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھتا ہے۔ مگر خاصانِ خدا صرف اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے اور اس کے دامنِ حفظ و حمایت میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور جب دشمنوں کی کثرت اور دوستوں کی قلت اور انتہائی قلت ہو تو اس کے سوا چارہ کار ہی کیا ہے۔ امام علیہ السلام کا دورِ حیات کچھ ایسا ہی دور تھا جس میں عفریت بلا منہ کھولے بیٹھا تھا۔ اور مصائب و آلام کے سیلاب امڈے چلے آرہے تھے۔ ایک طرف فتنۂ ابنِ زبیر سر اٹھائے ہوئے تھا جس میں بنی ہاشم ہی اس کے ظلم و تشدد کا نشانہ تھے اور دوسری طرف اموی اقتدار محیط تھا جس کے مظالم کا نشانہ عام رعایا تو تھی ہی مگر اہل بیت بطورِ خصوصی ہدف تھے اور حکومت کی اس روش کی وجہ سے ایک ایسا ماحول بن گیا تھا جہاں دوست بھی کھُل کر دوستی کا اظہار نہ کرسکتے تھے۔ اور آمد و رفت اور ملنے جلنے سے ہچکچاتے تھے۔ حالانکہ سانحۂ کربلا کے بعد امام کی زندگی ایک خاموش زندگی تھی۔ نہ عمالِ حکومت سے ربط و ضبط، نہ ملکی معاملات سے سروکار۔ دُنیا سے بس اتنا لگاؤ جتنا زندگی کے لمحات گزارنے کے لئے ضروری تھا۔ سعید ابن مسیب کہتے ہیں ما رایتہ ضاحکا یوما قط۔ میں نے کسی دن بھی ان کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔" آپ کی ایک کنیز سے آپ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا: ما اتیتہ بطعام نہارا قط وما فرشت لہ فراشا بلیل قط۔ میں نے کبھی ان کے سامنے دن کو کھانا پیش نہیں کیا۔ اور رات کو کبھی بستر نہیں بچھایا۔" مگر اس کے باوجود ہر طرح کی تحقیر و تذلیل اور تشدد آمیز برتاؤ روا رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ متعدد مورخین نے لکھا ہے کہ عبدالملک نے حکم دے دیا کہ آپ کو بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑ کر شام پہنچا دیا جائے۔ جس پر آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا گیا۔ زہری کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرتؑ کو اس عالم میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور عبدالملک کے آدمیوں کا پہرا گرد ہے، تو بے ساختہ میرے آنسو نکل آئے اور فوراً عبدالملک کے پاس روانہ ہو گیا۔ اور اس سے کہا کہ اے امیر! لیس علیؑ ابن الحسینؑ حیث تظن انہ مشغول بربہ۔ علی ابن الحسین کے متعلق تمہارا گمان درست نہیں ہے۔ وہ تو ہر وقت اپنے پروردگار کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ کو امان حاصل ہوئی۔ یونہی اگر کوئی عقیدت کی بنا پر زبان کھولتا تو وہ مُوردِ عتاب قرار پا جاتا۔ چنانچہ فرزدق کا واقعہ ہے کہ جب اُس نے ہشام ابن عبدالملک کے تجاہلِ عارفانہ کے موقعہ پر اپنا وہ قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

هٰذا الذی تعرف البطحاء وطئته — والبیت یعرفه والحل والحرم

"یہ وُہ ہے جس کے قدموں کی چاپ کو سرزمین مکہ پہچانتی ہے اور جسے خانہ کعبہ اور حل و حرم بخوبی جانتے ہیں" تو اس کا نام درباری شعراء کی فہرست سے کاٹ دیا گیا اور مقررہ وظیفہ بند کرنے کے بعد قید میں ڈال دیا گیا۔ اسی طرح ہشام ابن اسمٰعیل نے جو عبدالملک کے دور میں حاکم مدینہ اور بڑا سفاک و ظالم تھا امام علیہ السلام کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ لقی منہ علی ابن الحسین اذی شدیداً۔ علی ابن حسین نے اس کے ہاتھوں سخت اذیتیں اٹھائیں" مگر اس ظلم و تشدد کے باوجود حضرت نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیا۔ اور شکوہ کیا، تو اس سے جو شکوہ و فریاد کو سنتا اور رنج و کرب کو دُور کرتا ہے؛ اور وہی ایک مظلوم و ستم رسیدہ کی آخری پناہ گاہ ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّهْبَةِ!

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنِيْ سَوِيًّا وَرَبَّيْتَنِيْ صَغِيْرًا وَرَزَقْتَنِيْ مَكْفِيًّا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ وَجَدْتُ فِيْمَآ اَنْزَلْتَ مِنْ كِتَابِكَ وَ بَشَّرْتَ بِهٖ عِبَادَكَ اَنْ قُلْتَ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَقَدْ تَقَدَّمَ مِنِّيْ مَا قَدْ عَلِمْتَ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ فَيَا سَوْاَتَا مِمَّا اَحْصَاهُ عَلَيَّ كِتَابُكَ فَلَوْلَا الْمَوَاقِفُ الَّتِيْ اُؤَمِّلُ مِنْ عَفْوِكَ الَّذِيْ شَمِلَ كُلَّ شَيْءٍ لَاَلْقَيْتُ بِيَدِيْ وَلَوْ اَنَّ اَحَدًا اِنِ اسْتَطَاعَ الْهَرَبَ

خوفِ خدا کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

بارِ الٰہا! تو نے مجھے اس طرح پیدا کیا کہ میرے اعضا بالکل صحیح و سالم تھے۔ اور جب کم سن تھا، تو میری پرورش کا سامان کیا اور بے رنج و کاوش رزق دیا۔ بارِ الٰہا! تو نے جس کتاب کو نازل کیا اور جس کے ذریعہ اپنے بندوں کو نوید و بشارت دی اس میں تیرے اس ارشاد کو دیکھا ہے کہ "اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تمہارے تمام گناہ معاف کر دے گا" اس سے پیشتر مجھ سے ایسے گناہ سرزد ہو چکے ہیں جن سے تُو واقف ہے اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ وائے بدبختی و رسوائی اُن گناہوں کے ہاتھوں جنہیں تیری کتاب قلمبند کئے ہوئے ہے۔ اگر تیرے ہمہ گیر عفو و درگذر کے وُہ مواقع نہ ہوتے جن کا مَیں اُمیدوار ہوں تو مَیں اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کر چکا تھا۔ اگر کوئی ایک بھی اپنے پروردگار سے نکل

مِنْ رَبِّهٖ لَكُنْتُ اَنَا اَحَقُّ
بِالْهَرَبِ مِنْكَ وَاَنْتَ لَا تَخْفٰى
عَلَيْكَ خَافِيَةٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا
فِى السَّمَآءِ اِلَّا اَتَيْتَ بِهَا وَ
كَفٰى بِكَ جَازِيًا وَّكَفٰى بِكَ حَسِيْبًا
اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ طَالِبِىْ اِنْ اَنَا هَرَبْتُ
وَمُدْرِكِىْ اِنْ اَنَا فَرَرْتُ فَهَا
اَنَا ذَا بَيْنَ يَدَيْكَ خَاضِعٌ
ذَلِيْلٌ رَاغِمٌ اِنْ تُعَذِّبْنِىْ
فَاِنِّىْ لِذٰلِكَ اَهْلٌ وَّهُوَ يَا
رَبِّ مِنْكَ عَدْلٌ وَّاِنْ تَعْفُ عَنِّىْ
فَقَدِيْمًا شَمَلَنِىْ عَفْوُكَ وَ
اَلْبَسْتَنِىْ عَافِيَتَكَ فَاَسْئَلُكَ
اَللّٰهُمَّ بِالْمَخْزُوْنِ مِنْ اَسْمَآئِكَ
وَبِمَا وَارَتْهُ الْحُجُبُ مِنْ بَهَآئِكَ
اِلَّا رَحِمْتَ هٰذِهِ النَّفْسَ الْجَزُوْعَةَ
وَهٰذِهِ الرِّمَّةَ الْهَلُوْعَةَ الَّتِىْ لَا
تَسْتَطِيْعُ حَرَّ شَمْسِكَ فَكَيْفَ
تَسْتَطِيْعُ حَرَّ نَارِكَ وَالَّتِىْ لَا
تَسْتَطِيْعُ صَوْتَ رَعْدِكَ فَكَيْفَ
تَسْتَطِيْعُ صَوْتَ غَضَبِكَ فَارْحَمْنِىْ
اَللّٰهُمَّ فَاِنِّىْ امْرُؤٌ حَقِيْرٌ وَّخَطَرِىْ
يَسِيْرٌ وَّلَيْسَ عَذَابِىْ مِمَّا يَزِيْدُ
فِىْ مُلْكِكَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّلَوْ اَنَّ عَذَابِىْ
مِمَّا يَزِيْدُ فِىْ مُلْكِكَ لَسَاَلْتُكَ
الصَّبْرَ عَلَيْهِ وَاَحْبَبْتُ اَنْ يَكُوْنَ
ذٰلِكَ لَكَ وَلٰكِنْ سُلْطَانُكَ اَللّٰهُمَّ اَعْظَمُ

بھاگنے پر قادر ہوتا تو مَیں تجھ سے بھاگنے کا زیادہ
سزاوار تھا۔ اور تُو وُہ ہے جس سے زمین و آسمان کے اندر
کا کوئی راز مخفی نہیں ہے مگر یہ کہ تُو (قیامت کے دن)
اُسے لا حاضر کرے گا۔ تُو جزا دینے اور حساب کرنے کے
لئے بہت کافی ہے۔ اے اللہ! مَیں اگر بھاگنا چاہوں
تو تُو مجھے ڈھونڈ لے گا۔ اگر راہِ گریز اختیار کروں، تو
تُو مجھے پا لے گا۔ لے دیکھ مَیں عاجز، ذلیل اور شکستہ
حال تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ اگر تُو عذاب کرے تو مَیں
اس کا سزاوار ہوں۔ اے میرے پروردگار! یہ تیری
جانب سے عین عدل ہے اور اگر تُو معاف کر دے
تو تیرا عفو و درگزر ہمیشہ میرے شاملِ حال رہا ہے۔
اور تُو نے صحت و سلامتی کے لباس مجھے پہنائے ہیں۔
بارالہا! مَیں تیرے ان پوشیدہ ناموں کے وسیلہ
سے اور تیری اس بزرگی کے واسطہ سے جو (جلال و
عظمت کے) پردوں میں مخفی ہے تجھ سے یہ سوال کرتا
ہوں کہ اس بے تاب نفس اور بیقرار ہڈیوں کے ڈھانچہ
پر ترس کھا (اس لئے کہ) جو تیرے سُورج کی تپش
کو برداشت نہیں کر سکتا وُہ تیرے جہنّم کی تیزی
کو کیسے برداشت کرے گا اور جو تیرے بادل کی گرج
سے کانپ اُٹھتا ہے تو وہ تیرے غضب کی آواز
کو کیسے سُن سکتا ہے۔ لہٰذا میرے حالِ زار پر رحم فرما
اس لئے کہ اے میرے معبود! مَیں ایک حقیر فرد ہُوں
جس کا مرتبہ پست تر ہے۔ اور مجھ پر عذاب کرنا۔ تیری
سلطنت میں ذرّہ بھر اضافہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر مجھے
عذاب کرنا تیری سلطنت کو بڑھا دیتا تو مَیں تجھ سے
عذاب پر صبر و شکیبائی کا سوال کرتا اور یہ چاہتا کہ
وُہ اضافہ تجھے حاصل ہو۔ لیکن اے میرے معبود! تیری

وَمُلْكُكَ اَدْوَمُ مِنْ اَنْ تَزِيْدَ فِيْهِ طَاعَةُ الْمُطِيْعِيْنَ اَوْ تَنْقُصَ مِنْهُ مَعْصِيَةُ الْمُذْنِبِيْنَ فَارْحَمْنِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَتَجَاوَزْ عَنِّيْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

سلطنت اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ دوام پذیر ہے کہ فرماں برداروں کی اطاعت اس میں کچھ اضافہ کر سکے۔ یا گنہگاروں کی معصیت اس میں سے کچھ گھٹا سکے۔ تو پھر اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے مجھ پر رحم فرما۔ اور اے جلال و بزرگی والے مجھ سے درگزر کر اور میری توبہ قبول فرما۔ بے شک تُو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

* * *

یہ دعا خوف وخشیتِ الٰہی کے سلسلہ میں ہے۔ جب انسان کو اپنی عبودیت کا احساس ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی عظمت و جبروت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، اور اسی تاثر کا نام خوف ہے جو عبودیت کا جوہر، انسانی عزّت کا سرمایہ اور دینی و اخلاقی زندگی کا محافظ ہے۔ کیونکہ انسان کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف بسا ہو تو پھر اس کی مطلق العنانی اسے خواہشاتِ نفس کی پیروی سے روک دیتی ہے اور محاسبہ اور اپنے اعمال پر سزا کے مرتب ہونے کے اندیشہ سے گناہوں سے بچ کر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر خوف کا مظاہرہ کرے مگر خوف اس کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو اور نہ اس میں فرض شناسی کا احساس پیدا کرے تو وُہ درحقیقت خوف ہی نہیں ہے۔ کیونکہ خوف مشاہدہ میں آنے والی چیز تو ہے نہیں۔ اس کا اندازہ انسانی کردار کے تاثر ہی سے ہو سکتا ہے۔ بہرحال خوفِ خدا مختلف دواعی و اسباب کی بنا پر پیدا ہوتا ہے کبھی گناہ اور اس کے ہولناک نتائج کے تصور سے خوف طاری ہوتا ہے کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال پر حاضر ناظر سمجھے گا اور حشر و نشر پر ایمان رکھے گا سزا و محاسبہ کے ڈر سے اس سے خوف کھائے گا لیکن یہ ڈر اپنی تکلیف و اذیت کے احساس کی بنا پر ہے۔ یہ اگرچہ اس سطح پر نہیں ہے جس سطح پر بلند نظر افراد کا خوف ہوتا ہے۔ تاہم یہ انسان کے لئے توبہ کا محرک اور اصلاحِ نفس اور اپنے حالات کی تبدیلی پر آمادہ کرنے کا باعث ہوتا ہے اور کبھی اس تصور کے پیش نظر خوف ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ توبہ کے بعد پھر خواہشاتِ نفس غالب آ جائیں اور گناہ اس طرح گھیر لیں کہ توبہ کی توفیق ہی نہ ہو اور حشر و نشر اور حساب و کتاب کے موقع پر شرمندگی اٹھانا اور عذابِ الٰہی سے دوچار ہونا پڑے۔ اور کبھی خواہشات و جذبات پر پورا قابو ہونے کے باوجود صرف اس کی عظمت و ہیبت کے تصور سے خوف طاری ہوتا ہے۔ چنانچہ صلحا و ابرار اُس کی رفعت و کبریائی سے متاثر ہوتے ہیں تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جسم پر کپکپی اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس خوف کو خشیت و رہبت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے علم و معرفت کا۔ چنانچہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ اللہ سے بس وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علم و معرفت رکھتے ہیں۔"

اس علم و معرفت کی بنا پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ انا اخشاکم للّٰہ واتقٰکم للّٰہ۔ "میں تم سب سے زیادہ اللہ سے خائف و ترساں ہوں"۔ اور کبھی خوف، گناہ اور احساسِ عظمت دونوں قسم کے ملے جلے جذبات کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور کبھی صرف قربِ خداوندی و لقائے ربانی سے محرومی کے تصور سے ہوتا ہے۔ اس میں نہ سزا کی وحشت کارفرما ہوتی ہے اور نہ حشر و نشر کے خوف کی آمیزش بلکہ بندہ کسی جزا کی اُمید اور کسی سزا کے اندیشہ سے بلند تر ہو کر صرف بارگاہِ ایزدی سے دوری کے تصور سے گھبراتا اور اس کی نظرِ التفات کی محرومی سے ہراساں ہوتا ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

فهبني يا الٰهي وسيدي ومولاي وربي صبرت على عذابك فكيف اصبر على فراقك۔

"اے میرے معبود! میرے مالک! میرے مولا! میرے پروردگار یہ مانا کہ میں نے تیرے عذاب پر صبر کر لیا مگر تیری دوری و فراق پر کیونکر صبر کروں گا"۔

یہ خوف کا مرتبہ تمام مراتبِ خوف سے بلند تر اور صدیقین و مقربین بارگاہ سے مخصوص ہے۔ حضرتؑ کی یہ دُعا خوفِ الٰہی کے سلسلہ میں ایک جامع اور تمام اقسامِ خوف کو شامل ہے جس میں ابتداءً اس کے احسانات اور ہمہ گیر رحمت و غفران کا ذکر کیا ہے۔ پھر اپنے گناہوں کا اقرار، عفو و درگزر کی توقع، سزا و عقوبت کو اس کے عدل کا تقاضا قرار دیتے ہوئے عذاب کے مقابلہ میں اپنی عاجزی و ناطاقتی کا اظہار کیا ہے اس طرح کہ جو دُھوپ کی حدت کو برداشت نہ کر سکے وہ دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تپش کو کیسے برداشت کرے گا۔ اور جو بجلی کی کڑک کی آواز پر دہل جاتا ہو وہ اس کے غیظ و غضب کی دہشت اور اس کی رحمت سے دوری کا کس طرح متحمل ہو سکتا ہے۔ اور آخر میں اس کی شاہی و فرمانروائی کا ذکر کیا ہے کہ اس کی سلطنت و شاہی کو دنیوی حکومتوں پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دوسرے حکمرانوں کو اپنی حکومت کی بقا کے لئے رعیت کے تعاون اور لشکر و سپاہ کی اعانت کی حاجت ہوتی ہے اور اُسے مخالفوں کی مخالفت کی پروا اور منوانے والوں کی منوائی کی احتیاج نہیں ہے۔ نہ فرمانبرداروں کی فرمانبرداری سے اس سے ملک و سلطنت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ خطاکاروں کی نافرمانی اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے کہ وہ فرمانبرداروں کو ساتھ ملائے رکھنے کی کوشش کرے اور نافرمانوں اور مجرموں کو سزا دے کر اپنی حکومت کا استحکام چاہے کیونکہ اس کی سلطنت غیر مختتم، ملک لازوال اور بادشاہی ہمہ گیر ہے۔ اور یہ اقتدار و غلبہ اسے اپنی قدرت سے حاصل ہے جس میں احتیاج کا شائبہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا مدمقابل ہے اور نہ کوئی اس سے متصادم ہو سکتا ہے اور ہر متنفس وہ فرمانبردار ہو یا نافرمان اس کے زیرِ تسلط و اقتدار ہے۔ لہٰذا وہ گنہگاروں سے عفو و درگزر کر کے اپنی رحمت کو کارفرما کرے تو اس کی شانِ کریمی سے بعید نہیں ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّضَرُّعِ وَالْاِسْتِكَانَةِ!

اِلٰهِيْ اَحْمَدُكَ وَاَنْتَ لِلْحَمْدِ اَهْلٌ عَلٰى حُسْنِ صَنِيْعِكَ اِلَيَّ وَسُبُوْغِ نَعْمَآئِكَ عَلَيَّ وَجَزِيْلِ عَطَآئِكَ عِنْدِيْ وَعَلٰى مَا فَضَّلْتَنِيْ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَاَسْبَغْتَ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَتِكَ فَقَدِ اصْطَنَعْتَ عِنْدِيْ مَا يَعْجِزُ عَنْهُ شُكْرِيْ وَلَوْلَا اِحْسَانُكَ اِلَيَّ وَسُبُوْغُ نَعْمَآئِكَ عَلَيَّ مَا بَلَغْتُ اِحْرَازَ حَظِّيْ وَلَا اِصْلَاحَ نَفْسِيْ وَلٰكِنَّكَ ابْتَدَأْتَنِيْ بِالْاِحْسَانِ وَرَزَقْتَنِيْ فِيْ اُمُوْرِيْ كُلِّهَا الْكِفَايَةَ وَصَرَفْتَ عَنِّيْ جَهْدَ الْبَلَآءِ وَمَنَعْتَ مِنِّيْ مَحْذُوْرَ الْقَضَآءِ اِلٰهِيْ فَكَمْ مِنْ بَلَآءٍ جَاهِدٍ قَدْ صَرَفْتَ عَنِّيْ وَكَمْ مِنْ نِعْمَةٍ سَابِغَةٍ اَقْرَرْتَ بِهَا عَيْنِيْ وَكَمْ مِنْ صَنِيْعَةٍ كَرِيْمَةٍ لَكَ عِنْدِيْ اَنْتَ الَّذِيْ اَجَبْتَ عِنْدَ الْاِضْطِرَارِ دَعْوَتِيْ وَاَقَلْتَ عِنْدَ الْعِثَارِ زَلَّتِيْ وَاَخَذْتَ لِيْ مِنَ الْاَعْدَآءِ بِظُلَامَتِيْ اِلٰهِيْ مَا وَجَدْتُكَ بَخِيْلًا حِيْنَ سَئَلْتُكَ وَلَا مُنْقَبِضًا حِيْنَ اَرَدْتُكَ بَلْ وَجَدْتُكَ لِدُعَآئِيْ

تضرّع و فروتنی کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دعا:۔

اے میرے معبود! مَیں تیری حمد و ستائش کرتا ہوں اور تو حمد و ستائش کا سزاوار ہے اس بات پر کہ تُو نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا، مجھ پر اپنی نعمتوں کو کامل اور اپنے عطیوں کو فراواں کیا اور اس بات پر کہ تُو نے اپنی رحمت کے ذریعہ مجھے زیادہ سے زیادہ دیا اور اپنی نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا۔ چنانچہ تو نے مجھ پر وہ احسانات کئے ہیں جن کے شکریہ سے قاصر ہوں۔ اور اگر تیرے احسانات مجھ پر نہ ہوتے اور تیری نعمتیں مجھ پر فراواں نہ ہوتیں تو مَیں نہ اپنا حظ و نصیب فراہم کر سکتا تھا اور نہ نفس کی اصلاح و درستی کی حد تک پہنچ سکتا تھا لیکن تو نے میرے حق میں اپنے احسانات کا آغاز فرمایا اور میرے تمام کاموں میں مجھے (دوسروں سے) بے نیازی عطا کی۔ رنج و بلا کی سختی مجھ سے ہٹا دی۔ اور جس حکمِ قضا کا اندیشہ تھا اُسے مجھ سے روک دیا۔ اے میرے معبود! کتنی بلاخیز مصیبتیں تھیں جنہیں تُو نے مجھ سے دور کر دیا اور کتنی ہی کامل نعمتیں تھیں جن سے تُو نے میری آنکھوں کی خنکی و سرور کا سامان کیا۔ اور کتنے ہی تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسانات فرمائے ہیں۔ تُو وُہ ہے جس نے حالتِ اضطرار میں میری دُعا قبول کی اور (گناہوں میں) گرنے کے موقع پر میری لغزش سے درگزر کیا اور دشمنوں سے میرے ظلم و ستم سے چھنے ہُوئے حق کو لے لیا۔ بار الٰہا! میں نے جب بھی تجھ سے سوال کیا تجھے بخیل اور جب بھی تیری بارگاہ کا قصد کیا تجھے رنجیدہ نہیں پایا۔ بلکہ تجھے اپنی دُعا

سَامِعًا وَلِمَطَالِبِي مُعْطِيًا وَ
وَجَدْتُ نُعْمَاكَ عَلَيَّ سَابِغَةً
فِي كُلِّ شَانٍ مِنْ شَانِي وَكُلِّ زَمَانٍ
مِنْ زَمَانِي فَأَنْتَ عِنْدِي مَحْمُودٌ
وَصَنِيعُكَ لَدَيَّ مَبْرُورٌ تَحْمَدُكَ
نَفْسِي وَلِسَانِي وَعَقْلِي حَمْدًا يَبْلُغُ
الْوَفَاءَ وَحَقِيقَةَ الشُّكْرِ حَمْدًا يَكُونُ
مَبْلَغَ رِضَاكَ عَنِّي فَنَجِّنِي مِنْ
سُخْطِكَ يَا كَهْفِي حِينَ تُعْيِينِي
الْمَذَاهِبُ وَيَا مُقِيلِي عَثْرَتِي فَلَوْلَا
سَتْرُكَ عَوْرَتِي لَكُنْتُ مِنَ الْمَفْضُوحِينَ
وَيَا مُؤَيِّدِي بِالنَّصْرِ فَلَوْلَا نَصْرُكَ
إِيَّايَ لَكُنْتُ مِنَ الْمَغْلُوبِينَ
وَيَا مَنْ وَضَعَتْ لَهُ الْمُلُوكُ نِيْرَ
الْمَذَلَّةِ عَلَى أَعْنَاقِهَا فَهُمْ مِنْ
سَطَوَاتِهِ خَائِفُونَ وَيَا أَهْلَ
التَّقْوَى وَيَا مَنْ لَهُ الْأَسْمَاءُ
الْحُسْنَى أَسْأَلُكَ أَنْ تَعْفُوَ عَنِّي
وَتَغْفِرَ لِي فَلَسْتُ بَرِيئًا فَأَعْتَذِرَ
وَلَا بِذِي قُوَّةٍ فَأَنْتَصِرَ وَلَا مَفَرَّ
لِي فَأَفِرَّ وَأَسْتَقِيلُكَ عَثَرَاتِي وَ
أَتَنَصَّلُ إِلَيْكَ مِنْ ذُنُوبِي الَّتِي
قَدْ أَوْبَقَتْنِي وَأَحَاطَتْ بِي
فَأَهْلَكَتْنِي مِنْهَا فَرَرْتُ إِلَيْكَ
رَبِّ تَائِبًا فَتُبْ عَلَيَّ مُتَعَوِّذًا
فَأَعِذْنِي مُسْتَجِيرًا فَلَا تَخْذُلْنِي
سَائِلًا فَلَا تَحْرِمْنِي مُعْتَصِمًا فَلَا

کی نسبت سننے والا اور اپنے مقاصد کا برلانے والا ہی
پایا۔ اور میں نے اپنے احوال میں سے ہر حال میں اور
اپنے زمانۂ (حیات) کے ہر لمحہ میں تیری نعمتوں کو اپنے
لئے فراواں پایا۔ لہٰذا تو میرے نزدیک قابلِ تعریف، اور
تیرا احسان لائقِ شکریہ ہے۔ میرا جسم (عملاً) میری زبان
(قولاً) اور میری عقل (اعتقاداً) تیری حمد و سپاس کرتی
ہے۔ ایسی حمد جو حدِّ کمال اور انتہائے شکر پر فائز
ہو۔ ایسی حمد جو میرے لئے تیری خوشنودی کے
برابر ہو۔ لہٰذا مجھے اپنی ناراضگی سے بچا۔ اے میرے پناہ
گاہ جبکہ (متفرق) راستے مجھے خستہ و پریشان کر دیں۔
اے میری لغزشوں کے معاف کرنے والے اگر تو میری
پردہ پوشی نہ کرتا، تو میں یقیناً رُسوا ہونے والوں میں
سے ہوتا۔ اے اپنی مدد سے مجھے تقویت دینے والے
اگر تیری مدد شریکِ حال نہ ہوتی تو میں مغلوب و
شکست خوردہ لوگوں میں سے ہوتا۔ اے وُہ جس کی
بارگاہ میں شاہوں نے ذلت و خواری کا جُوا اپنی گردن
میں ڈال لیا ہے اور وُہ اس کے غلبہ و اقتدار سے
خوف زدہ ہیں۔ اے وہ جو تقویٰ کا سزاوار ہے
اے وُہ کہ حسن و خوبی والے نام بس اُسی کے لئے
ہیں۔ مَیں تجھ سے خواستگار ہوں کہ مجھ سے درگزر فرما
اور مجھے بخش دے۔ کیونکہ میں بے گناہ نہیں ہوں کہ عذر
خواہی کروں اور نہ طاقت ور ہوں کہ غلبہ پا سکوں اور نہ
گریز کی کوئی جگہ ہے کہ بھاگ سکوں۔ میں تجھ سے اپنی
لغزشوں کی معافی چاہتا ہوں اور اُن گناہوں سے جنہوں
نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھے اس طرح گھیر لیا ہے
کہ مجھے تباہ کر دیا ہے، توبہ و معذرت کرتا ہوں میں
اے میرے پروردگار! ان گناہوں سے توبہ کرتے

تُسْلِمْنِیْ دَاعِیًا فَلَا تَرُدَّنِیْ
خَآئِبًا دَعَوْتُكَ یَا رَبِّ
مِسْكِیْنًا مُسْتَكِیْنًا مُشْفِقًا
خَآئِفًا وَجِلًا فَقِیْرًا مُضْطَرًّا
اِلَیْكَ اَشْكُوْا اِلَیْكَ یَآ اِلٰهِیْ
ضَعْفَ نَفْسِیْ عَنِ الْمُسَارَعَةِ
فِیْمَا وَعَدْتَهٗ اَوْلِیَآئَكَ وَ
الْمُجَانَبَةِ عَمَّا حَذَّرْتَهٗ
اَعْدَآئَكَ وَكَثْرَةَ هُمُوْمِیْ
وَوَسْوَسَةَ نَفْسِیْ اِلٰهِیْ لَمْ
تَفْضَحْنِیْ بِسَرِیْرَتِیْ وَ لَمْ
تُهْلِكْنِیْ بِجَرِیْرَتِیْ اَدْعُوْكَ
فَتُجِیْبُنِیْ وَاِنْ كُنْتُ بَطِیْٓئًا
حِیْنَ تَدْعُوْنِیْ وَ اَسْئَلُكَ
كُلَّمَا شِئْتُ مِنْ حَوَآئِجِیْ
وَ حَیْثُ مَا كُنْتُ وَضَعْتُ
عِنْدَكَ سِرِّیْ فَلَا اَدْعُوْ
سِوَاكَ وَلَا اَرْجُوْا غَیْرَكَ
لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ تَسْمَعُ مَنْ
شَكَا اِلَیْكَ وَ تَلْقٰی مَنْ
تَوَكَّلَ عَلَیْكَ وَ تُخَلِّصُ
مَنِ اعْتَصَمَ بِكَ وَ تُفَرِّجُ
عَمَّنْ لَاذَ بِكَ اِلٰهِیْ فَلَا
تَحْرِمْنِیْ خَیْرَ الْاٰخِرَةِ وَ
الْاُوْلٰی لِقِلَّةِ شُكْرِیْ وَ
اغْفِرْلِیْ مَا تَعْلَمُ مِنْ
ذُنُوْبِیْ اِنْ تُعَذِّبْ فَاَنَا

ہوئے تیری طرف بھاگ کھڑا ہوں تو اب میری
توبہ قبول فرما۔ تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔ مجھے
پناہ دے۔ تجھ سے امان مانگتا ہوں مجھے خوار نہ کر
تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے محروم نہ کر۔ تیرے دامن
سے وابستہ ہوں مجھے میرے حال پر چھوڑ نہ
دے، اور تجھ سے دُعا مانگتا ہوں لہذا مجھے ناکام
نہ پھیر۔ اے میرے پروردگار! میں نے ایسے حال
میں کہ مَیں بالکل مسکین، عاجز، خوف زدہ، ترساں،
ہراساں، بے سروسامان اور لاچار ہوں۔ تجھے پکارا
ہے۔ اے میرے معبود! مَیں اس اجر و ثواب کی جانب
جس کا تونے اپنے دوستوں سے وعدہ کیا ہے جلدی
کرنے اور اس عذاب سے جس سے تونے اپنے
دشمنوں کو ڈرایا ہے دوری اختیار کرنے سے اپنی
کمزوری اور ناتوانی کا گلہ کرتا ہوں۔ نیز افکار کی زیادتی
اور نفس کی پریشان خیالی کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے
میرے معبود! تُو میری باطنی حالت کی وجہ سے مجھے
رُسوا نہ کرنا۔ اور میرے گناہوں کے باعث مجھے تباہ
و برباد نہ ہونے دینا۔ میں تجھے پکارتا ہوں تو تو مجھے
جواب دیتا ہے، اور جب تُو مجھے بلاتا ہے تو میں
سستی کرتا ہوں۔ اور مَیں جو حاجت رکھتا ہوں
تجھ سے طلب کرتا ہوں اور جہاں کہیں ہوتا ہوں،
اپنے رازِ دلی تیرے سامنے آشکارا کرتا ہوں اور تیرے
سوا کسی کو نہیں پکارتا اور نہ تیرے علاوہ کسی سے
آس رکھتا ہوں۔ حاضر ہوں! میں حاضر ہوں!! جو تجھ
سے شکوہ کرے تو اس کا شکوہ سُنتا ہے اور جو تجھ
پر بھروسہ کرے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور
جو تیرا دامن تھام لے اُسے (غم و فکر سے) رہائی دیتا ہے۔

الظَّالِمُ الْمُفَرِّطُ الْمُضَيِّعُ الْاٰثِمُ الْمُقَصِّرُ الْمُضَجِّعُ الْمُغْفِلُ حَظَّ نَفْسِیْ وَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

اور جو تجھ سے پناہ چاہے اس سے غم و اندوہ کو دُور کر دیتا ہے۔ اے میرے معبود! میرے ناشکرے پن کی وجہ سے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم نہ کر اور میرے جو گناہ جو تیرے علم میں ہیں بخش دے۔ اور اگر تو سزا دے تو اس لئے کہ میں ہی حد سے تجاوز کرنے والا، شکستہ قدم، زیاں کار، عاصی، تقصیر پیشہ غفلت شعار اور اپنے حظ و نصیب میں لا پرواہی کرنے والا ہوں۔ اور اگر تو بخشدے تو اس لئے کہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

❖

یہ دُعا خداوند عالم کی نعمتوں کے اقرار اور اپنے گناہوں کے اعتراف کے سلسلہ میں ہے۔ اقرارِ نعمت کے معنی یہ ہیں کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ ذاتِ احدیت کو سمجھتے ہوئے ان پر شکر ادا کرے۔ اور اعترافِ گناہ کا مقصد یہ ہے کہ اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے توبہ کرے۔ اس طرح نعمتوں کے اقرار سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہوں کے اعتراف سے گناہ دُھل جاتے ہیں۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

لا واللہ ما اراد اللہ من الناس الا خصلتین ان یقروا لہ بالنعم فیزیدھم وبالذنوب فیغفرھا لھم۔

خدا کی قسم! اللہ بندوں سے صرف دو خصلتوں کا طلب گار ہے۔ ایک یہ کہ اس کی نعمتوں کا اقرار کریں۔ تاکہ وہ ان میں اضافہ کرے اور دُوسرے یہ کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں تاکہ وہ اُن کے گناہوں کو معاف کر دے۔

خداوند عالم کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (اگر تم اس کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے) اس نے اپنی رحمت و ربوبیت کے پیشِ نظر ہر فرد کی ضرورت اور اس کی بقا کا سامان مہیا کر دیا ہے اور زندگی کی بقا کے لئے جن چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اسی قدر انہیں فراوانی سے پیدا کیا ہے اور ان تک رسائی کے وسائل آسان کر دیئے ہیں تاکہ ہر شخص اپنی ضرورت و حاجت کے مطابق ان سے فائدہ حاصل کرے۔ چنانچہ ہر جاندار کی بقا کے لئے سب سے ضروری چیز ہوا ہے۔ اس لئے زمین کا کوئی قطعہ اور معمورۂ عالم کا کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں ہے اور انسان دُنیا کے کسی حصہ میں ہو اُسے سانس لینے کے لئے ہوا کے تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ ہوا کے بعد پانی کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اس لئے قدرت نے زمین کے نیچے پانی کا ایک وافر ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور زمین کی سطح پر دریا اور چشمے رواں کر دیئے ہیں۔ اور پھر وقتاً فوقتاً بادلوں سے مینہ برسانے کا سامان کر دیا ہے تاکہ جہاں زمین کھود کر پانی نہ نکالا جا سکے وہاں

دریاؤں اور چشموں سے اور جہاں دریا اور چشمے نہ ہوں وہاں بادلوں سے سیرابی کا سامان ہو سکے۔ پانی کے بعد پھر غذا کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اس لئے اس نے زمین میں قوتِ نامیہ دوڑا کر روئیدگی کا انتظام کیا اور ہر مخلوق کی ضرورت و حاجت کے مطابق اس کے گرد نعمتیں پھیلا دی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:۔ وجعلنا لکم فیہا معایش۔ ہم نے زمین میں تمہاری زندگی و معیشت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔" اور پھر انہیں حاصل کرنے کے طریقے بتلا دیئے ہیں۔ ان نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ منعم کے احسانات و انعامات کو یاد رکھا جاتا اور ان نعمتوں کو معاصی میں صرف کر کے کفرانِ نعمت کا ارتکاب نہ کیا جاتا۔ مگر اکثر افراد ان نعمتوں کو فراموش کر دیتے ہیں اور بے کھٹکے اس کی معصیت کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان نعمتوں کے حق ادائیگی کی ایک ہی صورت تھی کہ اُس کے گناہوں سے بچ کر رہا جاتا۔ اور یوں تو اس کی کسی نعمت کا بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی ادائے حق میں کوتاہی کا احساس خاصانِ خدا کو گناہوں سے محفوظ ہونے کے باوجود اس کی بارگاہ میں تقصیر و کوتاہی کے اقرار پر آمادہ کرتا ہے اور وہ اس کی بارگاہ میں گڑگڑاتے اور تضرع و زاری کے ساتھ توبہ و استغفار میں مصروف رہتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے عفو و درگزر کی بھیک مانگتے ہیں اور اپنے اعمال پر نازاں ہونے کے بجائے اعترافِ عجز و تقصیر ہی کو سرمایۂ عبودیت سمجھتے ہیں ؎

درکوئے دوست شوکتِ شاہی نمے خرند — اقرارِ بندگی کن و دعویٰ چاکری

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْإِلْحَاحِ عَلَى اللهِ تَعَالَى:

يَا اللهُ الَّذِي لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَكَيْفَ يَخْفَى عَلَيْكَ يَا إِلٰهِي مَا أَنْتَ خَلَقْتَهُ وَكَيْفَ لَا تُحْصِي مَا أَنْتَ صَنَعْتَهُ أَوْ كَيْفَ يَغِيبُ عَنْكَ مَا أَنْتَ تُدَبِّرُهُ أَوْ كَيْفَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَهْرُبَ مِنْكَ مَنْ لَا حَيَاةَ لَهُ إِلَّا بِرِزْقِكَ أَوْ كَيْفَ يَنْجُو مِنْكَ مَنْ لَا مَذْهَبَ لَهُ فِي غَيْرِ مُلْكِكَ سُبْحَانَكَ أَخْشَى خَلْقِكَ لَكَ أَعْلَمُهُمْ بِكَ وَأَخْضَعُهُمْ لَكَ

اللہ تعالیٰ سے طلبُ الحاح کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا

اے وہ معبود جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ چاہے زمین میں ہو چاہے آسمان میں۔ اور اے میرے معبود وہ چیزیں جنہیں تُو نے پیدا کیا ہے وہ تجھ سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہیں، اور جن چیزوں کو تُو نے بنایا ہے ان پر کس طرح تیرا علم محیط نہ ہوگا۔ اور جن چیزوں کی تو تدبیر و کارسازی کرتا ہے وہ تیری نظروں سے کس طرح اوجھل رہ سکتی ہیں۔ اور جس کی زندگی تیرے رزق سے وابستہ ہو وہ تجھ سے کیونکر راہِ گریز اختیار کر سکتا ہے یا جسے تیرے ملک کے علاوہ کہیں راستہ نہ ملے وہ کس طرح تجھ سے آزاد ہو سکتا ہے۔ پاک ہے تُو۔ جو تجھے زیادہ جاننے والا ہے وہی سب مخلوقات

أَعْمَلُهُمْ بِطَاعَتِكَ وَأَهْوَنُهُمْ
عَلَيْكَ مَنْ أَنْتَ تَرْزُقُهُ وَهُوَ يَعْبُدُ
غَيْرَكَ سُبْحٰنَكَ لَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ
مَنْ أَشْرَكَ بِكَ وَكَذَّبَ رُسُلَكَ وَ
لَيْسَ يَسْتَطِيْعُ مَنْ كَرِهَ قَضَآئَكَ
أَنْ يَرُدَّ أَمْرَكَ وَلَا يَمْتَنِعُ مِنْكَ
مَنْ كَذَّبَ بِقُدْرَتِكَ وَلَا يَفُوْتُكَ
مَنْ عَبَدَ غَيْرَكَ وَلَا يُعَمَّرُ فِي
الدُّنْيَا مَنْ كَرِهَ لِقَآئَكَ سُبْحٰنَكَ
مَآ أَعْظَمَ شَأْنَكَ وَأَقْهَرَ سُلْطَانَكَ
وَأَشَدَّ قُوَّتَكَ وَأَنْفَذَ أَمْرَكَ
سُبْحٰنَكَ قَضَيْتَ عَلٰى جَمِيْعِ
خَلْقِكَ الْمَوْتَ مَنْ وَحَّدَكَ وَمَنْ
كَفَرَ بِكَ وَكُلٌّ ذَآئِقُ الْمَوْتِ وَكُلٌّ
صَآئِرٌ إِلَيْكَ فَتَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ
لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ
لَكَ اٰمَنْتُ بِكَ وَصَدَّقْتُ رُسُلَكَ
وَقَبِلْتُ كِتَابَكَ وَكَفَرْتُ بِكُلِّ
مَعْبُوْدٍ غَيْرِكَ وَبَرِئْتُ مِمَّنْ عَبَدَ
سِوَاكَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُصْبِحُ وَأُمْسِيْ
مُسْتَقِلًّا لِعَمَلِيْ مُعْتَرِفًا بِذَنْبِيْ
مُقِرًّا بِخَطَايَايَ أَنَا بِإِسْرَافِيْ عَلٰى
نَفْسِيْ ذَلِيْلٌ عَمَلِيْ أَهْلَكَنِيْ
وَهَوَايَ أَرْدَانِيْ وَشَهَوَاتِيْ
حَرَمَتْنِيْ فَأَسْئَلُكَ يَا مَوْلَايَ
سُؤَالَ مَنْ نَفْسُهٗ لَاهِيَةٌ لِطُوْلِ
أَمَلِهٖ وَبَدَنُهٗ غَافِلٌ لِسُكُوْنِ

سے زیادہ تجھ سے ڈرنے والا ہے اور جو تیرے سامنے
سر افگندہ ہے وہی سب سے زیادہ تیرے
فرمان پر کاربند ہے۔ اور تیری نظروں میں سب سے
زیادہ ذلیل و خوار وُہ ہے جسے تُو روزی دیتا ہے
اور وُہ تیرے علاوہ دوسرے کی پرستش کرتا ہے۔
پاک ہے تُو۔ جو تیرا شریک ٹھہرانے اور تیرے رسُولوں
کو جھٹلائے وُہ تیری سلطنت میں کمی نہیں کر سکتا۔ اور
جو تیرے حکم قضا و قدر کو ناپسند کرے وُہ۔ اتیرے
فرمان کو پلٹا نہیں سکتا۔ اور جو تیری قدرت کا انکار
کرے وُہ تجھ سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔ اور جو تیرے
علاوہ کسی اور کی عبادت کرے وُہ تجھ سے بچ نہیں
سکتا اور جو تیری ملاقات کو ناگوار سمجھے وُہ دنیا میں زندگی
جاوید حاصل نہیں کر سکتا۔ پاک ہے تُو۔ تیری شان کتنی
عظیم تیرا اقتدار کتنا غالب، تیری قوت کتنی مضبوط اور تیرا
فرمان کتنا نافذ ہے۔ تو پاک و منزّہ ہے تُو نے تمام
خلق کے لئے موت کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا کوئی تجھے
یکتا جانے اور کیا کوئی تیرا انکار کرے، سب ہی موت
کی تلخی چکھنے والے اور سب ہی تیری طرف پلٹنے
والے ہیں۔ تُو بابرکت اور بلند و برتر ہے۔ کوئی معبود
نہیں مگر تُو۔ تو ایک اکیلا ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں
ہے۔ میں تجھ پر ایمان لایا ہوں، تیرے رسولوں کی
تصدیق کی ہے۔ تیری کتاب کو مانا ہے۔ تیرے علاوہ
ہر معبود کا انکار کیا ہے۔ اور جو تیرے علاوہ دوسرے
کی پرستش کرے اس سے بیزاری اختیار کی ہے۔
بارِ الہٰا! میں اس عالم میں صبح و شام کرتا ہوں کہ اپنے
اعمال کو کم تصوّر کرتا، اپنے گناہوں کا اعتراف اور اپنی خطاؤں
کا اقرار کرتا ہوں، میں اپنے نفس پر ظلم و زیادتی کے باعث

عُرُوقِهٖ وَقَلْبُهٗ مَفْتُوْنٌ
بِكَثْرَةِ النِّعَمِ عَلَيْهِ وَفِكْرُهٗ
قَلِيْلٌ لِمَا هُوَ صَائِرٌ اِلَيْهِ
سُؤَالَ مَنْ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ
الْاَمَلُ وَفَتَنَهُ الْهَوٰى وَ
اسْتَمْكَنَتْ مِنْهُ الدُّنْيَا وَ
اَظَلَّهُ الْاَجَلُ. سُؤَالَ مَنِ
اسْتَكْثَرَ ذُنُوْبَهٗ وَاعْتَرَفَ
بِخَطِيْئَتِهٖ سُؤَالَ مَنْ لَا
رَبَّ لَهٗ غَيْرُكَ وَلَا وَلِيَّ
لَهٗ دُوْنَكَ وَلَا مُنْقِذَ
لَهٗ مِنْكَ وَلَا مَلْجَاَ لَهٗ
مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اِلٰهِيْ
اَسْئَلُكَ بِحَقِّكَ الْوَاجِبِ
عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِكَ وَبِاسْمِكَ
الْعَظِيْمِ الَّذِيْٓ اَمَرْتَ
رَسُوْلَكَ اَنْ يُّسَبِّحَكَ
بِهٖ وَبِجَلَالِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ
الَّذِيْ لَا يَبْلٰى وَلَا يَتَغَيَّرُ وَ
لَا يَحُوْلُ وَلَا يَفْنٰى اَنْ
تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ
مُحَمَّدٍ وَاَنْ تُغْنِيَنِيْ عَنْ
كُلِّ شَيْءٍ بِعِبَادَتِكَ
وَاَنْ تُسَلِّيَ نَفْسِيْ عَنِ
الدُّنْيَا بِمَخَافَتِكَ وَاَنْ
تُثْنِيَنِيْ بِالْكَثِيْرِ مِنْ
كَرَامَتِكَ بِرَحْمَتِكَ

ذلیل و خوار ہوں۔ میرے کردار نے مجھے ہلاک اور
ہوائے نفس نے تباہ کر دیا ہے اور خواہشات نے
(نیکی و سعادت سے) بے بہرہ کر دیا ہے۔ اے میرے
مالک! میں تجھ سے ایسے شخص کی طرح سوال کرتا ہوں
جس کا نفس طولانی امیدوں کے باعث غافل، جسم
صحت و تن آسانی کی وجہ سے بے خبر، دل نعمت کی
فراوانی کے سبب خواہشوں پر وارفتہ اور فکر انجام کار
کی نسبت کم ہو۔ میرا سوال اس شخص کے مانند ہے جس
پر آرزوؤں نے غلبہ پا لیا ہو۔ جسے خواہشاتِ نفس
نے ورغلایا ہو۔ جس پر دنیا مسلط ہو چکی ہو اور جس کے
سر پر موت نے سایہ ڈال دیا ہو۔ میرا سوال اس شخص
کے سوال کے مانند ہے جو اپنے گناہوں کو زیادہ سمجھتا اور
اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہو۔ میرا سوال اس شخص کا سا
سوال ہے جس کا تیرے علاوہ کوئی پروردگار اور تیرے
سوا کوئی ولی و سرپرست نہ ہو اور جس کا تجھ سے کوئی
بچانے والا اور نہ اس کے لئے تجھ سے سوا تیری طرف
رجوع ہونے کے کوئی پناہ گاہ ہو۔ بارالٰہا! میں تیرے
اس حق کے واسطہ سے جو تیرے مخلوقات پر لازم و
واجب ہے اور تیرے اس بزرگ نام کے واسطہ
سے جس کے ساتھ تو نے اپنے رسولؐ کو تسبیح کرنے کا
حکم دیا اور تیری اس ذاتِ بزرگوار کی بزرگی و جلالت
کے وسیلہ سے کہ جو نہ کہنہ ہوتی ہے نہ متغیر، نہ تبدیل
ہوتی ہے نہ فنا۔ تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی عبادت
کے ذریعہ ہر چیز سے بے نیاز کر دے۔ اور اپنے
خوف کی وجہ سے دنیا سے دل برداشتہ بنا دے۔
اور اپنی رحمت سے بخشش و کرامت کی فراوانی کے ساتھ

فَاِلَيْكَ اَفِرُّ وَمِنْكَ اَخَافُ وَبِكَ اسْتَغِيْثُ وَاِيَّاكَ اَرْجُوْ وَلَكَ اَدْعُوْا وَاِلَيْكَ اَلْجَاُ وَبِكَ اَثِقُ وَاِيَّاكَ اَسْتَعِيْنُ وَبِكَ اُوْمِنُ وَعَلَيْكَ اَتَوَكَّلُ وَعَلٰى جُوْدِكَ وَكَرَمِكَ اَتَّكِلُ۔

مجھے واپس کر اس لئے کہ مَیں تیری ہی طرف گریزاں اور تجھ ہی سے ڈرتا ہوں اور تجھ ہی سے فریاد رسی چاہتا ہوں اور تجھ ہی سے اُمید رکھتا ہوں اور تجھے ہی پکارتا ہوں اور تجھ ہی سے پناہ چاہتا ہوں اور تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور تجھ ہی پر ایمان لایا ہوں اور تجھ ہی پر توکل رکھتا ہوں اور تیرے ہی جود و کرم پر اعتماد کرتا ہوں۔

یہ دُعا اللہ تعالیٰ سے طلب و الحاح کے سلسلہ میں ہے۔ الحاح کے معنی طلب و سوال میں اصرار اور مسلسل و پیہم مانگنے کے ہیں۔ اگر یہ الحاح اللہ تعہ سے ہو تو ممدوح اور قابلِ ستائش ہے، اور بندوں سے ہو تو نہایت مذموم ہے۔ اوّل تو سوال ہی بُری چیز ہے چہ جائیکہ اس میں الحاح کا بھی پہلو ہو۔ یہ دنائت نفس اور پستیٔ ضمیر کی علامت ہے۔ اس سے انسان کی عزت و اعتدار اور حمیت و غیرت پامال ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ سبحانہٗ اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتا ہے۔ اور یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے بندے اپنے ایسوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ اور اُن کے سامنے گڑگڑائیں۔ بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے مانگیں تو اُسی سے مانگیں اور الحاح و عاجزی کا ہاتھ پھیلائیں تو اُسی کے آگے پھیلائیں چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

انّ اللہ کرہ الحاح الناس بعضھم علی بعض فی المسئلۃ واحبّ ذٰلک لنفسہ انّ اللہ عزّ وجلّ یحبّ ان یسأل ویطلب ما عندہ۔

خداوند عالم آپس میں ایک دوسرے سے طلب و سوال میں الحاح و اصرار کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے لئے اُسے دوست رکھتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر یہ چاہتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور اس کے ہاں کی چیزوں کو طلب کیا جائے۔"

بندہ جب اپنے معبود کے در پر دستک دیتا اسے پکارتا اور عجز و الحاح سے سوال کرتا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کا احساسِ عبودیت زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے حُسنِ ظن برقرار رکھے ہوئے ہے اور شیوۂ عبودیت یہی ہے کہ وہ پیہم اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور اپنی حاجتیں اس کے سامنے پیش کرے۔ اور کسی حالت میں مایوس نہ ہو خواہ قبولیت دعا میں کتنی دیر ہو جائے۔ کیونکہ اُمید و رجا کے جلو میں اس سے بار بار طلب کرنا خود ایک عبادت اور ناپسندیدہ عمل ہے۔ جس سے غفلت کرنا اللہ تعہ کی ایک نعمت سے محروم ہونا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

رحم اللہ عبدا طلب من اللہ عزّ وجلّ حاجۃ فالحّ فی الدعاء استجیب لہ اولم یستجب۔

خدا اس بندے پر رحم کرے جو خدائے بزرگ و برتر سے کوئی حاجت طلب کرتا ہے تو بار بار دُعا کرتا ہے چاہے اس کی دُعا قبول ہو یا نہ ہو۔

دعا کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اس کے پردہ میں اللہ تعالیٰ سے لو لگی رہے۔ اور بعض چیزوں کو دعا سے وابستہ کرنے کی وجہ یہی ہے کہ انسان ان کے حصول کے لئے دعا و الحاح کرتا رہے اور گڑگڑانے اور لپٹنے سے اس کے خزانہ پر تو کوئی اثر پڑتا نہیں کہ اُسے ناگوار گزرے اور نہ داد و دہش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے کہ کسی کے بار بار مانگنے سے وہ رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہو۔ کیونکہ کمی بیشی کا سوال وہاں ہوتا ہے جہاں سرمایہ محدود ہو۔ اور جس کے مقدورات کی کوئی حد نہایت ہی نہ ہو اس کے لئے کمی بیشی کے معنی کیا ہیں۔ اور پھر یہ کہ کمی بیشی احتیاج کی علامت ہے اور وہ غنی مطلق ہے جس کے ہاں نہ عطا کرنے سے کمی اور نہ روک لینے سے اضافہ ہوتا ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّذَلُّلِ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ -

رَبِّ اَفْحَمَتْنِيْ ذُنُوْبِيْ وَانْقَطَعَتْ مَقَالَتِيْ فَلَا حُجَّةَ لِيْ فَاَنَا الْاَسِيْرُ بِبَلِيَّتِيْ الْمُرْتَهَنُ بِعَمَلِيْ الْمُتَرَدِّدُ فِيْ خَطِيْئَتِيْ الْمُتَحَيِّرُ عَنْ قَصْدِيْ الْمُنْقَطَعُ بِيْ قَدْ اَوْقَفْتُ نَفْسِيْ مَوْقِفَ الْاَذِلَّاءِ الْمُذْنِبِيْنَ مَوْقِفَ الْاَشْقِيَاءِ الْمُتَجَرِّيْنَ عَلَيْكَ الْمُسْتَخِفِّيْنَ بِوَعْدِكَ سُبْحٰنَكَ اَيَّ جُرْاَةٍ اجْتَرَاْتُ عَلَيْكَ وَاَيَّ تَغْرِيْرٍ غَرَّرْتُ بِنَفْسِيْ مَوْلَايَ ارْحَمْ كَبْوَتِيْ لِحُرِّ وَجْهِيْ وَزَلَّةَ قَدَمِيْ وَعُدْ بِحِلْمِكَ عَلٰى جَهْلِيْ وَبِاِحْسَانِكَ عَلٰى اِسَاءَتِيْ فَاَنَا الْمُقِرُّ بِذَنْبِيْ الْمُعْتَرِفُ بِخَطِيْئَتِيْ وَهٰذِهٖ يَدِيْ وَنَاصِيَتِيْ اَسْتَكِيْنُ بِالْقَوَدِ

اللہ تعالیٰ کے حضور تذلل و عاجزی کے سلسلہ میں حضرت کی دعا۔

اے میرے پروردگار! میرے گناہوں نے مجھے (عذر خواہی سے) چپ کر دیا ہے، میری گفتگو بھی دم توڑ چکی ہے۔ تو اب میں کوئی عذر و حجت نہیں رکھتا۔ اس طرح میں اپنے رنج و مصیبت میں گرفتار اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی، اپنے گناہوں میں حیران و پریشان، مقصد سے سرگردان اور منزل سے دُور افتادہ ہوں۔ میں نے اپنے کو ذلیل گنہگاروں کے موقف پر لا کھڑا کیا ہے ان بدبختوں کے موقف پر جو تیرے مقابلہ میں جرأت دکھانے والے اور تیرے وعدہ کو سرسری سمجھنے والے ہیں۔ پاک ہے تیری ذات۔ میں نے کس جرأت و دلیری کے ساتھ تیرے مقابلہ میں جرأت کی ہے۔ اور کس تباہی و بربادی کے ساتھ اپنی ہلاکت کا سامان کیا ہے۔ اے میرے مالک! میرے منہ کے بل گرنے اور قدموں کے ٹھوکر کھانے پر رحم فرما اور اپنے حلم سے میری جہالت و نادانی کو اور اپنے احسان سے میری خطاء و بداعمالی کو بخش دے اس لئے کہ میں اپنے گناہوں کا مقر اور اپنی خطاؤں کا معترف ہوں۔ یہ

مِنْ نَفْسِي اِرْحَمْ شَيْبَتِيْ وَ نَفَادَ اَيَّامِيْ وَاقْتِرَابَ اَجَلِيْ وَضَعْفِيْ وَ مَسْكَنَتِيْ وَ قِلَّةَ حِيْلَتِيْ مَوْلَايَ وَارْحَمْنِيْ اِذَا انْقَطَعَ مِنَ الدُّنْيَا اَثَرِيْ وَامَّحٰى مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُ فِي الْمَنْسِيِّيْنَ كَمَنْ قَدْ نُسِيَ مَوْلَايَ وَارْحَمْنِيْ عِنْدَ تَغَيُّرِ صُوْرَتِيْ وَ حَالِيْ اِذَا بَلِيَ جِسْمِيْ وَ تَفَرَّقَتْ اَعْضَائِيْ وَتَقَطَّعَتْ اَوْصَالِيْ يَا غَفْلَتِيْ عَمَّا يُرَادُ لِيْ مَوْلَايَ وَارْحَمْنِيْ فِيْ حَشْرِيْ وَ نَشْرِيْ وَاجْعَلْ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَعَ اَوْلِيَائِكَ مَوْقِفِيْ وَفِيْ اَحِبَّائِكَ مَصْدَرِيْ وَفِيْ جِوَارِكَ مَسْكَنِيْ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

میرا ہاتھ اور یہ میری پیشانی کے بال (تیرے قبضۂ قدرت میں) ہیں۔ میں نے عجز و سرافگندگی کے ساتھ اپنے کو قصاص کے لئے پیش کر دیا ہے۔ بار الٰہا! میرے بڑھاپے، زندگی کے دنوں کے بیت جانے، موت کے سر پر منڈلانے اور میری ناتوانی، عاجزی اور بے چارگی پر رحم فرما۔ اے میرے مالک۔ جب دنیا سے میرا نام و نشان مٹ جائے اور لوگوں (کے دلوں) سے میری یاد محو ہو جائے اور اُن لوگوں کی طرح جنہیں بھلا دیا جاتا ہے میں بھی بھلا دیئے جانے والوں میں سے ہو جاؤں تو مجھ پر رحم فرمانا۔ اے میرے مالک! میری صورت و حالت کے بدل جانے کے وقت جب میرا جسم کہنہ، اعضاء درہم و برہم اور جوڑ و بند الگ الگ ہو جائیں تو مجھ پر ترس کھانا۔ ہائے میری غفلت و بےخبری اُس سے جو اب میرے لئے چاہا جا رہا ہے۔ اے میرے مولا! حشر و نشر کے ہنگام مجھ پر رحم کرنا اور اس دن میرا قیام اپنے دوستوں کے ساتھ اور (موقفِ حساب سے محلِ جزا کی طرف) میری واپسی اپنے دوستداروں کے ہمراہ اور میری منزل اپنی ہمسائیگی میں قرار دینا اے تمام جہانوں کے پروردگار!

یہ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور تذلّل و فروتنی کے سلسلہ میں ہے۔ تذلّل کے معنی اظہارِ عجز و بیچارگی اور انتہائے تضرّع و خضوع کے ہیں۔ یہ تذلّل و فروتنی عبادت و عبودیت کی اصل رُوح و حقیقت ہے اور عبادت کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ انسان میں کبر و نخوت اور غرور و خود پسندی کے بجائے عجز و فروتنی اور بندگی و نیاز مندی کی رُوح نشو و نما پائے۔ چنانچہ نماز میں قیام و قعود رکوع و سجود سب اسی تذلّل کے مظاہرے ہیں۔ اور حج کے موقعہ پر دو سیدھے سادے کپڑے لپیٹ کر کبھی طواف اور کبھی سر برہنہ چلچلاتی دھوپ میں سعی عجز و تذلّل ہی کا مظاہرہ ہے۔ اور روزہ سے بھی یہی مقصد ہے کہ ایک محدود عرصہ تک خواہشات پر قابو اور ضبطِ نفس کے ذریعہ طغیانی و سرکشی کے جذبات کو دبایا جائے۔ اور زکوٰۃ سے بھی یہی مقصد ہے کہ ایک طرف صرفِ مال کی صورت پیدا کر کے سرمایہ اندوزی سے روکا جائے کیونکہ مال و دولت کی فراوانی انسان کو

فرعون صفت بنا دیا کرتی ہے اور دوسری طرف فقرا و مساکین کی معاشی حالت کو بلند کرکے ذہنیتوں کو ایک متوازن سطح پر لایا جائے تاکہ دولت کی وجہ سے پیدا ہونے والی نخوت اور دوسروں کے مقابلہ میں مالی لحاظ سے احساس برتری کا انسداد ہو جائے۔

اس تذلّل کا تعلق کبھی دل سے ہوتا ہے کبھی اعضا سے اور کبھی زبان سے۔ دل سے تذلّل یہ ہے کہ بندہ اپنے دل و دماغ کو غرور و تمکنت کے جذبات سے خالی کر دے اور واقعاً اپنے کو حقیر و پست مرتبہ تصوّر کرے۔ اور اعضا سے یہ ہے سرِ نیاز خم کرے خاک پر رخسار رکھے زمین پر لیٹے بیٹھے اور اپنے کسی عمل سے تفوّق و برتری کا اظہار نہ ہونے دے، اور زبان سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے، تضرّع و زاری کرے، گناہوں کا اقرار اور توبہ و استغفار اور دعا و مناجات کرے حضرتؑ کی یہ دُعا تذلّل کی اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور چونکہ اس دُعا کا بنیادی موضوع تذلّل و تواضع ہے۔ اس لئے حضرتؑ نے عام افرادِ انسانی کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنے کو پیش کیا ہے۔ اور انہی چیزوں کو بیان کیا ہے جو عام افراد سے متعلق ہیں۔ چنانچہ اس دُعا میں حضرتؑ کا یہ ارشاد کہ "جب میرا جسم کہنہ، اعضا درہم و برہم اور جوڑ بند الگ الگ ہو جائیں" ایک عمومی حالت کا بیان ہے۔ جس میں مستثنیات ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آئمہ اہل بیتؑ کے متعلق وارد ہُوا ہے کہ بعد مرگ ان کے اجساد مقدسہ کہنہ و بوسیدہ نہیں ہوتے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:۔

انہ یموت من مات منا ولیس بمیت ویبلی من بلی منا ولیس ببال۔

ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مُردہ نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں بوسیدہ نہیں ہوتا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اسْتِكْشَافِ الْهُمُومِ۔

غم و اندوہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے حضرتؑ کی دُعا

يَا فَارِجَ الْهَمِّ وَكَاشِفَ الْغَمِّ يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّافْرُجْ هَمِّيْ وَاكْشِفْ غَمِّيْ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ يَا مَنْ لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اِعْصِمْنِيْ وَطَهِّرْنِيْ وَاَذْهِبْ بِبَلِيَّتِيْ (وَاقْرَأْ

اے رنج و اندوہ کے برطرف کرنے والے اور غم و الم کے دُور کرنے والے۔ اے دُنیا و آخرت میں رحم کرنے والے اور دونوں جہانوں میں مہربانی فرمانے والے تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما، اور میری بےچینی کو دُور اور میرے غم کو برطرف کر دے۔ اے اکیلے اے یکتا! اے بے نیاز! اے وہ جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وُہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اُس کا کوئی ہمسر ہے۔ میری حفاظت فرما اور مجھے (گناہوں سے)

آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَقُلْ
هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ
اَسْئَلُكَ سُؤَالَ مَنِ اشْتَدَّتْ
فَاقَتُهٗ وَضَعُفَتْ قُوَّتُهٗ وَ
كَثُرَتْ ذُنُوْبُهٗ سُؤَالَ مَنْ لَا
يَجِدُ لِفَاقَتِهٖ مُغِيْثًا وَلَا
لِضَعْفِهٖ مُقَوِّيًا وَلَا لِذَنْبِهٖ
غَافِرًا غَيْرَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ اَسْئَلُكَ عَمَلًا
تُحِبُّ بِهٖ مَنْ عَمِلَ بِهٖ
وَيَقِيْنًا تَنْفَعُ بِهٖ مَنِ
اسْتَيْقَنَ بِهٖ حَقَّ الْيَقِيْنِ
فِيْ نَفَاذِ اَمْرِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاقْبِضْ
عَلَى الصِّدْقِ نَفْسِيْ وَاقْطَعْ
مِنَ الدُّنْيَا حَاجَتِيْ وَاجْعَلْ
فِيْمَا عِنْدَكَ رَغْبَتِيْ شَوْقًا
اِلٰى لِقَائِكَ وَهَبْ لِيْ صِدْقَ
التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ اَسْئَلُكَ مِنْ
خَيْرِ كِتَابٍ قَدْ خَلَا وَاَعُوْذُ
بِكَ مِنْ شَرِّ كِتَابٍ قَدْ خَلَا
اَسْئَلُكَ خَوْفَ الْعَابِدِيْنَ
لَكَ وَعِبَادَةَ الْخَاشِعِيْنَ لَكَ
وَيَقِيْنَ الْمُتَوَكِّلِيْنَ عَلَيْكَ
وَتَوَكُّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْكَ
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رَغْبَتِيْ فِيْ
مَسْاَلَتِيْ مِثْلَ رَغْبَةِ اَوْلِيَائِكَ

پاک رکھ اور میرے رنج و الم کو دُور کر دے (اس
مقام پر آیۃ الکرسی، قل اعوذ برب الناس، قُل
اعوذ برب الفلق اور قل ہو اللہ احد پڑھو، اور
یہ کہو) بارِ الٰہا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اُس
شخص کا سا سوال جس کی احتیاج شدید قوت و
توانائی ضعیف اور گناہ فراواں ہوں، اس شخص کا سا
سوال جسے اپنی حاجت کے موقع پر کوئی فریاد رس
جسے اپنی کمزوری کے عالم میں کوئی پشت پناہ اور
جسے تیرے علاوہ ——— اے جلالت و بزرگی
والے! ——— کوئی گناہوں کا بخشنے والا دستیاب
نہ ہو۔ بارِ الٰہا! میں تجھ سے اس عمل (کی توفیق) کا
سوال کرتا ہوں کہ جو اس پر عمل پیرا ہو تو اسے
دوست رکھے اور ایسے یقین کا کہ جو اس کے ذریعہ
تیرے فرمانِ قضاء پر پوری طرح متیقن ہو تو اس کے
باعث تو اسے فائدہ و منفعت پہنچائے۔ اے
اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
مجھے حق و صداقت پر موت دے اور دنیا سے میری
حاجت و ضرورت کا سلسلہ ختم کر دے اور اپنی ملاقات
کے جذبۂ اشتیاق کی بناء پر اپنے ہاں کی چیزوں کی
طرف میری خواہش و رغبت قرار دے اور مجھے اپنی ذات
پر صحیح اعتماد و توکل کی توفیق عطا فرما۔ میں تجھ سے سابقہ
نوشتۂ تقدیر کی بھلائی کا طالب ہوں اور سابقہ
سرنوشتِ تقدیر کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں
تیرے عبادت گزار بندوں کے خوف، عجز و
فروتنی کرنے والوں کی عبادت، توکل کرنے والوں
کے یقین اور ایمان داروں کے اعتماد و توکل کا تجھ
سے خواستگار رہوں۔ بارِ الٰہا! طلب و سوال میں میری

فِيْ مَسَائِلِهِمْ وَرَهْبَتِيْ مِثْلَ
رَهْبَةِ اَوْلِيَائِكَ وَاسْتَعْمِلْنِيْ
فِيْ مَرْضَاتِكَ عَمَلًا لَا اَتْرُكُ
مَعَهٗ شَيْئًا مِنْ دِيْنِكَ
مَخَافَةَ اَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ
اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ حَاجَتِيْ فَاَعْظِمْ
فِيْهَا رَغْبَتِيْ وَاَظْهِرْ فِيْهَا
عُذْرِيْ وَلَقِّنِّيْ فِيْهَا حُجَّتِيْ
وَعَافِ فِيْهَا جَسَدِيْ اَللّٰهُمَّ
مَنْ اَصْبَحَ لَهٗ ثِقَةٌ اَوْ
رَجَاءٌ غَيْرُكَ فَقَدْ اَصْبَحْتُ
وَاَنْتَ ثِقَتِيْ وَرَجَائِيْ فِي
الْاُمُوْرِ كُلِّهَا فَاقْضِ لِيْ
بِخَيْرِهَا عَاقِبَةً وَنَجِّنِيْ
مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى
اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ
اللّٰهِ الْمُصْطَفٰى وَعَلٰى اٰلِهِ
الطَّاهِرِيْنَ ۔

خواہش و رغبت کو ایسا ہی قرار دے، جیسی طلب و
سوال میں تیرے دوستوں کی تمنا و خواہش ہوتی ہے۔
اور میرے خوف کو بھی اپنے دوستوں کے خوف کے
مانند قرار دے اور مجھے اپنی رضا و خوشنودی میں اس
طرح برسرِعمل رکھ کہ میں تیرے مخلوقات میں سے
کسی ایک کے خوف سے تیرے دین کی کسی بات
کو ترک نہ کروں۔ اے اللہ! یہ میری حاجت ہے
اس میں میری توجہ و رغبت کو عظیم کر دے۔ میرے
عذر کو آشکارا کر اور اس کے بارے میں مجھے دلیل
وحجت کی تعلیم کر اور اس میں میرے جسم کو صحت
وسلامتی بخش۔ اے اللہ! جسے بھی تیرے سوا دوسرے
پر بھروسہ یا اُمید ہو تو میں اس عالم میں صبح کرتا
ہوں کہ تمام اُمور میں تو ہی اعتماد و اُمید کا مرکز
ہوتا ہے۔ لہٰذا جو امور بلحاظ انجام بہتر ہوں، وہ
میرے لئے نافذ فرما اور مجھے اپنی رحمت کے وسیلہ
سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے چھٹکارا دے۔ اے
تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے
والے۔ اور اللہ رحمت نازل کرے ہمارے سید و
سردار فرستادۂ خدا محمد مصطفیٰ پر اور اُن کی پاک و
پاکیزہ آل پر۔

یہ دُعا ہم و غم اور رنج و کرب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہے۔ دنیا میں ہر حساس آدمی کے لئے ایسے اسباب
پیدا ہوتے رہتے ہیں جو دل و دماغ کو پراگندہ اور خیالات کو پاشان و پریشان کئے رہتے ہیں اور کسی طرح انسان ان ہموم
و افکار سے بچ کر نہیں رہ سکتا اور اسے زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر حوادث سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔ اور اگر ان حوادث و
آلام کا زمانہ طولانی ہو جائے تو پھر اس طرح یاس و قنوطیت اس پر چھا جاتی ہے کہ اس کے حواس کو معطل کر کے اُسے تاریکیوں
میں ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیتی ہے اور نتیجۃً نہ کسی کام میں اس کا جی لگتا ہے اور نہ دل جمعی سے کام کو سرانجام دے
سکتا ہے۔ ہر وقت دلِ اُچاٹ، طبیعت پریشان اور حواس پراگندہ سے رہتے ہیں۔ نہ کسبِ معاش میں جی لگتا ہے

اور نہ عبادت و اطاعت پر دل آمادہ ہوتا ہے۔ اس لئے غم و اندوہ کی خلش اور فکر و اندیشہ کی کھٹک کا ازالہ ضروری اور اس کا تدارک لازمی ہے تاکہ انسان الجھنوں سے چھٹکارہ پا کر دنیا و عقبیٰ کا اہتمام و انصرام کر سکے۔ ہَم اور غم میں فرق یہ ہے کہ جو فکر و اندیشہ مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے ہو وُہ ہم ہے اور جو مصیبت کے نازل ہونے کے بعد ہو وُہ غم ہے۔ اور بعض کے نزدیک جس اندوہ و قلق کا چارہ ہو سکتا ہو وُہ ہم ہے۔ جیسے فقر و افلاس، تنگی و عسرت، اور جس کے تدارک پر انسان قادر نہ ہو وُہ غم ہے۔ جیسے کسی عزیز کی موت۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جو امور قابلِ تدارک ہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے ان کا تدارک کرے۔ اس طرح کہ فقر و احتیاج کو دور کرنے کے لئے جو ذریعہ وہ اختیار کر سکتا ہے۔ اسے اختیار کرے اور اگر اس میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو صبر و شکر کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ دے۔ اور خیال کرے کہ فکر و اندیشہ سے حالت بدل نہیں سکتی۔ لہذا جس حالت میں ہو حالات کے سازگار ہونے کی توقع رکھے اور اگر اس رنج و اندوہ کا علاج اس کے ہاتھ میں نہیں ہے تو اس پر غم کرنا بھی بے نتیجہ ہوگا۔ مثلاً کسی عزیز کے مرنے کا صدمہ ہے۔ تو یہ سوچے کہ مرنے والے کو ایک نہ ایک دن بہرحال جدا ہونا تھا، اور اگر وہ جُدا نہ ہوتا تو یہ مر کر اس سے جُدا ہوتا۔ تو جس سے جُدا ہونا طے ہو اُس کی جدائی پر اتنا صدمہ کیوں؟ کہ صبر و شکیب کے اجر کو کھو دیا جائے اور صبر و تحمل کے ثواب سے محروم رہا جائے جو اس سلب ہونے والی نعمت سے کہیں گراں قدر و گراں قیمت ہے۔ اس طرح نفس میں قوت اور دل میں ایک اطمینانی کیفیت پیدا ہوگی جو اس کے لئے تسلّی و تسکین کا سامان فراہم کرے گی۔ اور اس کے ساتھ اللہ تع کی بارگاہ میں دستِ بدعا بھی رہے کہ وُہ غموں کے بادلوں کو چھانٹے اور رنج و اندوہ کی اندھیاریوں کو برطرف کرے اور غمِ دنیا کو بھلا کر غمِ آخرت کی یاد تازہ رکھنے کی توفیق دے۔ چنانچہ یہ دُعا ہمیں یہی تعلیم دیتی ہے، کہ انسان دُنیا کے افکار و ہموم سے بچنے کی تو کوشش کرے اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تع سے التجا کرے مگر اپنے دل کو فکرِ آخرت سے غافل اور اندیشہِ فردا سے خالی نہ ہونے دے۔ اور یہی فکر و اندیشہ وُہ ہے جو حیاتِ دینی کا تقاضا اور عبودیت کا لازمہ ہے اور اس کے ہوتے ہوئے دنیا کے افکار و ہموم خود ہی چھٹ جاتے ہیں اور دلجمعی و یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

من اصبح و امسی و الدنیا اکبر همه جعل الله الفقر بین عینیه و شتت امره و لم ینل من الدنیا الا ما قسم له و من اصبح و امسی و الآخرة اکبر همه جعل الله الغنی فی قلبه و جمع له امره۔

جو شخص اپنی زندگی کے صبح و شام اس طرح بسر کرے کہ اسے سب سے بڑی فکر دنیا ہی کی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقہ ہی دکھاتا ہے اور اس کے معاملات کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اور دنیا سے اسے وہی حاصل ہوتا ہے جو اس کے مقسوم میں ہوتا ہے۔ اور جو زندگی کے صبح و شام اس طرح گزارتا ہے کہ اُسے سب سے بڑی فکر عقبیٰ کی ہوتی ہے تو اللہ تع اس کے دل میں غنا و بے نیازی بھر دیتا ہے اور اس کے امور کو منظم فرما دیتا ہے۔

مِمَّا اُلْحِقَ بِبَعْضِ نُسَخِ الصَّحِيفَةِ وَكَانَ مِنْ تَسْبِيحِہٖ اَعْنِیْ زَيْنَ الْعَابِدِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یہ وُہ دعائیں ہیں جو صحیفۂ کاملہ کے بعض نسخوں میں درج کی گئی ہیں۔ منجملہ اُن کے حضرتؑ کی ایک دُعا یہ ہے جو تسبیح و تقدیس کے سلسلہ میں ہے

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَحَنَانَيْكَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَعَالَيْتَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَالْعِزُّ اِزَارُكَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَالْعَظَمَةُ رِدَآؤُكَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَالْكِبْرِيَآءُ سُلْطَانُكَ سُبْحٰنَكَ مِنْ عَظِيْمٍ مَآ اَعْظَمَكَ سُبْحٰنَكَ سُبِّحْتَ فِی الْمَلَاِ الْاَعْلٰى تَسْمَعُ وَتَرٰى مَا تَحْتَ الثَّرٰى سُبْحٰنَكَ اَنْتَ شَاهِدُ كُلِّ نَجْوٰى سُبْحٰنَكَ مَوْضِعَ كُلِّ شَكْوٰى سُبْحٰنَكَ حَاضِرَ كُلِّ مَلَاٍ سُبْحٰنَكَ عَظِيْمَ الرَّجَآءِ سُبْحٰنَكَ تَرٰى مَا فِیْ قَعْرِ الْمَآءِ سُبْحٰنَكَ تَسْمَعُ اَنْفَاسَ

اے میرے معبود! میں تیری تسبیح کرتا ہوں تو مجھ پر کرم بالائے کرم فرما۔ بارِ الٰہا! میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور تو بلند و برتر ہے۔ خدایا میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور عزت تیرا ہی جامہ ہے۔ بارِ الٰہا! میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور عظمت تیری ہی ردا ہے۔ اے پروردگار! میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور کبریائی تیری دلیل و حجت ہے۔ پاک ہے تو اے عظیم و برتر تو کتنا عظمت والا ہے۔ پاک ہے تو اے وُہ کہ ملاءِ اعلیٰ کے رہنے والوں میں تیری تسبیح کی گئی ہے۔ جو کچھ تہِ خاک ہے تو اُسے سُنتا اور دیکھتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو ہر رازدارانہ گفتگو پر مطلع ہے۔ پاک ہے تو اے وُہ جو ہر رنج و شکوہ کے پیش کرنے کی جگہ ہے۔ پاک ہے تو اے وہ جو ہر اجتماع میں موجود ہے۔ پاک ہے تو اے وُہ جس سے بڑی سے بڑی اُمیدیں باندھی جاتی ہیں۔ پاک ہے تو جو کچھ پانی کی گہرائی میں ہے اُسے تو

الحِيتَانِ فِي قُعُورِ البِحَارِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ السَّمٰوٰتِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الْاَرَضِيْنَ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الظُّلْمَةِ وَالنُّوْرِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الْفَيْءِ وَالْهَوَاءِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الرِّيْحِ كَمْ هِيَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ سُبْحَانَكَ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانَكَ عَجَبًا مَنْ عَرَفَكَ كَيْفَ لَا يَخَافُكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ بِحَمْدِكَ سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

دیکھتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو سمندروں کی گہرائیوں میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سنتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو آسمانوں کا وزن جانتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو زمینوں کے وزن سے باخبر ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو سورج اور چاند کے وزن سے واقف ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو تاریکی اور روشنی کے وزن سے آگاہ ہے پاک ہے تیری ذات تو سایہ اور ہوا کا وزن جانتا ہے پاک ہے تیری ذات تو ہوا کے (ہر جھونکے کے) وزن سے آگاہ ہے کہ وہ وزن میں کتنے ذروں کے برابر ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو (تصور و خیال و وہم میں آنے سے) پاک، منزہ اور بری ہے میں تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تعجب ہے کہ جس نے تجھے پہچانا وہ کیونکر تجھ سے خوف نہیں کھاتا۔ اے اللہ! میں حمد و ثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔ پاک ہے وہ پروردگار جو علو و عظمت والا ہے۔

یہ دعا اللہ تعالیٰ کی تحمید و تسبیح کے سلسلہ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت، علو و اجلال اور تنزیہ و تقدیس کے پہلو بہ پہلو اُس کے علم کی وسعت کا ایسے سیدھے سادھے اور دل نشین انداز سے تذکرہ کیا ہے کہ دل و دماغ پر اس کی علمی وسعت و ہمہ گیری کا نقش ثبت ہو جاتا ہے اور اس علمی وسعت کو ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے ان چیزوں کو بیان فرمایا ہے جو عام علم و مشاہدہ اور حس و ادراک کے دائرہ سے باہر ہیں۔ جیسے نور، ظلمت، سایہ اور ہوا کا وزن، سمندر کی گہرائیوں میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز، زمین کے اندر کی مخفی کائنات اور پانی کی تہ در تہ چادروں کے نیچے چھپے ہوئے عجائبات۔
مقصد یہ ہے کہ جب وہ زمین کی اندرونی تہوں اور سمندر کے اندر کی چیزوں کو دیکھتا، مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سنتا اور نور و ہوا ایسے لطیف اجسام کے وزن و مقدار کو جانتا ہے تو پھر ان سے زیادہ حواس و مشاعر سے مخفی ہونے والی چیزیں کیا ہوں گی جن کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ اُس کی نگاہ سے اوجھل رہ سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو زمین کے اندر اور سمندر کی اتھاہ گہرائی سے واقف ہے وہ اس کی سطح سے بھی ضرور آگاہ ہو گا۔ اور جو سمندر کی تہہ میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سنتا ہے، وہ گھونسلوں میں پرندوں کے چہچہے، کھوہوں میں حیوانوں کی آوازیں

اور زمین پر انسانوں کی صدائیں بھی سنتا ہوگا، اور جو اندھیرے اور اُجالے اور سایہ و ہوا کا وزن جانتا ہے وہ دوسری چیزوں کے وزن و مقدار سے بھی پوری طرح باخبر ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز (وہ زمین و آسمان کے اندر ہو یا اُن کا جزء ہو) اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرتؑ کی دُعا کے اس حصّہ پر جو علمِ الٰہی سے متعلق ہے نظر کرنے کے بعد کم از کم اتنا تو اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ انسان نے تحقیق و جستجو کے بعد جن رازہائے سربستہ کا سُراغ لگایا ہے صدیوں پہلے ان رموز و اسرار کی نقاب کشائی کی آبے دعوت دی جا چکی تھی۔ اور یہ اس کی تساہل پسندی کا قصور ہے کہ وہ اتنے عرصہ تک تحقیق و تجسّس کے میدان میں گامزن نہ ہوا اور اس دعوتِ فکر و عمل کے باوجود صدہا برس چپ سادھے رہا۔ اور علی الخصوص وہ افراد زیادہ موردِ الزام ہیں۔ جن کے پاس یہ سرمایۂ علمی موجود تھا۔ اور وہ اس سے بے خبر رہے اور عملاً کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ ورنہ جو حقائق آج سامنے آرہے ہیں وہ صدیوں پہلے بے نقاب ہو چکے تھے۔ چنانچہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے تیرہ سو برس بیشتر زمین و آسمان، شمس و قمر، نور و ظلمت اور سایہ و ہوا کے وزن اور زمین کی اندرونی تہوں، سمندر کی گہرائیوں اور وہاں کی آباد کائنات کا ذکر کر کے خلائے بسیط اور کراتِ ارضی و سماوی میں فکر و تجسّس کی راہ کھول دی تھی تاکہ انسان زمین کے ورق اُلٹے، سمندر کی موجوں سے کھیلے اور فطرت کی بوقلمونیوں سے دامنِ نظر بھرے اور روشنی و ہوا اور اجرامِ فلکیہ کا وزن معلوم کرنے کے لئے فضا کو تسخیر کرے۔ ذرّوں کو چیرے اور ان میں ایک جہانِ نَو کا تماشا دیکھے اور قدرت کی قلمرو مملکت کی وسعت و پہنائی کا اندازہ لگائے کہ یہ عالمی فضا کتنی بڑی کائنات کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے کہ ہر ذرہ اپنے مقام پر ایک دُنیا ہے جس میں آفتاب و ماہتاب، ستارے، سیارے ہمارے اس نظامِ شمسی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں ؎

دل ہر ذرہ کہ بشگافی آفتابیش درمیاں بینی

حضرتؑ نے پہلے زمین کے اندرونی حصّہ کا ذکر کیا ہے۔ زمین کا اندرونی حصّہ بھی اس کے بالائی حصّہ کی طرح مختلف اور متنوع چیزوں سے آراستہ ہے اور ماہرینِ طبقات الارض نے سطحِ ارض سے ہزاروں فٹ کی گہرائیوں اور پُر اسرار غاروں میں اُتر کر زمین کی تہوں پر قدرت کے کندہ کئے ہوئے نقوش پڑھے تو انہیں زمین کے بالائی خطوط سے کم متنوع اور کم دلفریب نہیں پایا۔ چنانچہ جس طرح اس کی بالائی سطحوں پر کہیں ریگ زار ہیں اور کہیں سربلند پہاڑ، کہیں دریا ہیں اور کہیں سبزہ زار، کسی حصّہ پر چلچلاتی گرمی پڑ رہی ہے اور کسی حصّہ پر کڑکڑاتی سردی۔ کہیں مینہ کے جھالے برس رہے ہیں اور کہیں لُو کے جھونکے چل رہے ہیں۔ اسی طرح اس کی اندرونی تہوں میں بھی کہیں بہتے ہوئے دریا ہیں اور کہیں رستے ہوئے چشمے کہیں سونے اور چاندی کے ذرات بکھرے ہوئے ہیں اور کہیں ہیرے اور زمرد ایسے معدنیات نشو و نما پا رہے ہیں کہیں کُہر ہے اور کہیں خوشنما دھنک۔ کہیں سردی ہے اور کہیں گرمی۔ کہیں دریائے سار گیز اور ہڈیارک بہہ رہے ہیں۔ اور کہیں آتشیں جھیلیں اور دوسرے سیال عناصر رواں دواں ہیں۔ ان سیال عناصر میں زمین کا وہ آتشین مادہ بھی

ہے کہ جو اس کے رگ و ریشہ میں تیزی سے دوڑتا ہے تو زمین زلزلوں کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ اور کبھی یہ کھولتا ہوا مادہ زمین کو چیرتا اور چٹانوں کو توڑتا ہوا لاوے کی صورت میں اُبل پڑتا ہے۔ اس سے زمین کی اندرونی حرارت و تپش کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس کے اُوپر کی تہیں سرد ہیں مگر جوں جوں اس کے اندر اُترا جائے۔ اس کی حرارت بڑھتی جاتی ہے اور ۲۰۰، ۷ فٹ کی گہرائی میں پانی کھولنے لگتا ہے۔ بلکہ اتنی گہرائی میں پہنچ کر بھاپ کے زور سے زمین کی سطح کو چیر دیتا اور گرم چشمہ کی صورت میں ابلنے لگتا ہے۔ اور جنوبی افریقہ میں بعض کانیں ۷۰۴۰، ۷ فٹ تک گہری کھودی جا چکی ہیں۔ جہاں گرمی کا یہ عالم ہے کہ اس سے بچاؤ کے خصوصی انتظامات کے بغیر وہاں ٹھہرا نہیں جاسکتا۔ اور اس کے مرکز میں تو پگھلے ہوئے لوہے کی بھٹی شعلہ فگن ہے جس کا درجۂ حرارت تقریباً سطح آفتاب کے درجۂ حرارت کے برابر ہے۔ پھر سمندر اور اس کے اندر کی دنیا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؑ سمندر کی تہ میں بھیانک خاموشی کا نظریہ نہ رکھتے تھے اور نہ ان توہمات میں مبتلا تھے جو اس دور میں عوام کے ذہنوں پر چھائے ہوئے تھے اور عقائد کی صورت میں طبائع انسانی پر مسلط تھے۔ بلکہ وہاں کے متعلق ایک جیتی جاگتی پُر رونق و آباد دُنیا کا تصوّر رکھتے تھے۔ چنانچہ اب وہاں کی تھوڑی بہت دنیا مشاہدہ میں آچکی ہے اور تقریباً آٹھ میل تک اس کی گہرائیوں میں اُترا اور وہاں کے عجائب و نوادر کو دیکھا جا چکا ہے۔ بلکہ وہاں کی مختلف چیزوں اور جانوروں کو حاصل بھی کیا جا چکا ہے اور متعدد حیوانوں اور قسم قسم کی مچھلیوں کی آوازیں کہ جن کی وجہ سے سمندر کی تہ میں سکوت و خامشی کے بجائے ہر وقت شور و ہنگامہ برپا رہتا ہے ریکارڈ کی جا چکی ہیں۔ پھر پانی کے اندر مچھلیوں کے سانس لینے کا ذکر فرمایا ہے یہ بھی اس زمانہ کے لحاظ سے حیرت انگیز چیز ہے کہ پانی کی گہرائیوں میں کیونکر سانس لی جا سکتی ہے۔ جب کہ اس میں ہوا کا گزر ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر عصری تحقیقات نے بتایا ہے کہ پانی کے اندر حل شدہ ہوا موجود ہوتی ہے اور مچھلیوں کے آلاتِ تنفس اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وُہ پانی کے اندر صرف اسی حل شدہ ہوا میں عملِ تنفس جاری رکھ سکتی ہیں۔ اور پانی سے باہر نکل آئیں تو سانس نہیں لے سکتیں۔ اس کے برعکس انسان صرف پانی سے باہر رہ کر ہی سانس لے سکتا ہے۔ اور پانی کے اندر اس کی سانس بند ہو جاتی ہے۔ اسی لئے سمندر کی گہرائیوں میں اترنے والوں کو آلات کے ذریعہ باہر سے آکسیجن بہم پہنچائی جاتی ہے۔ مچھلیاں کیونکہ ہمیشہ پانی میں رہتی ہیں اس لئے قدرت نے ان کے سانس لینے کا انتظام بھی پانی کے اندر کر دیا ہے۔ اس طرح کہ جب پانی ان کے منہ میں جاتا ہے تو گلپھڑوں کے اندر پھیلے ہوئے ریشے آکسیجن کو جذب کر لیتے ہیں اور پانی گلپھڑوں کے راستے باہر نکل جاتا ہے اور جن مچھلیوں کے گلپھڑے نہیں ہوتے انہیں سانس لینے کے لئے سمندر کی سطح پر ابھرنا پڑتا ہے۔ یہ درحقیقت مچھلیاں ہوتی ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ مچھلی وہی ہے جو پانی کے اندر رہ کر سانس لے۔ چنانچہ وہیل مچھلی اگرچہ مچھلی کہلاتی ہے۔ مگر وُہ مچھلی نہیں ہے اور نہ اس میں مچھلی کے خواص پائے جاتے ہیں۔ وہ انڈوں کے بجائے بچے دیتی، بچوں کو دودھ پلاتی اور سانس لینے کے لئے سطح سمندر سے اُبھرتی ہے۔ پھر مختلف چیزوں کے وزن کا ذکر فرمایا ہے۔ وزن سے مراد وہ قوت ہے، جو کشش ثقل کی وجہ سے کسی چیز میں پیدا ہوتی ہے اور مرکز سے قرب و بعد کے لحاظ سے کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔

چنانچہ پہلے آسمان و زمین کے وزن کا ذکر کیا ہے۔ آسمان کیا ہے؟ ہے بھی یا نہیں؟ یہ اپنے مقام پر طے ہوتا رہے گا۔ ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ ہماری نگاہ "حدِ نظر" سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ لہٰذا حدِ نظر سے آگے کے لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کچھ نہیں ہے۔ رہی زمین تو وہ ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے جس کے متعلق سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ وہ اب سے دو ارب سال پہلے سورج کی کوکھ سے پیدا ہوئی اور مختلف ادوار و حالات سے گزرنے کے بعد اس قابل ہوئی کہ اس پر کوئی ذی روح رہ سکے۔ اس کے وزن کا اندازہ ۵۹،۷۶۰ سنکھ میٹرک ٹن ہے جو تقریباً ۵،۹۷۵۰۰۰ سنکھ من کے مساوی ہوتے ہیں۔ مگر اس میں ۵۰ سنکھ ٹن کی کمی بیشی کا احتمال پیدا کر دیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی زمین کا صحیح صحیح وزن معلوم نہیں ہو سکا اور پیمائش کے لحاظ سے اس کا قطر ۷۹۱۸ میل ہے اور محیط ۲۴،۸۹۹ میل ہے اور اس حجم کے ساتھ ۶۶،۶۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کے گرد سرگرمِ سیر ہے۔ پھر چاند اور سورج کے وزن کا ذکر فرمایا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرتؑ یہ جانتے تھے کہ یہ چاند اور سورج ہمارے کرۂ ارضی کی طرح وزنی کرّے ہیں۔ چنانچہ چاند کا وزن زمین کے وزن کا ۱/۸۱ حصہ ہے۔ اور اس کا قطر ۲۱۶۳ میل ہے جو زمین کے قطر کے ایک چوتھائی سے کچھ زیادہ ہے اور ۲۳۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین کے گرد رواں دواں ہے اور سورج کا وزن ۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن اور قطر ۸۹۲۵۰۰ میل اور محیط ۲۶،۸۵۰۰۰ میل ہے۔ موجودہ دور میں چاند سورج کے قطر و محیط کی پیمائش ایک معمولی بات ہے۔ کیونکہ سائنس نے صحرائے تحقیق میں سالہا کی سرگشتگی کے نتیجہ میں ایسے طریقے معلوم کر لئے ہیں جن سے چاند سورج کی پیمائش کی جا سکتی ہے۔ مگر جب عالمِ آب و گل میں اجرامِ فلکیہ کی پیمائش کا کوئی تصور بھی پیدا نہ ہوا تھا اس وقت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے سورج کے طول و عرض کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تسع مائة فرسخ فی تسع مائة فرسخ "۹۰۰×۹۰۰ فرسخ" ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ لہٰذا حاصل ضرب ۲۴،۳۰۰۰۰ میل ہوں گے اور شرعی میل چونکہ رائج الوقت میل سے ۲۴۰ گز بڑا ہوتا ہے۔ اس حساب سے تقریباً یہی محیط نکلے گا۔ یہ ہے وہ علمِ امامت جس کے مقابلہ میں انسان لاکھ اکتشافات و تحقیقات کے فلک بوس محل تیار کرے مگر اس کے کنگرہ کی بلندی کو چھو نہیں سکتا۔ بہرحال یہ عظیم الشان کرہ جس کا جرم ہماری زمین سے ۱۲،۵۹۷۰۹ گنا بڑا اور ۳،۳۳۴۰۰ گنا بھاری ہے۔ اپنے محور پر زمین کی طرح گھومتا رہتا ہے اور ۲۵ دن، گھنٹہ ۴۸ منٹ میں ایک چکر کاٹ لیتا ہے۔ پھر نور و ظلمت کے وزن کا ذکر کیا ہے۔ نور یا روشنی کو ہم ایک احساس سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جو شعاعی قوت سے ہماری آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ شعاعی قوت جس کو ہماری آنکھ محسوس کرتی ہے مرئی و شعاعی قوت کہتے ہیں۔ جو آنکھ اور مرئی چیز کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرح کہ روشنی کی لہریں جب کسی جسم مرئی پر گر کر منعکس ہوتی ہیں تو وہ جسم نظر آنے لگتا ہے۔ یہ مرئی شعاعی لہریں بنفشی، نیلی، آسمانی، سبز، زرد، نارنجی اور سرخ رنگوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور سفید روشنی ان تمام رنگوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک مادی و وزنی چیز ہے کیونکہ قوت اور مادہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ہر قسم کا مادہ وزن رکھتا ہے۔ سر اسحٰق نیوٹن کا نظریہ یہ تھا کہ

روشنی مادہ کی ایک انتہائی لطیف صورت ہے جو ذرّات کی صورت میں منور اجسام سے بیحد سُرعت کے ساتھ خارج ہوتی ہے اس نظریہ کی بنا پر روشنی کا وزن ظاہر ہے۔ اور موجودہ نظریات کے لحاظ سے بھی جو روشنی میں فوٹون کو ثابت کرتے ہیں اس کے وزن سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ فوٹون ایک مادی چیز ہے اور اس کے خصوصیات وہی ہیں جو الیکٹرون (برقیہ) کے ہیں۔ اور الیکٹرون مسلمہ طور پر مادی ہے۔ یہ فوٹون بیسویں صدی میں روشنی کے تجزیہ کے موقع پر دریافت ہوئے۔ یہ انتہائی چھوٹے چھوٹے نقطے ہوتے ہیں اور ارتعاشی لہروں کی صورت میں چلتے اور ہمیشہ رواں دواں اور حرکت میں رہتے ہیں اس لئے ان کا مشاہدہ حالتِ سکون میں ناممکن ہے۔

ہستم اگر مے روم گر نہ روم نیستم

روشنی میں وزن کا امکان سب سے پہلے لیون ہارڈ یولر نے انیسویں صدی کے آغاز میں ظاہر کیا اور اسی صدی کے آخر میں میکسوئل نے روشنی کے وزن کو دریافت کر لیا۔ اور یہ بتایا کہ روشنی میں بھی ہوا کے تیز جھونکوں کی طرح قوت مخفی ہوتی ہے جو مختصر ذرّوں کو اپنے راستہ سے ہٹا دے سکتی ہے اور یہ دباؤ بہت ہی ہلکا ہوتا ہے۔ اور عام حالات میں اس کا مشاہدہ بہت مشکل ہے۔ آخر سر ولیم کرکس نے ریڈیو میٹر ایجاد کیا جس میں چار پر ہوتے ہیں جو روشنی کے سامنے رکھنے سے گھومتے ہیں اور یہ دباؤ مشاہدہ کے حدود میں آ گیا۔ پھر پیٹر لیڈیو نے ایک بہترین قسم کے ریڈیو میٹر سے روشنی کی پیمائش کر لی۔ یہ پیمائش ایک ایسے پیمانہ سے کی جاتی ہے جس میں انتہائی چھوٹے چھوٹے درجات ہوتے ہیں۔ چنانچہ پہلے درجہ کی لمبائی ایک ملی میٹر کا کروڑواں حصہ ہوتی ہے اور ایک ملی میٹر، میٹر کا ہزارواں حصہ ہوتا ہے اور ایک میٹر تقریباً سوا سترہ گرہ کا ہوتا ہے۔ جب روشنی ۳۸۰۰ درجہ سے متجاوز ہوتی ہے تو دکھائی دیتی ہے اور ۵۵۰۰ درجہ پر پہنچ کر پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے۔ روشنی کا سب سے بڑا مرکز سورج ہے جس کی سطح سے بلند ہونے والے آتش بار شعلے کبھی کبھی ۲،۸۶۰۰۰ میل تک کی بلندیوں کو چھو لیتے ہیں۔ اور ایک مربع سنٹی میٹر میں جو میٹر کا سوواں حصہ ہوتا ہے ۵۰،۰۰۰ موم بتیوں کی روشنی کے برابر روشنی بھر دیتا ہے اور تمام کرہ زمین کو جو اس سے روشنی حاصل ہوتی ہے اس کی مقدار سورج کی پوری روشنی سے وُہی نسبت رکھتی ہے جو ایک سیکنڈ کو ۴، سال سے ہے اور زمین سے دس گنا زائد روشنی اجسامِ فلکی میں بٹتی ہے اور باقی فضائیں منتشر ہو جاتی ہے اور چاند ایسے ۴،۶۵۰۰۰ کرے اس کی روشنی سے روشن ہو سکتے ہیں۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ اس تقسیم نور سے سُورج کے ۴۰۰،۰۰۰۰ ٹن گیسی مادے ایک سیکنڈ میں جل جاتے ہیں، مگر پھر بھی اُسے ختم ہوتے ہوتے دس۱۰ ارب سال اور لگیں گے۔ بہر حال یہ روشنی کے نقطے جنہیں ارتعاشی لہریں مرئی صورت میں نمایاں کرتی ہیں بعض جگہ اتنی کم مقدار میں ہوتے ہیں کہ آنکھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ ایسی جگہ تاریکی کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔ یہ تاریکی صرف مرئی شعاعوں سے خالی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح مرئی لہروں کی وجہ سے روشنی میں دباؤ ہوتا ہے۔ ظلمت میں بھی غیر مرئی نقطوں کی وجہ سے دباؤ ہونا چاہیئے۔ اہلِ تحقیق کی یہ کد و کاوش قابلِ قدر ہے کہ انہوں نے روشنی کی پیمائش کے آلات ایجاد کئے۔ روشنی کا تجزیہ کیا، اس کے ایک ایک جوہری نقطہ کو تولا، ناپا۔

اور اس کے وزن و مقدار کا اندازہ لگایا۔ مگر یہ کہ اس کائنات میں کتنے اجرام نورانی اور کتنے سورج، چاند اور سیارے ہیں اور کہاں کہاں ان کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ تو آنکھیں عاجز و درماندہ اور دوربینیں ایک حد پہ پہنچ کر سپر انداختہ نظر آئیں گی۔ چنانچہ کہکشاں کا مرکز ہمارے سورج سے ۳۰۰۰۰ نوری سال کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نوری سال سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی اپنی رفتار سے ایک سال میں طے کرتی ہے۔ اس کہکشاں میں ۴۰ ارب سورج اور ان گنت سیارے پائے جاتے ہیں اور ہر سورج دوسرے سورج سے ۴ نوری سال کے فاصلہ پر ہے اور ان میں سے اکثر کے گرد ہمارے نظام شمسی کی طرح سیارے گھوم پھر رہے ہیں اور اس کہکشانی قسم کے نظام دس کروڑ سے زیادہ موجودہ دور بینوں سے دیکھے جا چکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی وسعت ہماری کہکشاں کی وسعت کے برابر ہے اور اتنے ہی سورج ان میں گردش کر رہے ہیں۔ اس عالم کی وسعت و بلندی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ زمین سے قریب ترین ستارے کی روشنی ۴ سال میں زمین تک پہنچتی ہے اور بعض اجرام فلکی کی روشنی کو زمین تک پہنچنے کے لئے دس لاکھ سال کی مدت درکار ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ایک چمک دیکھی گئی جس کی بلندی سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ ۴۰ لاکھ برس پہلے کوئی ستارہ ٹوٹا ہوگا جس کی روشنی اب نظر آئی ہے اور فلکیات کے ماہر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ بعض ستارے ایسے بھی ہوں گے جن کی روشنی ابھی زمین تک پہنچی ہی نہیں ہے۔ حالانکہ روشنی کی رفتار ۱،۸۶۲۸۴ میل فی سیکنڈ ہے اور سورج جو ہم سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے اس کی روشنی ۸ منٹ ۱۸ سیکنڈ میں اور چاند کی روشنی ایک سیکنڈ میں زمین تک پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر یہ کہ گیسی بادل جو دس لاکھ سے ۱۵ کروڑ نوری سال تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان سے دور تر سحابیے جن کے فاصلے دس کھرب نوری سال تک ہیں ان میں روشنی کی مقدار کتنی اور کہاں کہاں پہنچتی ہے اور انتہاء تاریکیاں جو ہم سے کالے کوسوں دور ہیں ان میں خلائی شعاعیں (کاسمک ریز) کس مقدار میں پائی جاتی ہیں اور کہاں کہاں ظلمتوں کے طوفان محیط ہیں تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے۔ عصر جدید نے اگرچہ آلات و گوناگوں ایجادات سے روشنی کے وزن کا انکشاف کیا مگر ائمہ اہل بیتؑ نے روشنی کے وزن کا اس وقت ذکر کیا جب کہ نہ دور بینیں ایجاد ہوئی تھیں اور نہ لیبارٹریوں کا وجود تھا۔ اور عوام تو عوام خواص کے ذہن بھی اس تصور سے خالی تھے۔ چنانچہ یہ دعا اس کے لئے شاہد ہے۔ اس کے علاوہ ارشادات ائمہ میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ! مجھے ستاروں کے دیکھنے سے ایک خاص حظ حاصل ہوتا ہے اور ایک حد تک مجھے اس فن میں مہارت حاصل ہے۔ تو حضرتؑ نے بطور امتحان اس سے دریافت کیا کہ:-

کم تسقی الشّمس القمر من نورها وکم تسقی الشّمس الارض من نورها۔	اچھا یہ تو بتاؤ کہ سورج کتنی مقدار میں اپنی روشنی سے چاند کو سیراب کرتا ہے اور کتنی مقدار میں زمین کو سیراب کرتا ہے؟

اس نے کہا یہ باتیں تو ایسی ہیں جو اس سے پہلے میں نے کبھی سنی ہی نہیں اور نہ ان کا کبھی تصور ہوا ہے۔

پھر سائے اور ہوا کے وزن کا ذکر کیا ہے۔ سایہ وہی تاریک حصہ ہے جو کثیف اور غیر شفاف اجسام کے امتزاج

سے مرئی شعاعوں سے خالی ہوتا ہے۔ لیکن غیر مرئی شعاعیں اس میں کم و بیش ہوتی ہیں جس سے وہ کبھی زیادہ تاریک اور کبھی کم تاریک ہوتا ہے اور جس طرح کثیف اجسام مرئی شعاعوں کے نفوذ سے مانع ہو کر سایہ کو جنم دیتے ہیں۔ اسی طرح دُور روشنیوں کے تصادم سے بھی سایہ نمودار ہوتا ہے جسے ظلِّ نور سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی اسی طرح وزن کا حامل ہوتا ہے۔ جس طرح تاریکی غیر مرئی شعاعوں کی وجہ سے وزن رکھتی ہے اور ہوا بھی ایک مادی اور وزن دار چیز ہے۔ یہ ہوائی کُرّہ زمین سے دو سو میل سے زائد بلندی تک پھیلا ہُوا ہے۔ اور زمین سے متصل ہوا کثیف اور بھاری ہوتی ہے اور جُوں جُوں بلند ہوتی ہے لطیف و سُبک ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ۲۰۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اس قابل نہیں رہتی کہ انسان اس میں سانس لے سکے۔ سب سے پہلے حسن ابن ہشیم نے ہوا کا وزنی ہونا بتایا اور ۱۶۴۳ء میں اٹلی کے ڈاکٹر ٹرویسلی نے باد پیما (بیرومیٹر) ایجاد کیا اور اس کے وزن اور دباؤ کی مقدار کو معلوم کر لیا۔ اس کا مجموعی وزن ۵۱۰۰ کھرب ٹن ہے اور سمندر کے کنارے ایک مربع انچ میں ہوا کا وزن ۱۴½ پونڈ ہوتا ہے۔ اور ہر شخص ۲۰۰۰ پونڈ وزنی ہوا اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہے۔ اور یہ اللہ کی کرشمہ سازی ہے کہ اس نے انسان کے اندر ہوا بھر کر اس بوجھ کا احساس نہیں ہونے دیا، ورنہ وہ اس بوجھ کے نیچے دب کر رہ جاتا۔ ہوا کا وزن اگرچہ ایک حد تک معلوم کیا جا چکا ہے مگر یہ کہ ان میں درختوں کو بار آور کرنے والی ہواؤں، سطح سمندر سے بخارات اٹھانے والی ہواؤں اور بادلوں کو حرکت میں لانے والی ہواؤں اور اس کی مختلف تہوں کا وزن کیا ہے اور دوسرے کُروں اور سیاروں پر ہوا کی مقدار اور کمیت کیا ہے۔ اور ان میں آکسیجن، نائیٹروجن اور دوسری گیسوں کی مقدار کتنی ہے تو قیاس آرائیوں کے علاوہ یقین کے ساتھ کچھ نہ بتایا جا سکے گا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اور وہی ان ہواؤں کے محل و مقام، وزن و مقدار، اجزا اور اجزا کی کمیت و کیفیت سے واقف ہے اور اس کا علم کلیات و جزئیات، ظواہر و بواطن اور غیوب و شہود پر یکساں محیط ہے۔ اور کوئی چیز اس کے دائرۂ اطلاع سے خارج، اس کے احاطۂ نگاہ سے باہر اور اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ کیونکہ ذاتِ الٰہی کے لئے جہل اگرچہ وہ چھوٹی سے چھوٹی اور مخفی سے مخفی چیز کے متعلق کیوں نہ ہو نقص ہے اور نقص اس کے کمالِ ذات کے منافی ہے۔

دُعَاءٌ وَتَمْجِيدٌ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تَجَلّٰی لِلْقُلُوْبِ بِالْعَظَمَةِ وَاحْتَجَبَ عَنِ الْاَبْصَارِ بِالْعِزَّةِ وَاقْتَدَرَ عَلَى الْاَشْيَاۗءِ بِالْقُدْرَةِ فَلَا

بزرگی و عظمتِ الٰہی کے بیان میں حضرتؑ کی دُعا

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو اپنی عظمت کے ساتھ دلوں پر روشن و درخشاں ہے اور اپنی عزت کے ساتھ آنکھوں سے پنہاں ہیں۔ اور تمام چیزوں پر اپنے اقتدار سے قابو رکھتا ہے نہ آنکھیں

الْاَبْصَارُ تَثْبُتُ لِرُؤْيَتِهٖ وَلَا
الْاَوْهَامُ تَبْلُغُ كُنْهَ عَظَمَتِهٖ
تَجَبَّرَ بِالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاۤءِ وَ
تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَالْبِرِّ وَالْجَلَالِ
وَتَقَدَّسَ بِالْحُسْنِ وَالْجَمَالِ
وَتَمَجَّدَ بِالْفَخْرِ وَالْبَهَاۤءِ وَ
تَهَلَّلَ بِالْمَجْدِ وَالْاٰلَاۤءِ وَ
اسْتَخْلَصَ بِالنُّوْرِ وَالضِّيَاۤءِ
خَالِقٌ لَا نَظِيْرَ لَهٗ وَاَحَدٌ لَا
نِدَّ لَهٗ وَوَاحِدٌ لَا ضِدَّ لَهٗ وَ
صَمَدٌ لَا كُفُوَ لَهٗ وَاِلٰهٌ لَا ثَانِيَ
مَعَهٗ وَفَاطِرٌ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَرَازِقٌ لَا مُعِيْنَ لَهٗ وَالْاَوَّلُ
بِلَا زَوَالٍ وَالدَّاۤئِمُ بِلَا فَنَاۤءٍ
وَالْقَاۤئِمُ بِلَا عَنَاۤءٍ وَالْمُؤْمِنُ
بِلَا نِهَايَةٍ وَالْمُبْدِئُ بِلَا
اَمَدٍ وَالصَّانِعُ بِلَا اَحَدٍ
وَالرَّبُّ بِلَا شَرِيْكٍ وَالْفَاطِرُ
بِلَا كُلْفَةٍ وَالْفَعَّالُ بِلَا عَجْزٍ
لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فِيْ مَكَانٍ
وَلَا غَايَةٌ فِيْ زَمَانٍ لَمْ يَزَلْ
وَلَا يَزُوْلُ وَلَنْ يَزَالَ كَذٰلِكَ
اَبَدًا هُوَ الْاِلٰهُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ
الدَّاۤئِمُ الْقَدِيْمُ الْقَادِرُ
الْحَكِيْمُ اِلٰهِيْ عُبَيْدُكَ
بِفِنَاۤئِكَ سَاۤئِلُكَ بِفِنَاۤئِكَ
فَقِيْرُكَ بِفِنَاۤئِكَ (ثلثًا)

اس کے دیدار کی تاب لا سکتی ہیں اور نہ عقلیں اس کی
عظمت کی حد تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ اپنی عظمت و
بزرگی کے ساتھ ہر چیز پر غالب ہے اور عزت و
احسان و جلالت کی رداء اوڑھے ہوئے ہے۔ حسن و
جمال کے ساتھ نقائص سے بری ہے اور فخر و سر
بلندی کے ساتھ شرف و بزرگی کا مالک ہے اور
خیر و بخشش کی فراوانی اور (عطائے) نعمات سے
خوش ہوتا ہے اور نور و روشنی کے ساتھ (تمام عالم
سے) امتیاز رکھتا ہے۔ وہ ایسا خالق ہے جس کا کوئی
نظیر نہیں۔ وہ ایسا یکتا ہے کہ جس کا کوئی مثل نہیں۔
وہ ایسا یگانہ ہے جس کا کوئی مدمقابل نہیں۔ وہ ایسا
بے نیاز ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ خدا جس کا کوئی
دوسرا نہیں۔ وہ پیدا کرنے والا ہے جس کا کوئی شریک
کار نہیں۔ وہ رزق دینے والا ہے جس کا کوئی مددگار
نہیں۔ وہ ایسا اول ہے جسے زوال نہیں۔ وہ ایسا
باقی و جاوید ہے جسے فنا نہیں۔ وہ دائم و قائم ہے
بغیر کسی رنج و مشقت کے وہ امن و امان کا بخشنے
والا ہے۔ بغیر کسی حد و نہایت کے وہ ایجاد کرنے والا
ہے۔ بغیر کسی مدت کی حد بندی کے وہ صانع و موجد
ہے۔ بغیر کسی ایک (کی اعانت) کے وہ پروردگار
ہے۔ بغیر کسی شریک کے وہ پیدا کرنے والا ہے۔
بغیر کسی زحمت و دشواری کے وہ کام کرنے والا ہے۔
بغیر عجز و درماندگی کے اس کی کوئی حد نہیں۔ مکان
میں اور نہ اس کی کوئی انتہا ہے زمانہ میں۔ وہ ہمیشہ
سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ یونہی ہمیشہ ہمیشہ اسے کبھی
زوال نہ ہوگا۔ وہی خدا ہے جو زندہ قائم و دائم، قدیم
قادر اور علم و حکمت والا ہے۔ بارالہا! تیرا ایک بندہ

اِلٰهِيْ لَكَ يَرْهَبُ الْمُتَرَهِّبُوْنَ وَ اِلَيْكَ اَخْلَصَ الْمُبْتَهِلُوْنَ رَهْبَةً لَكَ وَ رَجَاءً لِعَفْوِكَ يَا اِلٰهَ الْحَقِّ ارْحَمْ دُعَاءَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَ اعْفُ عَنْ جَرَائِمِ الْغَافِلِيْنَ وَ زِدْنِيْ اِحْسَانَ الْمُنِيْبِيْنَ يَوْمَ الْوُفُوْدِ عَلَيْكَ يَا كَرِيْمُ۔

حقیر تیرے ساحتِ قدس میں حاضر ہے۔ تیرا سائل تیرے آستانہ پر حاضر ہے۔ تیرا محتاج و دست نگر تیری بارگاہ میں حاضر ہے (ان تینوں جملوں کو تین مرتبہ دہرائے) اے میرے اللہ! تجھ ہی سے عبادت گزار ڈرتے ہیں اور تیرے خوف اور امید و عفو و بخشش کے پیشِ نظر عاجزی سے التجا کرنے والے تجھ سے لو لگاتے ہیں۔ اے سچے معبود! استغاثہ و فریاد کرنے والوں کی پکار پر رحم فرما اور غفلت میں گرفتار ہونے والوں کے گناہوں سے درگزر فرما اور اے کریم اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے والوں کے ساتھ اس دن کہ جب وہ تیرے سامنے پیش ہوں، نیکی اور احسان میں اضافہ فرما۔

یہ دُعا خداوند عالم کی عظمت و بزرگی اور اُس کے اوصافِ کمال کے بیان کے سلسلہ میں ہے۔ الٰہی صفات کے بیان سے جہاں یہ مقصد ہے کہ انسان خداشناسی کی منزل سے قریب ہو، وہاں یہ بھی مقصد ہے کہ معبود کی رفعت و بلندی کا تصور، اس میں نوعی رفعت و سربلندی کا احساس پیدا کرے تاکہ وہ اس کائنات میں اپنے کو بلند درجہ سمجھتے ہوئے خالق کائنات کے علاوہ کسی اور کی پرستش و عبادت کا تصور بھی نہ کرے اور اس بلندی کے احساس کے پیشِ نظر اپنے عمل و کردار میں بھی بلندی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

صفاتِ الٰہی میں سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ انسان کے قلب و ضمیر سے پنہاں نہیں ہے کیونکہ ہر چیز میں اس کی نمود اور ہر شے میں اس کی جلوہ ریزی ہے چنانچہ زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ اور کائنات کا ہر ذرہ اس کے وجود کی ایک محکم بُرہان ہے۔ اگر کوئی شخص کسی نقاش کو نقش کھینچتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ وہ زندہ بھی ہے، عالم بھی ہے، قادر بھی ہے اور مُرید بھی۔ اس لئے کہ حیات علم قدرت اور ارادہ کے بغیر نقاش کا ہاتھ نقش نہیں کھینچ سکتا۔ تو اگر اس کے ہاتھ کی حرکت کو دیکھ کر ان اوصاف کا یقین ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس حرکت کے مشاہدہ کے علاوہ اور کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ تو کیا کائنات کے نقش بدیع کو دیکھنے کے بعد صانع کے وجود اور اس کی صفتِ علم و قدرت سے انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ اور جس کے وجود پر اتنے شواہد موجود ہوں وہ چشم بصیرت سے مخفی رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! جبکہ دل ضمیر فطرت اور وجدان اس کے وجود کی شہادت دے رہے ہیں اور اس کی ہستی کے دلائل اتنے قوی ہیں کہ ہر شخص اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہے اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد

یہ تصور کہ یہ عالم بعض عناصر کے اتفاقی میل کا نتیجہ ہے عقل و فہم سے بمراحل دُور ہے اس لئے کہ ہر چیز کی تہہ میں ایک حکیمانہ نظام کار فرما نظر آتا ہے اور ہر شے اپنے مقام پر ایک خاص موزونیت کی حامل دکھائی دیتی ہے جسے محض اتفاقیہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ چنانچہ اس عالم کے نظم و نسق اور وضع و ساخت کو دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہیں ہے کہ اس کائنات ہستی کا کوئی خالق و صانع ہے جو حکیم، مدبّر اور تمام صفاتِ کمال کا جامع ہے۔

دُوسری صفت یہ ہے کہ وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اپنے غلبہ و عزّت کی وجہ سے پوشیدہ ہے اور یہ پوشیدگی اس طرح کی نہیں ہے جس طرح شاہوں اور فرمانرواؤں کی پوشیدگی ہوتی ہے کہ وہ دروازوں پر پردے لٹکا کر اور پہرے کھڑے کر کے رعایا کی نظروں سے پنہاں رہتے ہیں تاکہ اُن کے رُعب و تمکنت میں فرق نہ آئے اور نہ اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح چمگادڑ کی نگاہ سے سُورج پوشیدہ ہو جاتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے نور کی تابش اور جمال کی طغیانی رویت سے مانع ہے کیونکہ وہ اس لئے پوشیدہ نہیں ہے کہ نگاہیں اس کے سامنے مضمحل ہو جاتی ہوں۔ بلکہ وُہ ذاتاً ناقابلِ رویت ہے اس لئے کہ اگر وہ دیکھے جانے کے قابل ہوتا تو نگاہوں کی محدود وسعت سے اُسے بھی محدود ہونا پڑتا۔ اور جب کہ اس ذاتِ غیر محدود کے لئے محدود ہونا ناممکن ہے تو اس کے دیکھے جانے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وُہ قادرِ مطلق ہے۔ اس لئے اپنی ہی قوت و طاقت سے ہر چیز پر اقتدار رکھتا ہے نہ ان سلاطین کی طرح جو لشکر و سپاہ اور اعوان و انصار کی بدولت اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو وُہ جن سے مدد لے گا ان کا محتاج قرار پائے گا۔ اور احتیاج ممکن کا خاصہ ہے نہ واجب کا۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ انسانی عقلیں اس کی واقعی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے کہ عقل و ادراک کی قوتیں محدود ہیں اور خدا لامحدود ہے۔ اور لامحدود، غیر محدود کا احاطہ نہیں کر سکتا کہ عقل و فہم میں سما سکے۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ وُہ یگانہ ہے اور کائنات کے پیدا کرنے میں کوئی اس کا معاون و شریک کار نہیں ہے اس لئے کہ اگر دو خالق ہوں تو ان میں سے ایک کسی کام کو کرنا چاہے تو دوسرا اس کا ہمنوا ہو گا یا مخالف۔ اگر ہمنوا ہے تو اس کی ہمنوائی کا فائدہ و نتیجہ ہی کیا جب کہ وہ تنہا اس کام کو انجام دینے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر مخالف ہے تو اس صورت میں یا وہ دونوں ناکام ہوں گے یا اُن میں سے ایک کامیاب ہو گا اور دوسرا ناکام۔ پہلی صورت میں دونوں خدا نہ رہیں گے اور دوسری صورت میں ناکام ہونے والا خدا نہ رہے گا۔ لہٰذا جب دوسرے کی احتیاج ہی نہیں ہے تو ایک بے کار وجود کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ وُہ ازل ہے اس لئے کہ تمام سلسلۂ موجودات اس پر منتہی ہوتا ہے اور جو تمام کائنات کا نقطۂ آخر اور علّۃ العلل ہو تو وہ یقیناً سب سے اوّل و اقدم ہو گا۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ مکان و زمان کے حدود سے بالاتر ہے اس لئے کہ مکان و زمان کی تقلید و حد بندی صفاتِ اجسام میں سے ہے اور وُہ جسم و جسمانیات سے منزّہ ہے اور دوسرے یہ کہ زمان و مکان حادث ہیں۔ اور جب وہ کسی مخلوق و حادث کا پابند ہو گا تو واجب الوجود نہ رہے گا۔ اور جب کہ وُہ حادث قرار پایا تو اس کے لئے فنا و زوال بھی ضروری

ہو گا۔ اس لئے کہ فنا سے مانع صرف اس کا واجب الوجود ہونا ہے اور زمان و مکان کی پابندی سے وہ واجب الوجود نہ رہا۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس کا مثل و نظیر ہو گا تو یا وہ واجب الوجود ہو گا یا ممکن۔ اگر واجب الوجود ہو گا تو واجب الوجود متعدد نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ممکن ہو گا تو ممکن و واجب ایک دوسرے کے مثل ہو نہیں سکتے۔ اس لئے کہ واجب غیر محتاج اور ممکن سراپا احتیاج ہے۔

نویں صفت یہ ہے کہ وُہ ایسا خالق ہے جو تخلیقِ اشیاء میں مادہ کا محتاج نہیں ہے کیونکہ احتیاج ممکن کی شان ہے اور واجب الوجود ہر قسم کی احتیاج سے کوسوں دُور ہے۔

دسویں صفت یہ ہے کہ وُہ رب ہے۔ رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ چنانچہ یہ پرورش و نگہداشت کا سروسامان اور تربیتِ عالم کا مسلسل اہتمام اس کی ربوبیت کا مظہر ہے اور یہ ربوبیت اتنی کامل و ہمہ گیر ہے کہ کوئی مخلوق وُہ پانی کے اندر ہو یا زمین کے اُوپر، دامنِ کوہ میں ہو یا وسعتِ فضا میں اپنی حاجت و ضرورت کے مطابق بقائے زندگی کے سامان سے بہرہ مند ہے۔ جس کا سلسلہ نہ کبھی قطع ہُوا ہے اور نہ ہو گا۔

گیارہویں صفت یہ ہے کہ وُہ عین حسن و سراپا جمال ہے۔ چنانچہ زمین پر سبزۂ خوابیدہ کا مخملی فرش، پھولوں میں رنگوں کا حسین امتزاج، دریاؤں کی روانی، موجوں کی طغیانی، آبشاروں کے زمزمے، طائروں کے نغمے، ستاروں کی چشمک، چاند کا اُتار چڑھاؤ، سورج کی ضیا پاشی، کہکشاں کی دلآویزی اور صبح و شام کی نظر افروزی اسی کے جمال کا پرتو اور اُس کے حُسن کی جلوہ آرائی کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ جو جمال سے عاری ہو وُہ دوسری چیزوں میں رعنائی پیدا نہیں کر دے سکتا۔ لہٰذا کائنات ہستی کی موزونیت اور فطرت کا بناؤ خالق کے حسن و جمال کا آئینہ دار اور اس کی جمال پسندی کی دلیل ہے۔

بارہویں صفت یہ ہے کہ وُہ مومن ہے۔ اگر مومن کا اطلاق انسان پر ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وُہ خدا اور اُس کے رسولؐ اور آسمانی احکام کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ظلم و جور کا قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

سمی الباری عزّوجلّ مؤمناً لانّہ یؤمن من عذابہ من اطاعہ۔	"خداوندِ عالم کا نام مومن اس لئے ہے کہ اس کے اطاعت گزار بندے اس کے عذاب سے مامون و بے خطر ہیں۔"

بہرحال اس دعا کے مطالعہ سے ایک ایسی ہستی کا تصور سامنے آجاتا ہے جو تمام حسن و خوبی کی صفتوں کو سمیٹے ہوئے ہے جو عظمت و جلال و کبریائی کا بھی مالک ہے۔ اور مجد و بزرگی و شرف کا بھی سرمایہ دار ہے جو سر تا پا نور و ضیاء، سراپا حسن و جمال ازلی، ابدی، زندہ، قائم، توانا، بے نیاز، باقی و برقرار اور دائم و جاوید ہے۔ اسی سے تمام موجودات کا ظہور ہُوا اور اسی سے ان کی بقا وابستہ ہے اور اسی کی طرف پلٹنا ہے وہ یکتا و یگانہ اور بے مثل و بے ہمتا ہے۔ ہر چیز میں نمایاں، ہر دل میں جلوہ گر، اور پھر کہیں نہیں کہ اُسے دیکھا جا سکے یا اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔

پایا یا نہ یوں کہ کرتے اس کی طرف اشارہ ÷ یوں تو جہاں میں ہم نے اسکو کہاں نہ پایا

وَمِنْ دُعَآئِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی التَّذَلُّلِ

مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْمَوْلٰی وَ اَنَا الْعَبْدُ وَھَلْ یَرْحَمُ الْعَبْدَ اِلَّا الْمَوْلٰی مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ وَ اَنَا الذَّلِیْلُ وَھَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّا الْعَزِیْزُ۔ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْخَالِقُ وَ اَنَا الْمَخْلُوْقُ وَ ھَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوْقَ اِلَّا الْخَالِقُ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْمُعْطِیْ وَ اَنَا السَّآئِلُ وَھَلْ یَرْحَمُ السَّآئِلَ اِلَّا الْمُعْطِیْ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْمُغِیْثُ وَ اَنَا الْمُسْتَغِیْثُ وَھَلْ یَرْحَمُ الْمُسْتَغِیْثَ اِلَّا الْمُغِیْثُ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْبَاقِیْ وَ اَنَا الْفَانِیْ وَھَلْ یَرْحَمُ الْفَانِیْ اِلَّا الْبَاقِیْ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الدَّآئِمُ وَ اَنَا الزَّآئِلُ۔ وَھَلْ یَرْحَمُ الزَّآئِلَ اِلَّا الدَّآئِمُ۔ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْحَیُّ وَ اَنَا الْمَیِّتُ وَھَلْ یَرْحَمُ الْمَیِّتَ اِلَّا الْحَیُّ۔ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْقَوِیُّ وَ اَنَا الضَّعِیْفُ وَ ھَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیْفَ اِلَّا الْقَوِیُّ مَوْلَایَ مَوْلَایَ اَنْتَ الْکَبِیْرُ وَ اَنَا الصَّغِیْرُ۔ وَ

تذلّل و عاجزی کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دعا

اے میرے آقا، اے میرے مالک! تو آقا ہے، اور میں بندہ۔ اور بندے پر آقا کے سوا کون رحم کھائے گا۔ میرے مولا، میرے آقا! تو عزت والا ہے۔ اور میں ذلیل۔ اور ذلیل پر عزت دار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مالک، میرے مالک! تو خالق ہے، اور میں مخلوق۔ اور مخلوق پر خالق کے سوا کون ترس کھائے گا۔ میرے مولا! میرے مولا! تو عطا کرنے والا ہے اور میں سوالی۔ اور سائل پر عطا کرنیوالے کے علاوہ کون مہربانی کرے گا۔ میرے آقا! میرے آقا! تو فریاد رس ہے اور میں فریادی۔ اور فریادی پر فریاد رس کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مالک! میرے مالک! تو باقی ہے اور میں فانی۔ اور فانی پر دائم و جاوید کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا! میرے مولا! تو زندہ ہے اور میں مُردہ۔ اور مُردہ پر زندہ کے سوا کون ترس کھائے گا۔ میرے مالک، میرے مالک! تو طاقتور ہے اور میں کمزور۔ اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا! میرے مالک! تو غنی ہے اور میں تہی دست، اور تہی دست پر غنی کے علاوہ کون رحم کھائے گا۔ میرے آقا! میرے آقا! تو بڑا ہے اور میں چھوٹا۔ اور چھوٹے پر بڑے کے سوا کون نظرِ شفقت کرے گا۔ میرے

هَلْ يَرْحَمُ الصَّغِيْرَ اِلَّا الْكَبِيْرُ مَوْلَايَ مَوْلَايَ اَنْتَ الْمَالِكُ وَاَنَا الْمَمْلُوْكُ وَهَلْ يَرْحَمُ الْمَمْلُوْكَ اِلَّا الْمَالِكُ۔

مولا! میرے مولا! تُو مالک ہے اور مَیں غلام۔ اور غلام پر مالک کے سوا کون مہربانی کرے گا۔

یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرّع واسترحام کے سلسلہ میں ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ میں سے مختلف ناموں کے ساتھ یاد کیا ہے اور وہ اسماء جن جن معنی و صفات کے حامل ہیں ان کے مقابلہ میں بطور صنعت طباق و تضاد اپنے لئے ایک اسم کا انتخاب کیا ہے جیسے مولیٰ کے مقابلہ میں عبد، غنی کے مقابلہ میں فقیر، باقی کے مقابلہ میں فانی وغیرہ۔ یہ اندازِ خطاب، طلب و سوال کے استحقاق پر بھی روشنی ڈالتا ہے اس طرح کہ بندہ اپنے آقا سے اور فقیر غنی سے طلب نہ کرے تو کس سے رحم کی التجا کرے اور کس کے آگے جھولی پھیلائے اور آقا و مالک کے سوا ہو بھی کون سکتا ہے، جو اپنے بندہ پر شفقت و مہربانی کرے۔ اور غنی کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جو فقیر کی بے مائگی کو غنا و خوش حالی سے بدل سکے۔ اس بنا پر حضرتؑ اس کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ تُو آقا و مولا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور بندہ پر نظر شفقت و مرحمت آقا ہی کر سکتا ہے۔ مولیٰ کے معنی مالک و متصرف کے ہیں۔ یعنی اسے اپنے بندوں پر ہر طرح کا اختیار حاصل ہے اس معنی سے وہی حقیقی مالک و مولا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ھو مولٰکم فنعم مولٰکم۔ وہ تمہارا مولا ہے اور کیا اچھا مولا ہے۔"

پھر فرماتے ہیں کہ تُو عزیز ہے اور مَیں ذلیل ہوں۔ یعنی میں تیرے آگے عاجز و سرافگندہ ہوں اور تُو غلبہ و اقتدار کا مالک ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

لاۤ الٰہ الّا ھو العزیز الحکیم۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عزت و غلبہ اور حکمت والا ہے۔"

اور تُو خالق ہے اور مَیں مخلوق ہوں۔ یعنی مَیں تیرا پیدا کردہ ہوں اور تُو میرا اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ھو اللہ الخالق البارئ المصوّر۔ وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا، اور صُورت گر ہے۔"

اور تُو عطا کرنے والا اور مَیں سوالی ہوں۔ یعنی ہر عطا و بخشش کی انتہا تیری ذات پر ہے۔ اس لئے ہر دستِ طلب تیرے آگے بڑھتا ہے۔ اور تجھ سے مانگنے والا کبھی محروم و ناکام نہیں پلٹتا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

و اتاکم من کلّ ما سالتموہ۔ تم نے جو کچھ اُس سے مانگا اُس نے تمہیں دیا۔"

اور تُو فریاد رس ہے اور مَیں فریادی ہوں۔ چنانچہ وہی رنج و قلق کو دُور کرتا اور پریشان و مصیبت زدہ لوگوں کی داد فریاد سُنتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ — "وہ کون ہے جسے پریشان حال جب پکارے تو وہ اس کی سنتا اور دُکھ درد کو دُور کرتا ہے۔"

اللہ تُو باقی ہے اور مَیں فانی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کے لئے فنا ضروری ہے اور کوئی بھی موت کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربك ذو الجلال و الاکرام۔ — "روئے زمین کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اور تمہارا پروردگار جو جلالت و بزرگی کا سرمایہ دار ہے باقی رہنے والا ہے۔"

اور تو دائم و جاوید ہے اور مَیں معرضِ زوال میں ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ ہر چیز فانی و زوال پذیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے بقا و دوام نہیں، صرف اسی کی شاہی و فرمانروائی باقی و برقرار رہنے والی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

لمن الملك الیوم للّٰہ الواحد القھار — "آج کس کی بادشاہی ہے؟ اس اللہ تعالیٰ کی جو یکتا و غالب ہے۔"

اور تُو زندہ ہے اور مَیں مُردہ ہوں۔ خدا کے زندہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وُہ خود موجود ہے اور دوسرے کو زندگی و حیات بخشنے والا ہے۔ جب کائناتِ ہستی کی زندگی و بقا اس کی حیات سے وابستہ ہے اور ہر چیز اپنے وجود میں اس کی محتاج و دست نگر اور خود اس کے وجود کو مستقل حیثیت حاصل نہیں ہے تو وہ زندہ رہنے کے باوجود مُردہ ہی کہی جانے کی سزاوار ہے۔ اس لئے حضرتؑ نے اس ذات کو جو سرچشمۂ حیات اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی حیّ سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے مقابل میں اپنے کو مردہ کہا ہے اور اس لئے بھی کہ زندگی کے پہلے عدم اور زندگی کے بعد موت ہے۔ اور جو چیز عدم و موت کے درمیان واقع ہو اور وُہ بھی اس طرح کہ سر رشتۂ حیات دوسرے کے ہاتھ میں ہو تو ایسی زندگی کا حامل مُردہ ہی کہے جانے کے قابل ہے۔ اگر کوئی زندہ کہے جانے کا مستحق ہے تو وُہ ذات جو عدم و نیستی سے ناآشنا اور ازلی و ابدی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

لا الٰہ الا ھو الحیّ القیوم۔ — "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور نظمِ عالم قائم کرنیوالا ہے۔"

تو قوی ہے اور مَیں ضعیف ہوں۔ یعنی تُو ہر چیز پر غلبہ و اقتدار رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ان اللّٰہ لقوی عزیز۔ — "یقیناً خدا قوی و غالب ہے۔"

اور مَیں عاجز و کمزور اور ضعیف و ناتوان ہوں۔ چنانچہ انسان کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

خلق الانسان ضعیفا۔ — "انسان کمزور و ناتوان پیدا کیا گیا ہے۔"

اور تُو غنی ہے اور مَیں فقیر و نادار ہوں۔ غنی کے معنی یہ ہیں کہ وُہ بے نیاز اور ہر قسم کی احتیاج سے بری ہے اس کے مقابل میں انسان سراپا فقر و احتیاج ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

واللّٰہ الغنی وانتم الفقراء۔ — "اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تم محتاج ہو۔"

تو کبیر ہے اور مَیں پست و صغیر ہوں۔ کبیر کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات جلال و عظمت اور کبریائی و رفعت کی مالک ہے،

اور اس کے مقابلہ میں ہر فرد کم رُتبہ اور پست تر ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

انّ اللہ ھو العلیّ الکبیر۔ یقیناً صرف اللہ تعالیٰ ہی بلند مرتبہ و بزرگ ہے۔"

اور تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں۔ مالک کے معنی یہ ہیں کہ خداوندِ عالم ذات وصفات میں ہر موجود سے مستغنی و بے نیاز ہے اور کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے باہر اور اس کے حدودِ فرمانروائی سے خارج نہیں ہے کیونکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر اسی کی حکومت و فرمانروائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

اللّٰھمّ مالک الملک۔ اے شاہی و جہانداری کے مالک۔"

وَمِنْ دُعَائِہٖ فِیْ ذِکْرِ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ

اَللّٰھُمَّ یَا مَنْ خَصَّ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَہٗ بِالْکَرَامَۃِ وَحَبَاھُمْ بِالرِّسَالَۃِ وَ خَصَّصَھُمْ بِالْوَسِیْلَۃِ وَجَعَلَھُمْ وَرَثَۃَ الْاَنْبِیَاۗءِ وَخَتَمَ بِھِمُ الْاَوْصِیَاۗءَ وَالْاَئِمَّۃَ وَعَلَّمَھُمْ عِلْمَ مَا کَانَ وَ عِلْمَ مَا بَقِیَ وَجَعَلَ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَافْعَلْ بِنَا مَا اَنْتَ اَھْلُہٗ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

حضرتؑ کی دُعا جو ذکرِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مشتمل ہے

اے اللہ! اے وُہ جس نے محمدؐ اور اُن کی آل کو عزت و بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا اور جنہیں منصبِ رسالت عطا کیا اور وسیلہ بنا کر امتیازِ خاص بخشا۔ جنہیں انبیا کا وارث قرار دیا اور جن کے ذریعہ اوصیا اور آئمہ کا سلسلہ ختم کیا۔ جنہیں گزشتہ و آئندہ کا علم سکھایا اور لوگوں کے دلوں کو جن کی طرف مائل کیا۔ بارِ الٰہا! محمدؐ اور ان کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے ساتھ دین، دنیا اور آخرت میں وُہ برتاؤ کر جس کا تُو سزاوار ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ دُعا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت اطہار کے اوصاف وخصوصیات کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ان اوصاف ومحامد میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے انہیں ایسی عزت و رفعت اور شرف وکرامت کے خلعت سے آراستہ کیا ہے جو دنیا میں کسی اور کے قد و قامت پر راست نہ آسکا۔ یہ اختصاص اس امر کی دلیل ہے۔ کہ خداوندِ عالم نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیت کو تمام کائنات پر فضیلت و برتری عطا کی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

انّ اللہ تبارک وتعالیٰ خلق الارواح خداوندِ عالم نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار برس پیشتر خلق

قبل الاجساد بالفی عام اعلاها و اشرفها محمدؐ وعلیؑ وفاطمۃؑ والحسنؑ والحسینؑ والائمۃ صلوٰت اللہ علیہم۔

فرمایا اور ان میں سب سے بلند مرتبہ و ذی شرف محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور آئمہ اہل بیت صلوات اللہ علیہم ہیں۔"

دوسری صفت یہ ہے کہ ان میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرکزِ نبوت قرار دیا اور وحی و رسالت کا امتیاز بخشا۔ چنانچہ آنحضرت کا ارشاد ہے:۔

نحن اھل البیت مفاتیح الرحمۃ وموضع الرسالۃ ومعدن الحلم (ارجح المطالب)

ہم اہلِ بیت، رحمت کی کنجیاں، رسالت کی منزل اور حلم و بردباری کا معدن ہیں۔"

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ وسیلہ ہیں۔ اس طرح کہ انہی کے وسیلہ سے خدا تک رسائی ہوتی ہے۔ انہی کے وسیلہ سے دعائیں قبول اور فقر و فاقہ ابتلاء و مصیبت اور رنج و اندوہ دُور ہوتا ہے، اور عقبیٰ میں بھی ان کی شفاعت کو وسیلہ قرار دیئے بغیر نجات و کامرانی نہ ہوگی۔ اور یہ وہ مرتبہ رفیعہ ہے جس سے بلند مرتبہ دُوسرا نہیں ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

انّ اللہ وعد نبیّہ الوسیلۃ وھی اعلیٰ درج الجنّۃ ونھایۃ غایۃ الامنیۃ۔

اللہ سبحانہٗ نے اپنی نبیؐ سے وسیلہ کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ جنّت کا ایک بلند ترین درجہ اور خواہش و مقصد کی حدِ آخر ہے۔"

چوتھی صفت یہ ہے کہ ان میں تمام انبیاء کی صفتیں یکجا تھیں۔ چنانچہ آدمؑ کی صفوت، ابراہیمؑ کی خلت، موسیٰؑ کی ہیبت، عیسیٰؑ کی زہادت اور دوسرے انبیاء کی صفتیں ان میں سمٹ کر جمع ہو گئی تھیں۔ اس لحاظ سے وُہ انبیاء کے محاسن و کمالات اور اخلاق و اوصاف میں ان کے وارث و جانشین ہوں گے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

نحن ورثۃ اولی العزم من الرّسل والانبیاء۔

ہم، اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کے ورثہ دار ہیں۔"

پانچویں صفت یہ ہے کہ جس طرح پیغمبر اکرمؐ خاتم الانبیاء ہیں کہ ان کے ذریعہ سلسلۂ نبوت اتمام تک پہنچایا گیا، اسی طرح ان کے اہل بیت کے ذریعہ ائمہ و اوصیا کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔ کیونکہ نہ نبیؐ آخرالزمان کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ ان کا کوئی وصی و وارث ہوگا۔ لہٰذا جس طرح ہمارے پیغمبرؐ آخری پیغمبر ہیں اسی طرح اُن کے اوصیا آخری اوصیا ہیں، اور وُہ آئمہ اثناعشر ہیں۔ چنانچہ علامہ شیخ قندوزی تحریر فرماتے ہیں:۔

اخبرنی یارسول اللہ ص عن اوصیاءک من بعدک لا تمسک بھم قال اوصیائی الاثنا عشر۔

(ینابیع المودۃ)

راوی کہتا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے بعد میں آنے والے اپنے اوصیا سے مطلع فرمایئے تاکہ میں اس سے تمسک اختیار کروں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے اوصیا بارہ ہیں (اور اس کے بعد سب کا نام بنام ذکر فرمایا ہے۔")

چھٹی صفت یہ ہے کہ انہیں گذشتہ و آئندہ واقعات کا علم دیا گیا ہے۔ یہ علم عطیۂ الٰہی اور اس سرچشمۂ علم سے حاصل کیا ہوا ہے جو ازلی و سرمدی اور غیر محدود ہے۔ جس کے بعد علم الٰہی میں شریک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا علم عین ذات اور غیر مکتسب ہے۔ اور یہ القا و الہام یا پیغمبر کی وساطت سے حاصل ہوا ہے اور انتہائی وسعت و پہنائی کے باوجود محدود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں جہاں علم غیب کو ذات الٰہی سے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور دوسروں سے اس کی نفی کی گئی ہے اس سے ذاتی علم مراد ہے۔ لیکن وہ علم جو مستقبل کے بارے میں یا امور مخفیہ پر قدرت کی طرف سے خاص خاص بندوں کو حاصل ہوتا ہے اس کی کہیں نفی نہیں ہے۔ اور آئمہ کا علم اسی نوعیت کا ہے اور ان کے ارشادات میں اس کی پوری پوری وضاحت ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ ایک شخص نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب سے کہا کہ لقد اعطیت یا امیرالمؤمنین علم الغیب۔ اے امیرالمومنینؑ! آپ کو علم غیب حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: لیس ھو بعلم غیب انما ھو تعلم من ذی علم (نہج البلاغہ) یہ علم غیب نہیں، بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ یونہی یحیٰی ابن عبداللہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ جعلت فداك انھم یزعمون انك تعلم الغیب "میں آپ پر قربان جاؤں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علم غیب جانتے ہیں" حضرت نے یہ سن کر فرمایا:-

سبحان اللہ ضع یدك علی راسی فواللہ مابقیت شعرۃ فیہ ولا فی جسدی الا قامت (ثم قال) لا واللہ ماھی الا وراثۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (امالی شیخ مفید)

اللہ اکبر! ذرا اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر دیکھو! خدا کی قسم! میرے سر کے بال اور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ (پھر فرمایا) یہ صرف وہ علم ہے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وراثۃً حاصل ہوا ہے۔"

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ لوگوں کی محبت و ارادت کا مرکز ہیں۔ یہ اس لئے کہ انسان فطرۃً ان افراد کی طرف جھکتا ہے جو کسی کمال کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حاتم کی سخاوت، نوشیرواں کی عدالت اور رستم کی شجاعت دلوں کو ان کی طرف جھکا دیتی اور نظروں کو ان کی جانب موڑ دیتی ہے اور آلِ محمدؐ تو وہ ہیں جو اپنے ذاتی کمالات و خصوصیات کی وجہ سے عظمت انسانی کا معیار ہیں۔ وہ کون سا جوہر فضیلت ہے جس سے ان کا دامن آراستہ نہ ہو۔ اور وہ کون سی صفتِ خوبی و کمال ہے جو ان کے جوہرِ ذاتی میں جلوہ گر نہ ہو۔ لہٰذا ان کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے نگاہیں ان کی طرف جھکیں گی اور دل عقیدت کے جلو میں بڑھیں گے۔ چنانچہ زندیق و ملحد اور دین و ملت سے ناآشنا افراد بھی عقیدت کے پھول ان کے قدموں پر نچھاور کرتے اور دشمن بھی لاشعوری طور پر ان کی عظمت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ دلوں کا جھکاؤ۔ اس دعا کا بھی نتیجہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے بارے میں کی تھی کہ:-

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم

اے ہمارے پروردگار! میں نے ایک ویران بستی میں تیرے محترم گھر کے پاس اپنی کچھ اولاد کو لا بسایا ہے۔ تاکہ

ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم۔

اے ہمارے پروردگار! وُہ نماز پڑھا کریں۔ تو لوگوں کے دِلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔"

وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى الصَّلٰوةِ عَلٰى اٰدَمَ!

حضرت آدمؑ پر درود و صلوٰۃ کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰدَمَ وَاٰدَمُ بَدِيْعُ فِطْرَتِكَ وَاَوَّلُ مُعْتَرِفٍ مِّنَ الطِّيْنِ بِرُبُوْبِيَّتِكَ وَبِكْرُ حُجَّتِكَ عَلٰى عِبَادِكَ وَالدَّلِيْلُ عَلَى الْاِسْتِجَارَةِ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَالنَّاهِجُ سُبُلَ تَوْبَتِكَ وَالْمُتَوَسِّلُ بَيْنَ الْخَلْقِ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِكَ وَالَّذِىْ لَقَّيْتَهٗ مَا رَضِيْتَ بِهٖ عَنْهُ بِمَنِّكَ عَلَيْهِ وَرَحْمَتِكَ لَهٗ وَالْمُنِيْبُ الَّذِىْ لَمْ يُصِرَّ عَلٰى مَعْصِيَتِكَ وَسَابِقُ الْمُتَذَلِّلِيْنَ بِحَلْقِ رَاْسِهٖ فِىْ حَرَمِكَ وَالْمُتَوَسِّلُ بَعْدَ الْمَعْصِيَةِ بِالطَّاعَةِ اِلٰى عَفْوِكَ وَاَبُو الْاَنْبِيَآءِ الَّذِيْنَ اُوْذُوْا فِىْ جَنْبِكَ وَاَكْثَرُ سُكَّانِ الْاَرْضِ سَعْيًا فِىْ طَاعَتِكَ فَصَلِّ عَلَيْهِ اَنْتَ يَا رَحْمٰنُ وَمَلٰٓئِكَتُكَ وَسُكَّانُ سَمٰوَاتِكَ وَاَرْضِكَ كَمَا عَظَّمَ حُرُمَاتِكَ وَ

بارِالٰہا! وُہ آدمؑ جو تیری آفرینش کے نقش بدیع اور خاک سے پیدا ہونے والوں میں تیری ربوبیت کے پہلے معترف اور تیرے بندوں اور تیری مخلوقات پر تیری پہلی حجت اور تیرے عذاب سے تیرے دامن عفو میں پناہ مانگنے کی راہ دکھانے والے اور تیری بارگاہ میں توبہ کی راہیں آشکارا کرنے والے اور تیری معرفت اور تیرے مخلوقات کے درمیان وسیلہ بننے والے ہیں۔ وُہ کہ جن پر خصوصی کرم و احسان اور مہربانی کرتے ہوئے انہیں وہ تمام باتیں بتلا دیں جن کے ذریعہ تو اُن سے راضی و خوشنود ہوا وُہ کہ جو توبہ و انابت کرنے والے ہیں۔ جنہوں نے تیری معصیت پر اصرار نہیں کیا۔ جو تیرے حرم میں سر منڈوا کر عجز و فروتنی کرنے والوں میں سابق ہیں۔ وُہ جو مخالفت کے بعد اطاعت کے وسیلہ سے تیرے عفو و کرم کے خواہشمند ہوئے اور اُن تمام انبیا کے باپ ہیں جنہوں نے تیری راہ میں اذیتیں اُٹھائیں۔ اور زمین پر بسنے والوں میں سب سے زیادہ تیری اطاعت و بندگی میں سعی و کوشش کرنے والے ہیں۔ ان پر اے مہربانی کرنے والے تو اپنی جانب سے اور اپنے فرشتوں اور زمین و آسمان میں بسنے والوں کی طرف سے رحمت نازل فرما۔ جس طرح

وَدَلَّنَا عَلٰی سَبِیْلِ مَرْضَاتِكَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ ○

انہوں نے تیری قابلِ احترام چیزوں کی عظمت ملحوظ رکھی۔ اور تیری خوشنودی و رضامندی کی طرف ہماری رہنمائی کی۔ اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

آسمان کا نیلگوں شامیانہ ستاروں کی قندیلوں سے آراستہ تھا۔ آفتاب و ماہتاب کی آمد و شد سے بہار افروز صبحوں اور کیف افزا شاموں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ مگر فطرت کی اس رنگینی و رعنائی سے لطف اندوز ہونے والی آنکھیں ہنوز محوِ خواب تھیں۔ دریاؤں کی تہہ میں موتی اور پہاڑوں کے دامن میں لعل و جواہر بکھرے ہوئے تھے۔ مگر انہیں آویزۂ تاج بنانے والی کوئی ہستی نہ تھی۔ اجزائے ارضی میں قوتِ نامیہ تڑپ رہی تھی۔ مگر کوئی نہ تھا جو اس سے فائدہ اُٹھا کر زمین کو چمن و لالہ زار میں تبدیل کرتا کہ قدرت نے خرابۂ عالم کو بسانے اور ظلمت کدۂ دہر میں اُجالا کرنے کے لئے تخلیقِ آدمؑ کی طرح ڈالی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

انی خالق بشرا من صلصال من حماٍ مسنون۔

میں خمیر کی ہوئی مٹی سے جو (سوکھ کر) کھنکھنانے لگے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔"

جب صانعِ ازل نے مٹی کا پتلا بنایا اور اُس کی نوک پلک درست کرنے کے بعد اس میں روح پھونکی تو زندگی کے خدوخال نکھر آئے۔ حس و شعور کی دُنیا آباد ہو گئی، اور خدا کے آگے جھکنے والی پیشانیاں آدمؑ کے سامنے سجدۂ تعظیمی کے لئے جُھک گئیں۔ آدمؑ نے آغوشِ حیات میں کروٹ بدلتے ہی زبان سے الحمد للہ رب العلمین کہہ کر اپنے خالق و پروردگار کی ربوبیت کا اعتراف کیا۔ حضرتؑ نے مٹی سے خلق ہونے والوں میں انہیں اللہ تعالٰی کی ربوبیت کا پہلا معترف اسی بنا پر فرمایا ہے۔ یُوں تو اس کی ربوبیت و خالقیت کے اوّل معترف وُہ تھے جو اوّلین مخلوق تھے اور اس وقت جب کہ آدمؑ کے وجُود کی بنیاد بھی نہ رکھی گئی تھی۔ ان کی تسبیح و تقدیس کی آوازوں سے ملکوتی فضا گونج رہی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

کنت نبیا وادم بین الماء و الطین

میں اُس وقت بھی نبیؐ تھا جب کہ آدمؑ آب و گل کے پردہ میں نہاں تھے۔"

بہرحال جب آدمؑ کی تخلیق مکمل ہو گئی تو قدرت نے کچھ عرصہ کے لئے جنت کی بہار آفرین فضاؤں میں انہیں ٹھہرایا تاکہ اپنی جائے بازگشت کو دیکھ لیں اور دنیا کی رنگینیوں میں اس کی یاد باقی رہے۔ آدمؑ اس سکون پرور فضا میں راحت و آرام سے ہمکنار تھے۔ اور عیش و نعمت میں زندگی کے دن بسر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی ہر نعمت سے بہرہ مند ہونے کی اجازت دے رکھی تھی۔ مگر ایک خاص درخت کے پھل سے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ لا تقربا ھٰذہ الشجرۃ۔ تم دونوں اس درخت کے نزدیک بھی نہ جانا۔ مگر شیطان لعین جو حضرت آدمؑ کی طرف سے اپنے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا، اُن سے کہنے لگا کہ:۔

یا آدم هل ادلك علی شجرۃ الخلد وملك لا یبلی۔ | اے آدمؑ! کیا میں تمہیں ہمیشگی کے درخت اور ایسی بادشاہی کا پتہ دوں؟ جو ناقابلِ زوال ہے۔"

آدمؑ درختِ خلد اور دائمی تقرب کے حصول کے لئے اس کے بہکائے میں آگئے اور اس درخت کا پھل کھا لیا جس کے نتیجہ میں قدرت کی طرف سے عتاب کے آثار ظاہر ہوئے۔ جنت کی فضا اجنبی سی نظر آنے لگی۔ جسم سے لباس تک جدا ہو گیا۔ آدمؑ یہ دیکھ کر گھبرائے۔ اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوئے اور اللہ سے سیکھے ہوئے کلمات کا واسطہ دے کر اس کے حضور گڑگڑائے اور توبہ و انابت کا ہاتھ پھیلایا۔ آخر اللہ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه انه هو التواب الرحیم۔ | آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمے سیکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اور وہ توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔"

توبہ قبول فرمانے کے بعد انہیں جہاں کے لئے خلق فرمایا تھا وہاں پر اُتر جانے کا حکم دیا اور زمین کو اُن کے لئے جائے قرار و جائے انتفاع قرار دیا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین۔ | تمہارے لئے زمین میں ٹھہراؤ اور ایک وقتِ مقرر تک فائدہ اٹھانا ہے۔"

حضرت آدمؑ کے واقعہ میں قرآنی تعبیرات کچھ اس قسم کی ہیں جن سے ان کا گنہگار ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ انبیا کی غرضِ بعثت کے پیشِ نظر معصوم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں عاصی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:۔ وعصیٰ آدم ربه "آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی" اور عصیان و نافرمانی کا لازمی نتیجہ دوزخ ہے۔ جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے:۔

ومن یعص الله ورسوله فان له نار جهنم۔ | جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے۔"

لہٰذا جب آدمؑ عصیان کے نتیجہ میں دوزخ کے مستحق قرار پائے تو اُن کی عصمت کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ کیونکہ ہر وہ فعل جس کی سزا جہنم ہو وہ یقیناً گناہ اور عصمت کے منافی ہوتا ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ انہیں گمراہ اور ہدایت سے منحرف قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے فغویٰ "وہ گمراہ ہو گئے"۔ غوایت کے معنی گمراہی کے ہیں۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے رُشد (ہدایت) کے مقابلہ میں اسے بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

قد تبین الرشد من الغی۔ | ہدایت گمراہی سے الگ ہو کر ظاہر ہو چکی۔"

تیسرا شبہ یہ ہے کہ انہیں درخت کے قریب جانے کے بعد توبہ کی احتیاج ہوئی۔ اور توبہ کسی امرِ ناپسندیدہ ہی کے نتیجہ میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے ان کی توبہ کا ذکر قبولیتِ توبہ کے ضمن میں اس طرح کیا ہے کہ:۔

فتاب علیه انه هو التواب | اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ وہ یقیناً بہت توبہ قبول

الرّحیم۔ کرنے والا بڑا مہربان ہے۔"

چوتھا شبہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔

الم انھکما عن تلکما الشجرۃ۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا تھا۔"

اور منہی منہ کے ارتکاب ہی کا نام گناہ ہے۔

پانچواں شبہ یہ ہے کہ وُہ درخت کے پاس جانے کے نتیجہ میں ظالم ٹھہرے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین۔ اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ ورنہ ظلم کرنے والوں میں سے ہوگے۔"

اور ظلم خواہ کسی نوعیت کا ہو عصمت کے منافی ہے۔

چھٹا شبہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے خود اپنے نقصان رسیدہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ان کی زبانی ارشاد ہے:۔

وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔ اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کھائے گا تو ہم بلاشبہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔"

اور نقصان کا ترتب گناہ ہی پر ہو سکتا ہے۔

ساتواں شبہ یہ ہے کہ وُہ شیطان کے بہکائے میں آگئے جس کے بعد انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ۔ شیطان نے ان کو وہاں سے ڈگمگا یا تو انہیں اس حالت سے جس میں تھے نکلوا دیا۔"

اور جو لغزش شیطان ملعون کے بہکانے کا نتیجہ ہو وُہ بہرحال عصمت سے سازگار نہیں ہو سکتی۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ عصیان کے معنی امرِ الٰہی کی مخالفت کے ہیں۔ خواہ وُہ امر بطور وجوب ہو خواہ بطور ندب و استحباب اگر امرِ واجبی کی مخالفت ہو تو وہ گناہ ہے جس پر سزا مرتب ہوتی ہے۔ اور اگر ندبی و استحبابی ہو تو اس کی مخالفت کو گناہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس طرح امرِ ارشادی کی مخالفت بھی گناہ نہیں ہے۔ اگرچہ امر ندبی و استحبابی کی مخالفت کو بھی عصیان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور امرِ ارشادی کی مخالفت پر بھی عصیان کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امرتہ بشرب الدواء فعصانی "میں نے اسے دوا کے پینے کا حکم دیا مگر اس نے میری نافرمانی کی۔ اسی طرح ابن المنذر نے یزید ابن مہلب امیر خراسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

امرتک امرا جازما فعصیتنی فاصبحت مسلوب الامارۃ نادما

"میں نے تمہیں ایک پختہ اور سوچی سمجھی ہوئی رائے دی مگر تم نے میری نافرمانی کی جس کے نتیجہ میں تمہیں امارت سے محروم اور شرمسار ہونا پڑا۔"

ان دونوں مثالوں میں امر امرِ ارشادی ہے جس کی حیثیت صرف ایک مشورہ و رائے کی ہوتی ہے جس میں مخاطب ہی

کا مفاد ملحوظ ہوتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر قہراً کچھ مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کو سنکھیا سے پرہیز کرنے کا مشورہ دیا جائے تاکہ وہ ہلاکت و تباہی سے دو چار نہ ہو۔ اسی طرح حضرت آدمؑ کو درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا، تاکہ وہ ان مضرتوں سے بچے رہیں جو اُس کھانے کا قہری نتیجہ تھیں۔ چنانچہ خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو جب درخت کے پاس جانے سے منع کیا تو اُس کے مفاسد سے بھی آگاہ کر دیا۔ اس طرح کہ انہیں شیطان ملعون کی دشمنی سے متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

لا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی ان لک الا تجوع فیھا ولا تعری وانک لا تظمأ فیھا ولا تضحی۔

ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں جنت سے نکال باہر کرے کہ تم بدبختی مول لو۔ بیشک تمہارے لئے یہاں یہ سامان ہے کہ تم یہاں نہ بھوکے ہوگے۔ نہ برہنہ اور نہ پیاس اور دھوپ سے سابقہ پڑے گا"

اگر یہ اس قسم کی نہی ہوتی جس کی مخالفت گناہ قرار پاتی ہے۔ تو بھوک، پیاس اور عریانی و تپش کے بجائے اللہ تعالیٰ اپنے غضب و انتقام کا ذکر کرتا۔ لیکن یہ کچھ نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ اس نہی کی حیثیت صرف نہی ارشادی کی تھی۔ جس کی خلاف ورزی گناہ نہیں ہے، مگر آدمؑ کی رفعت و بلند پائگی کی بناء پر اسے عصیان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ عصیان کی نسبت صرف حضرت آدمؑ کی طرف دی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت حوا علیہا السلام بھی نہی میں شریک تھیں اور کھانے میں بھی شریک، اور جنت سے نکلنے میں بھی شریک رہیں۔ مگر ہر منزل پر شریک ہونے کے باوجود ان کی طرف عصیان کی نسبت نہیں ہے۔ اگر یہ نہی حرمت کی بناء پر ہوتی تو حوا کو الگ نہ کیا جاتا۔ اور وہ اس عصیان میں شریک قرار پاتیں۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صرف ترکِ اولیٰ تھا جو نبوت کی وجہ سے عصیان کہلایا۔ اور ترکِ اولیٰ وہی ہے جو بعض کے اعتبار سے قابلِ مواخذہ اور بعض کے اعتبار سے قابلِ مواخذہ نہ ہو۔ اس لئے شریک نہی ہونے کے باوجود حواؑ کی خلاف ورزی کو عصیان نہیں کہا گیا۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ غوایت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہے اور صحیح طریقِ کار اختیار نہ کرنے کی وجہ سے اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ چنانچہ ایک شاعر کا قول ہے:۔

فمن یلق خیرا یحمد الناس امرہ ومن یغو لم یعدم علی الغی لائما

"جو اپنے مقصد کو پا لیتا ہے لوگ اس کی مدح و ستائش کرتے ہیں۔ اور جو ناکام رہتا ہے اُسے اس ناکامی پر ملامت کرنے والا بھی ملتا ہے"

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا اصل مقصد تقرب الٰہی تھا جس کا وسیلہ انہوں نے درخت کے پھل کو قرار دیا۔ چنانچہ شیطان لعین نے اُن سے کہا کہ:۔

ما نھٰکما ربکما عن ھٰذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا

تمہارے پروردگار نے تم دونوں کو درخت (کا پھل کھانے) سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ مبادا تم دونوں فرشتے

من الخالدین۔ بن جاؤ یا ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہ جاؤ۔"

چونکہ مقصد حضرت آدمؑ کا حصولِ تقرب تھا نہ لذت اندوزی و شکم پروری۔ اس لئے بلحاظ مقصد تو پھل کھانے کو گناہ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن حصولِ تقرب کا جو اُسے وسیلہ قرار دینا چاہا وہ وسیلہ ثابت نہ ہو سکا جس کے نتیجہ میں وہ محروم رہنا کام رہے اور اسی محرومی و ناکامی کو غوایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ بیشک حضرت آدمؑ نے اپنے فعل پر نادم ہوتے ہوئے توبہ کی۔ لیکن توبہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی گناہ ہی کے نتیجہ میں ہو۔ کیونکہ توبہ کا مطلب اپنے کسی فعل یا ترک پر نادم ہونا اور یہ ندامت استحبابی و ندبی امر کے ترک پر بھی ہو سکتی ہے۔ اور خاصانِ خدا اپنے مقام و منزلت کے پیشِ نظر امر مندوب کے ترک، اور فعل مکروہ کے ارتکاب پر نادم و پشیمان ہوتے اور اُسے گناہ تصور کرتے ہوئے اس سے توبہ کرتے ہیں۔

چوتھے شبہ کا جواب یہ ہے کہ ہر منہی عنہ کا ارتکاب گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ نہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحریمی اور دوسرے تنزیہی۔ نہی تحریمی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی گناہ ہو اور اس پر سزا و عقوبت صحیح ہو۔ اور نہی تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کنارہ کشی پسندیدہ ہو، مگر اس کے ارتکاب پر سزا و عذاب نہ ہو۔ اس مقام پر نہی، نہی تحریمی نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ نہی تحریمی ہوتی تو اس پر حضرت آدمؑ سزا کے مستحق ہوتے۔ اور انبیاءؑ کی شان اس سے کہیں بلند تر ہے کہ اُن کے لئے سزا و عقوبت کو تجویز کیا جا سکے۔ اور پھر یہ کہ نہی تحریمی ایک تکلیفِ شرعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور جنت مقامِ عمل نہیں ہے جہاں ان پر امر و نہی کے ذریعہ کوئی تکلیف عائد ہوتی۔ لہٰذا جنت کے دار الجزاء ہونے کے لحاظ سے اس نہی کو نہی تنزیہی قرار دیا جائے گا۔ جس کی خلاف ورزی ترک اولیٰ شمار ہوتی ہے، نہ گناہ و معصیت۔ البتہ اس ترکِ اولیٰ کا طبعی نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ان کے بدن سے لباس اُتروا لیا گیا اور جنت سے اُتار دیئے گئے اور اُسے سزا سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ اسی زمین کو آباد کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ممکن ہے کہ جنت میں اُن کے قیام کی مدت کچھ اور طویل ہو جاتی، کہ ترکِ اولیٰ کے باعث حکمتِ الٰہی اس کی مقتضی ہوئی کہ انہیں مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لئے جلد زمین پر اُتار دیا جائے اور یہ ترکِ اولیٰ زمین کی آباد کاری کا ذریعہ قرار پا گیا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:۔

انی جعلت معصیۃ آدم سببا لعمارۃ العالم — "میں نے آدمؑ کی معصیت کو دُنیا کی آباد کاری کا سبب قرار دیا۔"

پانچویں شبہ کا جواب یہ ہے کہ ظلم کے معنی حدودِ الٰہیہ کو نظر انداز کرنے کے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ومن یتعد حدود اللہ فاولئک هم الظّٰلمون۔ — "جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرتے ہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔"

اور یہ حدود کبھی بطورِ وجوب و الزام ہوتے ہیں۔ اور کبھی بطورِ استحباب و ندب۔ اگر حد کی پابندی بطور وجوب ہو تو اس سے متجاوز ہونا گناہ قرار پائے گا۔ اور اگر بطورِ ندب و استحباب ہو تو اس سے متجاوز ہونا ترکِ اولیٰ ہوگا۔ اور ترکِ اولیٰ عصمت کے منافی نہیں ہے۔

چھٹے شبہ کا جواب یہ ہے کہ خسران کے معنی کسی منفعت سے محرومی کے ہیں اور منفعت سے محرومی اور چیز ہے اور

گناہ اور چیز ہے۔ چنانچہ مستحب امور کو ترک کرنا گناہ نہیں ہے مگر خسران یعنی ثواب سے محرومی اس میں بھی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے ترکِ اولیٰ کے ارتکاب سے ان فائدوں اور منفعتوں کو کھو دیا جو انہیں حاصل تھیں۔ اور یہی نقصان و خسران ہے۔

ساتویں شبہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا جنت سے نکلنا اور زمین پر اُترنا سزا بھگتنے کے لئے نہ تھا اس لئے کہ آدمؑ تو پیدا ہی خلافتِ ارضی کے لئے ہوئے تھے۔ اور اپنے قلمرو مملکت میں آنا سزا متصور نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر آدمؑ کے لئے جنت دار العمل اور دُنیا دار الجزا ہوتی حالانکہ جنت دار الجزا اور دُنیا دار العمل ہے۔ اور پھر ایک قول کی بنا پر حضرت آدمؑ کے ہبوط کا واقعہ توبہ کے قبول ہونے کے بعد ہوا۔ تو جب توبہ قبول ہو گئی تو اس کے بعد سزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ سزا و عقاب کا کوئی محل رہتا ہے۔ چنانچہ ہبوطِ آدمؑ کے سلسلہ میں ارشادِ باری ہے:۔

عصیٰ آدم ربّہ فغویٰ ثم اجتباہ ربّہ فتاب علیہ وھدیٰ قال اھبطا منھا جمیعًا۔

آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو وُہ محرومی سے دوچار ہوئے۔ اس کے بعد ان کے پروردگار نے انہیں چُن لیا۔ اور توبہ قبول فرمائی اور ان کی ہدایت کی فرمایا کہ تم دونوں بہشت سے نیچے اُتر جاؤ۔“

اس آیت میں ہبوط کا تذکرہ توبہ کے بعد ہے۔ اور اُسے سزا و عقوبت کے نتیجہ کے طور پر بیان نہیں کیا۔ بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اُن کے مقصدِ تخلیق کے پیشِ نظر انہیں زمین پر اُتارا۔ اور اس قول کی تائید امیرالمؤمنین علیہ السلام کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:۔

ثم بسط اللّٰہ سبحانہ فی توبتہ و لقاہ کلمۃ رحمتہ ووعدہ المرد الی جنتہ واھبطہ الی دار البلیۃ وتناسل الذریۃ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے لئے توبہ کا دامن پھیلایا، انہیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا اُن سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلا و محلِ افزائشِ نسل قرار دیا۔“

وَمِنْ دُعَاۤئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى الْكَرْبِ وَالْاِقَالَةِ:

کرب و مصیبت سے تحفظ اور لغزش و خطا سے معافی کے لئے حضرت کی دُعا

اِلٰهِىْ لَا تُشْمِتْ بِىْ عَدُوِّىْ وَلَا تَفْجَعْ بِىْ حَمِيْمِىْ وَصَدِيْقِىْ اِلٰهِىْ هَبْ لِىْ لَحْظَةً مِنْ لَحَظَاتِكَ تَكْشِفُ بِهَا عَنِّىْ مَا ابْتَلَيْتَنِىْ بِهٖ

اے میرے معبود! میرے دشمنوں کو میری حالت پر دل میں خوش ہونے کا موقع نہ دے اور میری وجہ سے میرے کسی مخلص و دوست کو رنجیدہ خاطر نہ کر۔ بارِ الہا! اپنی نظرِ عنایات میں سے ایسی نظر توجہ میرے

وَتُعِيْدُنِيْ إِلَى أَحْسَنِ عَادَاتِكَ
عِنْدِيْ وَاسْتَجِبْ دُعَائِيْ وَدُعَاءَ
مَنْ أَخْلَصَ لَكَ دُعَاءَهُ فَقَدْ
ضَعُفَتْ قُوَّتِيْ وَقَلَّتْ حِيْلَتِيْ
وَاشْتَدَّتْ حَالِيْ وَأَيِسْتُ مِمَّا عِنْدَ
خَلْقِكَ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا رَجَاؤُكَ
إِلٰهِيْ إِنَّ قُدْرَتَكَ عَلَى كَشْفِ مَا
أَنَا فِيْهِ كَقُدْرَتِكَ عَلَى مَا ابْتَلَيْتَنِيْ
بِهِ وَإِنَّ ذِكْرَ عَوَائِدِكَ يُؤْنِسُنِيْ
وَالرَّجَاءَ فِيْ إِنْعَامِكَ وَفَضْلِكَ
يُقَوِّيْنِيْ لِأَنِّيْ لَمْ أَخْلُ مِنْ نِعْمَتِكَ
مُنْذُ خَلَقْتَنِيْ وَأَنْتَ إِلٰهِيْ
مَفْزَعِيْ وَمَلْجَائِيْ وَالْحَافِظُ
لِيْ وَالذَّابُّ عَنِّي الْمُتَحَنِّنُ عَلَيَّ
الرَّحِيْمُ بِي الْمُتَكَفِّلُ بِرِزْقِيْ فِيْ
قَضَائِكَ كَانَ مَا حَلَّ بِيْ وَ
بِعِلْمِكَ مَا صِرْتُ إِلَيْهِ فَاجْعَلْ
يَا وَلِيِّيْ وَسَيِّدِيْ مِمَّا قَدَّرْتَ
وَقَضَيْتَ عَلَيَّ وَحَتَمْتَ عَافِيَتِيْ
وَمَا فِيْهِ صَلَاحِيْ وَخَلَاصِيْ
مِمَّا أَنَا فِيْهِ فَإِنِّيْ لَا أَرْجُوْا
لِدَفْعِ ذٰلِكَ غَيْرَكَ وَلَا
أَعْتَمِدُ فِيْهِ إِلَّا عَلَيْكَ فَكُنْ
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ عِنْدَ
أَحْسَنِ ظَنِّيْ بِكَ وَارْحَمْ
ضَعْفِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَ
اكْشِفْ كُرْبَتِيْ وَاسْتَجِبْ

شامل حال فرما جس سے تو ان مصیبتوں کو مجھ سے ٹال
دے جن میں مجھے مبتلا کیا ہے اور ان احسانات کی طرف
مجھے پلٹا دے جن کا مجھے خوگر بنایا ہے اور میری دعا اور
ہر اس شخص کی دعا کو جو صدقِ نیت سے تجھے پکارے
قبول فرما۔ کیونکہ میری قوت کمزور، چارہ جوئی کی صورت
ناپید، اور حالت سخت سے سخت تر ہو گئی ہے اور جو کچھ
تیرے مخلوقات کے پاس ہے اس سے میں بالکل ناامید
ہوں۔ اب تو تیری پہلی نعمتوں کے دوبارہ حاصل ہونے
میں تیری امید کے علاوہ کوئی صورت باقی نہیں رہی۔
اے میرے معبود! جن رنج و آلام میں گرفتار ہوں۔
ان سے چھٹکارا دلانے پر تو ایسا ہی قادر ہے۔ جیسا
ان چیزوں پر قدرت رکھتا ہے جن میں مجھے مبتلا کیا
ہے۔ بے شک تیرے احسانات کی یاد میرا دل بہلاتی
اور تیرے انعام و تفضل کی امید میری ہمت بندھاتی
ہے۔ اس لئے کہ جب سے تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔
میں تیری نعمتوں سے محروم نہیں رہا۔ اور تو ہی اے
میرے معبود! میری پناہ گاہ، میرا ملجا، میرا محافظ
وپشت پناہ، میرے حال پر شفیق و مہربان اور میرے
رزق کا ذمہ دار ہے، جو مصیبت مجھ پر وارد ہوئی
ہے وہ تیرے فیصلہ، قضا و قدر میں اور جو میری موجودہ
حالت ہے وہ تیرے علم میں گزر چکی تھی۔ تو اے میرے
مالک و سردار! جن چیزوں کو تیرے فیصلہ، قضاء و قدر
نے میرے حق میں طے کیا اور لازم و ضروری قرار دیا
ہے ان چیزوں میں سے میری اطاعت اور وہ چیز
جس سے میری بہبودی اور جس حالت میں ہوں اس
سے رہائی وابستہ ہے قرار دے۔ کیونکہ میں اس مصیبت
کے ٹالنے میں کسی سے امید نہیں رکھتا اور نہ اس

دَعْوَتِیْ وَ اَقِلْنِیْ عَثْرَتِیْ وَامْنُنْ عَلَیَّ بِذٰلِکَ وَ عَلٰی کُلِّ دَاعٍ لَکَ اَمَرْتَنِیْ یَا سَیِّدِیْ بِالدُّعَآءِ وَ تَکَفَّلْتَ بِالْاِجَابَۃِ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ الَّذِیْ لَا خُلْفَ فِیْہِ وَلَا تَبْدِیْلَ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَبِیِّکَ وَ عَبْدِکَ وَعَلَی الطَّاھِرِیْنَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَغِثْنِیْ فَاِنَّکَ غِیَاثُ مَنْ لَا غِیَاثَ لَہٗ وَحِرْزُ مَنْ لَا حِرْزَ لَہٗ وَ اَنَا الْمُضْطَرُّ الَّذِیْ اَوْجَبْتَ اِجَابَتَہٗ وَ کَشْفَ مَا بِہٖ مِنَ السُّوْٓءِ فَاَجِبْنِیْ وَ اکْشِفْ غَمِّیْ وَ فَرِّجْ ھَمِّیْ وَ اَعِدْ حَالِیْ اِلٰی اَحْسَنِ مَا کَانَتْ عَلَیْہِ وَلَا تُجَازِنِیْ بِالْاِسْتِحْقَاقِ وَلٰکِنْ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاسْمَعْ وَ اَجِبْ یَا عَزِیْزُ۔

سلسلہ میں تیرے علاوہ کسی پر بھروسا کرتا ہوں تو اے جلالت و بزرگی کے مالک میرے اس حسن ظن کے مطابق ثابت ہو جو مجھے تیرے بارے میں ہے اور میری کمزوری و بے چارگی پر رحم فرما۔ میری بے چینی کو دُور کر۔ میری دُعا قبول فرما۔ میری خطا ولغزش کو معاف کر دے اور مجھ پر اور جو بھی تجھ سے دُعا مانگے عفو و در گزر کر کے احسان فرما۔ اے میرے مالک! تو نے مجھے دُعا کا حکم دیا اور قبولیتِ دُعا کا ذمّہ لیا۔ اور تیرا وعدہ ایسا سچّا ہے۔ جس میں خلاف ورزی و تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ تو اپنے نبیؐ اور عبدِ خاص محمدؐ اور اُن کے اہل بیت اطہارؑ پر رحمت نازل فرما، اور میری فریاد کو پہنچ۔ کیونکہ تو اُن کا فریادرس ہے جن کا کوئی فریادرس نہ ہو۔ اور اُن کے لئے پناہ ہے جن کے لئے کوئی پناہ نہ ہو۔ میں ہی وہ مضطر و لاچار ہوں جس کی دُعا قبول کرنے اور اس کے دُکھ درد کے دُور کرنے کا تو نے التزام کیا ہے۔ لہٰذا میری دُعا کو قبول فرما، میرے غم کو دُور اور میرے رنج و اندوہ کو برطرف فرما اور میری حالت کو پہلی حالت سے بھی بہتر حالت کی طرف پلٹا دے اور مجھے استحقاق کے بقدر اجر نہ دے بلکہ اپنی اس رحمت کے لحاظ سے جزا دے جو تمام چیزوں پر چھائی ہوئی ہے اے جلالت و بزرگی کے مالک تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اور میری دُعا کو سُن اور اُسے قبول فرما۔ اے غالب! اے صاحب اقتدار—!

حضرت نے اس دعا کے شروع میں اُن مصائب و آلام سے بچاؤ کی التجا کی ہے جو دشمنوں کی شماتت اور دوستوں کے لئے اذیت کا باعث ہوتے ہیں۔ شماتت کا مطلب ہے کہ دشمن اپنے کسی حریف کو رنج و مصیبت اور کرب و اندوہ میں دیکھ کر بظاہر ہمدردی کا اظہار کرے اور بباطن خوش ہو۔ اور یہ شماتت اور ہمدردانہ لہجہ میں طنز کی آمیزش انتہائی روحانی اذیت کا

باعث ہوتی ہے۔ اور انبیا (خاصانِ خدا کڑوے سے کڑوے گھونٹ پینے کے باوجود اس کی تلخی سے پناہ مانگتے تھے۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ کے متعلق وارد ہوا ہے کہ جب اُن کی تمام کی اولاد مر گئی، مال مویشی تلف ہو گئے اور خود مختلف بیماریوں کا ہدف بن گئے تو خداوند عالم نے ان کے صبر و شکر کے نتیجہ میں انہیں پہلے سے بڑھ کر نعمتیں دیں۔ اس موقع پر ان سے پوچھا گیا کہ زمانۂ ابتلاء و آزمائش میں کون سی مصیبت آپ پر سب سے زیادہ گراں گزری؟ آپ نے فرمایا کہ دشمنوں کی شماتت اور ان کا اظہار رنج و افسوس کے ساتھ خندۂ زیرِ لب۔ اسی شماتت کی تلخی کی بنا پر عباس ابن مرداس سلمی کے یہ دو شعر امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کی زبان سے نکل جایا کرتے تھے ؎

فان تسئلینی کیف انت فاننی — صبور علی ریب الزمان صلیب

"اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہو؟ تو سنو کہ میں زمانہ کی سختیاں جھیل لے جانے میں بڑا مضبوط اور کوہِ صبر و تحمل ہوں۔"

یعز علی ان تری بی کابۃ — فیشمت عاد او یساء حبیب

"مجھے یہ گوارا نہیں کہ مجھ میں حزن و غم کے آثار دکھائی پڑیں کہ دشمن خوش ہونے لگیں اور دوستوں کو رنج پہنچے۔"

حضرتؑ شماتتِ اعداء سے دعائے تحفظ کے بعد اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم و نگاہِ رحمت کی التجا کرتے ہیں کیونکہ موت و حیات، عزت و ذلت، صحت و بیماری اور فقر و غنا سب اسی نظرِ الٰہی کا کرشمہ و نتیجہ ہیں۔ چنانچہ حضرتؑ ہی کا ارشاد ہے :۔

ان اللہ لوحا محفوظا یلحضہ فی کل یوم ثلث مائۃ لحظۃ لیس فیھا لحظۃ الا یحیی منھا ویمیت ویعز و یذل ویفعل ما یشاء۔

"اللہ تعالیٰ کے لئے ایک لوحِ محفوظ ہے جس پر وہ ہر روز تین سو مرتبہ نظر ڈالتا ہے اور ہر نظر کے نتیجہ میں وہ کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت، کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلت اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔"

اس نگاہِ لطف و مرحمت کے بعد انسان صرف اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہر فرد سے مایوس و ناامید ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رجاء صادق وہی ہے جس کے بعد دنیا کی ہر مخلوق سے استغنا (بے نیازی) ہو جائے۔ اور یہ بے نیازی امید و رجا کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے بجائے دوسروں سے اُمید رکھتا ہے۔ وہ سراپا فقر و احتیاج نظر آتا ہے۔ اگرچہ مال و دولت رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے والا فقر و تنگ دستی میں بھی غنی و بے نیاز رہتا ہے۔ اس لئے کہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود رزق کا ضامن و کفیل ہے اور وہ زندگی کے کسی دور میں اس کا سلسلہ بند نہیں کرے گا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

وما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔

"اس نے زمین پر چلنے پھرنے والی ہر مخلوق کی روزی کا ذمہ لیا ہے۔"

اس کے بعد اپنے مصائب و محن کے سلسلہ میں قضاء و قدرِ الٰہی کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح کہ جو مصائب و آلام مجھ پر وارد ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور فیصلۂ قضاء و قدر کے مطابق ہیں۔ مسئلۂ قضاء و قدر ان دقیق مسائل میں سے ہے

جس میں سطحی ذہنیت کے لوگ غور و فکر سے اطمینان و یقین کی روشنی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ باریکیاں اور کاوشیں اُسے اور پیچیدہ بنا دیتی ہیں۔ اسی لئے عوام کو اس میں غور و خوض اور ردّ و کد سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام سے ایک شخص نے قضا و قدر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: "بحر عمیق لا تلجہ۔ یہ ایک گہرا سمندر ہے اس میں نہ اُترو۔" اس نے پھر پوچھا تو فرمایا: "طریق مظلم لا تسلکہ۔ یہ ایک تاریک راستہ ہے اس میں قدم نہ اٹھاؤ۔" پھر پوچھا تو فرمایا: "سرّ اللہ لا تتکلفہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔" یہ عقل کی درماندگی اور فہم و ادراک کی نارسائی ہی ہے، جو انسان کو کبھی جبر کی طرف لے جاتی ہے اور کبھی تفویض تک پہنچا دیتی ہے۔ چنانچہ اس قضا و قدر میں فکر و تعمق کے نتیجہ میں ایک گروہ جبر کا قائل ہو گیا اس طرح کہ انسان سے جو اچھے بُرے افعال صادر ہوتے ہیں وہ اُن کے بجالانے پر مجبور ہے اور اپنی اچھائی، برائی، نفع و نقصان کے سلسلہ میں اسے ذرا اختیار نہیں ہے۔ اور ایک گروہ تفویض کا قائل ہو گیا۔ اس طرح کہ انسان سے جو افعال بھی صادر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ سے باہر اور اس کی قضا و قدر سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ مگر فرقہ امامیہ نے جو راہ اختیار کی ہے وہ ان دونوں راہوں کے درمیان جاتی ہے اور دونوں سے بچ کر نکلتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

لا جبر ولا تفویض ولکن امر بین امرین۔

"نہ جبر ہے، نہ تفویض، بلکہ حقیقت ان دونوں کے بین بین ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ نہ تو خدا کی طرف سے بندوں پر جبر ہے اور نہ ان کے افعال و اعمال کو اپنے قضا و قدر کے حدود سے باہر رکھا ہے۔ بلکہ انسان نیک اعمال بجالاتا ہے تو اس لئے کہ اس کے ارادہ و اختیار کے ساتھ لطف و توفیق الٰہی شریکِ حال ہوتی ہے۔ اور بُرے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے لئے کہ اس نے باختیارِ خود ایسی صورت پیدا کر لی ہے کہ اس سے توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اللہ اس کے خود اختیاری افعال کے نتیجہ میں اُسے گمراہیوں میں بھٹکنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ اس "امر بین امرین" کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ کسی کے گھر میں بجلی نصب ہو تو وہ جب چاہے روشنی کر سکتا ہے اور جب چاہے اندھیرا۔ مگر اس اختیار کے باوجود ایک لحاظ سے مجبور بھی ہے، وہ اس طرح، کہ جو بجلی کے مرکز پر مسلط و کارفرما ہے وہ اسے بند کر دے تو یہ لاکھ بٹن دبائے تاروں میں برقی رَو نہیں دوڑا سکتا۔ کیونکہ بجلی کا مرکز اس کے حدود اختیار سے باہر ہے۔

دُعَاؤُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِمَّا يَخَافُهُ وَيَحْذَرُهُ

خوف و خطر کے موقع پر حضرت کی دعا:۔

إِلٰهِي إِنَّهُ لَيْسَ يَرُدُّ غَضَبَكَ إِلَّا حِلْمُكَ وَلَا يُنْجِي مِنْ عِقَابِكَ

اے میرے معبود! تیرے غضب کو کوئی چیز روک نہیں سکتی سوا تیرے حلم کے، اور تیرے عذاب سے

إِلَّا عَفْوُكَ وَلَا يُخَلِّصُ مِنْكَ
إِلَّا رَحْمَتُكَ وَالتَّضَرُّعُ إِلَيْكَ
فَهَبْ لِيْ يَا إِلٰهِيْ فَرَجًا بِالْقُدْرَةِ
الَّتِيْ بِهَا تُحْيِيْ مَيْتَ الْبِلَادِ وَ
بِهَا تَنْشُرُ أَرْوَاحَ الْعِبَادِ وَلَا
تُهْلِكْنِيْ وَعَرِّفْنِي الْإِجَابَةَ يَا
رَبِّ وَارْفَعْنِيْ وَلَا تَضَعْنِيْ وَ
انْصُرْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ
مِنَ الْآفَاتِ يَا رَبِّ إِنْ تَرْفَعْنِيْ
فَمَنْ يَضَعُنِيْ وَإِنْ تَضَعْنِيْ فَمَنْ
يَرْفَعُنِيْ وَقَدْ عَلِمْتُ يَا إِلٰهِيْ أَنْ
لَيْسَ فِيْ حُكْمِكَ ظُلْمٌ وَلَا فِيْ
نِقْمَتِكَ عَجَلَةٌ إِنَّمَا يَعْجَلُ
مَنْ يَخَافُ الْفَوْتَ وَيَحْتَاجُ
إِلَى الظُّلْمِ الضَّعِيْفُ وَقَدْ تَعَالَيْتَ
عَنْ ذٰلِكَ يَا سَيِّدِيْ عُلُوًّا كَبِيْرًا
رَبِّ لَا تَجْعَلْنِيْ لِلْبَلَاءِ غَرَضًا
وَلَا لِنِقْمَتِكَ نَصَبًا وَمَهِّلْنِيْ
وَنَفِّسْنِيْ وَأَقِلْنِيْ عَثْرَتِيْ وَ
لَا تُتْبِعْنِيْ بِالْبَلَاءِ فَقَدْ
تَرٰى ضَعْفِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ
فَصَبِّرْنِيْ فَإِنِّيْ يَا رَبِّ
ضَعِيْفٌ مُتَضَرِّعٌ إِلَيْكَ
يَا رَبِّ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ
فَأَعِذْنِيْ وَأَسْتَجِيْرُ بِكَ
مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ فَأَجِرْنِيْ
وَأَسْتَتِرُ بِكَ فَاسْتُرْنِيْ

کوئی چیز چھڑا نہیں سکتی۔ سوا تیرے عفو و کرم کے۔ اور
تجھ سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی سوا تیری رحمت اور
تیری بارگاہ میں تضرع و زاری کے۔ اے میرے
معبود! تو اس قدرت کے ذریعہ جس سے مُردہ زمینوں
کو زندہ کرے گا اور بندوں کی (مُردہ) روحوں کو زندگی
دے گا، مجھے کشائش و فارغ البالی عطا کر اور تباہ و برباد
نہ ہونے دے۔ اور (موت سے پہلے) قبولیتِ دعا سے
آگاہ کر دے۔ اے میرے پروردگار اور مجھے رفعت و
سربلندی دے اور پست و نگونسار نہ کر۔ اور میری امداد
فرما اور مجھے روزی دے۔ اور آفتوں سے حفظ و امان
میں رکھ۔ پروردگار! اگر تو مجھے بلند کرے تو پھر کون
مجھے پست کر سکتا ہے، اور اگر تو پست کرے
تو کون بلند کر سکتا ہے۔ اور اے میرے معبود!
مجھے بخوبی علم ہے کہ تیرے حکم میں ظلم کا شائبہ نہیں
ہے اور نہ تیرے انتقام میں جلدی۔ جلدی تو وہ کرتا
ہے جسے موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ
ہوتا ہے۔ اور ظلم کرنے کی ضرورت اسے پڑتی ہے
جو کمزور و ناتواں ہوتا ہے۔ اور تو اے میرے مالک!
اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے۔ اے میرے
پروردگار! مجھے بلاؤ مصیبت کا ہدف اور اپنے
عذاب کا نشانہ نہ بنا۔ اور مجھے مہلت دے اور میرے
غم و اندوہ کو دور کر، میری لغزش سے درگزر فرما اور
مصیبت میرے پیچھے نہ لگا۔ کیونکہ میری کمزوری و بیچارگی
تیرے سامنے ہے۔ تو مجھے صبر و ثبات کی ہمت دے،
کیونکہ اے میرے پروردگار! میں کمزور اور تیرے
آگے گڑگڑانے والا ہوں۔ اے میرے پروردگار!
میں تجھ سے تیرے ہی دامنِ رحمت میں پناہ مانگتا

يَا سَيِّدِيْ مِمَّا اَخَافُ وَ اَحْذَرُ وَ اَنْتَ الْعَظِيْمُ اَعْظَمُ مِنْ كُلِّ عَظِيْمٍ بِكَ بِكَ بِكَ اسْتَتَرْتُ يَا اَللهُ يَا اَللهُ يَا اَللهُ يَا اَللهُ يَا اَللهُ يَا اَللهُ يَا اَللهُ يَا اَللهُ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدِ الطَّيِّبِيْنَ وَسَلِّمْ كَثِيْرًا۔

ہوں۔ لہٰذا مجھے پناہ دے اور ہر مصیبت و ابتلا سے تیرے ہی دامن میں امان کا طلب گار ہوں۔ لہٰذا مجھے امان دے۔ اور تجھ سے پردہ پوشی چاہتا ہوں۔ لہٰذا جن چیزوں سے میں خوف و ہراس محسوس کرتا ہوں اُن سے اے میرے مالک اپنے دامن حفظ و حمایت میں چھپا لے اور تُو عظیم اور ہر عظیم سے عظیم تر ہے میں تیرے اور صرف تیرے اور محض تیرے ذریعہ (پردۂ حفظ و امان میں) چھپا ہُوا ہوں۔ اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! تُو محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر رحمت اور کثیر سلامتی نازل فرما۔

یہ دُعا دُنیا کے آلام و مصائب اور سوءِ انجام سے بچاؤ کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے حلم کو اس کے غضب و انتقام سے مانع، اس کے عفو و درگزر کو سزا و عقوبت سے سپر اور اس کی رحمت اور اس کی بارگاہ میں تضرّع و عاجزی کو نجاتِ اخروی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کا حلم آڑے نہ آتا تو اس کا سیلِ غضب رُکا نہ جا سکتا۔ اور عفو و رحمت کی کار فرمائی نہ ہوتی تو بخشش و نجات کی کوئی صورت پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ تقاضائے عدل تعزیر و عقوبت ہے اور اس تقاضے کو صرف رحمت ہی دبا سکتی ہے جو اُس کے غضب سے سابق ہے۔ عفو و رحمت کے ذکر کے بعد اس کے اقتدار کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ خشک زمینوں میں شادابی اور مُردوں میں حیات پیدا کر دے سکتا ہے۔ تو پھر کیا بعید ہے کہ وُہ تنگی و سختی کو وسعت و کشایش سے، اور فقر و احتیاج کو غنا و بے نیازی سے بدل دے۔ جبکہ وہی رزق و عافیت کا بخشنے والا اور رفعت و بلندی دینے والا ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی اختیار و اقتدار نہیں رکھتا۔ وُہ جسے پست کرنا چاہے۔ اُسے کوئی اوج و عروج پر نہیں پہنچا سکتا، اور جسے ذلیل کرنا چاہے اُسے کوئی عزّت و رفعت نہیں دے سکتا اور جسے اپنی نصرت سے محروم کرنا چاہے اُسے کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ اور ان تمام صورتوں میں اُس کا عدل ہی کار فرما ہوتا ہے اور کسی مرحلہ پر ظلم نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ظلم کی ضرورت اُسے ہوتی ہے جو کمزور و ناتوان ہو۔ اس بنا پر کہ اُسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ عدم تشدّد کی صورت میں اقتدار و تسلّط میں کمی رونما ہو جائے گی، اور جو ہر لحاظ سے توانا و غالب ہے اُسے اپنے اقتدار کے تحفّظ کے لئے ظلم کی احتیاج ہی کیا ہے۔ اسی طرح وہ گنہگاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جلدی وُہ کرتا ہے جسے یہ خطرہ ہو کہ مجرم و گنہگار اُس کے پنجہ سے نکل بھاگے گا۔ اور جس کا محیط اقتدار ہمہ گیر ہو اُسے یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اس کی گرفت سے آزاد اور اُس کے حدودِ مملکت سے باہر نکل جائے گا۔ اور پھر وُہ ہر عظیم

سے عظیم تر ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز اس کی مخلوق اور ہر شخص اُس کا پروردہ ہے۔ اور اپنی زندگی و بقا میں اس کا دست نگر ہے۔ اور جو محتاج و دست نگر ہو وُہ آزاد کیسے رہ سکتا ہے۔

حضرت نے دعا کے آخر میں اللہ کا نام بار بار لیا ہے۔ یہ تکرار حظ و التذاذ اور طلب و الحاح کے لئے ہے۔ اور اذکار و اوراد اور دُعاء و مناجات میں خاصانِ خدا کی زبان پر اللہ کا نام ہی زیادہ آتا ہے اور یہ نام اس کے ناموں میں سب سے بلند تر، مشہور اور نمایاں ہے اور قبل اسلام جہاں اور معبودوں کے نام تجویز کر لئے گئے تھے وہاں ایک ان دیکھی ہستی کا تصور بھی تھا۔ جو اللہ کے نام سے موسوم کی جاتی تھی۔ چنانچہ جاہلیت کے دور میں لبید کی زبان سے نکلا ہوا یہ شعر اس کا شاہد ہے۔

الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل   و کل نعیم لا محالۃ زائل؛

"دیکھو! اللہ کے علاوہ ہر چیز بے حقیقت اور ناپائیدار ہے اور ہر نعمت کے لئے بہر حال فنا و زوال ہے"۔

اس نام میں اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے ناموں میں یہ فرق ہے کہ اس کے تمام ناموں کو اس نام کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے جیسے یہ کہ اللہ رحیم ہے، رحمٰن ہے، قادر ہے۔ مگر اُسے دوسرے ناموں کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کہا جائے کہ رحیم اللہ ہے، رحمٰن اللہ ہے، قادر اللہ ہے۔ کیونکہ اللہ اسم ذات ہے اور دوسرے اسماء صفاتی ہیں۔ لہٰذا جس طرح اوصاف کا انتساب ذات کی طرف ہوتا ہے اسی طرح اس کے صفاتی نام اسم ذات کی طرف منسوب ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

و للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔   "اچھی صفتوں والے نام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں لہٰذا اُسے انہی ناموں سے پکارا کرو"۔

دوسرے یہ، کہ یہ نام صرف خالق عالم کے لئے مخصوص ہے اور کسی اور پر اس کا اطلاق نہ حقیقۃً ہوتا ہے نہ مجازاً۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ھل تعلم لہ سمیا۔   "کیا تمہارے علم میں اس کا ہمنام کوئی اور بھی ہے"۔

تیسرے یہ کہ یہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو جامع جمیع صفات ہے۔ اور چونکہ اسم ذات ہے لہٰذا ہر اس صفت پر حاوی ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے لئے تجویز ہو سکتی ہے بخلاف دوسرے ناموں کے کہ وُہ صرف ایک ایک صفت پر دلالت کرتے ہیں جیسے قادر صفت قدرت پر ہے، عالم صفت علم پر، رحیم صفت رحمت پر۔

چوتھے یہ، کہ یہ نام معنوی اعتبار سے اس ہستی کی نشان دہی کرتا ہے جو معبودیت و اُلوہیت کی حامل ہو۔ چنانچہ یہ نام اگر تالہ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے "وُہ ذات جو عبادت و پرستش کی سزاوار ہے اور تالہ کے معنی تعبد کے ہیں اور الہ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے "وہ ذات جس کی طرف مخلوقات اپنے مقاصد و حوائج کے لئے رجوع کرتی ہے۔ اور الہ کے معنی رجوع کرنے اور سہارا ڈھونڈنے کے ہیں۔ اور ولہ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے وُہ ذات جس کے سمجھنے میں عقل و دانش سرگرداں اور فہم و ادراک متحیر و درماندہ ہیں اور ولہ کے معنی تحیّر کے ہیں۔ اور لاہ

سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے وہ ذات جو عقول و افہام سے بالاتر اور آنکھوں سے مخفی ہے اور لاہ کے معنی بلند و برتر اور پوشیدہ ہونے کے ہیں۔ اور یہ تمام معانی اسی ذات کے لئے ہو سکتے ہیں جو خالق کائنات مبداء اوّل اور معبود حقیقی ہو۔

پانچویں یہ کہ اس نام کے حروف میں سے جتنے حروف چاہے کم کر دیجئے، پھر بھی اس کی دلالت اسی ذاتِ واحد ویکتا پر ہوتی ہے۔ چنانچہ سیّد نعمت اللہ جزائری نے کتاب مشارق الانوار سے نقل کیا ہے کہ اللہ میں سے الف نکال دیا جائے تو للہ رہ جائے گا۔ اور لام نکال دیا جائے تو الہ رہ جائے گا۔ اگر الف اور لام نکال دیا جائے تو لہ رہ جائے گا۔ اور اگر الف کے ساتھ دونوں لام نکال دیئے جائیں تو ھا رہ جائے گا۔ جو واؤ کے ساتھ مل کر ھُو کی صورت میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہ تمام الفاظ اسی کی ذات پر دلالت کرتے ہیں۔

وَمِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْاَيَّامِ السَّبْعَةِ:

دُعَآءُ يَوْمِ الْاَحَدِ:-

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اَرْجُوْا اِلَّا فَضْلَهٗ وَلَآ اَخْشٰى اِلَّا عَدْلَهٗ وَلَآ اَعْتَمِدُ اِلَّا قَوْلَهٗ وَلَآ اُمْسِكُ اِلَّا بِحَبْلِهٖ بِكَ اَسْتَجِيْرُ يَا ذَا الْعَفْوِ وَالرِّضْوَانِ مِنَ الظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمِنْ غِيَرِ الزَّمَانِ وَتَوَاتُرِ الْاَحْزَانِ وَمِنَ انْقِضَآءِ الْمُدَّةِ قَبْلَ التَّاَهُّبِ وَالْعُدَّةِ وَاِيَّاكَ اَسْتَرْشِدُ لِمَا فِيْهِ الصَّلَاحُ وَالْاِصْلَاحُ وَبِكَ اَسْتَعِيْنُ فِيْمَا يَقْتَرِنُ بِهِ النَّجَاحُ وَالْاِنْجَاحُ وَاِيَّاكَ اَرْغَبُ فِيْ لِبَاسِ الْعَافِيَةِ وَتَمَامِهَا وَشُمُوْلِ السَّلَامَةِ وَدَوَامِهَا وَاَعُوْذُ بِكَ يَا رَبِّ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَحْتَرِزُ بِسُلْطَانِكَ مِنْ جَوْرِ السَّلَاطِيْنِ فَتَقَبَّلْ مَا كَانَ مِنْ صَلٰوتِيْ وَصَوْمِيْ وَاجْعَلْ غَدِيْ وَمَا بَعْدَهٗ اَفْضَلَ مِنْ

ہفتہ کے سات دنوں میں حضرتؑ کے پڑھنے کی دُعائیں

دُعائے روز یک شنبہ:

اس اللہ تعہ کے نام سے مدد مانگتا ہوں جس کے فضل و کرم ہی کا اُمیدوار ہوں اور جس کے عدل ہی سے اندیشہ ہے۔ اسی کی بات پر مجھے بھروسہ ہے۔ اور اسی کی رسّی سے وابستہ ہوں۔ اے عفو و خوشنودی کے مالک! میں تجھ سے ظلم و جور، زمانہ کے انقلابات، غموں کے پیہم ہجوم اور نازل ہونے والی مصیبتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے کہ آخرت کا ساز و سامان اور زادِ راہ مہیّا کرنے سے پہلے ہی مدّت حیات ختم ہو جائے اور تجھ ہی سے ان چیزوں کی رہنمائی چاہتا ہوں جن میں اپنی بہبودی اور دوسروں کی فلاح و درستی کا سامان ہو اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں اُن باتوں کی جن میں اپنی فلاح و کامرانی اور دوسرے کو کامیاب بنانے کی صورت مضمر ہو۔ اور تجھ ہی سے خواہشمند ہوں لباسِ عافیت (کے پہنانے) اور اُسے اتمام تک پہنچانے کا اور سلامتی کے شامل حال ہونے اور اس کے دائم و برقرار رہنے کا اور تیرے ہی ذریعہ اے میرے پروردگار پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے۔ اور تیرے ہی تسلّط و اقتدار کے ذریعہ تحفظ چاہتا ہوں فرمانرواؤں کے ظلم و جور سے تو

سَاعَتِيْ وَيَوْمِيْ وَاَعِزَّنِيْ فِيْ عَشِيْرَتِيْ وَقَوْمِيْ وَاحْفَظْنِيْ فِيْ يَقْظَتِيْ وَنَوْمِيْ فَاَنْتَ اللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَءُ اِلَيْكَ فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا وَمَا بَعْدَهٗ مِنَ الْاٰحَادِ مِنَ الشِّرْكِ وَالْاِلْحَادِ وَاُخْلِصُ لَكَ دُعَائِيْ تَعَرُّضًا لِلْاِجَابَةِ وَاُقِيْمُ عَلٰى طَاعَتِكَ رَجَاءً لِلْاِثَابَةِ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَيْرِ خَلْقِكَ الدَّاعِيْ اِلٰى حَقِّكَ وَاَعِزَّنِيْ بِعِزِّكَ الَّذِيْ لَا يُضَامُ وَاحْفَظْنِيْ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَاخْتِمْ بِالْاِنْقِطَاعِ اِلَيْكَ اَمْرِيْ وَبِالْمَغْفِرَتِيْ عُمْرِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

میری گذشتہ نمازوں اور روزوں کو قبول فرما اور کل کے دن اور اس کے بعد کے دنوں کو آج کی گھڑی اور آج کے دن سے بہتر قرار دے اور مجھے اپنے قوم و قبیلہ میں عزت و توقیر دے اور خواب و بیداری کی حالت میں میری حفاظت فرما۔ تو ہی وہ اللہ ہے، جو سب سے بہتر نگران و محافظ ہے اور تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اس اتوار اور بعد کے اتواروں میں شرک و بے دینی سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اور قبولیت کی خاطر خلوص نیت کے ساتھ تجھ سے دعا کرتا ہوں اور بامید ثواب تیری اطاعت و فرماں برداری پر برقرار ہوں۔ لہذا تو بہترین خلائق اور حق کے نمائندے (حضرت) محمدؐ پر رحمت نازل فرما، اور اپنی اس عزت کے وسیلہ سے جسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا مجھے عزت و بزرگی دے اور اپنی اس آنکھ سے میری حفاظت فرما جو خواب آلودہ نہیں ہوتی اور میرے ہر کام کا انجام اپنے دامن سے وابستگی اور میری عمر کا خاتمہ اپنی مغفرت و آمرزش پر قرار دے۔ بلاشبہ تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لمحے ساعتوں میں اور ساعتیں دنوں میں اور دن ہفتوں میں ڈھل کر اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہو کر ہلکے پھلکے بادلوں کی طرح اڑتے چلے جا رہے ہیں جنہیں نہ کہیں ٹھہراؤ ہے نہ قرار۔ اور انہی گریز پا لمحوں اور مختصر دنوں کے مجموعہ کا نام زندگی ہے۔ جب یہ دن سمٹ جائیں گے تو زندگی کا شیرازہ بکھر جائے گا اور دنوں کے ختم ہوتے ہی زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے ایک ایک دن بلکہ ایک ایک دقیقہ اور ایک ایک لمحہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک دن کے گزرنے سے ہماری زندگی میں ایک دن کی کمی ہو جاتی ہے۔ اور یہ دن اتنا قیمتی سرمایہ ہے کہ جب ہاتھ سے نکل جاتا ہے، تو پھر سیم و زر کے خزانے بھی اس دولت رفتہ کو واپس نہیں لا سکتے۔ اگر زندگی کی کچھ قیمت ہے تو دن کی قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور زندگی کی کچھ اہمیت ہے تو دن کی اہمیت بھی مسلم ہو گی۔ یہی ایک دن ہمارے لئے تباہی و

ہلاکت کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے اور اسی ایک دن سے زندگی کے لیئے مفید نتائج حاصل کیئے جا سکتے ہیں اور زندگی کی ناہمواریوں کو ہموار کیا جا سکتا ہے۔ وُہ بھی دن ہے جو مفسدوں کو جنم دیتا، مہلک گناہوں میں کٹتا اور عمر گزشتہ کی نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ اور وہ بھی دن ہے جو اصلاح نفس، تہذیب کردار اور توبہ و انابت میں گزرتا ہے اور پچھلے گناہوں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتا ہے۔ دن ہونے میں دونوں برابر ہیں مگر نتائج کے لحاظ سے ان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زہر اور تریاق اور جہنم کے شعلوں اور فردوس کے لالہ زاروں میں۔ لہٰذا زندگی اور اس کے مآب کو کامیاب بنانے کے لیئے دن کے لمحات کو کامیاب بنانے کی ضرورت ہے۔ اور دن کو کامیاب بنانے کے لئے ہمارے سامنے وہ عملی مثالیں موجود ہیں جو آلِ محمدؐ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور ان کے ایسے تعلیمات بھی ہیں جن کی پیروی ہماری زندگی کی کامیابی کی ضامن ہے۔ جب انسان ان کی قائم کردہ بنیادوں پر اپنی زندگی کی تعمیر کرتا ہے تو وُہ صرف اپنی ہی زندگی کو کامیاب نہیں بناتا۔ بلکہ دُنیائے انسانیت کے لیئے ایک مثالی کردار کا نمونہ بن کر دُوسروں کو کامیابی کی راہیں دکھاتا ہے۔ چنانچہ یہ "ہفت ہیکل" یعنی ہفتہ کے سات دنوں کی سات دُعائیں ان تعلیمات پر مشتمل ہیں جو مبدا و معاد سے وابستگی پیدا کر کے زندگی کو کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کرتے ہیں اور ایک ایک دن کی اہمیت کی طرف متوجہ کر کے اللہ تعالےٰ سے لَو لگانے، اس کے عدل کے تقاضوں سے ڈرنے، شرک و الحاد سے بچنے، حقوق اللہ و حقوق العباد سے عہدہ برآ ہونے، زادِ آخرت کے مہیا کرنے اور صرف اُسی سے اُمیدیں وابستہ کرنے کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر شخص ذہنی لحاظ سے کسی اُلجھن میں یا جسمانی اعتبار سے کسی تکلیف میں مبتلا یا کسی پیش آیند خطرہ سے ہراساں ہوتا ہے۔ اُسے اپنے دن کی ابتداء اس دعا سے کرنا چاہیئے جو اس دن سے مخصوص ہے تاکہ اللہ تعہ سے رجوع و وابستگی، مصائب و آلام، حوادث و فتن اور بلیات و آفات سے مامون و محفوظ رکھے۔

زیرِ نظر دُعا روز یک شنبہ کی دُعا ہے جس میں زمانے کے حوادث، دنیا کے رنج و اندوہ، شیطان کے وساوس اور سلاطین جور کے ظلم و ستم سے پناہ مانگی ہے اور اس کے ساتھ دنیا و آخرت کی کامیابی، عزت و توقیر، صحت و سلامتی، صلاح و بہبودی، اعمالِ صالحہ کی توفیق، روزہ و نماز کی پذیرائی، دُعا کی قبولیت اور حسن انجام اور خاتمہ بالخیر کی التجا کی ہے اور انہی چیزوں میں زندگی کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

دُعَآءُ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یُشْھِدْ اَحَدًا حِیْنَ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا اتَّخَذَ مُعِیْنًا حِیْنَ بَرَأَ النَّسَمَاتِ لَمْ یُشَارَکْ

دُعائے روز دوشنبہ

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیئے ہیں کہ جب اس نے زمین و آسمان کو خلق فرمایا تو کسی کو گواہ نہیں بنایا۔ اور جب جانداروں کو پیدا کیا تو اپنا کوئی مددگار نہیں ٹھہرایا۔ الوہیت میں کوئی اُس کا شریک، اور

فِي الْإِلٰهِيَّةِ وَلَمْ يُظَاهَرْ فِي
الْوَحْدَانِيَّةِ كَلَّتِ الْأَلْسُنُ
عَنْ غَايَةِ صِفَتِهٖ وَالْعُقُوْلُ
عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهٖ وَتَوَاضَعَتِ
الْجَبَابِرَةُ لِهَيْبَتِهٖ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ
لِخَشْيَتِهٖ وَانْقَادَ كُلُّ عَظِيْمٍ
لِعَظَمَتِهٖ فَلَكَ الْحَمْدُ مُتَوَاتِرًا
مُتَّسِقًا وَمُتَوَالِيًا مُسْتَوْثِقًا وَ
صَلَوَاتُهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ أَبَدًا وَ
سَلَامُهٗ دَائِمًا سَرْمَدًا اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْ أَوَّلَ يَوْمِيْ هٰذَا صَلَاحًا
وَأَوْسَطَهٗ فَلَاحًا وَآخِرَهٗ نَجَاحًا
وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ يَوْمٍ أَوَّلُهٗ
فَزَعٌ وَأَوْسَطُهٗ جَزَعٌ وَآخِرُهٗ
وَجَعٌ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَغْفِرُكَ
لِكُلِّ نَذْرٍ نَذَرْتُهٗ وَكُلِّ وَعْدٍ
وَعَدْتُهٗ وَكُلِّ عَهْدٍ عَاهَدْتُهٗ
ثُمَّ لَمْ أَفِ بِهٖ وَأَسْأَلُكَ
فِيْ مَظَالِمِ عِبَادِكَ عِنْدِيْ
فَأَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عَبِيْدِكَ أَوْ
أَمَةٍ مِنْ إِمَائِكَ كَانَتْ لَهٗ
قِبَلِيْ مَظْلِمَةٌ ظَلَمْتُهَا إِيَّاهُ
فِيْ نَفْسِهٖ أَوْ فِيْ عِرْضِهٖ أَوْ فِيْ
مَالِهٖ أَوْ فِيْ أَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ
أَوْ غِيْبَةٌ اغْتَبْتُهٗ بِهَا أَوْ
تَحَامُلٌ عَلَيْهِ بِمَيْلٍ أَوْ
هَوًى أَوْ أَنَفَةٍ أَوْ حَمِيَّةٍ أَوْ رِيَاءٍ

وحدت (و انفرادیت سے مخصوص ہونے) میں کوئی اس
کا معاون نہیں ہے۔ زبانیں اس کی انتہائے صفات
کے بیان کرنے سے گنگ اور عقلیں اس کی معرفت کی
تہہ تک پہنچنے سے عاجز ہیں۔ جابر و سرکش اس کی
ہیبت کے سامنے جھکے ہوئے، چہرے نقاب
خشیت اوڑھے ہوئے اور عظمت والے اس کی
عظمت کے آگے سر افگندہ ہیں۔ تو بس تیرے ہی لئے
حمد و ستائش ہے پے در پے۔ لگاتار، مسلسل و
پیہم۔ اور اس کے رسولؐ پر اللہ تعم کی ابدی رحمت
اور دائم و جاودانی سلام ہو۔ بارِ الہا! میرے اس دن
کے ابتدائی حصہ کو صلاح و درستی، درمیانی حصہ کو
فلاح و بہبودی اور آخری حصہ کو کامیابی و کامرانی سے
ہمکنار قرار دے۔ اور اس دن سے جس کا پہلا حصہ
خوف، درمیانی حصہ بے تابی اور آخری حصہ درد و الم
لئے ہو، تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ بارِ الہا! ہر اس
نذر کے لئے جو میں نے مانی ہو، ہر اس وعدہ کی نسبت
جو میں نے کیا ہو اور ہر اس عہد و پیمان کی بابت جو
میں نے باندھا ہو پھر کسی ایک کو بھی تیرے لئے پورا نہ
کیا ہو تجھ سے عفو و بخشش کا خواستگار ہوں اور تیرے
بندوں کے ان حقوق و مظالم کی بابت جو مجھ پر عاید
ہوتے ہیں۔ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے بندوں میں
سے جس بندے کا اور تیری کنیزوں میں سے جس کنیز کا
کوئی حق مجھ پر ہو، اس طرح کہ خود اس کی ذات یا
اس کی عزت یا اس کے مال یا اس کے اہل و اولاد
کی نسبت میں مظلمہ کا مرتکب ہوا ہوں یا غیبت کے
ذریعہ اس کی بدگوئی کی ہو یا (اپنے ذاتی) رجحان یا
کسی خواہش یا رعونت یا خودپسندی یا ریا، یا عصبیت

أَوْ عَصَبِيَّةٍ غَائِبًا كَانَ أَوْ شَاهِدًا
أَوْ حَيًّا كَانَ أَوْ مَيِّتًا فَقَصُرَتْ
يَدِي وَضَاقَ وُسْعِي عَنْ رَدِّهَا
إِلَيْهِ وَالتَّحَلُّلِ مِنْهُ فَأَسْئَلُكَ
يَا مَنْ يَمْلِكُ الْحَاجَاتِ وَهِيَ
مُسْتَجِيبَةٌ لِمَشِيَّتِهِ وَمُسْرِعَةٌ
إِلَى إِرَادَتِهِ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَنْ تُرْضِيَهُ
عَنِّي بِمَا شِئْتَ وَتَهَبَ لِي
مِنْ عِنْدِكَ رَحْمَةً إِنَّهُ لَا
تَنْقُصُكَ الْمَغْفِرَةُ وَلَا
تَضُرُّكَ الْمَوْهِبَةُ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ اللّٰهُمَّ أَوْلِنِي
فِي كُلِّ يَوْمِ اثْنَيْنِ نِعْمَتَيْنِ
مِنْكَ ثِنْتَيْنِ سَعَادَةً فِي
أَوَّلِهِ بِطَاعَتِكَ وَنِعْمَةً فِي
آخِرِهِ بِمَغْفِرَتِكَ يَا مَنْ
هُوَ الْإِلٰهُ وَلَا يَغْفِرُ
الذُّنُوبَ سِوَاهُ ـ

سے اس پر ناجائز دباؤ ڈالا ہو چاہے وہ غائب ہو
یا حاضر، زندہ ہو یا مر گیا ہو، اور اب اس کا حق ادا
کرنا یا اُسے بحل کرانا میرے دسترس سے باہر اور
میری طاقت سے بالا ہو تو اے وہ جو حاجتوں کے
برلانے پر قادر ہے اور وہ حاجتیں اس کی مشیّت
کے زیرِ فرمان اور اس کے ارادہ کی جانب تیزی سے
بڑھتی ہیں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ اور
اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرمائے اور ایسے شخص کو
جس طرح تو چاہے مجھ سے راضی کر دے اور مجھے اپنے
پاس سے رحمت عطا کر۔ بلاشبہ مغفرت و آمرزش
سے تیرے ہاں کوئی کمی نہیں ہوتی اور نہ بخشش و عطا
سے تجھے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اے رحم کرنے
والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ بارِ الہا!
تو مجھے دوشنبہ کے دن اپنی جانب سے دو نعمتیں
مرحمت فرما۔ ایک یہ کہ اس دن کے ابتدائی حصہ میں تیری
اطاعت کے ذریعہ سعادت حاصل ہو اور دوسرے یہ کہ
اس کے آخری حصہ میں تیری مغفرت کے باعث نعمت
سے بہرہ مند ہوں۔ اے وہ کہ وہی معبود ہے اور اس
کے علاوہ کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔

اس دعا میں ابتداءً اللہ کی وحدت و یکتائی، استغنا و بے نیازی، عظمت و کبریائی اور اس کے صفات کی کنہ حقیقت سے عقول و افہام کی درماندگی کا تذکرہ ہے اور صحیفہ کی اکثر و بیشتر دعاؤں میں اسی پر زیادہ زور دیا گیا ہے کہ خالق کائنات یکتا و یگانہ ہے۔ یہ اس لئے کہ "توحیدِ خالص" ہی دین کا سرچشمہ اور اسلام کے قصرِ عقائد کی خشتِ اوّل ہے۔ اگر عقیدۂ توحید مستحکم نہ ہو گا تو مذہب و ملت کی جو عمارت بھی کھڑی کی جائے گی متزلزل و ناپائیدار ہو گی۔ اس بنیادی و اساسی چیز کے تذکرہ کے بعد نذر، وعدہ اور عہد و پیمان کے ایفا اور حقوق العباد کی اہمیت اور اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کی دعائیہ پیرایہ میں تعلیم دی ہے اور یہ طریقۂ تبلیغ و تلقین براہِ راست پند و موعظت سے زیادہ مؤثر و دل نشین ہوتا ہے۔

نذر یہ ہے کہ انسان اللہ کے لئے کسی ایسے امر کے بجالانے یا ترک کرنے کا اپنے اوپر التزام کرے جس میں شرعاً

رجحان پایا جاتا ہو۔ اس نذر پر طبعاً یہ فائدہ مترتب ہوتا ہے کہ انسان فرائض کی پابندی کا خوگر ہو جاتا ہے اور اُن سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے عائد کردہ فریضہ کو اہم سمجھتے ہوئے اُسے ادا کرتا ہے تو جو فرائض اللہ نے اس پر عاید کر دیئے ہیں انہیں بھی اہمیت دے گا۔ اور غفلت سے احتراز کرتے ہوئے پابندِ فرائض ہو جائے گا۔ فقہی کتب میں نذر کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ نذرِ مجازات، نذرِ زجر اور نذرِ تبرع۔

نذرِ مجازات یہ ہے کہ انسان نذر کو کسی مقصد و حاجت کے پورا ہونے پر منحصر کرے۔ اس طرح کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں کارِ خیر انجام دوں گا یا فلاں امرِ خیر میں اتنا روپیہ پیسہ صرف کروں گا۔

نذرِ زجر یہ ہے اسے کسی فعلِ حرام یا مکروہ کے ارتکاب یا کسی امرِ واجب یا مستحب کے ترک سے وابستہ کرے اس طرح کہ اگر میں نے کوئی نشہ آور چیز استعمال کی یا نماز کو ترک کیا تو ایک گوسفند ذبح کر کے مسکینوں پر تقسیم کر دوں گا۔

نذرِ تبرع یہ ہے کہ اُسے کسی کام کے پورا ہونے یا مقصد کے بر آنے پر موقوف نہ کرے بلکہ بقصدِ تقرب اس کا التزام کرے کہ اس طرح کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔

بہر حال نذر کی جو بھی قسم ہو اس کا ایفا لازم و واجب ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔ "ولیوفوا نذورھم" انہیں چاہیئے کہ اپنی نذریں ادا کریں۔" اور در صورتیکہ منت ادا نہ کرے تو اس پر کفارہ عائد ہو گا۔

وعدہ باہمی قول و قرار کا نام ہے۔ یہ قول و قرار روزمرہ کی زندگی اور معاشرہ کے تمام کاروبار میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اگر وعدہ کی پابندی کا لحاظ نہ کیا جائے تو باہمی اعتماد و وثوق ختم اور ایک عام تنفر و بے اعتمادی کا ماحول پیدا ہو جائے گا جس کے نتائج کا اخلاقی انحطاط، بے ضمیری اور پست فطرتی کی صورت میں ظاہر ہونا ضروری ہے۔ انہی نتائج پر نظر کرتے ہوئے اسلام نے وعدہ خلافی سے بشدت منع کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

یا ایها الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون ۵

"اے ایماندارو! تم ایسی بات کہتے ہی کیوں ہو جو کرتے نہیں۔ یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔"

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من کان یؤمن بالله والیوم الاخر فلیف اذا وعد۔

"جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر اعتماد رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ وعدہ کرے تو اُسے پورا کرے۔"

مگر اب تو معاشرہ اس طرح کا بن چکا ہے کہ نہ وعدہ کی قیمت اور نہ قول و قرار کی کوئی اہمیت سمجھی جاتی ہے۔ اگر کسی نے وعدہ یاد دلایا تو مسکرا کر ٹال دیا۔ یا یہ کہہ دیا کہ وعدہ کے ساتھ انشاءاللہ کا ضمیمہ بھی تو تھا۔ اب مشیتِ الٰہی ہی نے نہیں چاہا۔ تو ہمارا قصور کیا ہے۔ حالانکہ انشاءاللہ اگر عادۃً یا تبرکاً کہا گیا ہو تو اس سے وعدہ معلق نہیں قرار پاتا۔ اور اگر وعدہ کو واقعاً مشیتِ الٰہی سے وابستہ کیا ہو تو اس سے وعدہ کی خلاف ورزی، کذب بیانی میں محسوب نہ ہو گی۔ بشرطیکہ جس سے وعدہ کیا گیا ہو وہ بھی وعدہ کے وقت یہ سمجھا ہو کہ وعدہ معلق و مشروط ہے۔ ورنہ صرف انشاءاللہ سے وعدہ خلافی کا جواز پیدا نہیں

کیا جا سکتا۔

عہد بھی نذر ہی کی ایک قسم ہے مگر فرق یہ ہے کہ نذر میں رجحان شرعی کا ہونا ضروری ہے، اور عہد ہر اس امر کے متعلق ہو سکتا ہے جو حدود و جواز کے اندر ہو۔ اور نذر کی طرح اس کی پابندی لازم و واجب ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں کفارہ عاید ہوگا۔ چنانچہ عہد کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے :۔

واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ — "عہد و پیمان کو پورا کرو۔ کیونکہ عہد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی"۔

حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو انسانی معاشرہ میں ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔ ان حقوق کا تحفظ تمدن و معاشرت کی سربلندی اور اخلاقی و اجتماعی زندگی کی آراستگی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً اپنے مفاد کے پیشِ نظر یا اقتدار پسندی کے جذبہ سے متاثر ہو کر دوسروں کے نقصان و ضرر کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا۔ اور خواہشات کے زیرِ اثر کیا اپنے اور کیا بیگانے سب کی حق تلفی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ تصادم و باہم آویزی ہے لہٰذا اصلاحِ معاشرہ کی ایک یہی صورت ہوگی کہ انسان جہاں اپنے حقوق کا تحفظ چاہتا ہے۔ وہاں دوسروں کے حقوق کا بھی پاس و لحاظ رکھے۔ اسلام جو پُرامن معاشرہ اور خوشگوار ماحول کی تشکیل چاہتا ہے اس نے حقوق انسانی کی حد بندی کی اور انسان کے مزاج اور اس کی طبیعت کے مقتضیات کو دیکھتے ہوئے ہر ایسے اقدام سے سختی کے ساتھ منع کیا جس سے دوسروں کے حقوق پر اثر پڑتا ہو۔ حضرتؑ نے اس دعا میں حقوق العباد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے انہیں چار قسموں پر تقسیم فرمایا ہے۔ اس طرح کہ اس حق کا تعلق یا کسی شخص کی ذات سے ہوتا ہے جیسے اس کا کوئی عضو بے کار کر دینا یا اُسے زخمی کرنا یا اُسے قتل کر دینا۔ یا اس کا تعلق اُس کی عزت و حیثیتِ عرفی سے ہوتا ہے جیسے اُسے گالی دینا، اُس پر تہمت باندھنا، بدگوئی یا تذلیل و اہانت کرنا۔ یا اُس کا تعلق مال سے ہوتا ہے۔ جیسے قرضہ لے کر ادا نہ کرنا، امانت میں خیانت کرنا، کسی مالی حق کو دبا لینا یا مالی نقصان پہنچانا۔ یا اُس کا تعلق اہل خانہ سے ہوتا ہے جیسے اُس کے ناموس پر حملہ آور ہونا اور زنا وغیرہ کا ارتکاب کرنا۔ اس طرح کا خاطی و مجرم صرف ایک ہی فرد کے سامنے جواب دِہ نہیں ہے بلکہ تمام معاشرہ کے سامنے جواب دِہ ہے۔ اس لئے کہ اُس نے اپنے عمل سے صرف ایک فرد کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ پورے نظامِ معاشرہ کو اپنی غلط کارانہ روش سے نقصان پہنچایا ہے۔ اب اگر وُہ اپنے حرکات پر نادم ہو کر توبہ کرنا چاہیے تو ان حقوق و مظالم سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وُہ ان کا امکانی تدارک کرے۔ اس طرح کہ اگر جسمانی گزند پہنچایا ہو تو اپنے کو قصاص کے لئے پیش کرے یا خوشامد در آمد اور حُسنِ سلوک سے اُس کی رضا کے حصول کی کوشش کرے اور اسے بحل کرائے۔ اور اگر صاحبِ حق تک رسائی نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے حضور تضرّع و زاری سے التجا کرے کہ وُہ صاحبِ حق کو اس سے راضی کر دے اور اس کے لئے پیہم اعمالِ خیر بجا لائے تاکہ اس کے حق کا کچھ عوض ہو سکے۔ اور اگر غیبت، بہتان، دشنام وغیرہ سے اس کی عزت کو مجروح کیا ہو تو اس سے اظہارِ ندامت کرتے ہوئے معافی مانگے اور منت خوشامد کر کے اس حق کو بخشوائے۔ اور

اگر یہ ممکن نہ ہو تو اُس کے حق میں دُعائے خیر کرے اور اس کے لیئے اعمال حسنہ بجالائے تاکہ اس کے حق کی کچھ تلافی ہو سکے۔ اور اس بدگوئی والزام تراشی سے جو دوسروں کو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اس کا تا حدِ امکان ازالہ کرے اور اپنی دروغ گوئی و غلط بیانی کا اقرار کرے۔ اور اگر اس کا تعلق مال سے ہو تو صاحب مال کو مال واپس کرے جیسے غصب، خیانت، رشوت، چوری وغیرہ سے حاصل کیا ہوا روپیہ۔ اور اگر صاحب حق تک پہنچا ناممکن نہ ہو جیسے لاٹری، معمّا، وغیرہ سے حاصل کیا ہوا مال، تو صاحب مال کی طرف سے فقراء پر تصدق کرے۔ اور اگر مالِ حلال کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہو تو اس میں خمس ادا کرے۔ اور اگر مالی استطاعت ختم ہو گئی ہو تو اُس سے بخشوائے۔ اور اگر وُہ نہ بخشے یا اس تک رسائی نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور صاحب حق کے لئے دُعائے مغفرت کرے اور اس کے لیئے اعمالِ خیر بجالائے تاکہ خداوند عالم صاحب حق کو اس کے حق کا عوض دے کر اس سے راضی کر دے۔
اور اگر اہلِ خانہ کی ناموس و حرمت کے متعلق ہو اور انسانی شرافت کے دامن کو داغدار کیا ہو تو اس دھبے کو چھڑانا، اور مظلمہ سے سبکدوش ہونا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ اس جرم اور گھناؤنے جرم کی تلافی کی کوئی سورت نہیں ہے۔ تاہم اس کا امکانی تدارک وُہ ہے جو علامہ شیخ بہاء الدین عاملی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ صالح جزائری کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اور سید نعمت اللہ جزائری نے اسے شرح صحیفہ میں درج کیا ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگر زنا ایسی عورت سے کیا گیا ہو جو شوہر دار نہ ہو اور نہ اس پر کسی قسم کا جبر و اکراہ ہو تو یہ صرف اللہ کا گناہ ہے جس پر وُہ محاسبہ کرے گا۔ اور اگر شوہر دار عورت سے اس کی رضامندی سے زنا کیا گیا ہو تو یہ اللہ کا گناہ اور شوہر کی حق تلفی ہے۔ اس لئے یہ اللہ کی نافرمانی کے لحاظ سے حقوق اللہ میں شمار ہو گا اور شوہر کے حق میں مداخلت کے اعتبار سے حقوق العباد میں محسوب ہو گا۔ اس بنا پر صاحبانِ حق دُو ہوں گے۔ ایک اللہ اور دُوسرے شوہر۔

اور اگر شوہر دار عورت سے زنا جبر و اکراہ سے کیا گیا ہو تو صاحبانِ حق تین ہوں گے۔ ایک اللہ، دوسرے شوہر دار عورت اور تیسرے شوہر۔ تو درصورتیکہ اس میں حق العباد کی شمولیت ہو اس طرح کہ زنا میں جبر و تشدد کارفرما ہو۔ خواہ عورت شوہر دار ہو یا بے شوہر۔ یا شوہر دار عورت سے زنا کیا گیا ہو چاہے اس کی رضامندی ہو یا نہ ہو۔ تو اس مظلمہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ وُہ شوہر دار عورت کے شوہر سے اجمالاً یہ کہے کہ تمہارا ایک مظلمہ میری گردن پر ہے جس کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ نہ وُہ مالی ہے نہ بدنی۔ تم اس سے درگزر کرو اور مجھے معاف کر دو۔ اور اسے کھلم کھلا بیان نہ کرے اور نہ زیادہ اہمیت دے کہ وُہ کھٹک جائے۔ اور ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہو اور طرفین کی ذلّت و رسوائی کا موجب بن جائے۔ اس کے بعد اگر وُہ معاف کر دے تو اس طرف سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ رہا اللہ کا گناہ تو اس کی بارگاہ میں اظہار ندامت کرتے ہوئے گڑگڑائے اور عفو و درگزر کی التجا کرے۔ سید جزائری رحمہ اللہ نے اس جواب کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ایک خدشہ کا بھی اظہار کیا ہے۔ اور وُہ یہ کہ اگر اس مظلمہ سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے الفاظ اس قسم کے ہوں کہ جس سے اصل واقعہ پر تو پردہ ہی پڑا رہے اور وُہ سمجھے کہ اس کے اہلِ خانہ کی نسبت اس سے کوئی معمولی لغزش ہوئی ہو گی (جیسے دروازہ کی اوٹ میں سے تانک جھانک کرتا رہا ہو گا یا ورغلانا چاہا ہو

توبعید نہیں کہ وُہ درگزر کرے اور اپنے حق کو معاف کر دے۔ اور اگر مظلمہ کی اصل نوعیت پر اُسے مطلع کیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ درگزر کرنے کے بجائے مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائے گا اور ایک فتنہ اُٹھ کھڑا ہو گا۔ تو درصورتیکہ یہ یقین ہو کہ کھُلم کھلا بیان کر دینے سے وُہ کبھی اس مظلمہ کو بحل کرے گا۔ تو یہ سمجھنا کہ اس مظلمہ سے برأت کا پروانہ حاصل ہو گیا، بعید از فہم ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ زید، خالد کے ہاں سے مسلسل مالی خیانت کرتا رہے جو ایک معتدبہ رقم بن جائے اور اب اُسے یہ خیال پیدا ہو کہ اس مظلمہ سے نجات حاصل کرے اور صاحب حق سے اس کا حق معاف کرائے تو خالد سے یہ کہے کہ میں تمہارا خطاوار ہوُں اور تمہارا کچھ مال اِدھر اُدھر کیا ہے وُہ مجھے معاف کر دیجئے تاکہ میں اس مظلمہ سے نجات پاؤں اور اپنے مقام پر وُہ یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں نے رقم کی صحیح صحیح مقدار بتا دی تو وُہ کبھی معاف نہیں کرے گا اور اپنے مال کا مطالبہ کرے گا لیکن خالد ایک معمولی رقم سمجھ کر معاف کر دیتا ہے اور وُہ اس سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب مظلمہ برطرف ہو گیا حالانکہ مظلمہ اسی صورت میں برطرف ہو سکتا ہے جب اُسے رقم کا کچھ اندازہ ہو۔ اسی طرح مسئلہ زیرِ بحث میں مظلمہ سے چھٹکارا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب جرم کی اصل نوعیت آشکارہ ہو جائے۔

سید رحمہ اللہ کا یہ خدشہ اس طرح برطرف کیا جا سکتا ہے کہ وُہ مظلمہ جو ناموس سے متعلق ہوتا ہے، قابلِ تدارک نہیں ہوتا۔ اور مالی مظلمہ چاہے کتنا ہی گراں بار کیوں نہ ہو قابلِ تدارک ہے۔ اس طرح کہ وہ صحیح رقم ظاہر کرنے کے بعد اُسے واپس لوٹا کر عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو بالاقساط یا اپنے خدمات پیش کر کے سبکدوشی کی صورت پیدا کر دے سکتا ہے اور اس میں کسی فتنہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہے۔ لیکن ناموس کے معاملہ میں کسی تدارک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور واضح طور پر بیان کرنے میں فتنہ و شورش کے برپا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہٰذا اس محل کو اس مورد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جب کہ یہاں اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار ہی نہیں ہے۔

دُعَاءُ یَوْمِ الثُّلَثَاءِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ حَقُّهٗ كَمَا يَسْتَحِقُّهٗ حَمْدًا كَثِيْرًا وَاَعُوْذُ بِهٖ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ وَاَعُوْذُ بِهٖ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الَّذِيْ يَزِيْدُنِيْ ذَنْبًا اِلٰى ذَنْبِيْ وَاَحْتَرِزُ بِهٖ مِنْ كُلِّ جَبَّارٍ فَاجِرٍ وَسُلْطَانٍ

دُعائے روزِ سہ شنبہ

سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور وہی تعریف کا حقدار اور وہی اس کا مستحق ہے۔ ایسی تعریف جو کثیر و فراواں ہو۔ اور مَیں اپنے ضمیر کی بُرائی سے اس کے دامن میں پناہ مانگتا ہوں۔ اور بے شک نفس بہت زیادہ برائی پر اُبھارنے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ اور میں اللہ ہی کے ذریعہ اس شیطان کے شر و فساد سے پناہ چاہتا ہوں جو میرے لئے گناہ پہ گناہ بڑھاتا جا رہا ہے۔ اور مَیں ہر سرکش، بدکار اور ظالم بادشاہ اور

جَائِرٍ وَعَدُوٍّ قَاهِرٍ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْنِيْ مِنْ جُنْدِكَ فَاِنَّ
جُنْدَكَ هُمُ الْغَالِبُوْنَ وَاجْعَلْنِيْ
مِنْ حِزْبِكَ فَاِنَّ حِزْبَكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ
اَوْلِيَائِكَ فَاِنَّ اَوْلِيَائَكَ لَاخَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَللّٰهُمَّ
اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ فَاِنَّهٗ عِصْمَةُ اَمْرِيْ
وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيْ فَاِنَّهَا دَارُ
مَقَرِّيْ وَاِلَيْهَا مِنْ مُجَاوَرَةِ اللِّئَامِ
مَفَرِّيْ وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً
لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَالْوَفَاةَ رَاحَةً
لِيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَتَمَامِ
عِدَّةِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ
الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ
الْمُنْتَجَبِيْنَ وَهَبْ لِيْ فِي
الثُّلٰثَاءِ ثَلَاثًا لَا تَدَعْ لِيْ
ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا غَمًّا
اِلَّا اَذْهَبْتَهٗ وَلَا عَدُوًّا اِلَّا
دَفَعْتَهٗ بِبِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ
الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ
الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ اَسْتَدْفِعُ
كُلَّ مَكْرُوْهٍ اَوَّلُهٗ سَخَطُهٗ
وَاَسْتَجْلِبُ كُلَّ مَحْبُوْبٍ
اَوَّلُهٗ رِضَاهُ فَاخْتِمْ لِيْ
مِنْكَ بِالْغُفْرَانِ يَا وَلِيَّ

چیرہ دست دشمن سے اُس کے دامن حمایت میں پناہ
گزیں ہوں۔ بارالہا! مجھے اپنے لشکر میں قرار دے
کیونکہ تیرا لشکر ہی غالب و فتحمند ہے۔ اور مجھے اپنے
گروہ میں قرار دے کیونکہ تیرا گروہ ہی ہر لحاظ سے
بہتری پانے والا ہے اور مجھے اپنے دوستوں میں
سے قرار دے کیونکہ تیرے دوستوں کو نہ کوئی اندیشہ
ہوتا ہے اور نہ وُہ افسردہ و غمگین ہوتے ہیں۔ اے اللہ!
میرے لئے میرے دین کو آراستہ کر دے اس لئے
کہ وُہ میرے ہر معاملہ میں حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور
میری آخرت کو بھی سنوار دے کیونکہ وُہ میری مستقل
منزل اور دنی و فرومایہ لوگوں سے (پیچھا چھڑا کر) نکل
بھاگنے کی جگہ ہے۔ اور میری زندگی کو ہر نیکی میں اضافہ
کا باعث اور میری موت کو ہر رنج و تکلیف سے راحت
وسکون کا ذریعہ قرار دے۔ اے اللہ! محمدؐ جو نبیوںؑ
کے خاتم اور پیغمبروں کے سلسلہ کے فردِ آخر ہیں۔
ان پر اور ان کی پاک و پاکیزہ آل اور برگزیدہ اصحاب
پر رحمت نازل فرما اور مجھے اس روز سہ شنبہ میں تین
چیزیں عطا فرما۔ وُہ یہ کہ میرے کسی گناہ کو باقی نہ رہنے
دے۔ مگر یہ کہ اُسے بخش دے۔ اور نہ کسی غم
کو مگر یہ کہ اُسے برطرف کر دے۔ اور نہ کسی دشمن کو
مگر یہ کہ اُسے دُور کر دے۔ بسم اللہ کے واسطہ سے
جو (اللہ تعالیٰ کے) تمام ناموں میں سے بہتر نام (پر
مشتمل) ہے اور اللہ کے نام کے واسطہ سے جو
زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ میں تمام ناپسندیدہ چیزوں
کا دفعیہ چاہتا ہوں۔ جن میں اوّل درجہ پر اس کی ناراضگی
ہے اور تمام پسندیدہ چیزوں کو سمیٹ لینا چاہتا ہوں۔
جن میں سب سے مقدم اس کی رضامندی ہے۔

اَلْاِحْسَانِ - اے فضل و احسان کے مالک تو اپنی جانب سے میرا خاتمہ بخشش و مغفرت پر فرما۔

*

سرنامۂ دعا میں اللہ تعالیٰ کی حمد و اور اس کے مستحق حمد ہونے کا تذکرہ ہے اور اس کا استحقاق اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام خوبیوں اور اچھی صفتوں کا مالک ہے۔ اور حمد کے معنی اچھی صفتوں کے بیان ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر مدحت و ثنا اسی کے لئے ہوگی اور ہر حمد و ستائش کا وہی سزاوار ہوگا۔ اس استحقاق کے تذکرہ کے بعد نفسِ امارہ اور اس کی باطل کوشیوں سے پناہ مانگی ہے۔ کیونکہ انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اسی کا نفس ہے جو شیطانی وسوسوں سے متاثر ہو کر اچھی باتوں کو چھوڑ دیتا اور برے منصوبوں میں لگ جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی شریکِ حال ہو تو اس کے مہلکوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآنِ عزیز میں زنِ عزیزِ مصر یا حضرت یوسفؑ کی زبانی ارشاد ہوا ہے:۔

وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی -	میں اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ نفس تو بہت زیادہ برائی پر ابھارنے والا ہے۔ مگر اس صورت میں کہ میرا پروردگار رحم کرے۔"

پھر شیطان لعین کی فتنہ سامانی، بدکرداروں کی شوریدہ سری، فرمانرواؤں کی ستم کوشی اور دشمنوں کی چیرہ دستی سے بچاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ کو پناہ گاہ قرار دیا ہے کیونکہ وہی شیطان کے حربوں کو کند کرنے والا اور بدکرداروں، ظالم حکمرانوں اور فتنہ انگیز دشمنوں سے حفظ و نگہداشت کرنے والا ہے۔ نفسِ امارہ اور شیطان لعین سے پناہ مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی فوج اور اس کے گروہ اور اس کے دوستوں کی جماعت میں محسوب ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ کیونکہ اللہ کی فوج نے کبھی شکست نہیں کھائی اور روزِ ازل سے غلبہ اس کے پائے نام ہو چکا ہے اس غلبہ سے مراد ظاہری غلبہ نہیں ہے جو مادی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج کے بل بوتے اور قوت و طاقت کے سہارے سے حریفوں کو زیر کر لینا غلبہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے مخصوص و برگزیدہ بندے کبھی دشمنوں سے زیر نہ ہوتے۔ اور پھر جو غلبہ طاقت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ طاقت کے ذریعہ ختم بھی ہو جاتا ہے۔ فوجِ خداوندی کی ہار جیت کو دنیوی فتح و شکست پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ بظاہر ناکام ہو کر بھی کامیاب اور شکست کھا کر بھی فاتح و کامران ہوتی ہے۔ کبھی اس کی فتح ظاہری فتح کے لحاظ سے ہوتی ہے اور کبھی اس کی فتح اس میں مضمر ہوتی ہے کہ وہ بظاہر شکست کھا کر دلوں کو تسخیر کرے۔ اور حق و صداقت کی صورت میں اپنی دائمی فتح کے آثار چھوڑ جائے اور یہی فتح حقیقی فتح ہے۔ جو نصب العین کی کامیابی سے وابستہ ہے اور اللہ جل جلالہٗ کا گروہ وہ ہے جو حق و صداقت کی راہ پر استوار صلاح و ہدایت کا روشن منار اور احیائے دین و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہمہ تن وقف ہے اس کی زندگی کا مقصد ہی دنیا کو خدا پرستی کی راہ دکھانا اور جان جوکھوں میں ڈال کر منزلِ صدق و صفا کی طرف لے چلنا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اولئك هم المفلحون۔ کی آواز نے ہر طرح کی بہتری اس کے لئے مخصوص کر دی ہے اور دوستانِ خدا وہ ہیں جو اس کی رضا و خوشنودی

کے حصول کے لئے دلوں کو اس کی یاد، زبانوں کو اس کے ذکر اور محراب عبادت کو تسبیح و تہلیل سے آباد رکھتے ہیں۔ اور خوفِ خدا کے گھر کر لینے کی وجہ سے انہیں کوئی خوف ہراساں نہیں کرتا اور نہ رنج و اندوہ سے انہیں دوچار ہونا پڑتا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون۔	خدا کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ انہیں کوئی رنج و غم ہوگا۔"

علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں تحریر کیا ہے کہ خوف کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے اور حزن کا تعلق زمانۂ گزشتہ سے مقصد یہ ہے کہ انہیں نہ آخرت میں کوئی خوف و خطر ہوگا اور نہ انہیں دنیا اور دنیا کے سازوسامان کے چھوڑنے کا غم ہوتا ہے وہ دنیا میں ہر قسم کے خدشوں اور اندیشوں سے پاک اور آخرت میں امن و سکون کی چھاؤں میں منزل گزیں ہوں گے۔ پھر دین کی اصلاح و آراستگی کی دعا ہے۔ اس لئے کہ دین ہی انسان کو فرائض و حقوق کی طرف توجہ دلاتا اور ان پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا اور ایذا رسانیوں، فتنہ انگیزیوں، برائیوں اور حق تلفیوں سے روکتا ہے اور معاشرہ کے نظم و انضباط کا کفیل، مدنیت و اجتماعیت کے حدود کا پاسبان اور اخلاق و اعمال کا نگران ہے۔ پھر ایسی زندگی کا سوال کیا ہے۔ جو عبادت و اطاعت میں صرف ہو۔ اس لئے کہ دنیوی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اخروی زندگی کو سنوارا جائے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی چند روزہ اور وہاں کی زندگی دائمی و ابدی ہے اور اسے عبودیت کے تقاضوں پر عمل کرنے ہی سے سنوارا جا سکتا ہے۔ اور ایسی موت کی خواہش کی ہے جو سکون و راحت کا پیغام لے کر آئے۔ کیونکہ دنیا میں لاکھ سروسامانِ راحت موجود ہوں اہل ایمان و ایقان کی حقیقی راحت موت کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

لیس للمؤمن راحۃ دون لقاء اللّٰہ۔	لقائے الٰہی کے علاوہ مومن کے لئے اور کہیں راحت نہیں۔"

آخر دعا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین خواہشیں پیش کی ہیں۔ ایک گناہوں کی بخشش، دوسرے غم و اندوہ کا تدارک، تیسرے دشمنوں سے تحفظ۔ لہٰذا ان مقاصد کے لئے اس دعا کو ہر سہ شنبہ کے روز پڑھنا چاہیئے تاکہ خداوند عالم دنیا میں غم و فکر سے نجات اور آخرت میں مغفرت و خوشنودی سے سرفراز کرے۔

دُعَاءُ یَوْمِ الْاَرْبَعَاءِ	دُعائے روزِ چہار شنبہ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا لَكَ الْحَمْدُ اَنْ	تمام تعریف اس تعالیٰ کے لئے ہے جس نے رات کو پردہ بنایا اور نیند کو آرام و راحت کا ذریعہ اور دن کو حرکت و عمل کے لئے قرار دیا۔ تمام تعریف تیرے

بَعَثْتَنِيْ مِنْ مَرْقَدِيْ وَ لَوْ
شِئْتَ جَعَلْتَهٗ سَرْمَدًا حَمْدًا
دَآئِمًا لَا يَنْقَطِعُ اَبَدًا وَلَا يُحْصِيْ
لَهُ الْخَلَآئِقُ عَدَدًا ۞ اَللّٰهُمَّ لَكَ
الْحَمْدُ اَنْ خَلَقْتَ فَسَوَّيْتَ وَ
قَدَّرْتَ وَ قَضَيْتَ وَ اَمَتَّ وَ
اَحْيَيْتَ وَ اَمْرَضْتَ وَ شَفَيْتَ
وَعَافَيْتَ وَ اَبْلَيْتَ وَ عَلَى
الْعَرْشِ اسْتَوَيْتَ وَعَلَى الْمُلْكِ
احْتَوَيْتَ اَدْعُوْكَ دُعَآءَ مَنْ
ضَعُفَتْ وَسِيْلَتُهٗ وَانْقَطَعَتْ
حِيْلَتُهٗ وَاقْتَرَبَ اَجَلُهٗ وَ
تَدَانٰى فِي الدُّنْيَا اَمَلُهٗ وَ
اشْتَدَّتْ اِلٰى رَحْمَتِكَ فَاقَتُهٗ
وَعَظُمَتْ لِتَفْرِيْطِهٖ حَسْرَتُهٗ
وَكَثُرَتْ زَلَّتُهٗ وَعَثْرَتُهٗ وَ
خَلُصَتْ لِوَجْهِكَ تَوْبَتُهٗ فَصَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ
وَعَلٰٓى اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ
الطَّاهِرِيْنَ وَارْزُقْنِيْ شَفَاعَةَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
وَلَا تَحْرِمْنِيْ صُحْبَتَهٗ اِنَّكَ اَنْتَ
اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اقْضِ لِيْ
فِي الْاَرْبِعَاءِ اَرْبَعًا اجْعَلْ قُوَّتِيْ فِيْ
طَاعَتِكَ وَنَشَاطِيْ فِيْ عِبَادَتِكَ
وَرَغْبَتِيْ فِيْ ثَوَابِكَ وَزُهْدِيْ
فِيْمَا يُوْجِبُ لِيْ اَلِيْمَ عِقَابِكَ

ہی لئے ہے کہ تُو نے مجھے میری خواب گاہ سے زندہ
اور سلامت اٹھایا۔ اور اگر تُو چاہتا تو اُسے دائمی خواب
گاہ بنا دیتا۔ ایسی حمد جو ہمیشہ ہمیشہ رہے؛
جس کا سلسلہ قطع نہ ہو اور نہ مخلوق اس کی گنتی کا شمار
کر سکے۔ بارِ الٰہا! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے کہ
تُو نے پیدا کیا تو ہر لحاظ سے درست پیدا کیا۔ اندازہ
مقرر کیا اور حکم نافذ کیا، مَوت دی اور زندہ کیا۔
بیمار ڈالا اور شفا بھی بخشی۔ عافیت دی اور مبتلا بھی
کیا۔ اور تو عرش پر متمکن ہُوا اور ملک پر چھا گیا۔
میں تجھ سے دُعا مانگنے میں اس شخص کا سا طرزِ عمل
اختیار کرتا ہوں جس کا وسیلہ کمزور، چارۂ کار ختم
اور موت کا ہنگام نزدیک ہو۔ دُنیا میں اس کی
اُمیدوں کا دامن سمٹ چکا ہو اور تیری رحمت
کی جانب اس کی احتیاج شدید ہو اور اپنی
کوتاہیوں کی وجہ سے اُسے بڑی حسرت اور اس
کی لغزشوں اور خطاؤں کی کثرت ہو اور تیری بارگاہ
میں صدقِ نیت سے اس کی توبہ ہو چکی ہو تو اب
خاتم الانبیاء محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر رحمت
نازل فرما اور مجھے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کی شفاعت نصیب کر اور مجھے ان کی ہم نشینی سے
محروم نہ کر۔ اس لئے کہ تو تمام رحم کرنے والوں سے
زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بارِ الٰہا! اس روزِ چہار
شنبہ میں میری چار حاجتیں پوری کر دے۔ یہ کہ اطمینان
ہو تو تیری فرمانبرداری میں، سرور ہو تو تیری عبادت
میں، خواہش ہو تو تیرے ثواب کی جانب، اور
کنارہ کشی ہو تو اُن چیزوں سے جو تیرے دردناک
عذاب کا باعث ہیں۔ بے شک تو جس چیز

اِنَّكَ لَطِيفٌ لِمَا تَشَاءُ۔ — کے لئے چاہے اپنے لطف کو کار فرما کرتا ہے۔

سرنامۂ دُعا میں شب و روز کی آمد و شد اور اس پر مرتب ہونے والے فوائد کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس دُعا میں اور "دُعائے صبح و شام" میں بھی رات کا تذکرہ پہلے اور دن کا ذکر بعد میں ہے۔ یہ اس لئے کہ قمری مہینوں اور تاریخوں کی ابتدا رات سے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسے دن پر تقدم حاصل ہے۔ یا اس لئے کہ خاصانِ خدا کے لئے رات اللہ سے لو لگانے اور محرابِ عبادت کو آباد کرنے کا وقت ہوتا ہے اس لئے وہ دن کے مقابلہ میں اُسے اقدمیت کا مستحق سمجھتے ہیں یا اس لئے کہ قرآن مجید کے اسلوب و ترتیبِ بیان سے مطابقت برقرار رہے۔ اس شب و روز کی تقسیم سے زندگی کے کاروبار دو حصوں پر تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک حرکت و عمل اور سرو سامانِ معیشت مہیا کرنے کے لئے، اور ایک سکون و راحت کے لئے۔ چنانچہ دن کاروبار کے لئے ہے جو سورج کی تیز روشنی سے درخشاں ہوتا ہے تاکہ کاروبارِ مشاغل میں کوئی خلل پیدا نہ ہو، اور رات آرام کے لئے ہے جس میں چاند کی ہلکی شعاعیں نور پاشی کرتی ہیں تاکہ اُن کی پُرسکون چھاؤں میں آرام کیا جا سکے۔ قدرت نے دن کو براہِ راست سورج کی سنہری کرنوں سے روشن کیا اور راتوں کو روشن کرنے کا انتظام اس طرح کیا کہ جب سورج کی روشنی زمین پر پڑے تو وہ منعکس ہو کر چاند کو روشن کرے اور چاند مختلف صورتیں بدل کر زمین کو روشن کرتا رہے۔ اس طرح کہ پہلے بتدریج روشنی میں ترقی ہو اور پھر بتدریج تنزل تاکہ اس تبدیلی و تنوع سے اس کی کشش کم نہ ہونے پائے اور اس کے اتار چڑھاؤ کی گوناگوں کیفیتیں نظر افروزی کا سامان مہیا کرتی رہیں۔ پھر شب و روز کی مدت، انسان کے قوائے عمل اور آرام و استراحت کی ضرورت کے لحاظ سے اتنی موزوں و مناسب ہے جو فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ اگر دُنیا میں مسلسل دن رہتا تو زمین سورج کی شعاعوں سے جل کر روئیدگی کی قوت کھو دیتی۔ اور انسان کے لئے مناسب آرام کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ اور بعید نہیں کہ وہ کاروکسب کی مشغولیتوں سے گھبرا کر موت کا سہارا ڈھونڈنے لگتا۔ اور اگر مسلسل رات رہتی تو اندھیرے سے اُکتا کر دیواروں سے سر ٹکرانے لگتا۔ چنانچہ انہی احکام و مصالح کی طرف دعوتِ فکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:۔

ان فی خلق السّمٰوٰت والارض واختلاف الّیل والنّھار لاٰیات لاولی الالباب۔	"بلاشبہ زمین و آسمان کی خلقت اور شب و روز کی آمد و شد میں اہلِ دانش کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔"

اس کے بعد انسانی خلقت کا ذکر فرمایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ و حکمت بالغہ سے متضاد عناصر میں ترکیب و ایتلاف اور ترکیب میں توازن و اعتدال کو کار فرما کیا اور انسان کو موزونی و تناسب کے سانچہ میں ڈھال کر حسن و دلآویزی کا مرقع اور اپنی جمال پسندی کا آئینہ دار بنایا چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

الذی خلقک فسوّاک	وہ جس نے تجھے پیدا کیا تو ہر طرح سے نوک پلک درست

فعدلك فی ای صورۃ ما شاء رکبک۔

کر کے پیدا کیا اور تیرے (اعضا میں) توازن و اعتدال قائم کیا اور جس صورت میں اُس نے چاہا تیرے جوڑ آپس میں ملا دیئے۔"

اگر انسانی نشوو ارتقا کے مراتب اس کے اعضا کی ترکیب و ترتیب اور اُن اعضا کے مختلف وظائف و اعمال پر نظر کی جائے تو اس کے ہر گوشہ میں ایسی حکمت کارفرما نظر آئے گی جسے ایک بے شعور مادہ کی اندھا دھند تخلیق کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ انسانی صُورت اور اس کی زیبائی خدو خال کی رنگینی اور اُس کے نقش و نگار کی دلفریبی دیکھ کر عقل سلیم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گی کہ یہ کسی مدبر و حکیم صانع کی نقش آرائی کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ان الصورۃ الانسانیۃ اکبر حجۃ للہ علی خلقہ وھی الکتاب الذی کتبہ بیدہ۔

انسانی صُورت مخلوقات پر اللہ تم کی سب سے بڑی حجت و دلیل ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس کے نقوش اس نے خود اپنے ہاتھ سے کھینچے ہیں۔"

نقش آرائے فطرت نے اس انسانی صحیفہ کو اس طرح سجایا ہے کہ ہر خط میں خطِ نورس کی تازگی، ہر خم میں خم ابرو کی کشش اور ہر نقطہ میں خالِ رُخ زیبا کی حُسن آرائی سمٹ آئی ہے۔ یہ جسم و صورت کی زیبائی اعضا کے تناسب سے وابستہ ہے۔ اس طرح کہ ہر عضو اپنے مناسب حال مقام پر ہے اور وُہی مقام اُسے زیب دیتا اور اُس کے لئے موزوں و مناسب ہے۔ جو بلند ہے اُسے بلندی زیب دیتی ہے اور جو پست ہے وہ پستی ہی کے قابل ہے۔ جو طاق ہے اُسے طاق ہی ہونا چاہیئے۔ اور جو جُفت ہے اُسے جفت ہی ہونا چاہیئے۔ اگر ان میں ردّو بدل کر دیا جائے تو تمام حُسن و رعنائی ختم ہو جائے۔ چنانچہ سر کو مرکزِ جمال و محلِ عقل و شعور ہونے کی وجہ سے سب سے بلند مقام پر جگہ دی اور اس کے گرد پنچ حواس خمسہ کے پہرے بٹھا دیئے۔ اس طرح کہ اس کے دونوں طرف باریک پردوں میں حاسۂ سماعت پیدا کیا اور ان پردوں کے گرد کان بنائے جس میں ٹیڑھے میڑھے راستے ہیں۔ تاکہ آواز پیچ و خم کھاتی ہوئی اُن پردوں سے ٹکرائے اور سخت ہولناک آوازوں کے براہِ راست ٹکرانے سے پھٹ نہ جائیں۔ اور ان میں ایک شور و متعفن مادہ پیدا کر دیا تاکہ سوتے میں یا بے خبری کی حالت میں کیڑے مکوڑے اندر گھسنے نہ پائیں۔ اور دونوں لبوں کے اندر دانتوں کی باڑھ کھینچ کر اس میں زبان کو بند کر دیا اور اُسے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا۔ اور ناک کے بانسوں میں قوت شامہ پھیلا دی تاکہ خوشبو کو راستہ دے اور بدبو کو دماغ میں گھسنے سے روک دے اور پیشانی کے نیچے اور سر کے بالائی حصہ میں آنکھوں کے دیدبان کھڑے کر دیئے تاکہ دوست و دشمن اور موافق و مخالف کی فوراً اطلاع ہو سکے اور ان میں نور کی تخلیق کر کے اس کی حفاظت کا اس طرح سامان کیا کہ پہلے اسے سات پردوں میں چھپایا۔ پھر ان پردوں کے آگے پھاٹک لگائے اور ان پر پلکوں کی چلمنیں ڈال دیں تاکہ خس و خاشاک اور گرد و غبار کے حملہ سے بچاؤ ہو سکے اور جسم کے ہر ہر حصّہ میں قوتِ لامسہ دوڑا کر اس حصّۂ جسم کے لئے حفاظتِ خود اختیاری کا سامان کر دیا۔

یہ حواسِ خمسہ اپنے محسوسات کو مخصوص آلات و عصبی نظام کے ذریعہ دماغ تک پہنچاتے ہیں اور قوتِ حافظہ تمام نقوش کو جمع کرتی جاتی ہے اور جُدا جُدا عنوانات سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس طرح کہ انسان جب چاہے یادداشت کے ذخیرہ میں سے ان تمام متعلقہ نقوش کو جو کسی موقع پر درکار ہوں اس طرح نکال لے جس طرح کسی کتب خانہ میں سے کسی کتاب کو ڈھونڈھ لیا جاتا ہے۔ اور پھر قوتِ گویائی کے ذریعہ پورے پورے مرقعے ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ اور ضبط تحریر میں لا کر انہیں دوام بھی بخشا جاسکتا ہے۔ اور یہ وہ کمال ہے جو انسانی استعداد سے وابستہ ہے۔ اگرچہ انسان کو بہت سے حسیات و قویٰ نہیں بھی دیئے گئے لیکن اس کی شعوری دُنیا میں کوئی خلا نہیں ہے۔ مثلاً وُہ پانی کے اندر ایک محدود عرصہ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا، حالانکہ مچھلیاں اور دُوسرے آبی جانور پانی میں رہتے، گھر بناتے اور متلاطم موجوں میں پُرسکون زندگی گزارتے ہیں۔ وہ اپنے دست و بازو سے فضا میں پرواز نہیں کرسکتا، حالانکہ کبوتر، باز اور دوسرے پرندے فضا میں پرواز کرتے ہیں۔ وہ اندھیرے میں چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا حالانکہ رات کو اڑنے والے شکاری پرندے گھاس میں رینگتے ہوئے سانپوں، چوہوں اور کیڑوں کو بلندی پر سے دیکھ لیتے ہیں اور جسے ہم اندھیرا کہتے ہیں وُہ ان کے لئے اجالا اور جسے ہم سکوت کہتے ہیں وُہ اُن کے لئے شور و ہنگامہ ہوتا ہے۔ اور پروانے میلوں سے شمع کی خوشبو اور اُن خوشبوؤں کو جن کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے، سونگھ لیتے ہیں۔ اور یہی قوت شامہ اُن کے لئے بصارت کا کام دیتی ہے۔ اور ہرن کی دنیا میں تو خوشبوئیں بڑی فراواں ہیں۔ جو ہمارے لئے سبزہ زار ہے وُہ اس کے لئے فضائے عطر بیز ہے جس کی مختلف خوشبوئیں اس کے مشام میں بسی ہوئی ہیں۔ اور کُتے اور گھوڑے بعض ان آوازوں کو سن لیتے ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں اور بعض جانوروں کو زلزلہ، بارش، آندھی اور دُوسرے آفات کا علم پہلے سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ نصیر الدین طوسی رحمہ اللہ کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی مقام پر آبادی کے باہر ایک شخص کے ہاں ٹھہرے۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے مکان کی چھت پر بستر لگوایا۔ صاحب خانہ نے کہا کہ آپ چھت کے بجائے حجرے کے اندر آرام فرمائیں تاکہ بارش کی وجہ سے آپ کو بے آرام نہ ہونا پڑے۔ اس لئے کہ آج رات کو بارش آئے گی۔ محقق رحمہ اللہ نے ہواؤں کا رُخ دیکھا اور فلکی اوضاع کا جائزہ لیا اور کہا کہ بارش کے قطعاً کوئی آثار نہیں ہیں اور وُہ چھت ہی پر سو گئے۔ کچھ دیر گذری ہوگی کہ بارش شروع ہو گئی۔ محقق کو صاحب خانہ کی پیشین گوئی پر حیرت ہوئی اور اُس سے پوچھا کہ تمہیں کیسے علم ہو گیا کہ آج رات بارش ہوگی۔ اُس نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک کتا ہے وُہ جس رات کو بارش برسنا ہوتی ہے چھت کے بجائے نیچے رہتا ہے اور آج بھی وُہ نیچے رہا اور چھت پر نہیں گیا۔ جس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ آج رات بارش ہوگی۔ اسی طرح بعض سطح سمندر پر شکار کرنے والے پرندے آنیوالے طوفان سے مطلع ہو جاتے ہیں اور اُس کی آمد سے پہلے خشکی پر چلے جاتے ہیں۔ اور شہد کی مکھیاں بن دیکھے سمت کو پہچان لیتی ہیں۔ چنانچہ انہیں کسی ڈبیہ میں کسی بھی سمت چھوڑا جائے وہ سمت پہچان کر جدھر سے لائی گئی ہیں اُدھر ہی پرواز کریں گی۔ ان حسیات سے ہم بالکل ناآشنا ہیں اور ان حسیات کے فقدان کا ہمیں کچھ احساس بھی نہیں ہے کہ شعور میں کوئی خلل واقع ہو۔ بلکہ حواس خمسہ میں سے کوئی حاسہ شروع ہی سے نہ ہو تو اس کا بھی کوئی احساس نہیں ہوتا۔ ایک پیدائشی اندھے کو اپنی بصارت کے نہ ہونے کا

بس اتنا ہی غم ہے جتنا ایک عام آدمی کو پروں کے نہ ہونے کا۔ اس کی دنیا میں اگرچہ بصارت نہیں ہے مگر اس سے اس کے شعور میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اور نہ شعور میں کوئی کمی اور نہ زندگی میں کوئی خلا محسوس کرتا ہے۔ اس لئے بعض حسیات کے نہ ہونے کے باوجود ہر شخص کی زندگی اپنے مقام پر شعوری لحاظ سے مکمل ہے۔ بشرطیکہ کسی شعور سے آشنا ہونے کے بعد اُسے کھویا نہ ہو۔ اور ہمارے احساسات صرف اسی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمارے ذہن میں آباد ہے اور انہی حسیات پر اپنی دُنیا تعمیر کرتے ہیں جن سے آشنا ہوتے ہیں۔

دُعَاءُ يَوْمِ الْخَمِيْسِ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ اللَّيْلَ مُظْلِمًا بِقُدْرَتِهٖ وَجَاءَ بِالنَّهَارِ مُبْصِرًا بِرَحْمَتِهٖ وَكَسَانِيْ ضِيَاءَهٗ وَاَنَا فِيْ نِعْمَتِهٖ اَللّٰهُمَّ فَكَمَا اَبْقَيْتَنِيْ لَهٗ فَاَبْقِنِيْ لِاَمْثَالِهٖ وَصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَلَا تَفْجَعْنِيْ فِيْهِ وَفِيْ غَيْرِهٖ مِنَ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ بِارْتِكَابِ الْمَحَارِمِ وَاكْتِسَابِ الْمَاٰثِمِ وَارْزُقْنِيْ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا فِيْهِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهٗ وَاصْرِفْ عَنِّيْ شَرَّهٗ وَشَرَّ مَا فِيْهِ وَشَرَّ مَا بَعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ بِذِمَّةِ الْاِسْلَامِ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ وَبِحُرْمَةِ الْقُرْاٰنِ اَعْتَمِدُ عَلَيْكَ وَبِمُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَسْتَشْفِعُ لَدَيْكَ فَاعْرِفِ اللّٰهُمَّ ذِمَّتِيَ الَّتِيْ رَجَوْتُ بِهَا قَضَاءَ حَاجَتِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

دعائے روزِ پنجشنبہ

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی قدرت سے اندھیری رات کو رخصت کیا اور اپنی رحمت سے روشن دن نکالا اور اس کی روشنی کا زرتار جامہ مجھے پہنایا اور اس کی نعمت سے بہرہ مند کیا۔ بارالہا! جس طرح تونے اس دن کے لئے مجھے باقی رکھا اسی طرح اس جیسے دوسرے دنوں کے لئے زندہ رکھ۔ اور اپنے پیغمبر محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس دن میں اور اس کے علاوہ اور راتوں اور دنوں میں حرام امور کے بجالانے اور گناہ و معاصی کے ارتکاب کرنے سے رنجیدہ خاطر نہ کر۔ اور مجھے اس دن کی بھلائی اور جو اس کے بعد ہے اس کی بھلائی عطا کر۔ اور اس دن کی برائی اور جو کچھ اس دن میں ہے اس کی برائی اور جو اس کے بعد ہے اُس کی برائی مجھ سے دُور کر دے۔ اے اللہ! میں اسلام کے عہد و پیمان کے ذریعہ تجھ سے توسّل چاہتا ہوں اور قرآن کی عزت و حرمت کے واسطہ سے تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں شفاعت کا طلب گار ہوں۔ تو اے میرے معبود! میرے اس عہد و پیمان پر نظر کر جس کے وسیلہ سے حاجت برآری

اَللّٰهُمَّ اقْضِ لِيْ فِي الْخَمِيْسِ خَمْسًا
لَا يَتَّسِعُ لَهَا اِلَّا كَرَمُكَ وَلَا
يُطِيْقُهَا اِلَّا نِعَمُكَ سَلَامَةً اَقْوٰى
بِهَا عَلٰى طَاعَتِكَ وَعِبَادَةً اَسْتَحِقُّ
بِهَا جَزِيْلَ مَثُوْبَتِكَ وَسَعَةً
فِي الْحَالِ مِنَ الرِّزْقِ الْحَلَالِ
وَاَنْ تُؤْمِنَنِيْ فِيْ مَوَاقِفِ
الْخَوْفِ بِاَمْنِكَ وَتَجْعَلَنِيْ مِنْ
طَوَارِقِ الْهُمُوْمِ وَالْغُمُوْمِ فِيْ
حِصْنِكَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ
عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْ تَوَسُّلِيْ
بِهٖ شَافِعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
نَافِعًا اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ
الرَّاحِمِيْنَ ۔

کا اُمیدوار ہوں۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے
زیادہ رحم کرنے والے۔ بارِ الٰہا! اس روز پنجشنبہ میں
میری پانچ حاجتیں بر لا جن کی سمائی تیرے ہی
دامنِ کرم میں ہے اور تیری ہی نعمتوں کی فراوانی
ان کی متحمل ہو سکتی ہے۔ ایسی سلامتی دے جس سے
تیری فرمانبرداری کی قوت حاصل کر سکوں۔ ایسی توفیق
عبادت دے۔ جس سے تیرے ثوابِ عظیم کا مستحق
قرار پاؤں۔ اور سرِدست رزقِ حلال کی فراوانی
اور خوف و خطر کے مواقع پر اپنے امن کے ذریعہ
مطمئن کر دے اور غموں اور فکروں کے ہجوم سے اپنی پناہ
میں رکھ۔ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اُن
سے میرے توسل کو قیامت کے دن سفارش کرنے والا
نفع بخشنے والا قرار دے۔ بے شک تو رحم کرنے والوں
میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس دُعا کے شروع میں رات کے رخصت ہونے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ اور دن کی آمد کو اس کی رحمت
کا کرشمہ قرار دیا ہے۔ قدرت کا مظاہرہ اس طرح ہے کہ زمین ایسا عظیم ترین کرہ اس کے ادنیٰ اشارے سے پرکاہ کی طرح
اُڑتا اور ہر وقت گردش میں رہتا ہے اور اسی گردش کے نتیجہ میں موسموں کی تبدیلی، سورج کے طلوع و غروب کی نمود اور شب و
روز کی تخلیق ہوتی ہے۔ اس طرح کہ جو حصہ سُورج کے سامنے آتا ہے وہاں دن اور جو حصہ اس کے سامنے نہیں آتا وہاں
رات ہوتی ہے جس سے ہماری آنکھوں کے سامنے کبھی اندھیرا اور کبھی اُجالا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بالکل ایسا ہے جیسے کسی
کمرہ میں روشنی کے بعد اندھیرا اور اندھیرے کے بعد روشنی کر دی جائے۔ اور رحمت کا کرشمہ اس طرح ہے کہ دن
کے وجود سے بیشمار فوائد و منافع وابستہ ہیں۔ اس سے کرۂ ارضی کی حیات اور اس پر بسنے والوں کی زندگی وابستہ ہے
چنانچہ سورج کی کرنیں جب سمندر سے بخارات اُٹھاتی ہیں تو وہ ابر بن کر برستے اور پیاسی زمین کو سیراب کرتے ہیں جس
سے زمین کی قوتِ نشو و نما اُبھرتی اور اس میں روئیدگی آتی ہے۔ اور اُسی دن کی حرارت سے کھیتیاں پکتی اور پھل پختہ
ہوتے ہیں جو انسان و حیوان کی زندگی و بقا کا سامان کرتے ہیں۔ اسی کی روشنی سے سبزہ و نبات کا رنگ نکھرتا اور
پتھروں میں رنگ آمیزی ہوتی ہے جو لعل و یاقوت و زمرد کی صورت میں چمکتے، جگمگاتے اور نگاہوں کو خیرہ کرتے ہیں۔ دن
رات کے ادلنے بدلنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت پر دلیل لانے کے بعد زندگی و بقا کا سوال کیا ہے۔ یہ خواہش

زندگی کی چاہت اور حظ اندوزی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ سرو سامان کریں اور اپنے خالق کی رضا و خوشنودی کا سرمایہ فراہم کریں۔ چنانچہ اس دُعا میں جو چیزیں طلب کی ہیں ان میں پہلی چیز یہ ہے کہ میں صحت و سلامتی چاہتا ہوں تو اس لئے کہ زندگی کے لمحات کو مقصد حیات کی تکمیل میں صرف کروں اور اپنے معبود کی اطاعت و فرمانبرداری کی قوت حاصل کرسکوں۔ اور عبادت کے ذریعہ ثواب اخروی کا مستحق قرار پاؤں اور خوف و خطر کے مقامات پر اس کے عذاب و عتاب سے محفوظ رہوں۔ اور غم و اندوہ سے نجات اور رزق حلال کا سوال کیا ہے تو اس لئے کہ رزق و معیشت کی تنگی اور غم و اندوہ کی فراوانی خیالات کو پراگندہ اور ذہن کو منتشر کردیتی ہے اور ذہن میں یکسوئی نہ ہو تو طبیعت پوری توجہ کے ساتھ عبادات و اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ غرض آپ کی زندگی کا مقصد اولین اللہ تعالیٰ سے وابستگی اور اس کی رضا جوئی تھا۔ اور آپ کی پوری زندگی اسی محبوب ترین مشغلہ میں بسر ہوئی۔

دُعَاءُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ قَبْلَ الْاِنْشَاءِ وَ الْاِحْيَاءِ وَالْاٰخِرِ بَعْدَ فَنَاءِ الْاَشْيَاءِ الْعَلِيْمِ الَّذِىْ لَا يَنْسٰى مَنْ ذَكَرَهٗ وَلَا يَنْقُصُ مَنْ شَكَرَهٗ وَلَا يَخِيْبُ مَنْ دَعَاهُ وَلَا يَقْطَعُ رَجَاءَ مَنْ رَجَاهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْٓ اُشْهِدُكَ وَ كَفٰى بِكَ شَهِيْدًا وَاُشْهِدُ جَمِيْعَ مَلٰٓئِكَتِكَ وَسُكَّانِ سَمٰوَاتِكَ وَحَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَنْ بَعَثْتَ مِنْ اَنْبِيَآئِكَ وَرُسُلِكَ وَ اَنْشَاْتَ مِنْ اَصْنَافِ خَلْقِكَ اَنِّىْٓ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَلَا عَدِيْلَ وَلَا خُلْفَ لِقَوْلِكَ وَ لَا تَبْدِيْلَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ

دُعائے روز جمعہ

تمام تعریف اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو پیدا کرنے اور زندگی بخشنے سے پہلے موجود تھا اور تمام چیزوں کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے گا۔ وہ ایسا علم والا ہے کہ جو اُسے یاد رکھے اُسے بھولتا نہیں۔ جو اُس کا شکر ادا کرے اُس کے ہاں کمی نہیں ہونے دیتا۔ جو اُسے پکارے اُسے محروم نہیں کرتا۔ جو اُس سے اُمید رکھے اُس کی اُمید نہیں توڑتا۔ بار الہا! میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تو گواہ ہونے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔ اور تیرے تمام فرشتوں اور تیرے آسمانوں میں بسنے والوں اور تیرے عرش کے اٹھانے والوں اور تیرے فرستادہ نبیوں اور رسولوں اور تیری پیدا کی ہوئی قسم قسم کی مخلوقات کو اپنی گواہی پر گواہ کرتا ہوں کہ تو ہی معبود ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو وحدہٗ لا شریک ہے تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے تیرے قول میں نہ وعدہ خلافی ہوتی ہے اور نہ کوئی تبدیلی۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے خاص بندے اور

أَدّٰى مَا حَمَّلْتَهٗ اِلَى الْعِبَادِ وَ جَاهَدَ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْجِهَادِ وَاَنَّهٗ بَشَّرَ بِمَا هُوَ حَقٌّ مِّنَ الثَّوَابِ وَاَنْذَرَ بِمَا هُوَ صِدْقٌ مِّنَ الْعِقَابِ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِيْ عَلٰى دِيْنِكَ مَا اَحْيَيْتَنِيْ وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَتْبَاعِهٖ وَشِيْعَتِهٖ وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَتِهٖ وَ وَفِّقْنِيْ لِاَدَآءِ فَرْضِ الْجُمُعَاتِ وَمَآ اَوْجَبْتَ عَلَيَّ فِيْهَا مِنَ الطَّاعَاتِ وَ قَسَمْتَ لِاَهْلِهَا مِنَ الْعَطَآءِ فِيْ يَوْمِ الْجَزَآءِ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

رسولؐ ہیں۔ جن چیزوں کی ذمہ داری تو نے اُن پر عائد کی وُہ بندوں تک پہنچا دیں۔ انہوں نے خدائے بزرگ و برتر کی راہ میں جہاد کر کے حق جہاد ادا کیا اور صحیح صحیح ثواب کی خوشخبری دی اور واقعی عذاب سے ڈرایا بار الہا! جب تک تو مجھے زندہ رکھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اور جب کہ تُو نے مجھے ہدایت کر دی تو میرے دل کو بے راہ نہ ہونے دے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔ بے شک تو ہی (نعمتوں کا) بخشنے والا ہے محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اُن کے اتباع اور ان کی جماعت میں سے قرار دے اور اُن کے گروہ میں محشور فرما اور نمازِ جمعہ کے فریضہ اور اس دن کی دوسری عبادتوں کے بجا لانے اور ان فرائض پر عمل کرنے والوں پر قیامت کے دن جو عطائیں تو نے تقسیم کی ہیں انہیں حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ بے شک تو صاحب اقتدار اور حکمت والا ہے۔

یہ دعا جمعہ کے دن پڑھی جاتی ہے۔ جمعہ سید الایام اور نزولِ برکات کا دن ہے اور اس کی آخری ساعت قبولیت دعا کے لئے مخصوص ہے۔ سید نعمت اللہ جزائری رحمہ اللہ نے جمعہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے، کہ خداوند عالم نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ جن میں پہلا دن یک شنبہ اور چھٹا دن جمعہ اور اس دن تمام مخلوقات کو ایک مقام پر جمع کیا اس لئے اسے جمعہ کہا جاتا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لما سمیت الجمعۃ جُمعۃ۔ جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:۔

لان اللہ جمع فیہا خلقہ لولایۃ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم واھل بیتہ۔

خداوند عالم نے اس دن مخلوقات کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہل بیتؑ کی محبت و ولایت پر جمع کیا اس لئے اسے جمعہ کہا جاتا ہے۔"

اس دعا میں خداوند عالم کے چند اہم خصوصیات و صفات بیان فرمائے ہیں جو عقیدہ توحید کے تحفظ کے لئے اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی۔ یہ اولیت و آخریت زمان و مکان کے لحاظ سے نہیں ہے کہ دونوں کا ایک ذات میں اجتماع نہ ہو سکے بلکہ یہ اولیت و آخریت زمان و مکان سے ماوراء ہے

اس کی اوّلیت کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو کسی لحاظ سے اس پر تقدّم نہیں ہے اور آخریت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی سرمدی و ابدی نہیں ہے۔ چنانچہ خود اسی کا ارشاد ہے:۔

هو الاوّل والآخر۔ "وہی سب سے پہلے اور آخر ہے"

دوسری صفت یہ کہ جو اُسے یاد کرتا ہے وُہ اُسے فراموش نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وُہ اُس کے حافظہ و ذہن سے نہیں اُترتا کیونکہ اُس کے ہاں بھُول چُوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ مقصد یہ ہے کہ وُہ اپنے یاد رکھنے والے کو جزا دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

فاذکرونی اذکرکم۔ "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"

تیسری صفت یہ ہے کہ جو اس کا شکر ادا کرتا ہے اسے زیادہ سے زیادہ نعمتیں دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

لئن شکرتم لازیدنّکم۔ "اگر تم شکر ادا کروگے تو میں اور زیادہ دوں گا"

چوتھی صفت یہ کہ جو اسے پکارتا ہے اُس کی سنتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ادعونی استجب لکم۔ "تم مجھے پکارو۔ میں تمہاری بات قبول کروں گا"

پانچویں یہ کہ وُہ آس رکھنے والوں کی آس نہیں توڑتا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

ولا ییأس من روح اللہ الا القوم الکٰفرون۔ "اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں"

چھٹی صفت یہ کہ وہ ایک اکیلا ہے۔ چنانچہ اس عقیدۂ توحید کی اہمیت کے پیشِ نظر تمام کائنات کو گواہ کرکے اللہ تعالیٰ کی وحدت و یکتائی کی گواہی دی ہے اور قرآن مجید میں اس گواہی کا اس طرح تذکرہ ہے:۔

شہد اللہ انّہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم۔ "اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور تمام صاحبانِ علم گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں"

ساتویں صفت یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

لاشریک لہ وبذٰلک امرت وانا اوّل المسلمین۔ "اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مُسلم ہوں"

آٹھویں صفت یہ ہے کہ اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ولم یکن لہ کفوًا احد۔ "اس کا کوئی ہمسر نہیں"

نویں صفت یہ کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

ان اللہ لایخلف المیعاد۔ "بے شک خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا"

دسویں صفت یہ کہ اس کی بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بات میں تبدیلی کی ضرورت اُسے پڑتی ہے جو عاجز یا نتائج سے بے خبر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ دونوں باتیں ناممکن ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

مایبدل القول لدی ۔ میرے ہاں بات نہیں بدلا کرتی ۔"

توحید کی گواہی کے بعد رسالت کی گواہی دی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت ور سالت کا ذکر فرمایا ہے ۔یہاں عبدیت کا ذکر پہلے اور رسالت کا ذکر بعد میں ہے ۔کیونکہ عبدیت عبد و معبود کے درمیان اور رسالت خدا اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہے ۔ تو جو چیز جنبۂ الوہیت سے متعلق ہے اُسے پہلے اور جو جنبۂ مخلوق سے متعلق ہے اُسے بعد میں بیان کیا ہے ۔ شہادتین کے بعد راہِ ہدایت پر ثباتِ قدم کی دعا کی ہے کہ وہ ہدایت کرنے کے بعد ضلالت و کجروی سے محفوظ رکھے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالٰی کے مخصوص بندوں کی دُعا یہ ہے :۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ۔

اے ہمارے پروردگار! جب کہ تُو نے ہمیں ہدایت کی تو ہمارے دلوں کو بے راہ نہ ہونے دے اور اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما ۔ بے شک تُو بہت عطا کرنے والا ہے ۔"

خداوند کریم کی طرف ہدایت کے بعد جو دلوں کی بے راہروی کی نسبت دی گئی ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو ہدایت سے منحرف اور بے راہ کرتا ہے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گناہوں اور بے راہرویوں کے نتیجہ میں سلب توفیق کر لیتا ہے اور کوئی باختیار خود گمراہ ہوتا ہے تو وہ بجبر مانع نہیں ہوتا ۔ چنانچہ قرآن مجید میں واضح طور سے ارشاد ہوا ہے :۔ فلما زاغوا ازاغ الله قلوبهم ۔ جب وہ خود بے راہ ہوئے تو اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں کو بے راہ ہونے دیا ۔"

دُعَاۓ یَوْمِ السَّبْتِ

بِسْمِ اللهِ كَلِمَةِ الْمُعْتَصِمِيْنَ وَمَقَالَةِ الْمُتَحَرِّزِيْنَ وَ اَعُوْذُ بِاللهِ تَعَالٰى مِنْ جَوْرِ الْجَائِرِيْنَ وَكَيْدِ الْحَاسِدِيْنَ وَ بَغْيِ الظَّالِمِيْنَ وَ اَحْمَدُهٗ فَوْقَ حَمْدِ الْحَامِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْوَاحِدُ بِلَا شَرِيْكٍ وَالْمَلِكُ بِلَا تَمْلِيْكٍ لَا تُضَادُّ فِيْ حُكْمِكَ وَ لَا تُنَازَعُ فِيْ مُلْكِكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ

دُعائے روزِ شنبہ

مدد اللہ تعالٰی کے نام سے جو حفاظت چاہنے والوں کا کلمۂ کلام اور پناہ ڈھونڈنے والوں کا وردِ زبان ہے ۔ اور خداوند عالم سے پناہ چاہتا ہوں ۔ ستم گاروں کی ستم رانی، حاسدوں کی فریب کاری اور ظالموں کے ظلم ناروا سے ۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں (اور سوال کرتا ہوں کہ وہ اس حمد کو) تمام حمد کرنے والوں کی حمد پر فوقیت دے ۔ بارِ الٰہا! تو ایک اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ۔ اور بغیر کسی مالک کے بنائے تو مالک و فرمانروا ہے ۔ تیرے حکم کے آگے کوئی روک کھڑی نہیں کی جا سکتی اور نہ تیری سلطنت و

رَسُولِكَ وَاَنْ تُوْزِعَنِیْ مِنْ شُكْرِ نُعْمَاكَ مَا تَبْلُغُ بِیْ غَایَةَ رِضَاكَ وَاَنْ تُعِیْنَنِیْ عَلٰی طَاعَتِكَ وَ لُزُوْمِ عِبَادَتِكَ وَاسْتِحْقَاقِ مَثُوْبَتِكَ بِلُطْفِ عِنَایَتِكَ وَ تَرْحَمَنِیْ وَ تَصُدَّنِیْ عَنْ مَعَاصِیْكَ مَا اَحْیَیْتَنِیْ وَ تُوَفِّقَنِیْ لِمَا یَنْفَعُنِیْ مَا اَبْقَیْتَنِیْ وَ اَنْ تَشْرَحَ بِكِتَابِكَ صَدْرِیْ وَ تَحُطَّ بِتِلَاوَتِهٖ وِزْرِیْ وَ تَمْنَحَنِیَ السَّلَامَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَ نَفْسِیْ وَلَا تُوْحِشَ بِیْ اَهْلَ اُنْسِیْ وَ تُتِمَّ اِحْسَانَكَ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ كَمَا اَحْسَنْتَ فِیْمَا مَضٰی مِنْهُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

فرمانروائی میں تجھ سے ٹکر لی جاسکتی ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے عبدِ خاص اور رسول حضرت محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور اپنی نعمتوں پر ایسا شکر میرے دل میں ڈال دے، جس سے تو اپنی خوشنودی کی آخری حد تک مجھے پہنچا دے۔ اور اپنی نظر عنائت سے اطاعت، عبادت کی پابندی اور ثواب کا استحقاق حاصل کرنے میں میری مدد فرمائے اور جب تک مجھے زندہ رکھے گناہوں سے باز رکھنے میں مجھ پر رحم کرے، اور جب تک مجھے باقی رکھے ان چیزوں کی توفیق دے جو میرے لئے سُود مند ہوں اور اپنی کتاب کے ذریعہ میرا سینہ کھول دے اور اس کی تلاوت کے وسیلہ سے میرے گناہ چھانٹ دے اور جان و ایمان کی سلامتی عطا فرمائے اور میرے دوستوں کو (میرے گناہوں کے باعث) وحشت میں نہ ڈالے اور جس طرح میری گزشتہ زندگی میں احسانات کئے ہیں اسی طرح بقیہ زندگی میں مجھ پر اپنے احسانات کی تکمیل فرمائے۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اس دُعا کا عنوان "دُعائے یوم السبت" ہے۔ سبت ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں۔ اس دن یہود کو دنیا کے جھمیلوں سے الگ رہ کر عبادت و ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے کا حکم تھا۔ اور سبت کے لغوی معنی کاروکسب کے چھوڑنے اور آرام و استراحت کرنے کے ہیں۔ اس لئے اس دن کا نام یوم السبت یعنی روزِ تعطیل قرار پا گیا۔

حضرتؑ نے سرنامۂ دُعا میں اسمِ جلالت کو حفاظت و نگہداشت چاہنے والوں کی زبانوں کا کلمہ ورد قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کے اسماءِ حسنیٰ میں سے سب سے زیادہ یہی نام زبانوں پر آتا ہے۔ اور کیا دُعا، وہ مناجات ہو اور کیا فریاد و استغاثہ زیادہ تر وہ اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور حفظ و امان طلبی کے موقع پر یہی نام سب سے زیادہ موزوں بھی ہے۔ کیونکہ اسے اللہ کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ ینالہ الیہ کل مخلوق۔ "ہر مخلوق اس کی طرف رجوع ہوتی اور اس سے پناہ چاہتی ہے۔" اور یہ اللہ کا لفظ چونکہ اسم ذات ہے جو معنوی لحاظ سے اس کی تمام صفتوں کو حاوی ہے اس لئے

جب ہم اُسے اللہ کہہ کر پکارتے ہیں تو گویا اس کی ایک ایک صفت کے ساتھ اُسے پکارا ہے۔ اب ایک فقیر، فقر و احتیاج کے ازالہ کے لئے اُسے کہہ کر پکارتا ہے تو گویا اُسے غنی کہہ کر پکار رہا ہے۔ کیونکہ یہ نام اس کے غنی و بے نیاز ہونے کا آئینہ دار ہے۔ اور ایک مریض شفا کے لئے اُسے اس نام سے پکارتا ہے تو گویا اسے شافی کہہ کر مخاطب کر رہا ہے کیونکہ یہ نام اس صفت پر بھی حاوی ہے۔ اور کوئی مظلوم اُسے اس نام سے پکارتا ہے تو گویا اُسے عادل و منتقم کہہ کر پکار رہا ہے۔ کیونکہ یہ نام اس کے عادل ہونے کا بھی پتہ دیتا ہے۔ اسی جامعیت کے لحاظ سے حضرت نے ستم گاروں کے ستم، حاسدوں کے عناد اور ظالموں کے ظلم و جور سے اس نام کے ذریعہ پناہ چاہی ہے۔ کیونکہ اس ایک نام سے اس کی تمام صفتوں کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی ان صفتوں کا تقاضا یہ ہے کہ دل سے اس کی عظمت کا اعتراف اور زبان سے اس کی تمجید و ستائش کی جائے۔ چنانچہ دشمنوں کے مقابلہ میں طلب اعانت و امداد کے بعد اس کی حمد سرائی کی ہے جس میں اس کی وحدت و یکتائی اور بلا شرکت غیرے سلطنت و فرمانروائی کا ذکر کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وُہ اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہے اور کوئی چیز اس کے محیطِ اقتدار سے باہر نہیں ہے۔ لہذا ہر حاجت و خواہش اور تمنّا و آرزو کو اُسی کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد کہ جو دُعا کا زیور اور قبولیت کا ضامن ہے اس کی بارگاہ میں شکر نعمت، اطاعت، دوام عبادت اور اجتناب معاصی کی توفیق اور شرح صدر، عفوِ گناہ، دین کی سلامتی اور جان کی عافیت کا سوال ہے اور خاتمۂ دُعا پر یہ التجا کی ہے۔ کہ اے معبود! جس طرح تو نے زندگی کے اُن لمحوں میں جو گزر گئے مجھ پر پیہم احسانات کئے ہیں، اسی طرح زندگی کے بقیہ لمحوں میں مجھ سے اپنے احسانات و انعامات کا سلسلہ قطع نہ کرنا، بلکہ انہیں اتمام تک پہنچانا اس لئے کہ:۔ الاحسان بالاتمام!

بتائید خدائے توانا ترجمہ و حواشی صحیفۂ کاملہ روز جمعہ، دوازدہم ماہ ربیع الثانی، سال ہزار و سہ صد و ہفتاد و نو باتمام رسید

واللہ ہو المسئول ان یجعلہ خالصًا لوجہہ الکریم ویتم علیّ احسانہ العمیم،
ویحشرنی ویحشر والدی فی زمرۃ اصحاب الیمین بحرمۃ محمد و آلہ المنتجبین۔

مطبوعات امامیہ پبلیکیشنز

۱۔ آیت اللہ خمینی قم سے قم تک
۲۔ توضیح المسائل بڑی
۳۔ توضیح المسائل (پاکٹ سائز)
۴۔ سرو چمن
۵۔ نظام زندگی
۶۔ جان سخن
۷۔ تاریخ حسن مجتبیٰ
۸۔ یوم الحسین
۹۔ بہار انقلاب
۱۰۔ انقلاب اسلامی ایران
۱۱۔ اقوال رہبر
۱۲۔ حقوق اور اسلام
۱۳۔ معدن الجواہر
۱۴۔ چہل حدیث
۱۵۔ تعلیم دین
۱۶۔ الاثنا عشریہ
۱۷۔ معراج المومن
۱۸۔ ہدایت النساء
۱۹۔ خمس پمفلٹ
۲۰۔ ضرورت امام
۲۱۔ کردار کی روشنی
۲۲۔ جہاد اکبر
۲۳۔ دستور ایران
۲۴۔ ارشاد القلوب
۲۵۔ نہج البلاغہ
۲۶۔ دین حق عقل کی روشنی میں
۲۷۔ مبادیات حکومت اسلامی